مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے میں آپ حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو پھر ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ ما لخیر شما بسلامت۔ بندہ بہ۔ ایک مشہور زمانہ و محبانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو انھین لازم ہے کہ پچیس سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے جو پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین ہر آیا۔ کا پی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیا زمند نمبر خود نہین پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بیمار عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہم۔ لہذا اعیداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی ملکی پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین انھیں منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف حیوٰۃ" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان ضمنی مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ — نمبر ۱

مضامین

شنبہ ۷ جنوری ۱۹۲۸ء

شراب کہنہ بجام نو

پلا ساقیا حُبِ قومی کا جام
کہ غفلت کے دن کی نظر آئے شام

ستارہ چمکنے لگے اوج پر
اُٹھانے لگین ہم ترقی کا سر

افق سے مصیبت کے بادل ہٹین
جو ہین مشکلین سب ہماری گھٹین

محبت ہو ہر روح در ہر فرد مین
لگین حصہ لینے بہم درد مین

نہ دندانِ سگ ہو نہ ہو گوش خر
نہ غوغو نہ پشتو نہ ٹر ہو نہ ٹر

کوئی اپنی قلت پہ گریان نہ ہو
کوئی اپنی کثرت پہ نازان نہ ہو

ہر اک سمجھے ہندوستان کو وطن
گڑے جب جگہ ہو وہین کا کفن

وطن کے لیے جان قربان ہو
یہی ذکر ہر کو ہر آن ہو

نہ بیٹھے دلون مین عداوت کا چور
جہالت شقاوت کی شب کی ہو بھور

ملین اسطرح جیسے شیر و شکر
جو لڑکے عدو تو کہین "حفظ نظر"

کسی کے نہ بہکانے مین آئین ہم
دکھائین عداوت کو راہِ عدم

رہین یون کہ اک جان دو قالب ہین
ہم دونون مطلوب و طالب نہین

لگائی بجھائی کی بھٹی ہو سرد
نہو ہند میدان جنگ و نبرد

ہر اک عافیت سے بھری سانس لے
جہان پائے دشمن کو بس گانس لے

رہین ریبِ غماز سے دور دور
کہ لانے نہ پائے وہ ہرگز فتور

مرے اچھے ساقی نہ کر اب تو دیر
پلا کر مٹا سب کی عقلون کا پھیر

سبھی ایک ہو ایک آواز ہو
پرستاری مُلک پر ناز ہو

کہین رند ہم سب ہین خدامِ ہند
نہین غیر کا شیشہ و جامِ ہند

ہمیشہ یہ میخانہ آباد ہو
جو ہو دشمن اُسکا وہ برباد ہو

خزان سے بری ہو وطن کا چمن
نکل جائین سب اس سے زاغ و زغن

مسرت کا بلبل چہکتا رہے
گلِ کامرانی مہکتا رہے

خبر ہے تجھے آگیا سالِ نو
بزن فالِ نو کا ورد حالِ نو

سنہ بست و ہفتم روانہ ہوا
نیا اب سرے سے زمانہ ہوا

سنہ بست و ہشتم ہے کرسی نشین
ہے زیرِ نگین اسکے ساری زمین

اُٹھ اور یاد مین سالِ نو کے پلا
نہ انکار مین اپنی گردن ہلا

پلا دے کہ ہون رنج مین مبتلا
ہے سالِ گذشتہ کا کرنا گلا

سُنا ہے کہ شاہ امان اللہ خان
ہوئے ہند مین آکے یورپ روان

نہم کو دسمبر کی وارد ہوئے
قدم ہند کی سرزمین سے چھوئے

بہت دھوم سے خیر مقدم ہوا
خزان مین بہاران کا عالم ہوا

کہ پینے پلانے پہ خلقت تُلی
کھلائے گزک مین مشر کابلی

بڑے لاٹ صاحب نہ آئے مگر
کیا تبر طبیعت ہوائی وقت پر

وہ ہوتے اگر واردِ بمبئی
تو ہمسر لطف کے ہوتے سامان کئی

جو اک جام ساقی پلا دے مجھے
تو علت سفر کی بتا دون تجھے

غرض کیا انھین سیر و تفریح سے
کنایہ ہے پُر لطف تصریح سے

کیا اس لیے یہ سفر اختیار
کہ دیکھین ذرا ہند کا حالِ زار

پڑھایا اسے اہل لندن نے کیا
اسے ڈیڑھ سو سال مین کیا دیا

میان جان بُل اسکے اُستاد ہین
ہنر ہر طرح کے اُنھین یاد ہین

اسے کر دیا ہوگا ہر فن مین طاق
یہ ہر علم مین ہوگا چالاک و چاق

مہذب ہے یہ اور وحشی ہین ہم
باین سو تجربت چہرا انگرم

مگر آکے دیکھا یہان شاہ نے
کہ لیپا کیا کوہ کو کاہ نے

محاسن قدیمانہ بھی اب نہین
مودب نہین یہ مہذب نہین

جو پہلے تھے یان مرد رزم و نبرد
وہ ہین جوتی پیزار مین آج فرد

لباس ان کا ہے گو کہ ابریشمین
مگر آدمیت کی بو تک نہین

نہ منعم بہ مال از کسے بہتر است
خر ار جل اطلس بپوشد خر است

بصورت کسانیکہ مردم وش اند
چو صورت ہمان بہ کہ دم درکشند

نہ تعلیم سے ان کو بہرہ ملا
نہ تہذیب سے ان کو ہے واسطا

ہین کوٹ پتلون ملبس ہوئے
بڑے لاٹ جی کے مصاحب ہوئے

گئے بھول یہ ملک داری کے طور
رہے یاد خدمت گزاری کے طور

بہت اپنے نزدیک یہ دور ہین
کہ وضع غلامی پہ مغرور ہین

مقرر ہین سب یاوہ گوئی مین طاق
جو لیڈر ہین وہ چندہ جوئی مین طاق

تحمل کنان را نخوانند مرد
کہ بیچارہ از بیم سر برنہ کرد

دگر در سرش ہول و مردانگی ست
گریزد ازو کاین چہ دیوانگی ست

ہوا خوب تعلیم کا یہ ثمر
کہ اپنون کے دشمن ہوئے سربسر

یہ حُسن تمدن کی ہے بانکی
کہ رکھتے ہین خویشون سے بیگانگی

قدم لیجیے ایسے اُستاد کے
جسے کیسے کیسے ہنر یاد تھے

کہا شاہ نے دیکھ کر یان کے طور
کہ بھائی کرو اپنی حالت پہ غور

بیجو ہنود تون سرودیون سے تم
یہ تم سب کی کرتے ہین عقل گم

نہین ان مین جوش اخوت نہین
مروت نہین ہے محبت نہین

بڑے خود غرض ہین بڑے چالباز
بڑے فتنہ پرور بڑے حیلہ ساز

نہ ان کی سنو عقل سے کام لو
فصیل انکی منہ زوری کی تھام لو

یہی آتش کینہ بھڑکاتے ہین
لڑا کر یہی جوڑ بھڑکاتے ہین

کرو دین سے عاقبت تم درست
نہ لڑ کر کرو عافیت تنگ و سُست

نصیحت گوش کن سودمند آید پند — کہ گفتار سعدی پسند آید پند
بظاہر ہے تقریر یہ مختصر — کئی رمز اس میں ہیں مخفی مگر
جو ملحوظ تھی خاطر یہ ہاں — نہ بھولی ذہن میں آگئی ہاں
بہرحال ساقی پلادے شراب — نہ پیمانہ بل کا تو اب ہے عتاب
بتادے کہ لکھنا ہے کچھ حال اگر — نہیں ہوتا سال ماضی کا جو
کہیں ہاتھا پائی کہیں تو تکرار — کہیں قتل و غارت کہیں لوٹ مار
ہوئے قتل اس میں کئی بیگناہ — کھلی جس سے جنبہ کی انتہا
کسی کا تو یوں مفت میں خون بہا — مگر یار لوگوں کو چندہ ملا
کئی ایک قاتل کے تختہ تک بچے — کہ غازی ہے اسکو ملیدا ملے
چلے کیسا یہ بیروی کا سلسلہ — یہ مسلم ہے اس میں نہیں کوئی شک
خدا کے لیے چندہ دلوائیے — نہ اسلام کو منہ کی کھلوائیے
کوئی بن کے مقتول کا خیرخواہ — لگا کرنے جلسوں میں فریاد و آہ
شہیدوں کے جو رکھے بن کے نام — فراہم کیا زر بہے انتقام
عزیزان مقتول کے دل کا داغ — جلا اسکے مسکن میں بنکر چراغ
سن لیست و ہشتم کا اک ماجرا — سناؤں جو ساقی مجھے تو پلا
کھڑک سنگھ ہے ایک مرد غیور — حیا سے قریں بیحیائی سے دور
بہن پر ہوا اسکی ظلم شدید — کہ بیچی گئی بہر کار پلید
حقیقی نہیں گو یہ اسکی بہن — مگر ہے تو ہم قوم اور ہم وطن
یہ تذلیل ہم قوم کی دیکھ کر — بہا جوش غیرت سے خون جگر
عدو آبرو کا جو تھا بدخصال — کہا اس سے اسنے کہ او بدخصال
نہ اترا بہت زر کے برتے پہ تو — نہ لے ایک دیوی کی تو آبرو
مگر جب نہ باز آیا وہ بدخصال — تو سر کردی اسنے طپنچے کی نال
رواں سوئے دوزخ ہوا بدگہر — نہ کام آیا ہیرا نہ موتی نہ زر
حکومت کو ہوتی جو قدر حیا — کھڑک سنگھ کو ملتا اسکا صلا
ہوا یہ حیا پروری کا مآل — کہ پائی سزا قید کی آٹھ سال
ہوا قتل ایسا ہی آسام میں — مگر چھٹ گیا قاتل انجام میں
پلا ساقیا اک برانڈی کا گھونٹ — کہ آیا نظر شیعہ کالج کا اونٹ
تنزل کی یہ مار کرتا ہے ڈینگ — مگر بار ہے اس پہ کابل کی ہینگ
ہمہ لون کے چرنے پہ لسلوٹ ہے — میسر کہاں اسکو اخروٹ ہے
قدیمی ہے غمزے کا اسکو مرض — نہیں کچھ ترقی سے اسکو غرض
کبھی گر ملے اسکو پیاز اور پنیر — لگے بلبلانے کہ میں ہوں امیر
زمانے کے کالج ہوئے نامور — پر اسکا نتیجہ ہے گوز شتر
نہ پیدا کیا کچھ زمانے میں نام — یہ ماہی مراتب کا دیتا ہے کام
چراگاہ میں اور بھی تو ہیں اونٹ — کرے کھائے گیہوں جو ہے کوئی بوٹ
اسے ملتا ہے بیگن اُبلا ہوا — اسی سے ہے چارہ ڈبلا ہوا

بندھی ہے امیروں کے دم میں نکیل — کرے ایسی حالت میں پھر کیا کھیل
یہ گردن ہلانے تو تھمنے لگیں — وہ پیچھا چھڑا ہی نہ کر پھر لیٹ
سدی کا دہم حصہ یوں طے ہوا — کہ یہ شے سے سر مخطلا کے ہوا
پلا ساقیا لاکے اکتسا کا جام — کہ باقی ابھی ہے بہت مجھکو کام
تکلمی مس میو نے مدر انڈیا — جسے دیکھا دیکھا بہت ہی جلا
سکھائی ندی دخت یورپ اسے — کہ آوارگی سے ہے عزت جسے
سر بزم ننگی جو ہے ناچتی — مجرد جوانوں کو ہے تاپتی
خبر لے گی کیا اپنے سینے میں پیٹ — وہ جھلسی کہ جس میں نہتر ہوں ہیٹ
خدا سے مجازی ہو شوہر جہاں — وہاں دخل بے عصمتی کا کہاں
کریں بوسہ بازی جو قبل از نکاح — نہیں غیر پر طعن اُنکو مباح
جو کرتی ہے منگنی میں مس اختلاط — نہیں ایسا بیاہوں میں یاں ارتباط
زن پاکباز ہند پر طعن ہے عصمتی — یہ بے حرمتی اسکی جو ہوسکتی؟
جو ہم دخت یورپ کی لائیں نوٹ — تو مس میو شاید کہ روتی پھریں
دیا ہے خدا نے قلم میں وہ زور — جو دشمن کو دکھلاتا ہے روتے گور

"اخاہ دوست ہاتھ ملاؤ"

"بالفعل پیٹ مل سکتا ہے"

انجمن معین الادب لکھنؤ کا آٹھواں سالانہ مشاعرہ

زیر صدارت عالیجناب راجہ صاحب بہادر سلیم پور مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۸ء ٹھیک ۹ بجے شب کو بر مکان جناب سید شہنشاہ حسین صاحب وکیل مرحوم واقع محلہ نخاس شہر لکھنؤ منعقد ہوگا آغاز مشاعرہ سے پہلے عالیجناب شمس العلما صدر الافاضل مولانا سید سبط حسن صاحب مدظلہ العالی علم ادب کے متعلق ایک دلچسپ و پُرمغز تقریر فرمائیں گے۔ اس کے بعد مقررہ طرح میں لکھنؤ، دہلی، الہ آباد اور شاہجہان پور وغیرہ مختلف مقامات ہندوستان کے مشاہیر شعرا اپنا اپنا کلام بلاغت نظام سناکر سامعین کو محظوظ فرمائیں گے حامیان زبان و قدر شناسان ادب اردو سے استدعا ہے کہ رونق بخش صف سامعین ہوکر اپنے قدیم اور قابل قدر فن شعر کی لطافت و ترقی سے لطف اندوز ہوں اور انجمن کو شکر گزاری کا موقع عطا فرمائیں۔

المشتہر

سید محمد جعفر حسین عرف محمد صاحب بہار۔ آنریری سکریٹری

خدا کے لیے ساقیا جام دے — ارے او میاں اپنا دشنام دے
بنی خوب آل کمیشن کی دھوم — جسے کہتے ہیں منہ کا بجنا ہجوم
نہیں ایک بھی کالے ہندی کا نام — بھرا اس میں ہے گورا چٹرا تمام
کمیشن کے سردار ہیں سائمن — گرفتہ بہ زنبیاں جائے من
کوئی اسکی شرکت پہ دلدادہ ہے — کوئی اس سے نفرت پہ آمادہ ہے
یہ دو دہم کرگی قیامت بپا — کیے گا کمیشن جو لایت میں جا
کہ کچھ لوگ نے فتنۂ روزگار — نہیں ملک میں کچھ بھی انکا وقار
رہ رہے تھے اسکے کہ ہو بائیکاٹ — مگر ہم نے دی راہ اُن سب کی کاٹ
رہی دوش پر انکے شال عزا — مگر وان اڑاتے رہے ہم مزا
عدو زہرۂ حیف بھرتے رہے — ہمیں ہاد دنا منصبت کرتے رہے
عدو تو رہے مائل شور و شین — ہمیں خیر خواہ جان ہیں خوب آپاچین
گواہی کو اہل وفا آئے سب — شہر یاران میں برپا تھا شور و شغب
وہ ہیں چند کس انکی ہستی ہے کیا — ہمارا ہم آواز حسرت ہوا
وہ حسرت جو ہے شیر مرد دلیر — سیاست کے صحرا کا بیباک شیر
وہ خواجہ نظامی کہ جنکے مرید — کروروں کی تعداد سے ہیں مزید
ہماری حمایت پہ مائل ہوئے — ہماری ولایت کے قائل ہوئے

برقی انگوٹھی

یہ انگوٹھی کسی سنیاسی کی بنائی ہوئی ہے نہ بنارس کی بنی ہوئی۔ نہ پتھر کی بنائی ہوئی بلکہ خاص کلکتہ کی بنی ہوئی ہے جسکو ایک ڈاکٹر نے بجلی کی طاقت سے تیار کیا ہے۔ یہ انگوٹھی بحکم خدا ایسی پرتاثیر ہے کہ انسان کی کل بیماریوں کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ انگوٹھی خونی و بادی بواسیر کو اور جریان کو جڑ سے دور کرتی ہے۔ اختلاج قلب یا دھڑکن وغیرہ کے مریض کے گلے میں ڈوری میں باندھکر دل کے اوپر لٹکانے سے مریض اچھا ہوجاتا ہے۔ تندرست آدمی ہمیشہ اپنے ہاتھ کی انگلی میں پہنے رہے تو تمام وبائی امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ بچہ کے گلے میں ڈالنے سے بحکم رب العالمین بچہ ہر بلا و آفات اور نظر بد سے محفوظ رہتا ہے یہ عجیب و غریب انگوٹھی منگا کر خود بھی فائدہ اٹھائیے۔ اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی منگانے کی ترغیب دیجیے قیمت ۲ عدد مع محصول ڈاک ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) چھ عدد مع محصول ڈاک چار، بارہ عدد مع محصول ڈاک پانچ روپیہ (صہ)

۱۰ انگوٹھی کے خریدار کو ایک انگوٹھی زیادہ دیجائیگی یعنی ۱۲ کے بجائے ۱۳ دی جائے گی۔

حافظ بخش الٰہی سوداگر ڈاکخانہ بوبازار نمبر ۳۱ چونا گلی کلکتہ

جنھیں کہتے ہیں سر محمد شفیع — وہی جھنکار تھے سبھی کے رفیع
کرد پور تھے باغ کمیشن کے وہ — گنہگار تھے رفیع سنڈیکیشن کے وہ
اگر لائے کھیر کی مسٹر جنا — تو ہم نے انھیں احمقوں میں گنا
جو ترشائے مسٹر محمد علی — ہماری رہی کچھ نہ انکی چلی
بہت کانگریس نے کیا اختلاف — کیا ہم نے اسکا کھیرا بھی صاف
یہ حاصل ہے تحقیق و تفتیش کا — تقاضا یہ ہے ہندو لرلیش کا
کہ ہندی سزاوار عزت نہیں — نہیں مستحق حکومت نہیں
غضب کا گروہوں میں ہے اختلاف — ہے ہر وقت آپس میں عز و غصہ
صفات بہائم ہے ہیں متصف — دل آزار و خونریز و تند و درشت
نہو جان بل کا قدم درمیان — تو بہنے لگیں خون کی ندیاں
نہ ہو زیبا ستے و قعت نہیں — اصول اخوت کے عادی نہیں
سن آپس میں کچھ جو ان کو دیا — میاں جان نے بہت کی خطا
تو ڈالا کیا یہ قول بالکل ہے ٹھیک — یہ فیاضی آکر بن بگاڑ گئی — یک
بہ تیدیم گدائی سے شاہی ہوئی — اسی سے یہ بار تباہی ہوئی
نہ دینے جو ہتھیار ہتوالوں کو — پہونچتی رعایا نہ ان حالوں کو
کہیں خیر ذاتوں نے غرضی کھی — کہ دانا انھیں کچھ نہ دینا بھی
انھوں نے کیا حق ہمارا تلف — جو سچ پوچھیے ہیں یہ ناخلف
دیے سب بزرگوں کے اخود چھوڑ — لیا اپنا منہ حق خدمت سے موڑ
ثبوت اسکا ملتا ہے تحال سے — کہ یہ لڑ رہے ہیں کئی سال سے
عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل — نہ ہم سے تعاون نہ آپس میں میل
بہر حال ہے مصلحت کا یہ ذوق — کر دیجیے سفید رہتنا ہو طرف
کہینگے یہ انکی ملاقات میں — کہ دین کیا انھیں ور ہم کیا نہ دیں

باقی آئندہ

رند قدیم

تحائف سال نو

"سیرت باقی"

مدیر پیشوا حافظ سید عزیز حسن صاحب نقشبندی کی نقش بندی قابل ملاحظہ ہے آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز رح کی سیرت نہایت محنت اور حسن اہتمام کے ساتھ تصنیف کی اور چھپوائی ہے۔ سرورق کے بعد مزار شریف کی تصویر ہے اور آخر میں حضرت مصنف کی شبیہ با تصویر ہے جس سے ۵

این صفحۂ خاک ہر ذرہ تصویر یست

یاد آ جاتا ہے۔ نیک بزرگوں کی سیرت خوردوں کے واسطے دستور العمل ہے۔ روحانی امراض کے دفاع کا یہی ایک طریقہ ہے۔ امید کہ صاحبان ذوق اس سند باقی سے ہدایت کا سبق لے کے اعمال کی درستی میں مدد حاصل کرینگے ورنہ کف افسوس مل کے کہنا پڑے گا ع

مضیٰ فی غفلۃ عمری کذلک یذھب الیھم

بارہ آنہ قیمت زیادہ نہیں ہے۔ دفتر پیشوا کوچۂ چیلان۔ دہلی سے طلب کیجیے
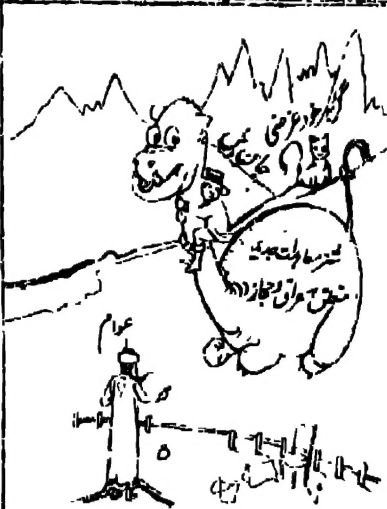
خلقت: "اونٹ فربہ بھی ہے شائستہ بھی ہے گو کہ بھی ہے اور ارزان بھی ہے"

جان بل: "نگزیری سواری کے لیے مخصوص بھی ہے اور اسکے ساتھ ایک بلی بھی ہے"

پری مہک تیل

اسمیں شک نہیں کہ اگر پریان موجود ہیں اور اُن کے بالوں میں حسب روایت خوشبو ہے بھی مہک بھی ہے تو اس تیل کے استعمال سے یقیناً بال مہکنے لگیں گے اور عجب نہیں کہ ان کی مہک پریوں کی مہک سے پر ملانے کے قابل ہو جائے۔

موجد نے ایک چھوٹی سی شیشی ہمیں عنایت کی یہاں بال اس قابل نہیں دور سے مہک کا لطف حاصل کر لیا۔ باین سن و سال اگر بال چکناتے تو ظریف دوست: عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل سے تو واضح کرتے۔ موجد کا دعویٰ ہے کہ درد سر اور نزلہ اسکے استعمال سے جاتا رہتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ خوشبو کے بارے میں دعویٰ صحیح ہے تو نفع کی نسبت بھی درست ہو۔ ایک روپیہ قیمت علاوہ محصول مقرر ہے۔ اسکے موجد مختار احمد صاحب ہیڈ مرچنٹ ساکن آم گھاٹ کھدان راجگانگ پور (بی این آر) ہیں۔

کحل الجواہر

یہ سرمہ حکیم ننھے نواب صاحب ساکن گیا (بہار) کی تصنیف اور تو یہ ایجاد ہے۔ ضعف بصر اور دیگر امراض چشم کے زائل ہونے کے متعلق ابھی ہمارے پاس کوئی تصدیقی تحریر نہیں پہونچی مگر ہمارے مصور صاحب کے بیوٹوں میں چھوٹے چھوٹے دانہ پڑ جاتے تھے وہ کہتے ہیں کہ آشوب چشم اور درد ہوں میں یہ سرمہ مفید ہے۔ اور منیجر صاحب بھی آزمائش میں مصروف ہیں مکمل شہادت بعد تصدیق مریضان آئندہ لکھی جائے گی یا یعنی کہ ہم لگی لپٹی نہیں رکھتے۔ ایک شیشی کی قیمت ایک روپیہ مقرر ہے۔

آفتاب صداقت

سابق پنڈت ستیہ دیو صاحب حال مولانا شیخ ناصر الدین احمد صاحب سے دنیا واقف ہے آپ کی مذہبی پوشاک جب میلی ہو جاتی ہے فوراً کھرے گھاٹ دھلوا کے صاف ستھرے ہو جاتے ہیں آجکل جناب کے زیب جسم دھوتی انگوچھا کرتا نہیں ہے۔ تہ زرد عبا ہے عمامہ ہے، جبہ، دیکھ کے لکھر کے فقیر دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ پائے استقامت اب نہ لڑکھڑائے۔ ہماری سمجھ آئی ہے تو آب بھاگ نہ جائے۔ باین شہرت و اشتہار آپ کا نام نامی دنیا میں آفتاب کی طرح روشن ہے "آفتاب آمد دلیل آفتاب"۔ تعجب ہے کہ آپ نے "آفتاب صداقت" نامی ایک ہفتہ وار پرچہ نکال دیا۔ مقر خاص ملتان اس آفتاب کا لکھنؤ ہے۔

"صداقت" کے معنی ہین "دوستی" ہمین اُمید رکھنی چاہئے کہ دوستی کا نازک تار اس پرچہ کی لپٹ جھپٹ مین نہ ٹوٹنے پائے گا۔ کیا معنی کہ مضامین اسکے عام پسند تو ہین اور خطابیات والزامیات کی بدولت مسلمانون مین مقبول بھی ہونگے یہ ممکن ہے کہ تاریخی اعتراضات کا جواب بھی ہون لیکن عقلی و برہانی مضمون اس نمبر مین کوئی نہین ہے۔ بہرحال جاری ہوا ہے تو آگے بڑھ کے یہ کمی بھی پوری ہو جائے گی لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ مذہبی مسلمان اُس سے ضرور خوش ہون گے۔

خسر — داماد

"صاحبزادے۔ یہ نہ سمجھنا کہ حسب وعدہ مین صرف تین ہزار کا جہیز اپنی لڑکی کو دونگا۔ نہین! مہنی مون کے بعد دو ہزار نقد اور بھی"

"دیکھیے شادی باقساط نہین ہو سکتی"

دوست "فیض آباد"

یہ مال سال جدید نہین۔ آخر ۱۹۲۷ء کی اولاد ہے۔ مگر ہم اسے نئی پود ھ مین اسوجہ سے داخل کرتے ہین کہ دسمبر ۱۹۲۷ء مین خود ہمین مہلت نہ ملی حکیم مرزا آغا حسن صاحب خلجی اسکے ایڈیٹر ہین۔ پرچہ بظاہر معتدل ہے عام فوائد ملحوظ رکھتا ہے۔ دوسرون کے واسطے دل آزار نہین آجکل یہی بہت بڑی "دوستی" ہے۔ فیض آباد باوجود قدیم دارالسلطنت اودھ ہونے کے اب علمی امور سے قطع تعلق کرتا جاتا ہے۔ لہذا کم از کم فیض آبادی اعیان کو لازم ہے کہ اسے ترقی دین اور اس سے دوستی پیدا کرین۔ ترتیب مضامین کا سلیقہ کافی ہے۔ اللہ وطن دوستون کو حق دوستی ادا کرنے کی توفیق دے۔ پرچہ ہفتہ وار ہے۔ لکھائی چھپائی قابل اعتراض نہین ہے۔

حکایت ودرایت

مباکیہ ومباسہ

فقیرنی: "اے میان اللہ تمھین خوش رکھے۔ تم جیو۔"
ممسک: "اے بوی۔ اللہ تمھین خوش رکھے۔ تم جیو۔"
فقیرنی: "تمھارے بچے جییں آباد رہو۔ شاد رہو۔"
ممسک: "تمھارے بچے جییں آباد رہو۔ شاد رہو۔"
فقیرنی: "الٰہی ایک ایک رونئین مین ہزار ہزار دم"
ممسک: "الٰہی ایک ایک رونئین مین ہزار ہزار دم"
فقیرنی: "الٰہی بہوین بیاہ کے لانا نصیب ہو"
ممسک: "الٰہی بہوین بیاہ کے لانا نصیب ہو"
فقیرنی: "چندے آفتاب سی دولھن ملے"
ممسک: "موٹا سا خصم ملے"

اب تو فقیرنی بھنائی۔ کیا معنی کہ آخر مین گرا مرتون زی روح ہو گیا۔ اور لگا اپنی سی کہنے۔ اُس نے خونخوار آنکھون سے بخیل کی طرف دیکھا سمجھ گئی کہ میان کچھ دوال (دینے والے) نہین۔ دعا کے عوض دعا دیتے ہین۔ آخر مین دولھن کا مقابلہ خصم سے کرتے ہین۔ بیچاری اپنا سا مُنھ لے کے چلی گئی۔

کیون جناب؟ کیا حال ہوا ہوگا بڑے حاجی صاحب کا جب زردوزی کا ہار اُنھوں نے ایک لڑکے کے ہاتھ سے شاہ کابل کی خدمت مین پیش کروایا اور "ما مسلمانان ہند غریب یتیم" کے جواب مین "لا تقنطوا من رحمة الله کی بڑہ مغزمد۔ اسی آنسو پونچھن کے جواب مین قاصد وصل (لینے بوسۂ گرم از لب جوان افغانی) کی چٹاپٹاخ بے معنی وغیر مکتوب گفتگو سماعت فرمائی یہ بھی نہ کہہ سکے

"بکہ چو مبانہ دیوں بنا چلنی"

معلوم شد کہ اس جوان افغانی کو نہ دینے کی گھاتین بہ نسبت اُس ممسک کے زیادہ یاد ہین طرفہ یہ کہ ممسک کے آخری جواب سے بڑھیا اُسکا عندیہ سمجھ گئی مگر یہان اشکہاے گرم کا معارضہ کلمات سرد و نرم سے ہوا اور کلمات استرحام کا تقابل بوسۂ التیام سے۔ چلیے غربت کی شکایت یک قلم جاتی رہی کوئی بھی نام نہ رکھ سکا کہ ہائے "غریب" محروم بھیج دیا اسکے علاوہ ع

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را

بھی نہ کہنا پڑا۔ اس سے زیادہ شاہی نوازش کیا ہوگی کہ گلے مین باہین ڈالگئین جیا چاہتی ہونی ع

اب اور چاہیے کیا رسم شوہری ہو جائے؟

دینے دلانے اور فیاضی کے ذریعے سے دلون پر سکّہ

"توام"

"دموری نیا پار لگا دے"
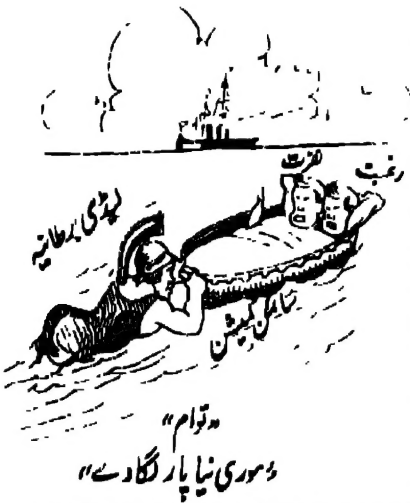
بٹھانے کی کوئی علامت ہمارے شاہ افغانستان یہان نہین چھوڑ گئے مگر اپنی ذہانت کی بہت سی یادگارین چھوڑی ہین۔ ایک تو ہم کہہ چکے۔ دوسری یہ سُننے مین آئی ہے کہ اپنے ہم رتبہ استقبال کرنیوالے جب اُنھون نے نہ پائے تو شاہانہ تزک اور ٹھاٹھ چھوڑ کے دوستانہ روش اختیار کی اور معمولی مہمان بن گئے دعوت کی حیثیت سرکاری نہ رہی۔ لوگون کا خیال ہے کہ اگر شاہ ممدوح یہان کے مسلمانون پر بذل مال کرتے تو اُنکی ذکاوت پر حرف آتا اور دوسرے فرقہ مطعون کرتے کہ ہان صاحب!

جگر جگر ہے دِگر دگر ہے

یہی توقع تھی۔ بہرحال ۱۹۲۸ء کا یہ معانقہ ومباکیہ ومباسہ (بوسہ بازی) بھی یادگار ہے۔

راقم ع عوض بوسۂ حسینان دل وجان می طلبند
داده اند انچہ ہما کاشش کہ ازما گیرند

"بالفعل بچھیرے ہیں"

"ہیون! ہیون!! بس بیٹا بس - ارے سائمن کمیشن کو منہ زوری دکھانا -
تو تو اپنی ہی گاڑی کا ساز توڑے ڈالتا ہے - بس میری جان بس"

ترانہ کانگریس

ہند بھی ہو جائے گا اک دن دیارِ کانگریس
گر یونہی بڑھتا رہے گا اقتدارِ کانگریس

پھر بڑھے ہر دل میں یارب اعتبارِ کانگریس
شیخ و شاب ہند سب ہو جائیں یارِ کانگریس

ڈلبیوہی بانرجی دادا بھائی طیب جی تلک
فرد تھے یہ جملہ اعضائے وقارِ کانگریس

راستی پیشہ نہیں اور راست گفتاری کریں
ورنہ دکھلانے کے ہیں سب دوستدارِ کانگریس

تو تو میں میں کا نتیجہ ہونے والا ہے یہی
خودکشی کر کے بنائیں گے مزارِ کانگریس

اجتماعی ملک کی آواز ٹھہری جب یہ بزم
کیوں نہیں کرتا ہر اک پھر اعتبارِ کانگریس

خاک میں مل جائے گی ہستی بگولے کی طرح
گر یہی قائم رہے لیل و نہارِ کانگریس

خودسری کو چھوڑ دو آپس میں مل جل کر رہو
ہمصفیرو دیکھنا ہے گر بہارِ کانگریس

مذہبِ قومی کرو سب اختیار اے اہلِ ہند
اور سب کہلاؤ مل کر دیندارِ کانگریس

جسکو دیکھو اک جماعت کا بنا ہے سرگروہ
حد سے بڑھتا جا رہا ہے انتشارِ کانگریس

ہو زبان پر قمریوں کے نعرۂ حق سرہ
دل لبھائے سب کا سروِ جویبارِ کانگریس

ایک دن ہوگا یہ ترکی اور تازی پر سوار
آجکل کہتے ہیں جسکو نے سوارِ کانگریس

ہو خزاں دور اور آئے جوش میں فصلِ بہار
ہند کے گلزار میں چہکے ہزارِ کانگریس

جیت لیں بازی شیشون سے نہ ہاریں ہمتیں
اسقدر رچہ خا چلائیں دستکارِ کانگریس

کیوں طویلے میں یہ لتیا حج مچا رکھی ہے آہ
کیوں یہ بکٹٹ جا رہا ہے راہوارِ کانگریس

پھول پر ہرگز نہیں پڑتی ہے ظالم کی نگاہ
چشمِ دشمن میں کھٹک جاتا ہے خارِ کانگریس

دل میں کیوں لاتے ہو یارو تم رقابت کا خیال
آؤ ہم سب مل کے ہو جائیں نثارِ کانگریس

چین و جاپان ترکی و ایران نہیں خالی مرے
ہند بھی تجھپر فدا ہے اے نگارِ کانگریس

بھائی انصاری کہیں غمزہ نہ کر بیٹھے دوئی
دونوں ہاتھوں سے پکڑ لینا مہارِ کانگریس

اے مسیحا اے طبیبِ ملک و ملت دیکھنا
مُردوں میں ہونے نہ پائے ہان شمارِ کانگریس

یہ ..... ناتوان بھی ہے بہی خواہ وطن
اسلیے سمجھو اسے خدمت گزارِ کانگریس

خاکسار مخفیؔ

اودھ رائل فیملی ایسوسی ایشن لکھنؤ

کسی شاعر کا قول ہے ؎

جنگی دیو

بیگ آف نیشن

یورپ

"ہر کچھ دھاگے میں بندھا ہے"

چھوڑ کر ہم نے امیری کی فقیری اختیار
بوریے پر بیٹھے ہیں قالین کو ٹھوکر مار کر

بہادر شاہ ظفر مرحوم فرماتے ہیں ؎

یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا
یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

اودھ کا خاندان شاہی امیری کے جنجال سے قہراً چھٹکارا پاتا جاتا ہے۔ اسلیے قالین پر ٹھوکر نہیں ماری آمدنی کم اور خرچ زیادہ تعلیم اولاد کا سامان ندارد۔ افسر خاندان کی بے پروائی مردم شماری بڑھانے والی کارروائی کی جانب ہمت کی زیادہ معروفیت امیرانہ عادات۔ یہ آفتیں دیمک بن کے قالین کا سترا بھرتا کر گئیں۔ اب چھاڑی زمین ہے ؎

نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو
ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا

افسر شاہانہ کمپنی کی حریصانہ نوازشوں اور عرقوبی وعدوں کی بدولت گنگا پار جا چکا مگر اپنے لوازم چھوڑ گیا بقول بدنصیبن کے "آپ ہی میاں دربدر بار آپ ہی میاں کھیت کھلیان" مٹی کے آبخورے میں پانی نہیں۔ "آبِ خاصہ" نوش فرماتے ہیں۔ روٹی دال نہیں "خاصہ" اولش کرتے ہیں۔ رہ گیا فقیرانہ تاج یہ تو وہ کسی کارخانے میں بنتا نہیں۔ وہ خود ہی سر پر اُدھر جاتا ہے بشرطیکہ صفات موجود ہوں۔

اقوام عالم کی دیکھا دیکھی اودھ کے خاندان شاہی نے بھی ایک انجمن گلے ہاتھوں بنا ڈالی اور آج ہمارے پاس اُسکی افتتاحی تقریب میں شریک ہونے کا دعوت نامہ آگیا۔ انجمن کا تخم سنہ ۱۹۲۴ء میں بویا گیا تھا تین چار برس کے بعد اکھوا پھوٹا لہذا اس اکھوے کو بھی ہم تحائف سال نو کی فہرست میں داخل کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ انجمن کے افتتاح کا فرض ہمارے شہر کے ہر دلعزیز کھلنڈرے زندہ دل ڈپٹی کمشنر مسٹر گوئن ادا کریں گے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ مسٹر گوئن جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں اُسمیں برکت ضرور ہوتی ہے۔ دیکھیے کشتی کے دنگل ڈنڑ پیل رہے ہیں۔ کنکوا کلب لنڈورے لڑا رہا ہے۔ اگر اس کھیل میں بھی اُن کا جی لگ گیا تو اُمید ہے کہ ان گدایان تاج بر سر کے پیوندوار تاج کی اصلی حالت سے بصیغۂ راز ہی سہی وعدہ فراموش حکومت کو مطلع کر دینگے۔ مثل مشہور ہے "ہاتھ کو ہاتھ پہچانتا ہے" حکومت مہاجن ہے اُس نے انھیں ہاتھوں سے ملک پایا ہے لیے چوڑے وعدے بھی کیے ہیں اپنے پاس سے نہیں تو اُس لوفیر کی رقم سے جو ہر سال جوئے کی نال اور دس گھڑے کی لگا کی طرح موقوف ہوتی چلی جاتی ہے اس خاندان کی رفاہ و فلاح میں مدد عنایت کرے گی۔

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھیے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ "منیجر"

مولانا پنچ کی نوٹ بک

قرآن بخطِ مصنف

ایک صاحب کے پاس نہایت غلط لکھا ہوا قرآن تھا۔ کسی دوست نے پوچھا کہ حضرت کیس کے قلم کا لکھا ہوا ہے؟ جواب دیا کہ حضرت مصنف اسکے کاتب ہیں۔ وہ گھبرائے صورت دیکھنے لگے تو انھوں نے کہا۔ اجی صورت کیا دیکھتے ہو۔ آسمین بمشکل چند الفاظ صحیح ملیں گے لہذا یہ قرآن آسمانی قرآن نہیں ہے کاتب ہی اسکا مصنف ہے۔

بعض اسلامی جرائد اپنے پرچے کا وقار بڑھانے کے واسطے غلط سلط آیتیں اور غلط ترجمہ لکھتے رہتے ہیں۔ غالباً انکے پاس بھی مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پہونچ گیا ہے۔ یہ جاہل اور کم مایہ اخبارنویس قرآن کے ساتھ دل لگی کر رہے ہیں۔ کمبخت نہ تفسیر سے واقف نہ ترجمے سے۔

ایک صاحب ننگے پھر رہے تھے کوئی ہنسنے لگا تو بگڑ گئے :۔

”لبے ہم پر کیا ہنستا ہے اپنی آنکھوں پہ آنسو بہا جن کا پانی ڈھل گیا ہے جب پڑتی ہیں بُری جگہ پڑتی ہیں“

غالباً ان غلط کرداروں کا جواب بھی ایسا ہی منطقیانہ ہوگا۔

نظم ضمیمہ

اس نمبر کے ساتھ جو ضمیمہ شائع ہوا ہے ایک اُستاد فن کا نتیجہ طبع ہے حضرت نے اپنا نام چھپایا تو ہے مگر یہ ”اخلاقی و شرعی چھپنا“ چھپے گا نہیں۔ لوگ مذاق طبیعت، رنگ کلام اور قدرت نظم سے پہچان لینگے۔ مفت میں ہمارے دفتر پر پیٹ کے ہلکے ہونے کا الزام عائد ہوگا۔ لہذا اس ہفتے نہیں تو دوسرے ہفتے ہم اُن سے اجازت لے کے نام شائع کر دیں گے۔

ایک میاں نے اپنی لونڈی کا بوسہ لیا اور تاکید کی کہ خبردار بی بی سے نہ کہنا۔ لونڈی بڑے اعجاز سے بولی :۔

”اے میٹھو بھی بارہ برس سے بی بی دروازے پہ دربان کے ساتھ چُہلیں کیا کرتی ہیں میں نے تمھیں خبر نہ کی تو ایک پیار کس گنتی کس شمار میں ہے۔ بلدی ایسی اوچھی نہیں ہے“

حضرت ناظم ظریف علیہ الرحمہ کا یہ پیار بھی بارہ برس کی چپل کا رازہ کے سُنے آشکار کیے دیتا ہے اسے ہم کیا کریں۔

عشق مجازی کا جوش

”بوسہ را نیز دہم اذن کہ گاہے کمبد“

انگریزی سیاست

چین

”الوداع بالجبر والقہر“

اللہ رے عشق۔ سُنتے ہیں کہ بمبئی میں ایک مقدمہ درپیش ہے۔ اس مقدمہ میں مجرم یا ملزم بیچارہ بیصبری کی وجہ سے دھر آگیا ورنہ درحقیقت یہ کوئی جرم نہیں کہ تشکر و احسانمندی کے اظہار میں کوئی شخص کسی کی دست بوسی کرے۔ بوسہ باز صاحب کو ”جگت گرو“ ہونے کا دعویٰ ہے۔ آپ بے کوڑی بے پیسے ٹرام پر چڑھ گئے یا کسی کی دل دوز نگاہوں کے ارشامی نے گولا لاٹھی بنا کے اوپر کھینچ لیا۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ گرو تھے لٹو عشق کی لٹی لیٹی اور بادگیر شوق نے اوچھال کے آپ کو گرنچا۔ بہرکیف خواستہ و ناخواستہ اُسی بنچ پر جا کے ڈٹ گئے جس پر مطلوب آرام گیر تھا۔ ٹریم کنڈکٹر خواہ مخواہ ناصح کیطرح اس بُرے کمنڈکٹ پر ٹرھیس کرتا رہا اور مطلوب نے بھی بزبان نرم دُتکارا

مگر بقول حضرت مرزا ؎

مجھے بھی ضد ہے دیکھوں تو مجھے کیونکر اٹھاتے ہیں
اُٹھاتے ہیں جنازہ یا مرا بستر اٹھاتے ہیں

آپ کسی طرح نہ ہلے۔ بنچ کے جزو اعظم ہو گئے۔ آخر ٹریم والے نے کرایہ طلب کیا حضرت آزاد بھی تھے عاشق بھی تھے بےصبر بھی تھے پاس پیسا کیوں ہونے لگا تھا مطلوب یعنی مس صاحبہ کا دل کڑھا۔ اُنھوں نے عاشق وارفتہ کا کرایہ بھی اپنی گرہ سے ادا کیا۔ اس فیاضی پہ میاں عشق دل سے اُچھو ہو کے حلق میں حلق سے ڈھیکلی کرکے ہونٹوں پہ آ رہے پھر ہونٹوں سے جست کرکے مرغ دست پرور کی طرح مس صاحب کے ٹھینگے اے توبہ ہاتھ کے اڈے پر بصورت بوسہ جا بیٹھے ؎

باندازیکہ بلبل ز قفس در بوستان افتد
مرا بوسہ اُچک کے ہاتھ پہ اُس مس کے جا بیٹھا

مقدمہ چل رہا ہے بقول جرائد آپ نے اس حرکت سے انکار نہیں فرمایا کہنے لگے ”میں ہوں جگت گرو۔ دُنیا کی عورتیں میری لڑکیاں ہیں۔ بوسہ لے لیا تو کیا ہوا“ دیکھیے یہ پدرانہ عشق کیا رنگ لاتا ہے۔ ہمارے نزدیک گرو سے چوک ہو گئی۔ اگر نامعلوم اُبوت کا رشتہ پہلے ہی سے ظاہر کر دیتے تو اتنی بھڑک نہ رہتی اور شفقت عشق ناگہانی پہ صدائے فریاد بلند نہوتی۔ خیر اب تو اندھی ماتا خود کو کہہ ہی رہی چوٹ کر بیٹھی۔

مولود باج گیر یعنی ہوس ٹیکس

خبر ہے کہ غالباً نئے سال کی خوشی منانے کے لیے مہاراجہ ترلام کے یہاں کھلونے بوئے ڈور کنگوے نہیں بلکہ جشن ولادت کا ہیچ مانگتا ایک صاحبزادہ ہو پڑا۔ آپ جانیے ہوس ٹیکس تو ٹل بھی سکتا ہے مگر ہوس ٹیکس ٹلنے والی اسامی نہیں پھر ہوس بھی کس کی ایک مہاراجہ کی۔ کنور کیا آئے رعایا کی شامت آئی ہر ایک گاؤں پر جشن ٹیکس کا بھوت چڑھا۔ ٹیکس نیا ہے۔ پروان چڑھے گا۔ بشرط صحت خبر غریب رعایا کو اُمید رکھنی چاہیے کہ ابھی ایک ٹیکس کی جگہ خالی ہے۔ یعنے سنگین غذا کے انجرے خواب میں کبھی کبھی نسل بڑھانے والے مادہ کو ترلام کا ہم قافیہ بنا دیتے ہیں۔ اگر مہاراجہ صاحب کو بھی یہ مرض ہوا تو پھر نہیں رے میرا بھائی۔ اسکے علاوہ خدا رکھے صاحبزادہ کو۔ ابھی پروان چڑھنے میں کئی مرحلے

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کی تیار کردہ تیر بہدف ادویہ

حلوائے مغز تنبشک

انجہ در ماہی سقنقور است
نیست آن در دماغ عصفور است

اعضائے رئیسہ اعصاب کو طاقت پہونچانے میں، رعیسہ یعنی مثانہ معدہ و جگر کو طاقت عظیم پہونچا کرتا ہے۔ قوت مردمی کی نایاب دوا ہے جسکی تعریف حد توصیف سے باہر ہے ایک جلیل القدر طبیب کا قول اوپر کے شعر میں نظم کیا گیا ہے اگر ماہی سقنقور کے بعد دنیا میں کوئی دوا ہے تو یہی ممسک ہے۔ مغلظ ہے۔ سرعت و رقت کے مرض کو دور کرتی ہے

قیمت فی بکس
۲۰ خوراک (عہ)

ماء اللحم عنبری دو آتشہ خاص الخاص

یہ ماء اللحم نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے جو نسخہ کہ جسکی سارے ہندوستان میں شہرت ہے پہلے صرف رجگان والیان ملک کے لیے تیار ہوتا تھا اب دواخانہ نے خاص طور پر تیار کیا ہے تاکہ عوام الناس کو بھی نفع پہونچے نہایت قیمتی اور نادر ادویات سے مثل مشک عنبر تازہ میوؤں کے افشردوں سے تیار کیا گیا ہے مقوی اعضائے رئیسہ ہاضم طعام رنگت کو سرخ و سفید کرنے والا۔ کمزوری کو دور کرنے والا کاسر ریاح بواسیر میں مفید گردہ و مثانہ کو تقویت بخشنے والا ہے قوت مردمی کو بڑھانے والا اور ممسک ہے رقت و سرعت وغیرہ کو دور کرتا ہے۔

فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)
تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس پیمانہ مفت

طلائے مسیحی

اعصاب کی تقویت میں بے نظیر ہے گئی ہوئی طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی وجہ سے رگیں خراب ہو گئی ہوں انکے واسطے حکم اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ میں اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسوں کی امید کو بر لاتا ہے اور معمولی شکایتوں میں تو وہ اثر دکھاتا ہے اور ایسی طاقت بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے

قیمت فی شیشی
آٹھ روپیہ (مےعہ)

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت و توانائی پیدا کرنے کی نایاب دوا ہے جسکا مثل و نظیر ملنا مشکل ہے قوت مردمی کے اضافہ کرنے میں بے نظیر ہے خون کو بڑھاتی اور حرارت اصلی میں ہیجان پیدا کرتی ہے ضعف باہ و حرارت و رقت و ... کی کثرت کو دور کرتی ہے ناامیدوں اور ناامیدوں کی امید کو بر لاتی ہے بڈھوں کو لطف شباب جوانوں کی طاقت میں تیزی پیدا کرتی ہے آج تک سیکڑوں امراء اور برسوں کے مایوس العلاج اس سے صحت یاب ہو چکے ہیں۔ اگر باقاعدہ طریقہ پر پوری مدت تک استعمال کی جائے تو قوت امساک میں بھی خاصی افزونی ہو

قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع
محصول ڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطبا سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار ہے

فرمائش کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے | منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ | فہرست کلاں مفت طلب فرمائیے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب ... مدیر اخبار البشیر تحریر فرماتے ہیں راقم ... ۹۹ اشخاص عینک کی ضرورت کو ... بات شکر ہے کہ حکیم سید ننھے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار کر کے عینک سے بے نیاز کر دینے کی سعی فرمائی ہے ہم مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہیں کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس سرمہ کی صرف دو سلائیوں میں قدرت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بہت کل میں نہیں اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بیحد مفید ہے قیمت فی شیشی عہ سلائی مفت۔
تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

المشتہر
حکیم سید ننھے نواب بیت الشفا رگیا (بہار)

سچا ہمدم و دلی دوست

جب آپ کی طبیعت ناساز ہو جب ضعف تبعیت حیران خلل اور خون کی خرابی و کمی سے زندگی بیزار ہو گئی ہو دل کمزور ہو گیا ہو ایسی حالت میں سچے ہمدم کا کام آہنگ ناگر گولیاں ہی دیگی دل کو مضبوط بنا کر دلی دوست ہونے کا ثبوت دیں گی ایک دفعہ ضرور تجربہ کریں قیمت فی ڈبیہ عہ ۵ ڈبیاں چار روپیہ (للعہ)

ویدیہ شاستری جام نگر کاٹھیاوار
ایجنٹ اندر چند اینڈ کو چوک لکھنؤ

پری مہک تیل

دماغ کی راحت اور قوت کا ذمہ دار ہے خوشبودار ہے چکنا نہیں بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے ڈاکٹروں اور حکیموں نے سرٹیفکیٹ دیے ہیں طالب العلم اور دماغی کام کرنے والے اسکے فوائد کا اقرار کرتے ہیں درد سر اور نزلہ کے مریض بار بار آزما چکے ہیں گنج اور بالخورہ کا حکمی علاج ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ بارہ شیشی کی قیمت عہ
نمونہ کی شیشی قیمت ۳ر محصول ذمہ خریدار۔
کاٹ کی ہنڈیا ایک ہی مرتبہ چڑھتی ہے دروغ کو فروغ نہیں۔

منگائیے اور آزمائش کیجیے

تجارت پیشہ حضرات خط و کتابت سے طے کریں

المشتہر
مختار احمد بیڑی مرچنٹ موجد

پری مہک تیل آٹھ گھاٹ کھدان اجنگا ناگ پور سی پی انڈیا
نوٹ! ہمارے کارخانہ میں نہایت عمدہ اور خوش ذائقہ ہر قسم کی بیڑی تیار ہوتی ہے قیمت فی ہزار ... محصول ذمہ خریدار

مجلدات اودھ پنچ ۲۷-۱۹۲۶ء

اردو کو زندہ کرنے والے دل کو تازہ کرنے والے سیاسی ادبی اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب میں محفوظ رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد ستے مع محصول۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو کف۔ کھانسی ہیضہ۔ دمہ۔ پیٹ کے درد قے دست سنگرہنی۔ انفلوئنزا و جھانی کے امراض کیلیے خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا اثر کرتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر میں سب جگہ بکتا ہے۔

دد گج کیسری یعنی داد کو بلا جلن کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت ۴ر

بال سدھا بچوں کی کمزوری کو دور کر کے بدن کو مضبوط فربہ اور پھرتیلا بنا دوالی میٹھی دوا قیمت ۱۲ر ... خرچ علاوہ لگیگا

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب: آل بہار آفس چاندنی چوک دہلی
سول ایجنٹ اندر چند ...
ہمارے یہاں کے سول ایجنٹ ...

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات او قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کرسکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ ما بالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنہین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنہین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف حیوٰۃ" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان کُشتی مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ نمبر ۲

مضامین ۔۔۔ر

بابت ۱۴ رجنوری سنہ ۱۹۲۸ء

"بادِہوائی" مثنوی کے مصنف حضرت "حسبۃ للہ" اسم گرامی یا تخلص کے اشتہار پہ فالسا آئل نہین مین خیر ان کی خوشی ۔ ہم تو جانتے ہیں اسلئے ہین المعن مطین ان ،ہان اور کلم سے پوچھ پوچھ کے جان کھانے والے ، ذ مبطین وہ دعافرمائین کہ حضرت پنچ کو ہر اشاعت مین ایسی بادِہوائی چیزین مل جایا کرین

آم کھانا ہے مطلب دلِ زار　　پیڑ گننے سے کیا ہمین سروکار

"ایڈیٹر"

عشق مجازی کا جوش دیکھ کے خاموش ہو
نام و تخلص بتاؤ کا ہے کو روپوش ہو

ایہا الپنچ مصلح الاقوام　　تھا ضمیمہ مین نام کا کیا کام
کیا کہا صرف اسی کو دیکھین سب　　کون کہتا ہے اس سے کیا مطلب؟
مثنوی مین نے جو لکھی تھی فضول　　لکھنؤ مین وہ ہوگی کیا مقبول
اور اگر پوچھے کوئی ذاتِ شریف　　آپ کہدیجیے ایک شخص ظریف
دل لگی باز قوم کا غمخوار　　پنچ کا مخلص اور نامہ نگار
جو ظرافت کا پہنے ہے جامہ　　واعظِ بے عبا و عمامہ
فکرِ نام و نمود سے غافل　　فقط اس قول پر جو ہے عامل
دوست آن است کان معائب دوست　　ہمچو آئینہ رو برو گوید
نہ کہ چون شانہ با ہزار زبان　　پسِ سر رفتہ مو بمو گوید

اگر شہرت ہوس داری اسیرِ دامِ عزلت شو
کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را

شرابِ کہنہ بجامِ نو

نمبر ۲

(تتمہ ۷ رجنوری سنہ ۱۹۲۸ء)

مئے مفت دے ساقیا بھر کے جام　　کہ ہے جیب خالی درم ہے نہ دام
اُدھر دیکھ وہ بابِ دوم کھلا　　گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا
وہ آئے یہان حضرتِ سائمن　　ارے ہائے من ہائے من ہائے من
ندیدون نے کی پیشوائی وہ دیکھ　　ترے ملک کی شامت آئی وہ دیکھ

رہی چھینتی نیشنل کانگریس　　کہ بس بھائی بس بھائی بس بھائی بس
خدارا نہ دو ساتا روہن کا ساتھ　　رکھو اپنی عزت میان اپنے ہاتھ
یہ کہتے ہین ہم ہین طبیب مرض　　مگر ہین یہ دراصل اہلِ غرض
یہان آئین گے اور وہان جائینگے　　یہ فیس اپنی لے کر ہوا کھائین گے
سنا حال انھون نے نہ بیمار کا　　اٹھا کے قلم نسخہ اک لکھدیا
وہ نسخہ کیا سیر مین گھر کی بنا　　چلے پھر در مان سوئے دردمند
نہ بیمار ہی نے بلایا انھین　　نہ کوئی عزیز اسکا لایا انھین
نہین کوئی انکے تعصب کی حد　　یہ بیمار کے ساتھ ہے ان کو کد
نہ داخل ہو گورون مین کالا کوئی　　وہ ہو شیخ جی یا کہ لالا کوئی
عجب شان ان کی طبابت کی ہے　　سنو بھائیو بات غیرت کی ہے
نہ جاؤ خدارا تم ان کے قریب　　حکمت دینگے یہ ہین نرالے طبیب
ابھی جسکی گودی مین بیٹھین گے یہ　　تو داڑھی اسی کی گھسوٹین گے یہ
مگر اس بچاری کی سنتا ہے کون　　سوایا نہ ڈیوڑھا نہ ادھا نہ پون
کھڑا ہے محاذی ہمان سرا　　گواہانِ سرکار کا اک بیڑا
کوئی سر ہے اور خان بہادر کوئی　　ہے صاحب کے چاکر کا کوکر کوئی
جدا گانہ ہر اک کا ہے مدعا　　یہ گانا ہے بھیرون تو دہ ماردا
یہ کہتا ہے کوئی کہ سُنیے حضور　　مرے حق مین للہ نہ کیجے قصور
رجولیتِ بندہ برباد رفت　　کہ بی بی سرے میکا نا شاد رفت
جو میکے مین لون جورو بیٹھی رہے　　تو فرمائیے نسل کیونکر بڑھے
بتا دیجیے نسخہ کوئی ایسا گر　　نہ بہتر ہو مردم شماری کا پُر
یہان تو بس اس درجہ نقصان ۔۔۔۔　　وہان نسل غیرون کی بڑھتی ہے آہ
نہین مجھکو سوراج سے کچھ غرض　　مین آیا ہون یان بہرِ دفع مرض
ابھی کیجیے ایسا کوئی بندوبست　　اقل کو نہ دے اکثریت شکست
گران ہے گران نسخہ لکھ دیجیے　　خزانے سے دام اسکے لے لیجیے
یہ رقت یہ حیرانی اگر دور ہو　　تو کوشش کمیشن کی مشکور ہو
کسی کو ہو اسراف کا کیون قلق　　کہ میرا بھی ہے اس خزانہ پہ حق
جو نسخہ مقوی نہ ایسا بنا　　تو بس ساتھ گیہون کے گھن بھی پسا
پڑا ہوگا کھٹیا پہ بندہ ضعیف　　ادھر کرتے ہونگے مزے سب حریف
کوئی دست بستہ یہ کرتا ہے عرض　　گنا ما ہے بندہ کمیشن کے فرض
یہ پہلی سفارش ہے سن لیجیے　　کہ گورون کی توجین بڑھا دیجیے
جو گورون کی توجین بڑھینگی یہان　　تو ہو جائے گا ذورِ امن وامان
نہ کثرت دبائے گی قلت کو پھر　　نہ مشکل پڑے گی حکومت کو پھر
جو ہندو کرینگے کبھی سرکشی　　تو چلنے نہ پائے گی ان کی کبھی
مسلمان سب دینگے برٹش کا ساتھ　　ہم ہو کے چٹیا پہ ڈالین گے ہاتھ
جو ٹھہرائے مسلم نے عزمِ جہاد　　تو داڑھی پہ کر دینگے ہنود جہاد

گھٹی گر نہ اس پر بھی طوفان کی موج
تو دے گی مدد اُن کو گوروں کی فوج
سوا اسکے ہے یہ بھی اک فائدا
کہ ہے سرحدوں کی مخالف ہوا
مبادا نہ دین ہندی پر کسی کا ساتھ
تو گورے بڑھا دیں اُدھر اپنا ہاتھ
بغاوت پہ مائل جو ہوں بد نہاد
وہ سازش سے کرنے نہ پائیں فساد
سزاوار ہے جان پر گوری فوج
مسلط ہو جس طرح زوجہ پہ زوج
کہ آدھے محاصل میں سب گھر رہے
اور آدھے محاصل میں لشکر رہے
اطاعت کرائے بغاوت مٹائے
رعیت پہ اُلٹی اگر خون بہائے
غرض ہو جو لندن میں نسل فضول
کریں فوجی عہدے سے وہ حتماً قبول
جو فوجی مصارف سے کچھ بچ رہے
تو سی ایس کو اُس کی تہائی ملے
جو اس سے بچے کچھ وہ پنشن بن جائے
کہ باسی بچے کیوں نہ کُتا کھائے

گزارش یہ بندے کی ہے دوسری
اسے سُنیئے حالانکہ ہے بے سُری
جو سرٹیفکیشن کا قانون ہے
حکومت کی قوت کی معجون ہے
ہے جیون کا نیون ایکٹ میں برقرار
نہ ترمیم ہو اس میں کچھ زینہار
جو اس میں ذرا بھی تغیر ہوا
سمجھیے کہ خونِ تدبر ہوا
غلاموں کی جانوں پہ بن جائے گی
سیاسی جوانوں کی بن آئے گی
یہ ڈالیں گے ہم سب پہ ایسا دباؤ
نہ باجا لڑے گا نہ گائے کا تاؤ
نرالے قوانین بنائیں گے یہ
ہم اہلِ وفا کو ستائیں گے یہ

گزارش پہ سُن لیجیے تیسری
کہ تعلیم صنعت نہ دیجیے کبھی
کہ صنعت سے ہے نیچ قوموں کو ذوق
یہ صنعت سے لے جائیں گے ہم پہ فوق
جو تعلیم ہے آجکل مل رہی
ہے ملکی ضرورت سے زائد یہی
بڑھے جاتے ہیں ہم سے اب لکھنے چند
پکڑ کے نئین لیجیے ... ہیں جب
جو تعلیمی حالت مساوی رہے
تو ہندو نہ مسلم پہ حاوی رہے

فسادات مٹ جائیں گے یک قلم
نہ دُنیا میں پھر پوچھے جائیں گے ہم
فسادوں کے جلتوں پہ لعنت ملی
کہ قومی وکالت کی عزت ملی
اصول سیاست نہیں ہم کو یاد
مگر سہل بنتا ہے میرِ فساد
جو دیہات میں لاٹھی پونگا ہوا
تو یاروں کی جانب سے چونگا ہوا
بڑھے جنبہ داری کا لے کر علم
پکارے ہنہ گھبراؤ آ پہونچے ہم
تمھاری مصیبت کے ہم ہیں گواہ
ازل سے ہو مظلوم اور بے گناہ
تمھیں مرحلہ سخت درپیش ہے
پولیس اہل عدوان کی ہم کیش ہے
نہیں اس ستم کا ٹھکانا کہیں
پٹے بھی تمھیں اور پھنسے بھی تمھیں
نہیں نصرتِ دین میں قاصر ہیں ہم
تمھاری ضمانت کو حاضر ہیں ہم
کرو ایک جلسہ بڑا سا بپا
بنا رو ہیں اپنا تم پیشوا
تو ہم بھی تمھاری حمایت کریں
کمشنر سے جا کر شکایت کریں
غرض چار یا تین بنانے کے بعد
مساعد ہوا اخترِ بخت سعد
یہ ہندو نوازی یہ اسلامیت
الکشن کو پہونچا گئی تقویت
جگہ ہم نے اہلِ فراست کی لی
شکست اسطرح اہلِ خبرت کو دی
لے ووٹ ہم کو وہ پھبتی ہوے
رہے یوں ہی وہ ہم ایم ال سی ہوے
الکشن اگر مشترک ہو گیا
تو پھر کون پوچھے گا ہم کو بھلا؟
نہو گی الکشن میں مذہب کی ٹیٹ
تو کونسل ہم الیوں سے جائے گی چھٹ
پڑے گا حکومت کو مُردوں سے کام
جو ملت نوازی میں ہیں نیک نام
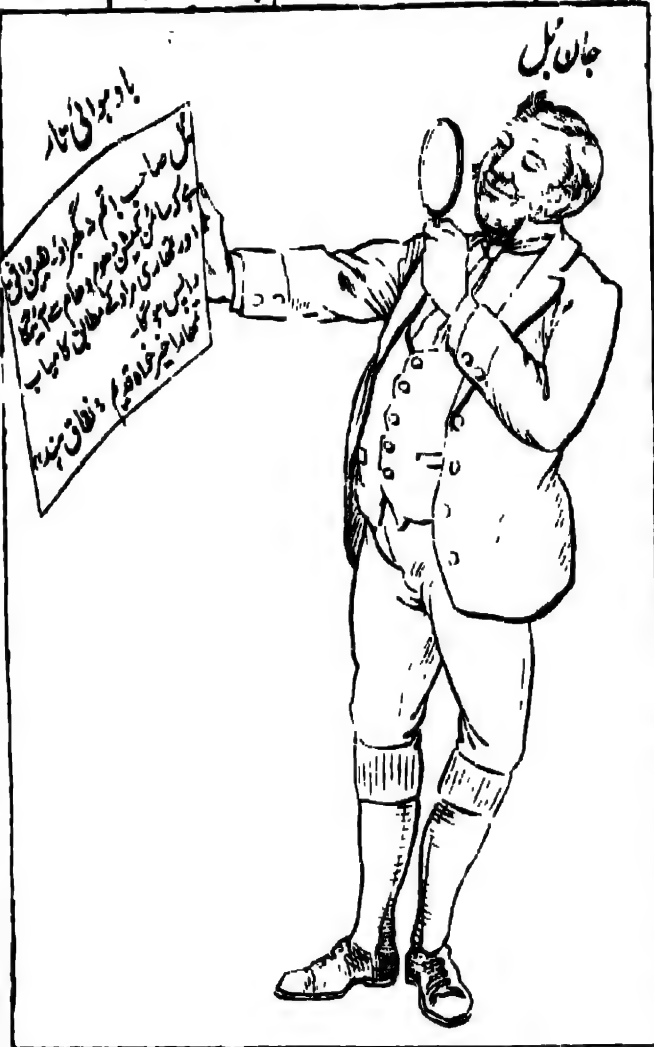
وہ سب دوڑیں ہم بیتوں بیتوں چلیں
مگر پھر بھی عہدے برابر سے لیں
وہ ہر ایک شعبے میں جانیں کھپائیں
کریں کچھ نہ ہم پھر بھی حصہ بٹائیں
پرانا یہ قول اپنا ہے انتخاب
پڑھیں گے لکھیں گے تو ہونگے خراب
کوئی مارتا اس طرح سے ہے جھک
کہ ہرگز الکشن نہ ہو مشترک

جان بُل
بادِ ہوائی تار

نگاہِ کرم کن بمن ساقیا
کہ ناگہہ نہ گیرد عدو جائے من

رپوٹ اس شہادت سے محکم ہوئی
مصیبت کٹی دفع جو کم ہوئی

ابھی ایسے دینیدار شاہد جو ہون
تو پی کانگریس جان جھلائین کیون

نہ اب دور ساغر کا ساقی رُکے
نتیجہ تو پہلے ہی ہم کہہ چکے

یہین بے تمیزی یہین خلفشار
عبث ہے سن اُنتیس کا انتظار

زبست و نہم تا بہ سی و نہم
رہے گی غرض عقل لوگون کی گم

تعاون کرین آپ یا بائی کاٹ
یہی ہو چنی ہوگی یہی ہوگا ٹھاٹ

میرے پیارے ساقی نہ کر بخل اب
کہ پہونچا ہے رندون کو رنج و تعب

پلادے ہمین کالے پانی کا جام
کہ افریقہ مین بھی رہے ہم غلام

عدو ہم کو پہلے پھنسا لے گئے
جو حق ہم نے مانگا نکالے گئے

نہ رہنے دیا کیپ کالونی مین
نہ حصہ ملا کھیتی مین یونی مین

پُرانی مثل ہے نہین یہ نئی
نئی بھیڑ جس جا وہین مُنڈ گئی

وطن مین جو ایذائے غربت سہے
تو غیرون مین کیا اُس کی عزت رہے

نہ عزت مین کیون آئے اپنی خلل
کہ زر بل یہان ہے نہ ہے ہاتھ بل

جو ہوتا ہمین بھی حکومت کا زور
تو کالونی والون کو کر دیتے کور

ہم یان تو اہلِ وطن لڑتے ہین
وہان ہم پہ بے بھاؤ کے پڑتے ہین

حکومت کی جوتی کو ہے کیا غرض
کرے اپنے سر وہ پرایا مرض

یہ لازم ہے ترک تاسف کرین
پھرین سینکتے اور نہ ہم اُف کرین

ابھی جام لینے ہین ساقی بہت
کہ رونے کو ہین دُکھڑے باقی بہت

تھا سال گزشتہ پُراز واقعات
مگر سارے افسانے ہین واہیات

ہوا والیانِ ریاست کا غُل
بگڑ بیٹھے ان سے میان جان بُل

کھلایا پلایا اکارت گیا
نتیجہ ہوا دعوتون کا بُرا

کیا پورے حالات پر ہم نے غور
تو آیا نظر چرچے نامہ کا طور

نمک خوانِ دعوت کا پُرشور ہے
کہ تحقیق و تفتیش کا زور ہے

مہاراجہ صاحب بھرت پور کے
بہت پہلے اینٹھے تنے اور کھنچے

مگر آیا پیٹے میں آخر کو جھول
گرے ٹُڈھے کے بل وہ کنون کو کھول

اسی طور سے والیِ خیرپور
نوشتون پہ کرتے تھے بیجا غرور

ابھی اور بھی ہین کئی چوٹیان[۱]
ہین بازو مین جنکے بندھی کنٹیان

چلے ساقیا جامِ صہبا کا دور
کہ ہے سب پہ کچھ کچھ سیاست کا جور

جو بٹلر کمیشن نے دورا کیا
تو سب راز دُنیا پہ کھُل جائے گا

اُدھر بیٹھا ہوگا کمیشن کا صدر
ستارون مین جیسے نمایان ہو بدر

ادھر ہوگا اک عہدنامون کا ڈھیر
کہ جن کی عبارت مین ہے ایرپھیر

کھُین گے پُلندے قراطیس کے
فدا جن پہ ہون دام ابلیس کے

جو قولاً مساوات ہوگی کہین
تو فعلاً منافات ہوگی کہین

بھرا جلے جلے مین ایسا تضاد
جو ظاہر کرے زورِ عقل فساد

---

[۱] کسر بچے یعنی ننھی کنکیان ۱۲

ریاست کہے گی "ہین آزاد ہون"
کمیشن کہے گا "ہین صیاد ہون"

گھٹے گی ادھر روح بے مادہ
بڑھے گا اُدھر مادہ حادہ

جو ہوگا یہان چین چین جھپ جھپ کا شور
تو ہوگا وہان علی لپ جھپ کا زور

ریاست کی غفلت سُنی جائے گی
رعیت کی حالت سُنی جائے گی

گڑے مُردے اُکھڑینگے اطوار کے
تو ندی کے رشوت کے بیگار کے

بد اعمالیون کا جو دفتر کھُلا
تو بس سمجھو بھائی سویرا ہوا

بہت سٹ پٹائین گے ہز ہائینس
تو ئی عاصیان را خطا بخش و بس

کہین گے فضیحت سے ہو کر تنگ
کجا سر برآریم ازین عار و ننگ

نہین اب ہمین دعوئے ہمسری
نہ کیجیے میانی کی بخیہ دری

کہان کے حقوق اور کیسے عہود
کہ تھا اپنے دعوون کا وہمی وجود

کمیشن کے دعوے ہین دل سے قبول
پُرانے نوشتے ہین بالکل فضول

انھین چاٹے لیتے ہین ہم ئل کے شہد
ابھی آپ کر لیجئے تجدید عہد
ہے طوقِ اطاعت گلے مین پڑا
گیا سر ست سودا مساوات کا
مٹا ہمسری کی عمارت کا ریخ
تو باتون مین کیون نکلے کوئی کھڑ پیچ
کھیڑا مساوات کا طے ہوا
تو باقی کمیشن مین پھر کیا رہا
زبردست کی شیخ سنہ جائین گے
ستم کش بنے رہ جائین گے
رعایا ئے مظلوم کے دل کا کرب
سے خودسری پہ لگائے گا ضرب
کرینگے مزے جاہ و بل کے خلعت
نہین گے وزیر اور بجائین گے رن
یہ سچ ہے بندھا خوب کھاتا ہے مار
پلا ساقیا بادۂ خوشگوار
نہین اب ہمارا جون سے ہم کو کام
کہ یاد آیا سر ایچ سی ٹبلر کا نام
سن لبست و ہفتم کی تحسین خوبیان
جو حضرت کو پھر کھینچ لایا یہان
صفات انکی کوئی بیان کیا کرے
کہ جب تک اودھ کے یہ حاکم رہے
امیرون پہ لطف و کرم ان کا تھا
فقیرون سے مطلق نہ تھا واسطا
بنایا وا از جیکل نگار دن
نہ سوجھا غریبون کا رنج و محن
بر سو جبی انھین وسعتِ شہر کی
تو بستی غریبون کی ویران ہوئی
بنا یونیورسٹی خواہ مخواہ
اجی واہ وا واہ وا واہ واہ
وہ تعمیر کے مشکل تعمیر بنا
غریبون کا دل جس پہ سلفا ہوا
روان سوے برما ہوئے آپ جب
تو دل کو امیرون کے پہونچا تعب
کوئی اپنی قسمت پہ رونے لگا
کوئی ہجر مین جان کھونے لگا

بہت دھوم دھام ہوئی دعوتین
لٹائی گئین مفت کی دولتین
مگر یہ کسی کو نہ معلوم تھا
کہ اسراف کا دریا ابھی ہے کھلا
ہوا یہ تقاضا میان عشق کا
کہ بنوا ؤ اک بت فلزات کا
وہ بت ہو جو ہمرنگ بختِ وطن
حسد سے جسے دیکھے مشک ختن
گورنر بھی ہو اُن کا گھوڑا بھی ہو
اور اک چیلے پتھر کا ٹیلا بھی ہو
نیم عاشقان مین وہ ہوننگے سر
کھڑا ہو وہ اک شارع عام پر
فراموش کس طرح ہوتا یہ عشق
یہ عاشق نہ تھے عاشقان دمشق
ستایا انھین آکے جب عشق نے
تو باز آئے بیچارے وہ عشق سے
نچاتا بھلا عشق کیونکر نہ زور
کہ ہے یان کسانون کی دولت کا زور
کسانون کی گردن پہ ہے قرضِ عشق
کہ جس سے ادا ہوتا ہے فرضِ عشق
پڑے کال کا عشق پر کیون اثر
کہ بے منت خلق ملتا ہے زر
غرض ہو گئی پختہ بنیاد عشق
ہوئی جلد تعمیل ارشاد عشق
پلا ساقیا مے کے کنٹر پلا
بیادِ رخِ بھائی بٹلر پلا
دوبارہ ہوے آپ واردِ یہان
پئے رفعِ رنجِ دلِ عاشقان

تصحیح

صفحہ ۳ کے آخری شعر مین "عزم جہاد" کی جگہ "عزم فساد" ہونا چاہیے۔ صفحہ ۴ کالم ۲ مین تیسرا مصرعہ یون پڑھنا چاہیے۔ صنائع سے ہے نیچ قومون کو ذوق صفحہ ۴ کالم ۳ کے آخری شعر مین "مُردون" غلط ہے "مَردون" بالفتح صحیح ہے۔

تعیش کے دلکینو مین آیا جوش
جو بیچارہ تھا کچھ دلون سے خموش
وہ چرخی چھٹی وہ ہوائی اُڑی
وہ مہتون کھمبی کی کمائی اُڑی
وہ دیکھو دھوان مال کا چھا گیا
وہ سر للو مہتون کا چکرا گیا
پکارے کہ دنیا عجب ہوت ہے
مجیدا ہین مان اُڑت لوٹ ہے
فقط اسلیئے خوش ہو حضرت کا دل
کرین گے ادا رگ لاکھون کے بل
مگر ننگے بھوکے نہ کچھ پائین گے
جو ہین پیٹ بھرے پیٹ بھر کھائینگے
جو پا جاتا یہ مال کوئی فقیر
تو ہو جاتا وہ اک امیر کبیر
مثل سچ ہے ساقی نہ کر دل مین رنج
کہ زر زر کشد در جہان گنج گنج
جو ہو شہرت و نام کی جستجو
تو بٹلر کمیٹی مین مل بیٹھ تو
ہم ایسون کو ہے اس سے گو بدظنی
سُنا ہے مگر یہ کہ ابھی بنی
پڑھائیت پہ صاحب کے اک لو بھی ہا
کہ ہے خیر جاری کی یہ یادگار
نہ حسرت سے دست تاسف تو مل
ملے گا تجھے اجرِ حسنِ عمل
باقی آئندہ

راقم
رند قدیم

شاعرارضی وسماوی برکناررراوی

مولانا پنچ خاکسار اد یار الشعرا کا مزاجِ نقاد مدت سے آمادہ فساد تھا۔ حاضر نہوا۔ بغیر تحفہ مجرا قبول نہین ہوتا یہ حضور کا دستور ہے۔ مگر المعذور مجبور۔ آج مدت کے بعد "راوی" کے کنارے بحورِ عروض کی روایت مین غرق تھا کہ ایک کاغذ کی ناؤ ڈوبتی ترتی ناچتی بھاؤ بتاتی

ڈاکٹر انصاری

مذہبیت

M.B.K

مُنھ زور پیاسا

انصاری:۔ اور میری جان دو قدم بڑھ چل۔ بمبا قریب ہے۔"

مسٹر پنچ۔" ہاں میاں مگر بالٹی سیدھی کرلو۔ یہ سارا پانی لنڈھائے دیتی ہے۔"

چکر کھاتی کنارے آ گئی۔ شہ کمول کے جو دیکھتا ہون تو ایک نظم رائق بعنوان "کنار راوی" نارنجی رنگ کے کاغذ پر چھپی ہوئی ہے پہلا شعر ملاحظہ ہو۔ شاعر فرماتا ہے ؎

سکوتِ شام مین محو سرود ہے راوی
نہ پوچھ مجھ سے جو ہے کیفیت مرے دل کی

نظم کیا نظر آئی۔ سوکھے دھانون پانی پڑا۔ حاضر خدمت ہونے کا بہانہ ملا۔ لگے ہاتھون آپ بھی لنگی باندھ کے سکوتِ شام مین محو سرود ہو جائیے۔

میان راوی خان کوئی بڑے سرودیے ہین! ہنہ حقیقتاً سرودیے ہوتے تو محو "سرود نوازی" ہو سنئے۔ سرود یا کوئی اور ہے میان راوی خان کوئی پنجابی رئیس ہین گر ہین کن رسیے۔ کیا عجب ہے کہ حقیقت شناس بھی ہون کیا معنی کہ "صحو و محو" کا درجہ اہل عرفان مین بہت بلند ہے۔

بہر حال میان راوی خود سرود سرا ہون یا سامع مگر محو ہین اور ضرور ہین۔ انکی محویت کا اثر شاعر پر اتنا ہوا کہ شعر صنعت "ما لم یسم فاعلہ" مین جو ایک نوایجاد صنعت ہے نظم فرما گئے۔ لہرون کی سلسلاہٹ کو سرود سے تعبیر کرنے کی وجہ بھی گاؤ گھپ ہے البتہ ایک وجہ سمجھ مین آتی ہے۔ سرود سارنگی سے ملتا جلتا ایک باجہ ہوتا ہے "ڈاؤن ڈاون" بولتا ہے۔ آواز مین لوچ نہین ہوتا۔ جوے سے بجتا ہے۔ بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ ریچھ پیٹ کھجا رہا ہے۔ شاید راوی کی لہرین بحالت روانی "ڈاؤن ڈاؤن" بولتی ہون۔ مگر اینجانب نے یہ آوازین نہین سنین۔

اگر سرود سے مطلق نغمہ مراد لین تب بھی "سرود" کی نسبت مبہم رہے گی۔ لیکن حضرت شاعر کی کوئی نظم بربط و عود اور دوسرے باجون کے ذکر سے خالی نہین ہوتی اس وجہ سے ہم یہان بھی "سرود" سے باجا مراد لیتے ہین۔

دوسرا شعر اس سے بھی زیادہ لطیف ہے فرماتے ہین ؎

پیام سجدہ کا یہ زیر و بم ہوا مجھکو
جہان تمام سواد حرم ہوا مجھکو

"سجدہ" بھی عجب ہیولی ہے۔ جبین نیاز مین تڑپتا

پھدکتا ہے۔ اور اگر کبھی پیام ہنتا ہے تو "زیر و بم" [illegible]
ہو جاتا ہے پھر "زیر و بم" بھی کیسا؟ تمام جہان کو سواد حرم بنا دینے والا۔

اب رہ گئے دونون "مجھکو" تو یہ خدا معلوم شعر مین بیٹھے کیا کر رہے ہین۔ آپ کو واسطہ ذرا اس نظم کی نظر کیجیے۔ "حرم نما زیر و بم" یا "پیام سجدہ زیر و بم آفرین" نرالی ترکیب اور عجیب اجتہاد ہے۔ نہ دیکھا نہ سنا نہ سمجھ مین آیا۔ راوی کا سرود سن کے تو یہ حال ہوا اگر ستلج بیاس چناب اٹک کا ٹہرک سنتے تو شاید یہ دنیا بھر عرش الٰہی نظر آتی۔ قیام و قعود و رکوع کرتے کرتے دشمنون کی جان پر بن جاتی۔

سر کنارۂ آب روان کھڑا ہون مین
خبر نہین مجھے لیکن کہان کھڑا ہون مین

ایک شخص کے دامن مین دس انڈے تھے اس نے اپنے دوست سے کہا کہ بھائی اگر تو بتا دے کہ میرے دامن مین کیا ہے تو سب انڈے تجھے دیدون۔ اور جو یہ بتا دے کہ ہین کتنے تو واللہ دسون کے دسون تیرے۔ سوال مشکل تھا سننے والا گھبرا کے کہنے لگا "سنو بھائی مین خدا نہین ہون جو غیب کی خبر دون کچھ بتا دو تو شاید بتا دون" اس نے کہا "کچھ زرد زرد چیزین سفیدی کے اندر ہین" دوست پہیلی بوجھ گئے فوراً پکار اٹھے "بس معلوم ہو گیا۔ شلجم گاجرین مولی کے اندر رکھی ہوئی ہین"

مذکورہ حکایت ایک امیر کی صحبت مین نقل کی گئی تو وہ بول اٹھے "اچھا تو پھر معلوم ہو کہ اس شخص کے دامن مین کیا تھا؟" جناب ریاست مآب کے ایک مصاحب ہنسے اور کہنے لگے "خداوند انڈے تھے اور کیا تھا۔ وہ کمبخت کیا سمجھتا۔ یہ حاضر ہوتا تو جواب دیتا اور انڈے لیتا" انڈے والے نے انڈے کا نام بھی لیا اور تعداد بھی بتا دی پھر بھی دوست کی سمجھ نے کوتاہی کی۔ ہمارے شاعر صاحب بھی سر کنارۂ آب روان کھڑے ہونے کا اظہار فرماتے ہین مگر پھر بھی بے خبر ہین کہ کہان کھڑا ہون۔ غنیمت ہے کہ کھڑے ہونے کا علم ہے۔

غالب مرحوم نے ایک شعر مین اپنی محویت کا حال بیان کیا ہے ؎

ہم وہان ہین جہان سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہین آتی

انھون نے صرف اپنے وجود کی تعیین کی ہے یعنی اپنا ہونا تسلیم کرتے ہین کہان ہین؟ اس سے بیخبر ہین مگر ہمارے شاعر صاحب کے فحوائے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ انڈون سے بھی واقف ہین اور انکی تعداد سے بھی مگر یہ نہین جانتے کہ دامن مین انڈے ہین اور دس ہین۔ واہ ری منطق۔

کوئی صاحب اپنے دوست سے ملنے گئے۔ دروازے پر آواز دی۔ صاحب خانہ پہلے تو چپ رہے پھر لونڈی سے کہا "کہہ دو گھر مین نہین ہین" لونڈی تھی زیرک اس نے باہر آ کے جواب دیا "میان کہتے ہین کہ وہ نہین ہین۔ بھلا بتائیے مین کیون کہنے لگی تھی کہ میان گھر مین ہین"

واہ ری منطق اور اللہ رے حسن تخیل۔

فرماتے ہین ؎

شراب سرخ سے رنگین ہوا ہے دامن شام
لیے ہے پیر فلک دست رعشہ دار مین جام
عدم کو قافلۂ روز تیز گام چلا
شفق نہین ہے یہ سورج کے پھول ہین گویا

پہلا شعر شفق کی تعریف مین ہے ڈوبتا ہوا آفتاب جام ہے جام کا سرخ عکس شراب ہے شام کے دامن پر یہ شراب بوجہ رعشۂ دست پیر فلک گر گئی ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہین۔ ممکن ہے کہ اسی شراب کے دو ایک گھونٹ شاعر صاحب "ام اقبال" نے نوش فرمائے ہون اور "کنارۂ آب" تا نہین "سر کنارۂ آب روان" پر کھڑے ہو کے بے خبر ہو گئے ہون لیکن یہ "سورج کے پھول" کیا بلا ہین۔

غالباً یہان "پھول" سے مراد تیجے کی محفل ہے یعنی سرخ کی چاندنی (فرش) کسی بے تمیز نے [illegible] ماتم بچھا دی ہے۔ کیا معنی کہ سرخ فرش اور پھولون کی تقریب یہ بے جوڑ بات ہے۔ اگر "پھول" سے مراد "گل" ہے تو شعر کا مطلب اور بھی [illegible] سورج کوئی درخت نہین [illegible] پر قائم ہے "روز" کا قافلہ عدم کی طرف بھاگا [illegible] اور میان سورج پھولون کی پھلجھڑی [illegible]

اس مطلب کا حُسن ہمارے خیال مین نہین آتا۔ خدا رکھے ادب لطیف کی گل فشانی کو اور شفق لعینہ واحد کو جو سورج کا پھول بنتے ہی مع کے تحت مین آگئی۔

کھڑے ہین دور وہ عظمت فزائے تنہائی
منار خواب گہ شہسوار چغتائی
فسانۂ ستم انقلاب ہے یہ محل
کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل

کل تو ان دونون شعرون کی ٹھیک نہین ہے مگر خیر یونہی سہی۔

مقام کیا ہے سرودِ خموش ہے گویا
شجر؟ یہ انجمن بے خروش ہے گویا

خدا کی مار اس "سرود" ملعون پر۔ جہان دیکھیے موجود ہے۔ کسی کا قول ہے کہ جملہ فنون لطیفہ مین صیغۂ اخوت جاری ہو چکا ہے۔ ہم اس روایت کو ضعیف خیال کرتے تھے مگر جناب علامہ ڈاکٹر کی نظمین دیکھ کے یقین کرنا پڑا۔ کم از کم جناب موصوف کی شاعری ضرور موسیقی کی بہن ہے بغیر ڈفلی خنجری سڑک ڈگڈگی کے پیتا نہین توڑتی۔ قدم آگے نہین بڑھاتی "خوابگہ شہسوار چغتائی" مین بھی کمبخت سرود گھس پڑا۔ بس چلتا تو اس ملعون کو مداخلت بیجا کے جرم مین گرفتار کروا دیتے۔ رہا یہ کہ ایک شجر انجمن ہو گیا تو ہو سکتا ہے پتے ہین پھول ہین شاخین ہین چھال ہے ڈنٹھل ہے سب مل کے انجمن ہو سکتے ہین۔ سچ ہے انجمن شجر نہو گی تو اور کون چیز ہو گی۔ اچھی شاعری ہے جسمین نہ الفاظ اپنے معانی کے محتاج ہین نہ معانی اپنے متعلقات کے۔ نظم ہے اور ایک خدائے سخن کی نظم ہے۔ اُسے اختیار ہے کہ اسی نظم مین کُکر مُتّا اُگا دے۔ سرود بجائے یا مقبرے کے لوازم مین شراب، زیر و بم، سرود، اور انجمن کو ٹھونس دے۔ ارشاد ہوتا ہے سے

روان ہے شیشۂ دریا پہ اک سفینۂ تیز
ہوا ہے موج سے ملاح جس کا گرم ستیز

واقعی۔ شیشے پر سفینہ ہمیشہ دوڑتا ہے۔ صاحب لوگ جب "کشتی دوڑ" کے کرتب دکھاتے ہین تو شیشے پر دکھاتے ہین۔

(کاتب کی غلطی ہے۔ غالباً "سینۂ دریا" تھا۔ پنچ)

سبک روی مین ہے مثلِ نگاہ یہ کشتی
نکل کے حلقۂ حدِ نظر سے دور گئی
جہاز زندگی آدمی روان ہے یونہی
ابد کے بحر مین پیدا یونہی نہان ہے یونہی

سُنتے تھے کہ حضرت شاعر کو فارسی مین بہت دخل ہے دو چار بربط نامے ساز نامے سرود نامے تصنیف کر چکے ہین مگر ماشاءاللہ نام بڑا اور درشن تھوڑے بھلا پوچھیے "جہاز" بمعنی کشتی فارسی ہے جو آپ نے اضافت کا خلعت اُسکے پنڈے مین لنگر کی طرح لٹکا دیا؟ خدا نخواستہ! یہ اُردو لفظ ہے۔ عربی مین جہاز سامان کے مرادف ہے اسی کو بحالت امالہ "جہیز" کہتے ہین جو عروس کو دیا جاتا ہے۔

اگلے فارسی شعرا کے کلام مین کہین جہاز بمعنی کشتی نہین ہے۔ کلکتے اور بمبئی کے ایرانی تاجرون نے سنیہ یون سے سُن کے اگر جہاز کو کشتی کی جگہ دیدی ہو تو ہم اسکے ذمہ دار نہین۔

آخری شعر ہے سے

شکست سے یہ کبھی آشنا نہین ہوتا
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہین ہوتا

یہ حال مرنے والون کو معلوم ہو گا۔ ہم بفضلہ ابھی زندہ ہین۔

مولانا! اتفاق کی بات ہے کہ یہ کاغذی ناؤ ہاتھ لگ گئی اور آپ کے ابتدائی نمبرون سے کچھ شرمندگی نہوئی ورنہ ستم ہی ہو گیا تھا۔ حال کے اہل کمال ایک عجیب صفت رکھتے ہین جسے معجزہ کہنا چاہیے یعنی جس کام سے واقف نہین وہی اختیار کر لیتے ہین۔ خدا حافظ۔

راقم

ادبار الشعرا

"شراب کہنہ بجام نو"

بظاہر یہ ایک ساقی نامہ ہے مگر درحقیقت نہایت ضروری چیز ہے۔ سال گزشتہ کے اہم واقعات کے نتائج اور سال حال کے پولیٹیکل امور پر پیش گوئی آسان بات نہین۔ اسکی تیاری مین دیر ہوئی مگر ہم نے پروا نہین کی۔ ڈھیلی ڈھالی پھسپھسی بات کہنے اور بھرتی کے مضامین بھر دینے سے پرچہ نہ نکالنا بہتر ہے کام کی باتین ہون اور اُن مین سچی ظرافت ہو یہی ہمارا فرض ہے۔ دیر کوئی رمیفہ تو ہوتی نہین۔ حساب سن لیجیے۔

چار مہینے گرمی کی وجہ سے پرچہ ناوقت شائع ہوا؟ کہیے ہان۔ برسات مین دن کو نیند آتی ہے رات کو پروانے اور کیڑے مکوڑے ستاتے ہین لکھنے نہین دیتے؟ کہیے ہان۔ چار مہینے یون گزرے۔ رہ گئے جاڑے۔ دن چھوٹا۔ رات کو اُنگلیان لحاف سے باہر نکلنا پسند نہین کرتین کام ہو تو کیونکر ہو؟ کہیے ہان۔ بالخیر شما السلامت۔ باہمہ عذر ہائے معقول فروری سے اُمید ہے کہ پرچہ وقت پر شائع ہو۔ دو ہفتہ اور صبر کیجیے۔

المختصرات

اندور کے مشہور ریاست یافتہ مہاراج بسبب شہرت عام مس ملر (ایک امریکن یعنی مس میو کی ہم وطن) لیڈی برلٹو ہو گئے ہین بیچاری ہے نادان۔ یہان شادیون مین گیت گائے جاتے ہین سے

کھانا نہ جانے پینڈی رے بنو
بنو ہے نادان۔

یہ گوری بنو بھی نادان ہین بیچاری ساری باندھنا بھی نہین جانتین۔ مسٹر رشید کی دختر نے سکھتی ہین۔ ساری باندھنے کے ساتھ ساری کھولنے کی بھی مشق ضروری ہے۔ انہون نے جو کولمبو یا امریکہ مین کوئی مدرسۂ ساری بندی نہین۔ یہ

جلد ۱۳ نمبر ۳

مضامین

بابت ۲۱ جنوری ۱۹۲۸ء

رباعیات بسنت

آیا مجھے یاد ساقیا ئنت کے تنت | کچھ تجکو خبر ہے آگیا دیکھ بسنت
بھر لا اک جام زعفرانی مے کا | ہو جائے کلفت طبیعت کا انت

ہے تجھ کو خبر بسنت آیا سر پر؟ | سارنگی والے گا رہے ہین در پر
عرصہ سے معتسب مری تاک مین ہے | بھبوادے خراب زعفرانی گھر پر

جس کو پی کر کھلے مرے دل کی کلی | بڑھ جائے خون جسم دس پانچ پلی
ان آج تو دل کھول کے پلوا ساقی | میخوار اور محتسب مین ہے خوب چلی

یہ لطف بہار حیف خالی جائے | مستی باتون مین یون ہی ٹالی جائے
دخترِ رز کا نہ پیچھا چھوڑے گا رند | جب تک نہ یہ خوب دیکھی بھالی جائے

ساقی پلوادے آج ہے لطف بہار | ہے جوش نمو ہر اک شگوفہ پہ سوار
آتے ہین گل پیادہ بھی زورون مین | تو دین گے عامل خزان کا پندار

گلشن مین ہر اک سمت ہے گیندا پھولا | گل کی ہے عندلیب الفت بھولا
زردی پہ بسنت کے زر گل ہے نثار | باندھے ہین جانان چمن زنگولا

یہ دیکھ کے ہوگی کرکری - جاتی ہے | پتے بن کر خزان گری جاتی ہے
پھرتے ہین اینڈتے جوانانِ چمن | گلشن مین ہر اک کی مت پھری جاتی ہے

"ندیم"

منطق آرا بیگم
بنام گورنر بنگال

لاٹ صاحب! اخباری کالمون مین ایک چٹھی چھپی ہے لوگ کہتے ہین کہ یہ تمھارے دفتر سے اُسی طرح نکلی ہے جس طرح املی کی جڑ سے پتنگ - اپنے دیوون کی قسم مجھے ہرگز یقین نہین ہے کہ تمھارا سا قابل لائق (دسون انگلیان) دسون چراغ " منطق سے بالکل بے بہرہ ہوگا - مین سمجھتی ہون کہ یہ بھی دشمنون کے ڈھر پیٹے ہین - حکومت کو بدنام کرنے کا یہ بھی ایک ڈھنگ ہے -

بھئی میرا خیال ٹھیک ہو تو تمھین بڑون کی جان کی قسم کوئی رورعایت نہ کرو اور جھٹ سے انکار کردو کہ حاشا للہ مین اس کارروائی سے واقف نہین پھر تمین اُن موے اخبار نویسون سے سمجھ لون گی جنھون نے یہ طوفان جوڑا -

اس چٹھی مین دو تین باتین نہین بلکہ سب باتین ایسی ہین جنھین دیکھ کے خواہ مخواہ بدگمانی ہوتی ہے -

(۱) جو سرکاری ملازمین شاہی کمیشن کے سامنے شہادت دینے کے لیے پیش کیے جائین اُن کو بطور رہنمائی چند ہدایات دینی چاہئین -

مین پوچھتی ہون آخر کیون ؟ کیا وہ ننھے بھولے نادان ہم سنوا ہونگے - یا ہر ایک سرکاری ملازم کو اختیار ہے کہ ان نہ مان مین تیرا مہمان جب جی چاہے بیچ مین پھاند پڑے اور کہے کہ " ہم حاضر ہین ہماری گواہی لے لو "

کوئی وکیل بھی گواہ کو یون الم نشرح نہیں سکھاتا پڑھاتا وہ جرح کے سوال گواہ سے اکیلے مین بیٹھ کے کرتا ہے اور جو بات مقدمہ کے خلاف ہوتی ہے اُس پر ڈانٹتا ڈپٹتا ہے " ابے کیا جھک مارتا ہے ہم دیکھتے ہین کہ تو مقدمہ ہروائے گا "

پولیس بھی زنا بالجبر کے مقدمہ مین گواہ کو کسی اندھیری کوٹھری کے اندر بٹھا کے سکھاتی ہے :-

" سُنا اگر تو نے یہ نہ کہا کہ ہم نے ملزم کو ارہر کے کھیت مین دیکھا تھا - لنگی کی لانگ کھلی ہوئی تھی - جیسے ہی ملزم نے ہمین دیکھا لانگ باندھتا ہوا بھاگا تو پھر یہ ڈنڈا ہے اور تیرا سر - کہان جائے گا - دو برس کو درگا کھیڑے بھجوا دین گے "

لاٹ صاحب! دیکھو تم بڑے آدمی ہو ولایت کے پڑھے ہوئے - یہان کے وکیل یا پولیس والے بیچارے کالے کلوٹے نہ ان مین عقل نہ شعور لیکن حقیقت مین یہ پروانہ تمھاری جانم (علم) مین بھیجا گیا تو بھئی مین یہی کہونگی کہ تم سے تو یہان کے کالے کلوٹے زیادہ ہوشیار ہین جنھین گواہ کو سکھاتے پڑھاتے کوئی نہین دیکھتا

سرکاری نوکر چاکر ایسے کھلے بندون نہین پھرتے کہ اپنی مرضی سے گواہون مین نام لکھوا لین - یہ کام تمھارا ہے کہ سمجھ بوجھ نپے تُلے آٹھون گانٹھ کمیت گواہ چُن کے مقرر کرو - شاہی کمیشن ہے کوئی گدائی کمیشن نہین ہے - اسکے گواہ بھی شاہ پسند حضور رس ہونگے - لو خیر انتھو تو ہونگے نہین -

(۲) ایسے مواقع جن مین حکومت اپنے ملازمین کو آئینی کمیشن کے سامنے شہادت دینے کے لیے پیش کرسکتی ہے بہت کم آتے ہین اور اسمین جو شہادت دی جاتی ہے وہ قانون شہادت کے ماتحت ہونی چاہیے - (یعنی دفعہ ۲۱ قانون ملازمین سرکار کے مطابق)

یہ سچ ہے - مگر مثل مشہور ہے " مچھلی کے بچے کو پیرنا کس نے سکھایا " آئینی کمیشن کے سامنے گواہی دینے کے موقع کبھی کبھار آتے ہین پھر بھی صاحب انھین

گواہی دینے کی گھاتین اچھی طرح معلوم ہین رفضا۲ دُنیا مین نہ بھی ہوتی تو یہ "دریں چہ شک" ہی کہتے۔ نوکری ایسی مول چیز کہین ان سستے داموں پھوڑی جاتی ہے؟ میرا اتنا سن آیا بوڑھی ہوگئی نہ منھ مین آنت ہے نہ پیٹ مین دانت۔ کبھی مین نے کسی سرکاری ملازم کو سرکار کے خلاف زبان کھولتے نہین دیکھا۔ پھر یہ تو اپنا ہی محکمہ ہے جسکے بارے مین گواہی دینی ہوگی۔ ایسا بے وقوف کون ہوگا کہ جس ہانڈی ست پیٹ بھرے اُسی مین چھید کرے۔ زیادہ برین نیست تقاضا ہوگا کہ "تنخواہ بڑھاؤ۔ اب اتنی تھوڑی سی آمدنی مین گزر نہین ہوتی"۔ تو یہ معمولی بات ہے۔ افلاس ظاہر کرنے سے کبھی حکومت ہیٹی نہین ہوتی بلکہ اور اُلٹا سگھڑا پا ظاہر ہوتا ہے سب یہی کہتے ہین کہ صاحب حکومت بڑی کفایت شعار ہے۔ روپیہ کس بلکہ کنجوس کھی چوس ہے اسکے علاوہ اپنی بُرائی کوئی آپ نہین کرتا۔ رہا کمیشن کا معاملہ تو اب تل بھوٹ کمیشن بیٹھے گا۔ کبھی کبھار کے دن گئے۔ اب تو کمیشن ہی ہر بیماری کا علاج ہے۔

(۳) آئندہ ملازمین سرکار کو کمیشنون کے سامنے شہادت دینے کی حالت مین حکومت کی پالیسی اسکے فیصلے اور طریقون پر ہر قسم کی نکتہ چینی سے احتراز کرنا ہوگا۔ اُن کو جملہ نکتہ چینیون سے بھی پرہیز لازم ہے جو خود اُن کے محکمہ کے طرز عمل پر کیجا سکتی ہین۔ کسی دوسرے محکمہ پر کسی محکمہ کا افسر نکتہ چینی نہین کرسکتا۔

صاحب تم صاف صاف یہی کیون نہین کہتے کہ نہ زمین پر رہو نہ آسمان پر نہ جنوب مین جاؤ نہ شمال مین نہ مغرب کی طرف رُخ کرو نہ مشرق کی جانب نہ کھڑے رہو نہ بیٹھو نہ لیٹو نہ اُٹھو۔ نہ بولو نہ دُم بخود رہو۔ زبان نہ کھولو اور شہادت دیے جاؤ۔ حکومت کی پالیسی پر نکتہ چینی اور سرکاری جا کر سرکاری نمک خوار؟ جس بیچارہ کی حالت پکار پکار کے کہہ رہی ہے ؎

مژگان بدہ کفش بہ سر بزن

بھلا آنکھ کی بُرائی بھوون کے سامنے کسطرح ممکن ہے؟!

بائیکاٹ کا بھوت

خواب کمیشن

"اونھ۔ بہت ڈرا دھمکا چکا اب نکل یہان سے۔ جو یون ہی ڈرتے رہتے تو آجتک نیند کیون آتی۔ یہ خواب عین بیداری ہے"

اور سچ تو یہ ہے کہ سرکار کرتی ہی کیا ہے جو اُس پر کوئی نکتہ چینی کی جرأت کرے۔ ہر محکمہ خدا کے فضل سے معصومون کے ہاتھ مین ہے۔ ان پاک فرشتون کی بُرائی مین زبان کھول کے نہی عاقبت نہین تو عاقبت بگاڑنے والا پاگل خانے کے قابل ہے کسی عہدے کی مسند اُسکے لائق نہین۔ مین کہتی ہون لاٹ صاحب! تم نے کس سے منطق پڑھی ہے۔ اے ہے! علم النفس ہے جھی کو رے ہو۔ ہر محکمہ مین اللہ رکھے رشوت نہین

"یہ جو پلیس کا دستور ہے جو قانون جانون کو نہین ... کے خلاف ... تھا ... مجھے ... جاری ہے اور اسی وجہ سے جاری ہے کہ اسکی بنیاد ابتدائی برکسن کی ہاکو غرض ہے جو توجہ کرتے محکمہ سے کا بہین کیا گیا ہے۔ بھلا خیال تو کرو اپنا عیب کہا تھا اور پھر پلٹے برس کی آنت مول لینا دل کب گوارا کرے گا۔ اللہ سلامت رکھے اُس پالیسی کو جو موذیون کو ٹھکانے لگاتی ہے جسکے منھ سے بھی کیسی دعائین منھ سے نکلین گی۔

فرض کرو پولیس کا محکمہ ہے۔ کیا تمھین خیال تھا کہ اس محکمہ کا گواہ کمیشن کے سامنے اپنے تفتیش کی مذمت کریگا؟ اے ہوش کی دوا کرو۔ یہان تفتیش کا چلتا ہوا طریقہ یہ ہے کہ سرِ راہ لاش پڑی ملی تو پہلے پھر بلکہ تمام راہ چلتون کو پکڑ کے بٹھا لیا۔ کسی کو جوتا ر یا کسی کو گالی دی جو بالکل بے وارث ہوا اُسکے منھ پر گوکا تو بڑا چڑھا دیا اُلٹا لٹکا دیا غرض جو نعمت اُس لونڈ جیسی کی قسمت مین لکھی ہوئی تھی اُسے مل گئی۔ مین نہین کہتی کہ یہ عام دستور ہے عام دستور ہوتا تو خلقت جیتی ہی کیون مگر یہ ہوتا ہے اور یہ کبھی سُنی باتین ہین جو مین بیان کر رہی ہون قانون کی کتاب مین ایسی بیہودگیون کی ممانعت بھی ہے اور کاغذ مین اسکی سزا بھی مقرر ہے بلکہ جب کبھی کوئی بیچارہ ایسی تفتیش کی خوشی مین شادی مرگ ہوگیا یعنی از خود مر گیا تو کارکن صاحب کی خاصی خبر بھی لی گئی مگر یہ تماشا تو سُننے مین

میں آتا ہے۔ غرض یہی طرز اکثر کامیاب ہوتا ہے لیکن جب پولیس افسر صاحب مجسٹریٹ یا جج کے سامنے تشریف لیجاتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ اس وقوعہ میں حضور فدوی کو بڑی محنت اٹھانی پڑی تین مرتبہ خودکشی کے دریا میں غوطہ لگایا جب کہیں یہ کاگا باسی موتی ہاتھ آیا۔ بھیس بدلے۔ روپ انگن لگایا۔ مردہ بن کے چتا پر لیٹا جلا پھکا راکھ گنگا میں بہائی گئی وہ بہتی ہوئی "آب حیوۃ" یا امرت دھارا تک پہونچی نیا جنم لیا تو گواہوں اور اعانت جرم کے مجرموں کا پتا چلا۔ ان میں سے کوئی گواہ مصنوعی نہیں ہے۔ کوئی مجرم بے گناہ نہیں ہے آئندہ عدالت کو اختیار ہے۔ عدالت ان مجرموں میں سے بعض کو بری بھی کرتی ہے پھر بھی پولیس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی۔ اسی طرح اپیل میں اکثر مجرم جنھیں بڑی بڑی سزائیں ماتحت کچہریوں میں دی جاتی ہیں صاف بری اور بے گناہ قرار دیے جاتے ہیں اور ماتحت حاکم سے کوئی یہ کبھی نہیں پوچھتا کہ تمھارے منھ میں کے دانت ہیں۔

میں کہتی ہوں کہ جب گھر میں آپس کا رکھ رکھاؤ ایسا عمدہ ہے تو کمیشن کے سامنے جس میں بہت سے غیر آدمی ہوں گے اپنے محکمہ یا دوسرے محکمے کی مذمت زبان سے کیونکر نکلے گی۔ ان بھول چوک کی بات ہی دوسری ہے۔

آج اگر محکمے ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرتے اور اس نکتہ چینی کو غور کی نظر سے حکومت دیکھتی پھر جائز طور پر دخل بھی دیتی تو ملک کے بھلے دن آجاتے اور مولانا پنچ حکومت کی غفلت پر یوں قہقہے نہ لگاتے۔ حکومت کے ساتھ عام رعایا کو محبت ہوتی۔ ارے رونا تو اسی کا ہے۔ ایسی ہی باتیں یہ نگوڑے کانگریسی (کانگریسی) اچھال اچھال کے لفنگوں کو حکومت کی طرف سے بھڑکاتے اور کامیاب ہوتے ہیں۔

بھئی میں سچ کہتی ہوں کہ انگریزوں کی حکومت ایسی بری نہیں ہے سو حکومتوں سے اچھی ہے مگر قانون ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جنھیں خلق اللہ اور ملک سے غرض کی محبت ہے خالص محبت نہیں خالی تنخواہ حلال کرتے ہیں۔ ان میں چاہے تم ہو چاہے بڑے لاٹ صاحب ہوں۔ بندی صاف صاف کہتی ہے کہ لاٹ ہارڈنگ کے سے نیک دل زمانہ شناس دردمند حاکم یہاں بھیجے جاتے تو حکومت اور رعیت کا میل جول بڑھتا یہ "پولی ٹائیں ٹائیں" یہ "پتراؤ پھتراؤ" یہ "داتا کلکل" یہ "اکتا پیچی" ہرگز نہ ہوتی۔ یہاں بھیجے گئے تو کون؟ میاں ریڈنگ! جن کو مہاجنی چالوں میں یاد دلا کچھ دلوں میں عداوت کی آگ بھڑکانے کا اچھا سلیقہ ہو تو ہو۔ باقی اُن کی کرامات کی بندی قائل نہیں۔ ایسے حاکم انگریزوں میں سرخرو ہوتے ہیں اور رعایا میں قابوچی، گرگوں کے یار، چال باز، بے مروت غرض کے بندے مطلب کے میت کہے جاتے ہیں۔ جب تک یہاں رہتے ہیں ان کا دباؤ رہتا ہے ادھر ٹکا لا ملا ادھر وہ لیپ پوت وہ داغ دوزی وہ کچے دھاگے کی بخیہ وہ پرانے ٹھیکرے کی قلعی وہ للو پتو کی یہن غائب غلا ہو جاتی ہے۔ دیکھیو ان کے زمانہ میں جو چنگاری سلگی تھی آجتک بھیا اروں کے بجھائے نہیں بجھتی بیچارے جلسوں میں دکھڑا روتے ہیں۔ ایک حاکم دوسرے حاکم کی مذمت دفعہ ۲۱ (قانون ملازمت سرکاری) کی رو سے نہیں کرسکتا اسوجہ سے یہ نزلہ بھی غریب رعایا پر گرتا ہے۔

وہی مثل ہے ایک تھیں بی بھٹیاری انھیں بادی بواسیر کی بیماری تھی بیچاری جب پھکنی اٹھا کے چولھا پھونکتیں تو سانس کے ساتھ پیٹ کی ہوا بھی نکل جاتی لوگوں کے آوازوں تو اذوں کا علاج یہی تھا کہ اپنے چھوٹے بھٹیارے کو پاس بٹھا لیتیں۔ خطا کرتیں خود اور سزا دیتیں بچے کو "یہ ہانگو ہوئے بے غیرت۔ ناک سڑا دی" یہ کہا اور معصوم کی چندیا پر دھول جڑ دی۔ اتفاق سے ایک دن کوئی میاں مسافر قریب بیٹھے ہوئے تھے اور انھیں بھی بھٹیاری کی بیماری تھی۔ بواسیر کا یہ مجرب نسخہ جو ان کے ہاتھ لگا تو بھٹیاری سے سٹرساتے وقت انھوں نے بھی لونڈے کے سر تالی لونڈا رونے لگا۔ اسوقت سے یہ مثل عام ہوئی۔

"..... کوئی مارا جائے بھٹیاری والا" ایسے مجرب لٹکوں سے انجان آدمی کے سامنے جھینپ تو مٹ سکتی ہے۔ مگر بیماری نہیں جاتی۔ ایک بنگال آرڈیننس ہی کی دھول کو لو۔ یہ دھول کئی بیگناہوں پر پڑی ہے۔ ریڈنگ کی جھینپ تو چاہے مٹ گئی ہو مگر "سازش" کی بواسیر ابھی تک موجود ہے۔ دو چار دھولیں اور پڑیں تب بھی ان چالوں کے دیکھتے یقین نہیں آتا کہ بواسیر جائے۔ بوا بھٹیاری ایک چھوٹی سی سرائے کی رہنے والی۔ اُنکا کام ایک لڑکے سے نکل گیا اور شرمندگی دفع ہوتی رہی۔ انگریزی حکومت بہت بڑی حکومت ہے سرا نہیں ہے تو اسے کتنے بھٹیاری والے (قانون وقتی) شرمندگی دفع کرنے کے لیے رکھنے پڑینگے؟ اور بھٹیاری کا مرض جب اس سے نہ گیا تو حکومت کا مرض کیا جائیگا! ذری غور کرو۔

آئینی کمیشن کے بارے میں کوئی سرکلر جاری کرنے سے زیادہ بہتر ایسے لڑکوں کی تلاش ہے جو گواہی کے وقت نہ روئیں نہ یہی کہیں کہ تصور آنان (اداء حکومت) کا ہے۔"

اب یہ اچھا ہوا کہ بقول اخباری کانمڈوں کے "سنڈے ٹائمز لاہور" اس مخفی چھپاؤن (سرکلر ۲۹۵ الف ۱۰ رجنوری) کی سُن گُن پا گیا اور حکومت کی لے دے کر رہا ہے کمیشن کے سامنے سرکاری ملازموں کی جو گواہی ہونے والی ہے اُس کی حقیقت اس سرکلر نے کھول دی اب سرکاری ملازموں کا بیان بھروسے کے قابل نہیں رہا۔ کیا عجب ہے کہ یہ اخباری کاغذ بھی کمیشن کے سامنے رکھے جائیں۔ اور اُسے بغیر کہے سُنے ان گواہوں کا بودا پن معلوم ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بیانات ہی سرکلر کا بھانڈا پھوڑ دیں کیا ایسا ہوا نہیں۔؟

میر عبداللہ وزیر محمد شاہ شہنشاہ دہلی مرحوم کے بھائی اپنے وطن (بارہا) سے آئے۔ بیچارے دیہاتی گنوار تھے بادشاہ نے بلوایا۔ میر عبداللہ انکے گنوارپن سے ڈرے مگر حکم حاکم مرگ مفاجاۃ۔ انھوں نے کہا۔ دیکھیے بھائی صاحب بادشاہ کے سامنے بھاری پوشاک پہن کے جائیے۔ محل میں ادھر ادھر نہ دیکھیے۔ سید۔ [continued]

نذر کی اشرفیان پیش کیجیے۔ وہ لین گے نہین میٹھی میٹھی نرم نرم باتین کیجیے۔ وہ تو گئے دربار۔ یہان بھائیون نے توشہ خانے کی دیکھ بھال شروع کر دی کوئی پوشاک پسند نہ آئی ترکی دس گز کے قالین پر صاد کیا دہی اوڑھ کے چلے دربار۔ راستے مین نہر پڑتی تھی اب سید صاحب کیونکر چلین نہر کی چوڑان بیچ مین حائل آخر قالین سمیت نہر پار کی۔ بادشاہ کے سامنے مغرق (نہین منترق) بھاری (بوجھل) پوشاک پہنے جا ڈٹے۔ فضل اللہ نے آنکھ اٹھا کے دیکھا انھون نے اشرفیان پیش کین۔ حضور نے ہاتھ بڑھایا۔ یہ جھپاک کے کہنے لگے "..... لیے لیتا ہے مین جا ئی سید انشا کو کیا دوبس دورن کا "شنشا" نے پوچھا "سید صاحب مزاج تو اچھا ہے" کہنے لگے "جی رد ئی۔ گز" یعنی نرم اور میٹھا جواب۔

دیکھا آپ نے سکھائی پڑھائی بات آخر چھپ نہ سکی یہ سرکلر حکومت شناس ملازمون کے واسطے بھی فضول ہے اور گھامڑ ملازمون کے واسطے بھی۔

(۴) گواہون کو غلط بیانی۔ غلط واقعات بیان کرنے یا کسی قانون کی صورت بگاڑ کے پیش کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسا نہو کہ لو کھلاہٹ مین کوئی ایسی بات منہ سے نکل جائے جس کا اوچھو رہو یا جس کی دلیلین ٹھس ٹھسی لو دی ہون۔

الٰہی خیر۔ مین کہتی ہون یہ کیسا سرکلر ہے۔ اگر سرکاری نوکرون کی طرف سے تمھارے دل مین یہ اندیشے بکر کو دمچائے ہوئے ہین تو لاٹ صاحب یہی کہہ دو کہ سرکاری نوکر کوئی آئینی کمیشن کے سامنے گواہی نہ دے۔ دے گا تو پھر مجھ سے برا کوئی نہین۔ اے ہان۔ پہلے تو جائز ناجائز یہی بھونڈی ہر طرح کی نکتہ چینی کی مناہ دی کر دی اب ایک اور پچر ٹھونکی آخر اسکا نتیجہ کیا ہوگا یہی کہ ایک بھلا مانس بھی گواہی دینے نہ جائے گا۔

محکمون کی خرابیان صرف نوکرون اور عملے والون ہی کو نہین معلوم ہین۔ باہر والے بھی خبر رکھتے ہین۔ تم کو معلوم نہوگا کہ گراموفون کی ایجاد سے سیکڑون برس پہلے ہندوستان مین ایک واقعہ ہو چکا ہے۔

ایک تھا راجہ اُسکے سر پر سینگ نکل آیا۔ اللہ کا دیا سب کچھ بیچارہ مدتون اپنے سینے مین اپنا بھید چھپائے اور دن رات پگڑی سر پر لپیٹے رہا مگر تا بہ کے۔ بال بڑھے اور اتنے بڑھے کہ وبال ہو گئے۔ نتھو نائی خط بنا کے چلا جاتا تھا۔ سر مونڈنے کی اُسکو بھی اجازت نہ تھی جوؤن کی افراط سے بیچین ہو کے راجہ نے میان نتھو کو رازدار بنایا اور تاکید کی کہ خبردار اس سینگ کی اطلاع کسی کو نہ دینا۔

نائی غریب کوئی عالی ظرف نہ تھا کہ راجاؤن کے راز کسبت (کسوۃ) مین رکھتا اُسکا ظرف تو بس اتنا ہی بڑا تھا جتنی بڑی بال بھگونے کی کٹوری ہوتی ہے۔ سینگ اور راجا کے سر کا سینگ پیٹ مین گڑا کسی سے کہتا ہے تو جان کی خیر نہین۔ چھپاتا ہے تو ہضم نہین ہوتا۔ ویرانہ مین ایک کنوان تھا میان نتھو کو جب رازداری کی تبخیر ہوتی تو اُس کنوین مین تھوتھن لٹکا کے یون بوجھ ہلکا کرتے: "راجا کے سر پر سینگ" اتفاق کی بات کہ کنوین کی جگت سے متصل بیجا ساز کا ایک درخت اُگا۔ اُسکی جڑین کنوین کے تہ تک پہونچین۔ یہ آواز پانی کے ساتھ آواز پرورده درخت میں پیوست ہوتی رہی۔ گویے اور ڈھاڑی اس درخت پر عاشق ہوتے ہین۔ طبلہ اور سارنگی کے واسطے اسکی لکڑی مخصوص ہے اور بہت قدر کے ساتھ مول لیجاتی ہے گویون نے اسی درخت سے ایک جوڑی طبلے سارنگی کی تیار کی اور مہاراجہ کے دربار مین مجرا کرنے گئے۔ رنڈی نے ناچ کا ٹھاٹھ باندھا۔ سارنگیے نے گز بروزا چڑھا کے زوٹا پھیرا۔ سارنگی نے کافی کی دھن مین آواز دی :-

"راجہ کے سر پر سینگ" آآآآ

"راجہ کے سر پر سینگ"

مجیرا گن گنایا :-

"کن کن کہو۔ کن کن کہو"

طبلے نے بھانڈا پھوڑا :-

"نتھو نائی نے کہا۔ نتھو نائی نے کہا"

سُنا لاٹ صاحب! سینگ ساری دنیا مین نکل آئے۔ یہ سینگ دستار راجگی مین لپٹا ہوا تھا۔ مگر سرکاری محکمون کے سر کا سینگ عام رعایا کے پیٹ مین گڑا رہتا ہے۔ کون ہے جسے اسکا علم نہو؟ اگر کمیشن کے سامنے مجرا ہوا۔ اور بیجا ساز کی سارنگی بول اُٹھی:

"عدالت کی مارو نڈینگ آآآ

نکلا ہے رشوت کا سینگ ہرے سر پر

نکلا ہے رشوت کا سینگ ......"

اُسوقت مجیرا چاہے پوچھے یا نہ پوچھے "کن کن کہو۔ کن کن کہو"

نقارہ خلق ضرور بول اُٹھے گا:

"ہم نے کہا۔ ہم نے کہا۔ ہم نے کہا"

چاہے سرکاری نوکر اپنے اور دوسرے محکمے کی کمزوریٔ مین تصدیق کے لکھ کے نیچا ئین یا نہ لیجائین نکتہ چینی چغل خوری سے بچین۔ یا نہ بچین۔

(۵) نہ یہی مناسب ہوگا کہ پبلک مین ایسے معاملات کے متعلق شکایتین کی جائین جن سے عہدہ برا ہونا حکومت یا اُس محکمہ کا فرض ہے۔

کہنے سننے کا میدان وسیع ہے۔ اخباری کاغذون کی زبان ڈیڑھ ہاتھ کی ہے۔ شیخ سنتھی سٹوبت (کانگریس) کی للو کو نہین لگتی آجتک قینچی کی طرح چلتی ہے۔ کوئی محکمہ ان شکایتون کی پروا نہین کرتا تو آخر آئینی کمیشن سے ڈر کاہے کا؟ اسکے اختیار مین تو اتنا بھی نہین ہے کہ ایک افسر کو بھی برخاست کر سکے۔

اجی لاٹ صاحب تم اپنے دل مین کہو گے کہ بڑھیا جھاڑ کا کانٹا ہو گئی سرکلر کے دامن مین جو الجھی تو پنڈ چھوڑنے کا نام نہین لیتی۔ مگر مین ہون منطقی۔ منطق کے خلاف کوئی بات سن نہین سکتی۔ اپنے خدا کو مان کے اس سوے ناشدنی سرکلر کا حال کہہ ڈالو کہ سچ مچ تمھارے حکم سے جاری ہوا یا نہین اور ان جملون کا صحیح مطلب کیا ہے۔ فقط

راقـــــــــمہ

خیر خواہ حکومت منطق آملہ

پنچ "بیگم صاحب! آپ جانتی ہین کہ "رشوت" یا "جنبہ داری" یا دوسرے قسم کی لٹر دھونڈھول

جان بل

انڈیا جان

ڈاکٹر کمیشن

انڈیا: "آہ - درد ہے - مدت سے بیمار ہوں"

جان بل: "دیکھو - گھبراؤ نہیں - نسخہ پہلے ہی سے لکھا ہوا رکھا ہے - مریض تم ہو - مگر درد کا اثر ہے ہم پر - پاس پڑوس کے لوگ نام رکھتے کہ علاج میں تک ودو نہیں کی اسلیے کمیشن مقرر کردیا ہے"

ڈاکٹر: "جملہ صفات ڈاکٹری کے مجھ میں موجود ہیں - آر سے - بٹ - آر سے - بلے"

محکومون مین نہ ہونے پائے تو پہلے اپنے ہم وطنون کے دل سے انظلام (ظلم قبول کرنے) کی محبت نکالیے اور "رشوت دے کے مطلب نکالنے کی خواہش دور کیجیے۔ روپیہ حلّال مشکلات ہے۔ سرمایہ داری کا غرور یا دولت کا بھوت اور غرضمندی کی شیطانی عجلت۔ طرز انصاف کی پیچ در پیچ بھول بھلیان مفروض و معیّن قانون کے ڈھکنے کے نیچے انصاف کا جب ہونا۔ غرضکہ ہزارون کمرنٹے مین جنکے بل پر رشوت کا بچھڑا کودر ہا ہے۔ حکومت قانون کی بدنامی سے ڈرتی ہے ناانصافی اور خدا سے نہین ڈرتی۔ سرکلر کسی منقصت کی تخصیص نہین کرتا۔ اُسکی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ گھورے پر ہری ہری دوب اُگی رہے اپنی گواہی اپنے ہی حق مین بری نہونے پائے۔

ایک تھے بنیے داس اُنکے یہان کہین سے پانچ لڈو آئے چاہتے تھے اکیلے کھائین لڑکا سامنے بیٹھا تھا اُسکی للچائی ہوئی نظرین دیکھ کے شرمائے مگر چال سوجھ گئی کہنے لگے "رام دین یہ پانچ لڈو ہین ایک تمھارا ہے دو تمھاری مان اور گرو کے بھیا کے ہین ایک تمھاری بہن کا ہے ایک ہمارے لیے رکھ چھوڑنا اور ایک اپنے چچا کو دینا۔ اپنا اپنا حصہ لے لو مگر دیکھو کوئی لڈو ٹوٹنے نہ پائے" رام دین اتنا حساب جانتے تھے کہ پانچ لڈوون کے چھ حصے بغیر لڈو توڑے ممکن نہین" اُنھون نے لڈو اُٹھا کے اپنی مان کے حوالے کیے اور کہہ دیا کہ "باپو کے لیے رکھ چھوڑو" سرکلر کا مطلب بھی یہی ہے کہ لڈو باپو کے واسطے محفوظ رہین۔ سرکاری ملازم غالباً اُتنی سمجھ سے تو محروم نہونگے جتنی خدا نے "بیٹا رام دین" کو عنایت فرمائی تھی۔

سچ پوچھیے تو برٹش حکومت کو ہندوستانیون مین ایسے ہی سرکلرون نے بدگمان کیا ہے۔ وہ زمانہ بہتون کو یاد ہوگا جبکہ انگریزی حکومت کے رعب سے بقول بوالنصیبین بکا بھنی گا بھ ڈالتی تھی" لوگون کو اپنے ایمان کی طرح انگریزی حکومت عزیز تھی۔ آج بھی اگرچہ "بوند کا بگڑا گھڑے لنڈھکانے" سے خفت مٹا نہین سکتا۔

مگر دنیا بھلکڑ ہے طرز عمل بدلنے سے بدگمانیون مین کمی ممکن ہے۔ بقول آپ کے اسوقت ہارڈنگ منش صاحب لوگون کی ضرورت ہے نہ "ریڈنگ شاہی" کی جسکا مقتضے یہی ہے کہ "ہمیں ہمارا عہد برطانوی کہنہ چھینون کی سوختگی سے پاک رہے۔ چاہے مابعد سازشون کا ڈر یا کھلے خفیہ جتھے اُدھم مچائین یا بم بازی ہو" اور یہ روش صحیح الدماغ برٹش مدبرون کے نزدیک غالباً دہش کہنے کی مستحق ہوگی۔

تحفہ سال نو

"راستی"

جونپور سے ایک نیا ہفتہ وار پرچہ "راستی" نکلا ہے۔ یہی وہ نادر چیز ہے جس کی مانگ دنیا مین ہے مگر دسا ور خالی نظر آتا ہے۔ سید حبیب حسن صاحب جونپوری سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر ہمدم اسکے مدیر ہین اپنی ابتدائی عمر سے جریدہ نگاری ان کا شغل ہے۔ معتدل اور متین آدمی ہین اُمید ہے کہ زمانہ کے اُتار چڑھاؤ سے بخوبی واقف ہونگے۔ "راستی" صدق کے مرادف ہے صدق "حق" کے مرادف ہے اور "الحق مُرّ" ایک مشہور مقولہ ہے۔ "سچ" محبوب تو ہے لیکن ایسا محبوب جو اپنے عاشق کی گردن پر چوٹ کرنے کا عادی ہے۔ اسکے غمزے نرالے ہوتے ہین کسی مدعی کا دعوی صدق و راستی پر مبنی ہو تو وہ اکڑتا ہے کہ ہم سچے ہین مگر جب کسی مقدمہ مین یہی صاحب مدعا علیہ ہون اور مدعی برسر حق و راستی ہو تو پھر نتیجہ کی تلخی تگنی کا ناچ نچادیتی ہے "حق" کے ساتھ "ھو" کی نوبت آجاتی ہے۔ یہ ہے اخباری کاغذ اور "الخبر یحتمل الصدق والکذب" نہ جھوٹ بولے چین آئےگا نہ سچ کہتے بن پڑے گی۔ پھر جو کہین "صدق" مین افراط ہوگئی تو لے میرے بھائی خصوصاً حکومت وقت کے بارے مین "سچا کلمہ" منہ سے بمشکل نکلے گا اور بھانڈون کے بچے کی طرح پیٹ ہی سے "ڈور کنکوا ہوے" نہین "بائیسکل ہاکی اسٹک کرکٹ بیٹ" لیے بغیر باہر آئےگا۔ پھر ندا رکھے مولویون کو ان کے بارے مین سچی بات کہی اور شامت آئی۔

اب رہی "رضائے خدا" تو وہ "صراط مستقیم یا راہ راست" پر پہونچ کے کام آئے تو آئے۔

خدا اس نام کی لاج رکھے۔ اور ہمارے دوست سید حبیب حسن کو اس تلخی کے برداشت کرنے کی توفیق دے۔ کہ "سانچ کو آنچ" نہ آنے پائے۔ لکھائی چھپائی صورت اور کفایت جونپور کے سے غیر مانوس شہر کے دیکھتے نہایت قابل تعریف ہے۔ نمونے کا نمبر "مشتاق تالیف" کا پتا دیتا ہے۔

پیمانہ وہی ہے جو ہمدم کا ہے۔ قیمت سالانہ چار روپیہ سال نو کا یہ بھی تحفہ ہے۔ اور اچھا تحفہ ہے۔ پس کو توامع الصادقین فقط۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ہلال اور ترسول کا ادغام

یہ خبر کسقدر استعجاب کے ساتھ سُنی جائےگی کہ مس گنگولی کی منگنی مسٹر آصف علی سے ہوگئی ہے اور عنقریب ہلال اور ترسول کا سنگم ہوجائے گا "دولہا راضی تو کیا کرے گا قاضی" یہ تو ایک مبارک فال ہے کہ اب مذہبی تعصبات کم از کم عشق کے معاملے مین خلل نہین ڈالتے مگر یہ شادی باعتبار مذہب کچھ زیادہ مستحکم نہین ہے۔ کیا معنی کہ بنا کہتا ہے مین مسلمان ہی رہونگا اور بنی کہتی ہے ہندی اپنا مذہب چھوڑ گی تاہم جسمانی اتصال ہوگا کامل۔ مگر قلبی اتصال مین اتنی سی جھری اور دراڑ باقی رہے گی کہ کبھی کبھی مذہب اپنی آنکھین اسمین لگا کے پکار اُٹھے گا "تارا"

مانا کہ دونون اپنی عمر اچھی طرح ہنسی خوشی اور محبت کے ساتھ گزار دین۔ تعصب کی گرد آئینہ خاطر کو مکدر نہ کرے مگر شادی اور میراث دونون خالص مذہبی مسئلے ہین جورو خاوند کے لیس مائنس مل سے اگر چھوٹے چھوٹے آصف علی نکلے یا ننھی ننھی گنگولیان

نکل پڑین تو انکی توریث مین ملایانِ شرع حیل حجت ضرور نکالین گے۔ سول میرج کا قانون تو ہے لیکن سول ہرنیچ کا قانون ابھی تک سُنا نہین گیا۔

والد بزرگوار مسلمان ہین اور مسلمان رہین گے درین حال خرچ کی مداخلت کے واسطے دروازہ پالون پاٹ کھلا ہے۔ وصیت بھی اول تو عام اسلام کے نزدیک وارث کے حق مین جائز نہین اور بہ فرض تسلیم ہو بھی تو ثلث پر جاری ہو گی۔ بہرحال ہمارے نزدیک عشق نے یہ کوئی اچھی کارروائی نہین کی۔ زندگی مین یون کہدینا آسان ہے سے

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست

مگر مسلمانی پہرنے کی حالت مین مسلمانی درکار ہوجاتی ہے۔ خدا انجام بخیر کرے۔ اینجانب مس گنگولی کا بھی بھلا چاہتے ہین اور مسٹر آصف علی کے بھی خیر خواہ ہین۔

کانا مجھے بھائے نہین کانے بن رہا جائے نہین

یہ ایک مثل ہے مگر ہمارے دوست مولانا حسرت نے عمل کر دکھائی آپ فرماتے ہین کہ نوزائیدہ "اتحاد مسلم لیگ کے کان مین اذان دیتے وقت" حی علے الکمیشن" کا ٹکڑا کسی کی زبان سے نہین نکلا۔ یار وکمیشن کی اعانت نہ کرو تو اُس سے کھٹ بھی نہ کرو مین کھٹ کی تائید نہین کرتا۔ اسلیے کہ ابھی تک چھوٹے بڑے فرقون نے کوئی سمجھوتا آپس مین نہین کیا ہے جو زبردست کی زیر دست آزاری سے دل مطمئن ہو جائے۔

مگر وہ شاید بھول گئے۔ نئی مسلم لیگ کا نطفہ اسی روح کو لیے ہوئے قائم ہوا ہے کہ کمیشن اسکی چھٹی کا مہمان بنے۔ قومون کے آپس مین سمجھوتا اور اتنی جلدی ؟ مثل ہے "سوم بنے جون اُڑے" جن لوگون نے کمیشن کے ورود اور کانگریس کے مقاطعے کی خبر سُنتے ہی "سمجھوتے" کی میت مین نفخ روح فرما کے اعجاز عیسوی کا دعویٰ کیا ہے وہ سمجھوتا نہونے اور رجعتی ہیزار کا بازار گرم ہونے ہی کی بدولت لیڈر بنے۔ ممبر بنے۔ قومی سوداگر بنے ہین (اور شاید تونگر بھی ہو گئے ہون) کھلا ہوا دعویٰ یہ ہے کہ اگر سمجھوتا نہو تو "اہلاً وسہلاً" اور "حی علی القطاع" کی بانگ لگانا ضروری ہے۔ تو بھائی حسرت آخر تم ایسے الل ٹپو گرو مین کس شفاعت کی اُمید پر گھسے تھے۔ اخباری کاغذ مین اپنا عندیہ ظاہر کر دیا ہوتا۔

اختلاف رویت مین جو کیفیت ہوتی ہے کہ آج سُنیون کی عید ہے کل شیعون کی عید ہے یعنی آج بھی عید ہے کل بھی عید ہوگی۔ آج بھی عید نہین کل بھی عید نہین۔ ایسی ہی کمیشن صاحب کے ورود نامسعود پر ہوگی۔ جبر بھی کسر بھی۔ کھٹ بھی ملاپ بھی۔ نہ کھٹ نہ ملاپ۔ سمجھوتے کے مطالبے کمیشن کا تعلق ہماری سمجھ سے باہر ہے کمیشن نہ ہندو ہے نہ مسلمان یعنی جواری کی کوڑی کی طرح نہ جیت ہے نہ پٹ وہ تو کلیسے کے جدھر منہ اٹھائے کھڑی ہوئی ہے دست بریدہ مسلمان اور سنبدہ (سرکاری حکم و دورنگی) خواہ مخواہ "اے ترے جھکنے کے قربان اے ترے پنجے کے نثار" کہہ رہے ہین۔

بڑا غضب ہوا

آجکل اینجانب انتظامی مشکلات کی وجہ سے بہ دیر برامد ہوتے ہین اور تاریخ اشاعت کے مابعد جو مزےدار خبرین سُننے مین آتی ہین اُن پر کچھ لکھنا قبل از وقت سمجھا جاتا ہے۔ خیر یہ تو ہوتا ہی رہے گا مگر "ایک بڑا غضب ہو گیا"

(بحوالہ ہمعصر حقیقت) ایکمیشن کے ورود کی خوشی مین ہڑتال نہو گی۔ کیون؟ اس وجہ سے کہ امین آباد پارک مین مجلس میلاد برپا کرنے کا عقدہ ابھی تک حل نہین ہوا۔ اور میلاد کمیٹی کے جو اشتہار عام باشندگان شہر کے ہڑتالی جلسے کے قبل گزرگاہون پر چپکائے گئے تھے وہ بقول راوی "حقیقت" منشی سعیدالرحمٰن صاحب ندوائی نے پھاڑ دالے۔ لہذا "چرخا کو مٹی نہین اب مومنین کا ہے سے" اس گستاخی کا جواب یہی ہے کہ ہڑتال ہو" واور ی خلق بلمیشن مین کوئی ہندوستانی شریک نہین کیا گیا ہندوستان کی تذلیل ہوئی۔ تو ہم اُس کا ٹھنڈے دلون استقبال کرینگے اسلیے کہ ہم سے اور ہندؤون سے ابھی تک چل رہی ہے۔ میلاد کمیٹی کے اشتہاری کاغذ سعیدالرحمٰن صاحب نے پھاڑ ڈالے تو ہم ہڑتال نہ کرینگے اور تمام شہر کی مخالفت کرینگے۔

مبارک ہاے انگریزی حکومت مبارک!! خدا رکھے ایسے دل ودماغ کو تیرے لیے راوی چین لکھتا ہے۔

المختصرات

ایک بی بی سے میان خوش ہو کے بات نہ کرتے تھے۔ اتفاقاً میان نے گنڈیری چوس کے چھلکا پھینکا۔ وہ اچھل کے بی بی پر جا پڑا۔ بی بی نے خوش ہو کے اپنی مان سے اس میل ملاپ کی عمدہ تمہید کا ذکر کیا۔ امان جان نہال ہو گئین ہمسائے مین کہتی پھرتی تھین "کھائی گنڈیری پھینکا چھلکا تنک تنک میری بنو کا سہاگ بڑھ رہا ہے"

بہار کونسل مین بھی ایک گنڈیری کا چھلکا اوچھل کے بی اُردو جان پر گرا وہ بھی پھولی نہین سماتین اُردو جان کی والدہ شریفہ کہتی پھرتی ہین اے شنا! اب اُردو مین بھی عرضی دعوے لکھے جا سکتے ہین "تنک تنک میری بنو کا سہاگ بڑھ رہا ہے"

خدا کی شان عالمگیر زبان اُردو کی یہ نوبت پہونچی !۔

جاڑے پالے بارش نزلے زکام نے ناک مین دم کر دیا ہے "رند قدیم" صاحب نے "شراب کہنہ" کا استعمال اس ہفتہ ملتوی رکھا۔ بہت انتظار کیا گیا۔ خیر آیندہ اس مفید نظم کا آخری مختصر حصہ شائع ہوگا۔

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کی تیار کردہ تیر بہدف ادویہ

حلوائے مغز کنجشک

انچہ در ماہی سقنقور است
نیست آن در دماغ عصفور است
اعضائے رئیسہ و اعصاب کو طاقت پہونچانے میں
اور جیسے مثانہ معدہ و جگر کو طاقت عظیم پیدا
کرتا ہے۔ قوت مردمی کی نایاب دوا ہے جسکی
تعریف حد توصیف سے باہر ہے ایک جلیل القدر
طبیب کا قول اور ہے کے شعر میں نظم کیا گیا ہے
اگر ماہی سقنقور کے بعد دنیا میں کوئی
دوا ہے تو یہی ممسک ہے بلحاظ سے۔
سرعت و رقت کے مرض کو دور کرتی ہے

قیمت فی بکس
۴۰ خوراک (ستے)

ماء اللحم عنبری دو آتشہ خاص الخاص

یہ ماء اللحم نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے یہ وہ
نسخہ ہے جسکی بدولت ہندوستان میں شہرت ہے پہلے صرف جگان
والیان ملک کے لیے تیار ہوتا تھا اب دواخانہ نے خاص طور پر
تیار کیا ہے تاکہ عوام الناس کو بھی نفع پہونچے نہایت قیمتی اور
نادر ادویات سے مثل مشک و عنبر تازہ میووں کے افشردہ سے
تیار کیا گیا ہے مقوی اعضائے رئیسہ ہاضم طعام رنگ بخشا
سرخ و سفید کرنے والا۔ کمزوری کو دور کرنے والا کامسر
ریاح ہو اسیر میں مفید۔ گردہ و مثانہ کو تقویت بخشنے والا
ہے قوت مردمی کو بڑھانے والا اور ممسک ہے رقت
و سرعت وغیرہ کو دور کرتا ہے۔

فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)
تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس پیمانہ مفت

طلائے مسیحی

اعصاب کی تقویت میں بےنظیر ہے گئی ہوئی
طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگوں نے
اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا
کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی وجہ
سے رگیں خراب ہوگئی ہوں انکے واسطے
حکم اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ میں
اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسوں کی
امید کو بر لاتا ہے اور معمولی شکایتوں
میں تو وہ اثر دکھاتا ہے اور ایسی طاقت
بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

قیمت فی شیشی
آٹھ روپیہ (مشے)

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت و توانائی پیدا کرنے کی نایاب دوا ہے جسکا مثل
و نظیر ملنا مشکل ہے۔ قوت مردمی کے اضافہ کرنے میں
بےنظیر ہے خون کو بڑھاتی اور حرارت اصلی میں ہیجان
پیدا کرتی ہے جریان و حرارت و رقت۔ بےخوابی کی
کثرت کو دور کرتی ہے مایوسوں اور ناامیدوں کی
امید کو بر لاتی ہے بڈھوں کو لطف شباب جوانوں کی
طاقت میں تیزی پیدا کرتی ہے آجتک سیکڑوں
نامراد اور برسوں کے مایوس العلاج اس سے صحت یاب
ہو چکے ہیں۔ اگر قاعدہ طریقہ پر پوری مدت تک استعمال
کی جائے تو قوت امساک میں بھی خاصی افزونی ہو

قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع
محصولڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطبا سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار ہے

فرمائش کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجیے | منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ | فہرست کلاں مفت طلب فرمائیے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب سید منظر علی صاحب ڈی ایڈیٹر اخبار البشیر تحریر فرماتے ہیں
کہ آج فیصدی ۹۹ اشخاص عینک کی ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں
جائے شکر ہے کہ حکیم سید نجھے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک
سے بے نیاز کر دینے کی سعی فرمائی ہے ہم مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہیں
کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس
سرمہ کی صرف دو سلائیوں میں قوت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بہت
کحل میں نہیں اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بےحد مفید
ہے قیمت فی شیشی عہ رسالہ مفت۔
تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

المشتہر
حکیم سید نجھے نواب بیت الشفا رکیبا (بہار) م

سچا ہمدم و دلی دوست

جب آپ کی طبیعت ناساز ہو بدہضمی تبخیر معدہ خفقان اختلاج
اور خون کی خرابی و کمی سے زندگی بیزار ہو گئی ہو دل کمزور ہو گیا
ہو ایسی حالت میں سمجھے ہم کا کام آتنک نگرہ گولیاں ہی
دیگی دل کو مضبوط بنا کر دلی دوست ہونے کا ثبوت
دیں گی ایک دفعہ ضرور تجربہ کریں قیمت فی ڈبیہ
عہ ۲۵ گولیاں چار روپیہ (للعہ)

وید شاستری جام نگر کاٹھیاوار
ایجنٹ اندر چند امین آباد چوک لکھنؤ

پری مہک تیل

دماغ کی راحت اور قوت کا ذمہ دار ہے خوشبودار ہے چکنا نہیں
بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے
سرٹیفکیٹ دیے ہیں طالبعلم اور دماغی کام کرنے والے اسکے فوائد کا اقرار
کرتے ہیں درد سر اور نزلہ کے مریض بار ہا آزما چکے ہیں گنج اور بالخورے
کا عمدہ علاج ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ بارہ شیشی کی قیمت عـ۵،
نمونہ کی شیشی قیمت ۳ر محصول ذمہ خریدار۔
کاٹ کی منڈی یا ایک ہی مرتبہ خریدتی ہے دروغ کو فروغ نہیں۔
منگا یئے اور آزمائش کیجیے
المشتہر تجارت پیشہ حضرات خط و کتابت سے طے کریں

مختار احمد بیڑی مرچنٹ موجد
پری مہک تیل آم گھاٹ کھدان ایجنگ پورہ لی الف ویو
نوٹ! ہمارے کارخانہ میں نہایت عمدہ اور خوش ذائقہ ہر قسم کی بیڑی
تیار ہوتی ہے قیمت فی ہزار عہ محصول ذمہ خریدار

مجلدات اودھ پنچ ۲۷-۱۹۲۶ء

اردو کو زندہ کرنے والے دل کو تازہ کرنے والے سیاسی ادبی
اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب میں محفوظ
رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد سے مع محصول۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ نجارک کمپنی امرتسر کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو — کف۔ کھانسی ہیضہ۔ دمہ۔ پیٹ کے درد
دست سنگرہنی۔ نزلہ اور بچوں کے امراض کیلئے
خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا
اثر کرتی ہیں۔ قیمت ۸ر میں سب جگہ بکتا ہے۔

دودھ گنج کیسری — یعنی داد کو بلا جلن کے جڑ سے کھونے والی
لاثانی دوا قیمت ۴ر

بال سدھا — بچوں کی کمزوری کو دور کرکے بدن کو مضبوط فربہ اور بھر
پتلا بنانے والی میٹھی دوا قیمت ۱۲ر ڈاک خرچ علیحدہ لگے گا۔

اپنے شہر کے دوا فروشوں
سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی
سول ایجنٹ اندر چند لکھنؤ
ہمارے یہاں کے سول ایجنٹ ایف مرزا اینڈ سنس گھوا لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انسے نقل کیگئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرلینے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ہو نیز ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصہ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف حیوۃ" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۱۰ و ۱۱ کے درمیان لپٹی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ ما بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیاز مند مینیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین مینیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شایع ہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف حیوٰۃ" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان شیٹ مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۴۳ نمبر ۴

مضامین

بابتہ ۲۸ رجنوری ۱۹۲۸ء

شراب کہنہ بجام نو

نمبر۳

(تتمہ ۱۴ رجنوری ۱۹۲۸ء)

نہ کر جام دینے میں ساقی درنگ
کہ واتی کو ٹلون کی لائی ہے رنگ

چلے آئے لندن کے فوجی وزیر
بڑے نیک طینت بڑے خوش ضمیر

سبب انکے آنے کا ہے مستتر
بظاہر ہے سرحد پہ ان کی نظر

اُٹھایا ہے سر چینی اشرار نے
لگے مرنے اور مارنے

خلاان سے سمجھے سناتے ہیں یہ
تجارت میں یادھا لگاتے ہیں یہ

تجارت مس عیب را کیمیا ست
تجارت لباس و تجارت غذا ست

اسی سے ہے سرسبز دولت کا روکھ
مٹاتی ہے یہ ملک گیری کی بھوکھ

گر چینکی اژدھا جاگ اُٹھا
تو برٹش تجارت کا کھٹکا اُٹھا

ادھر سے شرائط میں نرمی ہوئی
اُدھر روس کی پشت گرمی ہوئی

چلا کچھ نہ مکر فرنگی کا سحر
نہ کام آیا کچھ خانہ جنگی کا سحر

بھری اُسکے سر میں جو قومی ہوا
تو غیروں سے لڑنے پہ مائل ہوا

کہا اُس سے لے بھائی جنگی بھی لے
لنگوٹی بھی لے اور لنگی بھی لے

تجھے ٹیکس دینگے فرنگ اور فرنچ
بنے گا تو ہی شہر کا میئر پنچ

نہ دیگا کوئی تیرے کاموں میں دخل
لگا جتنے چاہے تو آڑو کے نخل

مگر باز آیا نہ وہ بد صفات
نہ مانی کسی طرح یاروں کی بات

ضرورت ہے ترتیب افواج کی
بندھے تا کہ دھاک انگلشی راج کی

اسی سے چلے آئے فوجی وزیر
کہ دیکھیں یہاں کتنے ہیں ہمصفیر

وہ نیپال کے چندر شمشیر جنگ
مطیع خیالات اہل فرنگ

مہینوں سے کلکتے میں ہیں مقیم
پئے امتیاز صحیح و سقیم

عجب کیا پڑھیں کچھ وفا کا سبق
ادا کچھ کریں خیر خواہی کا حق

گھرا دشمنوں میں ہے ہندوستان
ہو تبتیں دانتوں میں جیسے زبان

یہ ہوذی نہ نیپال سے منہ بڑھائے
بڑھائے تو سرکار سے منہ کی کھائے

بنا لاؤ دھر کو نہ تو یار غار
لہ ساقیا ساغر مے بیار

تجھے کیوں ہو سودائے جمہوریت
کہ قسمت میں تیری ہے مقہوریت

کہا کس نے تو چین کے خواب دیکھ
تو شیشے میں روسی مےئے ناب دیکھ

تجھے کیا جو ہلچل ہوئی چین میں
نہ تیرہ میں تو ہے نہ ہے تین میں

جو سوویٹ نے کھائیں تبائیں اُسے
وہ راس آگئیں دل سے بھائیں اُسے

چھڑی جنگ آزادئی ملک و مال
ہوئی غیر پر یہ ترقی وبال

کیا فتح جمہور نے نانکن
تو دارالحکومت ہوا کا ٹمن

ہوئے مستعد بہر پیکار و جنگ
جو انان جاپان و اہل فرنگ

ہوئے چین پر خشمگیں ہامون سام
دیا اُسکو مردم و جدل کا پیام

کلام ان سبھوں کا نہ اسنے سنا
گیدڑ بھبکیوں سے نہ مطلق ڈرا

یہ وہ دیکھیں جو لوگ مختار ہیں
نہ ہم تم کہ مجبور و بیکار ہیں

جو مرغوب ہے ہم کو ان کی ادا
وہ ہے خانہ جنگی کی پیاری صدا

پلاس قیا گھول کر آب الیم
کہ ہو دفع دل سے الف لام میم

کروں خانہ جنگی کی توصیف کچھ
نفاق اور دورنگی کی تعریف کچھ

ادھر تو حریفوں سے پیکار ہے
اُدھر باہمی جوتی پیزار ہے

ہزاروں کٹے اور ہزاروں مرے
ہوئے صاف یوں ہی پرے کے پرے

دماغوں میں کچھ ایسا آیا خلل
ہوا گرم بازار جنگ و جدل

نہیں چین ہی پر یہ طاری بلا
اسی میں ہے کل ایشیا مبتلا

عراق و عرب چین و ایران و ہند
اسی بیکسے کے ہیں یہ جملہ رند

ہے یورپ کے قبضے میں اسکی نکیل
وہ جس جا پہ چاہے اسے دے دھکیل

جنھیں ہے خیال وطن پروری
اُنھیں دُہری آفت ہے سہنی پڑی

کہ باہر سے اغیار کی مار ہے
تو اندر سے اپنوں کی یلغار ہے

نہ محفوظ ہے سامنا اور نہ پشت
اُدھر سے ہے لات اور ادھر سے ہے مشت

جو ہو جائیں اہل وطن متحد
نہ ہوں جنگ پر غیر یوں مستعد

وفا سے ہیں بیزار اہل عراق
عرب کا ہے دستور کفر و نفاق

نہیں چینیوں میں مروت کا نام
ازل سے ہیں یہ خوگر انقلاب

کہ سارے زمانے سے فائق ہیں عجم
اسی پر ہیں مغرور اہل عجم

انھیں یاد ہے بس افیم اور پلاؤ
کھلاؤ پلاؤ اور چنڈو پلاؤ

فدائے وطن ان میں ہے اک گروہ
وہ بیچارہ ہے صید رنج و ستوہ

اُٹھاتا ہے یہ کاویانی درفش
تو پڑتی ہے جنبیا پہ ملا کی کفش

یہ فتوے میں لکھتے ہیں ملائے صدر
کہ غدار پہ جاری کرو حد غدر

جو لے نام اصلاح آئین ملک
تو کہتے ہیں کی اسنے توہین ملک

محارم کی توقیر کرتا ہے یہ
شریعت کی تقصیر کرتا ہے یہ

ہوئی صیت جمہوریت گر بلند
تو ملانے گردن میں ڈالی کمند

جو بزم سیاسی مرتب ہوئی
کہ غیروں کی چالوں سے ہو مخلصی

تو جھلائے ملائے رشوت پناہ
کیا ایک دم میں اُسے بھی تباہ

کبھی روس و برٹش سے رشوت ملی
کبھی حضرت شہ سے اُجرت ملی

لیا زر سر ملک پر جڑ کے دھپ
مرے دونوں میٹھے کہا اور ہڑپ

نہین اب بھی ملکی ترقی پہ ختم
اگرچہ ہوا دورِ قاچار ختم
رضا شاہ ہین گو زمانہ شناس
مگر ہوتی جاتی ہے ان سے بھی یاس
اگر بانڈ معاصباے شاہی نے زور
تو ہو جائینگے شاہ سے یہ بھی چور
خوشامد بنا دے گی فرعون انھین
تو روکے گا قدوان سے کون انھین
نہین گے شہنشہ سے اللہ میان
غضب مین پھنسے گی رعایا کی جان
کیا ہے فراہم بقصد فرار
بدلشیبی خزانون مین زر بے شمار
جو باتین تھین انکی بھداوے کی تھین
یہ اصلاحین ساری دکھاوے کی تھین
نہین ملک ابھی زیر حکم عوام
وہی رشوہ گیری کا پھیلا ہے دام
رضا شاہ جب تھے سردار ملک
ترقی پہ تھے جملہ آثار ملک
تمام اہل دانش کو امید تھی
کہ اب عہد شاہی کی نکبت مٹی
مگر اب تو شاہی کا ہے رکھ رکھاؤ
وہی ہے منتین وہی ہے پلاؤ
وہی ہین مصاحب وہی ہین ندیم
وہی ہے گزک اور وہی ہے افیم
برہنہ جہازون کی ہے سیرگاہ
نہ قلعہ کوئی ہے نہ جنگی سپاہ
مچائین عدو سرحدون پہ اودھم
تو دیکھا کرین شاہ کیوان حشم
سعادت یہ سال گزشتہ کی تھی
جو اک دھول و آہنیون نے جڑی
بہا جنگی خانے کے افسر کا خون
نہ رنگین مگر کان پر شہ کے جون
چقا چاق خنجر بہ گردون رسید
زمین خون شد و خون بہ جیحون رسید
نہ سرحد ہے محکم نہ راہین درست
ارادے ہین چست اور افعال سست

محمد علی شہ سے چھینی ملی
تو احمد علی شہ کو گدی ملی
جو احمد علی شہ روانہ ہوئے
تو شاہِ رضا میر خانہ ہوئے
قرائن سے ہوتا ہے ثابت یہ طور
ابھی خانہ جنگی کا باقی ہے دور
پلا ساقیا لا کے تھوڑی چرس
چہ خفتہ چہ بیدار.... بس
یہی ہے ترقی بس ایران کی
کہ غیرون مین بیٹھین تو لین شان کی

نہ مالن یا پھول کا جو مطلق سے کام
وہ بھاتی ہا پسند بیگ باللہ سے
رہے شغل گھٹ و ہوا اور لہو کا
نہ نام آئے چرخے کا اور کوٹھو کا
نہ صنعت نہ حرفت نہ تعلیم ہو
اصول شریعت مین ترمیم ہو
وطن پروری سے نہ مطلب ہو کچھ
نہ تعلیم سائنس کا ڈھب ہو کچھ
فضائل قدیمی ہون بادر ہوا
رہین یہ اسیر کہنہ ہوا
نہ فن تجارت سے ہو آگہی
ہے تہذیب یورپ کا حاصل یہی؟
یہ گن ہو تو انسانون مین ہو شمار
نہ ہون اسمین کامل تو ہو ان کا بگاڑ
صنادید ایران کے آثار سے
رہین میوزیم جان بل کے بھرے
عظام رمیمہ کی سوداگری
استخوانہاے پوسیدہ
ہو صرف تماشاے غنیا گری
سنا ہے کہ اصلاح کا راہوار
ترقی کی منزل کا ہے رہ سپار
مگر اس نے پائی ہے چیونٹی کی چال
خدا راس لائے نہ بیکا ہو بال
نہ دیکھے وہ شاعر جہنم کا ہول
کہ مشہور عالم ہے جسکا یہ قول
ہمین کیا جو تربت پہ میلے رہے
ہو سب کچھ ہوا ہم اکیلے رہے
بہت سن چکا خانہ جنگی کا حال
بدہ ساقیا آب آتش جمال
نکالے ہین سوویٹ نے کیا ہاتھ پاؤن
چلی آ رہی ہے وہ تارون کی چھاؤن
دلِ ایشیا کو لبھاتی ہوئی
لجاتی ہوئی مسکراتی ہوئی
ارادہ ہے نزد دیگ ہند کا
بچا اس کے نخرون سے مولا بچا
یہ نیت کہ ہو ایشیا متحد
عداوت پہ انگلش کے ہو مستعد

"آب رو پوچھ ڈالیے۔ بارش کی چھینٹین چھتری نہین روک سکتی"

منم صاحب حشمت و ملک و مال
منم پور رستم منم جد زال
کرین ترک افیون اُڑائین شراب
پھرائین خواتین کو بے حجاب
سر بزم والی پی گھرڈا کرے
نہ کاتے نہ توسے نہ ڈکھڑا کرے
اگر گرم صحبت ہوا احباب کی
تو پی لی ہو ساقی مے ناب کی
جو شوہر کا حق ہو وہی دوست کا
سبق لے کتاب ہمہ اوست کا

بظاہر غلط اور وخوار ہے
مگر اس پہ قبضہ تیار سے ہے
ضرورت سے آتی نہیں باز یہ
نرالے دکھاتی ہے انداز یہ
ہوئی روس و انگلینڈ میں ایک چھوڑ
تو فوراً گئے آرکس لے کے دوڑ
سفارت کی جا کر تلاشی جو لی
لباسِ شرارت کی بخیہ کھلی
وہاں انشو کی مسالا ملا
کیا ایک نے دوسرے سے گلا
وہ غرایا اور جان بل بلبلائے
وہ غرایا اور جان بل سٹ پٹائے
تلاشی پہ پہلے تو غرنش ہوئی
مگر روسیوں ہی کی پھر چشں ہوئی
یہ تھا سالِ ماضی کا سیلا اثار
جو سوکھے تو شاید دکھائے بہار
پلا ساقیا لا کے کُپی میں شٹ
ابھی منزلیں چند کرنی ہیں طے
پلا اے کہ رنج و محن دور ہو
سیاہی شبِ غم کی کافور ہو
چمکنے لگے پھر محبت کا ماہ
کرے کبک عشرت کا پھر قاہ قاہ
ہوئی شہر مدراس میں کانگرس
ندارم بغیر از توقف سیادیس
ہوئے ایسی عجلت سے سب متحد
کہ گویا نہیں تھی کبھی ان میں ضد
ملیں ہیں تو بچھڑیں نہ پھر ساقیا
نہوں بھوت پھر ہو کے یہ اولیا
چھلکتا ہوا ساغر اک اور دے
نہ کر دیر دینے میں فی الفور دے
جسے پی کے ہو جائے تسکین قلب
جسے پیتے ہی ہو غم و رنج سلب
پئیں رند اگر خُم کے خُم ساقیا
تو پھر بھی نہ ہو عقل گم ساقیا
سن بست و ہفتم روانہ ہوا
جہنم میں اُس کا ٹھکانا ہوا

سنِ حال کا خیر مقدم ہو اب
نہ صدمہ کوئی ہو نہ کوئی تعب
جو ہم کو ستائے وہ ناپید ہو
وہ ہو کوئی خالد ہو یا زید ہو
ترقی پہ اقبال ہو پنچ کا
ظرافت میں ہو ذائقہ لنچ کا
رہے جگمگاتا ظرافت کا تاج
پئے گمرہاں بادشلِ سراج
ہدایت کرے وہ ظرافت کے ساتھ
نصیحت کرے وہ لطافت کے ساتھ
نہ ثانی ہو اس کا کسی شہر میں
اودھ پنچ جگ جگ جیے دہر میں
ظرافت کی پھیلے سدا روشنی
رہیں مستم ہو عدوئے دنی
مطالب ایڈیٹر کے بر آئیں سب
رہے اُس پہ ظلِ ہمایوں رب
خریدار خوشحال و خرم رہیں
وہ بنت بنت رہیں اور جم جم رہیں
نویسندگانِ ظرافت رقم
خدا کا رہے سب پہ فضل و کرم
گلِ دل کی پژمردہ ہونے نہ پائے
ہنسے خود بھی اور دوسروں کو ہنسائے
پریسمین اور کاتب اور سنگ ساز
خدایا ہوں ان سب کی عمریں دراز
ملے جام اکشائے نمبر بھری
ہوئی ختم بندے کی اب شاعری
دعا پر ہوا ساقی نامہ تمام
فتمّ الکلام السلام السلام

راقم
رند قدیم

بقلم

رات تھوڑی سوانگ بہتیرے
خامہ مضمون کو کس طرح گھیرے

خط کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھیے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

شرح ادبار بر کلام اقبال

مولانا پنچ - لیجیے حضرت دوسرا تحفہ - یہ کنار رزاق سے نہیں دلّی کی جامعہ ملیہ اسلامیہ سے ملا ہے. چھوٹے سے کارڈ پر مبلغ تین راس شعر فارسی کے بہت خوبصورت چھپے ہوئے ہیں - سرے پر بخط نسخ لکھا ہے "جامعہ کا ھدیہ" جامعہ عربی میں طوق کو بھی کہتے ہیں - کسی ادیب نے اس جامعہ کی مہر چاند تارے کی شکل میں غالباً اسی وجہ سے رکھی ہے کہ طوق کی شکل سے ملتی جلتی رہے اس چاند تارے کے پیٹ میں دو درخت کھجور کے بھی بنے ہیں یہ بھی کسی ادیب کی شوخی طبع پر دلالت کرتے ہیں - کیا معنی کہ مُثَقَّلَۃ جُمُعَۃ کا ترجمہ ہے خرما یک مُشت" طالبانِ جامعہ بعد فراغ رگنا ئزڈ نہ ہونے کی وجہ سے مٹھی بھر کھجوروں پر قناعت نہ کرینگے تو اور کیا کرینگے۔

اس لال لال مہر کے نیچے کالی کالی چھ سطریں ہیں جن میں نقاش نے حروف ایک خاص ترتیب سے جمع کر دیے ہیں واللہ بالکل معلوم ہوتا ہے جیسے کچھ لکھا ہے - ہاں ہاں لکھا ہے - اور پڑھا بھی جاتا ہے جس پڑھے لکھے آدمی کے سامنے رکھ دیجیے گا وہ پڑھ لے گا اور جھٹ سے کہدے گا کہ یہ کوئی فارسی ترانہ ہے (ترانہ باصطلاح موسیقی بے معنی الفاظ یا نوع و نغمہ مخصوص تنانا توم تنانا توم تدارے دانی توم) ہندوستانیوں کے فارسی دیوان کی تشبیہ ایک مقبول انام پختہ کار ظریف شاعر نے خوب دی ہے فرماتا ہے ؎

فارسی میں کسی ہندی کا جو دیوان نکلا
بیضۂ بلبلِ شیراز سے ٹوئیاں نکلا

اس تشبیہ کی باریکیاں عوام کی سمجھ میں نہیں آسکتیں اسلیے توضیح کی ضرورت ہے - سنیے حضرت بلبل کی بولی ایک تو عام ہوتی ہے جو ہر موسم میں ہر ایک جگہ کے بلبل بولتے ہیں اور ایک خاص موسم بہار سے متعلق ہے جب گلاب کی لمبی لمبی شاخوں پر نیسانی ابر کے شامیانے کے نیچے بیٹھ کے اور دوسرے حریف کو زبان کھولنے کا پیام جنگ دیکے حضرت بولتے ہیں

شیراز کا بلبل دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ اسی طرح جناب مولوی ٹوئیان صاحب (طوطے کی چھوٹی قسم) کی بھی دو بولیاں ہیں ایک عام وہی وقدرتی یعنی ٹے ٹے ٹوئین۔ اور دوسری کسبی یعنی سکھائی ہوئی ہمارے ناظرین بخوبی جانتے ہیں کہ سکھائی ہوئی بولی کے معانی جناب مولوی ٹوئیان صاحب نہیں جانتے وہ صرف آواز کی نقل فرماتے ہیں جو اُنکی آلۂ حافظۃ الصوت میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ مولوی ٹیان صاحب اتنے ذہین نہیں ہوتے جتنے حضرت مولانا ابہر صاحب ہوتے ہیں۔ جس طرح شیراز کا بلبل مشہور ہے اُسی طرح ہندوستانی ٹوئیان مشہور ہے۔ مولوی ٹیان صاحب ذری دیر گیر ہیں مگر سخت گیر۔ شعر مذکور میں قصد شاعر یہ ہے کہ اُن دو مختلف جانوروں کی بولیوں کا تفاوت دکھائے جنمیں سے ایک کی عام اور خاص دونوں قسم کی بولیاں وہی ہیں اور دوسرے کی وہی بولی تو ٹےٹین ٹین مگر صحبت کے اثر اور نقالی کی قوت نے بذریعہ اکتساب اُسکی زبان سے کچھ الفاظ نکلوا دیے جنکے معنی وہ خود نہیں جانتا معلم کو "سٹھو بیٹے" کہتے سُنا تو وہی یاد کر لیا۔ "آتا دو" تو یاد ہے مگر "آتے" کا مفہوم جانتے ہیں نہ "دو" کے معنی بیضہ ہے بلبل شیراز کا۔ فطرت کا مقتضے یہ تھا کہ اسمیں سے بلبل نکلتا اور اپنی ہزار داستانی کا ثبوت پیش کرتا مگر ناجنس کی تربیت نے ماوا بدل دیا بچے صاحب نکلے تو پہلے ٹین ٹین ٹوئین کہتے رہے (ان حرفوں کا وجود فارسی الف بے میں نہیں ہے) بعد ازاں بدلیشی آب و ہوا میں رہنے اور ناجنس کی صحبت پانے سے جو آوازیں کانوں میں پڑیں وہی بولنے لگے۔

مرتب جامعہ کے مصنف صاحب کا دیوان ہمارے سامنے نہیں ہے جو ہم ٹوئیان ہزاری بیضۂ بلبل کے زیادہ نمونہ پیش کر سکیں۔ حروف کی یہ چھ سطریں پڑھ کر ہیں لیتے کا رڈ کے خوشنما مطلا مذہب پنجرے میں بچے ٹوئیان بند ہیں ہو نہیں معلوم کہ انکی عمر کیا ہے اور کب شاعر صاحب دام اقبالہ کو شیراز سے ہو تحفہ یہ

انڈے دستیاب ہوے" فرماتے ہیں ؎

اے کہ از خم خانۂ فطرت بجامم ریختی
زآتش صہبائے من گبنار مینائے مرا

پہلے مصرعہ کا ہندی ترجمہ تو یہ ہوا کہ فطرت یا قدرتی خم خانہ (شراب کے گھڑوں کا گودام) سے میرے جام (پیالہ) میں تونے ٹپکائی۔ سرپا تو خود ٹپک پڑا۔ دونوں معنی ہو سکتے ہیں)

اور دوسرے مصرعہ کے معنی اگر منقول عنہ کی صحت پر اعتبار کیجیے اور "گبنار" پڑھیے تو یہ ہونگے۔ "کہ میری شراب کی آگ سے میرے کنٹر شیشہ کو چھوڑ دے"

اور اگر "بگداز" پڑھیے تو یہ معنی ہوے :-
میری ہی شراب کی آگ سے میرا شیشہ پگھلا دے۔
بہر تقدیر "ترانہ" میں بھی الفاظ ہی ہوتے ہیں البتہ ایک لفظ دوسرے سے معنوی ربط نہیں رکھتا۔ آپ خود ہی معائنہ کر سکتے ہیں کہ یہاں معنوی ربط نہ لفظ کو لفظ سے ہے نہ ایک مصرعے کو دوسرے مصرعے سے۔ یہ تو ہوا ایک وصف۔

دوسرا وصف سنیے۔ مشہور کنایات بھی شعرا اس نہج سے استعمال کرتے ہیں کہ جس امر کی طرف کنایہ ہے وہ محل استعمال سے بغیر تصریح سُننے والے پر واضح ہو جائے۔ حضرت ہیں کنایہ کے موجد اور سمجھتے ہیں کہ جن ذہنی معہودات یعنی ایجادات سے ہم کام لے رہے ہیں وہ عام ہو چکے ہیں اور تمام اہل ہنر اُنھیں جانتے بھی ہیں لہذا ایسے قرینہ کی ضرورت نہیں جو سامع کے ذہن کو اصل مقصود کی طرف کھینچ لیجائے۔ مثلاً ایک فلسفی شاعر کی مثنوی کا شعر ہے ؎

او مرے دل کے جلانے والے
آگ میں آگ لگانے والے (مرزا)

یہ "آگ" سے "دل" کی تعبیر شعرا میں کھپائی ہوئی بات ہے یہاں دل جلانے سے مراد ہے "خلاف مزاج اور ناگوار برتاؤ" (مثلاً وصل سے انکار۔ دور رہنے پر اصرار۔ بوسے پہ تکرار) یہ بھی اہل زبان میں مشہور ہے۔ ان دونوں باتوں کی شہرت دوسرے مصرعے کے معنی کا لطف ظاہر کرتی ہے۔

"دل کیا جلایا آگ میں آگ لگائی"
یا مثلاً میر صاحب فرماتے ہیں ؎

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
یک شعلہ برق خرمن صد کوہ طور تھا

یہاں میر صاحب کا مقصود کلیم (موسیٰ) کی افسردہ دلی کا اظہار ہے۔ کلیم کا قصہ مشہور ہے اور آتش عشق حقیقی یا صحیح شوق کے وظائف و آثار بھی مشہور ہیں۔ کلیم کوہ طور پر گئے تھے وہاں اُنھوں نے دیدار الٰہی کی آرزو ظاہر کی تھی۔ پہلے انکار ہوا پھر ایک برق چمکا کے دل کی مضبوطی کا امتحان لیا گیا یا محال کا محال ہونا واضح کر دیا گیا بجلی چمکی طالب دیدار غش کھا کے گرا۔ آئی گئی کوہ طور کے سر گئی وہ جل کے خاک ہو گیا۔ غش کھا کے گر پڑنے کے یہ معنی ہوے کہ دل افسردہ تھا ورنہ جس دل میں آتش اشتیاق بھڑک اُٹھتی ہے وہ کہیں بجلی کی چمک سے مرعوب ہوتا ہے؟ سو کوہ طور ایک جگہ مثلاً کی طرح ڈھیر کیے جائیں تو دل سے نکلا ہوا شعلہ اُنھیں خاک سیاہ کر دے۔ کلیم اپنے دل کی آگ سے بجلی کا مقابلہ کرتے بیہوش نہوتے "دیدار" پر اصرار کرتے رہتے تو شاید شوق پورا ہو جاتا۔ اب آپ زیر تنقید شعر کے معنی بھی اسی طرح ہمیں سمجھا دیجیے۔
خمخانۂ فطرت کیا ہے؟
"بجامم" کیا ہے؟
"آتش صہبائے من" کیا ہے؟
مینا گدازی یا مینا گذاری کیا ہے؟

شراب خانے "اور شراب" کے لوازم اس شعر سے نکال دیجیے۔ خمخانۂ فطرت کو فطرت سمجھیے۔ جام سے ظرف نفس انسانی یا دل شاعر مراد لیجیے۔ جو چیز اس جام میں ٹپکی اُسے روح یا مینا فرض کیجیے تب بھی "ز آتش صہبائے من گبنار یا بگداز مینائے مرا" کا مفہوم سمجھ کے پنجرے سے نکلا جاتا اور "توم تنا نا نا توم تنا نا" پڑھ رہا ہے منقوش الفاظ میں آواز نہیں ہوتی اس وجہ سے نغمہ کا لطف بھی اس ٹین ٹین ٹوئین سے حاصل نہیں ہو سکتا حضرت شاعر دام اقبالہ اگر شیرازی بلبل پالتے اور اسکے انڈے حاصل فرماتے ہیں تو اُنھیں لازم

کانگریس پارٹی

BOYCOTT WILL NOT

م-ش پارٹی

ج پارٹی

BOYCOTT MUST

ج-پارٹی :- ہائے غیرت بے شرم "

ش-پارٹی :- یہی مین بھی خیال کرتا ہون - مزید بران سرکش - شورہ پشت اور متمرد بھی "

ج-پارٹی :- بھلا اس کے سوا اور کیا ہے "

ش-پارٹی :- جو کچھ رائے عالی ہو "

کانگریس پارٹی :- بھائیو ہم کیا کہین ؟ "

کہ لومڑیوں کی قربت سے ان بلبلوں کو بچائیں۔ اور بلبلوں کی جگہ لومڑیوں کی نمائش نہ فرمائیں۔ لومڑیوں کا دوسرا جوڑا ملاحظہ ہو ؎

عشق را سرمایہ سازد از گرمی فریادِ من
شعلۂ بیباک گردان خاک سینائے مرا

"میری فریاد کی جلن سے عشق کی پونجی بنا میرے سینا (کوہ طور) کو ایک شعلۂ بے باک کر دے۔"

یہ تو ہوا ترجمہ۔ اگر آپ ترجمے سے شاعر کا مطلب نہیں سمجھے تو بندہ مجبور ہے۔ مخاطب کا نام ظاہر نہیں ہے۔ "اُسے" "اے کہ" کہتے ہیں وہ خم خانۂ فطرت سے "جام" میں خود ٹپکتا یا کچھ ٹپکاتا ہے یہی اُسکی صفت ہے۔ پہلی فرمائش یہ ہوئی کہ میری شراب کی آگ سے میری مینا کو پگھلا دے۔ دوسری فرمائش یہ ہے کہ چیخ پکار (فریاد) کی دھندک (اصل لفظ ونڈک ہے) سمیٹ کے اُس سے عشق کی پونجی یا روکڑ بنا۔ اور تیسری فرمائش یہ ہوئی کہ میرے سینا کی راکھ یا بھوبھل ایک ڈھیٹ لوکے کے بھیس میں جنم لے۔ اگر عشق کوئی بنیا ہے تو چیخ پکار کی دھندک اُسکی روکڑ ہو سکتی ہے لیکن کوہ سینا کی بھوبھل ڈھیٹ لوکا بن کے اس بنیے کا کیا بنا لے گی! کیا یہ بیاج (سود) کی رقم ہوگی؟۔

آخری ہو یہ ؎

چون بمیرم از غبارِ من چراغِ لالہ ساز
تازہ کن داغِ مرا سوزان بصحرائے مرا

فرماتے ہیں "جب وہ شخص مرجائے تو اُسکی ریت سے لالے کا چراغ بنا۔ (یہ چوتھی فرمائش ہے) اُس شخص کے دھبّے کو نیا کر کے کسی جنگل میں جلا دے۔ (یہ پانچویں فرمائش ہے)" آپ کو واللہ ان پانچوں فرمائشوں کو یکجا فرما کے ذری دیکھیے تو عجب دل لگی ہے۔ واہ! آتش صہبا سے مینا (دفتح نہ پڑھیے) پگھلی (یا چھوٹی) گرمی فریاد سے عشق کا سرمایہ جمع ہوا سینا سے شاعر کی خاک شعلۂ بیباک ہوئی اتنی باتیں زندگی سے متعلق ہیں اب شاعر کی جان سے دور (دائی شبدی نے) انتقال کیا تو خاک کا چراغ لالے کی صورت میں تیار ہوا اُسمیں نیا داغ بجھا اور ایک صحرا میں جلا دیا گیا۔ یعنی ٹین ٹین ٹوٹین۔ نہ ہم سمجھے نہ آپ۔ ما بخیر شما بسلامت۔ وہی جانے جو خمخانۂ فطرت سے جام میں ٹپکا۔

حالا بشنو اہم کہ این ہدیہ جامعہ را مکس بکنم۔ گوش کنید و کور شوید ؎

شمع فانوس خیالی را بکامم ریختی
بلبل سرمائے افسونی بدامم ریختی
سرمۂ دنبالہ رس شلوار خانم ریختی
اے کہ از خم خانۂ فطرت بجامم ریختی
زآتش صہبائے من بگداز مینائے مرا
اے کہ از مینائے ٹیان دل بسود آمیختی
اے کہ از مینائے کوہی عشق را آمیختی
چوب گردن راچو شمشیر جوان آمیختی
اے کہ از خم خانۂ فطرت...... الخ

دیگر گوش کنید ؎

از فلک بستان نوائے طوطی جلادِ من
واز جگر بنما فرونہ سرکہ پُر بادِ من
چشم را نبان بسا دو بے ستون فرہادِ من
عشق را سرمایہ سازد از گرمی فریادِ من
شعلۂ بیباک گردان خاک سینائے مرا

الھدیۃ الثالثہ ؎

شیروان برگشتہ واژون سبق باغ لالہ ساز
برگ فرخندہ نظر حدّاد زاغ لالہ ساز
سنگ لبست وادیٔ عمان واغ لالہ ساز
چون بمیرم از غبارِ من چراغِ لالہ ساز
تازہ کن داغِ مرا سوزان بصحرائے مرا

واللہ اگر معنی و مطلب سے کچھ غرض نہو تو شاعری بہت آسان چیز ہے صرف وزن شعری کا جاننا کافی ہے۔ یوں کہنے کو تو ہم نے تصوف کی نظم و نثر کتابیں دیکھی ہیں اور شعرائے ایران کا کلام اکثر زیر مطالعہ رہا مگر درحقیقت ہم خود اس وادی میں اجنبی محض ہیں اور خدا جانتا ہے کہ دل نہیں باور کرتا۔ بار بار یہی کہتا ہے کہ ہرگز یہ کلام مشہور لائق فائق شاعر کا نہیں کار ڈین کوئی پتا نشان نہیں کسی نے دل لگی کو جھوٹ موٹ تخلص لکھ دیا تاکہ ایک فرد کامل کی آڑ میں رہ کے سخنوروں کے اعتراض سے محفوظ رہے۔

بہر حال دل لگی ہو چکی۔ ذہن کی بلادت اور بھلا کورڑھ مغز ہونا اگر معنی فہمی سے معذور ہے تو خدا کے لیے کوئی صاحب "ہدیہ جامعہ" کے اشعار کی شرح لکھ کے ہمیں مطمئن کریں مگر "کنایات و استعارات" کی توضیح خود ساختہ نہو۔ دوسرے شعرا کی سند ضرور پیش فرمائیں اگر ہمارا اطمینان ہو گیا تو ہم فوراً اپنی غلطی کا اعلان کردیں گے خدانخواستہ کوئی دلی کدورت نہیں۔ نہ کسی کا نقص دوسرے شخص کو اہل کمال کی فہرست میں جگہ دلوا سکتا ہے۔ اچھا جناب مولانا!

ٹین ٹین ٹوٹین فقط

راقم ——

طالب عفو اوبار الشعرا عفی عنہ

مولانا پنچ کی نوٹ بک

شب براتی پڑاقا

دیکھا آپنے خواجہ حسن نظامی صاحب کو ہم دو برس سے منع کر رہے ہیں کہ "آتش بازی" سے لاگ ڈانٹ اچھی نہیں۔ یہ آگ ہے کسی کی دوست نہیں کبھی مطیع لونڈی ہے اور کبھی سرکش زوجہ۔ مگر حضرت کس کی سنتے ہیں آخر شب برات آنے بھی نہ پائی تھی کہ آتشبازی نے انتقام کی ٹھہرائی۔ عام خیال تو یہ ہے کہ اُن پر کسی دشمن نے پستول سے حملہ کیا مگر ہمجانب کوئی عام خیال کے باپ کے نوکر نہیں ہیں۔ ہو نہو یہ مرحوم آتشبازی کی دل میں دبی ہوئی آگ کا شعلہ تھا جو ایک سال ہفتہ بھر پہلے بھڑک اُٹھا۔ ابھی اس "دشمن بٹ" کا مرتکب گرفتار نہیں ہوا لیکن پولیس نے تفریحاً جس شخص کو پکڑا ہے وہ ایک نوجوان ہے۔ حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ بھائی سنو لیا مرحوم دشمنِ آتشبازی تھے یا نہیں؟۔

خیر بڑی کل بل ٹل گئی۔ ہمارے خواجہ بچ بال بال بچے اور "آتشبازی" کے خراب نتائج کا خوفناک مشاہدہ کرنے کے بعد بچے۔ اُمید ہے کہ اب وہ دُنیا بھر میں آگ کا نس نہ رہنے دینگے اور یہ خطرناک چیز اب کہیں ڈھونڈھے نہ ملے گی۔ بوڑھوں کے ساتھ بھی یکسنت مشغول کرنے لگی۔

"بازی بازی برلیش بابا ہم بازی"

ردیف نہیں ہے

گزشتہ ہفتہ میں انجمن معراج الادب کا دھوم دھام کا مشاعرہ ہوا اور خوب ہوا۔ سُنتے ہیں کہ محفل کی آرائش میں کامل اہتمام کیا گیا تھا۔ اکثر نامی شعرا موجود تھے۔ غزلیں پڑھی گئیں۔ داد ہی کچھ شرط تو ہوتا نہیں۔ قسمتوروں کو سامعین کی طرف سے پیٹ بھر کے دی گئی۔

طرح کا مصرعہ تھا ؎

دُنیا نہ اُلٹ دوں تو میرا نام نہیں ہے

معتمد انجمن نے اعلان میں پہلے ہی سے لکھ دیا تھا "قافیہ۔ کام آرام۔ ردیف۔ نہیں ہے"

وہی ہوا اکثر شاعروں کے اشعار میں کہیں ردیف کا نام نہیں۔ "ہے" صاحب بفضل خدا معلق۔ بالکل بیکار۔ خواہ مخواہ بیت کا وزن پورا کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اکثر اشعار میں محاورے کا خون کرتے اور طرح مخل نظر آتے ہیں۔

مشہور ہے کہ شاعر جان بوجھ کے کسی عیب کا ارتکاب کرے تو وہ عیب مواخذہ کے قابل نہیں رہتا حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حرف ردی پہلے مصرعے میں ساکن دوسرے میں متحرک ہے مگر "صلاح کار" سے بے تعلقی کا اعلان آڑے آ گیا۔ شاد مرحوم کہتے ہیں ؎

مثل یہ شاد بالکل سچ ہے ہم کج مج زبانوں کی
زبان شیری ملک گیری زبان شیریں ملک بانکا

یہاں "کج مج زبانی" کا اقرار "شیری اور ملک" کی غلطی آشکار ہو جانے پر بھی شاعر کی جان معترضین کے حملوں سے بچا جاتا ہے۔

لہٰذا اب نہ رہا کوئی حق "ہے" کے تھسو ہو جانے پر کسی کو اعتراض کرنے کا اور پھر غزلوں کے۔ اسلیے کہ سکریٹری صاحب خود ہی کہتے ہیں "ردیف نہیں ہے" ہاں صاحب نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ مطلق نہیں ہے۔

ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

جن لوگوں نے امیر حمزہ کی داستان دیکھی ہے انھیں خواجہ عمرو عیار کے "دام الیاسی" کے خواص معلوم ہونگے۔ یہ جال اپنے دام دار (مالک) کا تابع فرمان تھا۔ کہہ دیا کہ بڑھ جا! تو حد دو عالم تک بڑھ گیا۔ کم ہونے کا اشارہ کیا تو دانۂ خشخاش میں سما گیا۔ فوج کی فوج مختصر ہو کے اُسی میں چھپ رہتی تھی۔

ہمیں اس زمانے سے بھی عجیب تر ایک قانون کا علم ہے جو بلحاظ وسعت کے آگے دام الیاسی کی حقیقت نہیں اسے عرف عام میں قانون اشتباہ کہتے ہیں یہ مثل دام الیاسی پولیس کے ہاتھ میں ہے۔ اسلیے مقابلے میں کوئی افسون کام نہیں دیتا۔ خدا نہ کرے کہ شبہہ کے دام میں کوئی بیگناہ پھنسے۔ پھر ایک نہیں چلتی۔ چنانچہ سُنتے ہیں کہ ایک غریب جرم کے شبہہ میں گرفتار ہو کے ہفتوں اپنے نصیبوں کو جھینکا کرتا رہا۔ چالان ہونے پر مجسٹریٹ نے رہا کر دیا۔ اتنی انسانیت فرمائی کہ تجویز میں بھی اظہار افسوس کیا اور زبانی بھی کہا "آپ کو بہت تکلیف ہوئی مجھے افسوس ہے" کیسے وہ غریب آپکے افسوس کو اوڑھے یا بچھائے خدا جانے اتنے دن کیونکر کٹے دل پر کیا گزری۔ زن و فرزند کا کیا حال ہوا۔ یہ افسوس خشک اُسکے کس کام کا۔

پروفیسر لال بجھکڑ

دہلی کے پروفیسر سندر شکتی صاحب بھی دور حاضر کے لال بجھکڑ ہیں آپ کے چند مطبوعہ افادات ہم نے دیکھے۔ خلاصہ سُن لیجیے۔ فرماتے ہیں کہ سائمن کمیشن ابتداءً مشتبہ اور پرعامل ہوگا مگر انجام میں وہی ہوگا جو ہندوستانی چاہتے ہیں۔ فضائے ہندوستانیوں کے واسطے وسیع ہو جائے گی۔ خطاب پائے ہوئے ہندوستانی اور والیان ملک اسکی حمایت کرینگے (یعنی بائیکاٹ کا بُرقعہ پھس پھسا کے رہ جائے گا) اور جناب سائمن آئندہ اعلیٰ حکومت ہند کی کرسی پر جلوہ افروز ہونگے۔

یہ پیش گوئی واقعی بہت گہری ہے۔ پروفیسر صاحب دور کی کوڑی لائے معلوم ہوا کہ دُنیا اہل کمال سے خالی نہیں۔ اگلے زمانہ میں بھی ایک منجم جب ابر آتا تھا تو کہتا تھا کہ یا برسے گا یا نہ برسے گا۔ اسکی پیشگوئی ٹھیک ہوتی تھی۔ پروفیسر صاحب کے بارے میں عام شہرت ہے کہ آپ جس دن جو تاریخ ہونے والی ہے بہت آسانی کے ساتھ بتا دیتے ہیں پھر کیا مجال جو اُسمیں فرق ہو۔

البتہ آخری بات میں ذرا سا شبہ ہے یعنی سر سائمن آئندہ وائسرائے ہونگے یا لندنی ہوا پیا اخبار نویسوں نے کمیشن کا رعب قائم کرنے کی غرض سے یہ چٹ پٹا چھوڑا ہے۔ تاکہ دُنیا اس جوڑ توڑ یا بلی خاری سے ڈر جائے۔ لیڈر اپنی جگہ سہم جائیں کہ آئندہ حضرت ہی سے سابقہ ہوگا بگاڑنا ٹھیک نہیں۔ چاکر کو کرحقدار اُمیدوار جبین نیاز سے بھرکتے ہوئے سجدے سے پیشگی ٹیکانے لگیں کہ حضور بھول نہ جائیگا کیا معنے کہ چار برس پہلے سے کسی وائسرائے کے تقرر کا اعلان آج تک نہیں ہوا۔

المختصرات

ہڑتال نے زور باندھا شہر بھر میں کسی کی چندیا پر بال نظر نہیں آتے کانگریس کی ہڑتال اور لیڈروں کا چونا لگے ہوا بنا تمام شہر میں سناٹا ہوگا (اہل الہڑتال کا اعلان)

لاحول ولاقوۃ کیسی ہڑتال۔ تیسری فروری کو سائمن کمیشن کی آمد کی خوشی میں خوب آتشبازی چھوٹی اور شب برات تک برابر چھوٹے گی۔ بھلا میلاد کا سلسلہ طے نہ ہو اور ہڑتال ہو جائے۔ یہ ناممکن ہے۔ ہندوؤں کا ساتھ کون دے۔ (میلاد کمیٹی کا قول) انشاء اللہ سرکاری اعلان۔

وفاداران حکومت نے بعمیم قلب کمیشن کا استقبال کیا چند شر و لیشت کھیڑا پھیلاتے رہے مگر انھیں شکست ہوئی۔ عنقریب کمیشن اپنا کام شروع کر دے گا ملکی آب و ہوا بالکل کمیشن کے موافق ہے۔ سپاسنامہ اور مبارکباد کے تار چلے آتے ہیں جواب دینے کی مہلت نہیں۔

ملکی نجاست کا اعلان۔ مکمل مستی عدم آئینہ کہلاتا ہے۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظرافت پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچہ مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید قیمت روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ ما بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین اور راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین " اودھ پنچ " کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۵

مضامین

بابت ۷ فروری ۱۹۲۸ء

دور حاضرہ کی اُردو پر تبصرہ

لغات مروجہ زمانۂ حال بطرز نصاب

چون العمر آمد از جوانی
قریب الجوانی سیاہ الجعل
در رانہ العمر یعنی پیر فانی
فعولن فعولن فعولن فعل

معانی کن بہ ہاون وستہ تحلیل
ز فہرست فہرس کند اکتفا
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل
کہ درع ماکد را ور خذ ما صفا

ورزش اشک بمژہ گو تر چیں قیاس کن
مجلہ جریدہ در آمد قبول
مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن
فعولن فعولن فعولن فعول

شب گداز ہیت گھلاوٹ گو ہیت شیرین سخن
سنسنی خیز را قیاس کمن
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
فاعلاتن مفاعلن فعلن

زبان زجدت یاران فن تبنگ آمد
پے اُردو ادب تازہ اساس است
کہ بہر معنی بز جوش پُر اُمنگ آمد
چناب و جہلم و راوی بیاس است

نفسیات و ملیات و عشقیات حسنیات
لمسیات و جذبات و برقیات خشکیات
مالیات و حسیات و خواہشات و حیدقیات
صرفیات و فضلیات و ہستیات و موقتیات

سالم جمع مونث ہزلیات و واہیات
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

نمونۂ اُردو مختصر فسانہ نویسی

۱

رشیدہ باوجود نسیان آموز عشقیات کے اپنی محتشمہ والدہ کے فرمودات پر صبر گزین تھی اُس کی حیات ابدی کا شاہکار دہ صحیفہ زرین سمجھا جاتا تھا جو محتسبہ تحیص کا چراغ زیر دامن تھا معصوم لڑکی کے نفسیات پر ابلیس صفت حملہ آوروں نے پے در پے ضرب لگائی جذبات محبت کے تموج سے اُسکے قلب میں گدگدیت مینے گھر بنا لیا تھا اور نا لمائے قبینہ کے سنسنی خیز واقعات نے جوان العمر معصومہ کو ہیجریات سے سالقہ اندوز کر دیا۔

۲

شاخ زرین کا سمندر اپنے اندر سُن محیر العقول خزانون کو لیے ہوے تھا جودت قدرت کی ودیعت مقدس تھے مُرغان چمن کے ترنم زا زمزمات نے عصمت فروش غنچون کے عُریان جسم کو لمسیات حیا سوز سے متصادم کر دیا رشیدہ نے برقیات تخیل ریز پہلوامن افشانی شروع کی آخر کار مالیات سے قطع نظر کر کے وہ اپنے حقیقی عاشق کے تصور مین اپنی غارت گر حسیات سے کام لینے لگی دفعتہً وہ اک گوہر سرشک طوفان در بغل جہاں قورات حسنیات سے مالامال تھا جمع مؤنث سالم کو عذاب الٰہی کی زنجیرون مین جکڑے ہوے۔ اُسکے ارغوانی رخسار پر ٹپک پڑا وہ اُٹھی اور سامنے والی کھڑکی سے بنجارات ارضیات کا تماشا دیکھنے لگی حیاے جنس لطیف وصنف نازک مشاہدات مرئیات سے خارج ہو کر مخفیات شفقی مین روپوش ہو گئی دامن بدل لگندہ زخمیات سے جراحت فروش مادیات کو علے الرغم مقصود صبر آزما خوزناہونی پر قربانی چڑھا دیا آہ اے غریب لڑکی تو کیا جانتی تھی کہ لرزش نگاہ استغاثہ فروش محبت ہے۔ ہریان کار تخیلات اور یا مالی دستگاہ شعلہ انانیت جو سالک جادہ ارتقائی تھا دامن برق پر انگڑائیان لیتے لیتے غرق نوم ہو گیا اور بر عشرہ برابر امام تصورات تصدیقی نے زاویۂ خمول سے نکال کر جہنم کے طبقہ اسفل السافلین مین جھونک دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

”ادب لطیف کا طرز احسن“

منطق آرا بیگم بنام والسرائے

لاٹ صاحب!

میری بندگی۔ مجھے تم سے بہت شکایت ہے۔ مانا کہ تم بڑے آدمی ہو۔ مین تمھاری رعیت ہون۔ مگر عہدے مین تم بڑے ہو تو سن مین کہین مین تم سے بڑی ہون۔ اور سچ پوچھو تو بڑائی چھٹائی کیسی؟ منطق بڑی چھوٹی نہین ہوتی قیاس چھوٹے کا ہو یا بڑے کا ٹھیک اور صحیح ہونا چاہیے کوئی خدانخواستہ دشمناگی تو ہے نہین عقل کی بحث ہے۔ اگر مین نے اپنے رقعون مین کوئی غلط بات لکھی تھی۔ تو صاحب تم نے ٹوک دیا ہوتا۔ مین فوراً ہاری مان لیتی۔ خیر تم جیو سلامت رہو چاہے جواب دو یا نہ دو خیر خواہ بڑے بوڑھون کا فرض ہے کہ اپنی خیر خواہی سے نہ چوکین۔ میرے لاٹ۔ مین انگریزی نہین جانتی۔ اپنے نواب سے کئی مرتبہ کہا کہ مجھے گڈ ڈ ائی۔ تھنکو سکھا دو آخر جو میم کی ہے تو اسی لیے کہ اچھی طرح گٹ پٹ کرنے لگو حاکم حکام تمھاری بولی سے خوش ہون جو آج مجھے انگریزی پڑھوا دیتے تو میم سے شادی کی ضرورت نہوتی مگر اُس اللہ کے بندے نے میری بات سُنی ان سُنی کر دی اور مجھے انگریزی نہ آئی اسی وجہ سے تمھاری انگریزی کی تقریر مین نے نہین پڑھی اُردو کے پرچون مین جو کچھ چھپا وہی دیکھا اور اُسی کو دیکھ کے دو بول لکھنے بیٹھ گئی۔

سچ کہتی ہون تمھاری بھولی بھولی باتین دل کو بہت پسند آئین شاہی کمیشن

بارے مین تم نے جو کچھ کہا اپنے دیدون کی قسم بالکل سچ کہا۔

جو لوگ یہ کہتے ہین کہ کمیشن کے انتخاب کی موجودہ صورت بُری ہے وہ جھک مارتے ہین۔ اگر اسمین سر محمد شفیع یا ڈاکٹر اقبال کے سے نام و نمود پر مٹ جانے والے شریک بھی ہوتے تو کیا فائدہ ہوتا؟ آج تک ہندوستان نے ہندوستانیون سے کیا پھل پایا۔

اُن لوگوں کو بھی اپنی عقل کے ناخن لینے چاہئین جو کہتے ہین کہ انگریزون کی نیت بُری ہے اور انگریزون نے توہین کی نیت سے اس کمیشن مین کسی ہندوستانی کو جگہ نہین دی۔ ارے بھلا اسمین توہین کی کون سی بات ہے؟۔

کمیشن مین سات آدمی ہین اُن کے نام مَین نے اچھی طرح دیکھے جیسے انگریزی بھلے مانسون کے نام ہوتے ہین ویسے ہی ہین کوئی عقل کا دشمن ان نامون کے حرفون سے کوئی گالی بنالے اور کہے کہ انگلستان نے ہمین گالی دی تو یہ زبردستی کی چھیڑخانی ہے۔ نہ سائمن کوئی گالی ہے نہ برنہم کوئی دشنام۔

مین اُن لوگون کو بھی منطق سے کورا سمجھتی ہون جو کہتے ہین کہ ولایت کی پارلیمنٹ کو ہندوستان کے معاملے مین دخل دینے کا اختیار نہین ہے۔ بھلا کوئی پوچھے کہ پارلیمنٹ کو اختیار نہین تو کیا تم کو ہے؟ یہ تو وہی بات ہوئی کہ ایک تھے کاکوری کے قاضی انکی حماقت کا شہرہ دور دور تک تھا۔ اتفاق سے ایک مسافر کا وہان گزر ہوا قاضی صاحب پاجامہ کا ازار بند ایک ہاتھ سے پکڑے دوسرے ہاتھ مین ڈھیلا لیے بیچ سڑک پر کھڑے علانیہ اپنی پاکیزگی کا اظہار فرما رہے تھے کہ مسافر نے پوچھا "کیون جناب اُن قاضی صاحب کا مکان کہان ہے جو احمق مشہور ہین" قاضی نے کمربند ہاتھ سے چھوڑ دیا اور انگلیان مٹکا کے فرمانے لگے "وہ زمانہ ہی اور تھا وہ وقت ہی اور تھا۔ اب بندہ پورا عقلمند ہے" پاجامہ گر پڑا۔ مسافر نے اپنی آنکھین بند کرلین۔

مین کہتی ہون خیر سے ہندوستانیون کو اپنے معاملے مین دخل دینے کا اختیار ہی کب تھا۔ جو آج وہ قاضی صاحب کی طرح انگلیان مٹکا کے فرماتے ہین وہ زمانہ ہی اور تھا وہ وقت ہی اور تھا۔ یہ تو صریحاً اپنی حماقت کا راز فاش کرنا ہوا۔

بیشک ان عقل کے اندھون سے پوچھنا چاہیے کہ ۱۹۱۹ء مین جب اس قانون کا اعلان ہوا ہے تو اس قانون کی تیاری مین کون ہندوستانی شریک تھا۔ اور پارلیمنٹ نے اسکی تیاری مین دخل دیا تھا یا نہین۔ پھر خواہ مخواہ کی مداخلت تمھاری قوم نے تسلیم کی یا نہین۔ یہ جھوٹ موٹ کے گھر گھروندے اختیار تمھین دیے گئے یا تم نے چھینے؟ کونسل کے ممبر انتخاب کرنے کا حق کسی نے تمھین دیا یا تمھین پہلے ہی سے حاصل تھا۔ وزرا بنائے گئے یا بن بیٹھے؟

مہاجنرادے ہوش کی دوا کرو۔ تم تو یہ کہتے ہو کہ وہ زمانہ ہی اور تھا وہ وقت ہی اور تھا اور تمھارے بھائی بند ہر وقت بھیک مانگتے اُسی درگاہ کے سجدے کرتے ہین جسے تمھاری جانم (دانست) مین کسی قسم کی مداخلت کا اختیار نہین۔ کوئی لاٹ بنتا ہے تو وہین سے کوئی سر اور سر بنتا ہے تو وہین سے۔ ہندوستان کے بارے مین پارلیمنٹ اور شاہی گورنمنٹ سب کو یکسان مداخلت کا حق ہے۔ پارلیمنٹ اور شاہی گورنمنٹ تو بڑی چیز ہے۔ یہان نائی کی برات مین سب ہی ٹھاکر ہین۔ کیا معنی کہ جس ملک پر کوئی دوسری قوم حکومت کرتی ہے تو حاکم قوم کا ہر فرد اُس ملک کا حاکم سمجھا جاتا ہے شاعرون کا قول ہے ؎

معشوق کی گالی سے بھی عزت نہین جاتی

مین کہتی ہون کہ حاکمون کی گالی سے عزت بڑھتی ہے اُن کی زبان سے گالی نکلے تو کسی کو شکایت کا حق نہین جھک کے سلام کرنا چاہیے بلکہ جن لوگون نے گالی کھانے پر نالش فریاد کی اور مُنہ کی کھائی اُنکی روداد سے عبرت کا سبق لینا چاہیے (چھوٹے مالوی جی اپنے دل مین بُرا نہ مانین) جب ادنیٰ سارجنٹ قانون کے معنی مطلب کو اُلٹ پلٹ دینے کا اختیار رکھتا ہے تو پارلیمنٹ کی بھلی چلائی وہ جو کچھ جی مین آئے ہندوستان کے حق کرسکتی ہے۔ ہندوستان انگریزی حکومت کے طفیل مین علم سے بھی کورا ہے عقل سے بھی بے بہرہ ہنر سے بھی خالی ہے تمیز سے بھی محروم ہے۔ یہ لڑکیان گُڑیا گُڈے کی شادی کرتی ہین بھینٹیا بناتی ہین۔ جہیز تیار کرتی ہین دولہن کو سجا کے بٹھاتی ہین دونون کا نکاح پڑھواتی ہین:۔ یہ گاجر کی پیندی گھنگھرو کے پھول کو میان گُڈے تمھین گُڑیا قبول یہ گروہ سفاری کے اصلی معنی ہرگز نہین جانتین۔ انگریزی حکومت نے ہندوستانیون کو ڈیڑھ سو برس تک گُڑیا گُڈے کا بیاہ رچانا سکھلا دیکھیو یون میونسپل کمیٹی بنتی ہے یون ٹیکس لگاتے ہین۔ یون ایک کونسل بناتے ہین یون فیج بھرتی کرتے ہین یون کچہریان تیار ہوتی ہین۔ یون نالون کی صفائی ہوتی ہے یون کرسی پہ بیٹھتے ہین یون کھڑے ہوکے پیشاب کرتے ہین یون صابن سے مُنہ دھوتے اور یون کاغذ سے آبدست لیتے ہین۔

لین کوٹ پتلون پہنتے ہین لین جورو کو بازارون مین
سینما تے اور دوستون کا دل خوش کرتے ہین پھر
بھی انھین تہذیب اور تمدن کا اصلی گر نہ بتایا۔ ایک
پارلیمنٹ لندن مین ہے اور ایک کونسل ہندوستان
مین ۔ وہان بھی ممبر بھرتی ہوتے ہین یہان بھی مگر
وہان سب کچھ ہے یہان بجز آپس کی جوتی پیزار
اور جہالت کے کچھ نہین ہے ۔ بی اے ہین تو جاہل
ایم اے ہین تو جاہل ۔ انجنیر ہین تو بے مصرف ۔
پڑائی بوٹی پہ شکرا پالنے والے
ڈاکٹر ہین تو یورو پین ڈاکٹرون کے
آگے کا پسخوردہ کھانے والے ۔ یورپ
کی ایجادون کے محتاج ۔ ایسی حالت
مین ولایت کی پارلیمنٹ ہندوستان
کے معاملے مین دخل نہ دیگی تو کیا فرشتے
دخل دین گے ۔

یہانتک تو نہدی تمھاری ہان مین
ہان ملاتی ہے بے شک تم نے جو کچھ کہا
سچ کہا ۔ جن ہندوستانی سٹینٹنا پانچون
کو اس گڑیا گڈے کی شادی سے نسل
بڑھنے کی آرزو ہوئی اور انھون نے
سرکار کے بنائے ہوے روئی کے
ھنگنے مین حس و حرکت دم درود کا
اسان ظاہر کیا گھروندے کو قلعہ سمجھ
وہ اپنے تئین بھول گئے اور جو نابالغ
بڈھے ابھی تک گڑیان کھیلتے رہتے
رسوم کرتے پنیڈی پنجیری کا حصہ
ان کپڑے کی گڑیون مین بانٹتے اور
ھنگنے کی پیدائش پہ ڈھول بجا کے زچا خانے گاتے
ہین وہ بیشک بقول تمھارے "اہل الرّاے
ہندوستانی ۔ سوچ سمجھکر کام کرنے والے
لیڈر محبان وطن ۔ موقع شناس" ہین ۔
اگر ڈیڑھ سو برس مین دس آدمی بمشکل اس قابل
ہوے کہ رپٹ پڑھ سکین تو گویا آیندہ ساڑھے
تیرہ سو برس مین بے وقوف ہندوستانی انگریزی
حکومت کے زیر سایہ رہ کے اس قابل ہون گے

کہ سائمن کمیشن کی رپٹ پڑھ سکین پھر بھی ان سو
مین ایک اس رپٹ کے معنی مطلب سے آگاہ ہوگا
باقی ننانوے آدمی مٹھو میان کی طرح "نہی جی پھیر"
کرتے رہین گے ۔ بھلا جب یہ حال ہے تو مین کیا بیجا
کہتی ہون کہ ذری "گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ"
کی مہربانیون کی تفصیل تو بتاؤ آخر یہ کس مرض کی
دوا ہے ؟

افلاس کی لمبی بیماری (دق) ہندوستان کو

کھول اب بھی بائیکاٹ ہے؟
خان بہادر: حضور کیا مجال۔
راے بہادر: خرمان جی کیا طاکت (طاقت)

ہو توران سے ہے ۔ کیا نئے انتظام سے وہ کچھ گھٹی ۔
بے تعلیمی اور جہالت ایک پرانا روگ ہے اُسمین
کچھ کمی ہوئی ۔ ہندوستا کی معدنی چیزون سے
بیچارے ہندوستانی بالکل فائدہ نہین اٹھا سکتے
کیا اسکا دفعیہ ہوا ۔ تجارت کچھ بڑھی صنعت نے
کچھ ہاتھ پاؤن نکالے ؟

لاٹ صاحب ! ہر بات کا نتیجہ اچھا برا دکھا
جاتا ہے کہنے کو تو کونسل ہے ۔ اپنی آسائش کے

قانون آپ ہی بناتی ہے مگر یہ عجب طرح کی
کونسل ہے کہ جب کبھی کوئی نفع کی بات اسے
سوجھتی ہے تو سرٹیفکیشن کا قانون اُسمین مینکھ
نکال کے سوت کے بچے کی طرح منھ پر پھینک دیتا
ہے ۔ ووٹ دے کے اچھے اچھے ممبر ہم بناتے ہین
اور گورنر صاحب کی ایک جنبش مین اُنکی محنت خاک سیاہ
ہو جاتی ہے ۔ خواہ مخواہ ملک کا روپیہ انتخاب کی
بیہودگی مین صرف ہوتا ہے ۔ اس ڈھکوسلے کی
لم سے سمجھدار ہندوستانی واقف ہو گئے
ہین ۔

اُنھین معلوم ہے کہ ہر دس برس کے
بعد کپڑے کی گوڑیون کے واسطے نیا
سانگھے کا دیور بنے گا اور مٹی کے گھروندے
کے لیے نئی گڑیان ولایت سے آئینگی ۔
ولایت والے ہم سے کہین گے کہ بس
انھین سے کھیل کے دل بہلاؤ ۔ تم ڈیڑھ سو
برس مین بالغ نہوے نہ داڑھی مونچھین

کارروائی حسب آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۳۲۲ سنہ ۱۹۲۷ء
عدالت جناب منصف صاحب بہادر امیٹھی مقام سلطانپور
مسماۃ سورجپان بیوہ سورجپال تیواری قوم برہمن پیشہ
زمینداری ساکن جونرا پرگنہ امیٹھی تحصیل کادی پور
ضلع سلطانپور . . . . مدعی

بنام

بانگو وغیرہ
بنام } رام ہرکھ تیواری ولد کرپال تیواری قوم برہمن پیشہ
زمینداری ساکن جونرا پرگنہ امیٹھی تحصیل کادی پور
ضلع سلطانپور . . . . مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعیہ نے تمھارے نام ایک نالش بابت
فک رہن کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم
بتاریخ اکیس ۲۱ ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء وقت دس بجے بذات خود یا معرفت
وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل
امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی
اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی
دعوے مدعی کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ
دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا
چاہتے ہو پیش کرو ۔
مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہو گے تو مقدمہ تمھاری
غیر حاضری مین مسموع اور فیصل ہوگا ۔
آج بتاریخ یکم ماہ فروری سنہ ۲۸ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

نکلیں نہ گود بھری گئی نہ ختنہ ہوا نہ کن چھیدن تو اب کبھی جوان نہ ہون گے۔

تم نے بیکار اپنا مغز بھی خالی کیا اور سُننے والوں کا دماغ بھی چاٹا تمہارا کام تو یہ تھا کہ سنہ ۱۹۱۹ء مین جو اصلاحات کے تیجنے لگائے گئے تھے اُس کی خوبیان دکھا کے لوگون کو غلطیون سے آگاہ کرتے بیمار درد مین تڑپ رہا ہے ڈاکٹر صاحب کہتے ہین کہ "اوہ دوا فائدہ کر رہی ہے۔ وہ کہتا ہے حضرت مجھے کوئی کمی محسوس نہین ہوتی۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین دوا پیے جاؤ۔ اس دوا مین موتی ہے مونگا ہے ہیرا ہے پنا ہے۔ اسکی قیمت ہزار روپیہ رتی ہے اسکا بل بھی ادا کرو۔ ورنہ بھئی ہم علاج تو ضرور کرین گے اور یہی قیمتی دوا بھی تم کو پلاتے رہین گے پھر شکایت نہ کرنا کہ ہم نے تم سے حال پوچھنا بھی چھوڑ دیا۔ کیا عجب ہے کہ تمہارے چرچے ہین کی خبر لندنی دواسازون کے کانون تک پہونچ جائے اور ہر دس سال کے بعد وہ اپنی ایک ڈرام "ہمدردی" جو اس دوا مین مفت ملا دیتے ہین اب نہ ملائین۔ (تمہاری تقریر کے آخری حصہ مین یہی دھمکی ہے)۔

لاٹ صاحب! تم نے اُن ہندوستانیون کی بات پکڑلی ہے جنہون نے کہا تھا کہ اس کمیشن مین ہندوستانیون کی بات نہین پوچھی گئی اس لیے ہندوستانیون کی توہین ہوئی۔ مگر اصل قصہ یہ نہین ہے اصلی شکایت یہ نہین ہے لیڈرون نے یہ بات عام لوگون کو تیہا دلانے کے واسطے کہہ دی۔ انھین یقین ہے کہ نہ ملنا ملانا خاک نہین خالی خولی بھائیں بھائیں ہے۔ کون اوقات ضائع کرے اور اس تحقیقات بازی مین ہندوستانی خزانے سے جو روپیہ صرف کیا جائے گا اُسکی ذمہ داری اپنے سر لے۔ انھون نے اور بھی کئی اعتراض کیے مگر تم نے اُنکی گھن گرج تان کا جواب ایسی بلیت مین دیا ہے عقل کے کان اچھی طرح نہ سن سکے۔

اب تو کمیشن کی طرف سے بھی ایک خط کا مسودہ جو تمہارے نام ہے اخباری کاغذون مین شائع ہوا سائمن صاحب کہتے ہین کہ ہمارا کمیشن ہے تو پارلیمنٹ کے ممبرون کا مجموعہ مگر ہمین خود بادشاہ نے بھیجا ہے۔ ہم سات آدمی ہین اگر سات آدمی کونسل آف اسٹیٹ، اسمبلی اور صوبہ کی کونسل سے چھانٹ چھان چُن کے ہمارے ساتھ کر دیے جائین تو بہتر ہے وہ ہماری سنین ہم اُنکی سُنین گے اور اگر وہ لکھ کے کچھ دینگے تو ہم اُسے اپنی رپورٹ مین نتھی کر لین گے۔ ارے ہان یہ کہنے کو تو نہ ہوگا کہ ہندوستانیون کو مُنہ کھولنے اور زبان کی قوت دکھانے کا موقع نہ دیا۔

لاٹ صاحب تمھین میرے سر کی قسم خدا لگتی کہنا۔ سائمن صاحب نے یہ بات عقل کی کہی ہے؟ بھلا ان ممبرون مین سے بجز دو ایک کے کون ہے جس کے قول فعل پر یہان کے لیڈرون کو بھروسا ہو ذری اُن کے نام تو بتاؤ۔ جنھون نے کمیشن کا ساتھ نہ دینے پر کمر باندھی ہے وہ اس ساتا روحن مین شریک نہ ہونگے۔ اب رہ گئے خوشامدی ممبر وہ ہین کاٹھ کے منبر سرکاری قصیدہ خوانی کی نشست گاہ۔ اُنھین نہ عوام اپنا قائم مقام سمجھتے ہین نہ خواص۔ پھر یہ سات آدمی اگر چُن کے بھیج دیے گئے تو کیا ملکی ہانڈی کا اُبال ختم ہو جائے گا۔ اے توبہ کرو۔ سنہ ۲۹ء مین وہ اُدھم مچے گا کہ کان پڑی آواز نہ سُنائی دے گی۔ یہ سچ ہے کہ سنہ ۱۹ء مین جو چال چلی گئی تھی وہی سنہ ۲۹ء مین بھی چلی جائے گی اور اسطرح دس برس (سنہ ۲۹ء تک) ہندوستانیون کے ساتھ دل لگی بازی ذہر خند قلاق اور مُنہ چڑھانے کا تماشا ہوتا رہیگا مگر اس قلاق کا نتیجہ رنگ لائے گا یہ مین نے جتا دیا ہے۔ بھئی بیراجی کُڑھتا ہے۔ مین نہین چاہتی کہ تہت چھپٹ زبان درازنہ بے باک بے فکرون کو "ملک معظم کے خلاف بغاوت" کا موقع ملے اور کچہریون مین ایسے ہزارون بجرم روز پیش ہون۔ مجھے ان خوشامدیون سے بھی اندیشہ ہے جو آج بڑے خیر خواہ بن کے کمیشن کی من مانی باتین ہندوستانیون کے حکومت ساختہ وکیل کی حیثیت سے قبول کر لین گے۔ یہ چھوٹے کوئلون کی آگ ہے کمیشن کی طرف سے بدلی پہلی ہی ہوئی ہے اگر اسکی سفارشون کا نتیجہ بھی کمزور پیدا ہوا تو بھڑکانے والون کو پھر کوئی طاقت جھٹلا نہین سکتی۔ یہ عوام سے کہین گے۔ کیون ہم نہ کہتے تھے؟ تو ملک بھر جواب دے گا۔ "سچ کہتے تھے"۔

اسکے علاوہ کیا معلوم جن خوشامد ممبرون کا انتخاب اسمبلی کے ممبر کرین وہ بھروسے کے قابل ہون یا نہ ہون۔

اللہ میان نے فرشتون کی تعلیم کے لیے آخر جبل سر ابلیس کو مقرر کیا تھا مگر وہ ذرا سی بات پر بگڑ گئے۔ مسلمانون کے رسول نے ایک شخص کو قرآن لکھنے کو مقرر کیا تھا وہ گمراہ ہوگیا اور لگا "آل عمران" کی جگہ "آل مروان" لکھنے۔ حضرت علیؑ کی فوج نے ایک شخص کو حکم مقرر کیا تھا وہ دشمنون کے سکھانے پڑھانے مین آگیا۔

یہ تاریخی واقعات ہین۔ بندی نے ان چند سطرون مین بہت سی گُرکی باتین کہہ دی ہین یہ منطق ذری مشکل علم ہے اور یاد بھی کم رہتا ہے فقط

واقف — م

تمھاری اور حکومت کی خیر خواہ منطق آسا بیگم۔

غزل

اپنا دیوانہ بنا لیتی ہے دُنیا مجھے
لے چلی قعرِ مذلت تک یہ ولولہ مجھے

داڑھی مونچھوں کی صفائی سے ہوا یہ انقلاب
تر ہون باطن مین یہ عالم کہتا ہے مادا مجھے

مونچھین بنے کتروانے سے جب ہو جائین مرد
مونچھین مُنڈوانے سے پھر کیون کہتے ہو خنثیٰ مجھے

غیر ممکن ہے ترقی دوستو اسکے بغیر
کھل گیا ہے اسلیے ان بھنون کا پردا مجھے

پارک مین ہو واک وائف کا بغل مین ہاتھ ہو
کیا مجھے پروا اگر نیٹو کہے شہدا مجھے

ہو دار سر کی دال اور روٹی یہ بھی کا نا چھری
میز اگر ممکن نہین پھرے یہ دو کھانا مجھے

اُردو اور انگلش کی آمیزش سے کرتا ہون کلام
پھر بھی کہتے ہو نہ باندانی سے بے بہرا مجھے

ہے تمنا ہے دلی بچے بھی جتنے ہون مرے
میری وائف کو تو ماما اور کہین پاپا مجھے

انڈیا جان

ڈاکٹر جان بل (فصاد)

گم کا فوری مسامات

ازالہ خون فساد (رگ کشائی بذریعہ کمیشن)

انڈیا جان:- اوہی - اوہی "

فصاد:- اقوہ۔ کیا کالا کالا خون نکل رہا ہے۔ بہت ہی فاسد خون ہے۔ گھبراؤ نہیں ۱۹۲۹ء مین نیا مرہم تیار ہو جائے گا۔ شاباش شاباش۔ تم تو ایسی کچ دلی نہ تھین "

اشتہاری طلاؤن --- ہجو

ناظرین یہ طلاء عرصہ سترہ سال سے نہایت مجرب و زوداثر اور اکسیر ثابت ہو رہا ہے۔ ہمنے پبلک کی تکالیفونکا خیال اور آئے دن طلاؤن کا اشتہاری لوگون سے
طلب کرنا اور اُسمین بجائے فائدہ کے نقصان اُٹھانا خیال کرکے یہ نسخہ بلا بخل اخبار ہذا مین شائع کرادیا ہے تاکہ ہر ایک شخص فائدہ اُٹھائین اور اشتہاری
طلاؤن سے گریز کرین یہ طلاء ہر بانقائص کیلیے بیحد مفید ثابت ہوا ہے۔ ....
...... اِسلیے اِسکے استعمال کرنے سے اسکا جوہر معلوم ہو سکتا ہے۔ شوق سے اِسکو تیار کرین اور دعاء خیر سے ناچیز کو یاد کرین۔ اگر کسی صاحب کو
ضرورت اِسکی نہو تو اپنے دوستون عزیزون کو نسخہ ملاحظہ فرما کر طلاء کشید کرنے کی اجازت فرماوین یہ پرچہ ردی کی ٹوکری مین نہ پھینکا جائے بلکہ بہت
حفاظت سے اِسکو رکھا جائے کیونکہ خدانخواستہ کسی وقت ضرورت ہو جائے تو کف افسوس ملنا نہ پڑے۔

نسخہ ملاحظہ ہو - مغز پستہ ۳ تولہ۔ مغز بادام ۳ تولہ۔ مغز اخروٹ ۳ تولہ۔ مغز فندق ۳ تولہ۔ مغز چلغوزہ ۳ تولہ۔ شنگرف ۶ ماشہ زعفران ۷ ماشہ
سم الفار سفید ۲ تولہ۔ زردی بیضہ ماگیان ۱۲ عدد۔ سم اسپ نر ۱ تولہ۔ دارچینی ۳ تولہ۔ قرنفل تولہ .. لونگ ۳ تولہ۔ بیخ کنیر سفید ۳ تولہ۔ عاقرقرحا ۵ تولہ۔
سیماب ۲ تولہ۔ جائفل ۳ تولہ۔ کائپھل ۳ تولہ۔ پیاز نرگس ۴ تولہ۔ بیربہوٹی ۳ تولہ۔ خراطین خشک ۳ تولہ۔ مالکنگنی ۳ تولہ۔ بزرکتان ۳ تولہ۔
کنجد سیاہ ۳ تولہ۔ لہسن ۳ تولہ۔ تخم زردک تولہ۔ تخم پیاز تولہ۔ اسپند تولہ۔ زنجبیل ۳ تولہ۔ پیپل ۳ تولہ۔ حب السلاطین ۲ تولہ۔ خولنجان ۳ تولہ۔ لوبان کوڑیا ۴ تولہ
ڈہیکتہ ۳ تولہ۔ جوتری ۳ تولہ۔ گھونگچی سفید ۳ تولہ۔ اونٹ کٹیلہ کی پھلی ۴ تولہ۔ برادہ کچلہ تولہ۔ بیر بہنگ ۲ ماشہ۔ چربی غوک یعنی مینڈک ۳ تولہ۔ خون خر یعنی
گدہا چار جونک۔ چربی مینڈک اسی طرح سے حاصل کرین کہ چالیس مینڈک کلان تا زائیدہ پکڑ کر اونکا قیمہ بنا کر ایک کپڑے کی تھیلی مین بھر کر مٹی کی ہانڈی مین
ڈالکر ہمراہ پانی کے پکادین جسوقت خوب پختہ ہو جاوین تو کسی برتن مین ڈالکر ٹھنڈا کرلیا اور چاقو کی نوک سے اوتار لین۔ اور خون گدہا اسی طرح سے
حاصل کرین ایک گدہا جوان فربہ کو پکڑ کر اوسکے پچھلے پیر باندھکر دو جونک اوسکے دونون ...... پر لگا دین جسوقت ..... کا خون پینے لگین گی
تو گدھے کو فورًا ... ہو گی وہ دو جونک اُسکے .... داہنے بائین جانب لگائین جسوقت چارون جونک خون پیکر شکم سیر ہو جاوین فورًا
چھوڑا کر وہ خون بھی شامل ادویہ کرکے روغن بذریعہ پتال جنتر کشید کرین۔ تمام ادویہ کو باریک کرلیا جائے حسب دستور رات کو سوتے وقت مالش کرین
بس انشاء اللہ تعالی ایکہفتہ کے استعمال سے وہ قوت پیدا ہو گی کہ تا زندگی رہیگی اور تمام نقص عضو خاص کے رفع ہو جاوینگے تجربہ شرط ہے اور لطف
یہ ہے کہ اس طلاء سے آبلہ نہین پڑتا ہے اور نہ کچھ تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کوئی صاحب اس نسخہ کو بوجہ دقت یا شرمندگی سے خود تیار نہ کرسکین تو ناچیز
سے قیمتًا جسکی فی شیشی جو ایک مریض کیواسطے کافی ہوتی ہے مبلغ پانچروپیہ معہ محصولڈاک مین طلب کرین اور اگر خود ہی تیار کرنا چاہین اور کسی دوا کے
نہ ملنے سے مجبور ہو جاوین تو وہ بھی طلب کرین غرضکہ ہمکو دھوکہ باز اشتہار بازون سے بچانا مقصود ہے جس طرح چاہین اس نسخہ کا تجربہ کرین اور
فائدہ اُٹھائین۔ اور اگر جریان قوت ... کی شکایت ہو تو ہمارے یہان سے نسخہ اکسیر جریان یا دوا اکسیر جریان مقوی ... جسکی قیمت تین روپیہ ہے معہ محصول
طلب کرین سمجھا دینا اور جھوٹ سچ کو حقیقتًا بیان کرنا ہمارا کام ہے آئندہ ناظرین کو اختیار ہے۔ اگر کسی امر کی نسبت دریافت کرنا چاہین تو جوابی
کارڈ اور پتہ صاف تحریر کرین ورنہ تعمیل جواب نہ ہو گی۔

خادم الاطبا خاکسار حکیم مشتاق احمد نجیب آباد ضلع بجنور۔ یو۔ پی

تصدیق [ریویو کی غرض سے ایک شیشی مجھے بھی موصول ہوئی جو ایک مایوس العلاج نوجوان عزیز کو استعمال کرائی گئی دوائی واقعی قابل
تعریف ہے ہم حکیم صاحب کو اس کامیابی پر قابل مبارکباد سمجھتے ہین ایڈیٹر اخبار القریش شہر امرتسر۔

نسبت اسلام سے ہے وہ حسنِ اعتقاد
کھینچتا ہے ضبط مذہب کے لیے گرجا مجھے
وہ میان بھی جنت کے بارہ کا نہ لاؤن عمر بھر
ساقیٔ ہوٹل اگر دیتا رہے ٹھرا مجھے
کیون ہوئی اسلام والون مین ہماری سبکی
دیتا ہے تکلیف رہ رہ کر یہی کانٹا مجھے
"ناصح"

"سینیٹری کمال"

میونسپل آب معاشے مولانا پنچ البیچا پنچ سراپا بورڈ کا
چونکہ سلام و نمستے اور رام رام جوہار کے روایتی استعمال
سوقیت کے ساتھ فرسودہ ہو گئے لہذا سلام ولام
کی جگہ میونسپلٹی کا اسٹاف حاضر ہے مزاج پرسی
بھی جدید اینٹی کیٹ کی ٹھوکرون سے پامال ہو کر
پرانی چال کے حوض مین پڑتے ہی "جان بحق"
ہو چکی۔ اس لیے کمبخت مزاج شریف کو مار لیے
گولی اور کراچی یعنی آلۂ انتقال خباثت کے
حوالے کیجیے۔ مٹھی بھر خاک نہیں جھونکنے کو ڈاکٹر
موجود ہے۔

اللہ آپ کو دنو کے تب بھی کسی میونسپلٹی کا
کرسی والا آدمی یعنی وہی چیرمین نہ کرے ورنہ کچھ ہی
روز کے بعد آپ کی ذات ستودہ صفات عالی برجا
باعث حیات "مانع ممات" موجب برکات "سائنسی"
آلات دقیق نکات پر بھی غفلت کے جراثیم نقول
فوجیون کے ہاتھ بول دین گے۔"

دیکھیے! بس ٹھیک اسی جگہ سے معائنہ بازی
شروع کر دیجیے۔ حضرت! اس مقام کو لوگ چوک
کے نام سے پکارتے ہین جسکی یہ گت بلکہ درگت ہے
کہ کوڑے کرکٹ کے بارے بی سڑک شریفہ بالکل
چرکین کا دیوان نظر آتی ہین ؂

..."تا کون گزرا ہے ادھر سے
ہوا ہے ... سے بدتر حال گھر کا

ذمہ دار بڑے چھوٹے کیڑون نے رینگ رینگ کر
سڑک کی دو رویہ پٹریون پر سوراجی دخل دعل
کر لیا ہے گندگی وبدبو اچھے خاصے آدمی کو جانور
خصلت مجنون بنائے بغیر باز نہیں رہتی۔ ہان!
اور یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کئی روز ہو گئے کہ اس
مرد زن صورت "یعنی مرد نما زن" حلوائی کے یہان
غالباً شادی کی تقریب تھی جسکے پتّل (ڈھاک کے
پتون کے بنتے ہین) کچھ دال چاول چٹنی اچار اتم غلم
وغیرہ سے لت پت آج تک "میونسپلٹی بیگم" کی جان
کو دعائین دے رہے ہین۔ غرضکہ جدھر دیدے
پھاڑ کے دیکھیے ہر سڑک گھورے سے بدتر ہے۔
گلیان اس حد تک غلاظت سے اٹ گئی ہین
کہ کسی بھلے آدمی کا گزرنا محال ہے اور جو کوئی
شامت زدہ ہمت وجرأت سے کام لیکر گزرنا
بھی چاہے تو اس لیس وپیش کی دلدل مین
پھنس جاتا ہے کہ بریلی یا آگرہ کے پاگل خانے
آباد کیے بغیر دماغی اصلاح غیر ممکن ہو جائے گی۔

اگر کوئی یا آپ خود ہی یہ سوال دھمک دین کہ
آخر وجہ کیا ہے؟ تو حضرت! اینجانب کی جانے جوتی
اسکا جواب سینیٹری انسپکٹر "صاحب بہادر" دینگے
ذرا ہم سنا ہے کہ ۲۔ فروری ۱۹۲۹ء کو سینیٹری انسپکٹر
صاحب بہادر نے "ہیٹ" کے زعم مین آکر اپنی
ٹھوکرون سے ایک مہترانی کی خبر لے ڈالی اسی دن
سے مہترون نے ہڑتال کر دی اور منجانب "مہتران"
استغاثہ بھی دائر شد سمجھیے۔ مہترون کا یہ مطالبہ ہے
کہ اگر یہ "صاحب بہادر" (سینیٹری انسپکٹر) صفائی
کی دیکھ بھال کرینگے تو شہر کی صورت پر کبھی جھاڑو
نہ پھیری جائے گی صاحب بہادر اس تاک مین ہین
کہ اگر اب خوش قسمتی سے ہڑتال ختم ہونے کے بعد بھنگی
ہتھے چڑھ گئے تو صفائی ہی ہو گی اور صفایا بھی۔
واہ یہ اچھی ہوئی۔ لڑائی ہو انسپکٹر صاحب مین اور
مہترون مین۔ مصیبت پڑے ہماری جان پر۔
لوگون کا خیال ہے کہ اگر چیرمین صاحب بہادر
ڈیپارٹمنٹل کارروائی کرتے تو یون ... نہ اچھلتا۔
ابھی تو بقول چرکین اہل شہر کا یہ حال ہے ؂

دم گریہ بدرو یار کی جب یاد کرتے ہین
مرے الفکون کے ریلے نالون کی امداد کرتے ہین

مٹھیچو لو کسی تدبیر سے عمامۂ شیخ
کچھ تو میخانے مین حضرت کی کرامات رہے

سُنا آپ نے مولانا؟ واللہ شیعہ کلب نے بھی کمال
کیا۔ ہم جانتے ہین اب تو کسی بیوقوف کو اس ڈرامائی
کلب کے شرعی جواز مین کسی قسم کا شک باقی نہ رہے گا۔
کیا معنی کہ عہد شاہی مین ایک خاندانی مولوی نے
(اصلی مولوی نہین) آبکاری کا ٹھیکہ لے لیا تو شاعر نے
فوراً جواز کیسا وجوب مے نوشی کا حکم استنباط کر لیا
چنانچہ فرماتا ہے ؂

شراب جو نہ پیے ان دنون وہ ناری ہے
جناب قبلہ وکعبہ کو آبکاری ہے

اینجانب بھی شاعر ہین قیاس شاعرانہ مرتبہ مین
قیاس فقہی سے کسی طرح کم نہین لہذا ایک خان بہادر
مولانا کا شیعہ کلب کے جلسے کی صدارت قبول فرمانا
جہلا کے واسطے حجت ہے اس لہو ولعب ناچ کھیل
کود کے جواز کی جو کہ ہوا کرتا ہے ہر سال بیچ اس کلب
کے بلا مشارکت غیرے وبمساہمت احدے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شہر مین ایک
ڈرامیٹک کلب ہے اسکے بانی بعض نوجوان بھکڑے
کھلنڈرے شیعہ ہین۔ یہ کلب ہر سال ایک ڈراما
تیار کرتا ہے اور اپنے مخصوص دوستون کے سامنے
کسی محفوظ اور بند مقام پر تماشا کھیلتا ہے۔ اتفاق
کی بات کہ ابکی سال اس نے پولیس مین اطلاع
دیے بغیر تماشا کھیلا آپ جانیے پولیس کسی کی رعایت
مروت تو کرتی نہین اس نے قانون کی خلاف ورزی
گوارا نہ کی اور صاحب ڈپٹی کمشنر تک معاملہ پہونچا دیا۔
صاحب ڈپٹی کمشنر ایک صلح جو آدمی ہین انھون نے
آئندہ محتاط رہنے کی فہمائش کی اور بات کو طول نہ دیا
یہان سے دو روایتین ہین ایک تو یہ کہ صاحب موصوف
خود ہی مرنجان مرنج آدمی ہین دوسرے یہ کہ ہمارے
شہر کے اپ ٹو ڈیٹ مولوی خان بہادر نواب مولانا
سید محمد مہدی حسن الرضوی نے صاحب موصوف کے
مرغ رحم کو پھونک دی۔ چمکارا۔ سہلایا۔ اور آپ کی
کارگر سفارش لے بازی اکڑنے نہ دی۔ بات ٹل گئی۔

آپ جانیے آجکل صحنک رت جگے کا رواج نہین ہے جو دہی شکر اور گھی ملے ہوے خشکے کے طباق یا حبشی کی ہتوڑی کے شکل کے گلگلے چکھنے مین آئین۔ وہ زمانہ ہی اور تھا وہ وقت ہی اور تھا۔ کلب نے غالباً حل مشکل کے سلسلے مین نذر نیاز کے عوض ایک جلسہ کر ڈالا۔ اور سائمن کمیشن کی آؤ بھگت مین کئی رزولیوشن پاس کیے۔

کلب خدانخواستہ احسان فراموش نہ تھا جو ہمارے انگریزی پوش اور عجمی عمامے والے خان بہادر مولوی کے سوا اس جلسہ کی صدارت کسی اور کے پاے نام کرتا۔ لہذا صدارت کا چیف ایکٹ ہمارے مولوی خان بہادر صاحب کو دکھانا پڑا۔

دا کے ــــــم

کہ مے حرام ولے بہ ز مال اوقاف است

پنچ: جناب نفقیہ صاحب ؎

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہو
روزہ اگر نہ کھاے تو ناچار کیا کرے

جب کوئی مجمع ہمین اپنا "سالار" بنانے پر رضامند نہو تو بتائیے ہم کیا کرین۔ دُنیا ہماری خاطر نہین کرتی تو کیا ہم بھی اپنی خاطر نہ کرین۔

ایک حبشی سے کسی نے کہا "یار آئینہ دیکھو" اُس نے کہا بھائی مین باز آیا۔ شکر ہے کہ مجھے خود اپنی صورت دکھائی نہین دیتی مگر یہ معلوم ہے کہ دیکھنے والے مجھے دیکھ کے مُنہ بناتے ہین۔ آئینہ دیکھ کے اپنی ہی نگاہون مین اپنی ہی قدر و قیمت کون گھٹائے۔"

آفتاب نہین تو دوالی کی دیلی ہی سہی

رہا فقہی مسئلہ تو آپ کوئی قاضی ہین مفتی ہین کون ہین؟ ہمارے خان بہادر مولوی صاحب کلب کے تماشے مین تو شریک نہیں ہوے۔ جلسے کی بات جداگانہ ہے وہ ہے "پولیٹکل ڈراما" سمجھے!؟ خان بہادر صاحب کو فنون لطیفہ سے ذوق نہین ہے۔ ممکن ہے کہ "اغانی" دیکھ دکھا کے عرب کے فسٹری راگ کی تصویری اطلاع ہو تو وہ ہندوستانی ہیکل لہذا خدانخواستہ تماشون مین شرکت کا گمان نہین ہو سکتا۔

مولانا پنچ کی نوٹ بُک

وعدہ شکنی

دو تین ماہ سے میان پریس صاحب نے ٹھٹھول پر کمر باندھی ہے یعنی جب حضرت کے مُنہ مین کاپی جاتے وقت پتھر کا سنگین لقمہ دیا جاتا ہے تو آپ اُسے برسات کی گراری کی سمجھ کے اسطرح مسوڑھون سے دباتے ہین کہ دورت کرا کا سُنائی دیتا ہے۔ "ائین یہ کیا ہو!؟ جی میان پتھر ٹوٹ گیا۔ ٹوٹا بھی یون کہ جڑ پا نہ سکا اُتر نہین سکتا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ارے بھائی آج پرچہ نکلنے کا دن ہے خریدارون سے ہم نے وعدہ کیا ہے کہ اشاعت مین تاخیر نہ کرینگے۔ اب کیا ہوگا؟"۔ "جی کیا عرض کرون۔ دُنیا مین کسی چیز کو ثبات نہین جب پتھر سی مضبوط شئے دغا دے جاتی ہے تو زبانی اور کاغذی وعدہ مین استحکام کہان سے ہو۔

غالب مرحوم فرما چکے ہین ؎

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

پس معلوم شد کہ وعدے کی گھُٹّی مین زود شکنی پڑگئی ہے۔ اپنی طرف سے لاکھ تدبیرین کیجیے۔ کیا ہوتا ہے۔ پتھر بھی ٹوٹا۔ وعدہ بھی ٹوٹا اور مشتاقون کا دل بھی ٹوٹا۔ اب بجز سنگ صبر دل پر رکھنے کے چارہ ہی کیا ہے عین وقت پر یہ "شکست" بہت کھلتی ہے۔ ایک ہفتہ کا جھول اشاعت مین پڑ گیا ہے۔ مگر یہ پتھر کی شکن ہے دیکھیے کب نکلے۔

ــــــــ

صرف اسّی عدد زائد ہین

حکیم اجمل خان صاحب کے مرحوم ہوتے ہی تاریخ گویون کے دماغ مین غیر تمناہی اعداد نے بکر کو دمچا دی طرح طرح کی تاریخین شائع ہوئین چنانچہ ایک صاحب نے مادّہ نکالا ؎

چون قضا آید طبیب ابلہ شود

مادّے کے عدد ٹھیک نکلنے کی خوشی مین حضرت نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ مصرع کا مفہوم اس محل پر مذموم ہے۔ حکیم صاحب کے انتقال مین کسی حکیم یا ڈاکٹر کی حماقت شریک نہیں۔ ہان دو پہر رات تک بلیرڈ بازی اسکی ذمہ دار ہے۔ مگر بلیرڈ بازی حماقت نہین۔ بڑے بڑے لارڈ یا ہمارے حضور نواب صاحب رام پور جس فعل کے مرتکب ہون اُسے "حماقت" کون کہہ سکتا ہے۔ "واللہ حکیم جی ایک سو پچیس پوائنٹ اور بناؤ ابھی رات ہی کیا آئی ہے"۔ ایک ضعیف القلب اوحیڑ آدمی کا اس محنت شاقہ مین مبتلا ہو کے اشاچیت ہو جانا اور دل کے کمزور بال کا ملک الموت کے پاکٹ مین جا کے حرکت سے باز رہنا کوئی تعجب کا مقام نہین۔ شاید شاعر صاحب کی مربوبی ہو۔

یہ مصرع زبان زد ہی تھا کہ رنگون کے روزنامہ "الکشف" مین دوسرا مادّہ شائع ہوا ؎

لکھدے اختر عیسوی مین مصرع سالِ وفات
گوہرِ مقبول فخر قوم و ملت چل بسا

اے مرحبا جناب اختر آپ کی حساب دانی مین کوئی شبہ نہین۔ اب کی مسلم یونیورسٹی مین ڈاکٹر ضیاء الدین کی جگہ خالی ہوئی او رہم نے آپ کے تقرر کی سفارش کی۔

شعر کی ماں "بحر" ہے اور باپ "وزن" لہذا اسکے صحیح النسب ہونے مین کیا کلام ہے۔ رہا مادّہ تو شاعر مادّہ کے باپ کا نوکر نہین۔ مصرع کے نیچے صاف صورت مین ۱۹۲۷ء لکھا ہوا ہے جس کا جی چاہے پڑھ لے۔

شاعر صاحب نے تاریخ کہہ ڈالی "الکشف" کے اڈیٹر صاحب کے سر سے یہ الزام ٹل گیا کہ ہندوستان کے اس عظیم الشان فرد کے ماتم مین اُنھون نے شرکت نہ فرمائی۔ کاش جناب میری توجہ فرما کے یون تخرجہ فرماتے ؎

کاٹ کر الکشف کی دُم لکھ دیا سالِ وفات
گوہرِ مقصود فخر قوم و ملت چل بسا

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے
اساتذۂ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا وہ ایک معمولی باجا یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصہ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان ضمیمے پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ یا دون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت مُلک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کرسکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ مانجیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند مینیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناعوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین مینیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۶

مضامین

۱۸ فروری ۱۹۲۸ء

"شادی ہا"

"دُنیا مین سامان شادمانی کا توڑا نہین چشم بینا اور دل شاد کام کی ضرورت ہے۔ ایران کا ایک خوش گو شاعر اس طرف ملتفت ہوا مگر پیری تو شاعر۔ شاعر عشق کی مصیبت سے کبھی خالی نہین ہوتا چنانچہ اس نسخہ کا آغاز بھی فطری شادی سے ہوا مگر تان بوس وکنار کی مسرت پر ٹوٹی، سب اسباب شادمانی اتنے مختصر نہین ہین مگر شاعر نے چار ہی بند پر کفایت کی ہے۔۔۔ جو کچھ ہے خوب ہے اور ہمین بھی قبول ومنظور ہے۔ "ایڈیٹر"

درین غم خانۂ پُر درد وتیمار بشر را شادمانی ہاست بسیار
عروس نوجوان از شوئے والا بہ پوسے کامران بردا شتن بار
شبے چون پاسبانان دیرماندن کنار بستر فرزند بیدار
بہ افسون کودکے را خواب کردن چنان آسان گرفتن کار دشوار
تنش را از پلیدی پاک شستن بہ ابرو ناشدہ چینے پدیدار
تن تنہا ولے ہر چار بودن طبیب و عاشق و یار و پرستار
چو کودک تب کند بر روے زدن آب ز اشک پاکِ چشمان گہر بار
کہ روزے باز بانِ بے زبانی بود گرد بشادی گرم گفتار

اگر یہ دورہ طفلے بہ دامان
نہ دانی ہیچ شادی بہتر از آن

شب آدینہ گاہے شادمانی نخستین پاس خفتن در جوانی
کتاب و درس را یکسو نہادن کشودن باب عیش و شادمانی
بخوانِ دوستان موعود بودن کہ شادی خیزد از آن میہمانی
کشودن چشم پیش از آنکہ خورشید کند بر بام گیتی زر فشانی
رُخ ناشستہ زی بُستان دویدن گرفتن بہرہ از زندگانی
بہ زیر بید بُن فارغ نشستن ز اندوہ و ملال این جہانی
بگوش نکتہ سنجیدن کہ زیباست میانِ دوستان شیرین زبانی
سخن بسیار گفتن کم شنیدن نہ کردن بار فیقان سر گرانی

چنین آدینہ شادی خیز باشد
ولے غیر من ترا زان نیز باشد

نخستین روز نوروزے کہ عالم شود بار دگر سبز و خُرّم
بگرد نو عروس بوستانی نماند بلبلے خاموش یکدم
کشد چون زند واف و قمری آوا بگوش آید نواے زیر و بام
صفاے باغ را ابرے سبک دست نشاند با نمِ باران فراہم
بطراری سحرگاہان نسیمے چکاند در دہانِ غنچہ شبنم
بجہرے شرمگین یارے پریوش خوے و باران بیامیزند باہم
بپاے دوست افتد عاشقے زار کند بشکستہ پیمان باز محکم
کہ ندہم دامنت تا ہستم از دست زند معشوق لب خندے کہ من ہم

نگویم روز چونین نیست شیرین
ولے گویم شناسم بہتر ازاین

شبے ماہ فلک بر گیتی خواب زبام آسمان پاشیدہ سیماب
تو گفتی مادر از سیم سرہ بپوشد بر تنِ فرزند سنجاب
فراز سرو بن مرغ خوش آہنگ نواز دلحن ہا بے ہیچ اسباب
تو گفتی راستی خنیاگر عشق زند بر تار دل گہگاہ مضراب
کنارِ بستر زیبا نگارے ز مستی خفتہ در آغوش مہتاب
پرندے بر تنش افتادہ گفتی بشمشادے جوان پیچیدہ لبلاب
دو شہلا نرگس جادو فریبش ز رنج عشوہ بازی رفتہ در خواب
بلا کش عاشق شوریدہ حالے ستادہ محو آن رخسار سیراب
ز شور عشق و شیرین کاری یاد دل این، زلف آن، افتادہ در تاب
کہ ناگاہان پدید آید شکر خند دران شیرین لب ہمرنگ عناب
دہد لب خندہ اندر زے کہ زنہار زمان خرمی تنگ است دریاب

خوشا آن لب کہ بوسہ دست یارے
باشکے شوید انگشت نگارے

"آقائے ل صورت گر"

خطاب شاعر لطیف ظریف بہ ذاتِ شریف

او باغبان مولی نواب اور پیاز جنگ اسوقت تو مُشار شریف و وضیع ہے
گر اتفاق ہین کے ہوا خواہ باغ قوم گرجان بل کا خیر طلب اور مطیع ہے
ہے دلخراش تیری صدا پھرشاپ بیچ بازار مین تُمہی بئس البیع ہے
مانا کہ نائٹل ترا اور تیرا مرتبہ چرخ برین سے بھی بمدارج رفیع ہے
لیکن نہال قوم کے تھالے کا دائرہ پھیلاؤ مین فلک سے زیادہ وسیع ہے
تنگ اسکو اپنے فعل سے ملتہ تو نہ کر یہ کام پرضرر ہے یہ از بس شنیع ہے
دشمن ہے اس شجر کا جہان مین ذلیل و خوار جو اسکے زیر سایہ ہے وہ سر و قیع ہے
باطل ہے یہ کہ دیکھتا سُنتا نہین کوئی ذات خداے پاک بصیر و سمیع ہے
"غفلت" مین انہماک ہی اسدرجہ کیون تجھے کیا سامنے ہی روز جزا یا شفیع ہے

دل ہی سے کرتے ہیں تائید قوم تو
اقبال جرم اگر ترے حق میں قطیع ہے
اطفال بوستان کے لیے تو ہے مرضعہ
تحسین بہر غنچہ ہائے فہیم و ضیع ہے

راقم

محمد عبد اللہ فضا حیدرآبادی نظامی ادیبی

غزل

اُس رُخ زیبا سے ہم گھونگھٹ ہٹا دیکھتے
دیکھتے اتنا وہ ہیں سیدھا کہ ترچھا دیکھتے
ہوتی اپنے پاس اگر معقول کوئی جائداد
عاشقی کو اُس گھڑی منہ کا نوالا دیکھتے
مفلسی کا ہو بُرا ممکن نہیں یہ لون گھڑی
دن گزر جاتا ہے اپنا سارا سایہ دیکھتے
استغاثہ کرتے ہنگامہ کا دائر۔ ہم اگر
اُن کو اور چرخِ ستمگر کو اکٹھا دیکھتے
جس گھڑی اقرار کر لیتے وہ ہم سے وصل کا
مینہ پھر ہم دیکھتے اسد م نہ سو فاد یکھتے
ہم سمجھ لیتے کہ موقع کورٹ شپ کا آ گیا
گر کبھی اُنکی نگاہ بے محابا دیکھتے
ڈارون کے سر بسر ہو جاتے پھر قائل۔ اگر
آئینہ میں آپ وہ اپنا تماشا دیکھتے
اُن کی طفلانہ ضد وں کا کیا کروں یارب علاج
کہتے ہیں ہم رہ تیرش خونِ تمنا دیکھتے
مرد و زن عریاں ہم خفاش دیکھے آجکل
دیکھیے آگے ابھی ہیں اور کیا کیا دیکھتے

راقم

خفاش کربانی

ہم کالے ہیں کس طور سے کالک سے ہو قابو
روپیہ بھی جو کالا ہو تو لیتا نہیں بابو

مکالمہ

کیا کیجیے۔ کمبخت کالک سے کسی طرح نجات نہیں۔ ملک بھر کالا ہے۔ ہم خود اپنے ”روے سیاہ“ سے شرماتے ہیں۔ ہزاروں تدبیریں کیں کہ گورے صاحب لوگوں کی آنکھوں میں سفید دکھائی دیں مگر کسی طرح ممکن نہ ہوا۔ ولایت گئے مگر سہ

گلیم بخت کسا لے کہ بافتند سیاہ
بآب زمزم وکوثر سفید نتوان کرد

جلاب لیے۔ طرح طرح کی دوائیں کھائیں نقل مکان کیا۔ سفید پانی پیا اجلی ہوا میں رہے ”بھاڑ لیپا کا لیپا پھر ہاتھ کالے کے کالے“

کہ زنگی بہ شستن نہ گردد سفید

کوئلے کی دلالی سے ہاتھ کالے۔ بال سیاہ کی رعنا ملاقات سے منہ کالا۔ بنک میں روپیہ گنتے پر نوکر ہوئے کہ شاید زر ابیض علیہ السلام کے فیض صحبت سے چہرے کی کلونس چھٹے کلجھوان ہی بنے مگر آہ۔

سیہ بختان قسمت را چہ سود از صحبت نوری

یوروپین ”لیلی گھر لیبی“ کے اختلاط سے بھی پیدا کشش ”حبش اسود“ نے برص ابیض کی صورت نہ پکڑی سہ

نہ لونگ اپنی ہوئی ہم صورت کافور صبوری

کوٹ پتلون پہنا۔ ہوٹل میں کھانا کھایا ٹینس بیرڈ سے دل بہلایا۔ کیٹی کیو ڈرا صابون ملا۔ طمانچے مار کے منہ لال کیا یہ تمام گورے گورے مشاغل بیکار ہوئے سہ

کاجل سے جدا ہو نہیں سکتی ہے سیاہی

وہی آہن تاب رنگ جو پہلے تھا قائم رہا۔ ادھر تو یہ اہتمام اُدھر صاحب لوگوں کو ”کالک“ سے وہ نفرت کہ الٰہی تیری پناہ۔ آنکھ کی پتلی سیاہ ہو تو بھی معلوم ہوتی ہے۔ حضور نے نگاہیں تو بدلی ہی تھیں پتلی بھی بدل ڈالی۔ بلیوں سے آنکھ ملائی۔ ”زلف سیاہ“ سے دل عاشق پر سانپ لوٹتے تھے وہ بھی بیک افسوں بھوری اور بھوری سے لنڈوری ہو گئی۔ اگر کبھی حلب رخسار پر خال حبشی نے قیام کیا تو ”بو نولیا کریم“ سے اسکی تواضع کی گئی۔ ہوٹل میں بھی رہا تو سدو پوش رہا۔ لکھنے کی روشنائی بھی ہے تو نیلی ہے۔ دیگ مسی کی جگہ تانبے جستی کی پتیلی ہے گھر یا پیاری ہے۔ مشک و عنبر سے بیزاری ہے صبح کی قمامی دنبل خوری اپٹن گھستی کرواے پھر بھی چور شکایت نہ کریں۔ رات کی تو ادی دیواریں پھاندلے دو سر ملوا کے صحیح و سالم گھر پہونچا نے مگر کالی بلا قابل نفرین ہے۔ اگر اس سیاہ خانے کی کوئی بات مرغوب ہے تو وہ کالون ہے حکومت ہے ہر چند کہ بادلِ ناخواستہ ہے۔ کمال بد لوا لانے کی تدبیریں ہو رہی ہیں۔ خیر یہ سب تو پرانا افسانہ ہے حال میں ایک اسٹیشن کے کالے صاحب لوگ یعنی بابو صاحب نے ایک نیا قانون بیان فرمایا۔ مکالمہ مزے دار ہے سُنیے اور اگر بابو صاحب کا یہ قانون صحیح ہو تو بیچارے دیہاتیوں کی قسمت پر وہ تین کالے کالے آنسو بہائیے۔ جن کو روپیہ رکھنے کے واسطے نہ سیف کبس میسر ہے نہ ”پاکٹ کیس“ وہ چار روپیہ ہونے تو ٹینٹ کے پسینے کے کھاری کنوئیں کا پانی پی کے کالے ہوتے رہے۔ دس پانچ ہوے تو چولھے کی مینڈ میں جارِ خاک سیاہ و ہم نشینیٔ گل اسود کا لطف اُٹھاتے اُٹھاتے کونلس گئے۔ اتنی سی بات پر اگر اسٹیشنوں کے نئے نئے قانون ان سے ناراض ہو جائیں

تو بتائیے کام کیونکر چلے۔ دیکھیے وہ ریلوے کے اسرافیل نے "صور" پھونکا:۔

"پچھم کے جانے والے ٹکٹ لیو"

وہ مسافرون مین ہلچل شروع ہوئی۔ مُردے جاگے لحافون رزائیون کملون کے کفن پھاڑ کے اُٹھے اور سیدھے "دریچۂ دیدار خداوند ٹکٹ (ٹکٹ کلکٹر)" کی طرف چلے۔ دروشن جھرو کا جسم بے حیا کی طرح واز تھا۔ اور کالا کالا بابو انگریزی زبان مین: "انار بکم الاعلٰے" کے نعرے مار رہا تھا اتنے مین ایک مسافر آیا اور اُس نے ساڑھے تین ٹکٹ مانگے۔

بابو۔ کس ایج (عمر) کا لواٗے (لڑکا) ہے جس کا واسطے ہاف (آدھا) ٹکٹ مانگتا ہے"

مسافر "آٹھ سال"

بابو "لوائے کو لاؤ۔ بنا دیکھے ہاف ٹکٹ ناہین ملے گا"

مسافر "آپ ٹکٹ بنائیے۔ لڑکا ابھی آتا ہے"

بابو "نو۔ نو۔ ریلوے رول کے کھلاپھ۔ بات کیسے ہونے سکتا"

مسافر "بابو صاحب بھیڑ بہت ہے۔ آپ کچھ شک نہ کیجیے ٹکٹ بنائیے"

بابو "اور جو لوائے کا ایج جیادہ (زیادہ) ہوا تو فیر (پھر)؟"

ٹھہرو ٹھہرو! چھلو کو دو نہیں مین تو خالی مصور ہون تصویر لے کے چلا جاؤنگا۔ لے ادھر مُنھ پھیرو"

"بالفعل پچھاوے (چوتڑون) کی تصویر ہی لیجائیے پھر دیکھا جائے گا۔ یہ صورت نہیں ہے دکھانے کے قابل"

مصور (کمیشن)

انڈیا جان

INDIA

مسافر "پورا کرایہ دیا جائیگا"

بابو "او سب گول مال۔ جھگڑا ہوگا۔ پھورصت (فرصت) نہین ہے"

مسافر "اچھا تو آپ دو پورے ٹکٹ دیدیجیے۔ اور ایک آدھا بنا کے رکھیے مین لڑکے کو بُلاتا ہون"

بابو "روپیہ لاؤ"

مسافر غریب نے روپیہ گن دیے۔ بابو صاحب نے ایسی نقادی کی نظر روپیہ پہ ڈالی کہ بجالت تنقید مولانا پنچ کے نقد سخن کے کرلے تیورون کو مات کر دیا۔

بابو "او مین۔ سب کالا کالا۔ یہ دو ٹھو روپیہ بڑا کالا ہے"

مسافر "اجی کالا ہے تو ہم کیا کرین ہے تو گوری چاندی کا۔ یہ دیکھو آواز سنو"

مسافر نے سنگ آستان بابو یعنی کھڑکی کے پتھر پہ ایک مرتبہ پھر روپیہ کا سر ٹپکا۔ مگر عاشق ناشاد ہی رہا۔ دعا قبول نہ ہوئی۔

بابو "باجتا ہے۔ باجتا ہے۔ فیر کالا۔ کالا"

مسافر "اجی ہم بھی تو کالے ہین آج آپ کا لالا (روپیہ) کھراب"

دیہاتیون کی کسوٹی انگوٹھا اور کلمے کی انگلی ہے۔ روپیہ کھنا کا دے کے اُچھلا اور پھر کوڑی لانے والے بچے کی طرح ہاتھ پہ آرہا۔

مسافر "دیکھو بابو۔ روپیہ ٹھیک ہے۔ مورڑ کٹا دو لیم چہارم کا سکہ ابھی نہیں ہے سلیپٹ بھی لیمان ہے۔ کانا کھترا کنڈے دار بھی نہین ہے"

بابو "او۔ مین۔ کالا ہے کالا ہے"

نہین لیتے۔ کل ہم سے کہے گا کہ جاؤ ہم کالے آدمی کو ٹکٹ نہین دیتے۔

بابو "او بابو۔ ٹائم ولیسٹ نا کرو۔ کالا چینج کرنے ہوگا ریلوے آرڈر پاس ہو گیا"

مسافر "خدا غارت کرے اس کالے آرڈر کو۔ اجی ریل بھاگی جاتی ہے کوئی ہم نے روپیہ بنایا ہے؟"

بابو "او۔ بابا۔ کسی فرم مین آگ لاگ جانے سے بہوت (بہت) روپیہ کالا یا ڈگیا (پڑگیا) کا مپانی (کمپنی) مین کالا روپیہ جانے سے حاکم لوگ دیک (دق) ہوتا کانپی (قینچی) سے روپیہ کاٹ کے فیر آفس مین گھما دیتا اور ہم لوگ کو ڈانڈ دینا پارٹا۔ سمجھا۔ کالا روپیہ ٹھیک ناہین"

مسافر "بابو۔ روپیہ تو ہم بدلے دیتے ہین مگر یہ بتاؤ کہ تم کالے ہو یا گورے۔ آخر ریلوے نے تمھاری آبنوسی رنگت پر کیون لحاظ نہ کیا"

اتنے مین اکسپریس ٹرین کا سیاہ تاب انجن چھک چھک بھک بھک کرتا پلیٹ فارم پر ڈٹ گیا۔ غریب مسافر کالے گورے کی بحث کو زیادہ طول نہ دے سکا۔ بچے کا ہاتھ پکڑ کے بابو صاحب کا اطمینان کر دیا کہ نصف کرایہ کا استحقاق غلط نہو جائے اور سر پہ پاؤن رکھ کے بھاگا۔ آپ جانیے این جانب بھی مسافر ہی تھے۔ فتحپور کا ٹکٹ لے کے پلیٹ فارم پر آئے اور حیرت سے فرسٹ کلاس کے گورے مسافرون کا منھ تکنے لگے جنھین کالے (انجن) سے نہ وحشت تھی نہ دہشت اسکے علاوہ انکے پاس کالے روپیہ تھے۔ ان سے انگریزی مین کہا کہ تمھین کالے کالے روپیہ صرف کرتے گھن نہین آتی؟ روپیہ کالا ہے ہم بھی کالے

ہین یہ کالا ہم کالون کے حوالے کرو۔ صاحب نے نیلے پیلے دیدے نکالے۔ یہان مارے ڈر کے مُنہ درد ہوگیا۔ اور زردی اُسوقت تک کافور نہ ہوئی جب تک فتحپور کا اسٹیشن نہ دیکھا اللہ اللہ خیر صلاح۔

راقم

سرکوب فتحپوری

اولڈ بوائے

پہلے اس نام کا ایک رسالہ علیگڈھ سے نکلا تھا مگر آن و فتر راگا ؤ خورد۔ اب دار الاصطلاحات حیدرآباد دکن سے دوبارہ اس نے سر نکالا ہے مگر تعجب ہے کہ "اولڈ بوائے" کا ترجمہ کیسی اصطلاحی مترجم کو نہ سوجھا۔ مولوی وحید الدین سلیم بیہودہ اصطلاحون کے وضع کرنے مین اپنا ثانی نہین رکھتے۔ یا رو اُنھین سے پوچھ لیا ہوتا۔ وہ "پُرانا لونڈا" یا اسی کے مماثل کوئی اور گردان مین پورا اُترنے والا نام گڑھ دیتے۔ واللہ حیدرآباد کی توہین ہے کہ وہان سے رسالہ نکلے اور یونیورسٹی کے قابل افراد (واضعین اصطلاحات) کے تصرف ذہنی و علمی سے محروم رہے۔

اس رسالے کا تیسرا نمبر پیش نظر ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ کوئی چیز اعتراض کے قابل نہین۔ غالباً انشا ئی و کتابت ہمارے دوست سید فضل اللہ صاحب مصور کی مرہون منت ہے جن کے خط مین ولایتی شان ہے اور جو "لائن ورک" مین کامل مہارت رکھتے ہین۔ ہان مضامین کے بارے مین کچھ کلام ہے۔ مثلاً "فسون کاری" کے عنوان سے ایک نظم ہے۔

شاعر فرماتا ہے ؎

میرے دلِ نازک مین کیون دست گریبان ہیم
اے عشق کی بیتابی لے عقل کی خودداری

یہان "دست وگریبان" جسکے معنی "ساتھ ملحق، بشامل، شریک۔ باہم مرتبط" کے ہین بمعنی "دست بگریبان" استعمال ہوا ہے جسکے اصطلاحی معنی "خصومت جنگ۔ دشمنی اور لَپاڈگی" کے ہین۔

اگر شعر مین دست وگریبان سے "مرتبط و ملحق" مراد لیین تو اس کا صلہ "مین" سے نہین لہذا "دل نازک سے دست وگریبان" کہنا تھا۔ "مین" کی ظرفیت "میدان جنگ" کی طرف اشارہ کرتی ہے اگرچہ وہ تنگ و نازک ہے۔ یا ایک ایسی دعا بلی کا پتا دیتی ہے جسمین "عشق کی بیتابی اور عقل کی خودداری" متضاد ہوتین دو دو ہیم نہین رہنے پاتی، ہنچے تانے ستعد ہین۔ دونون کا اتصال قابل تشکر ہے شکایت و اعتراض کے قابل نہین۔ اگر اُردو محاورے کے خلاف "دست وگریبان" اور "دست بہ گریبان" مرادف سمجھے جائین تب بھی "فسون کاری" بے لطف اور غرابت سے بے بہرہ نظر آتی ہے۔ اسے معنیٰ شاہ صاحب کا جیم چھکا سمجھنا چاہیے۔

پھر فرماتے ہین ؎

اُس بزم مین سو پڑ تو کیا نیند کے معنی ہین
جس عالمِ غفلت مین اک خواب ہے بیداری
آمام طلب دل پر احساس غلامی سے
اک ضرب لگا کامل۔ اک زخم لگا کاری
یہ عیش کی صورت ہے۔ وہ لطف کا سامان ہے
اے عقل کھلونون کی تا چند خریداری

پہلے شعر مین "بزم" اور "عالم غفلت" ایک ہی شے ہے لہذا دو مین سے ایک بیکار ہے۔ مطلب اسی قدر ہے کہ جہان خواب کا نام بیداری ہے وہان "نیند" کے کیا معنی ہونگے؟ مگر فسون کاری کا غلو کسی قاعدے قانون یا لطافت و فصاحت کا پابند نہین۔ دوسرے شعر مین "مخاطب" معلوم نہین کون ہے۔ شاید شاعر صاحب اپنے دل سے باتین کر رہے ہین۔

تیسرے شعر مین "یہ" اور "وہ" کا اشارہ خدا جانے کس طرف ہے۔ نہ قریب کوئی نظر آتا ہے نہ بعید۔ عیش کی صورت اور لطف کا سامان کھلونا نہین، ہان یون کہتے تو "کھلونون" کا اطلاق صحیح ہوتا اور شاعرانہ دیوالی کا گھروندا آراستہ ہوجاتا جسمین "فسون کاری" کے منتر جگائے جاتے ؎

یہ عیش کی گُجری ہے وہ لطف کا بھوا ہے
اے عقل کھلونون کی تا چند خریداری

پھر ارشاد ہوتا ہے ؎

پردہ اب اُٹھا دے لیلائے محبت پہ کاندھے پہ رکھ کے تا بوت ہوس کاری

لیلی محبت عجب چیز ہے کہ جب پردہ اُٹھاتی ہے تو شاعر انسان سے "کشتہ یا محسن" یا "فرزدہ شو" ہوجاتا ہے۔

شاعر "قدرت" کا حکم سُناتا ہے ؎

اندھون کو رکھا جلوے بہرون کو سُنا نغمے
قدرت نے مرے حق مین یہ حکم کیا جاری

حکم معقول ضرور ہے۔ یہ فسون کاری اندھون اور بہرون کے مصرف کی ہے خدا نہ کرے جو کسی دیکھنے والے اور کان والے پر اسکا اثر ہو۔ واللہ بے پرکی اُڑانے لگے گا۔

ایسی فسون کاریان اس رسالہ مین کئی ایک ہین سب سے تعرض کیا جائے تو دوسرے مفید مطالب نہین رہ جائینگے۔ لہذا ایک نمونہ نثر کا ملاحظہ فرما کے اس قصیدے کو خاک ڈالیے۔ بلکہ اُردو کی روح پر فاتحہ پڑھیے۔ نئی تعلیم یافتہ پود سے توقع تھی کہ یہ پڑھ لکھ کے اپنی زبان کو فائدہ پہونچائینگے مگر اُنھون نے اگلے شاعرون کی ہجو کے سوا اور کوئی علامت اپنی استعداد و قابلیت کی دُنیا کے سامنے پیش نہین کی۔ اگلے شعرا فحاش تھے ضلع جگت کہتے تھے۔ لفظی بندشون پر جان دیتے تھے علوم کو ان سے نفع نہین ہوا۔ گل و بلبل اُنکیا گڑی کے سوا اُنھین کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ بے حیا تھے۔ خوشامدی تھے قومی درد انکے دل مین نہ تھا یہ سب کچھ تھا مگر جو کچھ نظم و نثر مین انھون نے کہا وہ سمجھ سے باہر نہین کہا۔

اس نمبر مین (نمبر۳) بعنوان "مطالعہ سوئن برن" ایک مضمون ہے۔ یہ مضمون بعض انگریزی شعرا سے متعلق ہے اول تو اُردو مین شیلی اور سوئن برن پر مضمون لکھنا ہی فضول ہے اگر اُن کا کلام یا اُس کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد محاسن کلام سے بحث کیجاتی تو فائدے سے خالی نہوتی۔ مگر مضمون نگار صاحب نہین معلوم کن لوگون کے لیے قلم اور سیاہی برباد فرماتے ہین۔ جو لوگ شیلے اور سوئن برن کی جلالت قدر سے واقف ہین اُنھین شاید مضمون نگار صاحب کے خیالات سُننے کی ضرورت نہوگی۔ جو حضرات ان دونون سے واقف نہین یا انگریزی نہین جانتے۔ اُنکے لیے تمام مضمون "تعریف المجہول بالمجہول" اور ایک انگریزی دونیان سے کم نہین۔ زیادہ سے زیادہ اُسکی سمجھ مین آئے گا تو یہ کہ ایک صاحب کو

کانگریسی ممبر کونسل

صیاد حکومت

خوشامدی ممبر کونسل

تقریر

میں وہ مرغ خانہ خراب ہوں کہ چمن قفس کا سب ذکر کیا
جو لیا کسی نے خرید بھی تب صدقے کرکے اڑا دیا

"تصدق اقتدار حکومت"

صیاد ء "کالا کوا بھی چھوڑیں صدقے (صدقہ) کو منگل کا روج (روز)"
پنچ ء "ایک کوا تو منگل کا اڑا چھوڑ چکا"
صیاد ء "لاسا ٹھیک نہ تھا۔ کالا کوا بھی چھوڑیں منگل کا روج"

انگریزی شاعروں کے نام کی فہرست خوب یاد ہے۔ دیکھیے .... انگریزی اور اُردو دونوں حرفوں میں غیر مانوس نام موجود ہیں ارشد ہی انگریزی دانی فرماتے ہیں:۔

"شیلی اور سوئن برن کی مشابہت ہمیں اس حیرت انگیز خیال کی طرف اکساتی ہے کہ شیلی نے سوئن برن کی صورت میں نیا جنم لیا ہے"

شیلی کون تھا۔ سوئن برن کون ہے اس نے اپنے کلام میں کیا حذاقت و صنعت پیدا کی اصناف سخن کو کس قسم کی ترقی دی۔ یا کلام کا تقابل حضرت کو اس سے بحث نہیں بعض سوانح مثلاً کالج سے نکال ملنا۔ اچھے خاندان میں پیدا ہونا "تہا نشینی جو عطیہ ہے میں ابتدائی زمانہ گزارنا۔ عیسائیت کی مخالفت میں آواز بلند کرنا" ہر بات کا ایک دم فیصلہ کر لینا" بس یہی "وجوہ شبہ" ہیں شیلی کے ساتھ خدا جانے کون سا نازیبا سلوک کیا گیا تھا جس سے سوئن برن بچا رہا۔

"اگر یہ واقعہ ہے یعنی فی الحقیقت شیلی نے سوئن برن کی صورت میں دوبارہ جنم لیا ہے تو ہمیں ماننا چاہیے کہ اس نے اپنی دوسری زندگی میں پہلی زندگی کے تجربات سے بہت کچھ مفید زہانت حاصل کر لی ہے.......

شاعری میں اس کا درجہ شیلی سے بہت بڑا ہے اور ٹینی سن روزی ٹے اور براوننگ بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے۔ بلکہ کوئی انگریز شاعر یا غالب کہ ملٹن بھی نظم کی اُستادی میں اس کا ہم پلہ نہیں۔"

یہ نثر قصیدہ ہے غالباً اس قصیدے کی برکت سے دنیا انگریزی شاعری میں اُتنی ہی مہارت حاصل کر لیگی جتنی کہ سوئن برن کو حاصل تھی۔

"شاعری کی طرح تمثیل Drama نگاری میں بھی اس کا درجہ بہت بلند ہے ....

میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُنیسویں صدی کے تمثیل نگاروں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اس کی ہمسری کر سکے ....

لیکن اس کے "پرومتھیوز آن باؤنڈ" کے مقابلے میں سوئن برن کا یونانی "خوزمیہ" اٹلانٹان کیلیڈان" بہت کچھ سبقت لے گیا ہے"

"تمثیل نگاری" کی تنقید ہوئی۔ اُمید ہے کہ اُردو کے مصنف یونانی "خوزمیہ" کی پیروی کرینگے۔ اور جناب مضمون نگار کی اس توصیف و تحسین سے بے خود ہو کے ایسی تیج بیجی (باصطلاح ادب لطیف "جذبات مرتقصانہ" میں مبتلا ہو جائینگے جس کی انتہا قبر کے اسٹیج پر "مردہ" کا ایکٹ کرنے وقت تک باقی رہے اور تا روز حشر ختم نہ ہو۔

آٹھ صفحہ کا مضمون ہے اور ایسے "ملمعات" سے آراستہ ہے جنھیں "سوئن برن" کا باپ یا بیٹا بھی نہیں جانتا۔ چہ جائیکہ ایک اُردو پرچہ کا ناظر۔ آپ اگر "شاعر" لکھتے ہیں تو اُس کے ساتھ ہی انگریزی میں Poet بھی لکھ دیتے ہیں تاکہ پوئٹ کی لفظ لکھنے اور "تمثیل نگاری" پر صرف واہ واہ کرنے سے جملہ نکات شاعری و "تمثیل نگاری" حل ہو جائیں۔

خدا کی عنایت سے جناب مضمون نگار اُردو کے بہت بڑے ماہر ہیں "حسین اور موہنے خیالات۔ لریکل تحفہ۔ عہد نو زائیدگی۔ جمالیاتی۔ کلاسیکل مطالعہ۔ آن کہنی بسر و رآزادی" اور اس قسم کے بیسیوں لاجواب افادات سے عبارت چشم ناظر کے سامنے عریان ہو جاتی ہے اور بقول جناب مضمون نگار:۔

"عریانی ایک عیب ہے۔ لیکن یہ عیب زندہ رہ سکتا ہے اگر اس میں کچھ حسن ہو"

آپ کی عبارت آرائی حسین عریان ہے اللہ نے چاہا تو شیطان سے شرط باندھ کے زندہ رہے گی۔ محاسن مضمون اُس وقت تک ناظرین پنچ کے ذہن میں اچھی طرح نہیں آ سکتے جب تک ہم اپنے طرز میں نقل نہ اُتاریں۔ ہمیں وسعت نہیں کبھی پھر اس انشا کے محاسن کی نقل کریں گے (جسے نہ واقف حال سمجھ سکے نہ اجنبی) ان آٹھ صفحوں میں ایسی برکت ہوئی کہ کوئی جرمنی فرانسیسی امریکی برطانی شاعر نہیں بچا جس کی شاعری سے بحث نہ کی گئی ہو۔ مضمون باقی آئندہ پر ختم ہوا ہے یعنی کمالِ اہلیت نما کا سلسلہ ختم نہیں ہوا؛ اولڈ بوائے" حب اہارج کے استعمال سے دماغ کا تنقیہ پیش از پیش کر رکھیں۔

الغرض صاف بات تو یہ ہے کہ "اولڈ بوائے" صاحب کا دیدار اس پیرزمین گیر کے واسطے باعث مسرت نہ ہوا۔

خدا جانے لوگ کیوں مولانا اودھ پنچ کے دفتر میں ایسی چیزیں رائے ظاہر کرنے کے واسطے بھیج دیتے ہیں جنھیں نہ تو کوشش و تلاش سے واسطہ ہے نہ علم و ادب سے۔ فقط

راقم

خاکسار او بار الادب

پنچ۔ جناب ادبار! آپ جانتے ہیں کہ ادیب پہلے زبان اور متعلقات ادب میں مہارت پیدا کرے مضمون نگار اسی بحث پر قلم اُٹھائے جس کے ماله اور ما علیہ سے واقف ہو تو اس زمانہ میں یہ محال ہے۔ "عدم سے وجود بہتر ہے اگرچہ ناقص ہو" اس کلیہ پہ آجکل دُنیا کا عمل ہے "گنتی بڑھانا" حال کی حکمت عملی کا جزو اعظم ہے۔ انگریزی طرز انشا کی تقلید فیشن میں داخل ہے۔ مقلد سے یہ اُمید کہ وہ کسی چیز کا موجد ہو جائے یا تقلید میں اعتدال اختیار کرے بہت ضعیف ہے۔ جب تقلید ہی کی ٹھہری تو عینک کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مقلدات میں مناسبت اور عدم مناسبت کا خیال کون کرتا ہے:۔

ایک تھیں بی ہمسائی انکے پڑوس میں ایک میر صاحب رہتے تھے۔ میر صاحب اپنے گھر میں اس شان سے جھاڑو دے رہے تھے کہ انگرکھے کا پچھلا دامن سر پر تھا پھٹی ہوئی لنگوٹی کی لیریں جھاڑو کی تقلید کر رہی تھیں۔ ہمسائی نے دراڑ سے جھانک کے دیکھا۔ وضع نرالی تھی سوال پیدا ہو گیا "اے میر صاحب یہ کیا؟" میر صاحب بولے "بی ہمسائی یہ بھی یاروں کی ایک وضع ہے" بی ہمسائی وضع پر بھی لوٹ ہو گئیں اور جواب پر بھی۔ جھٹ لہنگا پیچھے سے اُلٹ کے سر پر ڈالا صحن میں جھاڑو دینے لگیں اتنے میں آئے میاں۔ میاں بھی پوچھ بیٹھے "اے بی بی یہ کیا؟" بی بی ہنس کے فرمانے لگیں "میاں یہ بھی یاروں کی ایک وضع ہے" "وضع" کے متعلق آپ بھی "مطالعہ سوئن برن"

کے مصنف سے سوال کر سکتے ہین "ابوالخیر مودودی صاحب یہ کیا؟" لیکن اعتراض کا منصب آپکا ہے نہ ہمین دُنیا اس کی قدر کرتی ہے۔ عیب عام ہونے کے بعد عیب نہین رہتا۔ آپ کا منصب بسنا ہے۔ گو ہمین آپ کے دشمن۔ اے حضرت یہ بھی اردو کی ایک رسم ہے کہ مضمون لکھین اللہ مختار یا مختار کا پتا ہو۔ اللہ کا نون کے کچھ قدر دانون کو رکھے۔ برادری کی وسعت رئیسون سے کچھ نہ کچھ دلوا دیگی۔ دمہ المقصود اور سب کچھ لکھیے مگر اینجانب کی ڈاک پر چوٹ نہ کیجیے فقط

اوحسین نائیہ

مولانا پنچ - کئی ہزار سلام۔

زمانہ حال کی قوت اختراع و ایجادت آپ خوب واقف ہین یہ اختراع و بدعت محض سائنس ہی کے لیے محدود نہین - بلکہ غریب اردو شاعری کی گردن بھی اسمین پھنسی ہے نئی پود کے بعض شعرا یورپ کی نقالی مین بہت ترقی کر گئے ہین ولایت کا صرف نام سُنا ہوگا وہان کی دوشیزہ کو بھری محفل مین ننگی ناچتے نہ دیکھا ہوگا مگر بقول شخصے "وصل نہ سہی حسرت ہی سہی" اُردو کا کوئی رسالہ رقاصہ اور مغنیہ کی تعریف سے خالی نہین دور دار نظمین لکھی جارہی ہین عنوان کے لیے ذرا سر کھپانا پڑا اچانک "الکتری والسنڈری" کا خیال آگیا اور شاعر نے قلم برداشتہ "نائیہ" پر ایک نظم دھر گھسیٹی - آپ فرمائینگے کہ نائیہ کیا بلا ہے تو ہم کہین گے "تعقداریہ" کیا چیز ہے۔ اے خدا اودھ اردو بطفیل اُدبائے لطیف "اوشنی" ہوتی جاتی ہے - ہر لفظ شعری ہونے پر آمادہ ہے "چٹیا" سر پر ہے مگر جلیبہ اور اگال دکوفیہ اور عقال کے نیچے مخفی ہے۔ لہذا "نائی" ہے مذکر بقاعدہ عربی مؤنث اسکا "نائیہ" ہوا۔ سمجھے۔

شاعر آجکل خوش قسمتی سے ایک ایسے پرفشانی مقام مین جلوہ افروز ہے جہان بی سروی خانم بہت آزاد ہین ادھر پانی حلق کی نالی سے نیچے اترا اور ادھر ساری آنتین قلابازیان کھاتی ہوئی پیٹ کی ڈھابی مین منجمد ہو کر رہ گئین ایسی حالت مین حضور کی خاطر تواضع ذری دشوار تھی لیکن حضور کا دستور ہے کہ بغیر تحفہ مجرا قبول نہین ہوتا۔ اس لیے "نائیہ" ذریعۂ ملاقات ہے ملاحظہ ہو۔ شاعر کہتا ہے (بندہ نہین کہتا۔ یہ سر ضعیف ایسی اداؤن کا متحمل نہین)۔

شیشہ و سبو کو چھیڑ۔ زلف مشکبو کو چھیڑ۔ میر سر کہ وکو چھیڑ

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

بادہ کش الست ہون - رند سیاہ مست ہون۔ اک گدائے پست ہون[1]

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

سر پہ نظر جمائے جا۔ دست کرم بڑھائے جا۔ بال تو بنائے جا

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

نازش التفات سے۔ طرفہ تجلیات سے۔ صرف تبسمات سے

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

بامین گلے مین ڈال کر۔ استرا نکال کر۔ خوب دیکھ بھال کر

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

حسن صفائے عیش ہے۔ آب لقائے عیش ہے۔ خلوت سرائے عیش ہے

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

چشم شراب ریز ہے۔ سینہ کدورت خیز ہے۔ کاکل عطر بیز ہے

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

[1] کچھ پروا نہین جلدی سے پڑھ جائیے۔ بندہ موجد کا مقلد ہے۔ موجد کے نزدیک عروض کوئی چیز نہین ۱۲ منہ

چار بول بول کر۔ سر کو بیرے کھول کر۔ ایک ہاتھ تول کر

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

جل تو جلال تو۔ آئی بلا کو ٹال تو۔ اب نہ دیکھ بھال تو

اوحسین نائیہ

اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

تنبیہ الشعرا - قدوائی

المختصرات

آپ جانیے خدا نخواستہ ہندوستان کسی کام کی بات مین کمال حاصل کرنے سے رہا۔ ہان کھیل کود مین یورپ کے نقش قدم پر لنگڑی گھسیٹ لیتا ہے یہی بہت ہے۔

سائمن صاحب نے یہان ایک مرید خاص برطانیہ سے شطرنج کی بازی کھیلی بازی دو گھنٹے اٹکی دونون کھلاڑی مہرے کدیتے رہے اتنے مین کھانے کی گھنٹی بجی اور سائمن صاحب اسکا اقرار کرکے اُٹھے کہ مشرق و مغرب مین ایک چیز مشترک ہے یعنی شطرنج - ہم کہتے ہین کہ صاحب آپ نے اپنے نزدیک ہندوستانیون کا مول بڑھایا مگر شطرنج ہے کیا مال - اجی بڑھیلا۔ نکی موٹھ - گلی ڈنڈا۔ کبڈی۔ سن تلیاچ پچیسی - ونڈا لڑنگ وہ کون کھیل ہے جسمین ہمین کمال نہین - کہین آپ یہ تماشے دیکھ لیتے تو مغرب کو مکمل اقرار صدقے اتارتے - جی! آپنے کوئی ایسا ویسا مقرر کیا ہے؟ ایک فیشن یہ بھی اہل مشرق کے واسطے مخصوص ہے یعنی اپنی پُرانی یادگارون اور پُرانی رسمون پر لعنت ضرور بھیجتے ہین۔ خدا جانے انھون نے اہل مغرب سے یہ شیوہ سیکھا ہے یا اہل امریکہ سے چنانچہ عربی زبان اور مخصوص طریقہ سے نماز پڑھنا مردون اور عورتون کا ایک صحبت مین مخلوط ہونا۔ گانے ناچنے سے اجتناب یہ سب خصائص ترکون نے بالائے طاق رکھ دیے اب اُنھین اپنے قدیم رسم الخط سے بھی نفرت ہوگئی۔ لاطینی پر ریجھے ہین۔ دیکھیے آئندہ دیکھنے فرسودہ غیر مہذب شجرہ نسب کا اتصال کس خوش قسمت نسل یا ترقی یافتہ ملک سے ہوتا ہے۔

ہمارے پُرانے دوست مسٹر اسکو تیجہ جل بسے انکی ذات سے کبھی کبھار ہنسنے ہنسانے کا سامان ہوجاتا تھا۔ دل لگی جاتی رہی۔

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اگو کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A_783

جلد سیزدہم

OUDH PUNCH

LUCKNOW 1928 WEEKLY

जिलद न: १३

ہفتہ وار باتصویر ظرافت

क़ीमत पेशगी		قیمت پیشگی	
सालाना	५	سالانہ	صہ
छमाही	३	ششماہی	سے
तिमाही	२	سہ ماہی	عہ

M. B. KHAN ARTIST

ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپکر شائع ہوا

DOGAHAN LUCKNOW

قیمت فی پرچہ ۲ ر

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا عطر حنا خاص ترکیب سے بنتا ہے

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ مالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور اپنا و یگانہ پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے

(۵) طالبان مفت اگر اپنی بیبضاعتی کے سبب قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چچھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالین۔ ۱۰ ام و دام نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیاز مند منیجر خود نہین پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تقاضا بھی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین مع اور خطوط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو فقط

نوٹ

حضرات خریدارین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۲ نمبر ۷

مضامین

(مورخہ ۱۸/۲۵ فروری ۱۹۲۵ء)

غزل

جیب میں تھوڑے چنے ڈلے چبانے کے لیے
قیس صحرا کو چلا ہے غم بھلانے کے لیے

خوف آنے کا نہ اسکے ، سکے جانے کا نہ غم
آندھی آنے کے لیے ہے دھوپ جانے کے لیے

جب کبھی وسکی کو اپنے منھ لگا لیتا ہوں مین
دخت رز خود آتی ہے مجھکو منانے کے لیے

آہ لیلیٰ کی ہے اُمید شاید قیس کر
بھر رہا ہے آج پانی وہ نہانے کے لیے

کورٹ شپ سے وصل تک کا حال ہے کافی نہین
دو ورق کونین کے ایسے فسانے کے لیے

بولے یہ لکھنؤ یونیورسٹی مین بھیجدو
قصۂ غم جب گئے اُنکو سُنانے کے لیے

بے ستون اور نجد سب خفاش چھانا مین نے آہ
پر جگہ موزون نہ پائی غسلخانے کے لیے

راقم خفاش کرمانی

اے نرگس!

"منھ ہے نرگس کی طرف گر شاعر نکمبیرن سے ایران کی
عیش پرستی دیکھ رہا ہے۔ اور جلے پھپھولے یون پھوڑتا ہے"

اے نرگس شوخ چشم شہلا   نبرو ز حیا بہ پیداست تو
تا کے بہوائے نفس سرگرم   تا چند بحسن خویش مغرور
در طرف چمن بعشوہ و ناز   استادہ بہ پائے مست مخمور
بگرفتہ بہ دست جام زرین   بے پردہ ۔ بہ پاے تا بہ سر عور
با عیش و طرب بہارہ نزدیک   وز عفت و شرم دائما دور
تو بے خبری زخویش و سرگرم   با لالہ رخان لعشرت و سور
ہر روز عذار تا بناکت   تا بد ز چمن چو از فلک ہور
ہر شب بنجطا بہ بزم رندان   بے پردہ روی تو غنا در سرور
آرائش بزم از رخ تست   خوبان ہمہ ناظر و تو منظور
لیکن تو گمان مبر کہ ولدار   برباد تو عیش کردہ منشور
زیرا ۔ نبود درین زمانہ   این نکتہ بہ نزد عقل مستور
ہر جا کہ بہ سر جام شہد ست   با اوست ہزار نیش زنبور
نخست بخود آ کہ ترسم آخر   گردی بہوائے نفس منفور
آتمہ تو فزون ز حد بہ نرگس   تعقیب مکن کہ ہست معذور
روشن ترا زین اگر گوئی   ترسم کہ شود جگہ مہ سلنبور
شیرین ترا زین نمی توان گفت
در سبہ از ین نمی توان سفت

"پانزدہ کاد"

ہمہوں مجھٹر ہوئے جاب

میاں ہلوا ہے نے ہل کاندھے سے اُتار کے ایک کونے مین رکھا پھیاو دوسرے کونے مین ڈالی زمیندار کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہوئے اور بہ زبان دہقانی فرمانے لگے "ہجور ہمرا حساب کئے دیو اب ہم گھامے مان (دھوپ) کام کاج نہ کرب"

زمیندار صاحب بھونچک ہو کے دیکھنے لگے ۔ بار بار پوچھا کہ بھائی آخر وجہ سبب باعث موجب جہت علت غرض غایت ۔ کچھ تو کہہ تیری رگ ٹیڑھی کیون ہو گئی ۔ کسی نے کچھ کہا سُنا ۔ مارا پیٹا ۔ تنخواہ چڑھ گئی ۔ بیمار ہو گیا ۔ گھر سے کوئی بُری خبر آئی ۔ ہلواہی نہ کرے گا تو کیا کرے گا ؟"

مگر ہلواہا بھی یہی کہتا رہا ۔ ہمارا حساب کئے دیو ۔ آپ جانیے خاطر مدارات کی بھی حد ہوتی ہے ۔ کام کاجی آدمی کا یون بغیر تمہید و دیباچہ بدون پیشگی نوٹس دیے استعفا دینا ۔ پھر مین جوتائی کے وقت ۔ زمیندار کو آیا غصہ اُنھون نے ڈیڑھ ہاتھ کے طول اور چھ انچہ کے عرض کا جوتا سنبھالا اور کہنے لگے "بتا تو وہ کیون جائے گا ۔ کہان جائے گا ۔ موٹائی چڑھی ہے ۔ چربی بڑھی ہے ۔ دن لگے ہین"

طریق کار موثر تھا ۔ ہلوا ہے صاحب نے دانت نکال دیے "صاجواب صاپھ صاپھ (صاف صاف) بتائے دیت ہین سسُر سکارے (سویرے) سے سورج ڈوبے تلک ہرہا (بیل) کی دُم مروڑت مروڑت ہیران نکس جات ہین ۔ تی سے (اسو جہ سے) ہم پنچ دل اُن پھکر (فکر) کین کہ ہم ہون منئی (آدمی) ہرنی ہرواہی مان کھالی کھولی ٹھائین ٹھائین ہے اور کا دھرا ہے"

زمیندار "اچھا تو پھر"

ہلواہا "پھر کچھ نا ہین ہم ہون مجھٹر (مجسٹریٹ) ہوے جاب"

زمیندار صاحب ہنسے اور ہلکے پھلکے دو چار شفقت کے ہاتھ جھاڑ کے طالب تفصیل ہوئے ۔ مجسٹریٹی کا خبط معمولی جنون نہین ۔ پھر ایک ان پڑھ جاہل ہلوا ہے کی اُلٹی کھوپری مین اس بھوت کا سمانا خالی از علت نہین ہو سکتا ۔

زمیندار "ابے تو اور مجسٹریٹی ۔ یہ منھ اور مسالا ۔ کچھ بھنگ تو نہین کھائی ہے ؟"

ہلواہا "ہجور ۔ بھانگ وانگ کچھو ناہین ۔ کا ناؤن کے دکیا نام کہ گاؤن گاؤن آسون (آجکل) مجھٹر بیٹھے ہین ۔ کونو بھجوا (بھڑبھونجا) آئے ۔ کونو کوری آئے ایگو (ایک بھی) سار ۔ نہ پڑھا نہ لکھا ۔ اس بیٹھ کے کجیا (قضیا) کرت ہے مانو مجھٹر (جیسے مجسٹریٹ)"

زمیندار "اچھا تو یہ کہو ۔ پنچایت کے پنچ بننا چاہتے ہو ۔ ابے وہ مجسٹریٹی نہین ہے ۔ بچا پنچایت کے پنچ مین رکھا ہی کیا ہے ۔ جو گے پنچ تو کھاؤ گے کیا ؟"

ہلواہا "ہان ہان "سر پنچ" بن کے ہم ہون مجے (مزے) اوڑاب ۔ ایس بپائدے (فائدے) کی بات ہے ۔ دیکھو صاحب تم تو تنکے مان رسائے جات ہو ۔ دوزری مین غصہ کرنے لگتے ہو) پنہنی (جوتا) ہاتھ سے راکھ دیو ۔ تو ہم کہی ۔ پنچ بنے مان ایس مجا ہے ۔ آگی (یعنی کہ) گاؤن مان حکومت ہوت ہے ۔ گاؤن کے موٹا موٹ منئی آین ٹھیر (نزدیک) آئے کے جی ہوری (خوشامد) کرت ہین ۔ جون کمدما (مقدمہ) تنک گرہیر ہوت ہے او سار نجر (نذر) بھینٹ گھونس (رشوت) دیت ہے ۔ اور سب سے نیک بات تو ای ہے اکی جون سے سُر مین (سے) تنکو (ذرا) دُسمناگی (دشمنی) بھی ہاتھ لگا ان اور کین چل سارے ہتھ کے حبالات (حوالات)"

زمیندار "اُفوہ ۔ لا مستی سے یہ ارادے ہین ۔

جانتے ہو گھونس (رشوت) لینے والے کے آگے کے ہاتھ پیچھے ہوتے ہین؟

ہلوا ہا۔ گنگا کریا (گنگا کی قسم) جون گھونس لیت ہے ایکو پکڑا نہیں جات۔ پکہرِن ان گھونس۔ تھانا مان گھونس ریل کے کارکھانے (کارخانہ) مان گھونس۔ بھترن کی جاداری (بھتروں کی جمعداری) مان گھونس۔ صاحب کی اردلی مان گھونس۔ کون کاج ہے جی مان (جس مین) گھونس نا ہین؟ پنچا یتو مان گھونس چلت ہے۔ ارے دیکھو وہی میان کا ناؤن ہے۔ پیٹ مان ہے منھ مان نا ہین آوت۔ ارے اوئی صاحب جون کریا کریا دکالے ہین۔ کو کردکتے؟ پالا کرت ہین۔ انگنوا مان (صحن مین) گیجا (باغیچہ) لاگ ہے۔ ستھنا پہرے (پہنے) ننگے موڑ دوہریا ان ترِی (ستری) الیس موہارے (دروازے) پر ٹہلا کرت ہین۔ وہی وہی جنکے دوارے (ڈیوڑھی پر) پھیلا کا پیڑوا (درخت) لاگ ہے۔ چینھیو؟ (پہچانا؟) کہ ناہین؟

زمیندار۔ ابے تو تو پہلیان بجھاتا ہے۔ ہونگے کوئی مسخرے پھر اُن کے حال سے کیا مطلب؟

ہلوا ہا۔ اون ہون (وہ بھی) مجسٹر ہین۔

زمیندار۔ ہندو ہین کہ مسلمان؟

ہلوا ہا۔ صاحبوا۔ جو گھونس لیت ہے اوکا دھرم گھونس ہے۔ او نہ ہندو نہ مسلمان نہ کرسٹان۔

زمیندار۔ اچھا پھر؟

ہلوا ہا۔ وا ہو گھونس لیت ہین۔ جون منئی سے عداوت بھئی۔ جھٹ پنچائت مان دعوی کرائے دین۔ دوسر منئی (دوسرے لوگ) نہ جانے کا بات اُن سے رتت ہین۔ کز نوکا چوری مان پھنسائے دیت ہین۔ کونو سے کرجی (کرجا) کا قرضی رقعہ (پرونوٹ) لکھائے لیت ہین۔ اب کا کہی کون کون بجا ہوت ہے۔ سرکار تم ہون مجسٹر بن جاؤ۔ چھوڑ دیو جمینداری (زمینداری)۔ ہمرا سا کہے دیہ ہم ہون بڑے صاحب تیر جائے کے ارجی (عرضی) تمان دیئی۔

منطق معقول تھی۔ انجانب اس پنچائتی اندھیر سے اچھی طرح واقف ہین۔ خواہ مخواہ کی حکومت کا یہ بھی ایک بھلا چنگا ذریعہ ہے۔ زمیندار صاحب چین نہ چین نظر آئے انھین سمجھنا پڑا کہ حضرت یہ گواہی بناوٹ اور جعل سے بالکل پاک ہے حقیقت یہی ہے جو ہلوا ہا کہتا ہے خدا ہندوستان غریب کی جان پر رحم کرے جتنے اسباب رفاہ مہیا کیے جاتے ہین یہ سب اس کی جان کا جنجال اور گردن کا پھندا ہو جاتے ہین۔ آنریری مجسٹریٹ آنریری منصف آنریری اسسٹنٹ کلکٹر اسلیے بنائے گئے کہ مصارف مین کمی ہو کچہریون کے سر سے ہجوم کار کی بلا ٹلے۔ خزانے پر زیادہ عہدہ داران کا بوجھ نہ پڑے۔ غریب اہل معاملہ دوڑ دھوپ کی مصیبت سے بچین۔ اسی طرح کونسلین بنائی گئین کہ اجنبی فروع وصولِ قانون کا سامنا اہل ہند کو نہ کرنا پڑے ضرورت کے موافق قانون مین اصلاح وترمیم ہو سکے۔ سہولت کے ساتھ قضیے طے ہون۔ علے ہذا القیاس پنچایت کا دستور۔ گھڑی مزدوری چوکھا کام۔ واقف حال پنچون کا وجود گواہی بناوٹ کی طوالت بیجا کا اصلی دفعیہ ہے۔ مگر واہ ہر ایک رحمت زحمت نظر آ رہی ہے طرہ یہ کہ پنچایت کا فیصلہ اپیل نظر ثانی نگرانی کا محمول نہین پاتا۔ اندھے کی داد نہ فریاد اندھا مار بیٹھے گا۔ یہ کام حکومت کا نہین۔ سچ پوچھیے تو آبادی کی بزدلی اور خود غرضی اس کی ذمہ دار ہے۔

مولانا پنچ خدا کے واسطے کوئی راہ ایسی نکالیے کہ دیہاتی بھائی بھی خواب غفلت سے بیدار ہون۔ شہریون کی طرح یہ لوگ فقرہ باز حیلہ جو نہین ہین۔ ان مین محنت ومشقت سے روزی کمانے کی روح ابھی موجود ہے۔ جھوٹ اور فریب بہت کم ہے۔ اگر ان کے خیالات واخلاق کی اصلاح کی جائے تو ابھی وقت بے زیادہ دقت نہ ہوگی۔ خدا نہ کرے جو مرض پختہ ہو جائے۔

ادنی لوگون کا یہ خیال کہ جتنے عہدے ہین خواہ اُجرتی ہون یا مفت کے سب کمائی کا ٹھیکرا ہین بڑھتا جاتا ہے۔ مجسٹر بننے کی خواہش اسلیے پیدا نہین ہوتی کہ قوم کی خدمت کرینگے مظلومون کی دادرسی کرینگے۔ ظالمون کو سزا دینگے کیسی مجسٹر کا یہ عیب لوگون کو پسند آتا ہے کہ کیا دھینگا دھینگی کی ہے۔ کیا مظلوم کی ناک مروڑی ہے۔ کیا رشوت لے کے گھر بھرا ہے۔

سنا آپ نے۔ لیو مولانا پنچ ہم ہون کلم (قلم) رکھ کے جات ہین بڑے صاحب کے تیر۔ صاحبوا بنائے دیو ہم ہون کا مجسٹر۔ رام تمھار بھلا کرے۔ اب ہم کاگجوا (کاغذ) پر کلموا (قلم) سے چلاؤ ہیں ہمار حساب سکے نہ دیو۔

راقم —

۳۰۰/۲

نقد انقد

حضرت! ایک مشت استخوان پر اتنا ستم کہ جسکا جی چاہے تصنیفون پر ریویو کرے ناجائز ہے۔ آپ کا تو کچھ بگڑتا نہین۔ جسکو دیکھیے ہین رکھ کے گال نانپاؤ کی طرح پھلا لیتا ہے سچی بات کہنے پر ہمارا دل نہین کڑھتا اور نہ کسی کے گال پھلانے سے انجانب کے رخسار پر خدا نخواستہ ورم کا حملہ ہوتا ہے مگر واللہ وہ کڑے تیور پڑتے ہین کہ ڈائن کی حکم دوز نگاہین اُن پر سے قربان۔

خیر اب تو سر پر آہی پڑی جھیلین گے۔

(۱) تاریخ عجیب۔ منشی شیر محمد صاحب ابن حاجی حافظ رحیم بخش کاکوری کی چھوٹی سی تالیف ہے۔ حضرت سلمان فارسی صحابی خاص حضرت رسالت پناہی کا مختصر حال اسمین لکھا گیا ہے۔ مگر اُتنے ہی حصہ پر قناعت کی گئی جتنا کہ اسد الغابہ مین ہے۔ اسد الغابہ ایک مختصر یادداشت ہے اُسکے مصنف نے دریا کو زے مین بند کرنے کی سعی کی ہے۔ سلمان پاک ایک جلیل القدر بزرگ فرد تھے ان کا حال جستہ جستہ کتب سیر مین موجود ہے۔ اگر زحمت گوارا کرتے تو ہمارے مولوی شیر محمد صاحب آسانی کے ساتھ ایک موٹی تازی ضخیم جلد لکھ سکتے تھے۔ مگر انھون نے فاتحہ درود اور دیگر نصائح اخلاقی وشرعی پر زیادہ توجہ کی ہے۔ خیر اینہم غنیمت است ۴ر قیمت ہے چھوٹے ۴۶ صفحہ کا حجم ہے الیس ایچ شیر محمد پنشنر شاہ گنج آباد لکھنؤ سے مل سکتی ہے۔

(۲) مادرِ ہند جلد اول۔ مس کیتھرائن میو کا اعمالنامہ جو ہندوستان کے متعلق مرتب ہو کر رسوائے انام ہوا اُردو میں بکوشش مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ مرتب ہو کر شائع ہو گیا۔ کتاب خود عجائب و غرائب کا تھیلا ہے اس لحاظ سے اگر جناب مترجم کا اسم گرامی دخالد بیگ" ہے تو زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں۔ مطلب ثواب سے ہے جو لوگ اُردو نہیں جانتے وہ بآسانی اس سیلانی عورت کی ناتمام اور بعض مقامات پر لا یعنی تفتیش معائنہ کر سکتے ہیں۔

کتاب شیطان کی آنت ہے اور اکثر مقامات قابل جرح و قدح ہیں وقت ملا تو اس پر علیحدہ کچھ لکھینگے۔ مس کیتھرائن میو کہتی تو یہ ہیں کہ اگر میں ہندوستان میں پبلک صحت طاعون اور ہیضہ کے انسداد اور انسداد کی دشواریاں جانچنے آئی تھی مگر ہر زبان سے ہر جگہ پولیٹکل دخل در معقولات بھی دیتی جاتی ہیں۔ وہ اپنے وعدے پر قائم نہیں رہیں۔

بہرحال اصل کتاب بہت مشہور ہے۔ اُردو جاننے والے منگا کے دیکھیں۔ چھپائی بھی خوب ہے۔ چھوٹی تقطیع کے ۲۸۰ صفحہ پر تمام ہوئی ہے۔ مولوی محمد ادریس صاحب نے ایک مختصر مقدمہ بھی شروع میں لگا دیا ہے۔ زبان آسان ہے۔ مگر قیمت نہیں معلوم، مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ سے طلب کیجیے۔

---

(۳) زمانہ جلد ۵۰ نمبر (۱) مشہور ادبی پرچہ ہے کانپور سے نکلتا ہے منشی دیانرائن صاحب نگم بی۔اے اسکے اڈیٹر ہیں جس پامردی کے ساتھ انھوں نے یہ رسالہ جاری رکھا انھیں کا دل گردہ ہے۔ ورنہ اُردو ادبی پرچے کی عمر طبعی دس سال ہے۔ پس اسے اُردو ادب کا "خضر" سمجھیے جسکی عمر ۵۰ سال ہے اور اس نوجوانی میں شصت سالہ جورو کو طلاق دینے کے بعد نئی نویلی ناکتخدا چھوکری سے شادی کرنے کی قوت رکھتا ہے۔

زیر تنقید نمبر میں سرے پر ایک رنگین تصویر ہے مصور نے "اشاعر و ساقی وے" کے تخیل کی صورت گری کی ہے۔ مگر طرز لباس عمر خیام کے زمانے سے بھی کچھ اُدھر کا بنایا ہے۔ معشوقہ و عاشق (شاعر) پہ خود ہیں دونوں کی آنکھوں پر مستی کا اثر ہے۔ مگر دونوں مادہ رو ہیں اگر ایک کے ہاتھ میں چوڑیاں نہ ہوتیں تو شاید قرعہ ڈال کے مؤنث مذکر کا پتا لگانے پر معلوم ہوتا کہ شاعر کون ہے اور شاعر کی مادہ کون۔ چوڑیوں والے ہاتھوں میں صراحی ہے اور کنٹوپ پہننے والے شاعر کے ہاتھ میں پیمانہ۔ صراحی سے جو کچھ گرتا ہے وہ گُل جمل یا کنول اور گلاب کے پھول کی صورت اختیار کر کے ہوا میں ساون کی بھنبیری کی طرح اُڑتا پھرتا ہے۔ موسیٰ کے زمانے میں اہل مصر پر عذاب نازل ہوا تھا جس چیز کو ہاتھ لگاتے تھے مینڈک ہو جاتی تھی۔ یہاں شراب پھول بن کے اُڑ گئی میکش و ساقی منھ کھول کے رہ گئے تخیل مہمل لیکن قلم نازک اور باعتبار صورت گری و نقاشی قابل دید ہے۔ کسی بھونے تیتر اُڑانے والے آوارہ و خام کار نے ایک مصرعہ کہا تھا کہ:

اُڑتی ہے شراب پھول بن کر

غالباً مصور کے خیال کا ماخذ یہی بیہودہ مصرعہ ہے۔

اس تصویر کے بعد متعدد تاریخی اور ادبی نثر مضمون ہیں یہ مضامین بیجا نہیں ہیں۔ "اُردو" کے عنوان سے پنڈت شیونرائن صاحب شمیم ایڈووکیٹ لاہور کا مضمون قابل توجہ ہے۔ آپ متعصب ہندوؤں کو سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ اور متعصب مسلمانوں کو عربی کے کنکر زبردستی عبارت میں ٹھونسنے سے اجتناب کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ صفحہ ۲۷ سے بعنوان "کربلا" ایک ڈراما شروع ہوتا ہے اسکا اگلا حصہ ہم نے نہیں دیکھا۔ یہ ڈراما کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتا۔ خیالات زیادہ تر ان مرثیوں سے ماخوذ ہیں جنہیں شعرا نے "زبان حال" نظم کی ہے۔ جدت یہ ہے کہ امام حسینؑ کی بیکسی دیکھ کے "ساہس رائے" نامی ایک ہندو مجاہد اپنے دوسرے رفقا کے ساتھ مظلوم گروہ کی اعانت پر آمادہ ہوئے اور ظالموں نے اُن کو بھی تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ یہ تخیل غالباً امام حسینؑ کے اُس قول سے ماخوذ ہے جو لڑائی کے آخری وقت آپ کی زبان پر بطور اتمام حجت جاری ہوا:

سید برادران کا ڈیفنس فنڈ

برادرانِ ملت کے سامنے چند معروضات

جناب من تسلیم!

میرے محترم عزیز سید عنایت شاہ صاحب اور دیگر بانی مدیران سیاست پر ایک ہی اشتہار کے سلسلے میں مسٹر فیلوس نے ۹ سو روپیہ جرمانہ کر دیا ہے۔ یہ بھی "سیاست" یا "سید برادران" کیطرف سے ادا کیا جائیگا۔ ان مقدمات کے علاوہ سب سے اہم مقدمات بغاوت کے ہیں۔ جنکی دو جنوں پیشیاں ہو چکیں اور بظاہر دو جنوں ہی باقی ہیں غالب قیاس یہ ہے کہ ان مقدمات میں اپیلوں کی ضرورت ہوگی علاوہ بریں دو اور فوجداری کے مقدمے بھی سید برادران پر چل رہے ہیں اور بظاہر ان میں بھی اپیل دائر کرنے پڑینگے۔ ان مقدمات کی پیروی کیونکر کی جائے۔ یہ مسئلہ حل طلب ہے۔ رہبران ملت کی طرف سے عام مسلمانان ہند سے بالعموم اور مسلمانان پنجاب سے بالخصوص سید برادران ڈیفنس فنڈ میں امداد کرنے کی اپیل کیگئی تھی۔ جسکا ابتک جو نتیجہ نکلا افسوس وہ کافی نہیں ہے۔ حالانکہ سید برادران کی رہائی کے لیے سرمایہ اعانت کی درخواست ہر گز ننگ استغنا سے ہم رہبر نہ ہوتی تھی۔ ملک و ملت کو ایسے خادمان ملک و ملت کی رہائی کی فکر ہر وقت رہنی چاہیے۔ قوم کے ہر فرد سے یہ سوال ہے کہ اس نے سید برادران کی رہائی کیلئے سرمایہ اعانت کی فراہمی میں اپنا فرض کہاں تک ادا کیا اور کسقدر حصہ لیا آپ بھی جواب دیجئے۔ سید برادران ریلیف فنڈ میں جن ہمدردان نے جو رقوم عنایت فرمائی ہیں وہ اخبار میں درج ہو گئی ہیں اور جو ہمدرد رقوم وصول ہونگی وہ بعد شکر قبول کیجائینگی اور اخبار میں درج ہوتی رہیں گی۔

والسلام

آپکا خادم:۔ غلام محمد خادم ناظم "سیاست" لاہور

نوٹس حسب دفعہ ۵ ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۷ء

۱۴ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء

بعدالت جناب سید صغر حسن صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈہ مقام گونڈہ

مقدمہ دیوالیہ نمبر ۲۴ سنہ ۱۹۲۶ء

اچھیبر پرشاد ولد جنبہ سر کم خادم بے ساکن سہرہ پرگنہ سعداللہ نگر تحصیل اُترولہ ضلع گونڈہ ڈاکخانہ سبرہ بازار سائل

بنام

رام بہارے وغیرہ مہاجنان فریق ثانی۔

درخواست حسب دفعہ ۵ ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۷ء بنا بر قرار دیے جانے دیوالیہ منفصلہ ۴ فروری ۱۹۲۸ء ہر خاص و عام کو بذریعہ تحریر ہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ اچھیبر پرشاد سائل بحکم عدالت ہذا مورخہ چوتھی ۴ فروری ۱۹۲۸ء دیوالیہ قرار دیا گیا ہے اور اسکو ہدایت ہوئی ہے کہ تاریخ مذکورہ بالا سے اندر ایک سال درخواست بریت پیش کرے۔

(دستخط بخط انگریزی) ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈہ

مہر عدالت

"اگر تم اپنے نبی کے فرزند سے بیزار ہو تو اُسے چھوڑ دو وہ ہند کی جانب کوچ کر جائے"

یہ خواہش پوری نہیں ہوئی لیکن ڈرامے کے مصنف نے عملاً اہل ہند کی حمیت کا نمونہ اس لیے پیش کیا ہے کہ اگر امام "بین" وطن چھوڑ کے ہندوستان چلے آتے تو رحم دل ہندو اُنکی حمایت میں کوتاہی نہ کرتے۔ ڈرامے کے مصنف کی نیت بخیر ہے اُس نے جہان کہین مقدس شہیدوں کے نام لیے ہین ادب ملحوظ رکھا ہے۔ مگر مسلمانون کو ڈرامے کے شرعی جواز مین کلام ہے۔

بہرحال "زمانہ" کا یہ نمبر خوبیون سے خالی نہین ہے۔ ڈاکٹر انصاری اور مرحوم حکیم اجمل خان کی تصویرین بھی اسمین ہین اور کئی نظم مضمون بھی ہین جسے شوق ہو منگوا کے دیکھے پرچہ کی قیمت آٹھ آنے ہے۔

---

(۴) چمن امرتسر۔ ادبی پرچہ ہے خوبصورت اور مختصر تقطیع پر ماہوار نکلتا ہے با تصویر ہے مضامین بُرے نہین ہین۔ ایک ترکیب لوگون نے یہ بھی خوب نکالی ہے کہ مضمون کہین سے نقل کیا اور نیچے لکھ دیا "ماخذ" یہ ایک متعصبانہ تنگ ظرفی بلکہ عیاری ہے۔ کہ "ماخوذ" لکھیے اور "ماخذ" کا پتا نہ دیجیے۔ اے حضرت مضمون اگر اچھا نہ تھا تو آپ نے اخذ کیون کیا؟ اور اچھا ہے تو جس غریب نے محنت کی ہے یا جس نے مضمون اپنی کوشش سے حاصل کیا ہے اُس کا نام کیون نہین لیتے؟ یہی نہ کہ اب جو اس پرانے مضمون کو آپ کے پرچے سے کوئی نقل کرے تو لکھدے کہ ہم نے "چمن" سے یہ پھول چُنے ہین وہ یہ تو لکھے گا نہین کہ "چمن نے کہین سے مضمون پڑا پایا تھا" پرچے کی قیمت عہ سالانہ ہے۔ اسمین ایک مضمون عروض پر مسلسل نکل رہا ہے۔ غالباً مفید ہوگا۔

---

(۵) راہ نما بہار شریف پٹنہ۔ ہفتہ مین تین بار اُس صوبے سے شائع ہوتا ہے جس کے اکثر باشندے اُردو کی صورت سے جلتے ہین حالانکہ بولی اُردو ہے۔ اُن لوگون کے باہمت ہونے مین کیا کلام ہے جو اپنے گھر مین قدردانی کو ترس جائین مگر یہ بے پروا ہو کے "ایک کھاتا دھن" پالے ہین۔ یہ پرچہ ضروری امور کی طرف متوجہ ہے مسٹر شاہ خلیل الرحمن بی اے ایڈیٹر ہین سالانہ چندہ پچر ہے۔ اُردو کے عاشق آجکل وہی لوگ ہین جن کا عمل اس قول پر ہے۔ دینا لینا کیسا محبت عجب چیز ہے۔ خدا کرے خالی خولی محبت جتانے والے سوکھی ساکھی تعریفون پہ ٹالنے والے اور "محب قوم محسن ملت" کا خطاب دے کے اپنا سڑا اُلبسا مضمون چھپوانے والے ہمدردون کے علاوہ اسے نقد خریدار مل جائین۔ کام چل نکلے۔

(۶) نیرنگ ریاست رامپور یو پی کا خاص نمبر خاصا موٹا خاصا بھدا سا نمبر ہے۔ پونے دو سو سے زیادہ صفحہ ہین۔ مطلا رنگین سرورق پر حضرت غالب کی تصویر ہے اور جا بجا دوسری تصویرین ہین مثلاً جناب میر انیس مرحوم۔ مسٹر ابن احمد بی اے۔ سرکار خلیفہ ہارون الرشید عباسی۔ کمال الدولہ مصاحب دربار رام پور۔ چرکھاری۔ ریوا۔ دھولپور۔ دتیا۔ جیند۔ پٹیالا۔ مالیرکوٹلا۔ گوالیار۔ پنا) مولوی محمد نجم الغنی مصنف اخبار الصنادید مرے ہوؤن کا ذکر نہین مگر جن زندہ حضرات کی تصویرین دی ہین اُن کا تھوڑا بہت حال ضرور لکھ دینا تھا۔ خصوصاً وہ عجیب و غریب شخص جو تن تنہا اتنی ریاستون کا مصاحب ہے۔ واللہ عجب دل گردہ ہے۔ ایک ہندوستانی رئیس کے نخرے تو مشکل سے اُٹھ سکتے ہین نہ کہ اتنے خداوندان نعمت کی مصاحبت؟ ان سے پوچھنا چاہیے کہ میان تمھارے سینہ مین دل ہے یا سل؟ بے شک تم ہو کمال الدولہ۔

تصاویر کے علاوہ ایک خوبی اور بھی ہے یعنی خوبصورت تحریرون کا عکس جس کے قلم پہ روح عماد و رشید و پنجہ کش دیا قوت رقم وحافظ نور اللہ نثار۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ ٹانگ ٹوٹے جھینگر نے کاغذ پر لنگڑی کھینچی ہے۔ ایک خاص لذت ان صفحات کے معائنے سے دل کو ہوتی ہے۔ پھر عکاسی تحریر کچھ اُنھین حضرات کی ذات سے مخصوص نہین ہے جنکی لیاقت اور استعداد خوشخطی کی نیازمندی سے آزاد ہے یعنی وہ کام کی بات کہتے اور مفید علمی خدمتین انجام دیتے ہین اس وجہ سے اُنکے خط کا نمونہ تبرک کے طور پر محفوظ رہنا ضروری ہے۔ بلکہ ہین ہر ایک "بنگش نویس" "محبوب نیرنگ" ہے۔

اب رہے مضامین تو وہ اچھے بھی ہین اور بھرتی کے بھی ہین۔ چھوٹے چھوٹے افسانے لکھنے کا دستور آجکل عام ہے وہ کون ہے جسے دو چار چٹکلے یاد نہون۔ ان چٹکلون کو اڑنگ بڑنگ زبان مین بے مزہ عبارت آرائی کے ساتھ لکھ دینا کسے نہین آتا۔ لہٰذا خدا کے فضل سے انشا پردازون کی وہ بمبوئی ہے کہ اللہ تیری پناہ۔

پھر بھی ایڈیٹر صاحب کی محنت اور تلاش داد کے قابل ہے جنھون نے چند مشاق سخنورون کے علاوہ اتنے مادرزاد خداوندان معانی پیدا کر لیے تفصیل اجمال کی مہلت نہین مختصر یہ کہ اس نمبر مین تحسین کے مستحق مضامین کا قحط ہے۔ اور اس مجموعۂ مضامین مین کئی چیزین قابل توجہ و معائنہ ہین لہٰذا مشتاقون کو بُخل نہ کرنا چاہیے۔ سمجھ لیجیے کہ رامپور وہ مقام ہے جس نے نواب کلب علیخان کے بعد پھر کبھی اہل کمال کو مُنھ نہین لگایا۔ قدر افزائی تو چیز دیگر ہے ہان گویے ڈھاڑی تو اد البتہ دیر سایۂ دولت پروان چڑھتے ہین۔ اس اچھے عہد مین کوئی عمدہ تصنیف ریاست رامپور سے منسوب نہین ہوئی۔ رنڈیون کے سالانہ انعام کی رقم کا ایک حصہ بھی علم اور اہل علم کی پرورش مین صرف نہین ہوتا ایسے مقام پر رہ کے نیرنگ نکالنا ایک معجزہ ہے۔ خاص نمبر کی قیمت ۱۰ روپیہ ہے۔ چھپائی لکھائی کاغذ عمدہ ہے۔

ہم نے رسالہ اس ارادے سے علٰحدہ رکھنا چاہا کہ لیس کرین مگر وہ ہاتھ سے اسلیح چھوٹ گرا

"امتحان محبت"

کہے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو — بدنام ہوگے جانے بھی دو امتحان کو

حکومت: "میری میری گوئیان کون۔ کنوین مین پھاندے کون؟ آؤ۔ آؤ"

انڈیا جان: "ارے مردوون کے ساتھ؟ سُنو صاحب! مین کالی تم گورے کہین پانی گندلا نہو جاے۔ مجھے تم سے محبت تو ہے مگر یہ غیر مردوا؟"

صدر: "اونہہ! چاہے تم کو دو یا نہ کود و۔ مین ضرور کودون گا"

جس طرح مسٹر چمن لال کے ہاتھ سے بھرے جلسے میں سر باسل بلیکٹ کے سر پر قلمدان - اتفاقی اچھال میں
صفحہ (۱۱۸) کھل گیا - سیاہ زمین پر کچھ سفید سفید چھلکیاں دکھائی دیں غور سے دیکھا تو معلوم ہوا ایک تاروں کی بستی ہے - نہ یہ ہے کو لیدا ملا کبھی تاروں کی بستی کی سیر نہ کی تھی - یہ بستی ہے مولانا پنچ کی دید کے قابل ہم اکیلے کیوں رہیں لہٰذا آپ بھی سیر کیجیے -
مطلع عرض ہے ؎

شراب نور میں ڈوبی ہوئی تاروں کی بستی ہے
قمر پاروں کی بستی ہے
بہشت حسن کے بکھرے ہوئے ہاروں کی بستی ہے
کہ گلزاروں کی بستی ہے۔

استعارہ کی ایک قسم جدید ہے "استعارہ خواہ مخواہ" شراب نور اور بہشت حسن دونوں استعارے اسی خواہ مخواہ کے بچے ہیں - بستی یعنی آبادی شراب میں ڈوبی مگر مرا ہی نہوی - شراب ہی ڈوب مرنے کے لیے - خصوصاً نور کی شراب - علیٰ ہذا القیاس بہشت حسن میں ہار لگا کرتے ہیں اور ٹوٹ کے بکھر جاتے ہیں - تارے ہو جاتے ہیں تک پاروں کے بھائی قمر پارے اور ہار ہو جاتے ہیں گلزار - دوسرا شعر ؎

عروس قدرت اک ناظورۂ زہرہ جبین ہو گی
حسین نازنین ہو گی -
یہ اسکے قصر رنگین کے نگہداروں کی بستی ہے
طلبگاروں کی بستی ہے -

کیا سلسلہ ہے کیا الفاظ ہیں - واہ - زمین ردیف قافیہ کی بالکل محتاج نہیں - نہ تشبیہ وجہ شبہ کی احسانمند - نہ مطلب و معنی کسی مناسبت کے منتظر - جو چاہیے کہہ دیجیے - چلبداروں کی بستی ہے - چوبداروں کی بستی ہے - بھٹیاروں کی بستی ہے - نمک خواروں کی بستی ہے - جمعداروں کی بستی ہے ہرکاروں کی بستی ہے - تیسرا شعر ہے ؎

حسینان فلک مصروف ہیں جلوہ فروشی میں -
قمر کی تاج پوشی میں -
دیار کہکشاں کے شوخ رفتاروں کی بستی ہے -
طرحداروں کی بستی ہے -

قمر کی تاج پوشی نہ ہوتی تو جلوہ فروشی کا لطف ہی کیا تھا - چوتھا شعر اور آخری شعر ؎

فضاؤں میں مقدس ہستیاں سی چھائی جاتی ہیں -
ہواؤں میں مسکراتی ہیں -
خرابات الٰہیت کے سرشاروں کی بستی ہے
یہ میخواروں کی بستی ہے -

آجتک یہ نہ معلوم ہوا کہ فضاؤں میں سیکڑوں مقدس ہستیاں کیونکر ابر کی طرح چھا جاتی ہیں - فضا تو خود ہی عالم پر چھائی ہوئی ہے - خیر وہ چھائے یا نہ چھائے مگر اول تا آخر نسبتے دارد - استعارہ شراب نور تماشائے "خرابات الٰہیت" کے بعد بیکار نہ رہا - ہاں جناب ہم قائل ہو گئے۔

بندہ "ادب لطیف" کا شیدا ہے کوئی کارنامہ نگاہ قلم کے سامنے آیا اور طبیعت ہاتھ سے جاتی رہی خدا کرے جناب شاعر شیریں مقال "پنچ" کے خریداروں میں نہوں - بگڑ جائینگے -

راقم
ادبار خاکسار

"جدید آلۂ پیمائش زمین"
"چل مرے مٹکے ٹامک ٹوئن - تفریح تو ہوئی"

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"قلمدان کی اوچھل کود"

واہ بیل نہ کودا - کودی گون - یہ تماشا دیکھے کون سنتے ہیں کہ اسمبلی میں "سر باسل بلیکٹ تقریر کر رہے تھے آپ کی سحر آمیز تقریر کا اثر دیکھیے کہ ایک رپورٹر کا قلمدان جاندار ہو کے جو اچھلا تو سر موصوف کے سر پہ رہا -

تماشا ہے قلمدان پر اثر ہے سحر جانان کا

دوسری روایت یہ ہے کہ قلمدان نہیں اچکا بیگ بیخود ہو کے تقریر لطیف کی داد اور دیدہ بوسی کے اشتیاق میں اپنے لطبی انگرکھنگر سمیت نیچے آ رہا - شوق سنگین تھا مگر خیر گزری چوٹ چپیٹ سے "سر" محفوظ رہا اور کوکھن کی سنت سے بال بال بچا -

مسٹر چمن لال ہندوستان ٹائمز کے رپورٹر اس قلمدان یا بیگ یا بھان متی کے تھیلے کے مالک ہیں - اخباری کالموں میں بعض وجوہ شائع ہوے ہیں جنکا مفہوم یہ ہے کہ لارڈ برکن ہیڈ نائب وزیر ہند کے الفاظ بہار آگین نے مسٹر چمن کے دل کی امنگ اعتدال سے زیادہ بڑھا دی تھی - سر باسل بلیکٹ نے جو سائمن کمیشن کی حمایت میں ایک دونگڑا برسایا تو کیاری سے ابھرے نکلے نمو کی قوت نے سر ابھارا بیگ یا قلمدان بھلا اس جوش کا مقابلہ کیا کرتا بیکسی سے دیوانگی ؎

باندازیکہ بلبل از قفس در بوستان افتد
قلمدان بر سر باسل بلیکٹ بیقرار آمد

اب معذرت ہے کہ ؎

اس دل بیتاب کی ساری خطا تھی میں نہ تھا

ہماری رائے ہے کہ معذرت صحیح ہے ؎

"باسلا مریخ از من عالم جوانیہاست"

سچ پوچھیے تو یہ لارڈ برکن ہیڈ کے نام کی تاثیر ہے جنہیں لوگ بیچارے منسی منسی میں "بروکن ہیڈ"

شکستہ سر یا مقد رپھوٹے" بھی کہتے ہین۔

"کیون جی کیا اسی قطع سے ہم آئے تھے"

شاہی لشکر کا ایک جمعدار آدمی تھا لڑاکا جس حمام مین جاتا حامی کو چوری لگاتا کبھی کہتا جیب سے روپیہ نکال لیے کبھی کہتا کہ کپڑے غائب ہوگئے۔ آخر تمام حامیون نے ایکا کرلیا کہ یہ حضرت جب نہانے آئین تو میل کچیل کی طرح دور کردیے جائین۔ وہی ہوا جہان گئے وہان سے نکالا ملا۔ آخر انھون نے عادت چھوڑی۔ گواہون کے سامنے توبہ کی کہ اب مین چوری نہ لگاؤن گا۔ حامی راضی ہوگیا۔ حضرت نے کپڑے اتارے اور جامہ خانہ سے حمام مین گئے حامی کو دل لگی جو سوجھی تو اُس نے انکی تلوار پر تلے سمیت رہنے دی اور تمام کپڑے کہین چھپا دیے جب جمعدار صاحب غسل سے فارغ ہو کے نکلے تو کیا دیکھتے ہین کہ نہ عبا ہے نہ قبا ہے نہ دستار ہے نہ شلوار ہے۔ ہے تو پرتلا ہے تلوار ہے خنجر آبدار ہے منھ پر عہد کا چھوہارا لگا ہوا تھا۔ چوری لگاتے تو گواہ شاہد قائل کرتے بیچارے نے پرتلا کمر مین ڈالا تلوار لٹکائی خنجر ہاتھ مین لیا بیکسی و دور گوش بوضع فطری جامہ خانہ مین ٹہلتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے "اے بھائی حامی انصاف کرو۔ مین یہ نہین کہتا کہ میری ور دی چوری گئی صرف اتنا پوچھتا ہون کہ "آجئت الی حمامک علی ہذہ الہیئۃ" کیون بھائی مین تمھارے حمام مین ننگا ہی آیا تھا نہ ؟"۔

ہندوستان کے حمام مین بہ نیت شست وشو مسٹر جان بل تشریف لائے اور ایک زمانہ دراز تک لوگون کو چوری یا سرزوری کا الزام دیتے رہے۔ لڑتے ہو۔ باغی ہو۔ ظالم ہو۔ جھوٹے ہو۔ چور ہو۔ تم نے تیلون چرائی۔ اُس نے کوٹ اُڑایا۔

۔۔۔ حامی بائیکاٹ پر آمادہ ہوگئے ہین سچ سچ رہا دل لگی سے پوشاک پر ہاتھ پڑنے لگا ہے۔ آج کلکتے مین پندرہ ہزار آدمیون نے بدیشی کپڑا نہ پہننے کی قسم کھائی۔ کل بمبئی والون نے گاڑھا پہننے کا حلف اُٹھایا۔ پرسون جلبہ مصنوعات انگلستان کے ترک پر قسمی قسم ہوئی۔ پرسون نیل کے بت پر تنی تنا ہوئی۔ پولیٹکل امور پر آمادہ بجنگ ہونے کا سبق اہل ہند رفتہ رفتہ یاد کر رہے ہین۔ جلیان والے باغ کے معاملے مین "معاف کرو اور بھول جاؤ" کا عہد ہوچکا ہے۔ حکومت سے التماس ہے کہ وہ ایسا موقع نہ آنے دے جو "کمر مین پرانی تلوار لٹکا کے حمام مین ٹہلنا اور "آجئت الی حمامک علی ہذہ الہیئۃ" کہنا پڑے۔ ہندوستانی حامیون کو شست وشو کی اُجرت کے علاوہ مزید انعام بھی درکار ہے۔

حکایت

سائل: "حضور! اسلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرون کا مجھ بھوکے کا پیٹ بھر دیجیے ثواب ہوگا"

منعم: "جتنے پیغمبرون کا نام تم لوگے اتنے ہی روپیہ مین تم کو دون گا"

سائل: "یہ کیا مشکل ہے۔ سُنیے۔ آدم شیث۔ نوح۔ ابراہیم۔ اسحٰق یعقوب۔ موسیٰ۔ عیسیٰ یوسف۔ ایوب۔ اسمعیل۔

منعم: "بس گیارہ نبی"

سائل: "نہین حضور اور بھی ہین۔ فرعون۔ نمرود۔ عاد۔ شداد۔ دقیانوس . . . . "

منعم: "چپ کمبخت ارے یہ بھی نبی تھے ؟

سائل: "حضور نبی کیسے انھون نے تو خدائی کا دعویٰ کیا تھا دُنیا انھین خدا مانتی تھی۔ آپ انھین نبی کے طور پر بھی قبول نہین کرتے ؟"

پنچ: "واقعی دُنیا کا عجب حال ہے سائمن کمیشن کے ارکان وہ ہین جنکی خدائی ہم فرزوردان کے تھانگی میدان ریزرے سیکریٹری آف اسٹیٹ ہندوستانیون کے پکے دوست لارڈ برکن ہیڈ۔ ہندوستان کے مجازی خداوند لارڈ اروِن

خواجہ اللہ بابا
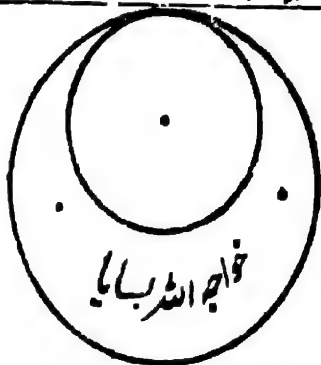
صادر کرتے ہین۔ ابھی کونسل آف اسٹیٹ اُٹھا آگے سر بسجدہ ہوگئی۔ مگر لیجسلیٹو اسمبلی اور انڈین نیشنل کانگریس کے بعض ضعیف الاعتقاد انھین "سود روہند" ماننے پر بھی تیار نہین۔

مسودہ خط برائے سائمن صاحب

ایک صاحبزادے نے اپنے والد مکرم کو خط لکھا۔ جناب قبلہ گاہی صاحب دام ظلہ بعد التسلیم کے واضح ہو کہ یہان خدا کی عنایت سے ہر طرح خیریت ہے اور جناب قبلہ کی غیبت مین کوئی جدید رنج دینے والی بات نہین ہوئی ہان گھر کی چھت گرنے سے والدہ شریفہ مرحوم ہوئین خواہر عزیزہ جنت سدھارین اور اپنے ساتھ دو لونڈیان بھی لیتی گئیں بندہ بندے کی پالو تی اور سواری کا ٹٹو بفضل خدا محفوظ ہے۔ سائمن صاحب کو بھی ہم ایک ایسا ہی خط لکھنے کی صلاح دیتے ہین مسودہ حاضر خدمت ہے ؎

گر پسند اُفتد زہے عز و شرف

"ڈیر برکن ہیڈ۔ بفضل خدا و بتائید اروِن ہمارا استقبال خوب ہوا جہاں گئے آؤ بھگت ہوئی کوئی جدید مکروہ امر رونما نہین ہوا۔ صرف بمبئی مین جہاز سے اُترتے ہی لوگون نے لعنت ملامت کا شور کیا۔ اب یجسلیٹو اسمبلی ہمین منھ لگانے کے قابل خیال نہین کرتی۔ انڈین نیشنل کانگریس جیسا کہ آپ کو معلوم ہے پہلے ہی سے بیزار ہے۔ باقی بالکل خیریت ہے خاطر جمع رکھیے۔

جلد ہوش آیا

ٹکاری کے مہاراجہ آدمی باخبر ہین۔ سُنتے ہین کہ آپ نے ایک اسٹریلین لیڈی مسماۃ مس یلسی کیرولائن سے ۱۹۱۵ء مین شدھی کروا کے اور ستیا دیوی نام رکھوا کے شادی کی نان و نفقہ کی سالانہ رقم ادا کرنے کا تحریری وعدہ کیا مگر وعدہ ہی رہا۔ ستیا دیوی نے اب کچہری مین ہائے ہتیا کی ہے کہ نہ روٹی نہ کپڑا سیت سیت کے بھترا۔ مہاراجہ صاحب کہتے ہین کہ تحریر میری ہے مگر مین عشق کی بدولت اپنے آپے مین نہ تھا بدستی حواس دستاویز نہین لکھی۔ اسکے علاوہ ہندو قانون شدھی ہوجانے کے بعد بھی کسی کو ہندو تسلیم نہین کرتا اب عقل بھی گھومتی پھرتی اپنے مرکز پر آگئی اور مذہب نے بھی زور باندھا ہے ؎

عشق ازین بسیار کردست و کند

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پہ لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم [illegible] نے

اساتذہ [illegible] علم سینہ

کو

علم سفینہ بنا دیا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

سیانے زمان میں کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتابی رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی باجہ یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصہ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرطِ تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت مُلک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس مدت کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ مالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند مینیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین مینیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شایع ہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط او منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چِٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۸

مضامین

[بابت ۲۵، فروری ۱۹۲۸ء
اشاعت ۳، مارچ ۱۹۲۸ء]

کانگریس کا خیال

گشت ورز کر کمیشن یک زبان فضاے من
بہتر از سابق شدہ الحمدللہ جاے من
رفت ہر جا بے طلب چون۔ سرد مہری روبرو
واے بر حال کمیشن واے بر سر ساے من

ہندوستان کا خیال

سیکنڈ شیطان بجیلت ہر زمان اغواے من
نہ استقامت جا بجا لعزیدہ ایدون پاے من
سوے لیستی کے نگہ می افگند ہر فنکار
در فضاے راستی ہر میز نہ عقاے من
"خفی"

بسنتی اُردو خاص اخبار اودھ پنچ کیواسطے لکھی گئی ساتھ قلم دوات ملاّن کنائی کے

دو ششتہ تین سو سے پہلے ملا ایسے کتنی جس طرز سے عربی و فارسی عبارتون کا ترجمہ کرتے تھے اُستادافت سے اُن تناہی لگاؤ ہے کہ وہ عجیب البیاقہ ہے لیکن غیر زبان کی مہارت ابتدائی مشق مین اسی طرز کی محتاج ہے مثلاً "فیہم" کا ترجمہ "بیچ اُنون کے" ہے بظاہر یہ عجیب ہے بباطن نہایت مفید ہے اگر شاگرد سے کہا جائے کہ اُن مین کہو تو حرف ظرف بجا نہدی محاورہ ضمیر کے بعد پڑے گا لفظ کے مقابلہ مین لفظ نہو گا۔ اب اس طرز کا رواج نہین ہے۔ رواج نہ رہنے سے جو نقصان ہوا اُسکی تفصیل مین طول ہوگا۔ بعض حضرات نے محض اسلیے کہ صبح سے شام تک دس بیس اخباری مضمون اور رسالون کی نامہ نگاری کا فرض باسانی ادا ہو جائے ان بے ڈھنگے جملون سے ورق کے ورق بھرنے شروع کر دیے۔ بات آسان ہے محنت کچھ نہین۔ عنوان مین لفظ اُردو کے ساتھ کسی رنگ کا نام ملحق کیا اور یاوہ گوئی شروع کر دی۔ گریزی بسنتی۔ نارنجی۔ انبوا بسنتی۔ اودا۔ پیازی۔ شمشی۔ شفتالوی۔ عنابی۔ کاسنی۔ گلابی۔ گلناد شنجرفی۔ ملتانی۔ داؤدی۔ بھورا۔ کالا۔ نیلا۔ پیلا۔ زنگاری۔ دھانی۔ کپاسی۔ صندلی۔ اگرئی۔ ملاگیری۔ کاہی۔ فیروزئی۔ سرمئی۔ چمپئی۔ اور دوسرے رنگ کوئی تعلق اُردو سے نہین رکھتے۔ پوچھیے بے تکی باتین ظرافت ہی کیا ہے۔ اگر یہ تکا پن ظرافت ہے تو حضرت ہم باز آئے۔ وہ ایک جملے ہون تو خیر نقل میں مضائقہ نہین۔ ۱۹۲۷ء سے اسوقت تک سیکڑون مضمون اسی طرز کے آئے اور ظالم ردی کی ٹوکری نے اسطرح ہضم کیا کہ ڈکار بھی نہ لی۔ مگر آج ایک مضمون نگار صاحب ہمین لالچ دلاتے ہین:۔

"ایک کاپی مجھکو بھی جسمین بسنتی اُردو شائع ہو عنایت فرمائیے گا بعد وصولی کاپی چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر پہونچا دیا جائے گا۔ نیاز مند معزز انقلاب کا عرصہ دراز سے نامہ نگار ہے نیز مندرجہ ذیل جریدجات کی یہ کمتر خدمت نامہ نگار انجام دیتا ہے ......
براہ کرم جلد شائع فرما کر کاپی عنایت ہو تو باعث ممنونی کرم ہے۔ والسلام"

خدا سلامت رکھے ہمارے فیاض نامہ نگار صاحب کو۔ مگر دست بستہ التماس ہے کہ یہ آخری بندہ ہے پنچ کے ناظرین جناب کے افادات کی قدر نہ کرینگے۔

بسنتی اُردو۔ اور قسم ہے پہولون گیندے سرسون سورج مکھی گلاب زرد اور کنہیر بسنتی کی کہ آ گیا زمانہ بسنت کا بالتحقیق نظر آنے لگین گلعذاران بسنتی پوش خاص الخاص اوپر خانقاہون لشکر کے کہ ورانحالیکہ ہوتا ہے روزانہ بسنت درمیان بازار چاوڑی لشکر کے اور لگاتی ہین حسینان زرد پوش پہن کر زرد بسنتی ساڑیان اور پہن کر بسنتی چوڑیان بیچ دست حنائی اپنے کے اور دکھاتی ہین عشوۂ معشوقانہ عشاقون اپنے کو در انحالیکہ چل رہی ہے بسنتی ہوا اور پڑ رہی ہے پھوار بسنتی پس کیا پیارا معلوم ہوتا ہے یہ زمانہ بسنت کا اور کہدو اے ملاّن بسنتی تم بھی مثل ایک ٹھمری بسنتی اوپر سارنگی زرد کے۔ کہ۔ کا ہمبو نندی انوکھے پیا سے۔

آج لاج موری گئی۔ سو گئی رے۔ پس بالتحقیق اے اُستاد خوب بجاتے ہو تم راگ بسنتی بیچ سارنگی اپنے کے خاص الخاص درمیان مکان مس ننگو جان طوائف بسنتی پوش کے اور خوب گاتی ہین راگ شیام کلیان۔ کھماچ۔ امین۔ دلیس۔ پیلو مس ننگو جان اوپر طبلہ اور طنبورہ زرد کے۔ پس قسم ہے راگ بہاگ واساوری زرد کی کہ خوب ہو اے اُستاد جی تم ناظر والت کے بیچ اس زمانہ بسنت کے اور پانے لگے تنخواہ مبلغ تیس ۳۰ روپیہ چہرہ کلدار در انحالیکہ ہوتے ہین بالتحقیق جسکے نصف مبلغ پندرہ روپیہ بیچ اس زمانہ کے۔ اور خوب کہلانے لگے سادات بالتحقیق کیسی زردی چھا گئی ساداتون پر کہ ہو جاوین ناظر اور کہلاوین نسل سادات سے پس کب زیبا ہے تم کو اے سارنگیہ اُستاد جیو کہ کہو تم اپنے تئین سید جلالی اور بجاؤ طبلہ شب کو پیچھے کمو جان چھمو جان ممو جان کے۔ بالتحقیق جب ہو جاوے بسنتی صبح پس تم جاؤ عدالت مین اور کیا کرو نظارت پس اے ملاّن چغتائی نہ دیکھا ہوگا تم نے ایسا ناظر اُستاد جی پس دیکھ کر آداب بالتحقیق آتی ہے ہمین سخت غیرت دیکھ کر حالت سیدون بسنتی کی کو۔ کہ کر دیا خوب بدنام ساداتون کو ان سارنگی باد و ساز ندون نے۔ پس کیا ہو گیا اے بزرگ شخص شہر قاضی تم کو کہ چھوڑ دی قضات اور منڈوا دی دو ہاتھ لانبی داڑھی خاص الخاص بیچ زمانہ بسنت کے اور جانے لگا قاضی شہر پہن کر بسنتی شیروانی اور بالتحقیق زرد عمامہ باندھکر اوپر سر اپنے کے اوپر کوٹھی مس قمر جان طوائف کے پس اے بیخبر قاضی آ ذرا ہوش مین کہ نہ پڑھوائین گے نکاح تم سے مسلمانان لشکر کے کہ ایسی حرکت سے قاضی شہر در انحالیکہ ہو گیا مدہوش قاضی سن کر راگ بسنتی کو اوپر کوٹھے قمر جان کے دیوے خدا اے برتر اے قاضی تجھکو ہدایت زردہ۔ اور دور ہو جاوے گرمی عشق قمر جان زرد پوش کی خاص الخاص بیچ دل سے قاضی کے۔ در انحالیکہ ہوتا ہے کسقدر بیہودہ مضمون ظرافت خیز

اودھ پنچ لکھنؤ کا لیس ہوئے ہین ہم بھی خریدار پنچ اودھ کے خاص اس داد لبست مین اور ہو جاوین فنا کیفین ہم ہمدرد خریدار پنچ اودھ کے لیے اے ملان بزقطونہ پڑھ لو اس شعر کو۔

قدر اردو کی اب گو جاتا ہے
ہر کو کب چند سہجا تا ہے

لیں ختم کر دیا ہم نے لسنتی اردو کو اور کہین گے آئندہ تریجی اردو۔ والا فلا۔

نامہ نگار روزنامہ انقلاب لاہور کے قلم سے

صنعت تطویل لاطائل

ہے تو نئی نہین پرانی صنعت مگر اگلون نے پست ہمتی اور بزدلی یا تنگ خیالی کی وجہ سے اسکی جانب توجہ نہین کی ممکن ہے کہ قدرت و استطاعت ہی نہو۔ جب نواب سعادت علیخان نواب وزیر اودھ مرحوم مسند اودھ پر متمکن ہوئے تو بعض مزاج ناشناس مشیرون نے کہا "حضور کی وزارت بہت دشوار ہے اپنا وزیر انتخاب کیجیے" نواب نے جواب دیا "چھوٹی سی تو میندار ہے کوئی بڑی سلطنت نہین وزیر کیسا۔ لڑکے بالے کام دیکھ بھال لینگے۔ ہان ایک اچھا میر منشی درکار ہے"

ہرکارے کو بلایا اور کاغذ کے تختہ پر دو جلی حرفون مین لکھ کے ارشاد فرمایا کہ اسے شہر بھر کے لکھے پڑھے آدمیون کو دکھاؤ۔ مگر جو کوئی جواب لکھے اس سے کہدو کہ جتنا بڑا سوال ہے اتنا ہی جواب لکھو تو لکھو ورنہ کاغذ واپس کردو۔ سوال یہ تھا "منشی گری چیست؟" "منشی کیست؟" تمبشر کے اشتہار اور جیبستان کے مسخرے اشتہار باز کی طرح ہرکارہ یہ کاغذ شہر بھر مین لیے پھرا علیحدہ کاغذون پر دو دو سطرون کے جواب لوگون نے لکھے مگر ایک ہندو بنیے کے مسلمان منشی کے سوا کسی نے سرکاری تختہ کاغذ پر جواب لکھنے کی جرأت نہ کی منشی جی نے تحریر کیا:-

"ایجاز نویسی - ایجاز نویس" انکا مطلب یہ تھا کہ منشی وہی ہے جو حشو و زوائد سے بچے۔ فصیح اور مختصر الفاظ مین اپنا مطلب واضح کردے۔

منشی جی سرکاری عہدہ دار ہو گئے۔ جواب پسند آگیا۔ حاصل کلام یہ کہ نثر مین حشو و زوائد سے لوگ اجتناب کرتے تھے مگر اب خدا رکھے حال کے مغنیان کو انکی نثر کیسی نظم بھی اگر بیکار الفاظ سے خالی ہو تو سمجھیے کہ یہ نہ منشی ہین نہ شاعر۔ دنیا اسی بات کی قدر کرتی ہے۔ اور ہم بھی داد دینے پر آمادہ ہین۔ مثلاً شاعر فرماتا ہے ؎

خوب ہے تجھکو شعار صاحب یثرب کا پاس

حکومت

"ہمارے نزدیک تو فاتح وہی ہے جو نیچے پڑا ہے"

کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہین

نثر مین اس کا مطلب صرف اسقدر ہے۔

"تو شعار نبی کا تابع نہین تو مسلم کیونکر ہوا"

دوسرا شعر ہے ؎

جس سے تیرے حلقۂ خاتم مین تھا گردون اسیر
اے سلیمان تیری غفلت نے گنوایا وہ نگین

اس کی نثر بھی مختصر ہے۔

"تو نے وہ سلیمانی انگوٹھی کھو دی جس سے فلک تیرا مطیع تھا"

تیسرا شعر ہے ؎

وہ نشان سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہو گئی ہے اس سے اب ناآشنا تیری جبین

نفس مطلب یہ تھا۔

"یہ گویا ستارے کیطرح چمکتا تھا اب ماتھا پر وہ نشان نہین رہا"

سجدہ اور جبین کی آشنائی اٹھنے سے فائدہ؟

چوتھا شعر ہے ؎

دیکھ تو اپنا عمل تجھکو نظر آتی ہے کیا
وہ صداقت جسکی بیباکی تھی حیرت آفرین

صداقت یعنی دوستی کا دوسرا جنس ہم نے دیکھا نہین مطلب خبط ہے۔ کیا کہین؟ پانچوان شعر ہے ؎

تیرے آبا کی نگہ بجلی تھی جس کے واسطے
ہے وہی باطل تیرے کاشانۂ دل مین مکین

یہ بھی چھوٹی سی بات ہے:-

"بزرگون کی نگاہ باطل سوز تھی تیرا دل باطل پرور ہے"

چھٹا شعر ہے ؎

غافل اپنے آشیان کو آ کے پھر آباد کر
نغمہ زن ہے طور معنی پر کلیم نکتہ بین

سرے ہی سے بے ڈھنگا پن ٹپک رہا ہے۔ آشیان کسی بھلے مانس کا نہین ہوتا۔ "طور معنی پر کلیم نکتہ بین" خدا جانے آدمیون کو جھونجھ مین رہنے کی صلاح دیتا ہے یا چڑیون کو "کلیم نکتہ بین" نے معلوم نہین چڑیماری کب اختیار کی "غافل" بھی حشو "نغمہ زنی" بھی بیکار۔ ڈگانا کوئی لاسا نہین کہ چڑیان پھنسین۔ خلاصہ یہ ہے۔

"اپنا اجڑا ہوا گھر بسا نکتہ شناس کا یہ مشورہ ہے"

ان اشعار کے بعد فارسی کی دم مین نہا باندھا ہے فرماتے ہین ؎

سرکشی با ہر کہ کردی رام او باید شدن
شعلہ سان از ہر کجا برخاستی آنجا نشین

ترجمہ یہ ہوا۔

"جس سے لڑے تھے اسی سے ملو جہان بھڑکے وہین بجھو"

اضافت بالکسر اور دوسرے خصائص کی وجہ سے فارسی مین ایجاز کی گنجائش بہت ہے مگر کمبخت فارسی کے نصیب! کہ وہ اردو سے بھی مات کھا گئی اسی ہنر مندی پر لوگ شاعر صاحب کو "علامہ" کہتے ہین۔ گویا حصول کمال کسی محنت مشقت کا

محتاج نہیں۔ سعادت علیخان مرحوم آج زندہ ہوتے اور سوال کرتے "دکھا قرکیست" تو ہم ایک ہی لفظ میں جواب دیتے "دنیست" وہ پوچھتے کہ "شعرچیست" تو ہم کہتے زیادہ گوئی بیجا اطناب" مگر امید نہیں کہ وہ آجکل سوال میں ایجاز سے کام لیتے ابھی وہ یون سوال کرتے :-

"کیا کہتے ہو تم اے باشندگان لکھنؤ منشی گری کے بارے میں کہ وہ کیا ہیگی اور منشی کسے کہتے ہیگا"

اور عجب نہیں کہ یہ جواب ملتا :

" جواب دیتے ہیں گے ہم وہ لوگ جو کہ رہتے ہیں آشیانۂ لکھنؤ میں بالمرہ سابق ایام سے الی الآن اس قلم سے جس سے کہ لکھا کرتے ہیں گے ہم کہ منشی گری اسی منشی گری جو مروج ہے فی زماننا نہ نام ہے گا ایسی طرز عبارت حیرت آفرین کا حسین داخل کردیے جائیں وہ الفاظ جنکے کہ کوئی معنی نہوں اور منشی وہی ہوسکتا ہے گا جو کہ قادر ہو اسی قسم کی عبارت لکھنے پر جو کہ شامل ہو اطناب مخل اور تطویل لاطائل پہ۔ نہ وہ جسکو کہ ملیں ہوا تیئیں آشیانۂ لکھنؤ شفقاے حوری کی معرفت لغزیدہ بے محابا کے ساتھ ہاتف غیبی سے :"

بڑون کی بات بڑی بات ان کا عیب بھی محبوب خلائق ہوتا ہے اسکی تقلید پر دُنیا مرتی ہے جناب علامہ کے ہزارون روحانی مقلد نکل پڑے ہیں۔ ہزبان بُوا نصیبن کہنا چاہیے کہ "اردو بچی تیری جان کا اللہ نگہبان"

راقم
ادبار الادب
بقلم

یہ جو "ہیگا" ہے تو یہ "ہیگا" مرد
اور جو "ہیگی" ہے یہ عورت "ہیگی"
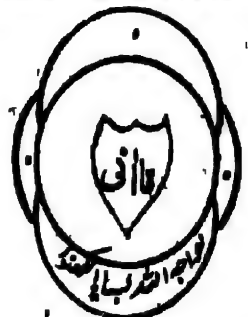
ہولی کا استقبال

رباعیات از ہوش جرولی

سنیڈا کھا نرا گیا تب ادھ مین سنیڈی آئی
رات بھر ہولی جلی صبح دھولینڈی آئی
رنڈ سی اور مستی کا آیا ہر تقاضا سر پر
تب ہوا ہوش کہ افتاد یہ منڈی آئی

دختر رز کی جو مستی مین سواری آئی
کھل گیا غنچۂ دل باد بہاری آئی
مے فروشون نے کہا آ کے کہ ہولی ہولی
ہوش میں آئیے صاحب مری باری آئی

صہبا ہولی ہے جستجو تیری ہے
مستون کی زبان پہ گفتگو تیری ہے
ہر بھٹی پہ ہے شور تری مستی کا
منہ جس کا سونگھتا ہون بو تیری ہے

قطعہ

ایک مے نوش سے کہا مین نے
آپ کا رنگ آج کیسا ہے
بولے ہکلا کے ہو ہو ہولی ہے
کچھ نہ پوچھو مزاج کیسا ہے

رباعیات

از سندی کا پہلم

ساقی آدھا گزر گیا ہے پھاگن
دل مین ہے سمائی اپنے ہولی کی دُھن
ترتیب دے آج محفل ناے و نوش
دینے مین جام کے نہ کر کچھ تُن پُن

یہ چشم سیاہ تیری مین نے دیکھی
اور ترچھی نگاہ تیری مین نے دیکھی
تھی میری سیہ بختی کی اک ترچھی چال
عرصہ تک راہ تیری مین نے دیکھی

آ دیکھ کہ گلشن مین بہار آئی ہے
کھولے ہوے منقار ہزار آئی ہے
ہر سمت اکڑتے ہین جوانان چمن
کس ناز سے پھولون پہ سوار آئی ہے

عمال خزان کا ہو گیا چہرہ زرد
بیت جھاڑ کی شکل سے پڑے ہین نامرد
آتے ہین شگوفے سر ابھارے اپنا
کہتے ہوئے ہم ہین مرد میدانِ نبرد

ہم وہ ہین کہ گلشن کا پلٹ دینگے رنگ
اس ملک ہند کو بنائین گے فرنگ
ملبوس کرینگے زیب تن بوقلمون
اور تتلیون کے اڑائین گے خوب پتنگ

ہر گل ہے بپے خار کا اک تیز خدنگ
دل کھول کے ہے خزان سے آمادۂ جنگ
پُر جوش ہین کس قدر شگوفون کے سوار
اب بھاگنے مین خزان کے کیا کچھ ہے درنگ

کیا جانیے کل بیٹھے گا کس کروٹ اونٹ
ہے فصل بہار آج تو چارون کھونٹ
رندون کو نہین فکر کم و زیادہ کی
دیکھو اس وقت خیر و جارہی گھونٹ

آ جلد کہ انتظام مے نوشی ہو
وا مینا کے منہ کا قفل خاموشی ہو
ہولی کا منانا ہے ہمین یہ تیوہار
رندون کا دور خواب خرگوشی ہو

ہولی مین پلا دے آج ساقی بھر پیٹ
ابتک تو ہوا ہے عیش سب ملیامیٹ
پی کر ادھم آج ہوگا نشہ کے سبب
لیکن آنے نہ پائے گی چوٹ چپیٹ

اب بیچ میں دخت رز کو بٹھلا ساقی
اور ہولی کی دُھن میں آج کچھ گا ساقی
کہتے ہیں جسے عیش و طرب کی دُنیا
باقی نہ رہے اُس کا تمنا ساقی

رندوں کے حوصلے نہوں پست کہیں
تھوڑی سی اُنھیں پلا سرِ دست کہیں
تیوہار ہے جانے پائے خالی نہ کبھی
اک دو چلو میں ہونگے کیا مست کہیں

ساقی بنت عنب کا ہوں دلدادہ
مجھکو ہمہ وقت جام ہو اور بادہ
کب رہتی ہے وقت کی مجھے پابندی
پینے کے لیے ہوں ہر گھڑی آمادہ

اپنی جانب خوشی سے کھینچے یہ رند
اور پہلو میں دخت رز کو بھینچے یہ رند
ہوکر بدمست پھر مئے عشرت سے
الفت کی کیشت زار سینچے یہ رند

یہ رند کبیر اور پھگوا گائیں
اور بنت عنب کے ساتھ دل بہلائیں
جھولی میں ہوں قمقمے رواں پچکاری
آتے جاتے کو رنگ سے نہلائیں

ہاں آج نہ کسی سے بھی بیَر کا خیال لاؤ
دل میں ہولی کی آگ باہم سلگاؤ
کھیلو ہولی گلے ملو لطف کے ساتھ
ہو حُبِ وطن کا دل میں ہر اک کے چاؤ

ہو شکر ہے حب وطن کا وہ جوش
بیٹھے نہ کوئی رند گھر میں خاموش
کالا منھ کرکے دیں سواری میں گدھا
پھر سر پہ حریف کے لگائیں پاپوش

کہدیں کہ نکل ہماری ٹولی سے تو
واقف جو نہیں ہماری بولی سے تو
دُرگت بن جائے گی تری ان روز وطن
گھبرائے گا پھر ہند کی ہولی سے تو

"ندیم"

نیرنگیٔ جنون

(۱) بی شادی صاحب اب یقیناً؛ بی غمزدی ہوگئیں کیا معنی کہ بسبب ایماے تعلیمی بورڈ کوئی تسلیم شدہ اسکول اب کسی شادی شدہ لڑکے یعنی "طفل جورو دار" کو ہائی اسکول کے امتحان میں نہیں بھیج سکتا۔ ہاں یہ بات دوسری ہے کہ جولائی ۱۹۲۷ء سے پہلے اُسکی شادی ہوگئی ہو جورو والے لڑکے پرائیوٹ طور پر اگر چاہیں تو امتحان میں شریک ہو سکتے ہیں ڈائرکٹر سرشتۂ تعلیم سے التماس ہے کہ ۱۳ جون ۱۹۲۸ء سے کسی بیاہے لڑکے کو تیسرے سے دسویں درجے تک کسی تسلیم شدہ اسکول میں بھرتی نہونے دیں۔ گویا شادی اور اصلاح تمدن میں سخت عداوت ہے۔ یا یوں سمجھیے کہ شادی تعلیم کی سگی سوت ہے اور اجتماع ضدین بہ منطق محکمۂ تعلیم محال"

چھوٹے لڑکوں کی شادی والدین کے ایما سے ہوتی ہے مگر سزا ملتی ہے غریب طالب علم کو کہ عمر بے پڑھا رہے۔ شادی کیا ہوئی کہ شہر میں رہنے کے حقوق تلف ہوگئے۔ اس قسم کی دست اندازی یقیناً لوگوں کے حقوق پر غاصبانہ اقتدار ہے۔ بیچارے ٹیکس ادا کرتے ہیں مگر اداٸی کے بعد فائدہ اُٹھانے کا حق نہیں رکھتے۔ بیسیوں دولتمند اپنے ذاتی مصالح سے بچوں کا عقد فضولی کرتے ہیں اُنھیں مقدرت ہے کہ شادی کردینے کے بعد ایسا انتظام کردیں جو تعلیم میں حرج نہو کم سنی میں شادی ہر محل پر خلاف مصلحت نہیں ہوسکتی لہذا بغیر کسی استثنار اور تفصیل کے ایک ایسا قانون بنالینا اخلاقی و تعلیمی جنون نہیں تو کیا ہے؟

(۲) سائمن کمیشن کا یہاں ہندوستانیوں سے پوچھے بغیر ہندوستان پر چڑھ دوڑنا اور پھر تیسرے گھر میں میری فرمائش " کہ لاؤ ابھی آمد و رفت کا کرایہ بھی دو یہاں بھی کھلاؤ جہاں کہیں جائیں وہاں بھی دعوتیں کرو۔ آج آئے ہیں کل لوٹ جائینگے اور پھر آئینگے تو خرچا کھرے کھرے لے لینگے تم لاکھ نہیں نہیں کرو ہم آئینگے اور آتے رہیں گے خالی ہم ہی نہیں بلکہ اب تو تل بھوٹتے ایک کمیشن ہر معاملے میں آتا رہے گا اور جن صاحب بہادر کی میم صاحب ہندوستان کی سیاحت کی مشتاق ہونگی شوہر کی گردن میں بانہیں ڈال کے فرمائش کرینگی ' پیارے سُنا ہے کہ یہاں سے پھر ایک کمیشن ہندوستان جانے والا ہے تم بھی ممبر ہوجاؤ اور ہمیں اپنے ساتھ ہندوستان کی سیر کرا لاؤ۔ دیکھو کیسا اچھا موقع ہے گرہ سے دُھیلا پیسا خرچ نہوگا۔ اور ہم تم خوب سیر سپاٹا کرتے پھرینگے۔"

اسے کہتے ہیں مہمانی بالجبر کا جنون۔

(۳) آٹھ گھنٹے میں تین گورے جرمنی جوڑوں (میم اور صاحب) نے آٹھ ہزار بوسے بالاشتراک لیے۔ امتحان طاقت بوسہ گیری مقصود تھا۔ گھنٹا گھنٹا بھر کے بعد دس منٹ توقف کرتے تھے پھر چاخ چاخ سینگیاں کھینچنے لگتے تھے چھٹے گھنٹے میں صاحب بہادروں کے ہونٹوں کا شوارہ خستہ ہوگیا مگر غضب کے مضبوط گال میم صاحبات نے پائے تھے کہ نیل تک نہ پڑا حسن احتیاط الجھوما چاٹی۔

(۴) اٹالین دتی میں چند سخت بیدار آدمیوں نے شرط باندھ کے جاگنا شروع کیا کہ دیکھیں کب تک جاگ سکتے ہیں اور کون ماندہ ہوکے گرتا ہے انھیں سے ایک شخص مسٹر ہری نے باقیوں سے ہری بولوا لی۔ ڈیڑھ سو گھنٹے تک ٹھر ٹھر جاگا اثناے بیداری میں ۳۵ پیالیاں قہوے کی نوش جان کیں آٹھ سو سگار بھس بھس کیے اس جنون کا نام ہے مالیخولیاے بیداری۔

(۵) مسٹر فرنینڈ جرمنی کے بیٹھنے میں حضرت کے

کمیشن کا دعویٰ (سر سائمن)

حضرات میں اپنا ثانی نہیں رکھتا
ان امور میں:

اے محبت اے نظام عالم اے اصل خیواۃ (قول افلاطون الٰہی)

دعویٰ: کیوں صاحبو! میرا دعویٰ صحیح ہے۔ ہے کوئی تائید و تصدیق کرنے والا؟

صدقنا: بیشک لاریب۔۔۔۔۔۔۔ آمنا: درین چہ شک

دعویٰ: ارے کوئی تیسرا بھی ہے؟۔۔۔۔۔۔ ہائے کوئی نہیں ع رسوا ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا؛ کیا جانیے کہ دیکھتے ہی تجھکو کیا ہوا

داغ مین جو تخم پنچ کا بھوت گھسا تو سلامتی سے چھوڑ و تک متاثر ناچتے رہے بھنگی ہو گئے زمین و ملدان کا سر پھاڑ ڈالا - ہر گھنٹے مین دس منٹ تک چلے بیٹھتے تھے پھر چکر کھا کھا کے گرنے لگتے تھے۔ ڈاکٹر دل کے رقاص کی رفتار جانچتے رہتے تھے کہ کہین وہ اپنی گت نہ بھول جائے جو شبانہ روز کے ناچ پنچ کی آگ بجھی پھیپھڑی پھول گئی۔ اس خبط کا لقب ہے الاضطراب النیچی۔

(۶) ہمارے سابق مہاراجہ اندور کو جنون ممتاز تو پہلے ہی سے تھا اب بیچارے کئی خبطون مین مبتلا ہو گئے ہین ایک تو ڈانسنگ کی چھری نیم برہنہ نیم پرے " کا خبط کہ آدمی ہین مشہور عشق بھی ہے انوکھا قابل تفسیر مگر اخبار ہی کا غذ کے ٹکڑون سے ڈرتے ہین " اسے ہے کوئی دیکھ نہ لے" چنانچہ جب آپ اور آپ کی ہونے والی امریکن بیگم لکھنؤ وارد ہوئین تو انھین بھوتون کے ڈر سے ایسی چپ چھپائی آمد ہوئی کہ سب مشتاق تصویر کشی و فوٹو گرافر منھ دیکھتے رہ گئے اور جوڑے کا جوڑا معلوم نہین کیونکر سٹ سے نکل گیا۔ دوسرا خبط یہ کہ پہلا پر رانی کی شدھی ہوگی پھر انکی استریون کی شدھی سنبھال مین ہوگی کیا سبب کہ مہاراجہ کی آتش محبت کمبخت الجنس یمیل الی الجنس استریون مین گھس گئی اور وہان چھالے ڈال دیے۔

راویان ظرافت آثار کا بیان ہے کہ مہاراجہ کو عشق اتری تکار ہے اور مہارانی کو جنون رودہ شگاف۔ خدا کرے الٹی آنتین گلے نہ پڑین۔

(۷) معزول مہاراجہ نابھا کا معاملہ پہلے ہی سے چیستان ہے اکالیون نے گوردوارون کے بارے مین جب ستیاگرہ کرنی شروع کی تھی تو معزول مہاراجہ کی بیگناہی ایک سبب وجیہ معلوم ہوتی تھی مگر پھر خدا جانے کیون جوش کی دیوار مسا کے بیٹھ گئی اب سنتے ہین کہ ؎

پھر بہار آئی چمن مین زخم دل آلے ہوئے
پھر مرے داغ جنون آتش کے پرکالے ہوئے

قیاس کہتا ہے کہ دَورہ کمزور ہوگا۔ کمزوری اگر واقعی ہے تو شدت بھنگ مصنوعی اور نقلی بلکہ نقل ما چہ عقل " مشہور و معروف ہے لہٰذا اس خبط کا نام مانیائے لڑ بہترین دمڑی ہے۔

(۸) شاگردون کی سرکشی اور استادون کے تمرد۔ طلب و حرمان کی کشاکش بصفت " ورۃ ابابا من دون اللہ " کی کثرت ہوئی تو دیوبند کی مشہور درسگاہ سے " فریاد " کی آواز بلند کی تو دوڑ مین دوڑ اس علماء المتکلم سے آملی کی زنجیر ہو گئی بودی۔ اب ایک طرف اعتراضات ہین دوسری طرف اعتراضات کی اصلاح کیے بغیر " ستو کھمبہ " کی رٹ لگ رہی ہے " جانے دو بس اس پہ خاک ڈالو " لہٰذا اسے خبط الدماند هلی کہیے۔

(۹) کیا غضب ہے کہ پہلے تو " فطرت " ایک مرد کو لڑکی کے بھیس مین پیدا کرتی اور تیرہ چودہ برس تک چوٹیون سے سنوار کے ایک نہ ایک بھلے مانس کے گھر کی زینت بناتی ہے پھر بیس بائیس برس کے بعد دولت ہو جاتی ہے قلم اور ڈوہ لچی بن جاتی ہے " ہزارہ۔ کسی شاعر نے اپنی بدقسمتی کا اظہار باین الفاظ کیا تھا پہلا مصرعہ یاد نہین دوسرا مصرعہ یہ ہے

؎ شب اول عروس نر گردد

یہ ہے واقعی مصیبت کہ جس وقت ہنگامۂ غمزہ و کرشمہ گرم ہو نازک کر نبد کی گتھیان دل مین الجھن پیدا کر رہی ہون۔ چھاگل کی جھنکار تاک جھانک کرنے والون کی پاسبانی مین ہوشیار رہنے کا الارم دے رہی ہو۔ نوشاہ صاحب بپھرے ہوئے ہون بنڑی سمٹ سمٹ کے چوڑیان بجا رہی ہو۔ عین اسیوقت پری جو لابدل کے دیو بنے وہیر ویلنگ اکھاڑا ہو جائے۔ جیسے گھڑی گھنٹا گھر اور جاہ اُلٹے مُنارہ۔ شاعر نے اپنی دانست مین ایک ناممکن مصیبت کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ اگر پہلے ہی مرحلے مین خفت کا سامنا ہو تو سمجھیے کہ سستے چھوٹے ہائے ستم تو یہ ہے کہ ضلع جہلم مین کسی ساہوکار کی بست سالہ بیاہی تمیاہی دختر مونث سے مذکر ہو گئی۔ اب وہ مردانے کپڑے پہنے سیر گشتی کرتی پھرتی ہے اور میان سے کہتی ہے " جو تم وہ مین " کہو چلتے ہو چوک۔ ہے کچھ حوصلہ؟ میان بیچارے کمر پکڑ کے رہ جاتے ہین۔ این ست سودائے " مسخریہ فطرت "

الغرض دُنیا اب دار المجانین بنتی چلی جاتی ہے۔ خدا خیر کرے کچھ کچے سڑی ہین کچھ پکے سڑی۔

راقـــــــــم
المجنون فنون

نقـــــــــل
در شہر نہ آشوب در کوچہ نہ فریادے

پنچ مل خدا - خدا مل پنچ

مسخری تاویلین

بی مینڈکی اُچھلتی کودتی سڑک پر چلی جاتی تھین کہ ہاتھی نے پاؤن رکھ دیا لوگون نے کہا " بی مینڈکی کچلین " کچلنے کی توہین خودداری نے پسند نہ کی بی مینڈکی بولین " کچلین تمہارے ہوتے سوتے مین تو کولے دبوا رہی تھی " یہ اتفاق تھا کہ جیتی بچین اور تاویل کا موقع مل گیا۔

ایک طفیلی صاحب بن بلائے کسی دعوت مین گھس پڑے دعوت عام نہ تھی خاص تھی میزبان کو غصہ آیا۔ ادھر ہاتھ رکابی کی طرف بڑھا اُدھر کرارا ہاتھ پڑا طفیلی صاحب کہنے لگے " اللہ اللہ آج سات برس کے بعد کھانے کا لطف ملا۔ خدا بخشے والدہ مرحومہ بھی یونہین مار مار کے کھانا کھلاتی تھین۔ مین لاکھ عذر کرتا تھا کہ پیٹ بھر گیا مگر وہ کہتی تھین کھا جلدی۔ زہے قسمت و سعادت۔ مین حضور کے حکم کی تعمیل تو کر رہا ہون کھانے سے انکار کرون تو پھر آپ کو اختیار ہے "

کچھ دنون اُدھر ہمارے ناخواندہ مہمان کمیشن کی خدمت مین ایک میزبان نے پیام بھیجا کہ حضرت! کدھر منھ ڈالتے ہین۔ ہم آپ کی تشریف آوری سے بیزار ہین کمیشن کی طرف سے جواب ملا کہ عنایت کا شکریہ جناب کی کمیشن نوازی دلیل وفا ہے " دیکھین ہمارے صوبے کی کونسل اور لیجسلیٹو اسمبلی نے جو برتاؤ کمیشن کے

ساتھ کیا ہے اُسکی تاویل کیا ہوتی ہے۔ یہ جواب بمنزلہ اقرارِ ضعف ہے کہ تم چاہے خفا ہو یا خوش کمیشن اپنا کام پورا کرے گا۔ بوسہ کا نیل اور ہے کاٹ کھانے کا نیل اور پلمیشن یہاں سے واپس جانے کے بعد حضرت بالڈون یا جناب برکن ہیڈ کو اپنا گال دکھائے گا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ گالوں پر دونوں طرح کے نیل ہیں۔ اور ہا سو قت پالیسی کی عینک دانتوں کے داغ نہیں دیکھنا چاہتی لہذا یقیناً بوسے کا سوسنی نشان اُبھرا معلوم ہوگا۔ رہ گیا پانیکاٹ کا داغ اسکے چھپانے کے لیے تاویل یہی ہوگی کہ دونوں فعل علامت محبت ہیں کسی نے اعتدال ملحوظ رکھا اور کوئی فرطِ عشق میں بیخود ہو کے چکت لگا بیٹھا لیکن اس قسم کے تاویلات دانشمندی کی دلیل نہیں۔ اصلی محبت اور پولٹیکل محبت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اصلی محبت دوستوں کے تعمیلِ حکم پر مجبور کرتی ہے پولٹیکل محبت ہمیشہ دشمنوں کے استرضا پر مائل رہتی ہے جو لڑتا ہے اُسے مناتی ہے اور جو عاشق ہے اُسے خشک شکریہ پر ٹالتی ہے۔ معاملہ ہے حقوق و اختیارات کا دانتوں کے داغ کا فوراً استمالت کا مرہم لگائے بغیر اچھے نہ ہوں گے۔ عقل کا مقتضی یہ ہے کہ جناب سائمن اپنے مخالفین کے اقوال پر زیادہ توجہ فرمائیں۔ اُنھیں سے کوسے دلواتے یا مذمت کے بعد شفقت اور استمالت سے لطف اُٹھانے کی سعی کی تاویلیں بیکار ہیں۔

حکومت خود ہی طرح مچا رہی ہے کہ ہائے ہائے سوویٹ گورنمنٹ پاجی پن پر آمادہ ہے اور اطراف ہند میں اُسکا برٹش ریا اثر پھیل رہا ہے۔ نا رحمٰن دلوں میں یہ اثر زیادہ گھر کر سکتا ہے۔ اختیارات کی توسیع سے سوویٹ اثر بہت کچھ زائل ہو سکتا ہے آئندہ میاں جان بل جانیں اور اُنکا کام۔

ہم گئے اور تم مرے

تکیہ کلام بھی ایک مصیبت ہے۔ ایک صاحب ہر جملہ کے ساتھ "آپ کے منہ میں" کا ٹکڑا لگا دیا کرتے تھے "حضرت میری لونڈی بھاگ گئی آپ کے منہ میں بہت تلاش کیا آپ کے منہ میں مگر جو تھے وہاں ملی آپ کے منہ میں بندہ نے بھی خوب ہی طمانچے مارے آپ کے منہ میں اُس نے پیشاب کر دیا آپ کے منہ میں"

حاجی بہلول علیہ الرحمہ "کیا نام کے" کہا کرتے تھے۔ ایک دوست "صاحب مہربان من" کہنے کے عادی ہیں۔ ایک صاحب کو ہر جملہ میں "مثلث مثلاً" کا جوڑ لگانے کی لت ہے بعض حضرات کا تکیہ کلام بہت طولانی ہے مگر ہر چھوٹے جملہ کی دم سے ملحق رہتا ہے "صاحب بندہ گزارش اگر یہ شفقت و عنایت" یہ تو ہوا سخن تکیہ اور پوچھا صرف اسقدر کہ "کیا بجا ہے"

مگر حضرت کیا بات ہے ہمارے جان بل صاحب کی انگلینڈ میں ان کا تکیہ کلام کچھ ہے اسکاٹ لینڈ میں کچھ آئرلینڈ میں کچھ اور چین میں کچھ اور۔ افریقہ عرب۔ عراق۔ مصر۔ غرض جہاں قدم رکھتے ہیں نیا تکیہ کلام گڑھ لیتے ہیں آجکل ہندوستان کے متعلق کوئی مسئلہ کہیں چھڑ جاتا ہے تو ہر ایک انگریز یہی کہنے لگتا ہے "ہم ہندوستان سے گئے اور تم مرے" بعض سمجھتے ہیں کہ ہندوستانیوں کے سوا انگریزوں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ تم چلے جاؤ جس کا جواب یوں دینا پڑے کہ "ہم گئے اور تم مرے" مگر عادت کو کیا کیجیے۔ کانگریس اسکا جواب یوں دیتی ہے کہ جب آپ نہ تھے تو ہم زندہ تھے آپ کے منہ میں اور کیا نام کے صاحب مہربان من مثلث مثلاً صاحب بندہ گزارش اگر یہ شفقت و عنایت ہم بہت اچھے تھے آپ کے منہ میں اور اب تو نہایت مصیبت ہے آپ کے منہ میں جو ہے سو آپ کے منہ میں صنعت ہے آپ کے منہ میں نہ حرفت ہے آپکے منہ میں خالی ٹھائیں ٹھائیں ہے آپکے منہ میں آپس کی جوتی پیزار ہے آپ کے منہ میں اسیطرح مصر سے آپ یہ کہتے ہیں آپ کے منہ میں کہ برطانیہ اگر نہ ہوئی آپ کے منہ میں تو بیرونی دشمنوں سے کیونکر بچے گے آپ کے منہ میں حالانکہ مصر کا دشمن کوئی نہیں آپ کے آپ کے منہ میں اور ہندوستان سے یہ کہتے ہیں آپ کے منہ میں کہ ہم گئے اور تم مرے آپ کے منہ میں۔ یہ کیا سخن تکیہ ہے آپ کے منہ میں۔

المختصرات

اندور کے مہاراجہ تکوجی راؤ کے متعلق "ہندو" کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ مہاراجہ کچھ دنوں آرام کرنے کے بعد اپنی طاقتیں توتیں، قابلیتیں، خدمت ملک کے لیے پیش کردیں گے ہم کہتے ہیں کہ مس ملر سے ملنے کے بعد طاقت کجا قابلیت کجا فرصت کجا۔ ؎

ہوے تم دوست جسکے دشمن اُسکا آسمان کیوں ہو

مصر میں اور برطانیہ میں تجدید معاہدات کا ہنگامہ گرم ہے عربی جرائد اپنی کہتے ہیں اور انگریزی جرائد اپنی لیکن خلاصہ معاہدہ ہمیں بھی معلوم ہے "جمیع نعمات مصر مخصوص ہیں اہل مصر کے لیے رہیں سہیں بسیں بلسین السلام کی سیر دیکھیں نیل کی لہریں گنیں برطانیہ صرف اتنی مہربانی کی خواستگار ہے کہ جب بھوک لگے تو کھائیں ہمارے منہ سے پیٹ اُن کا اور منہ ہمارا"

پولٹیکل عشق میں رقابت نہیں ہوتی چنانچہ پنجاب کے دو عشق پیشہ سر ڈاکٹر اقبال اور سر محمد شفیع لیلی کمیشن پر لٹو ہوے پھر بھی دونوں میں رقابت نہیں ہے ہاں ان کی بدولت دو مشہور اور مضبوط روزانہ کا غذ اخبار آپس میں گتھ گئے (یعنے زمیندار و انقلاب) وہ جلی کٹی ہو رہی ہے کہ الٰہی توبہ۔ بجا ہے زمانہ ہے "انقلاب" کا ؎

یارب "زمیندار" ہو گئے افسوس
یہ زمانے کو انقلاب ہوا

سُنتے ہیں کہ لاہور میں ایک "نور" نکلنے والا ہے اللہ کرے صاعقۂ آتش افروزی سے محفوظ رہے۔ آجکل باہمی منافرت کی بجلیاں پنجاب میں بہت چمک رہی ہیں

اثنا عشری جنتری ۱۳۴۸ھ مع حسین اعمال عیدین و دعاے ہلال و اعمال رمضان و شب ہاے قدر و برآوردہ تنخواہ علاج سمیات و اختیارات ہر ماہ اور دیگر مفید

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اگونکی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کیگئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا و نیز ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان لسٹی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ الخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنہین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر بنا دستہ منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین۔ اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنہین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چِٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

* لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان کُشتی مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ نمبر ۹

مضامین

شنبہ ۱۰ مارچ ۱۹۲۰ء

باغبان و گل

از بدائع افکار آقائے دل صورتگر

"بے پردگی اور صحبت ناجنس کے نتائج - جو پنچ کا سنت لکھنا - ہم اس نظم کا نام چڑیا کا چمن رکھ سکتے ہیں۔" (اڈیٹر)

باغبانے بہ گلے شد پابست
پاس وے را کمر ہمت بست

پاک ہمین بود چو از روز نخست
دست از فکر ہوسناک بشست

دیو خو شہوت زنجیر گسل
پائے بشکست و برون کرد از دل

آرزوہاے دگر دور انداخت
ببرید از ہمہ با گل پرداخت

سود بر دامن او دست نیاز
پیش وے برد با خلاص نماز

روز از چشمۂ چشم آبش داد
شب ز لالائی دل خوابش داد

مژۂ از دیدۂ بہ بینان دور
بست راہ نظر (غلامی و چاکری) پشہ و مور

از نہیبش دل پروانہ کباب
خانۂ بلبل شوریدہ خراب

روزے آن گل زجوانی دل شاد
لب شیرین بشکر خند کشاد

گفت اے عاشق دل خستۂ من
اے پرستندۂ پابستۂ من

ہرچہ دیدم ز تو نیکی دیدم
جز محبت سخنے نشنیدم

ہمہ دم پیش من استادہ بہ پاس
با تو از ہیچکسم نیست ہراس

باغبان گر نکند مہر بہ کس
خیر گل خواہد ازین کردہ و بس

ور اگر بر رخ گلچین بندد
سایۂ بر سر گل نپسندد

ہمہ از بہر نکونامی اوست
شادی آن را کہ سرانجام نکوست

لیک آن مرغ خوش آواز کہ دوش
کردی از نغمہ سرائیش خموش

نغز لحنے و خوش آہنگے داشت
مرغ بیچارۂ دل تنگے داشت

نالۂ زار کشید از دل ریش
یادمی کرد ز دلدادۂ خویش

نالۂ وے دلم از جاے بکند
جور برجستہ درونان نپسند

بایدآورد ز مانیش نواخت
بہر زخم دل وے مرہم ساخت

چند روزیش طربناکی داد
گرہ مشکلش آسان بکشاد

تا بدانیم مگر دردش چیست
گرمیٔ اشک و دم سردش چیست

او لشِ چارۂ آن درد بساز
آنگہ از باغ برونش انداز

باغبان چون سخن گل بشنید
پیرہن بر تن ازان گفتہ درید

گفت اے کوکب بستان افروز
طالعت خرم و بختت پیروز

ماہجہان ست لبت خندان باد
جاگہِ خصم تو از زندان باد

نشناسی مگر این ہرزہ درا
کاز چہ این گونہ بود نغمہ سرا

زیر این نرم غزلخوانی او
نیک پیداست ہوسرانی او

ہمہ دانند دریدہ این عیار
جامۂ عصمت ہمچون تو ہزار

گرچہ رخ سودہ بپابوس گل ست
دشمن عفت و ناموس گل ست

گر کند کاش رہ خانہ تو
دام مکرش نہ بود دانۂ تو

گل بخندید کہ این بدظنی ست
سوء ظن داشتن از بددلی ست

من ہمینا دانی و طفلی بدرم
ہوش بخشیدہ خدا این قدرم

کہ نخواہم گہرم سودہ شود
واتکلّے دامنم آلودہ شود

ببرد بر دل من بلبل راہ
کیست او تا کندم نامہ سیاہ؟

چند روزے بمنش باز سپار
ز فسون کاری وے باک مدار

باغبان نرم شد از آن گفتار
یافت بر درگہ گل بلبل بار

از نگہبانی او دست بداشت
پاس وے را بخدا وند گذاشت

چند روزے چو باذرم گزشت
سخن عشق ہویدا تر گشت

گہ با کوبی پیمہ امن گل
پیروے خورد بہ پیراہن گل

پوزش آورد ز بے پروائی
کہ برم بال اگر فرمائی

گل شکر خندہ کنان بخشیدش
آب بر آتش غم باشیدش

پس سخن را بمدارا گفتند
ہرچہ گفتند بہ سخرا گفتند

از میان شرم چو پرداختہ شد
کار رسوائی گل ساختہ شد

باغبان روزے برخاست بگاہ
ہر طرف گرد چمن کرد نگاہ

از ہمہ سوے شنید آوائے
دید در باغ عجب غوغائے

گلبنان ہر طرفے موئے کنان
قمریان بر سرشان طعنہ زنان

مغزش افروختہ چون آذر گشت
پیشتر رفت و پریشان تر گشت

دید آن تازہ گل نشگفتہ
مست در دامن بلبل خفتہ

دامن آلودہ و گوہر ناپاک
گونہ از بوسۂ بلبل صد چاک

زد بر او بانگ کہ اے تیرہ نہاد
از چنین روز سیہ غیرت باد

چہ شد آن گونۂ تابندہ چو ماہ
بہ کجا شد دل ناکردہ گناہ

روزگارے گہرِ پاکت بود
دیو شہوت دُرِ ناسفتہ ببرد

ہوس زشت شدت راہنمون
رفتی از جرگۂ پاکان بیرون

آدم تا بکرم خواری تو
بہ ہم مزد گنہگاری تو

چمن از خونِ تو گلگون سازم
منت از باغ برون اندازم

تا دگر کس نہ رود گردِ ہوس
لکۂ باغ ہمین نادرہ بس

نیلیان اودیان گلابیان لالیان کالیان بھوریان
اور تمام تلونیان بجلی کی ایک سفیدی کے مقابل
نہ ٹھہر سکین۔ وہ بھگا یا۔
دوسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

آئینہ دیکھتے ہی مین سجدے مین گر پڑا
و بیہوشیون مین ہوش تھا کب امتیاز کا

اللہ اللہ! بیہوشیان تھین کہ گڈیان ہوش حواس کا
پودا چر گئین امتیاز کا ٹھونٹھ گر پڑا شاید شعر یون تھا
کاتب نے تحریف کی ؎

آئینے دیکھتے ہی مین سجدون مین گر پڑے
بیہوشیون مین ہوش نہ تھے امتیاز کے

خدا جانے "امتیاز" کا ہے کا۔ اپنی صورت کے مسجود
ہونے یا نہونے کا؟ - باین "جمع و واحد ناشناسی"
خیر سے جناب شاعر ایک گروہ کے "استادون" بھی
ہین۔ خدا کرے حضور کا دائرۂ افادہ دکن کی طرف
بڑھے جہان واحد اور جمع کا محل استعمال واحد ہے۔
کسی نے خون کیا خونریزی کے بعد سڑک پر نکلا اور
لڑا مچا د خونیان آئے۔ خونیان آئے "کسی نے غزل
پڑھی اور داد ملی: کیا تو ب غزلان پڑھی و کھڑکی
مین ایک چہرہ نظر آیا اور فرمانے لگے ؎

وہ تھیتی جو ایک وستی ہے
کل بیٹھے ایک راند بیٹھے تھے

تیسرا شعر ہے ؎

اپنی تجلیون کو تو شاہد صد حجاب رکھ
لاکھون ہی جلوے ہین نہان دل کے طلسم زار مین

"شاہد" کے معنی ہین "بند" یعنی اپنی ہزارون تجلیون
کی بتیون کو تو سو پردون یا پنجرون مین بند رکھ۔ کیون؟
وجہ بالکل ظاہر ہے۔ اسلیے کہ لاکھون نہین "لاکھون
ہی" جلوون کے چوہے دل کے طلسم بیمار و لاغر و
نحیف مین چھپے ہوے ہین۔ مناسب یہی ہے کہ
بتیان بھی بند رہین اور طلسم زار کے بل مین چوہے
بھی نہان رہین۔ یہ کیا کہ بتیان کھلے بندون پھرین
اور جلوے کے چوہے طلسم زار مین بھپٹ بھٹاتے ہین۔
ایک تجلی نکلے تو ایک جلوہ طلسم زار سے منہ نکالے۔ اگر
جلوے کے چوہے نہان نہوتے تو تجلیون کے "شاہد صد حجاب"
نہونے سے کوئی نقصان نہوتا۔

معرفت مین ڈوبا ہوا شعر ہے۔ خصوصاً طلسم زار
یا طلسم راز (پڑھا نہین گیا) کی اضافت توصیفی۔
اے سبحان اللہ "دل زار" کہتے تو کیا کمال کرتے۔
طلسم زار کی معنویت ہی اور ہے یہ معنویت جب تک
انسان "شاہد صد حجاب" نہو اسوقت تک میسر نہین
آتی۔ مناسبت ملاحظہ فرمائیے تجلیان تھین کئی لہذا
صد حجاب کی شاہد بننے کی مستحق تھین۔ "جلوے تھے
لاکھون ہی" اسوجہ سے طلسم زار کی کوٹھریان بڑکا
ہوئین۔ تمام الفاظ ضروری ہین کیا مجال جو ایک
لفظ اپنی جگہ سے سنک جائے۔ تجلیون کی جگہ تجلی
کہیے تو مطلب خبط۔ شاہد کے عوض کوئی اور لفظ
لائیے تو معنی عنقا۔ زبود "صد حجاب" مین سے ایک
حجاب کم کیجیے تو فصاحت غائب غلہ۔ لاکھون ہی
نہ کہیے لاکھون پر قناعت فرمائیے تو بلاغت اڑا اڑا دھم۔
"طلسم زار کا قائم مقام خانۂ زار" ہو تو شعر کا شعر بے معنی۔
پہلا مصرعہ دوسرے مصرعے سے بالکل مربوط ہے
تجلیان بھی ورڑھے مین اور چوہے اے تو یہ جلوے بھی
نہان" ہونا دونون کا لازمی ہے۔
پہلے دونون شعر بھی انھین محسنات لفظیہ و معنویہ سے
آراستہ ہین۔ خدایا رحم بر جان اردو! - ازین شعراے
سخن ناشناس پناہ!!

راقم —

سرکوب فتحپوری

تجارتی جنتری ۲۸ء

کیا ناک مین دم اور دم مین ناک ہے بغیر محنت
کے لوگ چاہتے ہین کہ تعریفین ہونے لگین۔ اور انکا
مال مقبول ہوجائے اس جنتری کا حجم ۳۲ صفحہ کا ہے
ہر صفحہ مین دو کالم ہین ایک کالم مین مضمون ہے
دوسرے مین اشتہارات ہین۔ جا بجا پورا صفحہ اشتہار
سے پر ہے۔ مضمون مین مسلمان مخاطب ہین انھین
تجارت کی جانب مائل کرنے کی کوشش کی ہے
یہان تک تو غنیمت ہے مگر قرآنی آیات نقل
کرنے کا مسلمانون کو مرض ہے۔ جنتری مین ایک
مضمون ہے جسمین ہر سطر کے بعد آیت ہے اور
اکثر جگہ غلط ہے اعرابی غلطی تو خیر غضب ہے
کہ املا بھی غلط ہے۔ مضامین کسی مخصوص خوبی پر
مشتمل نہین ہین سطحی باتین ہین غالباً ہر ایک
باسواد آدمی انسے واقف ہوگا۔ جنتری کی تعداد
طبع پانچ ہزار لکھی ہے گویا پانچ ہزار آدمیون تک
غلط سلط آیتون کی تبلیغ کی ہے۔
جب قرآن کی صحت اعراب و لفظ مین احتیاط
نہین کی گئی تو واقعات کے نقل مین صحت نقل کی
امید بے سود ہے۔
بہرحال مقصد اور نیت بخیر ہے مگر کوشش ناتمام
و غیر مرغوب جنتری کی قیمت ۲ ر ہے ابو یوسف محمد
قدوس صاحب منیجر تجارتی جنتری نیو لیا بہار
شریف سے منگا کے دیکھیے۔ اور غلط آیات کی
درستی خود کر لیجیے تاکہ جو لوگ عربی سے واقف نہین
ہین وہ غلط آیات پڑھنے کی آفت سے محفوظ رہین

راقم —

ادبار الدین

بھیشم لاہور

یہ پرچہ روزانہ ہے۔ اسکا "سنڈے ایڈیشن"
ہمارے پاس مبادلت اور ریویو کی غرض سے بھیجا
گیا ہے۔ بعض عالی ظرف دیہاتی مالکان جرائد ہفتہ وار
پرچے سے "مبادلت" عار سمجھتے ہیں اسکے ساتھ ہی
شیطان نے کان میں پھونک دیا ہے کہ روزانہ
اشاعت کے عوض ہفتہ میں ایک کاپی کسی ہفتہ وار
کاغذ اخبار کے پاس بھیجدو تو معاوضہ کامل ہوجائیگا
اور غیرت دار ہفتہ وار پرچہ کا مالک اسی پر قناعت
کرے گا۔ ممکن ہے کہ جن ہفتہ وار جرائد کی زندگی
نقل اقوال پر قائم ہو اور بالذات مادۂ حیات اور
مستقل رائے کے مالک نہوں یا مفلس الدماغ
ہوں وہ گر پڑ کے اس سودے پر راضی ہوجائیں
ہم کسی کی پروا نہیں کرتے خدا کے فضل سے نان
جویں پر قانع ہیں اور بغیر ان جرائد کے زندہ رہ سکتے
ہیں بلکہ عجب نہیں کہ ہمارے درویشانہ خوان سے
کچھ ان ہی کو مل رہے کیا معنی کہ:۔

نیم نانے گر خورد مرد خدا
بذل درویشان کند نیمے دگر

لہذا ہمیں ایسی "مبادلت" درکار نہیں۔ رہی
"تنقید" تو نیرنگی لیبٹی کے جو نمبر پیش نظر ہے اسکی
تعریف سُن لیجیے۔ یہ پرچہ موٹا تازہ خنگار نگیلا چھیلا
ہے۔ عبارت آرائی میں زمانۂ حال کے اُن مسلمان
اُدبائے لُطفا کا شاگرد رشید ہے جنکی استعداد کسی
معرفت وعلم کی محتاج نہیں جو پرانے ضوابط فصاحت
سے اطلاع رکھتے ہیں نہ اپنی جدید زبان کا دستور
اساسی مرتب کرتے ہیں۔
"حسیات محبت ... موسیقیت کی پوری
انعذباطیں... لطافتوں سے مشہور اور
قدرتی گلے بازیوں کا ہمہ نغمہ اور ہمہ موسیقی
بنا ہوتا... فضائے خاموش میں ایک
اولین گریان اعلان تھیں اور سریلی
آواز کے ساتھ گونج گیا" اس قسم کے صدہا
فقرے آپ اس پرچہ میں دیکھیں گے!

"پتھر کی مورتی سے عورت نکل آئی۔ طاقت
خیال کا حیرت انگیز اعجاز۔ عربستان کا ایک
تاریخی واقعہ" یہ سطری عنوان ایک قصہ کا ہے
جسے ایک مستند تاریخی واقعہ کا مرتبہ عنایت ہوا ہے۔
"ایک تھے میاں زرقا (نام عربی ہے) سنگ تراش
انھوں نے پتھر کی ایک مورت بنائی پھر خود ہی اُسپر
عاشق ہوگئے۔ آپ جانیے عشق میں خلق روح کا
معجزہ مسلم ہے۔ تصویر میں جان پڑگئی مدتوں وصل
و وصال دانہ بدل و منہ چوچول کا سلسلہ جاری رہا
گوشت اور سنگ کے اجتماع سے کوئی تیسرا جاندار
پیدا نہ ہونے پایا تھا کہ عاشق صاحب اپنی ساختہ
پرداختہ معشوقہ سے ہوگئے سیر۔ سیری میں غذا کی
ضرورت نہیں۔ فات الشرط فات المشروط۔ ایک
دن میاں زرقا اپنی سنگین معشوقہ پر ایسے خفا ہوئے
کہ لے کے لب اپل پڑے ایک دو تین۔ دفعتہ کیا
دیکھتے ہیں کہ گوشت سنگین ہوگیا۔ پھر وہی سنگ
آمد وسخت آمد بے حس وحرکت مورتی رہ گئی جو
پہلے تھی"
قصہ کسی مستند کتاب سے نقل کیا گیا؟ اس کا
حوالہ نہیں "زرقا" کا سارا ست گفتار سنگ تراش
اسکی سچائی پر اصرار کرتا ہے اور مجہول الاسم مورخ
اپنی غیر معلوم کتاب میں اسے لکھتا ہے تو پھر ہم
اور آپ کون ہوتے ہیں جو اسکی صحت میں چون و
چرا کریں۔ جناب ارمان اس قصے کی نسبت فرماتے ہیں:"

"(۱) خاص واقعہ جس کو اب تک پوشیدہ رکھا گیا۔
مورتی پوجا کا زندہ ثبوت"

اور آخر میں اس افسانہ سے "کلامی استدلال" فرماتے
ہیں۔ اودھ پنچ کوئی مذہبی پرچہ نہیں اسلیے ہم
استدلال کے قوت وضعف سے تعرض نہیں کرتے
اگر ایسی حکایتیں جناب ارمان کے مفید مطلب
ہیں تو ہم انھیں بہت سی عربی کتابوں کا نام
بتا سکتے ہیں اُن سے کام لیں۔ مثلاً قصہ حسن
صائغ د زرگر بصرہ، قصہ "ابوعلی بن سینا و شقیقہ"
قصہ زین الاصنام" قصہ حاسب کریم الدین" قصہ
جودر" حکایت "خلیفۃ الصیاد مع القرود" حکایت
ملک جلیعاد" ان کے علاوہ اور بھی داستانیں ہیں
جو چھپ کے شائع ہوچکی ہیں ان کے واقعات زرقا
کی حکایت سے زیادہ عجیب ہیں اور جناب ارمان کے
ڈر سے ان کے مصنفوں نے انھیں پوشیدہ نہیں
رکھا۔

باقی مضامین کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتے۔
پنجاب کے اکثر جرائد مثلاً "بندے ماترم" "ملاپ" وغیرہ
اسی شوکت وشان سے نکلتے ہیں اور اپنے خاص اغراض
کی حفاظت کرنے میں بہ نسبت "بھیشم" کے زیادہ قوی
معلوم ہوتے ہیں۔

بااین ہمہ یہ پرچہ دلچسپ مضامین سے خالی نہیں
ہے مختلف مذاق کے افراد اس سے یکساں دل بہلا سکتے
ہیں اور منشی راج نرائن صاحب ارمان کی کہنہ مشقی
کی دلیل ہے

بھیشم اچھا ہے یا برا مگر ہمیں بافسوس اقرار کرنا
پڑتا ہے کہ ہمارے صوبہ میں "بھیشم" کا سا بھی ایک
روزنامہ نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ "ارمان" صاحب
آگرے کے بازاری آوارہ گرد اطفال کی ایجاد کی
ہوئی زبان سے آیندہ پرہیز کریں گے۔

راقم

ادبار الجرائد

عشق کی اُنگلی

ممکن مجادلہ آن زلف تابدار انگشت
کہ ہیچکس نہ کند در دہان مار انگشت

سُنا آپ نے؟ عشق کی اُنگلی بھی کیا قیامت کی
اُنگلی ہے۔ سُنتے ہیں کہ ایک صاحب ہیں جن کا اسم
مبارک ہے "مسٹر بیک مین" اُنھیں عشق نے جو اُنگلی
دکھائی تو ایک جہانگرد پادری کی بی بی سے عاشقانہ
مصافحہ کر بیٹھے۔ جب پادری صاحب غائب ہوتے
تھے تو عاشق ومعشوق پنجہ لڑایا کرتے تھے ہوتے ہوتے
پنجۂ عشق طرفِ نازک کی جانب سے ہوگیا سُست
کبھی پڑی ڈھیلی۔ ممکن ہے کہ پادری صاحب نے
ہنگامے کے بھیم چھٹا کرادی ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ

داغ تازۂ خورشید سیاست
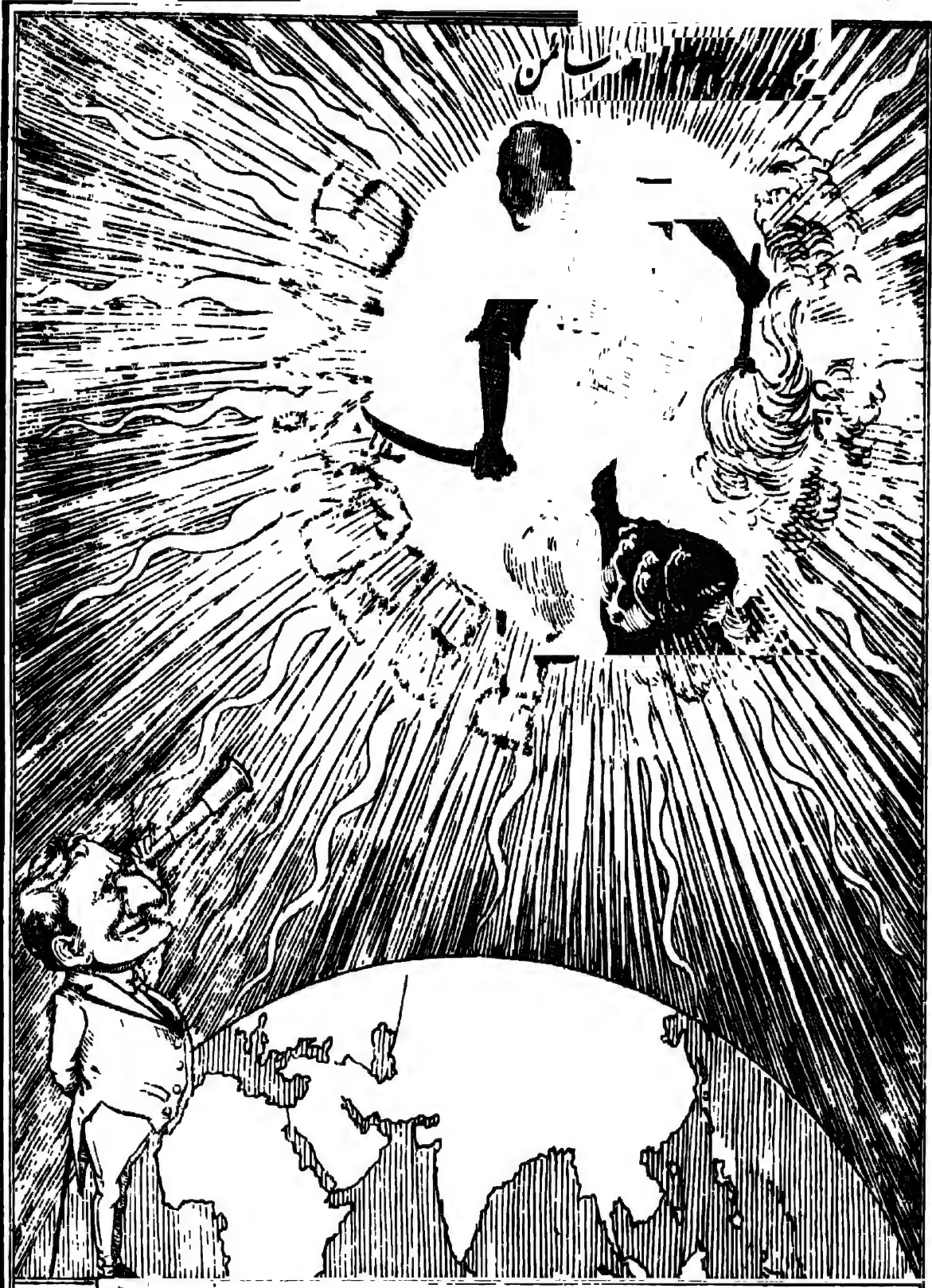
ستارہ شناس پنچ: نوروز ہے کہ اندھیر ہے؟ کیا شان ہے کیا آن بان ہے۔ قمر در عقرب سُنا تھا۔ عقرب در شمس آج ہی دیکھا۔

ملاقات نرم پڑ گئی۔ بیکمین صاحب نے مایوسی کے جھٹکے سے مغلوب ہو کے ایک اُنگلی کاٹی اور خط میں رکھ کے پادرن صاحبہ کی خدمت میں روانہ کر دی۔

راویان ظرافت آثار کے نزدیک کاٹ کے بھیجنے کے واسطے بہ نسبت دیگر اعضا کے اُنگلیون کا انتخاب کچھ معنی رکھتا ہے۔ معنی ہون یا نہون از روے شریعت عشق درتہا ے دراز تک ، بحسرت و افسوس "انگشت گزیدن" سے زیادہ بہتر یہی تھا کہ چاقو سے دفعۃً واحدۃً اُن کا فیصلہ کر دیا جائے۔ نہ رہینگی نہ اُنکی حرکتین یاد آئینگی۔ اُنگلی کے ساتھ اشتیاق نامہ بھی تھا۔ اشتیاق نامہ مقبول ہوا اور کٹی ہوئی اُنگلی ٹھکرا ے یہ برلیش خاوند واپس کرنے سے مقصد غالباً یہ ہوگا ؎

بہ آرزوے یک انگشت انگبین چون طفل
کمن بنجاۂ زنبور زینہار انگشت

مگر عشق اُنگلی پکڑتے ہی پہونچا پکڑ چکا تھا انھون نے اُسی کٹی ہوئی اُنگلی سے اصرار کیا کہ تمھارے نزدیک پانچون اُنگلیان برابر ہونی چاہئیں۔ پانچون گھی مین ہون تو مناسب ہے اگر میل ملاپ قطع ہوا تو سمجھ لو کہ ابھی تو عشق کی بار ِطعہ آزمانے مین اُنگلی الفت ہوئی ہے ایک دن گلا بھی کٹا رکھا ہوگا ؎

عشق بے پردہ جب فسانہ ہوا
مضطرب کدخداے خانہ ہوا

مشن ایسے واقعات سے ہوتی تھی انگشت نما اُسنے عاشق انگشت بریدہ کو مشن سے نکل جانے کی اُنگلی اُٹھا کے راہ بتائی۔ ہا بُری بات۔ دیکھو وہ تمھاری راہ ہے۔ ناک کی سیدھ چلے جاؤ خبردار جو ادھر اُنگلی اُٹھائی تو تم جانو گے۔ مرتا کیا نہ کرتا عاشق نے تنگ آکر پوشاک کو دیا سلائی دکھائی اور چاقو گلے پر رینا چاہا۔ پادرن صاحب یہ تماشا دیکھ رہی تھین تاب نہ آئی تو چکرا کے عاشق سوختہ جان، پرادلے کی طرح گرین نزلہ معشوقانہ سے آگ بجھی راہ گیرن نے چاقو چھینا۔ مگر شمع دل کی لو اُسی طرح اُنگلی دکھا رہی تھی کپڑون کی ستاہر بجھی تو کیا ہوا۔ شب کو تلاش نگار نکلے ہر گلی کوچے مین ٹٹولا مگر وہ نبض بیمار جان ملیں کی طرح نہ ملنا تھی نہ ملین آخر دوسری اُنگلی اسی غصہ مین کاٹ ڈالی۔ اور اپنی والدہ کو الوداعی خط لکھ کے بقصد گلو فشردن کسی کھیت کی طرف چل کھڑے ہوے اُنگلی کمبخت دشمنی پہ مائل تھی اُسنے ڈیل کا بہت سا لہو رونے مین صرف کر ڈالا۔ بیچارے تیورا کے گرے اور بیہوش ہو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو شاید طاقت جان دینے کی باقی نہ رہی تھی۔ گھر مین آکے پڑ رہے صبح کو سپرنٹنڈنٹ مشن نے پولیس کے پنجۂ حنائی مین انھین دیدیا۔ ہا ترے عشق کی ایسی تیسی ؎

اگر بدست من اُفتی تواے پدر سگ "عشق"
کنم بجد قدر چشم تو صد ہزار انگشت

واقعہ کی یہ تفصیل اخباری کالمون مین درج ہے اب دیکھیے سرکاری استغاثہ کے جواب مین عاشق کی اُنگلیان کیا شہادت دیتی ہین۔ ابھی معاملہ زیر تفتیش ہے۔ پولیس کی گرہ کشا اُنگلیان جب گتھی سلجھا چکین گی تو مزید حالات رونما نہین انگشت نما ہون گے۔

راقم ——

یہ نقرئی حنائی اے جان جو اُنگلیان ہین
کس بے گنہ کے خون مین کیسے ڈبولیان ہین

مُلک داری کے فرائض

کہتے ہین کہ عائشہ بنت سعد ابن ابی وقاص نے اپنے غلام "فند" کو آگ لینے بھیجا۔ میان فند آگ مانگنے نکلے تو ایک قافلہ مصر جانے کی تیاری کر رہا تھا اُسی کے ساتھ ہو لیے۔ سال بھر کے بعد جب قافلے والے پلٹے تو حضرت کو آگ یاد آئی جلدی سے آگ بہم پہونچائی اور دے کے مارے ٹھوکر کھا گرے۔ چنگاری زب کے بجھ گئی۔ جھلا کے فرمایا "تعست العجلۃ" (جلدی کا بُرا ہو)

مہاراجہ بیکانیر بھی "آتش خوشنودیٔ حکومت" ڈھونڈھنے قافلے کے ساتھ یورپ گئے تھے اگلا سا زمانہ تو ہے نہین کہ آگ نایاب ہو اور جو چیز نایاب ہو اُسکی نسبت کہیں "فلان چیز آگ کے مول بکتی ہے" گلی گلی آگ ماری ماری پھرتی ہے جسکا جی چاہے دامن دامن بھر لے جائے۔ شکر ہے کہ آپ چند چنگاریان حاصل کرنے میں کامیاب ہوے دو تین ہفتہ اُدھر آپنے ان چنگاریون کی نمائش اپنے امثل یعنی دیگر خود مختار والیان ریاست کے لیے فرمائی مگر افسوس ہے کہ چنگاریون کو زبانہ بر آوردن مین اتنی دیر لگی کہ کئی راستین بجھ گئین اس بنا پر اگر ہم بھی "تعست العجلۃ" کہین تو بیجا نہین آپ کی رائے ہے کہ رئیس اپنے ذاتی مصارف مین اعتدال ملحوظ رکھے۔ عام صرف الگ ہو خاص الگ . . . . صرف خاص واجبی کی حد سے متجاوز نہونے پائے۔ رعیت خوا پولیس ملازم نہ رکھے۔ عدالتون اور کچہریون کو انصاف کے بارے مین آزاد رکھے (دباؤ نہ ڈالے) مستقل قانون پر عمل ہو۔ جہانتک مقامی آب و ہوا موافقت کرے یہ قانون برٹش انڈیا کے قوانین کا سگا فرزند ہو تو بہتر ہے۔ طریق عزل و نصب مستقل ہو۔ رعایا کی بہبودی مدنظر رہے۔ انتظام درست، غیر منقطع، اور مسلسل ہو۔ غرض سعدی کی گلستان اور دیگر کتب اخلاق مین جو صفات ایک اچھے حکمران کے واسطے لازمی قرار دیے گئے ہین انھین ملخصاً آپنے گنوا دیا۔ جہانتک نصیحت کو دخل ہے ہم بھی مہاراجہ صاحب کی ہان مین ہان ملاتے ہین مگر ہندوستانی ان باتون کو مدت سے چھوڑ چکے اب اُنکے لیے یہ صفات اجنبی ہین۔

رئیس اگر اپنے ذاتی مصارف محدود و معتدل رکھے تو پھر وہ رئیس ہی کیون ہوا اُسمین اور سائیس مین فرق ہی کیا رہ گیا۔ سی پی کے ایک دھونا دھو راجہ ہفتہ مین ایک مرتبہ رفع حاجت کرتے ہین مگر تین روز تک مسلسل۔ کسی انگریزی حاکم نے اعتراض کیا تو کہنے لگے۔ آپ دیکھیے تو سہی ہم ٹھہرے رئیس راجہ مہاراجہ اگر چوہڑے چمارون کی طرح کھڈی پہ یا کھیت مین بیٹھتے ہی بھڑ سے پیٹ کی آلائش صاف کر کے جھٹ سے اُٹھ کھڑے ہون اور آبدست مین نہ بہائین تو ہم مین اور

چوتھرے چار دن میں امتیاز نہ رہے ۔"

عام خاص کی قید کیسی ملک کے معنی یہ ہیں کہ مالک اپنے متملکات پر تصرف کا حق رکھتا ہو۔ رئیس کسی کا محکوم نہیں ہوتا۔ محکوم ہوتا ہے تو رئیس نہیں رہتا۔ رئیسوں کا ہنر ہے کہ ایک یا ایک سے زیادہ رنڈیاں بھی رکھیں۔ کس کام کی وہ ریاست جس میں رنڈی کا عمل دخل نہو۔ آپ نے کوئی معمولی آدمی سمجھا ہے۔ اے حضرت رئیسوں کے یہی کھیل ہیں۔ آخر رنڈیاں بھی رعایا ہیں اُنکی پرورش بھی واجب ہے۔ آمدنی کا چوتھائی حصہ اگر کسی رنڈی کو دے دیا تو کوئی ناک بھوں کیوں چڑھائے شکر کا مقام ہے کہ حضور سخی ہیں کنجوس نہیں جو لوگ صبح اُٹھ کے اُن کا نام لیتے گھبرائے۔ کچھ حضور نے اپنے گھر میں تو دولت بھری نہیں۔ پھر آپ جانیے اگر ذاتی مصارف میں عزیزوں کنبہ داروں کا حصہ مقرر کریں تو چار دن میں یہی لوگ برابری اور ہمسری کا دعوی کرنے لگیں لہذا یہ حماقت ہے درویشوں کا قول ہے ؎

جکھ ڈال مال دھن کو
کوڑی نہ رکھ کفن کو

جب ٹکڑ گدے دل کے اتنے غنی ہیں تو ایک والی ریاست کا کیا پوچھنا۔ اور سنیے تو حضرت از سرنو خود پولیس کہاں نہیں ہے۔ مہاراجہ بیکانیر تلاش عنقا کی صلاح رئیسوں کو دیتے تھے یہ وہ نعمت ہے جو اتنی بڑی سرکار برطانیہ کو بھی آجتک نہ ملی۔ رہیں عدالتیں اور کچہریاں تو جناب وہ کیونکر قابو سے باہر کردی جائیں۔ لے بھلا آپ ہی انصاف کیجیے مالک تو ہم ہیں اور حکومت کریں دوسرے۔ اور ر

ان یہ تو بتائیے کہ مستقل قانون نہیں ہے تو آجتک کام کیونکر چلا۔ باپ دادا کے وقتوں سے بلا قانون ہی پر عمل ہوتا آیا۔ ان قانون کا بتیسہ نہیں کیا یہ روش آپ ہی کو مبارک۔ کارندوں کا عزل و نصب مستقل نہیں ہے تو کیا غیر مستقل ہے جو فرمانبردار ہوتا ہے خیر خواہ ہوتا ہے وہی کام کاج سنبھالتا ہے نافرمان ملازم رکھنے کی حماقت کوئی نہیں کرتا حال ہی میں ایک صاحب فہم ملازم کو تقرر کا پروانہ دیا گیا تو اسنے ہاتھ باندھ کے عرض کی: "خداوندا! غلام اوائی جوائی (آمد و رفت) کا کرایہ سواری سے طے کرے یا ایک ہی طرف کا؟

"یعنی چہ؟"

"اگر حضور کل بندہ درگاہ کی جگہ پر کسی دوسرے شخص کو معین فرمانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو پھر آمد و رفت کا کرایہ طے کرلینا مناسب ہے۔ حضور وہاں سواری نایاب ہے۔"

دیکھا آپ نے یہ ہے رعب وداب حکومت۔

آپ رعایا رعایا رٹ رہے ہیں۔ جناب رعایا کے سود و بہبود کا کون خیال کرتا ہے ذری اُسکا نام تو لیجیے۔ کیا ہماری انگریزی سرکار؟ جہاں آمدنی کا اوسط فی کس تین روپیہ سالانہ سے زیادہ نہیں۔ ہر ایک چیز مہنگی۔ ہر ایک جنس پر قرق بیٹھا ہوا ہے؟ ذری نیشنل کانگریس سے تو پوچھیے۔ خدا جانے آپ انتظام سے کیا چیز مراد لیتے ہیں۔ ریاستوں کی رعایا خود ہی اپنا انتظام درست رکھتی ہے۔ آپ کی نگاہوں میں درست نہو تو کوئی کیا کرے۔ آپ کی رائے ہے کہ کتوں کے بھونکنے پر انسان "یا معشر الجن والانس" کا ورد کرے یا کوئی منتر پڑھنے لگے۔ اے جناب رعایا ہے بوری کتیا۔ وظیفہ اور جاپ سے ٹانگ نہیں بچ سکتی۔ لاٹھی ہاتھ میں رہنی چاہیے لاٹھی!!۔ یہی عین انتظام ہے۔ بس باین دلائل قطعیہ ہمیں اُمید نہیں کہ مہاراجہ بیکانیر کی نصیحت مقبول ہوگی۔ مانا کہ ریاستوں کا نام چھوٹا ہے مگر کیفیت بڑی ہے۔ نقل ہے کہ کسی نے ایک شخص سے پوچھا "اسم شریف؟" جواب دیا "قرادہ" (اونٹ کی کلی) سائل نے کہا بھئی نام تو بہت چھوٹا ہے۔ جیسے گردن ہلائی اور بولا "ابھی اسکی کسر کنیت میں نکل گئی" پوچھا "کنیت کیا ہے" جواب دیا "ابوالبعید الجمل کا باپ"

راف

شامت اعمال و عمال

المنصرات

حکایت میاں کوٹھے پر سے گرے۔ دھماکا ہوا۔ بی بی نے پوچھا کیا ہوا۔ بولے کچھ نہیں عبا گر پڑی" بی بی نے دوڑ کے عبا اُٹھانے کا قصد کیا: "ارے نگوڑی اتنی بوجھل" بی بی متحیر ہوئیں۔ عبا کے اندر سے آواز آئی: "بیگم میں بھی عبا کے اندر ہوں" ہمارے سائمن صاحب بھی بائیکاٹ کی عبا میں لپٹے ہوے گرتے ہیں۔ کوئی دوسرا پوچھتا ہے تو کہتے ہیں "عبا گر پڑی" مگر حکومت جانتی ہے کہ عبا کے اندر حضور بھی موجود ہیں۔

ایک صاحب کا خوبصورت صاحبزادہ منظور نظر فساق تھا۔ دیندار محلے والوں نے شکایت کی کہ حضرت اپنے صاحبزادے کو روکیے بُری صحبت میں بیٹھتے ہیں حضرت نے منھ لٹکا کے جواب دیا "ہائے کیا کروں۔ ان مردودوں کو غیرت و حیا چھو نہیں گئی اور بھائی میری نگاہ میں مروت بہت ہے کیونکر مروت توڑدوں" کچھ ایسے ہی عذرات لاطائل برٹش گورنمنٹ ابن سعود کے بارے میں آجتک حکومت عراق سے کرتی رہی۔ یہ کوئی پہلا حملہ نہیں ہے جواب ہونے والا ہے عراق نے بارہا ابن سعود کی شکایت کی مگر جان بُل کی آنکھ میں تھی مروت وہ ان بیحیاؤں سے آخر کیا کہتے؟"

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب عراق اور فارس کی [illegible] عنقریب ضرور ہوگی۔ فارس اندرونی انقلاب اور بیرونی کشمکش میں مبتلا ہوگا مگر جان کی خیر ہے۔ ان عرب کی خیریت نظر نہیں آتی کیا عجب ہے کہ جلد ہی قربانی مشین کے ذریعے سے ہونے لگے خون کی کھاد کا ٹھیکا ہو باغی بھی کل کے ذریعے ہو۔ اون وہیں تیار ہو اور یہیں کتل کی تجارت گاہ کھل جائے۔ گوشت خشک ہو کے ڈبوں میں بند ہونے لگے۔

لطیفہ۔ ایک پیکانی اور کمیشنی خوشدامنی میں نوک جھوک ہوئی کمیشنی۔ آپ تو کمیشن سے اسقدر ناراض ہیں گو یا لپ مدے کا

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ بالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنہین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیّت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنہین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۱۰

مضامین

۱۷ مارچ ۱۹۲۸ء

غزل

(از رئیس النظم حضرت حکیم ابوالبیت محمد سمیع ارادت اللہ انصاری فرنگی محلی)

آپ عاشق زلف کے ہیں نام پیدا کیجیے
جنگلوں میں جا کے دن بھر سانپ مارا کیجیے

اب قلندر بن کے اس بت کا نظارا کیجیے
ڈگڈگی لے لیجیے بندر نچایا کیجیے

حسرتوں کا پہلے تیار اک رسالا کیجیے
یار کے دل پر پھر اک حملہ کرارا کیجیے

دیکھیے پٹ جائیے گا حضرت قیس ایک دن
یوں گلے نہ دون نہ لیلے کو پکارا کیجیے

عاشقوں کے دل کی دولت ملنا ہے گر حضور
حسن کی دوکان کا پہلے دوالا کیجیے

ناتوان بیمار غم ہے اور جوارح ہیں ضعیف
اے جناب عشق یوں ہنستے نہ گانا کیجیے

حضرت پروانہ وہ بھی بزم میں ہے بادقار
شمع کو اس طرح سے لاتیں نہ مارا کیجیے

کچھ نہ کچھ ہی رہے گا گر یہی ہے شان جور
عاشقوں کی زندگی کا چل کے بیما کیجیے

حسن کے لنگر سے اس بیچ تو دلی دل کی پتنگ
پیٹا ہے پیٹا یہی دن بھر پکارا کیجیے

دن کو مارے اے میاں مجنوں نظر آنے لگیں
کم سے کم اتنی تو مشق نام لیلے کیجیے

آرہی ہے صاف بوے قلب غیر منہضم
پھیر کر منہ اہل محفل سے ڈکارا کیجیے

حسن کی بجلی گرا کر پھونک دیجیے میری لاش
قبر کھدوانے کی کیوں زحمت گوارا کیجیے

لوگ کہتے ہیں وہ آئینگے چنانچہ ملے حکیم
آج تو گھر میں کچھ آرائش وغیرا کیجیے

تقویم نوروز دل افروز

سعدیا دی رفت و فردا ہمچناں معلوم نیست
در میان این و آن فرصت شمار امروز را

خدا کی حمد کیا کیجیے کہ وہ تو ہماری حمد سے مستغنی ہے ہم ہاں رسم کی پابندی ضرور ہے۔ اے اللہ تو ہی اچھا ہے ہم سب بڑے ہیں۔ بڑے ہونے پر بھی کسی غیر کے نہیں تیرے ہیں۔ تیرے کہلائیں اور پھر بھی بڑے رہیں۔ اصول قبول نہیں کرتا۔ بس مرا بیا مرزدگران را تو دانی۔

اما بعد۔ منیجے صاحب چاہے کوئی خوش ہو یا ناخوش ایکے اور مارچ کو نوروز ہوگا اور ضرور ہوگا۔ غالباً اس اندیشہ سے کہ کہیں سائمن کمیشن کی طرح بائیکاٹ نہو نقطہ اول برج حمل میں حضرت خورشید جہان تاب رات کو دو بجے کے بعد چپ چپاتے قدم رکھیں گے۔ کوئی بڑے لاٹ صاحب تو ہیں نہیں کہ داخلے کے وقت دنادن توپیں چھٹنے لگیں عالم بھر کے پردہاے گوش پھٹنا جائیں۔ کسی کو ان کی آمد کی کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی۔

برج مبارک ملاحظہ ہو۔ ناگے یعنی مگرمچھ پر سوار داہنے ہاتھ میں کمان بائیں میں مچھلی۔ پشت پر ترکش۔ سامنے کتاب اور مٹھائی کی ٹوکری۔ پوشاک دھانی۔

امیر خسرو دہلوی سے چار پنہاریوں نے فرمائش کی تھی کہ وہ کھیر چرخے کتے اور ڈھول کا شعر نہیں سنائیں انھوں نے کہا ؎

کھیر پکائی جتن سے کہ چرخا دیا جلا
آیا کتا کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجا

ہم خدا نخواستہ شاعر نہیں ایک ظریف ہیں اس لیے نثر میں ان سات مختلف خیالی چیزوں کا پولٹیکل لگاؤ بیان کرتے ہیں۔

مگر سواری کے قابل جانور نہیں مگر جس سلطنت کے مقبوضات میں کسی وقت آفتاب غروب نہیں ہوتا وہ صرف ہندوستان کی بدولت آج دیگر ممالک سے ممتاز ہے ہندوستان اور انگلستان کی قربت کا واسطہ مصر ہے مصر میں ہزارہا برس پیشتر مگر کی پرستش ہوتی تھی کریٹ کی بھول بھلیوں میں خداوند ہنگ (دریائی ناگا) رہتیں کرتے تھے بھول بھلیوں میں دریاے نیل سے ایک پتلی سی نہر یا نالی کے ذریعہ پانی بھرا جاتا تھا۔ ایسی مشینیں لگائی گئی تھیں کہ دم بھر میں پانی غائب ہو جاتا تھا۔ اگر انگلستان کا آفتاب سلطنت مگر پر سوار نہ کا نٹھے تو چنیں چنان میں پھنس جائے آجکل خداوند ہنگ کسی قدر بپھرے ہوے ہیں لہذا منجم سچ کہتا ہے کہ آفتاب عالمتاب مگر پر سوار ہے مگر لاکھ اگر مگر کرے ہنگ سوار صاحب جان نچھوڑینگے۔

داہنے ہاتھ میں کمان ہے۔ کیوں نہو ڈال لگا دینے پر یہی کمان کمانڈ کی صورت میں خدمت ادا کر سکتی ہے۔ تیر چل چکا کمان رہ گئی۔

بائیں ہاتھ میں مچھلی ہے۔ ملکۃ البحر کے ہاتھ میں ہونا تعجب کی بات نہیں عالم عالم بے آب ہے تو مچھلیاں جائیں کہاں ہاتھوں میں تڑپنے کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔

پشت پر ترکش ہونے کی علت بالکل ظاہر ہے۔ کمان ہو اور تیر نہو تو بال دوش ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے! ترکش میں دو تیر نہیں ہم بانکے بہادر بنتے ہیں ؎

کتاب اگلے پچھلے کارناموں کی یادداشت ہے بھولا ہوا سبق یاد کر رہے ہیں۔

مٹھائی کا طبق پولٹیکل لبرل اشد کا تبرک یا استادی کا انعام ہے۔ منہ میٹھا کیجیے اور طمانچے بھی لگائیے ؎

پادشاہے پسر بمکتب داد | لوح سیمینش درکنار نہاد
بر سر لوح او نوشتہ بزر | جور استاد بہ زمہر پدر

سبز پوشاک نبوت سبز کی علامت ہے۔ سوکھے ساون ہوں یا ہرے بھادوں بہرکیف "دھانی مری پوشاک ہے میں سبز پری ہوں" دھوپ پڑنے سے سبزی زرد ہو سکتی ہے ساون کے اندھے لیڈروں کی آنکھوں کا امتحان مقصود ہے۔

زائچہ سال ملاحظہ کیجیے

۱
جدی۔ زحل ملک جدی کی نائب
دلو۔ مریخ جھلا رخلک
۱۱
۱۰
میزان۔ ایک پڑا بھاری ایک ہلکا
۴
حمل۔ شمس۔ مشتری
سنبلہ
۷
سرطان۔ خر طوم
آپ پیشی۔ مشاکل
۸
اسد۔ نر فیش
۵
جوزا۔ راس
تو ام سوراں و مصر توام
۶
قوس
عقرب
ثور

پہلا خانہ ہے جدی۔ آئینہ سنپر گھسا ہوا ہے تجنیس خطی کے اعتبار سے جدی اور آبائی گدی پر مغرور ہونے والے خیر خواہان جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے۔ جدی کے معنی ہین بز غالہ نر۔ بکرے کی خاصیت پر ہیز لازم ہے خصی ہو جائین تو اچھا ہے گوشت چربیلا ہوگا کھانے والے مزا کرینگے نسل دوسرون کا آذوقہ بننے سے محفوظ رہے گی ؎

آپ کو سوخت جگر کی لذت
یہ مزا ہم کباب مین دیکھا

دوسرا خانہ ہے دلو۔ جلاد فلک مریخ صاحب اس کے مالک ہین۔ چین و عراق کو خیر منانی چاہیے۔ ڈولچی مین خون نہو۔

تیسرا خانہ حوت ہے۔ منشی عطارد صاحب جائزہ نویس ہین۔ سویٹ حکومت کے ملاح جال پھیلائینگے نامہ عمل کھلیگا "تیسرے خانے میں ویرانے"

چوتھے خانہ مین شمس و مشتری کا جوڑا ہے۔ حمل برج کا نام ہے۔ بچہ خوبصورت ہونگے مگر جلالی جمالی دونون صفتین ہون گی۔

پانچوان خانہ ثور ہے۔ بچون کی آنکھین بڑی ہونگی سینگ نکلنے کا اندیشہ ہے ناتھنے کی فکر چاہیے۔

چھٹا خانہ جوزا اور لطور قلب مشتری زوجہ ہے جوڑا برخوردار تادم مرگ جدائی نہوگی۔ یون سنجوگ ملیگا کہ دونون حرف مشدد ہو جائینگے۔ داس یعنی سرکا جڑا رہیگا۔ وصل حقیقی کے معنی یہی ہین۔

ساتوان خانہ سرطان ہے۔ بے سر کا جانور ہے۔ آبی ہے۔ ایک مرض کا نام بھی ہے اسکی یخنی مدقوق کے واسطے نافع ہے۔ پولیٹکل دق کے ستائے ہوئے ملک اگر تان ترسے یا سرطان صحت کا وعدہ کرین تو اچھے رہینگے مگر اسکا مالک ہے چاہیے چاند کی چاندنی مین کوئی شک نہین۔

آٹھوان اسد ہے۔ غرفش کے بعد کچھار مین غفلت کی نیند ہوگی۔ برطانوی نشان۔

نوان سنبلہ ہے۔ بنگالی بازون کو فائدہ ہوگا۔

دسوان خانہ میزان ہے۔ پاسنگ نہو تو پلڑے برابر رہین۔ مگر یہی کب ہو سکتے ہین۔

گیارھوان عقرب ہے۔ ڈوم بلے گی کینہ ہو یا نہ ہو۔

بارھوان قوس ہے۔ مگر چلہ گسستہ ہے اسوجہ سے دُم (ذنب) دار ہے بڈھے تیر انداز شادی سے محروم رہینگے یہ تو ہوئے علمی اور خیالی قیاسات جو ظاہر نکلے ہین مگر بہت گہرے ہین۔ باقی رہی ہمارے ملک کی پولیٹکل سوشل تعلیمی قومی حالت تو سبحان اللہ۔ بدلنا یکرنگی کے خلاف ہے۔ جسکی زبان ایک اُسکا باپ ایک۔ وہ کوئی اور ہونگے جنھین پاس وضع نہو ہندوستانی وضعدار ہین ہر ایک بری بات پر ہمیشہ جمے رہے تو

جان بل "اون۔ اون۔ بل کی لیتا ہے؟"
مصر "اجی غرّانے۔ گھونسا دکھانے کی بات دوسری ہے مگر شرائط نا منظور"

اچھی بات کس قطار شمار میں ہے سال گزشتہ جو کچھ لکھا گیا تھا حرف بحرف پورا ہوا۔ وضع بدلی نہین تو حالت کیون بدلے۔ ہان کسیقدر تغیر ضرور ہوگا مگر وضعدارون کے علی الرغم ہوگا اور ضائع فلکی اس بد وضعی کے ذمہ دار ہونگے۔ باقی آئندہ

راقم

وقت آل رمّال

"گرتی"

سوشلزم کی حمایت مین ایک ماہوار رسالہ زیر اہتمام و تالیف مسٹر ہرنام سنگھ اکالی "امرتسر" سے نکلا ہے۔ تقریباً ۲ جزو کا حجم ہے۔ مضامین اہل ملک کی توجہ کے قابل ہین۔ عوام کی طاقت خدائی طاقت ہے۔ جس ملک کے عوام کمزور ہین اُسے ہر طرح روز بد کا سامنا رہتا ہے آخر ہندوستان مین کیا نہین ہے؟ آبادی نہین بہادر نہین۔ پڑھے لکھے نہین۔ صاحب مروت نہین سخی نہین؟ ہر طرح کے لوگ موجود ہین کمی ہے تو اتنی کہ یہان کے عوام بے علم اور کمزور ہین۔ فاقہ کشی ان کی معاش۔ بے ہمتی عُسرت بیاری اور یاس انکی غمگسار ہے آج نہین روکھی سوکھی بعزت و آرام ملے یہ بقدر ضرورت پڑھ لکھ جائین تو "ڈنڈے کے ملوک نادرے" اور "دکار فرمائی" کے خوگر بھی قوی ہو جائین۔ بات انکے منھ سے نکلے اور پوری ہو اس دست و پا شکستہ گروہ کے ہاتھون۔ جہان ۹۱ فیصدی ملکی حالت سے بے خبر کسان اور مزدوری پیشہ رہتے ہون وہان چھوٹے اور عیار بھی لیڈر بن سکتے ہین اور اگر کسیقدر زر بل ہو تو ملکی وفادار بھی۔

یہ عوام کی ناکوتاہی ہے جو مسٹر کریرار اسمبلی مین تن کے ٹکڑے ہوتے اور فرماتے ہین :- (زبان پنچ) "اگر آپ ابھی خفا ہیں تو شاہی کمیشن کو قبول کیجیے بس یہی کمیشن عرش کا ٹوٹا ہوا ہے - اس کا بدل روے زمین تو کیا اب عرش پر بھی نہین ہے - یہ لوگ مہمان آئے ہین ہندوستان کی قدیمی رسم ہے کہ آمد و رفت کا کرایہ اور کھانا بلکہ نقد و جنس بطور تحفہ دیتے ہین - پھر ہم جو ان کے واسطے "دندان مزد" مانگتے ہین تو کیا غضب ڈھاتے ہین - یہ لوگ آئے ہین تحقیقات کرینگے - چھان بین کرینگے - چکوتیان کرینگے "خوردن و رسیدن" کے بعد "گو زیدن" کا مصدر گردانینگے اسی مین ملک اور اہل ملک کا فائدہ ہے - اور حضرات یہ خیال کہ آپ کی "کونسل" "اسمبلی" یا لیڈرون کی چھوٹی سی ٹکڑی "ملکی قائم مقام" ہے صحیح نہیں - "ہین ہین ہین ہین" مجھے اسمین شک ہے - اہم اور اہم سے بھی دو ہاتھ بڑھا ہوا اصلی فریق "ملک اور طبقۂ عوام" ہے - واسطے آپ کو انھین دست و پا شکستہ حشرات الارض کا انکے فوائد پر پانی نہ پھیریے - دلوائیے "دندان مزد" کمیشن کوئی آپکے پدر مرحوم کا نوکر نہین جو آپ اُس سے کہیے "بلاؤ کھالو" وہ کہے لائیے - "چلو ریاستون کی سیر کرو" وہ کہے بہتر "اجی خوب شکار کھیلو" وہ کہے اچھا - "اجی آتشبازی کا دھوان سونگھو" وہ کہے بہت خوب - مُن چاپ دور پلاؤ کھا کے دانت گھسے اور آپ اُسے کچھ نہ دیجیے یہ کہان کی شرافت ہے - اُسے دانت گھسائی بھی ملنی چاہیے اور نگاہ تماشائی کی اُجرت الگ ابھی ...."

اگر عوام مین طاقت ہوتی تو وہ نان کواپریشن کا زمانہ یاد دلاتے - جب کہ بے پڑھے لکھے نائی دھوبی کنجڑے ذبیحے قصائی - تیلی تنبولی نان وائی حلوائی دل فگار، دل تنگی مین کونسل کی کرسیون پر ڈٹ گئے تھے

اور کریمنل لا امینڈمنٹ (قانون) اُنکی قوت پر پاس کرالیا گیا تھا - ملکی رہبر ٹو مین ٹو مین کرتے تھے اور حکومت کے ذمہ دار ارکان اسی اسمبلی اور کونسل کو سو تیلی نہین سگی ملکی قائم مقام کہتے تھے - بھلا یہ کہان کا انصاف ہے کہ "بازلا - سکنو - گھسیٹے - سلارو - داری گھس - لغات اللہ - چھیدا - چھیڑیا - بدلو - انگنو - ٹلو" ایک کیبنٹ مین ملکی قائم مقام بن جائین اور دوسری کیبنٹ مین مسٹر جینا - مہاراجہ محمود آباد - مسٹر جینا - مسٹر آئنگر - ڈاکٹر سپرو - سر علی امام - پنڈت موتی لال نہرو - لاجپت رائے مسٹر مدن موہن مالوی کا شمار بھی ملکی قائم مقامون مین ہو۔ ملکی قائم مقام اہل ملک کے تھائی کون ہین ؟ :-

(۱) "جنکی ہفتاد پشت مین شاید کوئی شخص ہندوستان کی طرف منھ کرکے سویا ہو"

(۲) "جنکی حمایت و حفاظت مین خفیہ پولیس کے خدمات درکار ہون"

(۳) "جنکی آمد پر ملک بھر سیاہ جھنڈیان لے کے نکلے اور کہے "چال دکھاؤ ہوا کھاؤ - ہمین تمھاری ضرورت نہین"

(۴) "جنکے نزول اجلال کے ساتھ دفعہ ۱۴۴ برلوم کھینچ"

(۵) "جنھین ہندوستانی بالکل نہ جانتے ہون"

(۶) "جنھین ملکی زبان پر بھی عبور نہو"

(۷) "جنھون نے ہندوستان کے حق مین کبھی کلمۂ خیر کہا ہو"

(۸) "جنکے حسن تدبیر یا حسن ظنیت کی شہرت ہندوستانیون تک نہ پہونچی ہو"

(۹) "جنکے اعمال نامے مین صرف اتنا نظر آتا ہو کہ انھون نے غیر ممالک مین برطانیہ کے حقیقی مجازی یا زبردستی کے حقوق کی اچھی حفاظت کی"

اگر عوام مین طاقت ہوتی تو پنجاب کا مشہور متشاعر محض بے سرو پا نظمون کی بدولت دسیناے فارابی کی ناک پر عرفی کے تخیل کا اڈا یا محل نہ تعمیر کرسکتا۔

بہر حال "کِرتی" اپنے مقاصد کی اشاعت کا سلیقہ رکھتا ہے - البتہ ہم "کِرتی" سے اس امر مین متفق نہین ہین کہ پولیٹیکل ڈاکا ڈالنے والون کو وہ شہید یا غازی کا خطاب دے - کوئی شخص شراب کی تجارت سے مسجد بنوائے تو اُس مسجد مین سجدہ مقبول نہوگا - اسیطرح ملکی مفاد کی نیت سے ڈاکا ڈالنا ایک بیہودہ حرکت یا جنون ہے - پھر ڈاکا بھی اپنے بھائیون پر - یہ کام بدو گنڈے بازون کا ہے کہ ممبر پر چڑھنے والی جو بھیا کو تبرک سمجھین نیت پاک اور بخیر ہونی چاہیے - غلط کاری کی حمایت نہایت بودی اور کمزور زنجیر ہے وہ کچے سوت کی طرح ٹوٹ کے جھولا جھولنے والے کو نیچا دکھا دیتی ہے رسالے کی لکھائی چھپائی کاغذ کوئی چیز قابل اعتراض نہین۔

ادبی حیثیت سے ہم اسکے متعلق کوئی رائے ظاہر نہین کرتے بعض خامیاں ہین تو اُنکی طرف اعتنا کی ضرورت -

تمام ہندوستان کی تبلیغی انجمنون کا واحد آرگن

اخبار مبلغ

ہندوستان کے پایۂ تخت دہلی سے ہفتہ مین دو بار نہایت آب و تاب سے شائع ہوکر اپنی تبلیغی شعاعون سے ہندوستان کے ہر گوشہ کو منور کر رہا ہے، ملک و قوم کی خدمت اسکا شعار پاسداری مذہب و ملت اسکا شیوہ ہے، آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار عجیب اور کار آمد خبرون کا مرقع مخالفین اسلام کی کارروائیون کا آئینہ اور اسکی مدافعت کا صحیح حربہ ہے - آج ہی نمونہ مفت طلب کرکے مطالعہ کیجیے اور دوسرون کو ترغیب دیجیے۔

چندہ سالانہ ششماہی ۔۔ ماہی

منیجر اخبار مبلغ دہلی

معقول اور قوی دلیلین

(۱)

زید: سُنیے صاحب! ترکہ دلوائیے۔ آپ کی والدہ نے انتقال فرمایا۔ بندہ بھی اُن کا وارث اور آپ کا بھائی ہے۔

عمرو: واللہ حضرت! مین نے تو عمر بھر مین آج پہلی دفعہ آپ کی صورت دیکھی ہے۔ مین آپ سے ہرگز واقف نہین ہون آپ کون ہین؟

زید: چہ خوش! اے جناب آپ نہین جانتے۔ جب آپ پیدا ابھی نہین ہوے تھے اور نہ بندہ وجود مین آیا تھا اُسوقت آپ کی والدہ مرحومہ کی شادی بندہ کے والد کے ساتھ ٹھہری تھی۔ بس اگر یہ شادی ہوجاتی تو بندہ بھی آپ کی والدہ کے پیٹ سے پیدا ہوتا۔ اور آپ کا مادرزاد بھائی ہوتا یا نہین؟

عمرو: بے شک۔

زید: اسی رشتے سے مین آپ کا بھائی ہون۔ لے دلوائیے ترکہ حیل حجت نہ کیجیے۔

(۲)

خالد: اخاہ آج بہت دنون کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی۔ اب تو آپ غریب خانے پر تشریف ہی نہین لاتے۔

ولید: کیا کہون مجھے شرم آتی ہے۔

خالد: شرم کیسی؟

ولید: آپ تو مین بھلکڑ۔ یاد کیجیے اس روز مین نے دل لگی دل لگی مین آپ کو "سالا" کہہ دیا تھا۔

خالد: خیر تو مین آپ کو کل کہتا ہون آپ فرمائیے نہین۔ چٹرے کی زبان ہے پھسل گئی تو پھسل گئی۔

ولید: آپ عفو کیجیے یا نہ کیجیے بندہ حاضر نہین ہوسکتا آپ کے عزیز اپنے دل مین کہین گے۔ لڑکا تو سسرال کا کتا ہے جب دیکھیے دروازے پر کھڑا ہے۔ سسرال سے زیادہ خلا ملا ٹھیک نہین۔ مین یہ ننگ ہرگز گوارا نہین کرسکتا۔ اچھا خوشدامن صاحبہ کی خدمت مین دست بستہ تسلیمات۔ اور اپنی ہمشیرہ صاحبہ یعنی اہلیہ حقیر کی خدمت مین سلام شوق کہہ دیجیے گا۔

۳

بکر: کہیے۔ مین نے سُنا آپ مقدمہ جیت گئے۔

نعمان: جی ہان۔ خدا نے بڑا فضل کیا۔ آپ خیال تو کیجیے ایک لاکھ کی رقم ڈوبی جاتی تھی۔

بکر: اور آپ روز بارہ بجے رات کو دریا کے کنارے عمل بھی تو پڑھتے تھے۔

نعمان: جی ہان۔ اُسی عمل کا یہ اثر ہے۔ واللہ مین تو مان گیا۔

بکر: بے شک بے شک۔ اب عرض یہ ہے کہ کمیشن نذر مجھے مرحمت فرمائیے۔

نعمان: یعنی؟

بکر: یعنی وعنی کچھ نہین۔ واللہ کھرے کھرے لے لونگا۔ ورنہ آپ کا سر ہے اور یہ ڈنڈا۔

نعمان: کچھ خیر ہے۔ آپ ہوتے کون ہین؟

بکر: سنیے جب آپ دعا مانگتے تھے تو مین اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا "آمین آمین" کہتا تھا۔ آپ خود ہی قائل ہین کہ اُسی دعاے نیم شبی کا اثر آپ کے کام آیا۔ دعا کے لیے "آمین" ضروری جزو ہے لہذا "آمین گوئی" کا حق دلوائیے۔

کچھ اسی قسم کے حقوق ہندوستان کے خزانے پر سائمن کمیشن کے بھی قائم ہو گئے ہین بقول کسی شاعر کے "دیکھا نہ بھالا صدقے گئین خالہ"۔

حکومت: اجی کمیشن کا خرچ دلواؤ۔

ہند: اے حضرت کیسا کمیشن۔ کمیشن ہوتا کون ہے؟ جس کا بار ہم اُٹھائین۔

حکومت: کمیشن تمہارا برادر عینی ہے۔

ہند: آخر کس رشتے سے؟

حکومت: خیر خواہی ہند کے رشتے سے۔ کیا تم نہین جانتے ۔ع

بنی آدم اعضاے یک دیگر اند

اسکے علاوہ اس نے کئی مرتبہ خواب مین دیکھا کہ ہم لوگ اہل ہند کو تجارت مین مدد دے رہے ہین یہ ایک حق ہوا۔ کئی بار اسے وہم ہوا کہ ہندوستان مین صنعتی اسکول اور کالج ضرور ہونے چاہئین

کا دوسرا حق ہوا۔ بار ہا ذہن مین آیا کہ اہل ہند کی حالت کمزور ہے اسکی حمایت کرنی چاہیے یہ تیسرا حق ہوا۔ ولایت سے ہندوستان پہونچنے تک کتابین کا مین مطالعہ کین جن کا خلاصہ یہ تھا کہ زیر سایۂ برطانیہ ہندوستان کو خود مختاری ملنی چاہیے یہ چوتھا حق ہوا۔ ایک دفعہ کمیشن کے ارکان کسی صحبت مین شریک ہوے اور وہان ہندوستان کا ذکر انھین اپنے کانون سے سننا پڑا یہ پانچوان حق ہوا۔

کمیشن لیپٹن کے کارخانے کی چائے پیتا ہے۔ چائے مین دودھ ملایا جاتا ہے لہذا دودھ شریک ہونے کا چھٹا حق ہوا۔ اور ساتوان حق ......۔

ہند: یہ ہوے آپ کے حق۔ اپنی ذات پر کچھ ہمارا بھی حق ہے یا نہین؟

حکومت: ایثار۔ ایثار۔

ہند: اے حضرت "اول خویش بعدہ درویش"۔

حکومت: یہ جو کچھ انتظامات ہو رہے ہین "خویش" ہی کے واسطے ہین۔

ہند: کم از کم ہمسے اجازت لے کے آتے۔

حکومت: واہ رے الٹو انسی۔ آمدن باارادت رفتن باجازت مشہور ہے۔ جب جانے لگین گے تو آپ سے پوچھ کے جائین گے۔

ہند: تو جناب مہمان را بافضولی چہ کار۔ یہ تو کہیے کہ پہلے ہی سے مصارف آمد و رفت کا بل بنالیا اپنے کھانے پینے کا بل بنالیا۔ اپنے سر کا اور سیر شکار کا بل بنالیا ایسا مہمان تو ہم نے کہین دیکھا نہین۔

حکومت: تو کیا وہ اپنی خوشی سے آئے ہین۔

ہند: تو کیا وہ ہمارے بلاے ہوے آئے ہین؟

حکومت: ہندوستان کی ماتا نے ستایا چلے آئے۔

ہند: ماتا کی بھی کوئی قیمت ہے؟

حکومت: قیمت نہین تم نے سلف گورنمنٹ لینے کی دعا مانگی وہ آمین کہنے آئے ہین۔ اسلئے آمین گوئی کا حق سمجھو۔

ہند: انھون نے ابتک کیا کام کیا؟

حکومت: کیون بتائین؟

ہند: جا کے کیا کرین گے؟

بٹلر کمیشن

ہیز ہان این است

پُرانے معاہدات

"قریب الظہور منظر"

ہیز ہان این است :- اے حضور آپ مالک ہیں پُرانے دوست بھی ہیں - امیر پرور بھی ہیں - پُرانے معاہدات ......"

مسٹر کمیشن :- جی ہاں اسکے علاوہ ریفارمر بھی ہیں - مجدد بھی ہیں - مفید مطلب باتیں ملحوظ رہیں گی مطمئن رہیے"

حکومت:۔ "کیون بتائین؟"
ہند:۔ "یہ آوا جاہی کیسی آئی"
حکومت:۔ "کیون بتائین"
ہند:۔ "اچھا ایک پھیرا تو اب کیا اور لاٹ پرنفیکیشن کے زور سے کرایہ بھاڑا بہرجا خرجا اصل وسود بیت آپ کے ہاتھون اُنھین مل رہے گا۔ بادر کھو جو تشریف لائین گے تو اسکا بار کس کے سر پڑے گا"
حکومت:۔ "ابھی سے کیون بتائین۔ بہرحال یہ آوا جاوا ہی تمھارے کام سے ہے"
ہند:۔ "آخر کام کی نوعیت تو معلوم ہو۔ کیا کام ہے؟"
حکومت:۔ "کیون بتائین۔ بس ایسی بات ہے کہ تم خوش ہوجاؤ گے۔ واللہ مقتدا دیثیت کی بخشش ہوجائے گی۔ پھولے نہ سماؤ گے"
ہند:۔ "اجی کچھ ہم بھی تو سنین یہ بغیر کام کے منمانی اُجرت کیسی"
حکومت:۔ "کیون بتائین"
ہند:۔ "کیون بتائین" لاریب ایک قوی دلیل ہے۔ تمھاری کیون بتائین کا جواب یہی ہے کہ جہان کمیشن جائے وہین سے کیون بتائین کی آواز آئے۔

مزاج شریف ۔ "کیون بتائین"
اسم مبارک ۔ "کیون بتائین"
خیر و عافیت ہے؟ ۔ "کیون بتائین"
بندہ حاضر ہو؟ ۔ "کیون بتائین"

اور کمیشن صاحب جب اپنے وطن مالوف کی طرف سلوہ نامۂ اعمال لے کے تشریف لیجائین اور ہر سوال کا جواب "کیون بتائین" دین تو وزیر ہند اور نائب وزیر ہند حیران رہ جائین کہ یہ کیسا جواب ہے۔ اور جس طرح (بحسب افواہ) حکومت ہند نے کمیشن کا ساتھ دینے کے واسطے کونسل آف اسٹیٹ سے تین ممبر اسمبلی سے دو ممبر "کیون بتائین" سے دو ممبر لے کے ایک ست نجا تیار کرنے کا ارادہ کیا ہے اُسی طرح دوسرے پھیرے مین رفقا رس کی ایک خود ساختہ قسط جسکا خلاصہ "کیون جائین" ہو حکومت انگلستان تجویز کر کے بھیجدے تو قصہ مختصر ہو جھگڑا چکے۔

حکایت ہے کہ ایک صاحب راہ مین روتے جارہے تھے ایک دوست نے پوچھا۔ خیر تو ہے۔ رقت اور تسلی مین تیز ہے پوچھنے سے گریہ مین اور جوش ہوا فرمایا "گھر کا گھر تباہ ہوگیا" دوست صاحب متحیر کہ اُنھون نے تو عمر بھر شادی نہین کی گھر نہین بنایا۔ تباہی کیسی۔ دریافت کیا کہ آپ کی شادی تو ہوئی نہین یہ تباہی کیسی۔ بیچارے نے تفصیل بیان کی کہ ایک دفعہ مشاطہ آئی اُس نے کہا ہزار روپے دو تو شادی کروا دون۔ اللہ جانتا ہے ایسی چاند سی بہو ہے کہ دیکھے بھوک پیاس جاتی ہے۔ بندہ نے توڑا حوالے کیا۔ دوبارہ آئی اور یہ مژدہ کیا کہ شادی تو ہوگئی اب دولھن کا ماشے اللہ سے پاؤن بھاری ہے زچہ خانے کا خرچ درکار ہے۔ خیر بھئی دوسرا توڑا حاضر ہے۔ اسی طرح چھٹی ہوئی دودھ بڑھائی ہوئی کیا کرتا نفقہ واجب تھا دیتا چلا گیا۔ اس احقر کو بی بی بچے ساس سسرے اور سسرالی عزیزون کے دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا جب مشاطہ سے بہت تقاضا کیا تو آج اُس نے آکے سُنائی شادی صاحبزادے کو ڈبل نمونیا ہوا اور بیگم صاحب پر فالج گرا۔ پانچسو نقد تجہیز و تکفین تیجے چالیسوین عاقبتی جوڑے کے دیے۔ ابھی مشاطہ نے دونون کی قبر دکھائی جیتے جی دیدار کا ارمان رہا مقبرے سے آرہا ہون" دوست صاحب ہنسے اور کہنے لگے "حضرت آپ کی بیگم صاحبہ کہان رہتی تھین۔ بغیر جوتا لیا دانہ کیونکر اُگا؟" بولے کہ حضرت اس جھنجھٹ کی مجھے اطلاع نہین مین تو روپیہ دینے بھر کا تھا۔

کمیشن صاحب کا دوبارہ نزول اجلال اگر حالت یہی رہی اور ۱۹۲۹ء تک حکومت کی عقلی کیفیت درست نہوئی تو میان ہندوستان کو "کیا بتائین۔ کیون بتائین" اور ناحق کے حقوق کی بدولت یون ہی رُلوائے گا۔ شادی بھی ہوگی بچہ بھی ہوگا نہ میان بی بی کو دیکھین گے نہ بی بی میان کو۔ ابھی تک اصلاحات بن دیکھے میان بی بی کے وصال کا نتیجہ اور مشاطہ (حکومت) کے خیالی گٹھ بندھن (تقریبن) کی زرین کارروائی ہین۔ یعنے ۱۹ء سے تاحال ان کا نان نفقہ ہندوستان کے سر ہے لطف وصل و وصال کیسا؟ جمال خورشید مثال (رفاہ) تک نہین دیکھا۔ ۱۹۲۹ء مین ڈبل نمونیا اور فالج کی سُنانی آجائے گی۔ اُسوقت میان سر شفیع اور سر اقبال کے امثل و اقران قبرون پر پھول چڑھانے کی خدمت ادا کرنے کے بعد ایک طرف رو رہے ہین گے اور مشاطۂ حکومت زر مصارف کو حلال کرنے کے لیے ان کا ساتھ دے گی۔

راقم بقلم
فلاسفر قوت دلیل

پنچ بل خدا - خدا بل پنچ

رحم کے گولے۔ کرم کے بم

ہماری انگریزی حکومت کو دل لُبھانے کے بہت سے گُر یاد ہین۔ ایران کا دل لُبھانے کے واسطے خاص تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ بحرین کا مسئلہ چھیڑا گیا اصل مقصود یہ ہے کہ ایران کی فضا مین انگریزی ہوائی جہازون کو منڈلانے کی اجازت ملے ایک طرف سے سختی ہو تو دوسری جانب نرمی پیدا ہوجائے۔ سوویٹ حکومت کا دباؤ ایران سہتا ہے تو کیون ہمارا کرم لوہا نہ سہتا ابن سعود کا دل یون لبھانا چاہتے ہین کہ خود اُسکی قوم اُسکے خلاف مائل بر خاش ہے تو بھائی ہتیارہ مار و اپنے دشمنون کو خواہ وہ ریاضی ہون یا عراقی یا ایرانی والی عراق (فیصل بن حسین) کا دل اسطرح لُبھاتے ہین کہ بھائی ہماری تجارت یہان پھیلی ہوئی ہے تیل کی حفاظت مقصود ہے ریل کی حفاظت مقصود ہے اب تو ہمارا تمھارا چولی دامن کا ساتھ ہے یہ چولی کی اور دامن لٹکا "حتی الوسع ہم ابھی یا تمھاری حمایت کرینگے۔ جو کوئی تمھاری طرف آنکھ اُٹھا کے دیکھے۔ اسے بے تکلف مار دو ؎

کرم من بہانہ می خواہد
کرم من بہا نمیخواہد

بالفعل امام یمن کا دل یون لُبھایا گیا کہ جنہ زیدی

قبائل پر صدود عدن و یمن مین بم کے گولے برسائے گئے۔ امام یمن اٹلی کی طرف زیادہ مائل ہے آخر یمن کیا کیڑے پڑے ہین جو ہم سے خلا ملا نہین۔ بہانہ یہ ہے کہ زیدی قبائل صدود عدن مین آتے اور لوگون کو پکڑ لیجاتے تھے اگرچہ ہم ان اسیران ستم کی حمایت نہین کرسکتے لیکن وہ ہمارے زر خرید ہین ہم سے تنخواہ پاتے ہین ہم سے ان سے معاہدہ ہے۔ بھلا معاہدے کا پاس نہ کرین تو دنیا کو کیا منہ دکھائین؟ لہذا اس دھینگا دھینگی کا علاج یہی تھا کہ ہم نے نہایت "رحیمانہ و کریمانہ" طریق سے اُن کا دل لبھایا اور قتابہ پر جو ان زیدیون کا صدر مقام ہے رحم و کرم کے گولے پانچ مرتبہ برسائے۔

اگر "رحم و کرم" کی علامت "گولے اور بم" ہین تو ظلم کی علامت مساس اور بوسہ بازی ہونی چاہیے۔ اسوقت ایشیا دول یورپ کے "پنجۂ رحم و کرم" مین اسیر ہے شفقت کی برچھیان مہر کے خنجر رافت کے تیر محبت کی لاٹین عنایت کے تبر باہمی رقابت کی بدولت برس رہے ہین۔ یہ ظلم تو ہے نہین جو کوئی شکایت کرے۔ مگر افغانستان اور جاپان کے سوا اسوقت تمام ایشیا پامال عطوفت دول یورپ ہے خصوصاً انگلستان کی ماستا کی انتہا نہین چین عراق عرب ایران مین اسکی ماستا کے شعلے بھڑک رہے ہین۔ دیکھیے اس رحم کے گولے اور کرم کے بم کا جواب کیا ہوتا ہے۔ بظاہر یہ رحم و کرم بہت جلد رنگ لائیگا۔ خداوندا کہین یہ رحم و کرم پلٹ نہ پڑے۔ ہم تو اپنی خیر مناتے ہین۔ کیا معنی کہ یہ ممالک ہندوستان کے اردگرد ہین رحم و کرم کا دائرہ وسیع ہوا اور دیگر ممالک سے چھڑی تو عیاذاً واسکا غریب ہندوستان کو بھگتنا پڑیگا۔ کرم کے لڈوون کے واسطے شکر گھی اور رحم کی چینٹیون کے واسطے روا اور میدا ہمین دینا پڑے گا دمن بھی ہند کا ماتحت ہے) ہمارا حال یہ ہے کہ گھر مین نہین دانے بڑھیا چلی بھُنانے"۔

آل پارٹیز کانفرنس نے ادھورا سوراج کانسٹی ٹیوشن مرتب کیا ہے طریق انتخاب اور حقوق سے بحث کی ہے

لیکن ہندوستان کے صدود طبعی کا تعین نہین کیا کہ شام عدن چین مصر ایران افغانستان عراق عرب کے تمام جھگڑون کا ذمہ دار ہندوستان ہے یا نہین ان ممالک کا اپنی دم سے باندھنا اُسکے لیے مفید ہے یا مضر۔ انکے دریغ علم رہنے سے خزانۂ ہند یا اہل ہند کو آجتک کیا نفع ہوا۔

غربا پروری اور گربہ پروری

ایک بصرہ کا رہنے والا تاجر اپنی بلّی پر اسوجہ سے ناراض ہوا کہ اُسنے بے پوچھے گھر کی بالو منیا پر چوٹ کی اور چٹ کر گئی کہ خدائے خانہ کا غصہ بیجا نہ تھا اُس نے بی بلّی کو ایک تختے مین باندھ کے دجلے مین سپرد کردیا۔ مانس تھا نہین تیری اگر پہونچی ہوگی تو دم کو۔ اتفاق کی بات کہ والیٔ بصرہ ناؤ پر بیٹھا دریا کی سیر کر رہا تھا۔ اُسکی نگاہ بلّی پر پڑی ملاحون سے تختہ نکلوایا بلّی کی حالت پر افسوس کیا گربہ پروری کی رگ پھڑکی۔ بلّی کی گردن مین نامۂ امان بدستخط و مُہر خاص لکھ کے لٹکا دیا اور تختۂ بندی سے رہائی عنایت فرمائی۔ بلّی گھر کی عاشق ہوتی ہے اور مالک کی بدخواہ؟ وہ چھوٹتے ہی گھر پہونچی اور دیوار پر بیٹھ کے بولی۔ "میاؤن" میان نے پاس بُلا کے سرکاری نشقہ پڑھا۔ پڑھتے ہی مکان کا قبالہ قفلون کی کُنجیان طوطے کے پنجرے کبوترون کی کُرکلیں گدھون پر لادین اور حضرت گورنر کے در دولت کی راہ لی۔

گورنر:- "کہان چلے؟"

تاجر:- "حضور کی خدمت میں"

گورنر:- "یہ سامان کیسا ہے"

تاجر:- "سُنیے خداوند نعمت یہ دیکھیے بندہ کے ہاتھ مین دستاویز ہے یہ کسی آدمی کے حق مین نہین لکھی گئی بلکہ بلّی کے نام ہے۔ مین نے اپنا گھر بار گربۂ مسکین کے نام ہبہ کردیا۔ اُسے کنجیان رکھنے اور کنجیون سے کام لینے کا سلیقہ نہین۔ حضور غربا پرور بھی ہین گربہ پرور بھی اُسکی نیابت فرمائین۔ علے ہذا القیاس یہ کبوتر ہین یہ طوطے ہین بلّی انھین دانہ پانی دے نہین سکتی لہذا یہ بھی حضور کی امانت مین حاضر ہین۔ روزانہ ایک جانور بلّی کو عنایت کرتے رہین اجرکم علی اللہ۔

گورنر:- "تم کون ہو"

تاجر:- "رہا خدہ بلّی کا مالک۔ خداوند نعمت یہ ہے کہ یہ شاہی امان نامہ اُسے ملا تھا اسوقت بھی تا بہ جان تھی اب تو گردن مین سرکاری عفو و کرم کی دستاویز لٹکتی ہے بھلا زندہ کاہے کو رہنے دے گی"

یہی بحث پیش ہوا۔ ملکی صیغہ ہائے مصارف دو قسم کے ہین۔ غربا پرور۔ گربہ پرور۔ بغور دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہو کہ گربہ پروری کے مصارف بہت بڑھے چڑھے ہین غربا پروری کی طرف توجہ بہت کم ہے۔ جب تک سرکاری امان نامہ اصلاحات کیصورت مین گربہ کے زیب گلو نہ تھا اسوقت تک قیاضیون اور شفقتون نے زیادہ ترقی نہ کی تھی۔ اب دستاویز عفو گردن مین حمائل ہے۔ مفوضہ صیغے تک اگر مناسب خیال فرمائین تو کبوترون کی کابکین طوطون کے پنجرے گھرون کی کنجیان اور قبالے گدھون پر لاد کے بی گربہ کے حوالے کردین۔ کیون حضرت کیا صلاح ہے؟

(ملاحظہ ہو کارروائی لیجسلیٹو اسمبلی)

المختصرات

منشی رام سہائے صاحب تمنا لکھنؤ کے شعرا مین ہین آپ "دربار" نامے رسالے کے اڈیٹر ہین ابھی آپنے ایک پورا دیوان ہولی پر نظم فرمادیا ہے "سپ" کی ردیف مین ایک شعر ہے

> ہم کو تمھارے عشق نے ممتاز کردیا
> ہمبستری جو چاہیے شدھی کرائین آپ

بی ممتاز بغیر شدھی کے اس نعمت سے ممتاز تھین مگر مسٹر ملر نے حضرت تمنا کی تمنا پوری کردی بیچاری سمندر پھاند کے شدھی کروانے آئین۔

بھاگ نگر۔ جو کوئی اپنے وطن مین مصائب کا صید ہوتا تھا وہ کچھ دنون اُدھر دکن کیطرف بھاگ جاتا تھا مثل ہوگئی "بھاڑ پوت دکھن وہی کرم کے لچھن" ہمارے زمانہ کا بھاگ نگر یورپ ہے شاہ ایران بھاگے اور یورپ پہونچے سلطان روم بھاگے اور یورپ پہونچے۔ اب سُنتے ہین کہ مہاراجہ بھرتپور بھاگ نگر کی سدھیان بھر رہے ہین۔ بھاگ بھائی بھاگ۔

چونکہ ایک نمبر اودھ پنچ کا گزشتہ ماہ سے ناغہ ہوگیا تھا لہذا

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہوچکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب نے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اگونکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اُسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصہ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون توچھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ بالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنہین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام ودرم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنہین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف حیوۃ" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۱۰ و ۱۱ کے درمیان ضمیمہ مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ نمبر ۱۱

مضامین

۲۴ مارچ ۱۹۲۸ء

کایا پلٹ

زمانہ تعلیم مین ایک دن میونسپل بورڈ کے الیکشن کے سلسلہ مین اینجانب نے اپنے ٹیچر سے اس مرکب لفظ کے معانی اسکے ایجاد کی علت غائی یعنی اسکے وجود مین آنے کا سبب پوچھا تو انھون نے مع مبالغہ پونے دو سو جلدون مین اسکے فرائض و مقاصد بیان کیے جنکا خلاصہ یہ تھا۔ کہ یہ محکمہ انسان کے آرام و آسائش کے لیے کتم عدم سے عالم وجود مین لایا گیا کوئی کام ایسا نہین جسکا تعلق اس محکمہ سے نہو۔ پیخانے پیشاب کا تعلق اس سے جھاڑو بہارو کا یہ ذمہ دار ہے بتی کی تجہیز و تدفین اسکے سڑکون کوچون کی صفائی اسکا کام۔ محکمہ کا ہے کو المتاس کا جلاب ہے کہ (بی) آبادی (خانم) کے رگ و پے کی تمام کثافتین آن کی آن مین کھینچ لیتا ہے صاف شفاف موتی سا جھلا پانی یہ پلاتا ہے سڑکون کی درستی کا ٹھیکہ دار ظلمت کو نور بنانا اس کا فرض اسی لیے اسکے [illegible] مُنھ اور ۲۶ ہاتھ پاؤن بنائے گئے ہین ایک ایک خدمت ایک ایک مُنھ اور ہاتھ کے سپرد کی گئی ہے جب تک اس محکمہ کا تعلق گورنمنٹ سے رہا او اپنی فطری خلقت کے مطابق چلایا گیا اس سبق کی اکثر باتین واقعات کی صورت مین رونما ہوتی رہین لیکن جب سے ریفارم اسکیم نے جنم لیا اور نئے دور نے خود مختاری کا ڈکرا ادے تو یہ ٹوپ سر پر رکھا اس محکمہ کی دنیا ہی پلٹ گئی پہلے اگر... کا قائم مقام تھا تو اب اچھا خاصہ راون بن گیا آرام کی کون کہے قدم قدم پر تکلیف کا سامنا ساری ذمہ داریان ایک ایک کر کے سر سے اتار پھینکین مثلاً اگلے زمانہ مین مرنے جینے کی اطلاع رکھنا اسپر فرض نہ تھی اب اگر کسی کی جوان اولاد مرجائے تو اسکو چاہیے کہ رونا پیٹنا تجہیز و تکفین سب چھوڑ کر ملک الموت کے دفتر کی کنڈی کھٹکھٹائے ورنہ الٹی آنتین گلے پڑینگی اور مرنے والے کا شمار بھی مُردون مین نہ ہوگا کسی کے ہان بچہ پیدا ہو تو نال کٹوانے سے پہلے اسے بجبیری سٹھورا ام الموالید کی درگاہ پر چڑھانا سنت ورنہ نقد رقم جرمانہ کی صورت مین خدائی فوجدارون کے اجلاس پر جمع کرا لی جائیگی۔ پانی جسپر زندگی کا مدار ہے اپنے قبضۂ قدرت مین کر کے جب چاہا دیا جب چاہا نہ دیا حالانکہ بہ بیان واٹر ورکس کے موقع پر یہ معاہدہ کیا تھا کہ تم عمر بھر ٹیکس دیے جانا ہم رات دن پانی دیا کرینگے الیصال ٹیکس کی نوعیت اسی طرح قائم اور پانی کے لیے بہ تقلید ریلوے ٹائم ٹیبل بنا دیا ادھر فطرت ہے کہ اپنی پرانی روش چھوڑنے کی طرف رُخ ہی نہین کرتی نہ مرنے کا وقت مقرر کرتی ہے نہ جینے کا اکثر ہوتا ہے کہ مرنے جینے کا تال میل واٹر ورکس ٹائم ٹیبل سے نہین ہوتا اُس وقت کی دقت وہی خوب سمجھ سکتا ہے جو مرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے گھر مین چلو بھر پانی نہین میان بہشتی صاحب الگ غوطہ لگا گئے کنوین بند کرا دیے گئے دریا کوسون دور اور ہر حالت مین غسل واجب پھر اس تخصیص مین بھی ایک پخ لگی ہوئی ہے ہولی دیوالی دسہرہ وغیرہ مین کو بہتیرے صاحب کو سلسل البول کا عارضہ ہو جاتا ہے جب دیکھو ٹپک رہے ہین اور عید بقر عید شب برات مین چھیب شاہ کے بانکے بن جاتے ہین میٹھے کھونٹی اُمیٹھا نے کیسے تو بہ نہ آنسو نہ پسینہ ہان ایک ہوا کی خرخراہٹ ہوئی اور ساری کوشش اُسی ہوا مین اُڑ گئی۔ عاشور کے دن معرکۂ کربلا کا نقشہ کھنچ جاتا ہے اور یزید یاد آ جاتا ہے۔ سڑکون پر مرمت کے لیے مہینون پہلے سے روڑے ڈال دیے اور خبر بنا لوگ گرتے ہین۔ اکے دکے کی خیر مناتے ہین گاڑی بیچ بیچ زمین مین گڑ جاتی ہے۔ اگر میلہ کا سا زمانہ جاترین کا ہجوم موٹر سائکل اکے گاڑی کی کثرت اور رات شہر مین گشتی کا انبار چنانچہ چوک اور جانسین گنج کی سڑک پر تین چار مہینہ تک جیسی کٹ رہی اُسکا اندازہ وہی لوگ خوب کر سکتے ہین جنھین پیدل چلنا پڑا بھلا بتائیے دونون پٹریون پر تو گٹی پڑی ہے کدھر چلین اور درد کا مندارون سے سودا کیونکر لین۔

روشنی کی طرف نظر کیجیے تو بڑی بڑی سڑکون پر چاندنی رات مین بھی میونسپلٹی بائی کے کانون کی بجلیان آئینۂ روند پر برق تجلی گراتی رہتی ہین لیکن اُن گلی کوچون جہان مہاراج چندر مان جی کے درشن تک نہین ہو سکتے اندھیر گھپ پڑا رہتا ہے اسلیے کہ لیمپ لائٹرون کو علمی جنتری حفظ کرا دی گئی ہے وہ اندھے حافظون کی طرح اندھیاری اُجیالی کے گھنٹون کے حساب سے تولا ماشہ تیل لالٹینون مین ڈالتے ہین یہ نہین دیکھتے کہ بارش کی فصل مین چاندنی کہان اور چاندنی ہو بھی تو اسکی رسائی تیرہ و درون گلی کوچون مین کب ہوتی ہے۔ چنانچہ ۲۹ فروری ۱۹۲۸ء کو جس روز چاند کا وجود ہی نہ تھا اور ابر و باد کی شدت تھی تین بجے رات کے وقت رانی منڈی اور کوفت گران ٹولہ کی لالٹینین گل تھین سکندر منش راہ گیر آب حیوۃ کی تلاش مین قدم قدم پر ظلماتی راستے مین ٹھوکرین کھا رہے تھے۔

دفتر کی طرف رُخ کیجیے تو پوری ہوم رول اور سیلف گورنمنٹ کی جھلک نظر آتی ہے گاڑھا پہننا گاندھی کیپ دینا تلک فنڈ منانا ملازمین پر واجب اسکے علاوہ مد کا مدرجۂ اتم لحاظ گو غبن پر غبن ہوا روپیہ واپس ملنے کی کوئی فکر نہ کی گئی جتنی بڑی اور ذمہ دار اسامیان مین سب پر جائداد خاندان مشترکہ کا علدرامد جی ہان نہ لالچ سے ہمارا شغل ہے نہ غم ہے عشق۔ مطلب اپنے آرام سے ہے تمام رجسٹر مین گول ہو سہی مگر ہاے ہتیا تو نہو۔ شہر والے اندھیرے مین قلابازیان تو نہ کھائین۔ گھر بیٹھے ٹیکس تشخیص کیا گیا کسی کے منھ مین زبان نہ تھی کہ کچھ کہتا اس سے زیادہ اندھیر سنیے لوکنا تھ مہادیو پہ جہان تین چار فیٹ سے زیادہ چوڑی گلی نہین پوری سبزی منڈی لگوائی جاتی ہے بھیڑ کے وجہ سے قدم اٹھانا مشکل ہوتا ہے مگر کسی کے کان پہ جون نہین رینگتی چوک کی سڑک پر ایک منٹ کے لیے بھی کوئی پہیے دار سواری رکی نہین اور لال پگڑی والے فرشتے ہو نچے نہین ہیا فک کہ اڈے سے

دو قدم باہر جا کے اکے پر سوار ہوئے تب بھی نمبر لکھ لیا جاتا ہے اور سزا دی جاتی ہے مگر چیرمین صاحب کے در دولت پر بعض وقت دو دو ریہ کا فو یان موٹر تانگے کھڑے رہتے ہین نہ پولیس کے فرشتے دوڑ دوڑ کے جاتے ہین نہ کمپنی کیریج والے کچھ کہتے ہین حالانکہ دس قدم پر لالہ منوہر داس کی کوٹھی کے سامنے کافی جگہ موجود ہے۔

غرض کہ میونسپل بورڈ کی ان بے ترکیبیون پر نظر کرتے ہوئے ہمارے نزدیک تو ریفارم اسکیم کوڑی کام کی نہ نکلی اسلئے کیونکر دیون مین خود غرضی اور بے ایمانی گھسی ہوئی ہے جسے جو ملتا ہے وہ چاہتا ہے سب ہمارے ہی پیٹ مین چلا جائے کوئی اکثریت پر نازان ہے کوئی اغلبیت پر۔ ہات تمھارے بے تکے پن کی دُم مین نمدا۔ اسی منھ پر ہوم رول اور سوراج کا فادہ ملنا چاہتے ہو۔ خدا ایسے حسن انتظام کو دُنیا سے ناپید کرے کہ ساری آبادی "برنیز بر بریز" پکارنے لگی۔

بہرحال ہمارے الہ آباد کی میونسپلٹی نے اسقدر کچھ بڑے نام کیے۔ اچھا جی صاحب آپ نے دو سائڈ صاف کر جو ہم برملا نہ کہہ دین کہ ہندوستانی کمبخت ہین متعصب انھین خواہ مخواہ کی جوتی پیزار کے سوا کچھ نہین آتا ان سے اتنے اختیارات بھی چھین لو ہم باز آئے ایسی سلف گورنمنٹ سے خصوصاً میونسپلٹی کا صیغہ تو حکومت اور گورے چمڑے والون کی حکومت اپنے ہی ہاتھ مین رکھے۔

الراقــــــــم

شالسف الخسر

بقــــــــلم

م ع الہ آباد

نگارستانِ اُردو

مولانا۔ مضمون ہذا مین کوئی اُپج نہین مگر طرز کی جدت ہنسی کے قابل ضرور ہے بات یہ ہے کہ اُردو غریب کی جان پر بے طرح اُڈکون نے حملہ کیا ہے چپ رہین تو عادت فریادرسی مین بادھا لگتا ہے۔ کچھ کہین تو منشیان جدید جراغ پا ہوتے ہین مصلحت وقت اور طبعی مرحمت مین سنگر بیچ ہو رہا ہے مصلحت کہتی ہے کہ ہٹاؤ کہان کا جھنجھٹ ہے۔ اُردو کہتی ہے کہ وائے بے موت مری" اُسکی آواز فرمائش کرتی ہے کہ کچھ بھی ہو کانون مین تیل ڈال کے بیٹھنا اور پھر صاحب قلم ہونے کا دعوی کرنا ٹھیک نہین۔

ایک مجموعہ مضامین پیش نظر ہے جسکا نام ہے نگارستان۔ اس نگارستان کے نگار ساری دُنیا سے نرالے ہین اور زبان تو وہ پائی ہے کہ فارسی الگ اپنی صورت پر ہل چل جانے کے باعث روتی ہے اور اُردو جدا۔ کسی نگار کی صورت پر یون پیچ کاری اور جڑاؤ کام ہو تو وہ نگار رہے گا یا نگاڑ۔ لہذا اس نگارستان کو نگاڑستان کا لقب دینا زیادہ موزون ہے۔ پس بہ سبیل تجنیس خطی یہ نگارستان نہین نگاڑستان ہے۔ وھو المطلوب۔

اس نگاڑستان کے مؤلف کوئی قمر صاحب ہین قمر صاحب اس نگاڑستان پر چکور کی طرح عاشق ہین بیچارے۔ نے بڑی محنت سے چار دن کی چاندنی کھائی حد سے گھل گھل کے ہلال بنے تب کہین اس نگاڑستان کی صورت اہل تماشا نے دیکھی۔ جامع نگاڑستان نے مصنف نگاڑستان کی تحریر مین دو وصف بیان فرمائے ہین۔ "جدت طرازی۔ حقیقی علم و فضل" جدت مع اپنی "طرازی" کی دُم کے ایسی صفت ہین جس پر کوئی معمولی شخص قادر نہو۔ ڈونٹی دار گھگھنے کی موریان مین آستین سمجھ کے ہاتھ گھسیڑے اور میانی مین سر رگڑ کے شیخ سدو کھیلے تو یہ بھی جدت ہے۔ جرابون کے دستانے بنائے تو یہ بھی جدت ہے۔ پہلے آبدست لے اور پھر رفع حاجت کرے تو یہ بھی جدت ہے سستا سودا ہے سُنت سودا ہے کیفر لو

محتاج کمال نہین محتاج خطاکشی نہین ہے اب رہا حقیقی علم و فضل تو حضرت سلامت ملاقی دسترس علم و فضل جبتک سامنے موجود نہو حقیقی اور ملاقی علم و فضل کی تشخیص حیطہ امکان سے خارج ہے کیا معنی کہ "الاشیاء تعرف باضدادھا" شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے علم و فضل اگر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے یا جدت "مع الطرازی" اگر محسوس ہے تو آیئے اس نگاڑستان کی سیر کیجیے۔ آپ جدت طرازی اور حقیقی علم و فضل سے بجلسہ ملاقات کر سکتے ہین۔ نگاڑستان کا پہلا نگاڑ یا اُجڑا ہوا نگار۔ "ایک پارسی دوشیزہ کو دیکھ کر کیا سوجھا؟ منھ مین پانی بھر آیا۔ تارو مین کھلبلی ہونے لگی جمعودن رقص کی حرص نے گدگدی کی۔ معجون کتب کیمیا یقینی کھانے پر طبیعت لہرائی۔ کاٹ کھانے کو جی چاہا گریبان بار گردن ہوگیا۔ اُپلے تھاپنے لگے۔ نجد یا کوہ بے ستون کی سدھیان بھرین۔ لنگوٹی باندھ کے جنگل کی راہ لی۔ منھ چڑھانے اور ڈھیلے مارنے کی طرف رغبت ہوئی؟" یہ کچھ نہین مضمون نگار صاحب کچھ ظاہر نہین کرتے ان ازراہ عمل آپ خود سمجھ لیجیے کہ بے جوڑ بے ڈھنگے جملے قلم سے نکل گئے "یا حواس"

یا بالفاظ دیگر صریر قلم سے اُدبا کی بھری محفل مین ایسی حرکت سرزد ہوئی جس سے اہل محفل نے منھ پر رومال رکھ لیا اور زیر لب مسکرانے لگے۔ دوشیزہ کا نظارہ وضو شکن بھی ہو سکتا ہے اور کمزوری کا تقاضا ہو غسل پر بھی مجبور کر سکتا ہے لیکن پرانے شعرا کے واسطے یہ عیب تھا۔ انگیا کا ذکر کیا۔ جوبن کا ابھار یعنی چہ؟ خدا کی مار ان لکھنوی شاعرون پر جو بیہودہ گستاخ بداخلاق فرمایہ حریص نشاط پرست خرمست بے چلن ہین۔ دیکھو ادیب اور مؤدب ادیب ایسے ہوتے ہین۔ کنواری پارسن دیکھ کے مزاک پر مچل جاتے ہین یہ مین تو دیہی ہونگا۔ ہاے مین تو دیہی ہو گا تو بھی شرافت اور سیرت مین داغ نہین آتا۔ جہالت یہان پتا نہین لگتا طرز بیان ملاحظہ ہو:-

سیر کرنے والی۔ عالم نور کی شہزادی۔ ایک لمبا محل فراوان چکیلا فرش، اک بے خبر مصروف تماشا شخص کی

پتلی۔ ایک گلابی رنگ میں ڈوبی ہوئی برق نظر کہ جس میں ایک اشارہ مبہم سے ایک اضطراب مضطر پیدا کر رہا ہے اور میں ہوں کہ اس وقت مجہول کی طرف کھنچا جا رہا ہوں۔
عبارت مذکورہ میں جدت طرازی کی یہ رو گُم گئی ہے۔ اسٹرابری، حشمت متعفنہ، نستعلیق، لوہپاشی، اسپر جگنو کی دُم صدقے، دو تین جیرے میں دُم۔ گیرتی اور کھولتی ہے پھر بھی اپنی چمک چھوڑ نہیں جاتی۔ پاشی کی صفت سے محروم ہے۔ مگر دوشیزۂ خرگوش کی طرح ہر طرارے میں نور کی مینگنیاں اُچھالتی چھڑکتی چلی جاتی ہے۔ حضرت نہ یہ مبالغہ ہے نہ خلاف فطرۃ کوئی خاصہ

نرگسی و دیدۂ گلاب پاش نہ تھے برق پاش تھے۔ زنانی زبان میں، ٹھین ٹھنا اور پنک رونا ہر بات پر آنسو بہانے والے کو کہتے ہیں۔ خدا ان برق شگفتہ دیدوں سے بچائے۔ یہ جدتیں اہل زبان فارسیوں کو بھی نصیب نہیں اسلیے حقیقی علم و فضل سے بھی لیا کہ علاقہ رکھتی ہیں جیسا کہ "جدت طرازی" ہے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

آہ یہ نزہت بار ہستی، یہ صفا ترکیب عناصر، یہ شاداب حسن رواں میرے وجود کو میری طرح لرزاں کو مسحور کر رہا ہے، اپنی آنکھوں کے خندۂ سیال

دلیل علم و فضل حقیقی ہے۔ بالوں کی بوئے شلستگی ۔ بالوں میں کیا ۔۔۔ ٹھنسنے سے پھوٹ بہتے ہیں پھوٹتے اور عفونت پھیلی۔ اسے جدت طرازی کہتے ہیں۔ مگر سگے علم و فضل نے دوسری تاویل کی ہے وہ کہتا ہے کہ بالوں پر مشق کے بندر نے حملہ کیا۔ نوچ کے رکھ دیے آپ جانتے ہیں کتنی زلف بوسے خالی کرا۔ کالے دلنے کی سڑاہند نے روح لرزاں پر جادو کر دیا۔ وجود صاحب ہوش کا آٹا ہو کے رہ گئے۔ خرام وقار = خرام باوقار "آیا" نا مُتھا اس لیے حذف کر دیا گیا۔ متبسم آویزے مسکراتے ہوئے بُندے۔ جدت طرازی ہے۔ گرا اور

یہ گنا وقدیم شعرائے اُردو کو زیب دیتا تھا۔ حقیقی علم و فضل کی دلیل انجذاب مضطر ہے۔ انجذاب خود ہی انفعال ہے اور انفعالی الارادہ نہیں ہوتا بلکہ قہرآ اور اضطرار ہوتا ہے اسلیے مضطر کہتے۔ یا کھنچا جا رہا ہوں سے مراد نہ کرتے تو علم و فضل سنگا نہ رہتا سر تیسا۔

چراغ آگ کے اثر سے ہنستا ہے تو شعلہ ہر جگہ کی مصاحبت سے بُندوں کے بالوں میں کیوں گدگدی نہ ہو۔ آنکھیں اور بُندے مسخرے پن کی بیماری میں یہ تحقیق جدید اکفر مبتلا ہو جاتے ہیں کوئی مسخرا ادیب یا عالم اس سے انکار نہیں کر سکتا

مسترد شدہ تجاویز

شبانی گرگ
گرگ "غر - غر - غر"
تجاویز "میں - میں - میں"

ہو جاتا۔ علی ہذا القیاس اشارہ مبہم بھی علم و فضل کے صحت نسب پر دال ہے اور قوت مجہول بھی۔ مجہول کے معنی ہیں غیر معروف و غیر متعارف یا مخفی۔ اشارۂ مبہم شاید سلری اور ہلدی کہ ان حصص کا سنت گزار ہے جو مجہول ہیں۔ جدت طرازی کی علامت نامعقول اور بھی چند لفظیں ہیں۔
مثلاً مؤدب فاصلہ۔ فاصلہ کمبخت بے تمیز بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا مؤدب کی قید ایک ضروری قید تھی یا برق پاش نگاہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نگاہوں سے تار شعاعی کی جگہ برقی حرکت کی دھار جاری تھی۔

سے اپنے بالوں کی بوئے شلستگی سے، اپنے خاں بنیری سے، اپنے خرام وقار سے اپنے کان کے متبسم آویزوں سے"
اللغۃ نزہت بار = عبارۂ نزہت یہ نہیں کہ پھر دوست برسانے والا حسن کے میدان میں نزہت کی کیچڑ مہیا کرنے والا۔ شاداب حسن رواں = تر ترا تا چلتا پھرتا جس سے وجود بھیگ جائے۔ آنکھوں کا خندۂ سیال = بہنے والی ہنسی۔ چند عضو ہیں جو تر رہتے ہیں جیسے اسفل کو چھوڑیے مینی چشم و دہن کر لیجیے یہ سب ہنستے ہیں کہ کیچڑ رینٹ بلغم بہاتے ہیں یعنی ضحک ان کا خاصہ ہے اسلیے خندۂ سیال

چہ جائیکہ حقیقی علم و فضل رکھنے والے علامہ۔ اسکے بعد فرماتے ہیں :۔
اے نقرئی آواز والی دوشیزہ ملے ہر سانس کیساتھ سینۂ بہار کے داغ سے تر احساس چھین لینے والی تصویر خراماں اے خاتون پر چھوٹی ہوئی زلفوں کے پر لگا کر اڑنے والی پری، اے کالی پتلی والی، لانبی لمبی پلکوں والی، نازک کمر والی، لڑکی ٹھہر ٹھہر میں بھی تیرے ساتھ، تیرے سبک خرام وجود کے ساتھ تیرے یاسمینی شباب کے ساتھ چلتا ہوں "
نقرئی آواز بھی آواز کی ایک قسم ہے۔ الارم دینے والی

گھنٹی سے پوچھ لیجیے۔ دوشیزگان دہر میں سے کسی کی آواز مسی ہوتی ہے کسی کی طلائی یا آہنی یا سیمابی یا برنجی یا رصاصی۔ اور اگر فلزیات سے قطع نظر کریں تو دیگر جمادات و حیوانات و نباتات سے بھی نسبت دے سکتے ہیں انسانی مصنوعات میں سے بھی آواز نکلتی ہے مثلاً نئی یا ٹھیکے جوتے کی آواز گاڑی کی چون چان۔ چرخے کی گھون گھون۔ انسانی اعضا و جوارح سے بھی صدا پیدا ہوتی ہے (خدا محفوظ رکھے خصوصاً بر سر محفل) مگر ان سب چیزوں میں سے "نقرہ" پر جدت نے صاد کیا اور اس دوشیزہ پارس کے واسطے نقرہ کی آواز پسند کی تو وجہ کیا؟ حضرت گھوڑے کا ایک رنگ "نقرہ" بھی ہے دوشیزہ تھی دھوے کپڑے کی طرح سفید اور نا کند بچھیری وہ منہ ہنائی۔ ہنہنانے کی صدا نے اپنی جانب متوجہ کیا مصفا جلد پر سے نگاہ پھسلی تو پہونچی کہاں؟ تھان پر۔ شیر خوار گی نے وہاں اُبھار دیکھا۔ ارے توبہ۔ اُبھار دیکھنے کے بعد قوت احساس کہیں دماغ میں رہ سکتی ہے؟ "تو معو ذ تو معوذ" برتی

اطلاعنامہ بنام رسپانڈنٹ مشعر اطلاع تاریخ اطلاع سماعت اپیل

بعدالت اڈیشنل سب جج بہادر لکھنؤ

مقدمہ اپیل نمبر ۵۸/۱۲۹ سنہ ۱۹۲۷ء

راجہ کنور شیر بہادر سنگھ .... اپیلانٹ

بنام

گوکل وغیرہ .... رسپانڈنٹ

اپیل بنارضی منصف صاحب بہادر عدالت حوالی علام لکھنؤ مورخہ ۱۵ ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء

بنام لوکئی ولد درگا قوم کمار ساکن بہلت کھرہ پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ .... رسپانڈنٹ

مطلع ہو کہ اپیل بنارضی ڈگری منصفی حوالی لکھنؤ اس مقدمہ میں مسمی شیر بہادر سنگھ نے پیش کیا ہے اور اس عدالت میں درج رجسٹر ہوا اور اسی عدالت نے تاریخ ۲۶ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء واسطے اس اپیل کے مقرر کی ہے اور اگر خود تم یا تمہارا وکیل یا کوئی اور شخص جو قانوناً تمہاری طرف سے اپیل ہذا میں جواب و سوال کرنے کا مجاز ہو حاضر نہ آئے گا تو اس کی سماعت اور تجویز تمہاری غیر حاضری میں یک طرفہ کی جائے گی۔

آج بتاریخ ۱۵ ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء کے میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی (مہر عدالت)

تنبیہ۔ اگر اجرائے ڈگری کے ملتوی ہونے کا حکم ہوا ہو تو اسکی اطلاع اس اطلاعنامہ میں لکھنی چاہیے۔ وقت حاضری بجز ۱ بجے سے ۴ بجے تک۔

اُبھار پر بھٹ پڑی۔ اور لگی جونک کی طرح چوسنے۔ "تصویر خرامان" ہونے کی وجہ سے منھ میں تھن مشکل سے لگا تو قوت احساس کو دھوکا ہوا کہ یہ کوئی پری ہے وہ بیچاری سینے پر تھی اُسکی نگاہ خانوں تک پہونچی پشت برہنہ پہونچ سکی ورنہ کمر سے نیچے لٹکنے والے گیسو دُم کا پتا بھی دیتے۔ وہ شانے سے ہوتی ہوئی کالی پتلی اور زلف ان پلکوں میں گھسی مگر پلکوں پر جگہ کہاں؟ پھر نازک کمر پر آرہی۔ شوخ بچے یوں ہی پھسل پڑتے ہیں۔ کمر کی نازکی دیکھ کے محسوس ہوا کہ دوشیزہ لڑکی ہے جسطرح آجکل کارنیوال سرکس میں ایک بکرا تھن تلے کا دودھ پلاتا ہے اُسے دیکھ کے لوگ متحیر ہوتے ہیں اُسیطرح قوت احساس کو بھی حیرت ہوئی۔ کمر نازک اور معدوم ہوتی ہے وہاں بسیرا ممکن نہ ہوا تو ٹھہر ٹھہر کے چلنے کی فرمائش کی۔ یہ لڑکی ٹھہر کر اکیلی نہیں ہے میں بھی تیرے شبک خرام وجود میں ٹکی ہوئی ہوں بس شبک خرام وجود نے جنبیلی تک پہونچا دیا اور پامیٔ شباب کی لوناک میں آگئی۔

حضرات ناظرین! خدا کے لیے اس گوہرین سلسلے کی جانب توجہ کیجیے "اللہ رے نگارستان" کی تخییل کی رفعت۔ اسے کہتے ہیں جدت طرازی! اسے کہتے ہیں حقیقی علم و فضل!!

مضمون ہذا میں اور بھی کئی جدت طرازیاں ہیں مثلاً حُسن دشوار۔ روح کا پاش پاش ہونا۔ شعور ذی حیات۔ موسیقی خرامان۔ دوشیزہ لڑکی کے پامیٔ شباب کے لیے شگفتگی کی دعا۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں آپ ہنستے ہنستے قتیل جدت طرازی نہ ہو جائیں لہٰذا آئندہ دیکھا جائے گا۔ گھبرائیے نہیں ابھی تو ابتدا ہے ان چند باتوں میں پہلے ہی سے پوچھنی مناسب ہیں تاکہ ان کا جواب سوچ رکھیے۔ یا یہ معنی کہ سگا سوتیلا علم و فضل گیا اپنی اپنی قسمت میں وہ تو نہ کبھی تھا نہ اب ہے۔ اور ہے تو جہل یا بھدی کی بدولت یوں ہی ترقی کرتا رہے گا۔ علی ہذا القیاس جدت طرازی پر بھی تین حرف بھیجیے۔ کیونکہ اس قسم کی ایجاد پر ہر شخص قادر ہے اور اس جدت کے حسن و قبح پر کافی بحث ہو چکی۔ جائیے۔

(۱) کہ ایک کنواری۔ شریف زادی گھر بیٹھی پری یوں راہ چلتے لٹو ہو جانا (۲) یوں چلنا (۳) یوں سینے کے اُبھار پر چوٹ کرنا (۴) یوں ساتھ لے چلنے پہ اصرار کرنا (۵) یوں صدقے قربان جانا (۶) یوں پامیٔ شباب کی شعلہ نیہ کلی کا رس چوسنا (۷) یوں قیام شگفتگی کی دعا مانگنا۔ (۸) یوں سر سے لے کے ناخن پا تک تمام ڈیل کا جائزہ لینا (۹) یا نیمہ اُسے لوکی بھی کہتے جانا۔ کہاں تک جنبی پر حسن اخلاق ہے (۱۰) کسی پردہ نشین خاتون پر جو ڈولی یا فینس میں بیٹھی گرمی سے گھبرا کے جھانکتی تھی کوئی پارسی نوجوان لٹو ہو جائے اور "آہ۔ اوہ۔ اُف۔ ہائے" کی تمہید کے ساتھ کہتا چلے "بیگم ذری کھڑا دکھا دینا۔ او بیگم ذری آنکھیاں لڑا لینا۔ ہائے صاحبزادی اس قفس (ڈولی) میں تمہارے جامنوں کی طرح گھر نے پر میں نثار۔ اس حرکت کنگ نا اور اس خرام مضطر پہ اور کنجیوں دار ازنبند والی اور بلاق والی میں قربان او بازوے سیال سے سیلی نشیب و فراز کا تار چھیڑنے والی پچی۔ رحم رحم۔ تو کیا آپ اُسے اخلاق و ایمان کے اصول کے مطابق سمجھیں گے اور ایسے مضامین کا اثر خالی الذہن طالبین علم اور متعلمین پر کیا ہو گا۔

راقم

کھیل نگار

زمانہ کا جوبلی نمبر

بہت خوب ہے۔ ۲۱۶ صفحہ کا حجم ہے بہت سی تصویریں ہیں جمع و ترتیب بھی اچھی ہے۔ مضامین کی ابتدا میں عمر خیام کی ایک رباعی کے مضمون پر رنگین تصویر دی ہے۔ رباعی کا ماحصل یہ ہے کہ ایک روٹی تھوڑی سی شراب کچھ گزک ویرانہ اور تم مل جاؤ تو بس راوی چین ہی چین لکھتا ہے ایسا عیش بادشاہ کو بھی میسر نہ ہو گا جو میرے سو راجہ کے ہیں۔ مگر تصویر میں یہ کل سامان نہیں ہے ایک درخت کے تھمبے سے پیٹھ لگائے بارش سفید بڑے میاں بیٹھے ہیں اُنکے پہلو سے پہلو بھڑائے

صاحب خانہ۔ (خلقت) :- "امان کدھر منہ ڈالتے ہو۔ لے چلتا دھندا کرو۔ بڑے آئے وہان سے"

ناخواندہ مہمان۔ (کمیشن) :- "اجی تم چیخا کرو جبتک ہمارے ہاتھ مین یہ گھنٹا ہے تمہاری چیخ پکار کون سُنے گا؟ ٹن ٹن ٹن"

ایک حماقت وقباحت (ہاتھ) مین ہین یہ جلوہ گر ہے۔ قریب ہی ایک صراحی رکھی ہے۔ مگر زبان نگوشت کا ذکر نہین شاید ہندوستان کی مہا تصویر کو بھی آگ لگئی ہے

قیس تصویر کے پردے میں بھی عریان نکلا

یا یہ منظر جکو تصیون کے ابد کا ہے۔ خیر صاحب ہے مزے کی تصویر اگرچہ داد اپوتی کا سنجوگ ہے پھر (اگلے شعرا مین سے) غالب و سودا کی تصویرین ہین۔ نوین صفحہ سے "علم الکتاب یا ابجد کی تاریخ" کے زیر عنوان ایک مضمون ہے۔ ہم اس مضمون کو محققانہ کہنے سے معذور ہین۔ اگر کسی تحقیق کا یہ نتیجہ ہو کہ حضرت معاف کیجیے گا یہ ہوا وہ ہوا یون مشہور ہے ایسی افواہ ہے تو سمجھ لیجیے کہ ہاتھ پاؤن تو بہت ہلائے مگر سر کے ایک بالشت بھی نہین۔ یہ کون نہین جانتا کہ حضرت انسان منھ مین زبان لیکے پیدا ہوے تھے غون غان اور انگلیان مٹکا کے اشارے کرنے کے بعد خیالات کا اظہار اُنھون نے بذریعۂ الفاظ کرنا سیکھا۔ اب ہوگئی منھ مین زبان بے زبان نہ رہے۔ ضرورت ایجاد کی دائی جنائی ہے جس طرح اخبارات نے الفاظ کی صورت مین ترقی پائی اُسیطرح الفاظ نے نقوش کا مرتبہ رفتہ رفتہ پایا۔ کوئی مؤرخ صاحب اگر افادہ نہ فرماتے تب بھی عقل اسکے علاوہ اور کوئی بات تجویز نہین کرسکتی۔ اسیطرح "تشتت السنہ" کی لم (یعنی لغات و الفاظ کی چگونگی) بڑھتی ہوئی نسل اور اُسکا پھیلاؤ ہے یا حضرت انسان کے کانون مین جو صدائین پہونچین اُنکی نقل حضرت نے فرمائی اور سب سے پہلے "اسماء اصوات" نے جنم لیا۔ اے حضرت آپ عربی کی ابجد وضع ہونے کا زمانہ معین کیجیے (بشرطیکہ قدرت ہو) پھر تغیرات کا زمانہ معین کیجیے پھر اشکال و صور کتابت کی تعیین فرمایئے تو بیشک آپ کی محنت سوارت ہو۔

قاموس فیروز آبادی۔ معانی الاخبار بحار الانوار مجلسی۔ کتاب الاوائل عسکری۔ تاج اللغات انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان آزاد بلگرامی۔ عیون المسائل۔ تاریخ مصر قدیم اور وہ کتابین جن کا حوالہ مضمون نگار صاحب نے دیا ہے تعیین وقت ایجاد سے قاصر ہین مگر جو کچھ مضمون نگار صاحب نے افادہ فرمایا ہے وہ سب ان کتابون مین موجود ہے۔ اس موضوع پر ہم نے بھی ایک اُردن گھائی کے کرتب دکھانے والا مضمون "معیار" مین لکھ کے چھپوایا تھا نقل ادھر اسلے اُسمین بھی بکثرت ہین جو کچھ ہم نے پایا اُسکا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) کتابت کی ابتدا یعنی محسوسات کے اظہار مین نقوش سے کام لینے کا طریقہ خدا جانے کب مروج ہوا۔ مگر یہ یقینی ہے کہ ہوا اور ضرور ہوا۔

(۲) پُرانے کتبون کو دیکھتے ہوے قیاس یہ کہتا ہے کہ پہلے خیالات یا واقعات کی تصویرین پائی جاتی تھین۔ پھر یہی تصویرین مختصر کی گئین اسلیے کہ ذرا سی بات کے اظہار مین پہرون لگ جاتے تھے۔ آخر دل کہان تک نہ اُکتائے۔ تصویر کے اختصار مین سہولت ملحوظ رہی کسی جانور کا سر کسی کی دُم یا پنجے کسی کی آنکھ کسی کا سینگ۔ اسی کے ساتھ ہی بقدر ضرورت اصوات حروف کی تعیین بھی ہوئی اور رفتہ رفتہ انکی تعداد بڑھی۔

(۳) جس طرز کتابت سے ہمین تعلق ہے وہ عبرانی کا بچہ ہے۔ عبرانی حروف کا تسمیہ چیزون کے نام پر ہوا ہے۔

(۴) عربون نے یہ شکلین ملک شام سے حاصل کین۔

(۵) عراق عرب مین کوفہ ہی صرف ایک متمدن مقام تھا جو نینوائے قدیم کو اپنی گود مین لیے ہوے ہے۔ اور شام سے قریب تر ہے۔ لہذا سب سے پہلے کوفی خط کی نیو پڑی۔

(۶) ابتداءً کوئی خط مزجی شکل مین نہ تھا بلکہ مثل عبرانی کے اسکے حروف علیٰحدہ علیٰحدہ لکھے جاتے تھے۔

(۷) عبرانی کی ابجد ۲۲ حرفون کی ہے یعنی قرشت پر ختم ہوجاتی ہے بعض حدیثون مین ہے کہ خدا نے موسیٰ کی طرف خطاب کیا "یا موسیٰ انی انا الالف والتاء" اے موسیٰ مین الف اور تے ہون۔ لوگون نے حضرت رسول سے دریافت کیا اس سے کیا مطلب ہے فرمایا: اول و آخر۔ اگر زمانہ حال کی ترتیب حروف مروج ہوتی تو اللہ میان فرماتے "انا الالف والیاء"۔

(۸) عبرانی کی جگہ عربی نے لے لی۔ عربی کی ان عبرانی ہے۔ ان کی صحیح قائم مقام بیٹی ہوتی ہے مثل مشہور ہے "جیسی مان ویسی بیٹی جیسا سوت ویسی پھیٹی" کوئی لفظ عربی کی لغت کا مشکل سے ملے گا جو صوری اور معنوی مشابہت عبرانی سے نہ رکھتا ہو۔ عبرانی کی لغت لو اور عربی کی لغت اُٹھاؤ۔ ایک ہی مادہ کے الفاظ دونون مین تلاش کرلو۔ ایک یونہی سا تغیر ہوگا مثلاً (عبرانی عبارت) ولوقام نابی عود بیسرائیل کموشیہ (عربی عبارت) ولا قام نبیٌ عوض بنی اسرائیل کموسیٰ (کوئی نبی عوض مین بنی اسرائیل کے موسیٰ کے مانند نہین قائم ہوا)

(۹) عربی مزجی طرز تحریر قدیم نہین ہے حضرت اسمعیل کے زمانے تک عبرانی حروف عرب مین مروج تھے اور علیٰحدہ علیٰحدہ لکھے جاتے تھے۔

(۱۰) مزجی شکل کی ایجاد کو دو ہزار برس سے کم زمانہ گذرا ہے۔ مزجی شکل کا نقش اوّل مرامر بن مرہ نے قائم کیا اسکے طرز تحریر کی شہرت ہوئی لوگ دور دور سے بغرض تعلیم اسکے پاس آنے لگے ایک بدشوق کوڑھ مغز طالب علم اپنی محرومی کا اظہار یون کرتا ہے ؎

کتبت ابا جاد و خطی مرامر
فسودت سربالی ولست بکاتب

مرامر بن مرہ سے مین ابجد حطی کی کتابت سیکھنے گیا کاتب تو نہوا مگر ہان کپڑے البتہ دوات سے کالے ہوگئے۔ پھر اسکی اصلاح اسلم بن سدرہ نے کی۔

(۱۱) خط نسخ یعنی موجودہ رسم تحریر کوفی خط کی اصلاح یافتہ شکل ہے اسکا وجود صرف ہزار برس سے ہے۔

(۱۲) مزید توضیح بعض اشکال کے معائنہ سے ہوسکتی ہے مثلاً پہلا حرف آلیف یعنی الف ہے اسکی عبرانی شکل (א) تھی آلیف کے معنی بَیل۔ یہ بیل کے سینگ ہین عربون نے یہ شکل لام الف کے واسطے مقرر کی ہاں یہ کہ عربی ابجد ہمزہ سے شروع ہوتی ہے ہمزہ کی شکل یہ ہے (ء) آلیف مین سے داہنی طرف کا

نچلی دُم گرا دو تو یہی شکل بن جائے گی۔

دوسرا حرف بیت یعنی بیت یعنی کوٹھری ہے اسکی شکل یہ ہے۔ (ב) عربی ب مین اور اس شکل مین صرف کھڑے اور پڑے کا فرق ہے (۲)

تیسرا حرف جیمل یعنی جمل یعنی اونٹ یعنی جیم ہے اسکی عبرانی شکل یہ ہے (ג) اگر میان جمل کا نچلا حصہ بائین طرف سے داہنی طرف لگا دیا جائے تو عربی کا اُلٹا جیم بن جائے (ج) کوفی خط مین جیم یون لکھتے ہین ـجـ اونٹ کی لمبی گردن دیکھتے ہوئے یہ شبیہ کسی قدر مکمل ہے۔

چوتھا حرف دالیت یعنی دہلیز یعنے دروازہ کی چوکھٹ یعنی دال ہے اسکی عبرانی قطع ד اور اسکی عربی کوفی قطع ב یا د مین کافی مشابہت ہے مضمون طویل ہوا جاتا ہے۔ ہم اسکا تکملہ پس خوردہ نوشون کے لیے چھوڑتے ہین اچھا دو ایک حرف اور سہی۔ عبرانی واؤ ו نسخ کا و کوفی واو ٯ۔ واؤ کے معنی کنٹیا یا ہنسیا کے ہین۔ عبرانی ט طیت یعنی طار سانپ۔ کوفی ط نسخ کی ط۔ عبرانی شین یا سین معنی دندان ש عربی نے دانت ویسے ہی رہنے دیے صرف دائرہ کا دانہ اسمین بڑھا یا ہے کوفی سـ نسخ س۔ علے ہذا القیاس ق ع م اور دیگر حروف بالکل مشابہ ہین صرف اخذ و نقل مین قلیل تغیر ہے۔

فرحی شکل کے موجد نے ہر ایک کامل حرف کا سرا لے لیا ہے اور خدا جانتا ہے کہ نہایت متانت و خدا ترسی صرف کی ہے۔ کوفی خط کا نمونہ ملاحظہ ہو

الکا ـــ جـل المغط

(۱۳) کوفی خط مین خطوط مستقیمہ سے کام لیا گیا ہے نسخ ثلث ریحان اور دیگر اقسام خطوط مین قوس دائرہ وغیرہ سے خوبصورتی مین اضافہ کیا گیا ہے۔

(۱۴) ممکن ہے کہ کا بجد حطی الخ فقا ان مین کے نام بھی ہون لیکن یہان ان نامون سے صرف مطلب ہے کہ حروف تہجی ایک جگہ جمع ہو جائین۔

مضمون "علم الکتابت" مین خط تیمی یا سماری اور فنیقی کا ذکر بیکار ہے اسلیے کہ ان تحریرات سے ہمارے عربی خط کو کچھ تعلق نہین۔ مصر کے متعدد علمی رسالون اور مستقل کتابون مین ان تحریری نقوش پر عمدہ مضامین لکھے گئے ہین۔

امید ہے کہ اگر اسی طرح ہم "نئے زمانہ" کے مضمون سے بحث کی تو صحیح ہو جائے گی۔ بہرکیف زمانہ کے جوبلی نمبر مین تین چار مضمون مطالعہ کے قابل ہین اور صاحب چھپائی مین بھی سلیقہ صرف کیا گیا ہے۔ ملنے کا پتا، منیجر زمانہ۔ کانپور" قیمت ڈیڑھ روپیہ (عہ)

مولانا پنچ کی نوٹ بک

آپ کی عنایت ہے ہم کس قابل ہین؟

سُنتے ہین کہ جب مس ملر چولا بدل کے سر شمادیوی ہوئین اور سایہ منقلب ہو کے ساری بنا تو کوئی امریکن صاحب بہادر بھی اس قلب ماہیت کے تماشائی تھے دل مین چاہے جو کچھ ہو مگر زبان سے کہنے لگے کہ اب ہندو بھی خواب غفلت سے بیدار ہوے۔ ہندو مذہب مین بہت سی باتین اہل امریکہ کو مرغوب ہین مگر انکی اشاعت نہین ہوئی۔ ہم کہتے ہین کہ بجا فرمایا یہ سب آپ کی عنایت ہے ورنہ ہندو کس قابل ہین اور ہندوستان ہے کیا مال؟۔ اے حضرت شکستہ رنگ کے لیے پتھر کی ضرورت نہین۔ انعقاد عہد کے واسطے زنجیر کی حاجت نہین۔ ہوش بغیر پیر کے اُڑتا ہے رشتہ ناتا بغیر سانٹھ کے جُڑتا ہے۔ غم کھانے والا جبڑا نہین چلاتا لہو کے گھونٹ پینے والا ٹھیلا نہین ہلاتا۔ سوے ہوے نصیب شادیانہ کے جگانے نہین جاتے۔ محبت کے مٹھو میان پنجرے مین پڑھائے نہین جاتے۔ ایک ہی میم ہے جو مس میوا مین بھی ہے اور مس ملر مین بھی۔ یہ سب من کا دھن ہے شندھی تو صرف "ممتاز" اور "ملر" مین فرق کرنے کی ضامن ہے۔ اے ہان جو لمبین عشق کا مواد پیٹ پھلا دے تو نتیجہ عشق اُگل یا دیوی کی طرح گیند معشوق کا ہو جائے۔ مذہب کے طلاق نہین۔ تہذیب کے تقلیبی ہے وہمی و خیالی نہین۔ مذہب دل سے مرغوب ہوتا تو بعد عشق امریکا یا یورپ تشریف لیجانے اور رسوائی کے بجائے ہوٹل کا شدہ کھانا نوش کرنے کی ضرورت اور مورہن بھوگ کے عوض تُرس کی تلاش نہ ہوتی ہول چیز تکو بلا اُوجی ہین۔ بہرکیف اب تو ہندوستان زبان حال سے کہہ سکتا ہے ؎

ببین کرامت این ساری برائے میو
کہ ایک دم مین کیا اُسنے سائے کو میو

حسابی مسئلہ

واللہ حساب دانی بھی کیا اچھی چیز ہے آمنی کم ہو یا زیادہ اپنا مطلب یار لوگ کسی طرح بنا کر ہی لیتے ہین۔ اصمعی کے یہان ایک صاحب مہمان ہوئے انکے سامنے چار مسلّم مرغ بُھنے ہوے رکھے گئے اور فرمائش ہوئی کہ تقسیم کیجیے مگر دیکھیے عدد ہر حال جفت سے مہمان نے قبول کیا اور کہا تم اور تمہارا بچہ اور تمہاری بڑھیا اور ایک مرغ مل کے چار ہوے ایک تم لیجاؤ تین مرغ میرے واسطے چھوڑ دو تین مرغ اور تین مل کے چار کا عدد پورا ہو جائیگا۔ دوسرے دن تین مرغ دسترخوان پر رکھے اور میزبان نے کہا کہ آج ایک نیا مہمان وارد ہوا ہے اُسکا حصہ بھی دیجیے مگر عدد طاق رہے۔ مہمان صاحب نے فرمایا تم تمہارے دو بچے اُنکی مان اور ایک مرغ مل کے پانچ ہوے رہے دو تو دو میرے حصہ ہین۔ پانچ اور تین طاق عدد ہین۔ تیسرے روز ایک ہی مرغ تھا اُسکی تقسیم یون ہوئی کہ بازو قرت بازو لڑکون کو عنایت ہوے۔ دُمچا اصمعی بیگم کو ملی کیا معنی کہ انڈا دینے کا آلہ بچہ دینے والی کے سوا اور کسے ملتا سر افسر یعنی صاحب خانہ کے حصہ مین آیا باقی مہمان صاحب نے نوش فرمایا۔ جب اس قسم کی تقسیم سلف سے ہوتی آئی ہے تو تعجب ہے کہ ہندوستان کے بجٹ پر اہل ہند کیون معترض ہین بازو سر اور دُم پر انہین قناعت کرنی چاہیے رانین اور سینہ (گردن سمیت) اقتدار حکومت اور مہمانون کا مال ہے۔ العبد العبدر۔

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کی تیار کردہ تیر بہدف ادویہ

حلوائے مغز [illegible]

اشپہ در ماہی سقنقور است
نصف آن در دماغ عصفور ہست
اعضائے رئیسہ اعصاب کو طاقت پہونچانے مین
اور مینی مثانہ معدہ و جگر کو طاقت عظیم پیدا
کرتا ہے۔ قوت مردمی کی نایاب دوا ہے جسکی
تعریف حد توصیف سے باہر ہے ایک جلیل القدر
طبیب کا قول اوپر کے شعر مین نظم کیا گیا ہے
اگر ماہی سقنقور کے بعد دنیا مین کوئی
دوا ہے تو یہی ممسک ہے۔ بمغلظ ہے۔
سرعت و رقت کے مرض کو دور کرتی ہے

قیمت فی بکس
۲۰ خوراک (للعہ)

[illegible] خواص الخاص

[illegible] نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے یہ وہ
نسخہ ہے جسکی سارے ہندوستان مین شہرت ہے پہلے صرف رجگان
ووالیان ملک کیلیے تیار ہوتا تھا اب دوا خانہ نے خاص طور پر
تیار کیا ہے تاکہ عوام الناس کو بھی نفع پہونچے نہایت قیمتی اور
نادر ادویات سے مثل مشک عنبر تازہ میوون کے افشردہ
تیار کیا گیا ہے مقوی اعضائے رئیسہ اصلح طعام رنگ رخسار
سُرخ وسفید کرنے والا۔ کمزوری کو دور کرنے والا اکسیر
ریاح بواسیر مین مفید۔ گردہ و مثانہ کو تقویت بخشنے والا
ہے قوت مردمی کو بڑھانے والا اور ممسک ہے رقت
و سرعت وغیرہ کو دور کرتا ہے۔

فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)
تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس پیمانہ مفت

طلائے مسیحی

اعصاب کی تقویت مین بے نظیر ہو گئی ہو لیکن
طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگون نے
اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا
کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی وجہ
سے رگین خراب ہو گئی ہون انکے واسطے
حکم اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ مین
اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسون کی
اُمید کو برلاتا ہے اور معمولی شکایتون
مین تو وہ اثر دکھاتا ہے اور ایسی طاقت
بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

قیمت فی شیشی
آٹھ روپیہ (مٹے)

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت و توانائی پیدا کرنے کی نایاب دوا ہے جسکا مثل
ونظیر ملنا مشکل ہے قوت مردمی کے اضافہ کرنے مین
بے نظیر ہے خون کو بڑھاتی اور حرارت اصلی مین ہیجان
پیدا کرتی ہے جریان و حرارت و رقت۔ بدخوابی کی
کثرت کو دور کرتی ہے مایوسون اور ناامیدون کی
اُمید کو برلاتی ہے بڈھون کو لطف شباب جوانون کی
طاقت مین تیزی پیدا کرتی ہے آج تک سیکڑون
نامراد اور برسون کے مایوس العلاج اس سے صحت یاب
ہو چکے ہین۔ اگر باقاعدہ طریقہ پر پوری رت تک استعمال
کی جائے تو قوت امساک مین بھی خاصی افزونی ہو

قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع
محصولڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطبا سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار۔

فرمائش کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

فہرست کلان مفت طلب فرمائیے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب سید منظر علی صاحب ری ایڈیٹر اخبار البشیر تحریر فرماتے ہین
کہ آج فیصدی ۹۹ اشخاص عینک کی ضرورت کو محسوس کرتے ہین
جائے شکر ہے کہ حکیم سید ننھے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار کر کے عینک
سے بے نیاز کر دینے کی سعی فرمائی ہے ہم مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہین
کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اُٹھائین ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس
سرمہ کی صرف دو سلائیون مین قدرت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بہت
کحل مین نہین اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بیحد مفید
ہے قیمت فی شیشی عہ رسلائی مفت۔
تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

المشتہر
حکیم سید ننھے نواب بیت الشفاء گیا (بہار)

سچا ہمدم و دلی دوست

جب آپ کی طبیعت ناساز ہو بدہضمی قبضیت جریان احتلام
اور خون کی خرابی و کمی سے زندگی بیزار ہو گئی ہو دل کمزور ہو گیا
ہو ایسی حالت مین سچے ہمدم کا کام آتنک نگرہ گولیان ہی
دیگی دل کو مضبوط بنا کر دلی دوست ہونے کا ثبوت
دین گی ایک دفعہ ضرور تجربہ کرین قیمت فی ڈبیہ
عہ ۵ ڈبیان چار روپیہ (للعہ)
وید شاستری جام نگر کاٹھیاوار
ایجنٹ اندر چند اینڈ کو چوک لکھنؤ

پری مہک تیل

دماغ کی راحت اور قوت کا ذمہ دار ہے خوشبودار ہے چکنا نہین
بالون کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔ ڈاکٹرون اور حکیمون نے
سرٹیفکٹ دیے ہین طالب علم اور دماغی کام کرنے والے اسکے فوائد کا اقرار
کرتے ہین درد سر اور نزلہ کے مریض بارہا آزما چکے ہین گنج اور بالخورہ
کا حکمی علاج ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ بارہ شیشی کی قیمت عہ ۵۰
نمونہ کی شیشی قیمت ۳ر محصول ذمہ خریدار۔
کاٹ کی ہنڈیا ایک ہی مرتبہ چڑھتی ہے دروغ کو فروغ نہین۔
منگائیے اور آزمائش کیجیے
تجارت پیشہ حضرات خط و کتابت سے طے کریں

المشتہر
مختار احمد بیٹری مرچنٹ موجد
پری مہک تیل آلم گھاٹ کھدان [illegible] پور یو پی [illegible]
نوٹ! ہمارے کارخانہ مین نہایت عمدہ اور خوش ذائقہ ہر قسم کی بیڑی
تیار ہوتی ہے قیمت فی ہزار ۱۲ر محصول ذمہ خریدار

مجلدات اودھ پنچ ۲۷ - ۱۹۲۶ء

اردو کو زندہ کرنے والے دل کو تازہ کرنے والے سیاسی ادبی
اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب مین محفوظ
رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد ہے مع محصول۔

المشتہر: **منیجر اودھ پنچ لکھنؤ**

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو — کف۔ کھانسی ہیضہ۔ دمہ۔ پیٹ کے درد قے دست سنگرہنی۔ انفلوئنزا اور چھاتی کے امراض کیلیے
خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی مین چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا
اثر کرتی ہین۔ قیمت ۸ر ہر جگہ سب جگہ بکتا ہے۔

دو گجن کیسری — یعنی داد کو بلا جلن کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت ۴ر

بال سدھا — بچون کی کمزوری کو دور کر کے بدن کو مضبوط فربہ اور پہلوان بنانے والی میٹھی دوا قیمت ۱۲ر ڈاک خرچ علیحدہ لگیگا۔

اپنے شہر کے دوا فروشون سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی
سول ایجنٹ اندر چند لکھنؤ
ہمارے یہاں کے سول ایجنٹ الیف مرزا اینڈ سنس کھجوا لکھنؤ

غذاء روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اُنکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف حیوۃ" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۱۰ و ۱۱ کے درمیان کشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو تین ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ ما بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنہین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروا لین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنہین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ مضامین نمبر ۱۲
۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء

نگارستان

(نمبر ۲)

"رقاصہ"

وہی مثل ہے "ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا" یہ حضرت مضمون نگار کی "جدت طرازی" کا بھاؤ اور "حقیقی علم و فضل" کی گت ہے۔ ایسے ایسے ادبی ٹکڑے لگائے ہیں کہ پروفیسر شبد ادین اور کالکا آنجہانی ہوتے تو اپنی "نرت ادھیا" اور "بھاؤ ادھیا" بھول جاتے۔ نوائے فلک ان توڑون پر دم توڑے تو عجب نہیں۔ کولا سٹکے اور گتا اُکھڑے۔ یہ وہ کڑوا ناچ ہے جس نے بزم ادب میں ٹھرک بجوا دیا۔ اور نیاز مندان خاص کو تی گنی کا ناچ نچوا دیا۔ "تتھی تتھی تی تتھی تتھی تتھی تتھی تھا پاؤ۔ کرت تھا تتھی تھی کرات تتھی تھی۔ جیٹ دہنی ٹنک دھنو دھا۔ ٹنک دھنو دھا۔ ٹنک دھنو دھا۔ اندھا چھند نیا زی، تکر کو دھاژی، اُجک بھاند گرازی۔ ٹنک دھنو دھا۔ ٹنک دھنو دھا۔ ٹنک دھنو دھا"

قسم ٹرے کی تمان اور رنڈی کے بے وقت کی مضمون اس قابل ہے کہ ہر درسگاہ میں پڑھا اور پڑھایا جائے۔ جتنے مولانا علامہ ہیں نر ہوں یا مادہ سب اسے دیکھیں اور پڑھیں تمام دنیا کے علمائے اخلاق و حکمت زندگی بھر اس سے مستفید ہوں اور مرتے دم تو وصیت کر جائیں کہ قبر میں رکھ دو منکیرین کو دکھا کے رجھائینگے۔ اس مضمون میں "علم الرقص العلامئی" کے "ارتھ" اور "بھاؤ" سکھائے اور دکھائے گئے ہیں۔ حضرت یہ معمولی بات نہیں خاندانی کنچنیاں اور کتھک انھیں دیکھ کے سر عجز و نیاز جھکاتے ہیں۔ کان پکڑتے اور خاک چاٹتے ہیں کہ یہ نرت اور بھاؤ تو ہمیں بھی کبھی نہ سوجھے۔ سچ ہے بڑوں کی بڑی بات "نگاہ تقدس پاش دماغ تبسم فروز خیال عرفان فروش" ہر ایک کا حصہ نہیں ہے

.... پرندہ بہر سو شتاب
دیدۂ بینا طلب جلوہ تنگ بہ ورہ است

ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:۔

"اے رقاصہ تو اپنا (میرا نہیں) رقص کر میں منع نہیں کرتا۔ مگر مجھے اپنی محفل سے اُٹھ جانے دے کہ میں تیرے رقص کی برداشت نہیں کر سکتا۔ میری طبیعت بگڑتی ہے۔ اے "مغنیہ" تو گا، میں نہیں روکتا مگر خدا کے لیے مجھے اپنی بزم سے چلا جانے دے کہ میں تیری موسیقی کا حریف نہیں۔ میرا دل بے چین ہوا جاتا ہے۔ لیکن اے "رقاصہ و مغنیہ ہم" تو کیا مانتی ہے!"

فقرہ متذکرہ بالا میں ایک جدت طرازی یہ ہے کہ "اپنا" ناچ ناچنے کی فرمائش ہے۔ ایک تھے پنجابی قاضی بیچارے کا تکیہ کلام تھا "جو ہے سو ہے" نکاح پڑھنے بیٹھے تو نوشاہ سے کہنے لگے کہو "آمنت باللہ جو ہے سو ہے۔ وملئکتہ۔ جو ہے سو ہے۔ وکتبہ۔ جو ہے سو ہے۔ ورسلہ۔ جو ہے سو ہے" نوشاہ غریب جاہل یہ سمجھا کہ "جو ہے سو ہے" جزو عبارت ہے کہنے لگا "آمنت باللہ جو ہے سو ہے۔ وملئکتہ جو ہے سو ہے" قاضی صاحب جھلا کے فرمانے لگے۔ "آمنت باللہ جو ہے سو ہے نہیں" نوشاہ نے کہا "آمنت باللہ جو ہے سو ہے نہیں" اب تو قاضی صاحب مارے غصے کے لال ہو گئے کہا۔ "میں جو کہوں جو ہے سو ہے تو نہ کہہ جو ہے سو ہے ارے رب دی مار تو اپنی گلاں ہانک میری گلاں نہ ہانک"

منشی جدت طراز یا بدعت نیاز صاحب بھی رقاصہ سے فرماتے ہیں "اپنا رقص کر" دوسری جدت طرازی "اے رقاصہ مغنیہ ہم" کا ٹکڑا ہے ہم کے معنی ہیں "بھی" یعنی اس رقاصہ کو "مغنیہ" ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ہم لوگ جاہل ہیں اس قسم کی جدت طرازی پر قادر نہیں۔ اس "ہم" کے استعمال کی قدر کوئی تازہ مُغل ہی جان سکتا ہے۔ "دال کا پاپا ہم چپاتی۔ مرغ کی لڑکی بگیر نیامد" خدا کرے کہ یہ جدت طرازی مقبول انام ہو۔ میری جدت طرازی "تو کیا مانتی ہے!" میں مخفی ہے۔ اہل زبان کہتا تو یوں کہ تو کب ماننے والی ہے، یا تو کیوں سننے لگی۔

حقیقی علم و فضل یہ ہے کہ "اپنا رقص" کے ساتھ "اپنی محفل" اور "اپنی بزم" کا نکاح جو ہے سو ہے پڑھ دیا ایک اپنا اور دو اپنی میں ہوئی علانیہ خلوت صحیحہ لاکھ لاکھ یہ منع کرتے رہے کہ طبیعت بگڑتی ہے۔ میں برداشت نہیں کر سکتا میرا دل بے چین ہوا جاتا ہے مگر تو بہ انھوں نے ایک نہ سُنی چھاتی پر مونگ دلتے رہے۔ دیدوں کی صفائی دیکھیے کہ دو اپنی اور ایک اپنا تو ہیں مصروف رقص و تماشائے رقص۔ کمر کولے۔ دیدے گردنوں کے ڈورے اور کلائیاں جنبش میں ہیں جانتے ہیں کہ میں چلا جاؤں تو مجھے روکنے کی فرصت کسی کو نہیں مگر جاتے نہیں۔

چار سطر کی عبارت میں اتنی خوبیاں ہیں۔ آگے بڑھیے تو اور زیادہ اوصاف دکھائی دیں واہ! کیا تراش خراش ہے کیا لہجہ ہے کیا الفاظ ہیں۔

"جب تو "اپنے" سانچے میں ڈھلے ہوئے مجسمۂ زیبائی کی کشیدہ قامتی اور اپنی قد آدم تصویر کی رعنائی کو لے کر محفل میں کھڑی ہو جاتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اس فتنۂ سرکش۔ اس سحر خوش قامت۔ اس قیامت بلند بالا کو نہ دیکھوں مگر دیکھتا ہوں اور کانپتا ہوں"

یہاں بھی "اپنے" اور "اپنی" کا برخوردار جوڑا موجود ہے رقاصہ چڑیل اپنے ہی سانچے میں ڈھلی ہے یعنی خود ہی اپنا سانچا ہے۔ "لیکر کھڑی ہو جاتی ہے" میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ غالباً رقاصہ کوئی ڈومنی ہے اور "مجسمہ ہونے کا بھاؤ" بتا رہی ہے۔ وہ تو اپنے سانچے میں ڈھلا ہوا مجسمہ لے کر کھڑی ہوئی مگر بوجھ پڑا تماشائی پر وہ آلی زیچہ کی طرح کانپنے لگا۔

"جب تو اپنی آواز میں ایک داد خواہ بیچارگی۔

ایک مسترحم نشیب پیدا کر کے اپنے نغمہ کو بہرے عمق دل کی سب سے نہان رگ مین ڈبوتی جاتی ہے تو مین چاہتا ہون کہ اس صدا ے بے پناہ کی طرف سے اپنے کان بند کرون لیکن ایسا نہین کر سکتا سنتا ہون اور مٹتا ہون "

ہاے کیا بیچارگی ہے خود اپنے سانچے مین ڈھلا ہوا مجسمہ بنے کھڑی ہو اور بیچارگی کی داد طلب کرے دوسرون سے ؟۔

خیال رہے کہ مسترحم کے حروف اصلیہ ر ح م ہین یہ علت آواز مین پیدا ہوئی ہے کس طرح ؟ "اجی نشیب پیدا کر کے" اور کس طرح ! رحوم عربی مین اُس عورت کو کہتے ہین جو جننے کے بعد زچاخانے کی بیماری مین مبتلا ہو جائے۔ باب استفعال کا خاصہ ہے "طلب" لہٰذا حالت ضرور طالب رحم ہو گی آواز کا ایک نشیب ناکارہ ہو گیا تو دوسرا نشیب عمق دل سے بہ نیت تقابُض بدلین مانگنے لگی۔ اس مین خرابی کیا ہے۔ نشیب تھا نشیب دعمق) ہی مین ڈوب گیا۔ کوئی لاکھ نہین نہین کرے تو کیا ہوتا ہے۔ سب سے نہان رگ اس ورطۂ ہلاکت سے بھلا کہان چھپ سکتی ہے۔

پھر آپ جانیے یہ صدا ے بے پناہ "جب عمق دل مین ڈوب گئی تو کانون مین ٹھینٹھیان دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بہرا توپ کی آواز نہین سُنتا مگر اپنے اندرونی اعضا کی گہرائیون کی آواز خوب سُنتا ہے چنانچہ سُننے والے نے کان بند کرنے کا ارادہ کیا پھر فضول سمجھ کے ترک کر دیا۔ "ونّا کوا" ہوا اور مٹا گیا۔ تڑپا گیا۔ اللہ ان نیچے نشیبی سُرون کی بے پناہ مار سے بچا ے۔ کان بھی بند کرواتے ہین ناک بھی حقیقت یہ ہے کہ حقیقی عالم و فاضل نے حق علم و فضل ان سطور مین اچھی طرح ادا کر دیا لیکن اے رقاصہ کہین تو خفا نہ ہو جانا۔ ابھی تو ہین تیری محفل مین بار بار آنا ہے۔ تو اپنا گا ے جا اپنا بجاے جا اپنی بے سُری اُڑاے جا۔ اہل بزم کی ناک سڑاے جا اور دو کی جان کھاے جا۔ گا او مغنیۃ الالحان النشیبیہ گا۔

مضمون ہذا کا بقیہ حصہ۔ حرکات رقص سے متعلق ہے بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی چلنے سے

یہ فن جناب [illegible] عالم و فاضل جدت طراز مضمون صاحب کی گھٹی مین پڑ گیا ہے۔ اور حضرت نے فن رقص کے بارے مین خاصا کمال بہم پہونچایا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد نشیب مسترحم

عبارت مذکورہ میں اور بھی کئی اعتراض ہیں مثلاً حیوۃ کا املا بصورت "حیات" و غیر ذالک مگر ہم خوردہ گیری کے الزامات بچنے کے لیے اُن سے تعرض نہین کرتے۔ "مولانا" ہو کے "ناچ" پر اتنا لٹو ہونا اور اُسکی تعریف میں دفتر سیاہ کرنا پھر رقاصہ کی ستانہ اداؤن کا مقلد اپنے اندرونی و بیرونی اعضا کو بنالینا اور سرمحفل رقیبۂ عظمی ہو جانا ہی عبرت کے لیے بہت ہے۔

اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ ناچ رنگ کی صحبت سے اپنے بچون کو بچاتے تھے کہ مبادا انھین "ناچ نچی" کا مرض نہ ہو جائے۔ اب بھی ہمارے لکھنؤ کے بعض شرفا رنگیلے ہونے کے باوجود اپنے چھوٹون کے ساتھ ناچ کی محفل میں نہین بیٹھتے خود اُنھون نے اسکی وجہ بیان کی فرماتے ہیں کہ ناچ کی غرض و غایت

نوٹس لسنبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت سید علی عابد صاحب سب جج بہادر بارہ بنکی مقام بارہ بنکی

مقدمات خفیفہ مقدمہ نمبر ۱۲۰ سنہ ۱۹۲۶ء

چیت رام نابالغ ولد سیتارام بولایت سورج بلی چچا حقیقی قوم کورمی ساکن ٹپرا مزرعہ بیرا متو متھاری پرگنہ محمد پور ضلع بارہ بنکی سائل

بنام

رگھو بیر .... فریق ثانی

رگھو بیر ولد جودھی قوم کورمی ساکن کندھی پور پرگنہ دریاباد بنام تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی۔

ہرگاہ مسمی چیت رام نابالغ نے درخواست اس عدالت مین گزرانی ہے کہ سائل سیتارام ولد گرجا رستوگی کا قائم مقام بنا دیا جائے لہٰذا تم کو اطلاع دیجاتی ہو کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ بارہ ۱۲ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۶ء اس عدالت مین حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کروگے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری مین سماعت کی جائے گی۔

بتاریخ کیم مارچ سنہ ۱۹۲۶ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

وقت حاضری منصرم جج بارہ بنکی ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

ہیجان تو ہوتی ہے۔ ناچنے والی اپنے اعضا کی جنبش [illegible] کی ذوق ھا نظے تماشائی کی [illegible] قوتون کو اُبھارتی ہے اُسے ہاے اس بچیا عمر عمرہ سے ازلی خواہ سرا بھی اور کچھ نہین تو بذریعہ نگاہ سہی سو کوڑے کھلوانے والے گناہ پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ دیکھنے والے کی آنکھیں اُن اعضا پر جم بیٹھتی ہین۔ اگر ناچ کی محفل میں لڑکے میرے ساتھ ہون تو میرا اور لڑکون کا تار نظر ایک ہی نقطہ پر ہوگا۔ ایک ہی شے ہوگی جسپر ہر ایک ناظر اپنا اپنا فساد نیت صرف کرے گا۔ تو یہ ناچ کا ہے کو ہوا زنا کے محرمات کا دیباچہ ہوا۔

اب وہ زمانہ ہے کہ ایک "علامہ" کاغذی فرش پر قلم کی رقاصہ کا ناچ دکھا کے چھوٹے بڑے اپنے پرایے کو یہ اخلاقی کا سبق دینے میں ذرا بھی نہین جھینپتے۔

مضمون زیر بحث مین باحیا علامہ نے اپنے جیتا ہرنے ازرنے تھرتھرانے کانپنے جان بچا کر نکل جانے ٹٹنے نگاہ نیچی کرنے ڈرنے تڑپنے کی اور اپنی طبعی کمزوری نیز بودے پن کی شکایت ہے۔ اتنی کسر رہ گئی کہ دیکھ دیکھ اور رقاصہ دیکھ کہین ایسا نہو کہ بندہ مضمون نگار مرتعش کو تیری ان حرکتون سے حمام جانا پڑے۔ واللہ چار ہی پیسہ جیب میں ہیں حجام کو داڑھی مونڈنے کی اجرت دینی ہے تیل کھلی کے دام

کہاں سے لاؤں گا۔

لطف یہ کہ اخباری کاغذوں کے اڈیٹر علمی رسالوں کے مولف کمبخت ان ماخلاقیوں کا استقبال نعرہا ے تحسین کے ساتھ کرتے ہیں۔ قلم ٹوٹ گئے۔ زبانیں گونگی ہوگئیں ہمارا کام بداخلاقیوں کے انسداد و نکتہ چینی تک محدود ہے نئی کتاب نصیحت نامہ کی ہم نے تیار نہیں کی یہ واعظ و ناصح کا فرض ہے لہذا ہم تنبیہی اشارے پر اکتفا کرتے ہیں۔ آئندہ اس مضمون کے ادبی لطائف سے بحث کریں گے

راقم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کھیل بگاڑ

پرواز دماغی

واللہ حضرت انسان بھی عجیب چیز ہیں خدا نے بفراغت زندگی بسر کرنے کے سامان مہیا کر دیے ہیں۔ جسمانی صحت حاصل ہے۔ حکومت حاصل ہے عزت حاصل ہے۔ وفادار جورو ہے مطیع اولاد ہے سچے دوست ہیں ان سامانوں کے ہوتے ہوئے اگر کوئی بے وقوف فرصت کے اوقات میں یہ سوچنے بیٹھے کہ پہلے انڈا پیدا ہوا کہ مرغی۔ بیج پیدا ہوا کہ درخت تو یقیناً پاگل ہے کیا معنی کہ وہ علم بالکنہ کے درپے ہے جو فرشتوں کو بھی میسر نہیں۔

سر الیور لاج صاحب بھی اسی جستجو کے پیچھے ہیں اُنھیں فکر ہے کہ روح ایک جوہر ہے اس کا اتصال مادہ کے ساتھ کیونکر ہوتا ہے یہ کس طرح اپنی لطافت کا لحاظ و پاس کیے بغیر ایک گھنونے گندے کثیف تاریک جسم میں بیٹھ جاتی ہے۔ اسے حضرت یہ گتھی بڑے بڑوں کے سلجھائے نہ سلجھی خود پیمبروں نے اپنے خالق سے التجا کی کہ ذری مُردہ زندہ کرکے دکھا دے یہ تماشا دیکھ کے ہمارے دل کو ڈھارس ہوگی۔ اے اُسوقت نو انصیبن ہوتیں تو چیخ مار کے بھاگ جاتیں۔ لوگو وہ واس موے میں کوئی سا گیا۔ مگر پیمبروں کا دل مضبوط ہوتا ہے اُنھوں نے مُردہ جی اُٹھتے دیکھا اپنے پروردگار کا سجدہ کیا اُسکی قدرت کی عظمت دل میں دونی ہوئی لیکن اتصال روح و مادہ کا بھید پھر بھی نہ جان سکے۔ سر الیور لاج خود بھی لطیف روح او کثیف جسم کا مجموعہ ہیں جب تک ایک دفعہ روح کا مٹھو جسم کے پنجرے سے نکل نہ بھاگے انھیں اتنی بھی خبر نہیں ہوسکتی کہ روح و جسم کا تال میل ہے بھی یا نہیں۔ آخر مادئین اور نیچری بھی تو اسی دُھن میں لگے ہوے تھے۔ غوطہ لگایا اور بہت گہرے گئے مگر ہاتھ کیا لگا ندامت کے گھونگھے جہالت کی کوڑیاں آخر بیچارے اس بات پر جم بیٹھے کہ روح کوئی شے جسم سے علٰحدہ نہیں ہے بلکہ جس طرح کھاری اور ترش چیز کی آمیزش سے جھاگ پیدا ہوتا ہے اُسیں سے آواز نکلتے ہی بلبلے اُٹھتے ہیں اسیطرح ذرات و عناصر کی ترکیب کسی خاص انداز و ترتیب سے ایک چیز بنا دیتی ہے جس کا نام روح رکھ لیا ہے۔ بھئی واہ؟ کیا دور کی کوڑی لائے جانتے ہو کہ روح چڑیا نہیں جیسے کوئی پھٹکی میں بند کرکے دکھا دے گا۔ لاؤ انکار کر جاؤ۔ جو لوگ روح کے قائل ہیں بیچارے سٹ پٹا کے رہ جائینگے کچھ بنائے نہ بنے گی۔ ایک طرف تو انکار پہ انکار ہے دوسری جانب روح کے طرفدار ہیں اُنھوں نے روحوں سے روزانہ ملاقات کرنے کا ڈھچر نکالا۔ آج اسکی روح پکڑ بلائی کل اُسکی۔ میزیں اُچکتی ہیں۔ تاریکی میں آوازیں سُنائی دیتی ہیں۔ پوشیدہ اسرار ستے ہیں روح کے منکر لاکھ اصرار کرتے ہیں کہ بھائیوں لوگوں کے دماغ میں خلل ہے اور جو کچھ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ بھی وہم ہے اپنی فصدیں کھلواؤ ورنہ پاگل خانے کی ہوا کھانی پڑے گی مگر کون سنتا ہے۔ بڑی بڑی دکانیں روح سے آنکھ مچولا کھیلنے کی کھلی ہوئی ہیں۔ خدا کے فضل سے کام اچھا چل رہا ہے۔

سر الیور لاج ایک ایسے مقام کے رہنے والے ہیں جہاں انکار حقائق کی آندھی زور شور سے

اطلاعنامہ بنام مدعا علیہ نابالغ و ولی

بعدالت دیوانی سب ججی ہردوئی مقام ہردوئی اجلاس عالیجناب معلے القاب مولوی سید خورشید حسین صاحب بہادر جج ماتحت ہردوئی

مقدمہ نمبر ۳۴ سنہ ۱۹۲۵ء

شیو راج سنگھ وغیرہ ٹھاکر ساکنان موضع جاسو پرگنہ و تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی ۔۔۔۔۔۔ مدعیان

بنام

جھام سنگھ وغیرہ ۔۔۔۔۔۔ مدعا علیہم

بنام { ۱- گوبردھن سنگھ ولد سانول سنگھ ۲- بھیم سنگھ ولد بسرام سنگھ ۳- مسماۃ شیو دلاری دختر جھام سنگھ } ساکنان ٹڑاگاؤں پرگنہ تحصیل سندیلہ مدعا علیہا نابالغ

لے چندیکا سنگھ ولی گوبردھن سنگھ ۲ کوبیر سنگھ ولی بھیم سنگھ و جھام سنگھ ولی مسماۃ شیو دلاری ساکنان مذکور ولی قدرتی

ہرگاہ مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی نے ایک درخواست گذرانی ہے کہ مدعا علیہ نابالغ کا ایک ولی دوران مقدمہ مقرر کیا جائے لہذا تم نابالغ کو اور تم چندیکا سنگھ و کوبیر سنگھ و جھام سنگھ کو اسکی بذریعہ اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر تعمیل اطلاعنامہ ہذا سے ۱۸ اپریل ۱۹۲۵ء کے اندر ایک درخواست اس عدالت میں نسبت تمہارے یا تم گوبردھن سنگھ و بھیم سنگھ و مسماۃ شیو دلاری نابالغ کے کسی دوست کے ولی دوران مقدمہ مقرر کیے جانے کی نہ گذرانو گے تو عدالت کسی اور شخص کو نابالغ مذکور کا ولی واسطے اغراض مقدمہ کے مقرر کرے گی۔

نوٹ۔ اگر مسماۃ شیو دلاری نابالغہ کی جانب سے بتاریخ ۱۸ اپریل سنہ ۲۵ء بحیثیت ولی کوئی حاضر ہوکر پیروی نہ کریگا تو عدالت سید محمود الحق وکیل کو مسماۃ شیو دلاری کا ولی مقرر کردے گی۔

آج بتاریخ ۱۶ مارچ سنہ ۲۵ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی (مہر عدالت)

وقت حاضری بدفتر سب ججی ہردوئی ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۳ سنہ ۱۹۲۵ء

بعدالت دیوانی سب ججی ہردوئی مقام ہردوئی اجلاس عالیجناب معلے القاب مولوی سید خورشید حسین صاحب بہادر جج ماتحت ہردوئی۔

شیو راج سنگھ وغیرہ قوم ٹھاکر ساکنان جاسو پرگنہ و تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی ۔۔۔ مدعی

بنام

جھام سنگھ وغیرہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مدعا علیہم

{ ۱- جھام سنگھ ولد بھگونت سنگھ ۲- گوبردھن سنگھ نابالغ بولایت چندیکا سنگھ ۳- بھیم سنگھ نابالغ بولایت کوبیر سنگھ ۴- مسماۃ شیو دلاری نابالغہ بولایت جھام سنگھ } ساکنان ٹڑاگاؤں پرگنہ و تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی

۵- خلیل احمد ولد نبی ولی محمد ساکن قصبہ سندیلہ محلہ [illegible] ضلع ہردوئی۔

۶- رام جیاون ولد ماتھو پرشاد ولیش ساکن موضع رام پور پرگنہ دواس تحصیل حسن گنج ضلع اناؤ ۔۔۔۔۔۔۔ مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت دخلیابی اراضی کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ اپریل سنہ ۲۵ء بوقت دس بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کیجاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جنپر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع ہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۳ مارچ سنہ ۲۵ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

تنبیہ۔ اور حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۲۵ء تک گذرانو۔

(مہر عدالت)

وقت حاضری بدفتر سب ججی ہردوئی ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

چل چکی اور مدتوں چلتی رہی۔ ماں سے انکار باپ سے انکار مذہب سے انکار تاریخ سے انکار شکر ہے کہ اُنکے انکاری دماغ میں یہ بات سماگئی کہ روح موجود ہے اور وہ جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی ایک صورت و وضع رکھتی ہے یعنی انسان کی دو شکلیں ہوتی ہیں ایک روحانی شکل اور ایک عنصری شکل روحانی شکل اور عنصری شکل میں کوئی بڑا فرق نہیں صرف لطافت اور کثافت کا فرق ہے اس روحانی شکل میں بھی ویسے ہی اعضا اور جوارح ہوتے ہیں جیسے کہ عنصری شکل میں پائے جاتے ہیں۔ آنکھ ناک کان ہاتھ پاؤں ڈیل ڈول کسی چیز کی کمی نہیں روحانی شکل کا نام اُنھوں نے "پیکر اثیری" یعنی ایتھر سے بنی ہوئی تصویر رکھا ہے وہ ان دونوں شکلوں کو "جسم" سے تعبیر کرتے ہیں اچھا صاحب "جسم" ہی سہی مگر یہ مسئلہ نہ تو جدید ہے نہ خود حضرت کے دماغ سے نکلا ہے آج سے ہزاروں برس پہلے شرع اسکی توضیح کر چکی ہے۔

موت کے تذکرہ سے ہی گھبراتا ہے یہ بی صاحب ایک نہ ایک روز آکے ٹھسواو یا ئین گی ابھی سے انھیں کون یاد کرے۔ مگر کیا کیجیے کہ اس "پیکر اثیری" کا تعلق زیادہ تر بی نمرت خانم سے ہے یعنی جسم عنصری سے پیکر اثیری کا دوامی قطع تعلق ہی موت کے نام سے موسوم ہے۔ قطع تعلق کی مشق یعنی ریہرسل تو روز جاری رہتی ہے۔ پلک جھپکی اور پہونچے کہاں؟ قطب شمالی۔ کہاں سے؟ جی لکھنؤ والی محلہ کے ایک کثیف "مچھرستان" سے۔ یہ کیا تھا۔ اتنی مسافت کیونکر اتنی جلدی قطع ہوئی؟ ہم کیا جانیں ہم تو اپنے پلنگ پر پڑے ہوے اونگھ رہے ہیں۔ خر خر خٹ خٹ کی لایعنی آواز سے پاس بیٹھنے والے اُکتا گئے ہیں۔ آخر اُنھوں نے زور سے پلنگ میں ایک ٹھوکر لگائی اودھر دھکا لگا ہوا اُدھر ہم پھر پلنگ پر پہونچ گئے نہ قطب شمالی تھا نہ ہم وہاں تھے تو کیا یہ سب سامان ہمارے خیالات نے مہیا کیا تھا۔ یہ وہم ہے یا حقیقت ہے؟

حضرت احکمائے اشراق تو کہتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے۔ حواس میں صورت کسی شئے کی چھپی ہوئی یا کھدی ہوئی نہیں ہوتی۔ بھلا کھدی ہوئی یا چھپی ہوئی صورت بھی کہیں زائل ہوتی ہے؟ جو ایسا ہوتا تو پھر ہم کبھی کوئی بات نہ بھولتے۔ اتا جی روز سوتے وقت ناد علی اور آیۃ الکرسی پڑھ کے حصار باندھتی ہیں دونوں چیزیں انھیں برزبان یاد ہیں اُنھیں یقین ہے کہ جو کوئی ان دونوں کا ورد رکھے وہ ہر بلا سے محفوظ رہتا ہے۔ کل اتفاق سے بڑا سا ماموں (سانپ) نکلا اور انکی زیر پائی کے پاس کنڈلی مار کے بیٹھ رہا بس دیکھتے ہی گھگھی بندھ گئی ہزار ہزار یاد کرتی ہیں نہ ناد علی یاد آتی ہے نہ آیت الکرسی ذہن کی کرسی پر آکے بیٹھتی ہے۔ اگر یہ دونوں دل پر چھپی کھدی ہوتیں تو خوف نہیں خوف کا باپ بھی انھیں بھلا نہ سکتا بیچاری نے ذہن کا ہر ایک گوشہ ہر ایک کونا ڈھونڈھا مگر کھوئی ہوئی چیز نہ ملنا تھی نہ ملی۔ جھک مارتا ہے جو کہتا ہے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اہا خوب یاد آیا آئینہ میں جو شکل دکھائی دیتی ہے وہ بھی منقوش نہیں ہوتی وہ بھی چیز کے سامنے سے ہٹنے پر مٹ جاتی ہے خیر چھوڑو اس کو اور یہ دیکھو کہ جب اینجانب عالم رویا میں قطب شمالی کی سیر کر رہے تھے تو ہم نے دیکھا تھا کہ ایک شیر نے ہم پر حملہ کیا یہ شیر ایک غار میں تھا اسے آنکھوں نے دیکھا قوت مفکرہ نے ایک پھاڑ کھانے والے جانور کا ادراک کیا قوت حافظہ نے اُسکی صورت اور اُسکے خواص یاد دلائے کانوں نے اُسکی گرج سُنی قوت متخیلہ نے یہ سب کچھ دکھا دیا۔ یار و بتاؤ کہ بیداری کی حالت میں کیا ہوتا ہے؟ یہی یا اور کچھ۔ ظاہری حواس بھی اپنا کام کرتے رہے باطنی حواس بھی۔ خالی خولی قوت متخیلہ ہی اپنے کرتب نہیں دکھا رہی تھی۔ جاگنا اور سونا دونوں حقیقی ہیں تو ان حالتوں میں جو واقعات گزرتے ہیں اُن کا حقیقی ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں حالتیں حضرت انسان ہی پر طاری ہوتی ہیں۔ ایک کو حقیقی اور دوسری کو خیالی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ بنا برین ہمارے لیے کوئی چارہ باقی نہیں رہتا بجز اسکے کہ ہم دُہرا جسم والے بن جائیں۔ یعنے یہ مان لیں کہ ہم دو جسموں سے مرکب ہیں۔

خواب کی حالتیں ایک جسم سے دوسرا جسم عارضی طور پر جدا ہو جاتا ہے اس جسم کا نام پیکر اثیری رکھیے یا جسم مثالی (بلسان اہل حکمۃ و شرع) یہ جسم اثیری اپنی لطافت کی وجہ سے جسم عنصری پر فائق ہے اسکے خواص عجیب ہیں۔ مگر ہم اس محل پر انکی تفصیل نہ کریں گے پھر کبھی دکھایا جائے گا۔

سر الیور لاج کے پاس غالباً وہ ذخیرہ حکمت الٰہیہ کا موجود نہیں جو ہمارے پاس ہے ورنہ اُنھیں علم ہوتا کہ موت درحقیقت ایک ترقی کا نام ہے جو شخص عنصری زندگی میں اس ترقی سے کراہت رکھتا ہے اُسکی روح مضطرب رہتی ہے وہ گویا نعیم جاودانی کی لذت سے دور بھاگتا ہے مگر بھاگنا امکان میں نہیں اس پیکر لطیف کا دوامی انفصال پیکر کثیف سے ضرور ایک دن ہوگا۔ اسے قید سے رہائی کا دن سمجھنا چاہیے مرحوم انشاء اللہ خان کہتے ہیں ؎

درسنوب ہو گئے تم شیخ صاحب — ملینگے بہشت بریں میں اگر یہ
پڑے اڑتے پھر یگا بن کا لاتو — کبھی اس شجر پر کبھی اس شجر پر

مادیین کی عقل ماری گئی ہے وہ کہتے ہیں ایک ہی جگہ میں دو جسم کیونکر ٹھس گئے، تداخل اجسام تو محال ہے مگر یہ کہہ کے وہ خود ہی اپنے تجربیات کی دُم میں نمدا باندھتے ہیں کیا معنی کہ اس اعتراض سے وہ مسئلہ جذب و انجذاب کسر و انکسار اجزائے کیمیاوی کی بیخکنی کرتے ہیں۔ ان دونوں کی کیفیت باوجود مصاحب یکدگر ہونے کے متغائر ایک لطیف ہے دوسرا کثیف ہے ایک حال ہے دوسرا محل ہے کثافت میں لطافت بھری ہوئی ہے۔ ڈھول کے خول میں ہوا بھری ہوئی ہے۔ آئینہ میں سے پرتو نکلتا ہے یہ آخر کہاں تھا یہ بھی تو جسم رکھتا ہے۔ آخر متخیلہ صورتیں کس ملک میں بستی ہیں۔ کیا

سائمن

بندگان سرکاری

منفی یادداشت جلد اول

رخصتی تحفہ

غلامان خاص۔ "ہائے سائمن صاحب تم تو جاتے ہو ہمیں کیا دے چلے"

سر سائمن۔ "لو یہ گانجے کی کلی سر کرو اور سرور ہو۔ بالفعل تو یہی ہے آئندہ دیکھا جائے گا"

ذہن مین؟ واہ اتنا بڑا ہمالیہ پہاڑ اور ننھے سے ذہن مین گھس گیا۔ تو پھر اعیان مین موجود ہونگی؟ مگر اس حالت مین لازم ہے کہ صاحب حس سلیم کو نظر آئین۔ ان کو معدوم کہہ نہین سکتے وہ تو ایک شکل و وضع رکھتی ہین اُن مین ایک کی دوسرے سے تمیز کی جا سکتی ہے۔ محسوس ہین معقول نہین۔ ان صورتون مین یہ کلیہ ہرگز منطبق نہین ہوتا۔ کہ اگر ایک جسم دوسرے جسم مین داخل ہو تو جگہ زیادہ گھر جائے گی۔

فرض کرو کہ یہ دو ... مکعب ہین

اور یہ دو برابر کے کثیف جسم ہین ان مین سے ایک کا ہر گوشہ دوسرے گوشے مین پیوست ہونے پر دونی جگہ گھیرے گا مگر جب ایک کثیف ہے اور دوسرا لطیف ایک حال ہے دوسرا محل تو ایک کا دوسرے مین جذب ہونا اور زیادہ جگہ نہ لینا اُسی طرح ممکن ہے جس طرح پانی مین شکر گھل جاتی ہے اور پانی کا حجم بجائے خود نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

سر الیور لاج کے دماغ مین۔ مادیین کی بنائی ہوئی "ذرات کی کانفرنس" مع اس نظام خاص کے گھسی ہوئی ہے اس وجہ سے وہ چاہتے ہین کہ جسم اثیری کا جسم عنصری مین داخلہ اپنی آنکھون سے دیکھ لین۔ بھتیا الیور لاج! مادیین کی تیار کی ہوئی پتے کی عینک سے یہ کھیل سجھائی دے گا اسکے مشاہدہ کے واسطے سقراط کی آنکھین درکار ہین یا اُن گوشہ نشین خاصان خدا کی تعلیم جن کے بارے مین کہا گیا ہے:۔

ابدانُنا ارواحنا معلقۃ بالمحل الاعلیٰ

جن ارواح کا تعلق اُس کارخانے سے ہے جو اُس محل اعلےٰ و مقدس سے سروکار نہین رکھتا اور جس مین بے عقل و شعور ذرات خود بخود جیسی شکل اختیار کرنا چاہتے ہین اختیار کر لیتے ہین کسی سے پوچھتے گچھتے نہین۔ جنکی تالیف و ترتیب کے واسطے کسی جداگانہ محرک یا منظم کی ضرورت نہین وہ یہ کھیل بھلا کیونکر دیکھین اجی یہ کھیل اُس ہستی مطلق کا ہے جسکا دعوی ہے "کل شئی خلقنا ہ بقدر" جس نے اس خیاوس (عالم غیر مرتب) اور قسموس (عالم مرتب) کو پیدا کیا ہے۔ بھائی تلاش سے مُنھ نہ موڑو۔ خواب کی حالت پر غور کرو جسطرح یہ جسم اثیری لندن کی سیر مین مشغول تھا اور ایک دھماکا ہوتے ہی دفعۃً اپنے جسم عنصری سے ہم آغوش ہو گیا اُسی طرح ابتدائے امر مین آتما اپنے چھوٹے سے قالب مین داخل ہو گئی۔ اب تم بڈھے ہو سمجھدار ہو روزانہ خواب کی حالت تم پر طاری ہوتی ہے اور تم نہین سمجھتے کہ کیا ہوا تو بھلا مان کے پیٹ مین اس اتصال روح و مادہ کا قضیہ تمھاری سمجھ مین کیونکر آ سکتا ہے۔ تمھارے اس بیان پر بعض ناواقف ہندوستانی اخبار نویس متعجب ہین وہ سمجھتے ہین کہ تم نے بڑا پڑا اوڑ مارا بڑی دور کی کوڑی لائے مگر ہمارے نزدیک یہ ایک پرانی فرسودہ بات ہے جس پر صدہا کتابین لکھی جا چکین۔ کچھ دنون ہم سے سیکھو تو تمام اشتباہ یقین سے بدل جائے۔

ارے بھئی مابدولت و علم و اقبال و معرفت یعنی حضرت پنچ مدظلنا العالی بڑی چیز ہین غنیمت سمجھو۔ سیکھو پوچھو پیٹ سے نکل آنے کے بعد پیدائش کے بھیدون کا کھوج لگانا کیسا تھے ہی پر کیون نہ ٹوکا؟

داقم

فلاسفہ

انجمن عقد بیوگان سیتاپور

اس نام کی ایک انجمن مدت سے قائم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کام بھی کرتی ہے پہلے اس کے سکریٹری ہمارے دوست مسٹر سید محسن مرزا پرنسپل انٹرمیڈیٹ کالج کیمبل پور (پنجاب) تھے اب سید ریاست حسین صاحب جعفری ہین۔ ایک سہ سالہ رپورٹ اور دو پمفلٹ ہمارے پاس بھیجے گئے ہین کہ ہم اس بارے مین کچھ لکھین۔ ہندوستان کے مسلمان اپنی شرعی روش چھوڑنے کے بعد جب تک کسی قدر دولتمند تھے زیادہ بُرے نہ تھے جو سادہ روش مسلمانون کو شریعت نے سکھائی ہے وہ عسر و یسر دونون حالتون مین آسائش و راحت پہونچانے والی ہے بیوہ عورت اپنے شوہر کے انتخاب اور عقد کے باب میں ازروے شرع آزاد ہے یہان کا عرف و رواج تھا اسکا مخالف۔ رواج کے پنجے مین گردن پھنسی اور بے طرح پھنسی مال تال تھے نہین اور بیواؤن کا دھاڑا دُم مین نبدھا ہوا ہے نہ وہی بیچاریان خوش ہین نہ بیوہ پرور بزرگ خاندان صاحب۔ اگر گھر مین جو نبی جوسی فراغت سے میسر ہے تب بھی خوشحالی و اطمینان کی جنس مفقود۔ مانا کہ شادی طلب چہرہ خود دار ہے اندرونی رنج کی جھلک نمایان نہین ہونے دیتا مگر دیکھنے والون کا دل اتنا بھولا نہین ہو سکتا کہ کسی عزیزہ کی اُجڑی ہوئی مانگ دیکھ کے دلی ایذا کا اندازہ نہ کر سکتا ہو۔ ہر لحظہ کلیجون پر برچھیان لگتی ہین اور دیکھنے والے سہتے ہین۔ اسی خزان رسیدہ چمن کے نظارے مین زندگی دونون کی تیر ہوتی ہے۔ اور اگر گھر مین کمانے والے کے عوض طالی طولی فضل الٰہی جلوہ گر ہے تو پھر ان رانڈون کی ایذا حد سے بہت بڑھ جاتی ہے۔ ان پمفلٹون مین اس موضوع پر عمدہ مضامین درج ہین۔ لیکن ہمارے نزدیک عقد بیوگان سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ عقد ثانی کی تذلیل سے زن و مرد کی زبان باز رکھی جائے۔ اعزا رضامند ہون یا نہون جو بیوہ صبر نہین کر سکتی وہ پوشیدہ و ظاہر نکاح کر ہی لیتی ہے۔ ادھر اُسنے نکاح کیا اُدھر نگاہون سے گری۔ نگاہون سے گری اور دین دُنیا سے گئی۔ اول تو سہاگنین آمنا سامنا کرتی نہین اور جو سامنا ہو بھی گیا تو اللہ دے اور بندہ لے طعن و تشنیع کے وہ چھیٹرے پڑتے ہین کہ غریب کا سینہ چھلنی ہو جاتا ہے صحنک کے دسترخوان پر اُسکا گزر نہین ہو سکتا۔ اُسکے شوہر ثانی صاحب جزو خاندان نہین سمجھے جاتے۔ ان مصائب کے خیال سے بہت سی بیوائین عقد کی جرأت نہین کرتین اور وہ سمجھتی ہین کہ مقدر مین جو لکھا تھا پورا ہو گیا اب جتنے دن کی زندگی ہے اُسے تجرد مین تیر کر دو۔ بھلا دیکھیے تو سہی یہ شرعی اجازت یا حکم کی توہین و تذلیل

نہین تو اور کیا ہے۔ احکام شرع کا ادب نہ کرنے کے بعد مسلمان ہونے کا دعویٰ قابل قبول نہین ہے اس تذلیل کی ذمہ داری مردون کی بہ نسبت سہاگن عورتون پر زیادہ عاید ہوتی ہے جو اپنی یکہ بہادری پر تفاخر و ناز کرتے کرتے بیواؤن کی جان پر عذاب نازل کرتی رہتی ہین۔ اگر ان عورتون کی ذہنی اصلاح نہوئی تو ہم کوئی کوشش بکار آمد نہو گی۔ بہر حال دعا ہے کہ انجمن کے مساعی مین برکت ہو۔ مگر برکت بھی ”زر نقد می خواہد“ لہٰذا بعض اہل دل نصیحت نامے اپنے طرح سے چھپوا کے تقسیم کر رہے ہین۔ قوم متوجہ نہین پھر یہ بیوہ کا سہاگ کب تک ؟

اللہ بچائے اس قوم سے جو اپنے عمدہ شعار چھوڑ کے دوسرون کے بُرے رواجون پر گرویدہ رہتی ہے۔ اعتدال اور میانہ روی اسلام کا خاص ضابطہ ہے یہان ہر بات مین مبالغہ نظر آتا ہے پردہ ہوگا تو وہ گھر اکہ ہوا بھی بغیر پردہ پکارے گھر مین نہ آسکے۔ بے پردگی ہوگی تو ایسی کہ بیگم صاحب کو جڑنا ٹوپی یا جانگیا کنٹوپ پہنا کے صاحب بہادر تھیٹروں مین لے جائین گے۔ اور دوسترن کے ہاتھ مین ہاتھ دیکے ناچ نچوائین گے۔ اغیار قومی مصالح پر جان و مال قربان کرتے ہین اسکی پیروی ہماری قوم نہین کرتی ہاں دوسرون کی بُری باتون پر گرویدہ رہتی ہے ایسی حالت مین برکت کی دعا ! فقط

مثل مشہور ہے ”اللہ میان اپنے۔۔۔۔ کو خشکا کھلاتے ہین“ اسکا تجربہ ان انگریزون کو خوب ہو چکا جو ہندوستان مین براج رہے ہین۔

سائمن صاحب خشکا نوش فرما کے چلتے ہوے۔ اب بھائی بٹلر صاحب ریاستون مین خشکا کھاتے پھرتے ہین چند روز اُدھر آپ حیدر آباد دکن نیا مین خشکا اُڑا رہے تھے اب آپ علمت زار

بھی شریک تھے۔ کہنے لگے کہ شکر خدا کا سبحان اللہ نے بھی پھریری لی۔ اس مذہب کی بہت سی باتین امریکہ والون کو مرغوب ہین۔ ہان بھائی یہ نہ کہتے تو کیا کہتے۔ مذہب پسند کے قابل ہے تو بسم اللہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔ اینک شتاؤ شکلا جاریہ مگر دوست یہ تو کچھ کھسیانی ہنسی ہے۔ وقف حسین آباد مین ایک متولی کی جگہ خالی ہوئی ہے
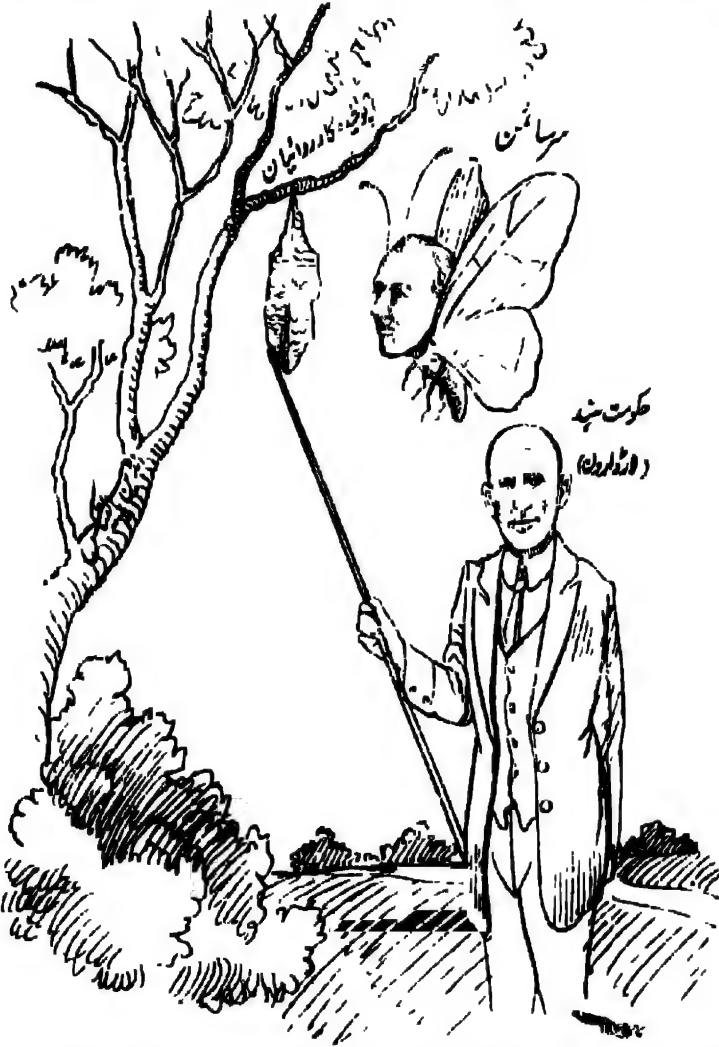
”اے بی تتلی تم جیسا انڈا چھوڑے جاتی ہو ویسا ہی بچہ ہوگا۔ کیڑا اندر ہی اندر پر پرزے نکال رہا ہے“
(لارڈ ارون کا جواب اور سر سائمن کا پیام ۳۱ مارچ ۱۹۲۸ء)

کشمیر جنت نظیر مین بجنسہ زعفران اور مشک بو خشکا چر رہے ہین۔ جاڑے بھی ضرور ہوگی کیا معنی کہ یہ ایک مسکن اور دافع ہیجان چیز ہے۔ اور دودھ مل گیا تو واہ پھر تو قوت بھی پیدا ہوگی۔ حکومت نے ان کے واسطے ایسا بے نظیر کام انتخاب کیا ہے کہ سائمن صاحب کو رشک ہوا ہوگا۔

بی طربائی کی خدمت ہوئی۔ تقریب مین ایک امریکن صاحب

محمد علیشاہ مرحوم کی اولاد مین سے معلوم نہین کتنے آدمیون نے تقرر کی درخواست دی۔ اُمید وارون مین ہمین ممتاز قدر نواب صفدر علی مرزا بی اے کا نام باعتبار حسب و نسب زیادہ مرجح نظر آتا ہے۔ موصوف ایک نوجوان گریجویٹ ہونے کے علاوہ کافی آمدنی بھی رکھتے ہین۔ مگر خدا کی عنایت سے لکھنؤ کے اوقاف مین خدائی کو دخل دینے کا حق نہین لہٰذا جسے پیا چاہین وہی سہاگن“

المختصرات

غریب۔ کے نام سے ایک ہفتہ وار ہندی پرچہ نکلا ہے۔ مقام اشاعت لکھنؤ شریف ہے جہان سست اور کاہل لوگ آباد ہین۔

ہماری عادت ہے بے جانی بوجھی چیز سے تعرض نہین کرتے مگر مقصد معلوم ہو گیا کہ غریب مزدورون کی حمایت مقصود ہے۔ یہ مسئلہ دنیا مین روح الوقت ہے لہٰذا بجز تحسین کے چارہ ہی کیا ہے۔ مرحبا جزاک اللہ۔ کوئی ہندی پڑھا ہوا مل گیا تو مضمون کیا جائے گا۔ بابو پریاگ داس بھارگو بی اے اسکے ایڈیٹر ہین۔

شاعری جزو لیست از پیغمبری

لکھنؤ کے مشہور قدیم الکلام خوش گو شیوا بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی المسمی بحضرت رشید مع انتخاب مرثیہ رباعی و قصیدہ و غزل و سلام وغیرہ مولفہ سید آغا شہر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ایک موزوں فرد تھے قیمت علاوہ محصول ۱۲ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ

(۱) اودھ پنچ ۱۹۲۵ء کی چند مکمل جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں شائقین جلد طلب کریں قیمت فی جلد للعہ علاوہ محصول ڈاک

(۲) جلد ۱۹۲۴ء کے ۱۰ نمبر ان نمبروں میں انشا پردازی کے بہترین نمونے موجود ہیں اچھے اچھے مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہئے فی جلد للعہ علاوہ محصول ڈاک۔ اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

سیاحت ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی کا

منظوم سفر نامۂ عراق

عجب عجیب نظم ہے ہنسیے اور شاعری کے خاص نمونہ سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۶ ۔ ٹکٹ بھیجو یا وی پی آرڈر بھیجئے

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

شرائط ایجنسی

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے اختتام پر پرچہ کی روانگی موقوف کر دیجائیگی

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

علاوہ خاص حالتوں کے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب مین انسے نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرلینے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصہ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف حیوٰۃ" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کرسکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ الخیر شرالسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروا لین۔ دام ودرم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر بنا دمند منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف" جیونتی کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پُشتی مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳

نمبر ۱۳

مضامین

۱۰ اپریل ۱۹۲۸ء

بگاڑستان

نمبر ۳
"رقاصہ"

ایک عرب کی ناچنے والی سے کسی نے پوچھا "تمھارے ہاتھ مین کونسی صنعت ہے" یعنی تمھارا ذریعۂ رزق کیا ہے اُس نے جواب دیا "ہاتھ مین تو کوئی صنعت نہین مگر پاؤن مین ہے" مصنف رقاصہ کا قلم بھی اگر چاہے تو یہی اشارہ کرسکتا ہے۔ خصوصاً اس مضمون مین یہی صنعت ہے۔ نغمہ کا بیان گذشتہ نمبر مین ہوا۔ یہان سے ناچ کا فن شروع ہوتا ہے یارو دل سنبھالو "پری نغمہ زُخ دیو درکرشمہ و ناز"

گاتی ہون بجاتی ہون سدا کام ہے یہ
آفاق مین...... پری نام ہے یہ

فرماتے ہین:۔

"جب تو گردن مین ذرا خم دے کر ایک خاص ادا سے حجاب اپنے جوان چہرہ پہ صرف ایک رخسار کا گھونگھٹ کرلیتی ہے اس حال مین کہ گھونگھٹ کے کنارے کو تیرے نازک ہاتھ کی صرف دو حنائی انگلیاں تانے رکھتی ہین تو مین چاہتا ہون کہ اس پردۂ عریان سے اپنی جان بچا کر کہین نکل جاؤن لیکن نہین نکل سکتا دیکھتا ہون اور تباہ ہوتا ہون"

اس گت کا نام "لکھنوا گھونگھٹ گت" ہے مگر لکھنؤ والے ہین ناقدرے انھون نے ناچنا بھی چھوڑ دیا اور ناچ کے رموز بھی دل سے نکال پھینکے۔ اس فن کے عارف کامل دو چار ہی تھے مگر وہ سب بچارے حضرت مصنف "گھونگھٹ کر گئے" اور دونوں رخساروں کے "گھونگھٹ کر گئے" یا یون کہیے کہ "جان بچا کر نکل گئے اور دیکھتے دیکھتے تباہ ہو گئے" اب رمز شناسی معرفت اور قدردانی ... حضرت مصنف کے دم قدم اور دم قلم سے قائم ہے۔ کیا معنی کہ رقاصہ گھونگھٹ کرتی ہے اور حضرت نہ نکل سکتے ہین نہ پیچھا چھڑا سکتے ہین۔ ایک رخسار کے گھونگھٹ کرنے میں تو یہ حال ہوا اگر کہیں دونون گھونگھٹ کر کے مکمل پردۂ عریان کا کیا مارتی تو کیا گذرتی؟۔

گھونگھٹ کرنا۔ جوان چہرہ۔ پردۂ عریان۔ جدت طرازی ہے اور جان بچا کر نکلنے کی کوشش حقیقی علم و فضل ہے۔ بخیال تطویل ہم پوری عبارت تحریر نہیں کرتے جا بجا جدت طرازی اور حقیقی علم و فضل کے عمدہ اور لطیف ثبوت زندہ دل ناظرین کی خدمت مین عرض کرتے ہیں۔ مثلاً

(۱) "فرش پر تیرتی ہوئی چلتی معلوم ہوتی ہے" تثنیون کی ایک قسم ہے جسے "کبوتری" کہتے ہین۔ کبوتری دانہ بدتول کے بعد تیرتی ہے۔ جدت طرازی یہ ہے کہ حضرت نے انسان کے ساتھ بھی "تیرنے" کی نسبت دی۔ حقیقی علم و فضل کی عینک سے تیرنے کا پُر لطف تماشا دکھایا۔ غرضون فرغون۔

(۲) "صرف ہتھیلیون کے تصادم سے تالیان بجاتی ہے"

عجب کمال ہے عموماً لوگ "ناک" کے ارتعاش سے تالیان بجاتے ہین۔ یہ کمبخت ہتھیلیوں کے تصادم سے تالیاں بجاتی ہے۔

(۳) "تال و سم" فارسی کا واو عطف جامع جدت طرازی و علم و فضل حقیقی ہے۔

(۴) "ساز کے تال و سم کے ساتھ تیری بوٹی بوٹی پھڑکنے لگتی ہے تو مین بھی اپنے اعضا مین جنبش محسوس کرتا ہون اور بےاختیار یہ چاہنے لگتا ہون کہ مین بھی تیرے ساتھ رقص کرنے لگوں"

لیجیے صاحب وہی عارضہ پیدا ہوا جس کا ڈر تھا۔ ناچ تھی شروع ہوئی مگر حسب معمول اس فقرے کے بعد اپنی بیچارگی کا اعتراف نہین معلوم ہوتا ہے کہ اس "ناچنے لگنے" پر قدرت ہے جب تو "نفی اختیار" نہین فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ "مین سکنے نہین لگا" مین نہیں ٹھہر کا۔ اور اس خیال سے نہیں ٹھہرا کہ اہل بزم اپنے دل مین کیا کہیں گے۔ رقص مرتعشانہ رلیش مخلوق "العجب کل العجب" جنبش مرقصانہ علامہ مفتریا ترقیص جنبشانہ تفسیر خرامان۔

(۵) "اپنے چرائے ہوئے بدن۔ کھنچی ہوئی گردن ...... سے ادا کرتی ...... تو چلی جا کہ اس وقت وہ ساری شرارتین اور عبارتین مجھ مین عود کرآتی ہین جن سے میرے شباب کی ترکیب ہوئی ہے"

کیمیا گر کہتے ہین ؎

شہد سہاگا گھی موئی دھات کا جی

یعنی ان تین چیزون کا مرکب کشتہ کو زندہ کردیتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کشتۂ شرارت شباب و اکسیر عبارت حضرت مضمون نگار کے جلانے (عود کرنے) کا نسخہ یون مرتب ہو سکتا ہے چرایا ہوا بدن۔ کھنچی ہوئی گردن۔ بل کھائے ہوئی کمر۔ محبت آلود نگاہ۔ شرم آگین چتون۔ زیر نقاب چہرہ مساوی الوزن کوٹ پیس کے پھانکین اور سو رہین مگر یہ نسخہ ناقص العمل ہے جب تک طبلے کی گمک۔ مجیرے کی کھنک۔ کرکولے کی چھنک مٹک۔ کنگنے کی کڑک گھنگھرون کی جھنکار۔ چرائے ہوئے بدن کی شستکار۔ آب روئے شرم و حیا مین بھگو کے استعمال نہو مشکل ہے کہ شباب کے مُردہ عناصر پھر ہری لے کے جاگین۔

(۶) "تیری نزاکت کی طرف سے اپنے اندر ایک سخت خیال دشمنی پاتا ہون"

"اندر" بھی کیا خوب اور پھر "سخت خیال دشمنی" کی ترکیب تو سبحان اللہ خیال کی سختی خدا کرے اندر نہ چبھے۔ جدت طرازی

(۷) "وہ شراب جو ابھی ابھی تیری لانبی سیاہ پلکون کی آغوش مین سو رہی تھی"

شراب سوتی ہے اور اسکی خوابگاہ لانبی سیاہ پلک ہے۔ حقیقی علم و فضل

(۸) "اپنی جوانی کا وہ نشہ جو میرے بستر کی شکنون پر ہر شخص کو میسر آسکتا ہے مجھ پر نہ ڈال"

نشہ بھی "گابھ" ہے کہ بستر پہ یا تھان پہ کچا ڈال دیا جاتا ہے۔ جدت طرازی۔

(۹) "جھل مل ہونا"

یہ ڈھلمل کی سوتیلی بہن ہے عوام کہتے ہیں جھلملانا مگر حقیقی علم و فضل جھلمل ہو جانا ہے کہیے

حاشیہ خدا رحم کرے علاج کیجیے۔ بیماری مہلک ہے مجلسی مذاق آنے کا ایک قصہ ہمین یاد ہے۔ سُنتے ہین کہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ مین کوئی ظریف مضحک حکایات کے نقل و ذکر مین شہرت رکھتا تھا ایک روز خلیفہ نے اُس سے کہا کہ آج اگر تو نے مجھے نہ ہنسایا تو جان کی خیر نہین۔ غریب نے اپنی کُل کائنات صرف کردی دن بھر یکے بعد دیگرے افسانہ کہتا رہا۔ اعضا و جوارح کے مضحک حرکات سے اثر ڈالتا رہا مگر خلیفہ کے ہونٹوں پر شکن بھی نہ پڑی۔ ساری قوت ختم ہوئی جلاد وعدہ پورا کرنے بڑھا۔ موت نے آنکھین دکھائین۔ اجل سامنے آ کھڑی ہوئی۔ نقال صاحب نے دل مین کہا "کمبخت مروا ہی ڈالے گا" مگر کہا تھا دل مین نکل گیا زبان سے۔ "ابے تو کیا مروا ہی ڈالے گا" اب یہی کا کلمہ تھا۔ بس اتنا سُنتے ہی خلیفہ مارے ہنسی کے لوٹ گیا بے ادبانہ اور گستاخانہ لہجہ بھی ناگوار ہوا۔ غریب اودھ پنچ آپ کو کہاں پائے جو بے ادبی کے ارتکاب سے دل گرفتگی کا علاج کرے۔

متن :- بلکہ موت کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر گئی۔

حاشیہ :- دیکھیے پیارا نہ کیجیے گا۔ ارے توبہ یا اللہ

"ہم تیرے ہیں مرنے کو بہتیرے ہین"

نصیر الدین حیدر بادشاہ قدسیہ محل پر عاشق تھے قدسیہ محل مر گئین بادشاہ نے اس غم میں سارے دربار کو سیاہ پوشی کا حکم دیا خود بھی سیاہ لباس زیب تن فرمایا۔ دربار بھر بھالوؤں کی کانفرنس ہو گیا۔ کپڑے نہ آج اُترتے ہین نہ کل۔ لٹنا ہی ارادہ بھی معنی نہ رہا اعلان ہوا کہ ما بدولت اب تمام عمر اسی لباس مین رہین گے۔ مگر جو تھے بود کا پا پلٹ گئی۔ ایک تار روپیہ ماتی پُر خاک۔ ہائین بیگم کی حرکتیں دیکھین شب کو خواب مین ما بدولت سے کہتی تھین تم بھی یہین چلے آؤ۔ ہونہ ایہ ہماری محبت اور یہ اُن کی بدخواہی؟ بس خبردار آج سے اُن کا نام بھی کوئی نہ لے۔ صاحب مین باز آیا ایسے نخرے سے۔ اے حضرت ہم دعا کرینگے کہ جناب الی یوم الوقت المعلوم زندہ رہیں۔ موت کی بھیانک تصویر کبھی نہ دیکھین آمین!

آپ تو خیر مگر دوسرے اہل فہم خیال کرتے ہین کہ مضمون :- ماعنی پرواز۔ انسانی زندگی سے متعلق ہے موت کا تذکرہ ضمناً ہے۔ سرالیور لاج بیچارے اس فکر میں دُبلے ہو گئے کہ آخر عنصری جسم مین روح کیونکر بھوت ہو کے جھٹ جاتی ہے ہم نے یہ تماشا اپنی آنکھون سے نہ دیکھا دراصل یہ ہے ایک خبط۔ اس طرح کا مشاہدہ امکان عقلی سے خارج ہے۔ تمثیلاً راقم مضمون نے جسم اثیری کے عارضی دوامی انفصال کا تماشا پیش کیا ہے کہ الحاق و اتصال کی حالت مین تم بچے تھے بے شعور تھے ایک قدرتی غلاف کے اندر تھے اب بڑے ہو عالم ہو گئے علم ہوا انفصال کی تفصیل سمجھنے کی کوشش کرو تو شاید الحاق و اتصال کی مہم بھی سر ہو جائے۔ سمجھنے والے کے واسطے یہ ایک عالمانہ ظرافت ہے۔ آپ ناحق ڈر گئے۔

متن۔ موت کے تذکرہ سے دل گرفتگی حادث ہوتی ہے۔

آل انڈیا مشاعرہ

سکندرہ راؤ
۱۹۲۸ء۔

جناب والا۔ سلام و نیاز۔ رائے قرار پائی ہے کہ امسال سکندرہ راؤ کے آٹھویں سالانہ مشاعرہ کو آل انڈیا مشاعرہ بنا دیا جائے۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰ اپریل ۱۹۲۸ء کی درمیانی شب تاریخ مشاعرہ قرار پائی ہے ۸ بجے شب سے مشاعرہ کا آغاز ہوگا امید کہ جناب والا ضرور شریک مشاعرہ ہون گے اور اپنے کلام معجز بیان سے سامعین کو محظوظ فرما کر ہمین متشکر فرمائیں گے۔

ملک سلیمان با ہمہ حشمت نظر اور را مدوش

طرح اُردو۔ نظر آتے ہیں خون کے داغ جو دیوار زندان پر
قافیہ۔ بیابان وغیرہ ردیف۔ پر

طرح فارسی۔ تاب زنجیر ندارد دل دیوانۂ ما
قافیہ۔ ویرانہ وغیرہ۔ ردیف۔ ما

نوٹ۔ سیاسی مضامین کی جھلک کسی صورت مین بھی نظر نہ آنی چاہیے۔ کسی پر چوٹ کرنا یا طنزیہ کسی کے خلاف کچھ لکھنا یا کوئی ایسی بات کرنا جس سے کسی دوسرے کی دل آزاری ہو کسی حال مین جائز نہ ہوگا۔

المکلف

خان صاحب محمد یوسف علی خان اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم و چیرمین میونسپل بورڈ۔ رائے صاحب لالہ خوب لال۔ اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم و اسپیشل مجسٹریٹ۔ آغا نعمت اللہ خان آنریری مجسٹریٹ۔ بابو ہرش چند آنریری مجسٹریٹ۔ شیخ سراج الحق ممبر میونسپل بورڈ۔ محمد یوسف یوسفی تلمیذ جناب نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم۔

حاشیہ :- خداوند نعمت دل لگی بازی کے آگے موت بھی دل لگی ہے۔ اگرچہ اُس کا حدوث اور عروض انسان کے اختیار مین نہین۔

متن - ہم نے اودھ پنچ کا وہ زمانہ دیکھا ہے کہ ہاتھ مین آتے ہی انسان پیٹ پکڑ کے لوٹنے لگتا تھا۔

حاشیہ :- بجا ہے دشمن مرگی میں مبتلا تو نہ تھے؟

اچھا یہ تو بتائیے اُسوقت عمر شریف کیا تھی؟ اگر عمر شریف اتنی ہی تھی جتنی آج ہے تو ہمیں مجبوراً تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور کا مزاج درست نہیں سلب ماہیت یا قلب ماہیت کا علاج ہونا چاہیے۔

شیئان عجیبان ہما ابرد امن تیخ
شیخ یتصبیٰ و صبیٰ یتشیخ

بوڑھا بالا تھے اور بالا بوڑھی بوڑھی باتین کرے گو اسکے معنی یہ ہین کہ انتظام عالم پر برف گر گئی۔ گویا گرمی جاتی رہی۔ آپ کی وہی مثل ہے کہ ایک شخص چلے جاتے تھے راہ مین کسی نے پوچھا حضرت آپ کا سن کیا ہے کہنے لگے پچاس برس کا۔ سائل نے کہا دس برس اُس طرف بھی جناب نے یہی سن بتایا تھا!

اجلاس جناب منشی محمد عبد الصمد صاحب سب کلکٹر درجہ دوم تحصیل بلہور ضلع کانپور

نوٹس حسب دفعہ ۱۰ فقرہ ۲ ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۲۶ء

۲۱۹

موضع ٹکٹولی پرگنہ بلہور ضلع کانپور

سا ۔ ۔ درگا نرائن شکھ فہلنائرائن بنام مسماۃ گنیشی کنور عرف کوشلیا کنور مسماۃ گنیشی کنور عرف کوشلیا کنور بیوہ مہراج سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع ٹکٹولی پرگنہ بلہور مدعا علیہا کاشتکار۔

ہرگاہ تمھارے ذمہ حسب مندرجہ ذیل لگان باقی ہے جو اب تک ادا نہین ہوا ہے لہذا تم کو چاہیے کہ اندر میعاد تیس (۳۰) یوم کے تاریخ پہونچنے نوٹس ہذا سے مطالبہ عدالت تحصیل دار صاحب بلہور مین ادا کردو اگر تم کو باستثنا زر تقابا کے کوئی عذر ہو تو عدالت مذکورہ بالا مین اپنا عذر میعاد مقررہ کے داخل کردو۔

نام موضع ٹکٹولی
نمبران کاشت ۲۴۰ ۷
رقبہ ۔۔

لگان سالانہ	نام سنہ	وصول	باقی	سود	خرچہ کل مطالبہ
[illegible]	۱۳۳۴	۰	[illegible]	۶	[illegible]
[illegible]	فصلین ۱۳۳۴	-	[illegible]	۲ ۱	[illegible]
[illegible]			[illegible]	[illegible]	[illegible]

دستخط حاکم بخط انگریزی
تاریخ پیشی ۲۳ر اپریل ۱۹۲۸ء

بولے یہ ہاں میرا قاعدہ ہے جہاں رہتا ہوں دس برس سے کم نہیں رہتا۔ اب دس سال تک یہاں ہی کے شہر میں قیام کروں گا۔ دوسری حکایت اس سے زیادہ لطیف ہے ایک بڑے میاں نے کسی جوان سے پوچھا نام خدا اب کیا عمر ہے۔ کہنے لگے بیس برس مگر خیال ہے کہ اٹھارہ اور انیس برس کی عمر ہو گی یہ نہیں تو سترھویں سال میں کوئی کلام نہیں لیکن میری اناجی کہتی ہیں کہ ابھی پندرھواں بھر کے سولھواں شروع ہوا ہے اناجی کا قول اماں جان تسلیم نہیں فرماتیں وہ تیرہ برس پر بھی ہوئی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ میری بڑی بہن سیزدہ سالہ ہے اور میں اُس سے دو برس چھوٹا ہوں۔ پس میں گیارہ سال قبل از ہی گیارہ سال کا تھا اور ابھی گیارہ سال تک گیارھویں برس میں رہنے کا ارادہ ہے۔ بڑے میاں نے لپک کے ان کا منھ بھینچ لیا کہ آواز نہ نکلنے پائی۔ انھوں نے بڑی مشکل سے رہائی پائی اور پوچھا کہ یہ کیا نامعقول حرکت ہے۔ بڑے میاں نے جواب دیا صاحبزادے تم بہت پیچھے ہٹ رہے تھے میں ڈرا کہ کہیں پھر کیڑا .... بن کے اُسی غار میں نہ جا پڑو جس سے نکلے تھے اور نہا بچے پر ہاتھ پاؤں مارنے لگو۔ میں تمھارا گھر بھی نہیں جانتا کہ تمھیں اناجی تک پہونچا دوں۔ تو خداوند نعمت آپ لاکھ سینگ تڑا کے بچھیروں میں داخل ہوں وہ شگفتگی کھیلتی عمر جو ذرا سی بات میں بچپن کر دیتی تھی میسر نہیں آ سکتی۔

کوئی مضحک واقعہ اودھ پنچ میں درج ہوتا ہے تو دیکھنے والوں کو اب بھی اگلا سا لطف حاصل ہوتا ہے بڈھے مسکراتے ہیں جوان قہقہہ لگاتے ہیں تو مرے پیٹ پکڑ کے لوٹ جاتے ہیں۔ اخلاق و آداب و فن ادب کی اصلاح اور ملکی مسائل حق طلبی میں کوئی ننگا ہو کے ناچتا نہیں جو حضور کو ہنسی آئے۔ مضحک واقعات روزمرہ حادث نہیں ہوتے ہمارے لیے یہی بہت ہے کہ دلکش طرز سے ضروری مطالب ادا کرتے رہیں۔ یہ مضبوط اور محنت سے لکھے ہوئے مضامین شگفتہ بیں صرف اودھ پنچ کو میسر آتے ہیں اور اُسی کا حصہ ہیں جس دن کوئی شگفتہ طرز ہو اپنے عمدہ مضامین ہم پہونچائے گا اُس دن ہم سجدہ کر کے کہیں گے کہ بارالہا تو نے ملکی مذاق اپنے رحم و کرم سے درست کر دیا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ یہ مکابرہ نہیں نعمتِ باری کا تذکرہ ہے۔ سمجھے۔

متن: "بہرحال معاف کیجیے گا ایسے روح فرسا مضامین سے مجھے نفرت ہے۔ اگر عنوان یہی ہے تو بندہ مطالعہ سے درگزرا"

حاشیہ: دیکھیے بس ہیں ہیں سے اختلاف ہے ؂

غصہ سہا ادا سہی چین جبیں سہی
سب کچھ سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

معلوم ہوتا ہے کہ جناب کو کسی نے بھڑکا دیا وجد علی شاہ مرحوم نے اپنی کتاب "بنی" میں میاں فتا کا حال لکھا ہے کہ میاں فتا اپنے دوست کے یہاں مہمان گئے دوست نے مرغ پلاؤ پراٹھے قورمے کا اہتمام کیا بی گھر بسی نے دیکھا کہ میان نے مدت کے بعد فیاضی کی باگیں دکھائی۔ ماشاءاللہ ہمارے نام پر تو میاں آبائی ماش کی دال سے آگے نہ بڑھے اس اکلوتے کے لیے یہ سامان رہ گو جا موئے فتا۔ میاں سے کہنے لگیں اے بازار سے بالائی تو لا دو۔ وہ گئے بالائی لینے۔ بی بی مہمان کے پاس بیٹھی تھیں خود بخود ہذیان بکنے لگیں۔ "خدا کی مار اس موذی پر کیسا خبطی ہے روز ایک مہمان پکڑ لاتا ہے پہلے تو مزے دار کھانا کھلاتا ہے پھر بٹے سے منھ کچل دیتا ہے" مہمان نے جو متواتر یہ آواز سنی۔ جان لے کے بھاگے۔ صاحب خانہ گھر میں آئے دیکھا تو میاں فتا کا پتا نہیں بی بی سے حال دریافت کیا اُنھوں نے منھ پھلا کے کہا۔ مجھ سے سِل کا بٹا مانگتے تھے میں نے دیا نہیں بس وہ ناراض ہو کے چلے گئے۔ اے ابھی ابھی تو گئے ہیں جاؤ منا لاؤ۔ میاں، بٹا لے کے تعاقب میں دوڑے آگے آگے میاں فتا پیچھے پیچھے یہ۔ فتا نے پلٹ کے دیکھا بٹا آ رہا ہے اور بگٹٹ بھاگنا شروع کیا۔ لاکھ صاحب خانہ غل مچاتے رہے۔ "اجی میاں فتا قربان گیا تھا بٹا۔ یہ حاضر ہے لیتے جاؤ۔ بٹے کے لیے نہ بگڑو" مگر وہ کس کی سنتے ہیں۔ گھر میں بھی گئے تو ڈیوڑھی کی زنجیر اندر سے چڑھا لی۔ غرض بی بی نے کل سامان و موت و جمعی سے نوش کیا۔ حضور سے بھی التماس ہے کہ بٹے کے لیے خفا نہوں"

پولیٹیکل جمناسٹک

"دم سادھنے کا کھیل"

کیبنٹ:— اے شاباش کھلاڑی۔

اردن:— ہان میری جان - تو وہان تمن یہان - قلابازی برابر ہے۔

ورنہ دوسرے اس خوان نعمت سے مستفید ہو گئے اور جناب والا حرمان کی کالی صورت دیکھین گے قربان کیا تماشا ہے۔ زیادہ کیا لکھون۔ آپ کی خطا نہین اُن قلم حرامون کا قصور ہے جنھون نے مُلکی مذاق بگاڑا اور جن کی آجکل کثرت ہے۔

نامۂ عطوفت منطق آرا بیگم

بجواب نصیحت نامہ لارڈ اروِن

لاٹ صاحب بمثل مشہور ہے؎

ہر کسے ناصح برائے دیگران
ناصح خود یافتم کم در جہان

تمھاری گشتی چٹھی جو تم نے (لڈے کے ملوک زادون یعنی والیان) ریاست کے نام لکھی ہے بندی نے ملاحظہ فرمائی۔ مہاراجہ بیکانیر نے بھی کچھ اسی قسم کی نصیحتین اپنے بھائی بندون کو حال ہی مین کی تھین اب معلوم نہین کہ تم دونون مین شاگرد کون ہے اور اُستاد کون مگر دونون کی گفتگو ایک دوسرے سے اسقدر ملتی جلتی ہے جیسے دو مُنھ اور ایک زبان۔ ایک اچھی بات دو کے مُنھ سے نکلی تو اسمین کوئی بُرائی نہیں خوب ہوا کہ دو آدمی ہم زبان ہو گئے۔ مہاراجہ بیکانیر کی ریاست کا حال تو زیادہ معلوم نہین کہ کس عنوان سے حکمرانی کرتے ہین اور جو صلاح اُنھون نے دوسری ریاستون کو دی ہے خود اُس پر کہان تک عمل کرتے ہین۔ افواہاً سُنا ہے کہ آدمی معقول ہین۔ دوسرون سے کچھ کہا ہے تو پہلے خود بھی اپنی اصلاح کی ہوگی۔ اے ہان مین بیچاری چار دیواری مین بیٹھنے والی کیا جانون کہ بیکانیر مین کیا ہوتا ہے بڑی بُرائی یہ کہ وہان اونٹ بہت ہوتے ہین اتنی سی بات معلوم ہوئی تو کیا نہ معلوم ہوئی تو کیا۔ اونٹ کم ہوتے ہین تو میری بلا سے۔ ان جس جگہ میں رہتی ہون اسکا حال کچھ اخباری کاغذون سے کچھ اپنے نواب کی زبان سے اچھی طرح سُنا ہے۔ تمھاری نصیحتین کوئی زمانے بھر سے عجوبہ نہین ہین۔ اخلاق کی کتابون مین جھوٹون ڈکرون جھگڑون ایسی نصیحتیں موجود ہین۔ بڑے بوڑھون کی زبانی سُنا ہے کہ نصیحت اُسی مُنھ سے بھلی معلوم ہوتی ہے جو خود اُس عیب سے پاک ہو۔ میرے نواب کو دیکھو خود ہین بدنظر سے اور چاہتے ہین کہ لڑکے ہر وقت مصلّے پر بیٹھے قرآن پڑھا کرین غیر عورت کو نظر بھر کے نہ دیکھین۔ ننھی ننھی جانون پر تاکید ہے کہ جھوٹ نہ بولا کرو مگر جب خود دوسرے محل مین جاتے ہین اور کوئی لڑکا دیکھ لیتا ہے تو اُس سے کہتے ہین خبردار اپنی مان سے نہ کہنا کہ ابا کہان ہین اور جو پوچھین تو کہنا ہم نہین جانتے۔ بھلا ایسی نصیحت کیا خاک اثر کرے گی لڑکے بھی وہی سیکھین گے جو باپ کو کرتے دیکھین گے۔

تم نے ریاستون کو جو سبق دیا ہے وہ بہت اچھا ہے مگر دیکھو سچی بات کا بُرا نہ ماننا ذری غور کرکے دیکھو تمھاری عملداری مین یہ نئی کتاب نصیحت نامہ کی کہان تک پڑھی پڑھائی جاتی ہے زیادہ طول کون دے بندی ایک ہی بات کہتی ہے۔

تمھارا قول ہے کہ ریاستون مین رعایا کی ترقی کے وسائل پیدا کیے جائین راجا اور پرجا کے حق اپنی اپنی حد پر مقرر ہون۔ قانون رعایا کی مرضی اور منشے پر بنے۔ میری بوڑھی آنکھون نے آجتک "ترقی کے وسائل" نہین دیکھے۔ یہ ایک پہیلی ہے۔ آخر بتاؤ ترقی کے معنی کیا ہین یہی نہ کہ دولت زیادہ ہو رعایا امن چین سے رہے کھانے پینے کی چیزین سستی ہون بھک منگون کی اُمت گھٹے۔ رئیس رعایا کا خیر خواہ ہو۔ رعایا رئیس کی عاشق۔ ملک مین بدامنی ہونے نہ پائے۔ یا اور کچھ؟ مین دیکھتی ہون کہ دولت بڑھی مگر وہ کہان ہے؟ گھرون مین تو خاک اُڑتی ہے۔ ہان درآمد برآمد کے رجسٹرون پر اربون کی رقم ہندسون مین لکھی ہوئی ہے۔ دولت کی برکت اُڑ گئی۔ رعایا کے امن چین کا یہ حال ہے کہ ہر گھر مین پھوٹ ہر محلہ مین نفاق ہر شہر مین دنگا کلکل شے۔ ڈاکے پڑتے ہین چوریان ہوتی ہین۔ فوجداری کچہری مین جو بھیڑ بھڑکا آج نظر آتا ہے کبھی ہم لے کاہے کو دیکھا تھا! اگر کمپنی بان دراز مس میو کی یہ منطق صحیح ہے کہ مردمی کی قوت کے اشتہار گلی گلی نظر آتے ہین اسلیے ہندوستان کے تمام مردون کو ہیجڑا سمجھنا چاہیے تو میری یہ منطق بھی صحیح ہے کہ فوجداری کچہریون مین

دیو محافظ سرحدہائے ہند (فوجی مصارف)

انڈیا جان

"فراخی دہن"

میخانۂ جگر مین یہان خاک بھی نہین
خمیازہ کھینچے ہے بت بیداد فن ہنوز

"ہائے اس موئے غار کا کیا ٹھکانا ہے۔ اسے کون بھر سکتا ہے"

"آ..... آ..... کو..... آ..... کھاؤں"

اتنی بھیڑ اس بات کی دلیل ہے کہ رعایا چین سے نہیں ہے۔ اگلے زمانہ میں جو واردات کبھی کبھار ہوتی تھیں آج وہ روزمرہ کا معمول ہو گئی ہیں پولیس کے گشت اور گردن کی تعداد پر سطے بڑھائی جاتی ہے۔

کھانے پینے کی بدحالی کا حال بالکل عیان ہے۔ غریب مزدور محنت کرتے کرتے تھکے جاتے ہیں اور اپنے بال بچوں کا پیٹ نہیں بھر سکتے۔ ذری گلیوں میں نکل کے جھونپڑوں کی سیر کرو تو عقدہ کھلے کہ سو میں ایک کی ملاسبت سے بھی ایسا گھر نہ ملے گا جسے دونوں وقت فراغت سے غذا ممکن ہوتی ہو۔ اگلے زمانہ کے بھک منگے موٹے تازے فنگے تھے بھیک مانگتے تھے تو جہالت اپاہج پن اور آبائی پیشہ کے نباہ کی وجہ سے۔ کھانے پینے کی افراط تھی جنھیں خدا نے دیا تھا وہ ان کا پیٹ بھر دیتے تھے۔ اب جو بھیک مانگتے ہیں وہ سچ مچ فاقوں مرتے ہیں سوکھے لقات ہیں ہڈیاں پسلیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ان کا شمار ہزار چند بڑھ گیا ہے۔

روزگار نہیں ہے مزدوری میں برکت نہیں ہے کوئی سونڈی کا مارا بیکار جب یہ کہتا ہے کہ انھیں مفت خوری کی عادت ہے تو میرا جی چاہتا ہے اسکا منھ نوچ لوں۔

بھئی دیکھو لاٹ صاحب اب میں تم سے پوچھتی ہوں کہ آج تک سیکڑوں لاٹ صاحب آئے ان میں سے کون انکی طرف جھکا۔ آئے مفت کی تنخواہ لی اپنے نام کی نئی سڑکیں نکالیں نئی نئی شہری عمارتیں

بنوائیں دعوتیں اڑائیں۔ رئیسوں کے گھروں میں جاکے انھیں زیربار کیا پنشن لی اور چلتے ہوئے۔ کیا پچھڑوں میں جوتوں سے رشوت لی جاتی ہے۔ کیا یہ ترقی کا وسیلہ ہے؟ کوئی مظلوم فریاد نہیں کرسکتا جب تک اسکی جیب بھری پڑی نہو۔ کیا یہ ترقی کا وسیلہ ہے؟ یہ سچ ہے کہ ریاستوں میں ہڑبونگ ہے انھیں نصیحت کرنی چاہیے مگر یہ نصیحت چھپ چھپاتے کی جاتی تو اچھا تھا تمھاری عملداری میں رہنے والوں کو یہ اعتراض تو نہوتا کہ اپ دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور اپنی حکومت کے قاعدے قانون پر نگاہ نہیں ڈالتے غریب ریاستیں اتنا جھمیلا کہاں سے لائیں کہ تمھارے منھ آئیں۔ منھ کی کھائی ہو تو زبان کھولیں۔ فرض کرو کہ رعایا کی مرضی کے مطابق قانون بنا۔ ریاست کے بجٹ میں مہانوں کی چکھیوں کی مد میں رکھی گئی تم یا تمھارے ساتھیوں میں سے کوئی ناخواندہ مہمان جان پر تعین ہو گیا۔ "ہم آئے ہیں ایک بات کہنی ہے" "اے حضرت آپ کیوں آئے ہیں وہیں سے جو کچھ کہنا ہے کہہ دیجیے" "نہیں ہم کان ہی میں بات کہیں گے" "لاحول ولاقوۃ۔ حضرت تین سال سے ریاست میں قحط پڑا ہوا ہے پانی کا ایک قطرہ نہیں برسا۔ رعایا میں تمھارا آپ کی مہمانداری کا نہیں۔ خزانے میں ایک پائی نہیں" "مگر ہم تو آ گئے ہیں"

باقی آئندہ

لاف

منطق آمانوا

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ"

۱۹۰۵ء میں شہزادہ نصراللہ خان یورپ کی سیر دیکھنے تشریف لیگئے رسوم دعامی دعوتیں ہوئیں آپ کے ہمراہی کچھ اس غضب کا معدہ ساتھ لیتے گئے تھے کہ چاندی کے چھری کانٹے بھی لقمہ کر جاتے تھے ایک آدھ مرتبہ یہ مصیبت نازل ہوتی تو بات مٹ جاتی جب ہر ایک دعوت میں یہی واقعہ ہوا تو

دبی زبان سے ہوٹل والوں نے پوچھا: "خان چھری کانٹا کون کھا گیا" خان نے جواب دیا "یہ ہمارے ملک کی رسم ہے چمچہ کانٹا چھری کھانے والے کا حق ہے۔" اس ناشکاری حق پر ولایتی غباروں کا قدموں نے آسمان سر پہ اٹھا لیا۔ کابلی وحشی۔ کابلی چور۔ کابلی نامہذب۔ انکی دعوت ایشیائی طرز پر کی جائے تو بہتر ہے۔ مٹی کے ظروف لکھنؤ سے منگا کے طباق اور سفالی پیالے۔

آج کابل کے ظل اللہ اپنی خوش قلات ملکہ کے ساتھ ہوا کھاتے پھرتے ہیں یہ تو معلوم نہیں کہ انکے ہمراہیوں نے اپنا قدیمی حق چمچہ خوری اب کے بھی وصول کیا یا نہیں مگر ملکہ صاحبہ کی تصویر مختلف اخبار میں ہم نے دیکھی اور سمجھ گئے کہ چھری کانٹے حاصل کرنے کے عوض کابل نے یورپ سے تہذیب کا درس ضرور لیا۔

ایران سے پردہ اٹھ چکا۔ ترکوں میں پردہ جرم عظیم ہے افغانی پردہ خشکی تک قائم رہا جہاز پر قدم رکھتے ہی مقنع کا بند کھلا نقاب سمندر میں جا گری تہذیب کی اعلے علامت بے پردگی ہے حضور اور حضور کی ملکہ ہیں اسلام پناہ مسلمان ملک ہمیشہ سے اپنے بادشاہوں کے مقلد خاص ہیں بس عنقریب ہندوستان بھی پردے کو جھک کے سلام کرے گا۔

ڈاکٹر ضیاء الدین عازم بھاگ نگر

پرانی مثل ہے "ہارے تو چلے نان پارے" مگر اب ہار کی خفت یورپ جانے سے مٹتی ہے۔ جو کوئی ہارتا ہے یورپ کی سیڑھیاں بھرتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ضیاء الدین مسلم یونیورسٹی کو نقصان پہونچانے کے بعد خفیف ہوئے تو دامن گرمان کے یورپ جانے کی دل میں ٹھانی۔ سنتے ہیں کہ آپ پہلے حج کریں گے پھر لندن کا طواف مطلب ثواب سے ہے چاہے کعبے جائیں یا ہائڈ پارک۔ سمندر سے واپسی کے بعد انشاءاللہ غبار چہرۂ ملال صاف ہو جائے گا اور نامۂ عمل میں کوئی داغ باقی نہ رہے گا۔

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کے تیار کردہ تیر بہدف ادویہ

حلوائے مغز کنجشک

اسچہ در ماہی سقنقور است
نصف آن در دماغ عصفور است

اعضاء رئیسہ و اعصاب کو طاقت پہونچانے میں اور عینی مثانہ معدہ و جگر کو طاقت عظیم پیدا کرتا ہے۔ قوت مردمی کی نایاب دوا ہے جسکی تعریف حد توصیف سے باہر ہے ایک جلیل القدر طبیب کا قول اوپر کے شعر میں نظم کیا گیا ہے اگر ماہی سقنقور کے بعد دنیا میں کوئی دوا ہے تو یہی ممسک ہے۔ مغلظ ہے۔ سرعت و رقت کے مرض کو دور کرتی ہے

قیمت فی بکس
۲۰ خوراک (ستے)

ماء العنبری دو آتشہ خاص الخاص

یہ ماء اللحم نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے یہ نسخہ جسکی بلیاے ہندوستان میں شہرت ہے پہلے صرف راجگان و والیان ملک کے لیے تیار ہوتا تھا اب دواخانہ نے خاص طور پر تیار کیا ہے تاکہ عوام الناس کو بھی نفع پہونچے نہایت قیمتی اور نادر ادویات سے مثل مشک عنبر تازہ میووں کے افشردوں سے تیار کیا گیا ہے مقوی اعضاء رئیسہ ہاضم طعام رنگ رخسار سرخ و سفید کرنے والا۔ کمزوری کو دور کرنے والا کاسر ریاح بواسیر میں مفید۔ گردہ و مثانہ کو تقویت بخشنے والا ہے قوت مردمی کو بڑھانے والا اور ممسک ہے رقت و سرعت وغیرہ کو دور کرتا ہے۔

فی بوتل پانچروپیہ (صہ)
تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس پیمانہ مفت

طلائے مسیحی

اعصاب کی تقویت میں منظیر ہے گئی ہوئی طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی رگیں خراب ہوگئی ہوں انکے واسطے حکم اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ میں اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسوں کی اُمید کو بر لاتا ہے اور معمولی شکایتوں میں تو وہ اثر دکھاتا ہے اور ایسی طاقت بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

قیمت فی شیشی
آٹھ روپیہ (عٹے)

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت و توانائی پیدا کرنے کی نایاب دوا ہے جسکا مثل و نظیر ملنا مشکل ہے قوت مردمی کے اضافہ کرنے میں منظیر ہے خون کو بڑھاتی اور حرارت اصلی میں ہیجان پیدا کرتی ہے جریان و حرارت و رقت۔ بدخوابی کی کثرت کو دور کرتی ہے مایوسوں اور ناامیدوں کی اُمید کو بر لاتی ہے بڈھوں کو لطف شباب جوانوں کی طاقت میں تیزی پیدا کرتی ہے آجتک سیکڑوں نامراد اور برسوں کے مایوس العلاج اس سے صحت یاب ہو چکے ہیں۔ اگر باقاعدہ طریقہ پر پوری مدت تک استعمال کی جائے تو قوت امساک میں بھی خاصی افزونی ہو

قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع محصولڈاک پانچروپیہ (صہ)

هر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطبا سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار ہے

فرمائش کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے — مینیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ — فہرست کلاں مفت طلب فرمائیے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب سید منظر علی صاحب بی اے، ایڈیٹر اخبار المشیر تحریر فرماتے تھے کہ آج فیصدی ۹۶ اشخاص عینک کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں جائے شکر ہے کہ حکیم سید نتھے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک سے بے نیاز کر دینے کی سعی فرمائی ہے ہم مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہیں کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اُٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس سرمہ کی صرف دو سلائیوں میں قدرت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بہت کم میں نہیں اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بیحد مفید ہے قیمت فی شیشی عہ سلائی مفت۔
تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

المشتہر
حکیم سید نتھے نواب بیت الشفاء گیا (بہار)

پری مہک تیل

دماغ کی راحت اور قوت کا ذمہ دار ہے خوشبودار ہے چکنا نہیں بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے سرٹیفکٹ دیئے ہیں طالبعلم اور دماغی کام کرنے والے اسکے فوائد کا اقرار کرتے ہیں۔ سردرد اور نزلہ کے مریض بار ہا آزما چکے ہیں گنج اور بالخورہ کا حکمی علاج ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ بارہ شیشی کی قیمت عـ۱۰ نمونہ کی شیشی قیمت ۳ر محصول ذمہ خریدار۔
کاٹ کی ہنڈیا ایک ہی مرتبہ چڑھتی ہے دروغ کو فروغ نہیں۔
منگائیے اور آزمائش کیجیے
تجارت پیشہ حضرات خط و کتابت سے طے کر لیں

المشتہر
مختار احمد بیٹری مرچنٹ موجد

پری مہک تیل آگرہ گماٹ کھدان اجگانگ پور سی پی ای آر کیو

نوٹ! ہمارے کارخانہ میں نہایت عمدہ اور خوش ذائقہ ہر قسم کی بیڑی تیار ہوتی ہے قیمت فی ہزار عہ محصول ذمہ خریدار

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو — قے۔ دست۔ سنگرہنی۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ دمہ۔ پیٹ کے درد قولنج۔ انفلوئنزا اور چھاتی کے امراض کیلئے خوشذائقہ دوا ہے جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا اثر کرتے ہیں۔ قیمت ۸ر میں سب جگہ بکتا ہے۔

دد گج کیسری — یعنی داد کو بلا جلن کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت ۴ر

بال سدھا — بچوں کی کمزوری کو دور کر کے بدن کو مضبوط فربہ اور دیر پتلا بنانیوالی میٹھی دوا قیمت ۱۲ر ڈاک خرچ علیحدہ لگیگا۔

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی
سول ایجنٹ اندرچند لکھنؤ
ہمارے یہاں کے سول ایجنٹ ایف مرزا اینڈ سنس کھجوا لکھنؤ

سچا ہمدم و دلی دوست

جب آپ کی طبیعت ناساز ہو بدہضمی قبضیت جریان احتلام اور خون کی خرابی و کمی سے زندگی بیزار ہو گئی ہو دل کمزور ہو گیا ہو ایسی حالت میں سچے ہمدم کا کام آتنک نگرہ گولیاں ہی دینگی دل کو مضبوط بنا کر دلی دوست ہونے کا ثبوت دیں گی ایک دفعہ ضرور تجربہ کریں قیمت فی ڈبیہ عہ ۵ ڈبیاں چار روپیہ (للعہ)

ویدیہ شاستری جام نگر کاٹھیاوار
ایجنٹ اندرچند اینڈ کو چوک لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۲۷-۱۹۲۶ء

اُردو کو زندہ کرنے والے دل کو تازہ کرنے والے سیاسی ادبی اخلاقی مضامین اور کارٹونوں کا مجموعہ خزانہ کتب میں محفوظ رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد ستے مع محصول۔

المشتہر: مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اُنکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا و نیز ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ ر فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 783

OUDH PUNCH

جلد سیزدہم ۱۹۲۸ء

LUCKNOW 1928 WEEKLY

जिलद नः १३

ہفتہ وار باتصویر ظریف

MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES.

क़ीमत पेशगी	
सालाना	५
छमाही	३
तिमाही	२

قیمت پیشگی	
سالانہ	صہ
ششماہی	سے
سہ ماہی	عا

M.B KHAN ARTIST

ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک اڈیٹر چھپکر شائع ہوا

DOGAWAN LUCKNOW

قیمت فی پرچہ ۲ر

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا عطر حنا خاص ترکیب سے بنتا ہے

منیجر کی نہایت ضروری عرض

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ بالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیاز مند منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۱۴

مضامین

۱۰-۱۴ اپریل ۱۹۲۸ء

ٹھیک جو بات ہو وہ آپ بتائیں ہم کو
ایک شعلہ سے بھی ممکن ہے چراغان ہونا

حلال غوامض معانی و کشاف رموز نکتہ دانی

جناب مولانا پنچ دام فیوضہ

بندۂ درگاہ کی شبانہ روز یہی دعا رہتی ہے کہ آپ شائقین علم کی دلچسپیوں کے لیے یون ہی ہمیشہ تخت ظرافت پر جلوہ افروز رہ کے گم گشتگان جادۂ ادب کی رہنمائی کے فرائض بعنوان احسن انجام دیتے رہیں۔

ہمارے ضلع فرخ آباد سے فرخ و عجیب نامی دو جرائد ہفتہ وار شائع ہوا کرتے ہیں......ان دونوں کے درمیان شعر مندرجۂ تحت کے متعلق ایک عرصہ سے گرما گرم بحث چھڑی ہوئی ہے جو ختم ہونے کے بجائے شیطان کی آنت کی طرح روز بروز بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ ہر فریق اس کوشش میں مصروف ہے کہ اُسکی بات رہے اور اس کا حریف اس لفظی محاربہ میں ہاری مانے خصوصیجیہ

کشتگان سوز غم کو شمع تربت کیا ضرور
داغ دل سے شعلہ جب نکلا چراغان ہو گیا

معترض کہتا ہے کہ ایک شعلہ سے چراغان ہونا ممکن نہیں اور مجیب یعنی مصنف شعر نظائر و دلائل سے اپنے شاعرانہ خیال کی تائید کرکے اعتراض کو مسترد کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ گتھی کچھ اسطرح اُلجھ گئی ہے کہ جسکا سُلجھنا آپ کے ناخن عقل کی معاونت کے بغیر آسان نہیں۔ پس جب تک آپ یا آپ کے نکتہ رس ناظرین اس باب میں اظہار خیال نہ فرمائینگے فریقین اور انکے رفقا کی تسلی ہونا دشوار ہے۔ شعر گوئی اور شعر فہمی دونوں مشکل باتیں ہیں۔

لیکن حکما کا قول ہے کہ ؎

شعر گفتن گرچہ دُر سفتن بود
لیک فہمیدن بہ از گفتن بود

ان تمام مشکلات کا لحاظ فرما کے اعتراض متذکرہ صدر کی بابتہ آپ اپنا فیصلہ ناطق جلد صادر فرمایئے تاکہ اس بحث کا خاتمہ بالخیر ہو جائے اور جانبین کے مابین تلخ تحریرون کی نوبت نہ آئے۔ مجھے آپ کی علم پروری و اُردو نوازی سے اُمید قوی ہے کہ آپ ازراہ عنایت میری عرض کے متعلق خامہ فرسائی کی تکلیف گوارا فرما کے طرفین کے علاوہ مجھے اور اس بحث میں دلچسپی لینے والے دیگر حضرات کو ممنون منت فرمائینگے۔ زیادہ نیاز۔

راقم شیر سنگھ شمیم گوروی

پنچ۔ حضرت سچ پوچھیے تو فرخ صاحب کا خیال بھی صحیح ہے اور مجیب صاحب بھی حق پر ہیں۔ "چراغان" کا عام مفہوم یہ ہے کہ مقام متعدد چراغوں سے آراستہ ہو جس طرح لاٹ صاحب کے آنے کی خوشی میں اودھ کے تعلقدار دل کھول کے اپنی دولت کا تماشا دکھاتے ہیں۔ لیکن اہل زبان کبھی کبھی اس مفہوم کی پروا نہیں فرماتے ایک ہی چراغ کی روشنی پر "چراغان" کا اطلاق درست سمجھتے ہیں "چراغان" سے مطلب محض روشنی ہے چاہے ایک چراغ کی ہو۔ سفرنامۂ سیفی مطبوعہ ایران میں سیف اللہ بہبہانی نے "چراغان" سے چراغ جلنے کا وقت مراد لیا ہے ایک دوست سے جھٹپٹے وقت ملنے کا وعدہ تھا اس محل پر لکھتے ہیں "چراغان نرسیدہ بود کہ بخانہ اش رفتم یعنی چند دقیقہ پیش از وقت"۔ اس عبارت سے بھی دو لڑنے جھگڑنے والے اپنے اپنے مطلب و دعوے کے موافق کام لے سکتے ہیں اگر ایک بزرگ فرمائیں کہ متعدد چراغوں کا مفہوم فحوائی اس عبارت سے ہویدا ہے تو گنجائش موجود ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے صاحب کہیں کہ مقصود ایک ہی لیمپ یا چراغ ہے جو گھر میں جلتا ہے تو بھی وسعت میں تنگی نہیں ہوتی۔

"چون چراغانِ شب مہتاب بیجا سوختیم"

میں چراغ شب مہتاب ہی مراد ہے چراغان میں الف اور نون جمع کا نہیں ہے۔ اگر دونوں کی تسکین نہوئی تو پھر دونوں کی حمایت میں سند پیش کی جائے گی۔ بہرحال ایسا اندھیر نہو تو بہتر ہے کہ ایک لغوی بحث کا انجام لغو گوئی ہو۔ اور یہی دل میں ٹھنی ہے تو چراغ بجھا کے لڑیں تاکہ ایک کو دوسرے سے شکایت نہو۔ زیادہ زیادہ۔

کاروان

حضرت پنچ۔ گزشتہ ایام میں روزانہ الکشف کی ایک تاریخ پر چند سطرین شائع ہوئی تھیں۔ رنگون وہ مقام ہے جہاں اُردو کا نام سُننا ہی بہت غنیمت ہے چہ جائے کہ روزانہ یا ہفتہ وار پرچے کی اشاعت۔ اُردو کی "مامتا" کے باعث بقول بد نصیبین کے الکشف کی صورت دیکھتے ہی پیٹ میں گھبلیں پھرنے لگتی تھی وہ بند ہو گیا تو بہت دل کڑھا گویا کوکھ اُجڑ گئی۔ اب ایک ہفتہ وار۔ بنام "کاروان" نکلا ہے۔ ہمارے ارمان کاروان سے بھی اُسیطرح وابستہ ہیں جس طرح "الکشف" سے تھے۔ خدا کرے کاروان کا سفر ہمیشہ جاری رہے اسے راہزنوں سے سابقہ نہ پڑے۔ جرس کی جھنکار رہے رہتی دُنیا تک۔ ہم تو خوش ہونے والوں میں ہیں ہمارے دل میں کاروان کی طرف سے مطلق غبار نہیں۔ البتہ اُن لوگوں سے شکایت ہے جو محنت کیے بغیر خواہ مخواہ اُردو کو زٹل قافیوں کا مخزن بنا رہے ہیں۔ یار د بغیر شاعری کے صدہا آدمی اسوقت زندہ ہیں انکی توانائی میں رتی بھر فرق نہیں آتا پھر تم کیوں یہ سمجھتے ہو کہ "اگر تخلص نہ ہوا شعر نہ کہا تو زندگی کس کام کی"

ملاحظہ ہو حضور کی طبیعت داری۔ واللہ ایک شعر بھی وزن و بحر کا احسان مند ہو تو سمجھیے کہ ساری محنت برباد ہوئی۔ ہاں ایک بات ہے ہمارے شاعر صاحب ڈراما بھی لکھتے ہیں عموماً ڈرامے کی نظمیں گانے کے لیے ہوتی ہیں اور گنٹری کے

ہچکولوں سے جہاں کہیں وزن میں جھول ہوتا ہے ایک طرح پورا کر لیتے ہیں اس طریقہ پر اگر کوئی صاحب عمل فرمائیں تو دوسری بات ہے۔

ایک لطف اور بھی ہے شاعر نے پوری نظم ایک ہی بحر میں نہیں کہی ہے پوری نظم یا قطعہ ایک ہی بحر میں کہنا پرانے شاعروں کا دستور ہے حال کی تہذیب ایک ہی بحر کے باپ کی نوکر نہیں تمام بحور ایک ہی دنیا میں ہیں تو ایک ہی نظم میں مختلف و متفرق بحریں کیوں نہوں بعض جگہ ایک ہی شعر میں کئی وزن ہو گئے ہیں۔ اللہ رے استادی۔

صبح بہار

لو عطر بار آئی صبح بہار آئی
ہونے نثار آئی ہر غنچۂ گلشن پر
ہمراہ نسیم سحری شبنم کی سرد ہری
پوشاک گہری گہری ڈالی ہے گلبدن پر
چلا ماہ سوئے عزلت تاروں کا وقت رخصت
کھلی آسمان کی رنگت ہوئی روشنی زمین پر
کیا دلفریب منظر دشت و جبل منور
اور کہکشاں کا لشکر آمادہ صف شکن پر
معشوق زلیخا ہے حسن ید بیضا ہے
یا طور کا جلوہ ہے آفاق کے صحن پر
باد صبا میں تیزی کیا بوے مشک بیزی
قدرت کی دل آویزی اس وقت معین پر

اک حالت وجدانہ کیڑوں کا گنگنانا
وہ طائروں کا گانا ہر شاخ و نشیمن پر
فکر سے کہیں ہوتے ہیں کچھ پلوں میں رو گئے ہیں
بیٹھے ہوئے ہیں کوئی فرش زمین پر
ہر دکانہ بنفشہ کلیوں کا سرخ کا لر
لگی موتیوں کی جھالر ہر نخل کے دامن پر
وہ کھلکھلا کے ہنسنا گردش میں ہے پیمانہ
غنچہ چلا مستانہ اب لوٹ کی گردن پر
ہر محو ذکر باری شاخوں پہ وجد طاری
تسبیح خدا جاری ہر سرو یاسمن پر
دو خاور زریں پہ نکلا لیے اک ساغر
کیے دو جہاں منور آکر در مسکن پر
انوار پہ سرگوشی یہ لطف ہم آغوشی
اللہ یہ مدہوشی اے دل ابھی ان بن پر

راقم ----
م - م - م

نامہ عطوفت منطوق آرا بیگم
بجواب نصیحت نامہ لارڈ ارون

نمبر ۲

(تتمہ ۷ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء)

ہاں تو سنو صاحب۔ بن بلائے پرائے گھر جانے اور میزبان کی جان تک چٹ کر جانے کی رسم پرانی ہے " ہم آتے ہیں ہم آتے ہیں" کہتے کہتے آخر مہمان صاحب وندناتے ہوئے نازل ہو ہی گئے۔ روشنی کی ٹٹیوں اور آتش بازی کے ٹھاٹھوں میں اسٹیشن سے لے کے قیام گاہ تک بھلی چنگی رقم صرف ہوئی۔ ریاست کا انتظام تو آئی اب بیچارہ رئیس ہے مجبور بھر ڈر کے مارے جان سولی پر ہے کہ عزیز مہمان ہے ناک چڑھا نکتہ رس باز جو کہیں خدانخواستہ چاے پانی میں کسی خاطر مدارات میں کوتاہی ہوئی تو الٹی آنتیں گلے پڑیں گی۔ قرض لو اور بھرنا بھرو۔ قرض نہیں تو گھر کی لیا پونجی گرو میں گانٹھ کرو۔ یہ نہیں تو پھر غریب رعایا کا گھر موسو ٹیکس لگاؤ ٹیکس کا آئینی طریقہ ہر قسم کی فضول خرچی کی سیر ہے سلامتی ہے انتظامی عملداریوں میں بھی جاری ہے ایک شخص انتظامی جلس میں جھوٹ موٹ کے بہانے کرتا دل سے گڑھی ہوئی مصیبتوں کا رونا روتا۔ آنسو بہاتا ہے اور دوسرے ممبر رونے والے کی صورت دیکھ کے بسورنے لگتے ہیں بس قانون پاس ہو جاتا ہے قانون پاس ہوا ٹیکس وصول ہونے لگا جلیبی مفت خوروں کے گھروں میں گھی کے چراغ جل گئے۔ مثال کے طور پر فرض کرو کسی حاکم کو شیطان نے انگلی دکھائی دل میں اس بات کا ملولا ہوا کہ ہائے ہائے آج تک ہندوستان کے جنگلی درختوں کا حال دریافت نہ ہوا۔ کتنے قسم کے درخت ہوتے ہیں۔ افسوس حکومت کے سفید دامن پر یہ بڑا سا کالا داغ ہے ہم مہذب حکومتوں کو کیا منہ دکھائینگے۔ ہندوستانی تو ہوتے ہی ہیں بھولے بھالے انھوں نے کسی بڑے بُڈھے کو یہ کہہ کے پھانس لیا " ول راجہ صاحب آپ جانتا انڈیا میں کتنے کیسم کا ڈرکھت (قسم) (درخت) ہوگا۔ اور ایم ساری بڑا گفلٹ ہوا بلایت میں (افسوس) (غفلت) (ولایت) مسٹر وڈ فارسٹر کیسم کیسم کا ڈرکھت جانتا۔ انڈیا (قسم) سویلائزڈ نا ہیں۔ راجہ صاحب اُس وقت سن کے پی گئے مگر کونسل کے اجلاس میں ماتمی صورت لیے فریادی چہرہ بنائے سر جھاڑ منھ پہاڑ اس وضع سے کھڑے ہوئے جیسے دشمنوں کے یہاں کوئی بڑا حادثہ ہو گیا۔ پہلے سے نوٹس دے چکے تھے تقریر کا وقت مقرر ہو چکا تھا پر وقت کھا نسے کھنکھارے رومال سے آنسو پونچھے دو چار ہچکیاں لیں تین چار دفعہ آہ کی دس پانچ مرتبہ سینہ کوٹا اور فرمانا شروع کر دیا " ہائے بھارت ماتا تو نے تو ہمیں جہان بھر کی خوبیاں عطا کیں پر نتو ہمیں ناقدرے ہیں۔ بھارت ماتا کے پھیپھڑوں کو ان کے ہاتھوں سے اپنا منھ نوچ ڈالوا ہے تم پر ایشور کی مار نالائقو تمھیں بالکل پتا نہیں کہ جنگل میں بھانت بھانت کے درکھت اگتے ہیں

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب سید منظر علی صاحب مدیر اخبار البشیر تحریر فرماتے ہیں کہ آج فیصدی ۹۹ اشخاص عینک کی ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں جائے شکر ہے کہ حکیم سید نعیم نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک سے بے نیاز کر دینے کی سعی فرمائی ہے ہم مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہیں کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس سرمہ کی ... دو سلائیوں میں قدرت بینائی کی وہ طاقت ہے وہ بہت کم ... اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ... قیمت فی شیشی [illegible] تین شیشی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف

ملنے کا پتہ ... نواب ... شفا گیا ...

ہم اُن سے بہتر طرح کے فائدے حاصل کر سکتے ہیں ملک میں عمارتی لکڑی کی بہت کمی ہے پارسال از ریعہ سے پانچ کروڑ کی لکڑی ملک میں آئی آج اگر تم لائق ہوتے تو ملک کو یہ نقصان نہ اُٹھانا پڑتا۔ لکڑیالوجی کا علم ایک دریا ہے اگلے سمے میں مہاراجہ بکرماجیت نے لکڑیالوجی کے ایک گُن کو اپنا سارا راج پاٹ پَن کر دیا تھا۔

مترو۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ اس تہذیب کے زمانے میں ہمارا ملک اس بارے میں کیسی اولوالعزمی دکھاتا ہے۔ آج لکڑیالوجی کے جاننے والے ہندوستان میں نہیں ہیں ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے ملک میں کتنی قسموں کے درخت پیدا ہوتے ہیں اور جب تک ہم یہ معلوم نہ کر لیں اُس وقت تک ہمیں کوئی حق نہیں کہ مہذب مُلکوں کے سامنے سوراج پانے کا دعوے کر سکیں بھلا وہ بھی کوئی آدمی ہے جو یہ بتا نہ سکے کہ اُسکے جنگلوں میں کتنے درخت ہیں اُن کا نام کیا ہے۔ لہذا میں تجویز کرتا ہوں کہ ولایت سے ایک لکڑیالوجسٹ تین کروڑ روپیہ ماہوار پر بُلا کے رکھا جائے اور ملک کی پیشانی سے یہ کلنک کا ٹیکا دفع کیا جائے۔ یارو ہو سکے تو اپنی قسمت پر اور ہو سکے تو کچھ کھا کے سو رہو۔ غیرت اور عزت کے ساتھ مرنا بے حیائی کی زندگی سے ہزار درجے بہتر ہے۔ اے نین جل تھل بھر دے۔ ان رو اپنی قسمت پہ رو اپنی غفلت پہ آنسو بہا۔ اپنے ملک کی بے حیائی پر رکت کے آنسوؤں کے چشمے جاری کر دے۔ ایسی زوردار تقریر کے بعد کون ہے جو تجویز کی مخالفت کرے۔ تجویز پاس ہو ا نہ لکڑیالوجی کی مذمہ نتیجہ ڈھاک کے تین پات۔ آئینی طریقوں پر ٹیکس جاری کرنے کی صورتیں ایسی ہی ہوتی ہیں راجوں مہاراجوں کو یہ طریقے معلوم نہ تھے لکڑیالوجی تو پھر کام کی چیز ہے ابھی اتنی ترقی ریاستوں نے نہیں کی وہ دھوتالوجی کا ٹیکس لوگوں کی غیرت کو جوش دلا کے آئینی طریقے سے جاری کرینگی۔ ایسے ٹیکسوں کی بھرمار سے رعایا راضی نہیں ہو سکتی اُسے عادت نہیں پڑی ہے وہ غل مچائے گی اور جن مہانوں کے کارن یہ اُدھم مچا وہی آنکھیں نکالیں گے۔ میں سچ کہتی ہوں کہ ہر پانچویں سال غریب ریاستوں پر مہمانداری کا اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ سالہا سال ایڑیاں رگڑنی پڑتی ہیں۔ تم نے جو ریاستوں کو نصیحت کی تو زری حاکموں کے رویہ اور چلن پر بھی نظر کی ہوتی ریاستیں انگریزی فوالشون کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی ہیں۔ معاہدے اس قسم کے ہیں کہ اگر ریاستیں اپنی اصلاح پر آمادہ بھی ہو جائیں تو مور کی طرح پاؤں کی بد صورتی دیکھ کے ناچنا بھولیں شرما کے گردن جُھکانی پڑے۔

خلاصہ یہ کہ تمہاری پہلی نصیحت کے الفاظ تو بہت عمدہ ہیں بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کاریگر نے انمول موتیوں کی پھلجڑی بنا کے رکھ دی ہے۔ مگر ہیں یہ موتی دیکھنے ہی بھر کے۔ اگر رعایا کی مرضی پر قانون بنانا کوئی عمدہ بات ہے تو پہلے تم کو اپنی حکومت کی طرف نظر کرنی چاہیے کیا رعایا کی خواہش نہ تھی کہ نمک کا محصول کم ہو پوسٹ کارڈ کی قیمت گھٹے کونسلوں نے اتفاق یا ہراے کی کثرت سے ایسی تجویزیں پاس نہیں کیں؟

اے ہے پاس بھی ہوئیں تو گورنری ایک قلم کی جنبش میں قلابازی کھا گئیں جب ایک مہذب حکومت میں ایسے تھوک سے جُڑے کچے دھاگے سے بندھے قانونی جلسے بنائے جاتے ہیں اور اُن کے پاس کیے ہوئے قانون قاعدے ایسے بودے ہوتے ہیں کہ وائسراے کی ناک بھوں چڑھاتے ہی ادھر اُدھر ہو جاتے چٹ سے ٹوٹ جاتے اور بعد سے

بعدالت جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر گونڈہ

مقدمہ دیوالیہ ۹ سنہ ۱۹۲۹ء — پیشی ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء

ڈھونڈھے لونیاں ولد دیبی لونیاں ساکن پسپا پرگنہ گونڈہ ضلع گونڈہ دیوالیہ۔

بنام

۱ پرتھی پال و ۲ ہرجیون و ماتادین و مہیش پا[illegible] و بچو لال صاحبان

درخواست حسب دفعہ ۱۰ ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۱۰ء بنابر قرار دیے جانے دیوالیہ منفصلہ ۳ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء ہر خاص و عام کو بذریعہ تحریر ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ ڈھونڈھے لونیاں مذکور بحکم عدالت ہذا مورخہ ۳ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء دیوالیہ قرار دیا گیا۔ اور اُسکو ہدایت ہوتی ہے کہ تاریخ مذکورہ بالا سے اندر چھ ماہ درخواست بریت پیش کرے۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۲۰)

بعدالت منصفی غربی مقام الٰہ آباد اجلاس بابو امبکا پرشاد سری واستو صاحب بہادر منصف غربی الٰہ آباد

مقدمہ نمبر ۸۰ بابت سنہ ۱۹۲۹ء

۱ - بھاریو ولد رام سہلے
۲ - چھیدی لال ولد بھاریو
۳ - سید محمد ابراہیم حسن ولد سید ابوالحسن
ساکنان موضع اچھرا پرگنہ کڑا ضلع الٰہ آباد — مدعی

بنام

مساۃ منیان زوجہ درشن قوم مورائی ساکنہ حال گڈریہ پور مزرعہ ایراون پرگنہ ہتگام ضلع فتحپور .... مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت مالیت ۔/۵۰۰ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۱ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء وقت ۱۰ بجے دن عدالت ہذا میں اصالتاً حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جس پر تم تائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہو گا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

گرے پڑتے ہین تو دیسی ریاستوں اور خود مختار رئیسون کا کیا پوچھنا؟

جو دانہ زندگی یہان پائی جاتی ہے ابھی تک ہندوستان کی رعایا اس سے دوچار نہین ہے حالانکہ یہان آئینی حکومت ہے اور وہان لٹھ دھون دھون کا رخانہ ہے۔ میری جان! زری اللہ لگتی کہنا۔ قانون قاعدے سے فائدہ یہی ہے یا کچھ اور کہ رعایا آرام سے رہے رعایا خوش رہے۔ اگر آرام نہ ملا یون ہوا نہ وون تو پھر آئین اور بے آئین برابر ہے۔ ریاستین آئین مقرر نہین کرتین یہان آئین بنتا ہے مگر فوراً توڑ دیا جاتا ہے۔ مآل ایک ہی ہوا۔ جاہے ادھر سے ناک پکڑو چاہے اُدھر سے۔

اب میں دوسری نصیحت کی طرف قلم کا منھ پھیرتی ہون۔ تم کہتے ہو کہ ریاستیں عدالتوں کو یعنے فیصلہ اور انصاف چکانے والون کو آزاد کہین۔ بہت ٹھیک اے تمھارے منھ مین گھی شکر۔ سچ ہے کہ منصف قاضی اور حاکم کی رائے آزاد نہ چھوڑی جائے تو انصاف کا نام لینا فضول ہے مگر میری جان! خالی قانون کی پابندی کا نام انصاف نہیں ہے اور حاکم کی رائے اُسی وقت تک آزادی کی مستحق سمجھی جاسکتی ہے جب تک اُسکی خام طبعی اور بدنفسی کا علم نہو۔ نہدی نے دھوپ مین چونڈا ر بال سفید نہین کیا ہے۔ دُنیا اچھی طرح دیکھی بھالی ہے۔ ایک خون کے متعلق نوا کھالی کے جج کا فیصلہ اخبار کا مضمون مین پچیس تیس برس اُدھر پڑھا تھا اس بیچارے کو اسوجہ سے اپنی جگہ سے ہٹنا پڑا کہ اسکے افسر انصاف کے خلاف اُسپر دباؤ ڈالتے تھے اُسنے اپنے فیصلے مین گورے چمڑے کی دھونس کی قلعی کھولدی خود بھی گورے چمڑے کا آدمی تھا اور منصف مزاج بھی تھا دبا نہین کرسی خالی کردی۔ وطن چلا گیا مگر اُن حاکموں سے کوئی باز پرس کوئی پوچھ گچھ کوئی پرسش نہین ہوئی۔ کس کے منھ مین دانت تھے جو لاٹ صاحب کے منھ لگتا۔ میری جان! بہت مشکل ہے کہ کسی انسان کی مُنڈ یا کسی دوسرے شخص کے چنگل مین پھنسی ہو اور وہ گردن تابی کرسکے نوکری

اور غلامی ایک ماں کی دو بیٹیاں ہین اگر اعلےٰ حاکم کسی ملزم کی بیخ کرنے پر آجائے تو ماتحت کی مجال نہین جو اُسکی ناراضی کا خیال نہ کرے۔ نوکری پیاری ہے ترقی پیاری ہے بدنامی کا ڈر ہے فاقہ کشی کا دھڑکا ہے ایسی حالت مین افسر صاحب کا پالو کُتا بھی قاضی یا منصف یا مجسٹریٹ کی نگاہ مین بلوکار ہوگا افسر صاحب کہین یا نہ کہین جانب گیری کے لیئے صاحب کا کُتا ہونا ہی کافی ہے ایک جنٹلمین افسر کی خدمت مین سلام کرنے گیا۔ اور اُنھون نے فرمایا "مجسٹریٹ صاحب ہمارے بچے کی کھلائی کی بہو نے حرام کا بچہ جن کے مار ڈالا تھا مقدمہ آپ کے اجلاس پر ہے" مجسٹریٹ صاحب کی ہوا نکل گئی فوراً عرض کی کہ "درست ہے مین نے جہان تک غور کیا الزام اور استغاثہ مین جان نہین ہے۔ وائی کی گواہی زری زوردار ہے مگر جرح مین تھمنا مشکل ہے۔ ڈاکٹر نے اپنے بیان مین کہا ہے کہ اکثر زچائین جنتے وقت پاگل ہو جاتی ہین یہ ایک نیا دلائتی مرض ہے خصوصاً حرام کے حمل مین اسکے جراثیم زیادہ پھیلتے پھولتے بڑھتے ہین۔ بہرحال حضور مطمئن رہین"

ایسی باتین برابر ہوتی رہتی ہین مگر توہین عدالت کا قانون ایسے لوگون کی بے ایمانی کا پردہ پوش ہے۔ ایک وکیل بھی جو صریحی بے انصافی اپنے موکل کے حق مین دیکھ رہا ہے چون نہین کرسکتا۔ کوئی اخبار والا بھی ہون کرلے تو مُنڈ یا ان کس جائین۔ اگر عدالتون کی آزادی ایسی ہی ہوتی ہے تو پھر ہر جگہ کی عدالتین آزاد ہین کوئی محکمہ آزادی سے خالی نہین۔ ایسی آزادی ہمیشہ حاصل رہی اب بھی ہے اور۔ قون رہے گی۔ نصیحت کی ضرورت نہ تھی۔ تم رہو رہتی دنیا تک بہت سی عدالتین رشوت لینے مین آزاد ہین۔ سخت سُست کہنے مین آزاد ہین گواہون کے بیان لکھنے مین آزاد ہین۔ انتقامی کاروائیون مین آزاد ہین (سید حبیب سیاست اخبار کے مالک کا واقعہ ابھی تازہ ہے) ذاتی بھڑاس اور کاوش نکالنے مین آزاد ہین ہر طرف آزادی کا دور دورہ ہے۔ ایسی آزادی خدا کے فضل سے میری لونڈی باندیون ماماؤن کو بھی حاصل ہے۔ ایک دن کا قصہ سُنو نواب آئے اپنے محل مین اپنے غصہ کی آگ مین سُلگ رہی تھی گھر میں سب سے کہہ رکھا تھا کہ آج جو کچھ پانی ضرور رکھنا وہ تھین آزاد لوٹا خالی رہنے دیا۔ نواب گئے جو کی ہے بیچارے کو فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ لوٹا خالی ہے پہلے تو زور سے کھنکھارے کہ کوئی سُنے اور پانی لائے میان سمجھے ن نے کھینچی سون پھر آہستہ آہستہ نام لے کے پکارنے لگے۔ اے گمانی خانم۔ سبزری۔ سدا بہار گھسیٹی بیگم۔ مہتابو۔ ارے بھائی پانی دے جاؤ طہارت کیونکر کرون۔ اُسپر بھی جواب نہ پایا تو زری آواز سے چلائے۔ ارے کیا سب کو سانپ سونگھ گیا دیر سے پکار رہا ہون کمبخت کوئی جواب نہین دیتی جب مین نے دیکھا کہ خوب مزا لے گئی تو میں خود ایک پانی پردے کے پاس رکھ کے چلی آئی۔ نواب صاحب نکلے تو پسینے مین شرابور۔ آتے ہی تیوری چڑھا کے کہنے لگے بھلا یہ کیا حرکت تھی۔ چڑیلون پکارتا ہون تو جواب ہی نہین دیتی ہو۔ گمانی خانم نے کہا میان آپ تو جانتے ہی ہیں میں بہت بیہوش سنتی ہون۔ سبزری بولی میان مین تو سودا لینے بازار گئی تھی اب آئی ہون بھلا آپ پکارتے اور مین جواب نہ دیتی۔ سدا بہار نے عذر کیا کہ حضور میرے کان دو مہینے سے بیکار ہین۔ گھسیٹی نے جواب دیا خداوند مجھے زور کا بخار چڑھا ہوا ہے غش مین پڑی ہوں۔ ان مین سے ہر ایک آزاد تھی میں نے کسی کو منع نہین کیا تھا کہ اصلی وجہ نہ بتائے مگر کسی کی مجال نہوئی کہ صاف صاف کہہ دیتی "بیگم صاحب نے منع کیا تھا" افسروں کی خاطر ہر قسم کا جھوٹ بھی آزادی سے بولا جاسکتا ہے اب مین پوچھتی ہون کہ بے قید آزادی اچھی یا انصاف کی پابندی؟

(باقی آئندہ)

راقم — منطق آرا بیگم

گیت

آستائی: "سیس سوہے طرۂ کلنگا بٹلر پیارے تو سے"

انترہ: "موتی بھی سوہے مونگا بھی سوہے ۔ سوہے نگینہ دو پلکا بٹلر پیارے تو سے"

نگارستان اُردو

"رقاصہ"

نمبر ۴

(تتمہ ۷ اپریل ۱۹۲۸ع)

لکھنؤ کی ایک مشہور رنڈی بانداری کو اسکے بعض خرمی آشناؤں نے نماز پڑھنے پر مجبور کیا پڑھی لکھی عورت تھی مگر اس طبقہ سے توسّل کے بعد نماز کسے یاد رہتی ہے ہاں آسان طریق نجات انکے واسطے بزعم خود یہی ہے کہ پنجشنبہ کے دن نہا دھو بن سنور نکھر کے حضرت شاہ مینا کے مزار یا حضرت عباس کی درگاہ بیک کرشمہ دین و دُنیا کی فرد ہی لوٹنے چلی جائیں۔ پانچ وقت کی اُٹھا بیٹھی ٹیڑھی کھیر تھی۔ خدا کی فرمائش تو خیر مگر عاشقین کی فرمائش نہ ٹالے ٹلی۔ قرآن کے چھوٹے چھوٹے سورے پہلے سے یاد تھے ترکیب یاد نہ تھی۔ نیت باندھ کے کھڑی ہوئی سورت فاتحہ کے بعد کسی طرح یاد نہ آیا کہ اب کونسا سورہ پڑھے۔ آخر چٹکی بجا کے مرزا صاحب (آشنائے متقی) کو متوجہ کیا۔ اشارہ سے پوچھا اب کیا پڑھوں اُن کی سمجھ میں اشارہ نہ آیا آخر نماز توڑنی پڑی اور جھنجھلا کے بول اُٹھی "اے نگوڑے مرزا نماز کی آشنائی تو مجھے یاد ہے انترا بھول گئی بتلاؤ الحمد کے بعد کیا پڑھوں"

بیان حکایت سے مقصود یہ ہے کہ ہر ایک پیشہ ور جو اپنے کام میں منہمک رہتا ہے اپنے پیشہ کے محاورات بات چیت میں استعمال کر جاتا ہے۔ زنلی آستائی، انترا، سنچائی، ابھوگ، نماز میں بھی نہ بھول سکی۔ مولوی نگار صاحب ہیں بقول خود علامۂ وقت متکمین خرافات اور دوسری بے ڈھنگی ترکیبوں کیوجہ علماء وقت اگر انھیں کسی علمی مسئلہ میں قابل خطا سمجھیں تو یہ انکی نادانی ہے عوام کی عقیدت علامہ موصوف کو ایک معمولی ڈومنی سے یوں قرات میں آشنائی کی گھاتیں کرتے یوں عالمانہ انداز سے

رنڈیوں کے ناچ پر لطیفہ خلطی ہوتے۔ یوں عربی لہجہ اور عربی الفاظ میں الف تے کے ساتھ ہر فارسی ہندی لفظ کو معرب بنتے دیکھ کے ناجائز تھرپات ڈیوڑھیات علامہ (سنگ آستانہ) بہ تحقیقات متواترات منکا لوا دینے لگتی ہے۔ حقیقی علم و فضل کا مصرف صحیح ناچ رنگ کی صحبت کے سوا اور کہاں ہو سکتا ہے؟ مبارک ہیں وہ جو رقاصہ کی نقل رقص میں یا اصطلاح منشی سجاد حسین مرحوم بانی "اودھ پنچ" ملیغ البلاغت فراموش نہیں کرتے۔

غیر مکمل و ناتمام عمل

باد کیر ہند: "ایک ہی ہاتھ میں سب کرون گا"

ہند: "ان بیماروں کا جی بہلاؤ۔ دواؤں سے کھیلو"

ظرفا کے واسطے محل غور و تامل ہے کہ یہ قحبان عرلی نمودن کو سمجھی بھی یا نہیں کیا معنی کہ جاہل آدمی اجنبی الفاظ کے نقل میں بہک جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے اپنی بنیس کے کہار سے کہا جا کے بھائی صاحب سے کتاب صحیفۂ کاملہ مانگ لا۔ کہار گیا اور بولا "سرکار آپ کے بھتیا آپ کی جوتی بچا ملا ضعیفہ عاملہ مانگتے ہیں" برادر خرد کی اس گستاخی پر بڑے بھائی صاحب کو طیش آیا۔ ممکن ہے کہ رقاصہ نے اُن لوگوں کے سامنے جن کے

بارے میں مضمون نگار صاحب نے رقاصہ سے فرمائش کی ہے کہ "ان آنکھوں تک ہر ایک کو بھید پہنچنے نہ دے" علامہ کے الفاظ تصرف کے ساتھ نقل کیے ہیں مثلاً یسیر الحصول کو "رساسول" "تعفن کے تنوع" کو "نک تھین تن تھین" "یہ قطع روانی" کو "کترنی" "خرافات" کو "کھس کھسات" "جزئیات" کو "داڑھی جارہ" سے تعبیر کیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بیچاری نقل قول عاشق علامہ میں بالکل ناکام رہی ہو یا سمجھی ہو کہ علامہ باقتضائے حقیقی علم و فضل و جدت طرازی منزل رقص کو عبادتگاہ سمجھے اور وظیفہ پڑھتے رہے۔ اسلیے کہ جناب علامہ کے مضمون کی تان ان الفاظ پر ٹوٹی ہے:۔

"وہ کر جو میں کہتا ہوں۔ پھر تو یہ تیرا کام ہے کہ تیرے مجسموں کی پرستش عالم کے ہر ہر گوشے میں اور تیری خدائی ساری دُنیا میں کرا دوں۔ مینا کہ جب کہ اب تجھے اختیار ہے خواہ پرستیدۂ عالم بن یا پرستارۂ دُنیا"

دیکھا آپ نے "رقاصہ" کا درجہ۔ خیریت گذری کہ "پروردگار عالم" بنانے کا سامان نہیں ورنہ رقاصہ میں صلاحیت تو موجود تھی۔ اور معبودۂ عالم فرماتے تو لوگ برا مانتے "پرستیدہ" کہنے سے عوام پریشان ہو گئے وہ سمجھیں گے کہ یہ کوئی نیا جانور جنت الفردوس کی چھبڑی سے نکل بھاگا ہے۔ یا حقیقی علم و فضل کے کارخانے میں پرستیدہ سازی بھی ہوتی ہے۔ طرح طرح کے خدا ڈھلتے ہیں۔ اس چڑیل کو کُٹنے نے کا ملا تھا۔ علامہ موصوف کے کہنے پر چلتی اور ناچتے ناچتے ایک ہی چکر میں خدا بن جاتی۔ خدائی کا ڈنکا بجاتی اور دُنیا کو گھنگھنی کا ناچ نچاتی۔ عالم بھر کے قحبہ زادے رنڈی بچے ڈومنی بچے اس منجنیا خدا تنی پر فخر کرتے: "خدا گر" ملا اور "خدا تنی" بننے سے انکار کر گئی اے بدقسمتی۔ لولی زادگان دیار کو لازم ہے کہ اپنی مادران نا ہنجار کے حق میں بھلائی کریں اور حضرت علامہ کی ڈیوڑھی پر دھنا دیں۔ "اے بنا دے خدا مجھے تماشبینوں کا سایہ رہے۔" خیر یہ تو اپنا اپنا عقیدہ ہے "ابنائے اتھاہ" کو اپنے فعل کا اختیار ہے۔ مگر "پرستیدہ" کی اجنبیت اور "پرستارہ" کی

ہائے تانیث پر وجد کر رہے ہین کیا جدت طرازی ہے کیا حقیقی علم و فضل ہے۔ کیا اخلاقی اور دینی جسارت ہے۔ کیا سیرت فاضلہ ہے۔ کیا حیا ہے کیا ایمان ہے جس مین تاویل کی گنجائش بھی نہین۔

اس علم و فضل حقیقی پر لالہ شاہی فارسی نہر ادعیان سے نثار ہ تر نیہ و مادینہ الفاظ اس اس طور کر دین مین کہ سبحان اللہ سے شدہ فی نخل ہا امر تن برگ (جو نہال برہا کے چکنے چکنے پات) جیسا یہ خود ار قرینی ہے رٹیڑھی کھیر) کون ایسی شبڈ یا پڑیہ (بچا) گئے شگفت ہے۔

(باقی آئندہ)

لاق

کمیل مجاط

پنچ مل خدا - خدا مل پنچ

ولایتی اخبار نویسون کو خفت

ایک تھے خاندانی قاضی صاحب مگر قاضی حقیقی نے ان کے حق مین فیصلہ کر دیا تھا کہ عقل انکے پاس پھٹکنے نہ پائے۔ جس گاؤن مین قاضی صاحب کا مسکن تھا اسکے قریب ایک میلا ہوتا تھا حضرت نے میلے کی زیارت کا احرام باندھا تو عزیزون کے بچے جان کو چمٹ گئے "بھو بھا ہمارے لیے انگوٹھیان لانا۔ چچا ہم تو بند لینگے۔ نانا کنگھی نہ بھولنا۔ ابا ڈھولک تعویذ دیکھ بھال کے لینا" قاضی ایک عاشق کے ارمان بھرے دل کی طرح فرمائشون کے بار مین دبے ہوے میلے راہی ہوے فرمائشون کی فہرست لمبی چوڑی تھی حالانکہ چیزین قد مین چھوٹی تھین۔ فہرست لکھ کے قاضی جی نے

پچاس روپے نقد انعام
اور عاشق مزاجون کو تحفہ

عمل حب کے خالقین ہمارا مسمریزم کے اصول پر تیار کیا ہوا اثر آنکھوں میں ڈالکر جس کسی مرد عورت کے ہاتھ دو ڈھیلے ہی پھرول اور منہ در منت کلام کیجئے ان کے سامنے چلا جائے وہ اسی وقت اس پر زلیخہ ہو جائیگا اور آپ کی ہی صحبت سے پسند ہوگی آپ کے بغیر ماہی بے آب کی طرح بیتاب ہوگا نہ یارہ لکھنا لغول ہے جو عقل مند کا اخارہ کمال ہوتا ہے غلط ثابت کرنے والوں کو پچاس روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ قدردان اصحاب ضرور قدر کرین پھر وقت ہاتھ نہ آئیگا۔ یہ ہر ترکیب استعمال ہمراہ روانہ کیا جاتا ہے۔ قیمت تین۔ محصول ڈاک معاف

منیجر دی آل انڈیا رائل مسمریزم ہاؤس اینڈ میجیکل ورکس نمبر ۸۱۵ فیروز پور شہر۔

کر بند مین باندھ لی بیلے گئے فرمائشین خرید کین۔ گھر پلٹے۔ اب سنیے کہ عرض راہ مین ایک پایاب ندی پڑتی تھی۔ قاضی نے دل مین کہا کہ ہاتھ خالی نہین مین پائجامے کے پائچے کون سنبھالے گا۔ ازار اتار کے کندھے پر ڈالی مگر ندی سنبھالنے کے بعد پہننا بھول گئے۔ لدے پھندے گھر پہونچے یہان صاحبان فرمائش مشتاق بیٹھے تھے انھون نے گھیرا "لاؤ ہمارا ہار جلدی نکالو میری کنگھی" قاضی صاحب بوکھلا گئے جھٹ سے کرتا اٹھایا اور کہا "بھئی میرا ہاتھ خالی نا ہین پہلے فہرست کھول لیو" فہرست وہان نہ تھی وہ تو کندھے پر جھولا جھول رہی تھی۔ لڑکیان منھ پر ہاتھ رکھ کے بھاگین لڑکون نے قہقہہ لگایا۔ قاضی پھر بھی اپنی حماقت کے راز سے واقف نہوے جھلا کے فرمائشون کا پوٹ چولھے مین پھینک دیا۔

"بد تمیزون نہ تو کو نہ مو کو لے چولھے مین جھوکو۔ اب کیہون کا کچھ نہ دیبا (نہ دینگے)"

سنتے ہین کہ قاضی سائمن نے یہان جانے سے اور ندی یا سمندر پار کرنے کے بعد جیسے ہی گھر مین قدم رکھا اخبار نویسون کی بھیڑ چونٹیون کی طرح لپٹ گئی "بتاؤ چچا کیا لائے۔ دکھاؤ ماموں گٹھری۔ لاؤ نانا سوغات۔ کہو بھائی کیا دیکھا۔ آخر ہندوستان سے بھرے پرے آئے ہو کچھ تو ہمین بھی دیتے جاؤ" گستاخ ہندوستانیو کی دو دو بک اور ملامت کے ڈھیلے کھا کے قاضی جی تھے تاؤ مین۔ آپ نے بھی کورٹ کا دامن اٹھا دیا دامن تھا کیا؟ کچھ نہین۔ ڈھیلے وہ بھی پتلون کی جیب مین۔ غریب اخبار نویس جھینپ کے کنارے ہوے۔ اب غالباً انڈیا آفس کے چولھے مین ولایتی فرمائشون کا پوٹ جھونک دینگے۔ سردست اخبار نویسون کے ہاتھ "انکار بحث" کے سوا کچھ نہین لگا سے

مہربان آپ کی خفت مرے سر آنکھون پر

صحت نسب کی شناخت

خدا بخشے منشی سجاد حسین مرحوم (سابق مالک اودھ پنچ) کو انھون نے ایک مرتبہ نہایت خوبصورت قندیل سواد سے پر لٹکائی بازاری اطفال نے اس پر ڈھیلے بازی شروع کی۔ شیشے ٹوٹ گئے۔ ہم سمجھے کہ اب منشی جی قندیل اتروا لینگے مگر نہیں دوسرے دن شیشے بدلے ہوے تھے اور قندیل روشن تھی۔ منشی جی سے جب اس بارے مین گفتگو ہوئی تو کہنے لگے "بھئی تم نہین جانتے ہو۔ شام کی مسجد کے ستون مین رہی معجزہ ہے جو اس قندیل میں ہے۔ ہمین دیکھنا ہے کہ محلے مین کتنے لڑکے صحیح النسب ہین اور کتنے نطفۂ بے وقت۔ جو صحیح النسب ہین وہ قندیل کی طرف رخ نہیں کرتے۔ جتنے نانجیب ہین وہ ایک عمدہ اور بکار آمد چیز پر ڈھیلے بازی کرتے ہین۔ دو چار آنے کے صرف سے لوگون کے اندرونی چال چلن کا بھید کھل جاتا ہے۔ سودا سستا ہے مہنگا نہین۔ واقعی منشی جی نے بات گڑ کی بتائی۔ قدیم شعرا اور اہل قلم کے نتائج طبع بھی اس قندیل سے کم نہین۔ بیرونی اطفال مجاہیل کی ایک ٹولی آجکل لکھنؤ مین براج رہی ہے اس کا کام یہ ہے کہ جو مشعلین قدمائے کاملین نے سر راہ سخن روشن کین ان پر ڈھیلے پھینکے۔ ان مین سے کوئی بے وقت تو خیال کرتا ہے کہ اس مشعل کے بجھتے ہی ہماری جلائی ہوئی علمی فروغ پا جائے گی۔ کسی صحیح النسب کو زعم ہے کہ اور کچھ نہین تو یہی کیا کم نعمت ہے کہ مقابلہ نہو سکے گا۔ کوئی شہرت بنامی و بدمذاقی پر قانع ہے۔ شاعر کے ساتھ ماعرکا اسم گرامی زبان زد ہے۔ اگر فردوسی پر کوئی پاسی (تخلص نہ سمجھیے) اعتراض کرے تو لوگ ہنسین گے مگر شہرت ضرور ہوگی۔ یہ منصوبے افواہاً ہمارے کانون تک پہونچے ہین مگر ہم ابھی سے صاحبان ذوق سلیم کو جتائے دیتے ہین کہ جب یہ اقوال انفعال کی شکل اختیار کرین تو اپنے خدا کو مان کے ان اطفال نانجیب سے درگزر کرین۔ نسب کی تحقیق اور تفتیش کا انھین اختیار ہے۔ انشاء اللہ ان مین سے فیصدی نوے ضرور پہچان پر ٹھیک اترین گے۔ خود ان کا غرور بیہودگی و بدمذاقی اسکی دلیل ہے کہ انکی خلقت ایک ہی باپ کی رہین منت نہیں ہے۔ بھلا پوچھ گچھ کے دیکھیے تو سہی۔

التماس پنچ۔ جیفیہ میعاد خریداری ختم ہونے کی اطلاع ایک ہفتہ پیشتر دفتر سے دی جاتی ہے۔ جواب نہین ملتا تو پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا خط کا جواب عنایت ہو۔ عمدہ جواب تو منی آرڈر ہے۔

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ تیار کردہ بہدف ادویہ

حلوائے مقوی کشتہ جات

اسپغول در ماہی سقنقور اسپند
منفعت آن در دماغ عصفور ہست

اعضائے رئیسہ اعصاب کو طاقت پہنچانے مین اوجھ معدہ مثانہ و جگر کو طاقت عظیم پہنچاتا ہے۔ قوت مردی کی نایاب دوا ہے جسکی تعریف حد توصیف سے باہر ہے ایک جلیل القدر طبیب کا قول اوپر کے شعر مین نظم کیا گیا ہے اگر ماہی سقنقور کے بعد دنیا مین کوئی دوا ہے تو یہی مسک ہے۔ منطلا ہے۔ سرعت و رقت کے مرض کو دور کرتی ہے

قیمت فی بکس
۲۰ خوراک (ے)

لاثانی شہرہ دوا اکسیر زام الخاص

یہ اور نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے اسکے جسکی سارے ہندوستان مین شہرت ہے پہلے صرف رجگان و والیان ملک کے لیے تیار ہوتا تھا اب دواخانہ نے خاص طور پر تیار کیا ہے تاکہ عوام الناس کو بھی نفع پہونچے نہایت قیمتی اور نادر ادویات سے مثل مشک عنبر تازہ میوون کے مخصوص تیار کیا گیا ہے مقوی اعضائے رئیسہ ہضم طعام رنگ بدن سرخ و سفید کرنے والا۔ کمزوری کو دور کرنے والا کاسر ریاح بواسیر مین مفید۔ گردہ و مثانہ کو تقویت بخشتا ہے قوت مردی کو بڑھانے والا اور ممسک ہے رقت و سرعت وغیرہ کو دور کرتا ہے۔

فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)
تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس بیمانہ مفت

طلائے مسیحی

اعصاب کی تقویت مین بے نظیر ہے گئی ہوئی طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگون نے اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی وجہ سے رگین خراب ہو گئی ہون انکے واسطے حکم اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ مین اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسون کی اُمید کو بر لاتا ہے اور معمولی شکایتون مین تو وہ اثر دکھاتا ہے اور ایسی طاقت بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

قیمت فی شیشی
آٹھ روپیہ (عہ)

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت و توانائی پیدا کرنے کی نایاب دوا ہے جسکا مثل و نظیر ملنا مشکل ہے قوت مردی کے اضافہ کرنے مین بے نظیر ہے خون کو بڑھاتی اور حرارت اصلی مین ہیجان پیدا کرتی ہے جریان و حرارت و رقت۔ بدخوابی کی کثرت کو دور کرتی ہے مایوسون اور نا امیدون کی اُمید کو بر لاتی ہے بڈھون کو لطف شباب جوانون کی طاقت مین تیزی پیدا کرتی ہے آج تک سیکڑون نامراد اور برسون کے مایوس العلاج اس سے صحت یاب ہو چکے ہین۔ اگر باقاعدہ طریقہ پر پوری مدت تک استعمال کی جائے تو قوت امساک مین بھی خاصی افزونی ہو

قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع محصولڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطبا سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار۔

فرمائش کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ — فہرست کلان مفت طلب فرمائیے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب سید منظر علی صاحب وی ایڈیٹر اخبار البشیر تحریر فرماتے ہین آج فیصدی ۹۹ اشخاص عینک کی ضرورت کو محسوس کرتے ہین جائے شکر ہے کہ حکیم سید نھے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک سے بے نیاز کر دینے کی سعی فرمائی ہے ہم مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہین کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائین ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس سرمہ کی صرف دو سلائیون مین قدرت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بہت کم مین نہین۔ اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بیحد مفید ہے قیمت فی شیشی عہ سلائی مفت۔
تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

المشتہر
حکیم سید نھے نواب بیت الشفاء گیا (بہار)

سچا ہمدم و دلی دوست

جب آپ کی طبیعت ناساز ہو بدہضمی قبضیت ہیجان خلام اور خون کی خرابی و کمی سے زندگی بیزار ہو گئی ہو دل کمزور ہو گیا ہو ایسی حالت مین سچے ہمدم کا کام آتشک نگرہ گولیان ہی دیگی دل کو مضبوط بنا کر دلی دوست ہونے کا ثبوت دین گی ایک دفعہ ضرور تجربہ کرین قیمت فی ڈبیہ عہ ۵ ڈبیان چار روپیہ (للعہ)

وید شاستری جام نگر کاٹھیاوار
ایجنٹ اندرچند اینڈ کو چوک لکھنؤ

پری مہک تیل

دماغ کی راحت اور قوت کا ذمہ دار ہے خوشبودار ہے چکلتا نہین بالون کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔ ڈاکٹرون اور حکیمون نے سرٹیفکیٹ دیے ہین طالبعلم اور دماغی کام کرنے والے اسکے فوائد کا اقرار کرتے ہین درد سر اور نزلہ کے مریض بارہا آزما چکے ہین گنج اور بالخورہ کا مکمل علاج ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ بارہ شیشی کی قیمت عہ۔ نمونہ کی شیشی قیمت سہ محصول ذمہ خریدار۔
کاٹ کی منڈیا ایک ہی مرتبہ چڑھتی ہے دروغ کو فروغ نہین۔

منگائیے اور آزمائش کیجیے

تجارت پیشہ حضرات خط و کتابت سے طے کرین
المشتہر

مختار احمد بیٹری مرچنٹ موجد

پری مہک تیل آتم گماشتہ کھدان جہانگیر پور بی این ریلوے

نوٹ! ہمارے کارخانہ مین نہایت عمدہ اور خوش ذائقہ ہر قسم کی بیڑی تیار ہوتی ہے قیمت فی ہزار عہ محصول ذمہ خریدار

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۲۷-۱۹۲۶ء

اُردو کو زندہ کرنے والے دل کو تازہ کرنے والے سیاسی ادبی اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب مین محفوظ رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد ے مع محصول۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو — کف۔ کھانسی ہیضہ۔ دمہ۔ پیٹ کے درد نفخ دست سنگرہنی۔ انفلوانزا اور وبائی امراض کیلئے خوش ذائقہ دوائی چھوٹی پانی مین چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا اثر کرتے ہین۔ قیمت ۸ ہر مین سب جگہ بکتا ہے۔

دودھ گنج کیسری — یعنی دادر کو بلا جلن کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت ۲ھر

بال سدھا — بچون کی کمزوری کو دور کرکے بدن کو مضبوط فربہ اور ہمیشہ تندرست بنانیوالی میٹھی دوا قیمت ۱۲ر ڈاک خرچ علیحدہ لگیگا۔

اپنے شہر کے دوا فروشون سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ اندرچند لکھنؤ

ہمارے یہاں کے سول ایجنٹ ایم مرزا اینڈ سنس کھن لکھنؤ

غذاے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اگونکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 783

OUDH PUNCH

جلد سیزدہم
نمبر ۲۱

LUCKNOW 1928 WEEKLY

ہفتہ وار باتصویر ظریف

MAN IS NOT TO BE DICTATED. HE IS TO DICTATE ON TO OTHERS. ARISTOTLES.

क़ीमत पेशगी		قیمت پیشگی	
सालाना	5	سالانہ	صہ
छमाही	3	ششماہی	سے
तिमाही	2	سہ ماہی	عہ

M. B. KHAN ARTIST — ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپکر شائع ہوا — DOGAWAN LUCKNOW

قیمت فی پرچہ ۲ ار

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت مُلک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ ماالخیر شمالبلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۱۵

مضامین

۱۲،۱۲ اپریل ۱۹۲۸ء

عطوفت نامۂ منطق آرا بیگم

بجواب نصیحت نامۂ لارڈ ارون

نمبر ۳

(تتمہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۲۸ء)

لاٹ صاحب! تمھارا حکم ہے کہ ریاستون مین عوام بھی آزاد رکھے جائین۔ شیر بکری ایک ہی گھاٹ پانی پئین۔ چھوٹے بڑے سب یکسان حالت مین ہون۔ اس حکم یا نصیحت مین ایک لفظ بہت کٹھن ہے مین تو بیچاری عورت ذات پردے کی بولبر ہون بھلا ان لغتون کے معنی کیا جانون۔ مین نے اپنے نواب سے پوچھا تو کہنے لگے "خوب تم بڑی منطقی بنتی ہو تمھین فارسی کا بھی علم ہے عربی کا بھی اس چھوٹی سی لغت کے معنی تمھیں نہین معلوم بڑے تعجب کی بات ہے" اُس پر مین نے کہا کہ ہاں پھر ہم منطقی تو ہین کسی کا اجارہ ہے؟ مگر یہ کیا ضرور ہے کہ دُنیا بھر کے لغتے بھی معلوم ہوں"

وہ "یہ تو بہت معمولی لفظ ہے۔ جو غلام نہ ہو وہی آزاد ہے"

مین "اچھا بتاؤ تم آزاد ہو کہ غلام؟"

وہ "خدا کے فضل اور گورنمنٹ کی عنایت سے آزاد ہون"

مین "اے زری سچ کہنا۔ یہی مُنھ ہے آزادون کا؟ اے ہٹّے سے مُنھ۔ آزاد کے بھی کہین دو بیویاں ہوتی ہیں؟ ہوش کی دوا کرو۔ آزادی بڑی بھاری چیز ہے۔ آرسی مصحف مین تم نے مجھ سے کہا تھا۔ بیوی آنکھیں کھولو مین تمھارا غلام ہون۔ آج کہتے ہو کہ گورنمنٹ کی عنایت سے آزاد ہون۔ ارے تم اور تمھاری گورنمنٹ دونون اپنی اپنی ہوس کے غلام ہین۔ اس دُنیا مین کوئی آزاد نہین سب کے ماتھے پر غلامی کا داغ ہے۔ نام رکھنے کو جسکا جی چاہے رکھ لے۔ سرو کو شاعر آزاد کہتے ہین جسکی ایک ٹانگ ہے وہ بھی زمین مین گڑی ہوئی مجال نہین جو ایک قدم بھی بڑھا سکے وہ کب آزاد ہے۔ سوسن پر بھی آزادی کا اتہام ہے دیکھ لو میرے یہان نادے مین لگی ہے دس زبانون پر بھی مُنھ مین گھنگھنیان بھری ہین یا دن نادے مین لٹکا ہوا ہے جڑون کی زنجیر مین پھنسا ہوا ہے۔ نواب تمھین آج کیا ہو گیا ہے ایک مشہور لفظ کا مطلب پوچھتی ہون تو بتا نہین سکتے۔ ستی بھولی ہوئی ہے۔ بغلین جھانکتے ہو۔ لیبی ٹوپی والے فقیر اپنے تئین آزاد کہتے ہین نگوڑے منگر گدے بھوک کے مارے در در کی بھیک مانگتے ہین اور آزادی کا دم بھرتے ہین یعنی ہم کما کھاتے نہیں دوسرے کی چندیا ٹھونک کے پیٹ بھرتے ہین۔ سچ کہو یہ لوگ آزاد ہین؟ میعاد ختم ہونے کے بعد قیدی رہا کیے جاتے ہین اُنھین قید سے آزادی تو ملتی ہے مگر تو یہ آزادی کیسی ہزارون پولیس والے ہم کے ساتھ ہین۔ شاعرون نے سبزے کو آزاد باندھا ہے جیسے گدھے چرتے ہین اور زبردستی دو سرون کی خوراک بنتا ہے۔ سبزہ در و دیوار پر جہان جگہ پاتا ہے اُگتا ہے یہ آزادی بھی کوئی آزادی ہے۔ سرو مین پھل نہین لگتے پت جھڑ کا اثر نہین ہوتا بس ان دو قید ون سے نجات ہوتے ہی آزادی مل گئی؟ موئی بازارون کی اولاد مادر پدر آزاد کہلاتی ہے یعنی شرعی طریقے کی پابند انکی پیدائش نہیں۔ تو کیا یہی آزادی کی نعمت ہے جسکی لوگ تعریفین کرتے پھرتے ہین۔

ہان مین نے کتابون مین پڑھا ہے کہ نخوان کے ضلع مین ایک مقام آزاد نام ہے وہان کی آبادی بہت گوری چٹی ہے۔ یعنی سیاہی کی گھٹاٹوپ سے آزاد ہے اسوجہ سے مجھے خیال ہوتا ہے کہ آزادی بھی ایک نام ہے گورے رنگ کا"

وہ "واللہ بیگم حق ہے۔ تم خوب مطلب تک پہنچیں بے شک گورے رنگ والے آزادی کے حقدار ہیں"

مین۔ "تو پھر لاٹ صاحب نے ہندوستانی ریاستون سے جو یہ کہا ہے کہ عام رعایا کو بھی آزادی کا حق ملنا چاہیے تو آخر کس وجہ سے۔ ریاستون مین کالے بھرے پڑے ہیں۔ اور گورا رنگ اپنے سوا دُنیا میں کسی کو آزاد دیکھنا پسند نہیں کرتا حد درجہ یہ کہ مرچ شہر (امریکہ) والے بہت آزاد خیال بنتے ہین پھر بھی زرد اخباری کا غذون مین جو گت کالے لوگوں کی انکے ہاتھوں بنتی ہے پڑھو۔ اسکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین۔ کپڑا اور آگ مین بھون ڈالا"

وہ۔ "اب یہ تم انھین سے پوچھو تم سے اُن سے تو خط کتابت ہے"

لاٹ صاحب! میری اور نواب کی گفتگو تم نے سُنی اب تم ہی بتاؤ کہ آزادی سے تمھارا منشا کیا ہے۔ قیدیون کی سی آزادی۔ سرو کی سی آزادی سبزے کی سی آزادی۔ سوسن کی سی آزادی۔ فقیرون (آزاد) کی سی آزادی مادر پدر آزادون کی سی آزادی۔ یا شہر آزاد کے رہنے والون کی سی آزادی؟۔

ایک شاعر کہتا ہے ؎

فاش می گویم و از گفتۂ خود دل شادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم

جھک مارتا ہے موا۔ عشق مین آزادی کہان؟ آزاد تو دو سرون کو اپنا پابند کرتا ہے جیسے انگریزون کی قوم۔ عشق کا غلام اور آزاد! یہی ہے تو عاشق کیون روتے پھرتے ہیں ؎

مین نے جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گزرا
بولا کہ ابے تیرا روتے ہی جلم گزرا

ہان جسنے یہ شعر کہا ہے وہ سچا ہے ؎

حسد تہمت آزادی مردم بگذشت
کین مرادیست کہ بر تہمت آن ہم مستند

آزادی اور اسکا نتیجہ جو کچھ ہے وہ اچھی طرح دنیا کو معلوم ہے۔ ابھی دُنیا وہ دن بھولی نہیں حالانکہ

حالانکہ ڈیوک آف کناٹ نے بارہا کہا "معاف کرو اور بھول جاؤ" جب کہ آزادی کا نام لینے والے جیلے کی قید سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہوئے۔ اور جو جیتے بچے اُن میں سے کئی جیل خانے کی بھٹی میں آج بھی بحق اللہ پاک ذات اللہ نبی جی بھیبر مدد آزادی کی۔ ذلیل میں کہہ سے ہیں برٹش کی عملداری میں آزادوں کی یہ گت ہے تو میری جان اپنے خدا کرمان کے ریاستی رعایا غریب کی شامت آزادی کے لالچ میں نہ بلواؤ۔ "آزادی" نگوڑی ہے ایسی موذی چیز کہ نام سُنتے ہی انسان بے قابو ہو جاتا ہے۔ ہندوستانیوں کو آزادی کی چاٹ ہی نے یہ دن دکھایا۔ جب کوئی گوری چٹی آزادی کسی کالے کلوٹے بگین گھلے غلام کے گھر میں گھستی ہے تو نا کون منہ چڑاتی ہے۔ میرا غلام لڑکا یعنے تمھارا غلام زادہ تعلیم کے لیے ولایت بھیجا گیا وہاں سے ایک گیسو بریدہ آزادی پکڑ لایا ہے ہے کیا کہوں جو اس آزاد ہونے میرا کلیجا ملا ہے بس اُٹھتے بیٹھتے آہ کرتی ہوں۔ مگر کیا کروں اپنے دام کھوٹے تو پرکھنے والے کو کیا دو کہہ۔ کم نگوڑے تو غلام بچہ اور رازل کا غلام بچہ ترم یہ ہم ہانک اوچھال اُچکّا آزادی وہاں سے آخور کی طرح سمیٹ لایا تو اتنا بھی غور نہ کیا کہ یہ تجھے راس آئے گی۔ خیر بی لیڈی آزادی تمھیں کیا کوسوں۔ جیسا تم نے مجھے اپنے بچے سے چھڑایا ہے ویسا خدا سے پاؤ۔ اے لاٹ صاحب تم یہ قصہ سُنو تو ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ صاحبزادے نے ولایت سے تار دیا کہ ہم چل کھڑے ہوئے اُنکے باوا کی باچھیں کھل گئیں۔ لگے اہتمام کرنے مکان صاف کرو۔ کوڑا کرکٹ نہ رہنے پائے سفیدی پھروا دو۔ بیلیوں پہ قلعی کرواؤ۔ یہ کمرہ کھانے کے لیے وہ کوٹھری منہ دھونے کے لیے وہ ہال ملاقات کے لیے۔ دیکھو ایک سنگار میز اور دو قد آدم آئینے لاؤ۔ یہاں ایک غسل خانہ دیکھ چاہئیں پھر کمین۔ حمام۔ نہانے کی جگہ تیار رہو۔ کھانے کی میز چھوٹی ہے۔ ذرا اور بڑی ہونی چاہیے۔ آدمیوں کی وردی ٹھیک کرو۔ دیکھو نہی صاف ستھرے رہا کرو۔ یہ لو چار چار جوڑے فالتو۔ تمھاری دانست میں کوئی خانساماں اچھا ہو تو ڈھونڈھ لاؤ۔ غرض باندی ری بڑی دُھوم آدھا بگین وہ بھی بھون۔ دعائیں مانگ کے اتنے دن تیر کیے۔ خدا خدا کرکے صاحبزادے آئے باوا گئے اسٹیشن پر لینے صاحبزادے ریل گاڑی سے اُترے نہ صاحب نہ سلامت سونٹا سا ہاتھ بڑھا دیا (ہاتھ ملاؤ) فرمایا "او بڈھا تم اچھا؟ (یہ باوا کی مزاج پُرسی ہے) وہ اولڈ وومن اچھا؟ (یہ مجھ اماں کا خطاب ہے) ابھی اچھی طرح باوا نے صورت بھی نہ دیکھی تھی کہ آزاد ہونے او ڈیئر کم ہیر" کی آواز لگائی۔ باپ سے ملنے میں وقت بیکار ضائع کرنے پہ خیلی خیلی کرنجی آنکھیں نکالیں۔ اسباب سنبھالنے میں مدد دینے پر صاحبزادے کی خبر لی اب باوا غریب چُپ کا لو تو لہو نہیں بن میں۔ یہ کون ہے کیوں میرے لڑکے کے ساتھ آئی۔ مگر سمجھ گئے کہ ہو نہو یہ صاحبزادے کی آزادی ہے۔ خیر یعنی آئی ہے تو آنے دو صاحبزادے انگڑ کھنگڑ قلیوں کے سر پر لدوا کے سیدھے گاڑی پر لدے اور اسٹیشن کے پاس کوئی ہوٹل تھا اُسمیں اُتر پڑے باوا مُنھ دیکھتے رہ گئے۔ جھینکتے پیٹتے گھر آئے میں نے پوچھا بھیا کہاں ہے جھنجھلا کے بول اُٹھے "گیا کمبخت اپنی آزادی کی دم میں" بہت پوچھا تو بیچارے نے ساری رام کہانی دُہرائی کہ سلام بندگی تک بھول گیا۔ سُنتا ہوں کہ جس ہوٹل میں ٹھہرا تھا وہاں کی باورچن پر لٹو ہو گیا اسی کو ساتھ لے کے یہاں آیا ہے۔ صورت دیکھو تو تمھیں ہول آئے ہاں رنگت البتہ گوری ہے۔ بس اتنا سُنتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ "اے ہے یہ لونڈے کو کیا سوجھی تھی؟ یہ کون سا روگ پالا" مگر کیا کرتی مجبور تھی۔ زمانہ ہے آزادی کا۔ بسور کے خاموش ہو رہی۔ دوسرے دن صاحبزادے اپنی ٹرغل کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گاڑی سے اُتر کے گھر میں تشریف لائے۔ میں بڑھی بلائیں لینے۔ اتفاق کی بات ہاتھوں میں عطر بھرا تھا۔ عطر کی بو ناک میں کیا پہونچی گویا دشمنوں کی ناک میں کسی نے مرچوں کی دھونی دی۔ فوراً چھینکنے

جان بل

کمیشن۔ "ہے روپیا۔ ہے پیسا"
جان بل۔ "اس قلابازی کا مطلب؟"
کمیشن۔ "پاؤں سے چلنا عام بات ہے۔ اب ہندوستان ہاتھوں کے بل چلے تو زیادہ مناسب ہے اس چال میں پاؤں کی جوتی سر پر پہونچ جاتی ہے۔"

بند کرکے ہو بیٹھے۔ "او کھراب کھراب" معلوم ہوتا ہے صاحبزادے بی آزاد بہو کو سکھا پڑھا کے لائے تھے پہلے کچھ میاں بی بی مین گٹ پٹ (انگریزی مین بات چیت) ہوئی اسکے بعد آزاد بہو ہاتھ پھیلا کے مجھ سے گلے ملنے آگے بڑھین۔ کیا کرتی دل پر جبر کرکے مین نے بھی ہاتھ پھیلا دیے۔ لاٹ صاحب! سچ کہتی ہون جھوٹے پر لعنت یہ معلوم ہوا کہ چھپکلی چمٹ گئین آزاد بہو اور چھچھوندر میں ذری سا فرق نہ تھا صابن (صابون) اور جلے ہوئے تمباکو (سگار) اور کچھ شراب کی بو بل کے وہ قتال عطر انہ دماغ میں تیر کی طرح گھسی کہ مجھے ابکائی آگئی سارے بے ایسی عطری آزادی تھی کہ توبہ اُس سے تو ہماری غلامی کی بو ہزار درجے اچھی ہے۔ بنّے سہاگی۔ اگر ئی چوئے اور عطر کی خوشبو سے غلاموں کی دلھنیں سچ مچ ایک پھول بن جاتی ہین۔ یہ نئی نویلی دلھن کی بو تھی اے اللہ گناہون کو معاف کر۔ پھر لباس اور پوشاک جو دیکھی تو آنکھین کھل گئیں نگوڑی گھٹنون سے اونچی کھنیان ہتھے۔ ڈھیلی ڈھالی آدھے ڈیل کی باڈی اور کترے مُنڈے ہوا سے پھر پھر اُڑتے بال جو دیکھے تو ہوش اُڑ گئے جوان جہان عورت کو دیکھو اور یون لونگ مسودا خصم خدا سینہ کھولے گلیون مین پھر نا دیکھو۔ اے خدا تو ہی آبرو بچانے والا ہے۔ مین نے نواب صاحب سے کہا کہ بھلا اس ہنجرے (گھر) مین یہ آزادی کیونکر ہیٹے گی صاحبزادے سے پوچھو کہ ساتھ مین رہینگے یا علٰحدہ تو ویسا بندوبست کیا جاے۔ وہ کچھ ایسے غصّے میں تھے کہ گال پھلائے علٰحدہ کمرے مین بیٹھے رہے میری بات کا جواب نہ دیا۔ میری سمجھ مین کسی طرح نہ آیا کہ آزادی کی کیا خاطر کروں۔ پان وہ کھاتی نہین۔ موا سوختہ (سگار) میرے گھر مین نہین۔ وہ بھی بھیانک ہو ہو کے اونچی دیوارون کو دیکھتین کبھی باورچی خانے کا جائزہ لیتین۔ کبھی نگاہین آسمان کی سیر کرتین۔ کبھی زمین کی۔ خیر مین نے صندوقچہ کھولا پانچ گنّے کشتی مین رکھے اور لڑکی سے کہا کہ بھاوج کو نچھاور۔ لڑکیان خود حیرت مین تھین۔ چھوٹی لڑکی نے کہا وئی امّان بھاوج کیسی مین نے کہا یہ کیا کرسی پر بیٹھی ہین وہ کہنے لگی کہ واہ بھتیا تمہارے علاج کے لیے ڈاکٹرنی لائے ہین بھیّا کا بیاہ کب ہوا۔ ہمارا نیگ کہان ہے۔ خیر گہنا تو اُنھون نے اُسیوقت پہنا اور اُسیوقت اُتار کے رکھ لیا۔ مگر بی آزادی ایک گھنٹے سے زیادہ گھر مین نہ ٹکین بوٹ کھٹ کھٹاتی جرنا ٹوپی پہنے گھنٹا بھر کے بعد یہ چل وہ چل۔ لڑکیون نے ابّا کی عنایت سے تھوڑی بہت انگریزی پڑھی ہے وہ کہتی تھین کہ آزاد بہو کو چھوٹی نند بہت پسند آئی میان سے کہتی تھین کہ اسکو ساتھ لیتے چلو یہ میری بہت اچھی سہیلی بن سکتی ہے میان نے منظور نہین کیا اور جواب دیا کہ یہان کا دستور پردے کا ہے ہرچند کہ میں اسے ایک لغو فعل سمجھتا ہون لیکن ہندوستان مین رہنا ہے تو رسمون کی پابندی ضرور کرنی پڑے گی۔ اسپر دیر تک آزادی اور اُسکے غلام مین حجّت ہوتی رہی۔ بی بی نے جی کھول کے میان کو اول فول ڈام فول سُنائی۔ آگے کا قصہ بہت دلچسپ ہے۔ اللہ نے چاہا تو پھر سُناؤن گی۔

راقــــــــم

منطق آرا بیگم

بگارستان

نمبر ۵

"ایک شب کی قیمت"

حضرت! یہ ایک مضمون کا عنوان ہے۔ تمام مضمون دیکھ جائیے "قیمت" کے زر نقد کی کھنکار جھنکار کا پتا نہین البتہ غیر مانوس الفاظ مین ناکامی کا اظہار ہے یعنی رات بھر بقول خود "عمیق مطالعہ" (حسن)

بحکم جناب سید نواب صاحب بہادر ایڈیشنل سب جج بہادر مظفر نگر

نمونہ قابل فروخت

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(قواعد ۵ آرڈر ۵)

نمبر مقدمہ ۱۳۱ ۱۹۲۸ء

عدالت خفیفہ ایڈیشنل سب جج مظفر نگر ضلع میرٹھ

دیوان پسر تھو قوم کھٹک ساکن موضع سنبلہیڑہ پرگنہ بھوسہ سنبلہیڑہ ضلع مظفر نگر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدعی

بنام

ما ڈو پسر جواہر قوم کھٹک ساکن موضع الی پرگنہ بھگوان پور ضلع سہارنپور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ تمسک کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۳ مئی ۱۹۲۸ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اُسی روز اپنے جملہ گواہون کو جنکی شہادت پہ نیز تمام دستاویزات جن پر تم اپنی جوابدہی کے تائید مین استدلال کرنا چاہتے ہو اُسی روز پیش کرو۔ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۷ ماہ اپریل ۱۹۲۸ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

کرتے رہے اور صبح کو جیسے کے تیسے اُٹھ کھڑے ہوے - افسوس کہ اس قسم کے حالات سے تھکنے والے کو ہمدردی نہیں ہوتی - دام بیکار گئے - قیمت ضائع ہوئی - اس مضمون کا خلاصہ انسانی زبان میں یون کہا جاسکتا ہے کہ اُجرت یا قیمت پہ ایک پرکشش بلا ئی خدا جانے وہ کمبخت (نہین تھی!) غرابی کر پڑ کے سو رہی - مرد میدان عشق کا بس معشوقہ سے نہ چلا مگر "رات" کو بان الفاظ گالیان دینے لگا :-

"عریان ہے وہ رات ... برہنہ ہے اُس کا
ہر ہر لمحہ ... اُسکو عریان اور برہنہ کہہ دینا
یہی تھی اُس انتقام کی حد جو تخیلات صباحی کو
مضطرب کیے ہوے ہے"

حالانکہ بیچاری "رات" گنہگار نہیں ساری خرابی "ہمت" کی ہے -

ایک افیمی بڑے میاں اپنی بی بی کو وعدے پر ٹالتے رہے "انشاء اللہ عید کے دن دیکھا جائیگا" عید سے ایک ہفتہ پیشتر اہتمام شروع ہوا کنگھی چوٹی سرمہ مسّی مہندی عطر پھول الائچی پان تمام سامان جمع کیے گئے دن گنتے گنتے ہفتہ گزرا آخر عید کا دن بھی آہی گیا - مگر افسوس بقول نگارستان "رات عریاں" نہوئی - ہمت کا شوق پامالی کر گیا - تخیلات صباحی کے اضطراب نے زور جو باندھا تو بیچارے نے یہ کہہ کے خفت مٹائی :-

"بی بی کیا پھر عید نہ آئے گی - انشاء اللہ سمجھ لونگا"

دوسرے افیمی صاحب ذری کسیقدر چالاک تھے اُنھون نے "عمیق مطالعۂ حسن" مین وقت ضائع نہین کیا نہ بقول نگارستان "آنچل اُٹھا کر اُس سب سے زیادہ تباہ کُن حصۂ جسم پر ہاتھ ڈالنا چاہا" نہ بقول نگارستان "سارا ہیجان روح اُس سر انگشت (انگلی) کی نگی پوروں پر صرف کیا جو آنچل کے ساتھ "معشوقہ کے اُس حصۂ حُسن سے مَس ہوتا چاہتی تھی" - نہ بقول نگارستان "عبارت محبت کے ردّ عمل کو برداشت نہ کر کے" بیہوش ہو کر گرے بلکہ صبح ہوئی تو اُنھون نے "زراعت حُسن پر کاہ کُشندن کا عمل کیا اور کھیائے ٹھنڈی ٹھنڈی گڑ سدھار و اب وہ عامیانہ محاورہ استعمال نہ کرنا جو اس موقعے پر منہ پھٹ "ایک شب کی قیمت" وصول کرنے والیان استعمال کرتی ہین -

"واہ میان واہ - ساری رتیا گجر گئی"

ورنہ تمھارا دعوی بال سے باریک ٹھہرے گا اور ابطال دعویٰ مین تہمتنی کی یہ سیاہ اور پیچیدہ دلیل پیش کی جاے گی -

بہرکیف مضمون کا خلاصہ ختم ہوا اب سُنیے کہ اس "ایک شب کی قیمت" نے چشم ناظر کے سامنے کتنے اخلاقی نصائح پیش کیے - کتنے ادبی رموز تعلیم کیے کسقدر "جدت طرازی" کا بھولا ہوا آموختہ یاد کرایا - اور کس درجہ حقیقی علم و فضل کا ثبوت دیا -

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مضمون نگار نے اس قسم کی مضمون نگاری سے اخلاق فاضلہ کا ایک مدرسہ کھول دیا ہے اور دُنیا مین ایسے ڈھنڈیا رے اندھون کی کمی نہین جنکی آنکھین ان مضامین سے روشن ہوگئین -

انصاف سے کہیے غریب نواب مرزا شوق پر مثنوی "لذت عشق" کی تصنیف کے بارے مین کیون اعتراض کیا جاتا ہے امانت مرحوم نے واسوخت مین کیا بھُس ملا دیا - جان صاحب "تخت کی رات" کی نظم سے کیون قابل ملامت ٹھہرے ؟ ان تصنیفون مین حیوانی قوتون کو برانگیختہ کرنے کا عیب تو ضرور ہے - نوجوان عورتین ہون یا مرد انھین نہ دیکھین تو بہتر ہے لیکن انمین ادبی خوبیون سے یہ مالامال ہین زباندانی کی جان ہین - یہی کیا کم ہے - لیکن "نگارستان" کے اکثر مضامین تو ایک شریف با حیا شخص کے دیکھنے کے قابل بھی نہین اور سرتاپا سرا دب کی جان کا وبال بھی ہین - کوئی شخص اس زبان مین بات چیت نہین کرتا (۱) میرا سارا وجود ایک خمیازہ میں تبدیل ہوجاتا ہے - (۲) اُف رے! وہ سینہ و گردن کی عریانی - (۳) اب میرے کانپتے ہوے ہونٹ تیرے کف پا میں سارے جذبات کو منتقل کرنا چاہتے تھے کہ اُسکے تعطر لے جو آفتاب کی شعاع اولین کے ذریعے سے تمام جو سما میں پھیل جانا چاہتا تھا ایک ہلکی سی روشنی کے ساتھ میرے خمن حیات پر قبضہ کر لیا - پھر اب میری حیات کیسی - (۴) آرمیدہ خرگانی کی آغوش - (۵) وہ بے پردگی سے مس ہو کر بے حجابی کے "حلقۂ تنویر" سے لپٹ کر عریان ہوجاتی ہے - (۶) نشہ کی پھانس (۷) مخلظ دائرہ (۸) ایک نزہت تھی یاسمینی (۹) ایک نظافت تھی صباحی -

اس قسم کی عبارت لکھنے پر ہر شخص قادر ہے جس کا جی چاہے چند غیر مانوس الفاظ کا گٹھ بندھن چند فارسی عربی الفاظ سے بدون لحاظ قرینہ و علاقہ کر دے اور صفحے کے صفحے لکھتا چلا جاے - اودھ پنچ مین ایسی نظم و نثر پر حضرت ادیب الادب ما الشعر والحکمتہ نے سیکڑون مضمون لکھے - جنکا دوہرانا ملال انگیز ہوگا - کھائی ہوئی بات بے مزہ ہوجاتی ہے - نگارستان کے مصنف صاحب سے ہمین نیاز حاصل نہین نہ اُنکے حالات کا علم ہے کہ زبانی عرض معروض سے کام نکل جائے اُنکی کتابین شائع ہوتی رہتی ہین ہم اُنکی تصانیف سے روشناس ہین اور اس سے واقف ہین کہ بعض ملکی بدمذاقون نے آسان راہ جو پائی تو اُنکی پیروی کرنے لگے اس وبائی فالج سے ملکی زبان اسیطرح محفوظ رہ سکتی ہے کہ اسکے ذمائم آشکار کر دیے جائین - ہمین معلوم ہوا ہے کہ انھین بدمذاقون نے اس زبان اور طرز کا نام "عریان نگاری" رکھا ہے اور اپنی صحبت مین نہایت فخر سے اپنی "عریان نگاری" پر رجز خوانی فرماتے ہین اپنی رسائی کی بدولت یا اپنے منصب بدمذاق دوستون کی عنایت سے انکی کتابین نصاب تعلیم مقرر کرنے والی کمیٹیون مین پہونچنے لگی ہین - خدانخواستہ اگر عریان نگاری کی

صورت ملکہ ثریا

افغانی مُلا

M.B.K.

"یہی اسلام! وہی انقلاب! ایں چہ می بینم۔ شاہ خانم بہ اروپا (یورپ) رفت گیسو بریدند نقاب گُسست و فرنگی شد؟"

ہمت افزائی ان کمیٹیون کی طرف سے ہوئی تو پھر اسکول مین پڑھنے والی لڑکیان پڑھنے والیون کی عریان پسندی کسی حکیم یا حاکم کے روکے نہ رکیگی۔ راقم ملتمس ہے کہ یہ مضامین نیک و توجہ ملاحظہ کیے جائین لارڈ بائرن کی مشہور غیر مطبوعہ نظم "ابرائڈس کنفشن یا دو فرسٹ نائٹ" اور ان مضامین مین کوئی زیادہ ما بہ الامتیاز نہین ہے۔ ایک مرد فحاش کی فحاشی اتنی مضر نہین ہو سکتی جتنی کہ فحش کی قصیدہ خوانی۔ مفاد مضامین کے دیکھتے ہوے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "عریان نگاری" ہر قسم کی بد اخلاقی پر خالی الذہن سادہ لوح اشخاص کو اسی طرح آمادہ کرتی ہے جیسے کوئی کٹنی۔ خدا نہ کرے جو بچون کے طبعی قوی مشتعل ہون۔ لوگ اپنے خلوت خانون کی کہانیان انکے کانون تک قل اعوذیت کے ساتھ پہونچائیں اور وہ پڑھنا لکھنا چھوڑ کے "در قاصرہ" کی تلاش اور شایک سنب کی قیمت حاصل کرنے میں محو ہو جائین۔

وہی مثل ہے قاضی جی اپنی جو سو (دوامی نہ سہی عارضی سہی) کا منہ چومتے تھے اور محلہ والون پر احسان کرتے تھے۔ حالانکہ سوتے بچے کا منہ چوما نہ ماں خوش نہ باپ۔

ظرافت کے ساتھ ادبی و اخلاقی اصلاح کا حق جو کچھ ہم سے ہو سکا ادا کیا اب ماننا نہ ماننا دوسرون کا فرض ہے۔ عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ محل و بے محل استعمال کرنے سے ان پڑھ یا کم سواد لوگ جلدی مرعوب ہو جاتے ہیں انھیں اتنا وقوف نہین ہے کہ سالہا سال تک لات و عزیٰ کعبے مین رہے پھر بھی مقدس نہ ہوے۔ یہ نہ سمجھیے کہ بندے کا قلم رک گیا۔

راقم

کمیل نگار

پنجاب مین اُردو

عالیجناب حافظ محمود خان صاحب شیرانی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی تازہ تصنیف باعتبار سیرت و صورت بہت خوب ہے۔ موصوف نے محنت کے ساتھ اُردو کی ایک ضروری خدمت انجام دی ہے۔ اسوقت پنجاب مین اُردو کی اشاعت ترقی پر ہے وہ دن دور نہین کہ وہ مثل دہلی اور لکھنؤ کے اُردو کا مالک واحد یا مرکز بن جائے۔

ہم نے اس کتاب کا مطالعہ (بقدر فرصت) کیا ممدوح موصوف کے اکثر مختارات سے ہمین اتفاق ہے کوئی شبہ نہین کہ اُردو کا حدوث مسلمانون کے عہد مین ہوا عربی و فارسی اسما و ہندی روابط و افعال سے ملے ایک کھچڑی تیار ہوئی جس کا نام اُردو رکھ لیا۔ مسلمان لڑتے بھڑتے یہان آئے تھے جب رہ پڑے تو یہین کی عورتون سے شادی بیاہ کی ٹھہرائی۔ فوجی ضرورت سے ایک بازار آج بھی لشکر کے ساتھ ساتھ رہتا ہے پہلے بھی رہتا تھا۔ خرید فروخت میں سوداگر و خریدار بات چیت پر مجبور ہین۔ نو وارد اپنی زبان مین جس طرح آج اُردو کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ملا کے بولتے ہین اُسیطرح ہندوستان کی جان پر نازل ہونے والے مسلمان اُسوقت ہندی پر تصرف فرماتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے جمالی شاعر نے ایک بازاری عورت سے یون حکایت کی (یہان صاحب ایرانی تھے بھلا نثر مین گفتگو کیون کرتے) فرماتے ہیں ؎

گاہ نہ گفتی کہ جمالی تو بیٹ (بیٹھ)
تم کیا کرو اپنا گرم ہتی ہے
در ہوس و آرزوے وصل تو (مقدر کھلتا ہے)
کتیا شدہ پیش درت منتی ہے (پیشاب کرتی ہے)

معلوم نہین یہ بازارن جمالی صاحب کا شکوہ سمجھی بھی یا نہین۔ خیر وہ سمجھے یا نہ سمجھے آغا اپنی کہانی کہہ گیا۔ بیچارے کی زبان مین تانیث و تذکیر کا امتیاز نہین اسلیے "آغا منتی ہے" اور "آغا موتتا ہے" یہاں دہان کو ناک بھون چڑھانے کی ضرورت نہین۔

مسلمانون کے ہندوستان مین آنے کی راہ بھی سندھ اور پنجاب ہے لہذا مصنف کا یہ دعویٰ کہ اُردو کی بنیاد پنجاب مین پڑی قرین قیاس ضرور ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ہندوستان بھر کی بولی کسی زمانے مین بھی ایک نہ تھی۔ آج بھی وہی حالت ہے دکن پنجاب بنگال اور دوسرے صوبون کی زبان ایک دوسرے سے بالکل متغائر ہے۔ لہذا وہ اُردو جو اُردوے لشکر نے لین دین اور معاملت کی ضرورت سے پیدا کی ہمیشہ مختلف رہی کبھی دکن کا پرچھاوان پڑا کبھی پنجاب کا۔ جہان گئے وہاں "منتی ہے" کی نشانی چھوڑ آئے۔ مگر اسوقت کی اُردو زیادہ تر دلی اور لکھنؤ کی سڈول کی ہوئی ہے۔ محاورات دہلی اور لکھنؤ کے درباری شعرا اور بیگمون کے منت گزار ہیں۔ یہ اُردو پنجاب کی نہین ہے پنجاب مین صرف پچاس ساٹھ برس سے اس اُردو نے رواج پایا ہے۔

بہر حال ہم مصنف ممدوح الشان کی خدمت میں اُنکی محنت کے سوارت ہونے پر باوجود بعض خیالات سے متفق نہونے کے بھی "مبارکباد" عرض کرتے ہیں۔

اگر کبھی موقع ملا تو اختلافی امور کی تفصیل کیجائیگی۔ کتاب مین بہت سے پُرانے اُردو شاعرون کے نام اور حالات ہین جنکا نام مشہور نہین۔ بیسیون نظم و نثر غیر مشہور نایاب کتابون کی عبارتین ہین اور الفاظ کے لفظی و معنوی تغیرات مین تحقیق سے کام لیا ہے۔ اہل علم کے مطالعہ کے قابل ہے چھپائی لکھائی کاغذ بھی خوب ہے بیس اکیس جزو حجم ہے ڈھائی روپیہ قیمت ہے۔ "انجمن ترقی اُردو اسلامیہ کالج لاہور" سے مل سکتی ہے جو پنج ٹوٹے الّوون اور متعصب بے انصافون سے نہین بلکہ اہل علم سے التماس ہے کہ کتاب منگوا کے دیکھین اور جس مقام پر مصنف کی تحقیق کمزور ہو مصنف کو اسکی اصلاح کا مشورہ دین تاکہ دوبارہ یہ کتاب ہمہ اوصاف مکمل ہو۔ اور پھر ہم کہین کہ بھائی شیرانی صاحب بے شک اُردو زبان آپ کی اور آپ کے پنجاب کی۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

وان کنگر استغنا ہر دم ہے بلندی پر
یاں جیب خزانہ مین روپیہ ہے نہ پائی ہے

سُنتے ہیں ۱۹۲۶ء کے فوجی احکام کے بموجب سکریٹری آف اسٹیٹ نے فوجی پنشن مین پچیس فیصدی کا اضافہ منظور فرما لیا ہے۔ تھوڑا نہ بہت پچیس فیصدی۔ یہ رقم ہندوستانی فوجی ملازمون کی بیواؤں اور یتیموں کو ملے گی۔ اس سے تو مطلب نہیں کہ عام رعایا مارے بھوک کے بیوہ ہو گی یا یتیم۔ مگر سے یہ فوجی تیّیان بیفزا سے زر۔

حملۂ تہذیب

افواہ ہے کہ سردار بہادر مہتاب سنگھ صدر کونسل پنجاب سکنڈ کلاس مین سفر کر رہے تھے جیسے ہی انھون نے گاڑی مین داخل ہونا چاہا گوردن نے گردن مین ہاتھ دیا۔ سردار صاحب پہلے تو جُپ رہے آخر طعنِ بُزدلی کی تلخی یاد آگئی اور آپ نے کتون کی حکمت کا جواب دینا چاہا بارے بیچ بچاؤ کر دیا گیا۔ اللہ نے خیر کی۔ دیکھیے سردار صاحب کب کسولی جاتے ہین۔

دوازدہ پند لارڈ ارون کی مخالفت

مشہور رہے کہ نظام دکن باوجود چشم نمائی دعویٰ الحاق برار سے دست بردار نہیں ہوتے اور مہاراجہ بڑودہ کا ٹھیاوار پر اپنا دہانہ چڑھانے کی دُھن مین ہین۔ یارو دوازدہ پند حضرت ارون مین یہ پند موجود نہیں ہے کہ ریاست کے کہنہ فرسودہ حقوق وحدود بھی رئیس قائم رکھے ترقی کے وسائل مہیا کرنے کے یہ معنی نہیں ہین۔ ترقی مضمر ہے انگریزی پوشاک پہننے مین دام دے کے ادھر ادھر انصاف کرنے مین ٹیکس عاید کرنے ہین میم سے کورٹ شپ کرنے مین بے پردگی مین۔ گھوڑ دوڑ کی بازی مین ولایت کی سیر کرنے مین۔ بھائیو ٹیلر صاحب نے ابھی اپنا کام ختم نہیں کیا۔ دم لو۔ ابھی سے دعوے برار وکسیل کن یہ آمادگی درست نہیں۔

کچھ مضائقہ نہین

ایک دوست ہم سے طالب جواب ہین کہ ناحق کے پروپیگنڈے "سے ہمیشہ" اودھ پنچ "دور رہا پھر جو ایک" جریان الحاد "اودھ پنچ کو پروپیگنڈسٹ" کے لقب سے یاد کرتا ہے اسکے کیا معنی۔ دوست! تم نے اللہ میان اور شیطان کا سوال جواب قرآن مین پڑھا ہو گا۔ علامہ مسٹر ابلیس پروردگار پر دو تہمت ڈالتے ہین "فبما اغویتنی" اسوجہ سے کہ تو نے اغوا کیا مین بھی تیرے بندون کو صراط مستقیم تک پہونچنے نہ دون گا۔ پروپیگنڈے اور اغوا مین تھوڑا ہی سا فرق ہے۔ اگر اللہ میان اپنے بارے مین ایک گستاخ کی زبان سے "اغوا" کا الزام سُن کے ٹال گئے تو ہم بھی آخر اسی کے بندے ہین۔ ہم نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجیے۔ تھوڑے دنون مین قلعی کھلی جاتی ہے جو آخر مین ہنستا ہے اسکی ہنسی خوب رہتی ہے۔

جنگ شمشیر و قلم

لوہے اور نرکل یا کلک کا مقابلہ ہی کیا مگر جب کبھی تلوار اور قلم کا آمنا سامنا ہوا تو قلم ہی ور رہا اگر قلم کی گردن پر بی شمشیر جان نے برہنہ ہو کے چوٹ کی اور قطا رکھنے کی ٹھہرائی تو وہ اور خفی سے جلی ہو گئے اور لگے موٹے موٹے حرفون مین بی شمشیر جان کے گناہون کی فہرست لکھنے۔ سر کٹنے کے بعد روانی معجزہ نہین تو کیا ہے۔ سپاہی کے ہاتھ سے "تلوار چھن جاے گر جاے تو میان سپاہی بے بس ہو جاتے ہین لیکن نوک ٹوٹا مٹھیا قلم کسی کے روکے نہین رُکتا کاغذی میدان مین لنگڑی ٹانگ سے رستم خانی اور علی مدکے ایسے ایسے ہاتھ دکھلاتا ہے کہ بڑے بڑے جرار لشکر تھرّا کے مُنھ پھیر لیتے ہین۔ بھاگے پناہ نہین ملتی۔ لارنس صاحب بیوقوف تھے اگر وہ تلوار کا نام نہ لیتے اور خالی سوا بالشت کا قلم لے کے حکومت کا دعویٰ کرتے تو آج اُنکے بُت پر یون حملہ نہوتا۔ ہمارے نزدیک بعید از قیاس تھا کہ میان پٹیالا شمشیر نا خلال (دنت گھسنی) لے کے سردار دیوان سنگھ مفتون مدیر "ریاست" دہلی پر چڑھ دوڑین گے مگر کیا کرین "ریاست" کے تازہ نمبر مین ایک انوکھا مضمون شائع ہوا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ پٹیالے کی تلوار سر میدان نہین چوری چھپے جریدہ "ریاست" کے قلم پر یا مالک "ریاست" کی گردن پر وار کرنے والی ہے۔ ریاستی نخرے کا مقتضیٰ یہی ہے تو سردار دیوان سنگھ کا کچھ نہ بگڑے گا۔ ایک جان ہے چاہے خدا لے چاہے بندے لے۔ مگر خدا بچائے قلم کے بھوت یا منھیا دیو یا مرچیا جن سے یہ جا اپنی مختون گردن لے کے چڑھا تو پھر نہ مرچون کی دھونی سے اُترے گا نہ حاضرات سے نہ گورسے عاملون کے گنڈے تعویذ سے۔

ایک بد شوق لڑکا اُستاد کے حق مین دعاے بد کر رہا تھا "الٰہی مولوی کا جنازہ نکلے" مولوی صاحب نے سُنا تو ہنسے اور کہنے لگے "بیٹا باوا کا جنازہ نکالو مین مر جاؤن گا تو تمھارے باوا دوسرا جلاد مولوی نوکر رکھ لینگے" مسٹر میولاک ڈپٹی کمشنر بد معاشون کے دشمن تھے بد معاشون کی تلاش مین اکثر بھیس بدل کے نکلتے تھے ایک دفعہ اُنھوں نے کسی چور کی مان کی زبان سے اپنے کانون سُنا کہ "یوہ ارّہی ۔۔۔ میولکوا مرے ایکا بھوانی لے جائے" مسٹر میولاک ضبط نہ کر سکے اُسی زبان مین کہنے لگے "تورا بچوا جیئت ہے تو ساری دھرتی میولاک ہے" یعنی لونڈا ہے چور زندہ رہے گا۔ چوری کرے گا تو زمانہ بھر سزا دے گا۔

اس بیہودگی سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ پٹیالے کی تلوار اپنا چلن ٹھیک رکھے جو اہل قلم سے مڈبھیڑ ہی نہ کرنا پڑے یہی گُن رہے تو سردار دیوان سنگھ کے قائم مقام ایک نہین ہزارون موجود ہین۔

ہان ایک تدبیر اور ہے یعنے جب تلوار کُند ہو جاے تو قلم سے قلم لڑے یعنی پٹیالے سنگھ جہاں قصد ہو تو کھول دو خزانہ۔

ارادہ

ایک سلسلۂ شعر "ہند وز وجۂ یورپ" کے عنوان سے عنقریب منطق آرا بیگم صاحب لکھنے والی ہین۔ مگر ہمارے وطن مین ایسے مضامین کی قدر نہین۔ اسوجہ سے دل مین چونپ نہین۔ اُمید وار بہدہ بانند

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ تیار کردہ بہدف ادویہ

حلوائے مغز کنجشک

اسپغول ماہی سقنقور اسپند
نصف آن وروغن عصفور ہست

اعضائے رئیسہ اعصاب کو طاقت پہونچانے میں
دماغ معدہ و جگر کو طاقت عظیم پہونچا
کرتا ہے۔ قوت مردمی کی نایاب دوا ہے جسکی
تعریف حد توصیف سے باہر ہے ایک جلیل القدر
طبیب کا قول اوپر کے شعر میں نظم کیا گیا ہے
اگر ماہی سقنقور کے بعد دنیا میں کوئی
دوا ہے تو یہی ممسک ہے۔ مغلظ ہے۔
سرعت و رقت کے مرض کو دور کرتی ہے

قیمت فی بکس
۲۰ خوراک (للعہ)

بالمحم عنبری دو آتشہ خاص الخاص

یہ بالمحم نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے یہ وہ
نسخہ ہے جسکی سارے ہندوستان میں شہرت ہے پہلے صرف راجگان
و والیان ملک کے لیے تیار ہوتا تھا اب دواخانہ نے خاص طور پر
تیار کیا ہے تاکہ عوام الناس کو بھی نفع پہونچے نہایت قیمتی اور
نادر ادویات سے مثل مشک عنبر تازہ میوون کے افشردون سے
تیار کیا گیا ہے مقوی اعضائے رئیسہ ہاضم طعام رنگ رخسار
سُرخ و سفید کرنے والا۔ کمزوری کو دور کرنے والا کاسر
ریاح ہو ہیر میں مفید گردہ و مثانہ کو تقویت بخشنے والا
ہے قوت مردمی کو بڑھانے والا اور ممسک ہے رقت
و سرعت وغیرہ کو رفع کرتا ہے۔

فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)
تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس پیالہ مفت

طلائے مسیحی

اعصاب کی تقویت میں بےنظیر ہے گئی ہوئی
طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگون نے
اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا
کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی وجہ
سے رگیں خراب ہوگئی ہون انکے واسطے
حکم اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ میں
اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسون کی
امید کو بر لاتا ہے اور معمولی شکایتون
میں تو وہ اثر دکھاتا ہے اور ایسی طاقت
بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

قیمت فی شیشی
آٹھ روپیہ (للعہ)

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت و توانائی پیدا کرنے کی نایاب دوا ہے جسکا مثل
و نظیر ملنا مشکل ہے قوت مردمی کے اضافہ کرنے میں
بےنظیر ہے خون کو بڑھاتی اور حرارت اصلی میں ہیجان
پیدا کرتی ہے۔ جریان و حرارت و رقت۔ بےخوابی کی
کثرت کو دور کرتی ہے مایوسون اور ناامیدون کی
امید کو بر لاتی ہے بڈھون کو لطف شباب جوانون کی
طاقت میں تیزی پیدا کرتی ہے آجتک سیکڑون
نامراد اور برسون کے مایوس العلاج اس سے صحت یاب
ہوچکے ہیں۔ اگر باقاعدہ طریقہ پر پوری مدت تک استعمال
کی جائے تو قوت امساک میں بھی خاصی افزونی ہو

قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع
محصولڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطبا سے مفت حاصل ہوسکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار۔

فرمائش کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے — منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ — فہرست کلان مفت طلب فرمائیے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب سید منظر علی صاحب بی۔ اے۔ ایڈیٹر اخبار المشیر تحریر فرماتے ہیں
کہ آج فیصدی ۹۹ اشخاص عینک کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں
جائے شکر ہے کہ حکیم سید نھے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک
سے بےنیاز کردینے کی سعی فرمائی ہے ہم مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہیں
کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس
سرمہ کی صرف دو سلائیون میں قدرت بینائی کی جو حالت ہے وہ بہت
کم میں نہیں۔ اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بیحد مفید
ہے قیمت فی شیشی عہ سلائی مفت۔
تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

المشتہر
حکیم سید نھے نواب بیت الشفا رگیا (بہار)

پری مہک تیل

دماغ کی راحت اور قوت کا ذمہ دار ہے خوشبودار ہے چکنا نہیں
بالون کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔ ڈاکٹرون اور حکیمون نے
سرٹیفکٹ دیے ہیں طالب علم اور دماغی کام کرنے والے اسکے فوائد کا اقرار
کرتے ہیں درد سر اور نزلہ کے مریض بارہا آزما چکے ہیں گنج اور بالخورہ
کا حکمی علاج ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ بارہ شیشی کی قیمت عہ،
نمونہ کی شیشی قیمت ۸ر محصول ذمہ خریدار۔
کاٹ کی ہنڈیا ایک ہی مرتبہ چڑھتی ہے دروغ کو فروغ نہیں۔
منگائیے اور آزمائش کیجیے
المشتہر تجارت پیشہ حضرات خط و کتابت سے طے کرلیں

مختار احمد بیٹری مرچنٹ موجد
پری مہک تیل آم گھاٹ کھدان احاطہ نانک پور بی اینڈ آر ریلوے
نوٹ! ہمارے کارخانہ میں نہایت عمدہ اور خوش ذائقہ ہر قسم کی بیڑی
تیار ہوتی ہے قیمت فی ہزار عہ محصول ذمہ خریدار۔

سچا ہمدم و دلی دوست

جب آپ کی طبیعت ناساز ہو بدہضمی تبخیت جریان احتلام
اور خون کی خرابی و کمی سے زندگی بیزار ہوگئی ہو دل کمزور ہوگیا
ہو ایسی حالت میں سچے ہمدم کا کام آنتک نگرو گولیان ہی
دیگی دل کو مضبوط بنا کر دلی دوست ہونے کا ثبوت
دینگی ایک دفعہ ضرور تجربہ کریں قیمت فی ڈبیہ
عہ ۵ ڈبیان چار روپیہ (للعہ)
وید شاستری جام نگر کاٹھیاوار
ایجنٹ اندر چند اینڈ کو چوک لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۲۷-۱۹۲۶ء

اردو کو زندہ کرنے والے دل کو تازہ کرنے والے سیاسی ادبی
اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب میں محفوظ
رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد للعہ مع محصول۔
المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ نچارک پی ٹھرکی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو — کف۔ کھانسی ہیضہ۔ دمہ۔ پیٹ کے درد قے۔
دست سنگرہنی۔ انفلوئنزا اور بچون کے امراض کیلئے
خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی میں چند قطرے ملا کر دینے سے فوراً جادو کا سا
اثر کرتے ہیں۔ قیمت ۸ر ہر مین سب جگہ بکتا ہے۔

ودوگجر کیسری — یعنی داد کو بلا جلن کے جڑ سے کھونے والی
لاثانی دوا قیمت ۴ر

بال سدھا — بچون کی کمزوری کو دور کرکے بدن کو مضبوط فربہ اور پھر
تیلا بنانیوالی میٹھی دوا قیمت ۱۲ر ڈاک خرچ علیحدہ لگیگا۔

اپنے شہر کے دوا فروشون
سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی
سول ایجنٹ اندر چند لکھنؤ
ہمارے یہاں کے سول ایجنٹ الیضا مرزا ۱۱ پارسنس کھجوا لکھنؤ

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے تبدلے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی باجہ یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ ر فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منیجر کی نہایت ضروری گذارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر بہ فیس صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جاسکے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کرسکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ الخیر فی ما السلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کروالین۔ دام ودرم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۲ نمبر ۱۶

مضامین

۲۸ اپریل ۱۹۲۸ء

عطوفت نامہ منطق آرا بیگم
بجواب نصیحت نامۂ لارڈ اردن

ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی؟ اسے دیہی گنواری آنناد بہو کا ڈکھڑا۔ ولایتی دُلھن چاہتی تھیں کہ چھوٹی نند کو اپنے ساتھ لیے لیے پھریں سنتی ہوں کہ اتنی سی بات پہ میاں بی بی میں خوب ٹھن چلی۔ وہ فرماتی تھیں کہ تم نے پہلے سے اپنے یہاں کے طور طریقے مجھے کیوں نہ بتائے جو میں تمہارا ساتھ نہ دیتی یہ کہتے تھے کہ ہندوستان کا پردہ تمام دُنیا کو معلوم ہے کوئی چھپا نہیں۔ تم پڑھی لکھی مڈل پاس ہو۔ اخبار دیکھتی ہو کیا تم ننھی تھیں۔ آخر اُسی دن سے ٹھن پھن کا لگا لگا۔ میاں کہتے دن تو بی بی کہتیں رات لونڈا لنگوٹا زن مرید بی بی کے نکتورے اُٹھاتا رہا وہ بھگو بھگو کے لگاتی رہیں۔ دے فرمائش دے فرمائش۔ مارے فرمائشوں کے میاں کا بوگرا نکال دیا۔ موٹر لی گئی کرایہ کی کوٹھی حضرت گنج میں آراستہ ہوئی۔ خانساماں، بیرا، دھوبی، مہتر نوکر رکھے گئے۔ سہ پہر دوستوں کی دعوت۔ پھر دعوت بھی خالی خولی روکھی پھیکی نہیں۔ کالے پانی کی درجنوں بوتلیں روزانہ لنڈھنے لگیں۔ میرا غریب اپنے بچے کی صورت دیکھنے کو ترس گئی۔ وہ بیچارا آنے کا قصد بھی کرتا تو آزاد بہو کہتیں۔ تم اپنے جاہل غیر مہذب ماں باپ سے مل کے میری توہین کرتے ہو۔ صاحبزادے تو کبھی نہ آتے مگر کیا کرتے مجبور تھے۔ بیرسٹری چلتی نہ تھی ایک تو نئے نئے بیرسٹر۔ دوسرے فیس اونچی نہ لیں تو گھٹیا وکیل سمجھے جائیں نام نکل جائے۔ تیسرے ٹرٹا مار مقدمہ ملا بھی تو محنت کرنے کی فرصت کہاں جھبو گنے کی طرح تو ہر وقت بی آزاد بہو چمٹی رہتیں۔ جب فاقوں کی نوبت آئی قرض میں بال بال بندھ گیا تو بوڑھی ماں یاد آئی۔ آئے اور بیٹھتے ہی روپیہ کا سوال پیش کر دیا۔ باوا کو صورت سے نفرت ہو گئی تھی وہ بات نہ کرتے تھے مگر مجھ سے یہ نہ ہو سکا دس پانچ ہزار روپے میرے پاس تھے وہ میں نے دفعہ دفعہ کر کے دے دیے اور دبی زبان سے سمجھاتی بجھاتی رہی کہ میاں صاحبزادے اپنے حواس درست کرو پندرہ بیس ہزار روپیہ تمہاری لکھائی پڑھائی میں صرف ہوا۔ دل میں آس تھی کہ مقدر ٹھیک ہے تو یہ مال اکارت نہ ہوگا۔ چار پانچ سو روپیہ مہینہ تم ضرور کماؤ گے۔ تم وہاں سے آئے لنگور بن کے۔ اکیلے تم ہی اپنی ماں اور باپ کے وارث نہیں ہو آخر جوان جہان بہنیں ہیں انکی شادی بیاہ کا سامان کرنا ہے۔ پھر سلامتی سے سوتیلی اماں بھی ہیں۔ وہ سال کے پیچھے ایک جھول جن دیتی ہیں اُنکا ٹبر بھی تمہارے باپ کو اُٹھانا پڑتا ہے میں کب تک تمہارا خرچ نباہ سکونگی۔ باپ تمہارے ہیں تو رئیس مگر کوئی قارون تو نہیں ہیں سچ پوچھو تو جتنا اُنھوں نے تمہیں دیا تھا اپنی کسی اولاد کو نہیں دیا اب وہ قسم کھا بیٹھے ہیں کہ آیندہ ایک کوڑی نہ دونگا۔ اللہ جانتا ہے تمہارے گھرانے بھر میں کسی نے کالا پانی نہیں پیا۔ اسے سے حرام چیز گھر بھر نجس۔ مگر کون سنتا ہے؟ دو چار مرتبہ کہا بدے آخر دو بدو لڑنے پر تُل گئیں (دقعیں) ہوئے نیلے پیلے دیدے نکال کے فرمانے لگے "دیکھیے میں بیرسٹر ہوں آپ برابر پرسنل اٹیک کر رہی ہیں آپ کو میری ذاتیات میں دخل دینے کا حق نہیں اگر آیندہ آپنے کوئی ایسا لفظ کہا تو میں کورٹ کے ذریعے اپنے حقوق انسانیت کی حفاظت کرنے میں تامل نہ کروں گا"

لاٹ صاحب آگ لگے اس تعلیم کو بھونکا پڑے اس آزادی میں۔ صاحبزادے اپنی اماں کی چوٹی پکڑ کے کچہری دربار لیجانے کی دھمکی دیتے ہیں۔ اے تیری قدرت اے تیری شان اسپر بھی میں جسقدر سمائی تھی خاطر مدارت کرتی رہی آخر کھگیہ ہو گئی۔ اُدھر آزاد بہو نے پیٹ سے پاؤں نکالے گھوڑدوڑ میں بازیاں بدنے اور ہارنے لگیں۔ گھر گتوں ہوگا۔ میاں کے دوست دو چار تو بی بی کے ہزار دو ہزار ماشاءاللہ کھچا کھچ بھرے رہنے لگے۔ انکی چائے پانی کا خرچ ہی اتنا تھا کہ ایک خاندان اچھی طرح عیش آرام کے ساتھ اتنے خرچ میں پل جائے۔ دوسرے خرچ کا کیا ٹھکانا ہے۔ اب مزا سنیئے کہ آزادی پھر آزادی ہے ایک دن صاحبزادے جو اپنی بی بی کی خوابگاہ میں درآنہ چلے گئے تو وہاں کچھ اور ہی گُل کھلا ہوا تھا یعنی آزادی اور کوئی اجنبی آزاد گلے میں باہیں ڈالے آزادی کے ساتھ بے غل و غش سو رہے تھے انکے بوٹ کی چاپ سے دونوں کی آنکھ کُھلی۔ ہندوستانی غلام پھر غلام ہے یہ آزادی صاحبزادے کے دل میں کھٹکی۔ ابھی کچھ مُنھ سے نہ نکلا تھا کہ آزاد جوڑا کھڑ بڑا کے اُٹھا اور صاحبزادے پہ آزادی کی مار پڑنے لگی۔ زنانی آزادی کی ایڑی مردانی آزادی کا گُرگ۔ اللہ دے اور بندہ لے۔ مگر میں آزاد بہو کی محبت کی قائل ہوں جب کھوپڑی پہ آزادی کا داغ لگاتی تھی تو کہتی تھی "پیارے تم بغیر اطلاع کیوں چلے آئے ڈیر اس طرح کی خلل اندازی تہذیب و آزادی کے خلاف ہے"

زنانے بوٹ نرم ہوتے ہیں دس پانچ حملوں میں جبیں بول گئے تو بی آزادی نے میز کے سامان سے چوتھی کھیلنی شروع کی۔ پیپر ویٹ اُٹھایا اور دھڑ سے کھینچ مارا رول لیا اور دو میں دو میں رسید کرنے لگیں روشنائی کی بوتل جو مُنھ پہ پڑی تو صاحبزادے کا مُنھ بے کچھ کیے دھرے کالا ہو گیا۔ ادھر تو مرمت کی ادھر خود ہی تھانے پر پہونچیں رپورٹ لکھوا دی کہ شراب پی کے مجھ پر میرے مُنھ بولے خاوند نے شب کو قاتلانہ حملہ کیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ شخص دفعتہً پاگل ہو گیا۔ چلیے صاحب کوٹھی میں بی آزادی کی حفاظت کے لیے پولیس کا پہرا ہو گیا۔ صاحبزادے بھیجے گئے ڈاکٹر کے پاس۔ اگر وہ بھیجے نہ جاتے تو بیچارے خود ہی جاتے۔ آزادی نے سلوک ہی ایسا کیا تھا۔ کہیں قریب ہوتے تو میں جا کے جلدی چھوڑا لاتی۔ مختصر یہ کہ پھر اُنکے باوا غریب نے گاؤں گروی رکھ کے قرضہ ادا کیا۔ آزاد بہو

رامنی نامہ داخل کرنے کے عوض مُنہ بھرائی دی - ولایت تک سکنڈ کلاس کا پورا خرچ دیا کہ یہ آزادی جہاں کی بلا ہے وہیں جائے تب صاحبزادے کی جان بچی مگر عادتیں ایسی بگڑ گئیں کہ وحشت نہ گئی - سبطین آباد (یعنی امجد علیشاہ کے مقبرے کی کوٹھریوں) میں کراہیوں کے قریب رہتے ہیں جو کچھ ملتا ہے اُسکا ولاتی پانی نوش کرلیتے ہیں - یہاں پیر سے کلیجے سے خون کی بوندیں ٹپکتی ہیں - اے کس ناز نعمت سے پالا پرورش کیا - کبھی پھول کی چھڑی بھی نہ چھوائی بقسموں کا لکھا یوں پورا ہوا کہ آزاد گوروں کی ٹھوکریں کھائیں - پھٹی پُرانی پیوند زدہ پتلون اور گھونس کی کھال کی ٹوپی پہن کے پلپلی صاحب بنا پھر بھی اسقدر مرعوب ہے کہ گھر میں آنے اور مرد آدمیوں کی طرح رہنے کا نام نہیں لیتے -

لاٹ صاحب! میں نے پُرانی کتابوں میں آزادی کے معنی تلاش کیے تو معلوم ہوا کہ انسانی آزادی کی منطقی تعریف چند لفظوں میں ناممکن ہے - اسکے لیے کوئی ضابطہ بھی مقرر نہیں - جس طریقے سے کسی مقام کے رہنے والے خوش و خرم رہ سکیں وہی آزادی ہے - سمندر پار جس مجوسہ چیز کا نام آزادی ہے اگر تم ریاستوں کو ایسی ہی آزادی کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ انکی شامت آگئی اور اسطرح انکی چند یا پہ آزادی کی ٹھوکریں پڑینگی جس طرح کہ میرے بچے پہ آزاد ہو کے چلتوں - وہ ہونگی گوری ہیں کالے - کسیرو کی پہیلی ہے ؎

کسی کے مُنہ سے نکلی بات

اندر دن ہے باہر رات

بھلا دن رات کا سنجوگ آج تک کبھی ہوا؟ - جب دن ہوتا ہے تو رات نہیں ہوتی - جب رات آتی ہے تو دن غائب ہو جاتا ہے ریاستیں اگر کسیرو کا پہیلی ہو جائیں تو شاید دونوں ایک جگہ جمع ہوسکیں - ریاستوں کے اکثر مالک ولایت سے آزادی باندھ لائے ہیں - تم بھی آزادی پکارتے ہو منطق کی رو سے یہ آزادی وہی آزادی ہوسکتی ہے جو ولایت میں پیدا ہوئی ہندوستان اور ولایت کے خیالات میں دن اور رات کا فرق ہے لہذا چچا کے قلم میں پیدا کرنا ٹھیک نہیں صاف صاف کہہ دو کہ ایسی آزادی کے استقبال کی تیاریاں پہلے سے کی جائیں بھلا کیا نتیجہ ہوگا اگر بی آزادی میری آزاد بہو کی طرح پھر سمندر پار دھکیلی گئیں - اور اچھے بھلے لوگوں کا چین بگاڑ کے جہاں سے آئی تھیں وہیں سدھار گئیں نہیں تو ہندوستانی رہنے کی حالت میں آزادی درکار ہے یہ آزادی جب تک ہم بیجا مداخلت اور دست اندازی سے آزاد نہوں پیدا نہیں ہوسکتی - جدید آزادی کا طریقہ بہرحال دوں کی بنائی ہوئی زنجیر ہے - میں ایک لطیف منطقی اور شاعرانہ اشارہ کرتی ہوں سنو -

ابوبکر محمد بن ہاشم خالدی نے سیف الدولہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جسکا ایک شعر ممدوح کو بہت اچھا لگا ؎

فوجہٗ کلہٗ قمر

وساٸر جسمہ اسد

(مُنہ تو بالکل چاند ہے - اور دھڑ بھر شیر ہے) امیر صاحب یہ شعر پڑھتے تھے اور بعض اُن حال کے انشا پردازوں کی طرح جنکی ماں معرفہ ہے اور باپ نکرہ اپنی تعریف پر جھوم رہے تھے اتنے میں شیلی شاعر وارد ہوا مداح کی تعریف کا اثر دل پر تھا گھرا شیلی کی صورت دیکھتے ہی حضرت نے کہا دیکھو کیا شعر ہے

فوجہٗ کلہٗ قمر

وساٸر جسمہ اسد

شیلی ہنس کے کہنے لگا "حضور شکر کا سجدہ کیجیے اللہ نے حضور کو عجائب المخلوقات میں نرالا حلیہ عنایت کیا"

یہ آزادی بھی عجائب المخلوقات میں سے ایک ہے ؎

فوجہٗ کلہٗ قمر

وساٸر جسمہ اسد

ایسی جکڑ بند کی آزادی جوانی میں تو خیر بھلی لگتی ہے مگر خدا جانتا ہے بڑھاپے کے حق میں قہر ہے - جوان اسکا چاند سا مکھڑا دیکھ کے لٹو ہو جاتے ہیں اور ادھر ڈھلا دن کی چاندنی گئی اندھیرا پاکھ آیا اور ادھر خار افگاف پنجوں کی چوٹ نے بھرکس نکالا - ہم نے انگلستان کے بوڑھے بڑھیوں کی حالت سنی ہے جو پہلے خود ہی اس قسم کی آزادی پر مٹے ہوئے تھے اب خود ہی اپنی قسمت کو پیٹتے رہ رہے ہیں تو انین پر بد تھے ہیں - معاشرت کے طرز پہ آنسو بہاتے ہیں اپنی بیکسی پر آہ کرتے ہیں -

باقی آئندہ

داغ ۔۔۔

سلطان آرا بیگم

دنیائے زندگی میں یہ چرچے ہیں ہر طرف
کم ہو رہے ہیں اتو احل کے مخاطرے

بے موت کے غمزۂ جانستاں سے ہر متنفس کی روح فنا ہوتی رہتی تھی - کیونکہ انکی نگاہ لطف قہر کی سے متاثر ہو کے ہر جاندار کو زندگی سے ہاتھ دھونے پر مجبور کر دیتی تھی - بقول ے ؎

اے مرگ ہزار خانہ ویراں کردی

از بود و وجود غارت جاں کردی

ہر جوہر قیمتی کہ آمد بہ جہاں

بردی و بزیر خاک پنہاں کردی

حکیم - وید ہرچند کہ محافظت جان کے ٹھیکیدار تھے لیکن بی صاحبہ کے بے پناہ وار کے آگے انکی کچھ پیش نہ جاتی تھی - ایک نہ ایک دن خود انکے طائر روح کو بھی موت کی توجہ فرمائی پر بصد حسرت قربان ہونا پڑتا تھا - لاکھ لاکھ تدبیریں عمل میں لائی گئیں مگر ان کا نتیجہ حصول سوراج کی طرح ہمیشہ ناکامی کے سوا کچھ نہ نکلا - اور مجبوراً یہی کہنا پڑا کہ

قضا پہ بھی قبضہ چلا ہے کسی کا

اگلے زمانہ میں روح اللہ یعنی حضرت مسیح یہ معجزہ ضرور دکھایا کرتے تھے کہ مردے کو اپنی ٹھوکر سے زندہ کر دیتے تھے انکے بعد انکی مُنہ بولی نسل اس کرامت سے محروم ہوگئی لیکن وہ بیتاب تھی کہ یہ روحانی یا آسمانی باپ کا حیات بخش ورثہ اُسے کیوں نہیں ملا - لہذا اسکے حصول کے لیے وہ قدرت سے جنگ کرنے لگی - اولاد کے واسطے افضلیت نہیں تو کم از کم باپ کی ہمسری ضروری ہے -

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سعادتمند اولاد نے سائنس کے آلات کو وسیلۂ ظفر بنا کے موت پر فتح پانے کے لیے سرگرمی کے ساتھ کوششیں شروع کریں اور صدیوں کی محنتوں کے بعد وہ بھی اب بفضلہ قم باذنی نہ سہی قم باذن السائنس کہکے مردوں کے جلانے پر قادر ہوگئی۔ چنانچہ قبل جرائد برطانیہ کے ایک ہسپتال میں کسی ڈاکٹر نے ایک مرے مینڈک کے جسم سے کئی اعضا کاٹ کے علیحدہ کر دیے اور جب دیگر ڈاکٹروں نے تسلیم کر لیا کہ مینڈک مر گیا ہے تو اس ڈاکٹر نے جس نے مینڈک کے اعضا قطع کر دیے تھے مینڈک کے مردہ جسم میں برقی داخل کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مینڈک میں جان آ گئی اور وہ تڑپنے لگا۔ اسی طرح جرمنی کے ایک سیمادم ڈاکٹر نے بندر کے گلے پر چھری پھیر کے اسے مار ڈالا اور نصف گھنٹہ کے بعد ایک دوا پچکاری کے ذریعہ اسکے اعصاب میں داخل کی۔ چند ہی منٹ گزرنے پر بندر کا دل حرکت کرنے لگا۔ خون گرم ہوا اور اسکی نبضیں چلنے لگیں اور بندر اٹھ کے بھاگنے لگا۔ واقعات مندرجہ کے مانند لندن کے حیوان خانہ میں بھی امسال دو چھپکلیوں کو ایک ڈاکٹر نے قید حیات سے آزاد کر کے انکی روحوں کو پھر قفس عنصری میں مقید کر دیا۔ شاباش۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مسیح تو صرف مردوں کو جلاتے تھے مگر انکی مفت کی نسل اب مرنے کے جھنجھٹوں کو بالکل رفع کر کے زندہ کرنے کی تکالیف کے متعلق اس شعر کا مطلب مجرائی صادق کر دکھائے گی کہ ؎

دردِ سر کے واسطے صندل لگانا ہے مفید
اسکا گھسنا اور لگانا دردِ سر یہ بھی تو ہے

یقین ہے کہ آئندہ جو لوگ جینے سے تنگ آ جائینگے ان کے لیے ڈاکٹروں کو کوئی نسخہ قاطع زندگی تجویز کرنا پڑے گا۔ کیونکہ موت تو از خود آنے سے رہی اور بے موت مرنا ایک انہونی بات ہے۔ اسلیے سنتے ہیں کہ اب برقی آمیزش ت کوئی ایسی دوا تیار کی جا رہی ہے کہ جسکے استعمال سے موت کو موت آ جائے گی اور عنقریب جانشینان عیسیٰ اعلان کر دینگے کہ

مردن موقوف مقبرہ مسمار سازند

اس قسم کے معجزات و مکاشفات کا اظہار کرتے ہوئے بھی اگر آئندہ کوئی انھیں ناخلف بتائے تو یہ اسکی سمجھ کا قصور ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں بیٹے کی اولاد باپ یعنی خدا سے برابری کرنے لگے گی۔

مستقبل بعید میں اسی طرح مرنے کے لیے بھی جدو جہد عمل میں لانا پڑے گا جسطرح کہ فی الحال زندگی کے لیے عمل میں لائی جا رہی ہے۔

بہرحال عمل و ردعمل کا یہ انقلاب انگیز سلسلہ ختم دنیا تک بدستور جاری رہے گا اور آئندہ نسلیں کسی کو مرتے ہوئے دیکھ کے یوں متعجب ہونگی جیسے کہ بالفعل ہم سب کسی مردہ کے زندہ ہو جانے کی خبر سے متعجب ہوتے ہیں۔

راقم شیر سنگھ شمیم از گوری ضلع فرخ آباد

پائنیر پر فوجی صاحب کا غصہ
نتیجۂ حق گوئی

(۱) ہائیں کیا ؟

(۲) اخاہ ! سچ بولا

(۳) لے تو یہ سزا ہے۔ دور ہو

دی آل انڈیا مفلس الدماغ کانفرنس
منعقدۂ عالم خیال

یاران عزیز! ایں جانب۔ بہت زمانے سے ایک عجیب و غریب کانفرنس جمع کرنے کی ادھیڑبن میں مبتلا تھے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آخر عالم رویا میں اسکا انعقاد ہوگیا۔ جیٹ منگنی پٹ بیاہ۔ کانفرنس کی کارروائی حوالہ قلم ظرافت رقم ہے۔ صاحبان ذہن مستقیم و طبع سلیم کو اپنے دل میں جھینپنے کی ضرورت نہیں کیا معنی کہ کانفرنس میں انکا ایک فرد بلایا گیا نہ شریک ہوا۔ کوئی شخص شریک ہونا چاہتا تو نہایت بے عزتی کے ساتھ پاہر باہر کیا جاتا اور وہی گت بنتی جو شیخ صاحب کی محفل رنداں میں۔ سی آئی ڈی کے گرگے کی بزم مجرمین میں۔ ناصح کی مجمع دیوانگاں میں۔ مردہ جانور کی بھوکے گیدڑوں میں۔ مکھی کی دودھ میں۔ ناریل کی بندر کے ہاتھ میں۔ ناک والوں کی نکٹوں میں۔ کریب کی انگیا کی کانٹوں میں۔ وہاں انا اشرع فی المقصود ذہنی وجود خارجی نہیں۔ لہٰذا عل کی ہمت کیا دیکھتا ہوں کہ دس میل لمبا اور چھ میل چوڑا ہال ہے اور اتنے آدمی وہاں بیٹھے ہیں کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں بس یوں سمجھیے کہ سانس باہر نکل نہیں سکتی سینہ کے اندر ہی اندر گھٹی جاتی ہے۔ صدر میں ایک برف کا پل سا بنا یا ہے۔ پل پر جھلملے کلابتو کی مسند بچھائی ہے۔ مسند پر ایک داڑھی مونچھ

منشا اسکے بعد پیلا نہایت منرور آدم صورت چارپائی تو بیٹھا ہوا چاروں طرف اس طرح دیکھ رہا ہے جیسے اس کانفرنس کے تمام شرکار اسکی کنیزوں کی اولاد ہیں۔ اسی اثنا میں مجمع نے غل مچایا کہ جلسے کی کارروائی شروع کی جائے بس اتنا سنتے ہی صدر نشین صاحب اٹھ کھڑے ہوے اور فرمانے لگے۔

"حاضرین جلسہ میں اپنی ذات کو صدارت کی خدمت کے لیے پیش کروں تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ خود مجھے اپنی طبعی صلاحیت صدارت میں ظن مضطرب فاحش ہے اور اگر کوئی اور اس پردۂ عریاں کو ناخن وحدانیت سے چاک کرے تو سمجھ لیجئے کہ اسنے استغنا شکنی میں انگشت قزاقی سے گستاخی کی ابتدا میں صادر ہوں اور ضرور اس فرش سفر الملی پر تیروں گا۔ آہ یہ میرا تیز ناک نازک ہے نہفتہ ایک نہاد ہے ناگفتہ۔ ایک ادائے جلیلانہ ہے ناسفتہ۔ جب میں ہاتھ کی سرانگشت میں تانگے کا قلم پکڑ کر پرائی تصنیفوں کی نقل کرتا ہوں تو اپنے اندر ایک مسرت محسوس کرتا ہوں مرتعشانہ۔ ایک ارتعاش پاتا ہوں برقانہ۔ جب خواہشات برقیات میں بیسیر الحصول ترعرع پیدا ہوکر صدائے شرف پاش دیتا ہوا تخیل نشاپروادی میں جمانی محلول کی طرح تبسم بیزی کی تجلی مہم برشت کے ساتھ داخل ہوتا ہے تو میں بن جاتا ہوں ایک خدائے سخن فرسا۔ تمام دنیا کے دماغ سے حادث شدہ نکات میری حقیقی ملک ہیں فانا ربکم الاعلیٰ فقعوا لہ ساجدین"

مجمع کی طرف سے ایک شور احسنت و مرحبا بلند ہوا۔ اخبار والوں نے جلدی جلدی تقریر کے نوٹ لیے مگر تقریر کے آخری الفاظ کی صدائے بازگشت ابھی موقوف نہ ہوئی تھی۔ کہ ایک متوالا طفل نوخیز پیمانہ کیف۔ ذلت آشفتہ۔ خوے کردہ طالب قدردان عراقی در بغل جھومتا جھامتا لڑکھڑاتا خالی گھٹنا گرتا پڑتا یا جھوٹ کے پل کی طرف بڑھا اور کہنے لگا "یہ کیا خشکیات ہیں تم کون ہوتے ہو جی۔ اس مجمع کی صدارت کے قابل میں ہوں۔ مگر لوگوں نے اس مجسم اضطراب

کی کچھ پروا نہیں کی ٹانگ کھینچی اور باہر کر دیا۔

اسکے بعد انجمن تخریب اردو کے سکرٹری صاحب نے اپنی رپورٹ شروع کی:-

"حضرات! یہ انجمن اگرچہ نوعمر ہے مگر تھوڑی سی مدت میں اس نے جو کارہائے نمایاں کیے وہ اندازہ و شمار سے زیادہ ہیں مثلاً قدیم شعرا و ادبا نے جو محنت و عرق ریزی اپنی زبان کی اصلاح۔ محاورات کے ضبط و انضباط۔ غیر زبانوں سے مدد لینے میں احتیاط اور نامناسب یا غیر معتدل اختلاط سے متعلق کی تھی وہ بفضل خدا بالکل برباد کر دی گئی ہے ناسمجھ بانداز اور باد سے انکے تصانیف و نتائج طبع پر بیہودہ مضامین لکھوا کے شائع کیے۔ ایسے معترضین کی ہمت افزائی کی گئی جنھیں متقدمین کے کلام سمجھنے کی تمیز نہیں۔ اعتراضات کی نوعیت بالکل دو کمی تھی جن اشعار میں ایک الخیالی معشوق کا سراپا تھا انکے خلاف معترض ایک اخلاقی ناصح بن بیٹھا جس شعر میں گل و بلبل کا ذکر تھا اسے پرانے دھرانے فرسودہ مبالغہ آمیز خالی از روحانیت ہونے کا الزام دیا۔ جہاں تشبیہ و استعارہ ہائے لطیف کے ساتھ التزام و براعت یا دوسرے لفظی صنائع تھے انھیں ضلع جگت سے تعبیر کیا۔ اس غریب کا مذہب بھی انکے شریفانہ حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اگلے شعرا کی شاعری اور شاعری کا مقابلہ کرنے کی مجال نہ تھی ان کا جواب دینے کی قابلیت کہاں؟ مگر خالی خولی ناک بھوں چڑھا عینک صاف کر کے اتنا کہہ دینے سے رعب قائم ہو جائے کہ لیجئے شلوا"

وسلطیات سے میری طبیعت اس قدر اکتا گئی ہے تو زحمت اٹھائے انکی جگہ

اس مجہول الادب گروہ کو ہماری انجمن نے حسب لیاقت خطاب نہیں دیے۔ لیکن جب لوگوں نے خود ہی اپنے نام کی دم میں عجیب و غریب الفاظ جوڑ دیے تو انجمن نے بکشادہ پیشانی انکے لیے وہی نام قبول کر لیا جنکے وجہ تصنیف میں کوئی دخل انکے ماں باپ کی ذہانت کو نہ تھا۔ گھر میں سکر سرا کی آوازیں سنتے تھے چنانچہ زبان کا اثر بفضل خدا ابتک انکی بول چال میں موجود ہے مگر فصیح وقت و بلیغ عصر کہلاتے ہیں۔ اردو کے منشا و مولد ہونے و مادی و ملجا سے تعلق نہ ماں کو تھا نہ ابا کو نہ دوسرے عزیزوں کو نہ دوستوں اور ملنے جلنے والوں کو نہ انکے وطن کو جہاں تربیت پائی بڑھے بڑھے پروان چڑھے۔ مگر انکے اہل زبان ہونے کا دعویٰ ہماری انجمن تسلیم کرتی ہے اور ہمیشہ کرے گی۔ نامناسب نہ ہوگا اگر احقر سکرٹری انکی وطنی زبان اور انکے بزرگ از لیاقت اسمار گرامی کے چند نمونے یہاں ایک ظریف

ونٹرٹن

سائمن

ایک خیالی خلوت خانہ

سر سائمن:۔ "اس گندے پانی سے منہ دھونا بہت مشکل ہے۔ ناک سڑ گئی۔ چوہا۔ ہائے چوہا۔ ہائے چوہا"

ونٹرٹن:۔ "اجی گھبراؤ نہیں۔ اسی میں تھوڑا سا پرمیگنٹ آف پٹاش۔ کاربالک ایسڈ ملا دیجئے۔ بس یہی کام کا ہو جائے گا"

کی زبان سے تقلی کریں تاکہ جنتا زمعلی ان کی معجز نمائی کے قائل ہوجائیں ؎

فخر سلاری جدید ہی سکتو سیر کہاں
بازؔہ - قلقؔ - بہیرؔ - کھنیچے - من میاں
یا ملکؔ - جاوا سیلہ بکھیرے مار مریں
عبدالغنی فانی خنکو تیسری سلامہ یہی

ہم عورتوں کے ناموں سے کوئی غرض پسند نہیں کرتے حالانکہ اُن میں لطافت وعلم کا حصہ بہت زیادہ ہے۔

حاضرین تاڑ گئے ہیں! ان اسمار گرامی کی ترقی یافتہ صورتوں پر توجہ فرمائیں اب ان میں کا ہر ایک کم از کم علامہ ہے۔

علامہ فہیم الملۃ والدین صورت کش فطرت - بہزاد جذبات - سالار سخن مصور معنی علامہ ابو البیان بانگروی - امام الشعرار محی الدین علامئہ جادو بیہ روح جذبات اکمل الشعرا علامہ سقط الدین جگر لوی ابوالفضل علامہ اسد السعید خان خلاّق جذبات گھڑ سری - علامہ ابوالفیض حبیب اللہ الماسی کلید جذبات - مجدد سخن علامہ مفتقر حسین الفاروقی الکو لھا پوری - مار المعانی محقق سخن ابوالسر بند البھنگی الدّنی ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

زیادہ کون کہے چند پراز لیاقت تخلص بھی سن لیجیے - خراسی - لاغر - قاشی - پاسی - یاسی - فراز - براز گراز - اور انکے ساتھ وطن کی نسبت یوں لگا دیجیے خراسی سنگورلی - لاغر گرگابی - پاسی گنگامی - یاسی پنڈاوسی یہی نہیں قبیلے یا استاد یا خانوادہ کا دُم چھلا بھی اس خود ساختہ ماہیت کا جزو اعظم ہے - یہ سب اقلیم سخن کے تاجدار ہیں دوسری زبان اور اسکے محاورات یا لہجہ پر عبور وقدرت حاصل کرنے کے لیے اہل زبان کی تقلید کی حاجت انھیں ہرگز نہیں زبان غیر پر عبور اگرچہ بغیر اہل زبان کی معاشرت کے ناممکن ہے مگر تا بہر ایشاں کر وند ورخدے فارسی زبان کے خود ساختہ ماڈل جنھیں سفکس و پریفکس کہتے ہیں مثلاً پاش ریز خیز انگیز اندود یاش رنیہ وغیرہ یا اردو کلمات کے ساتھ عربی کے مونث حقیقی (ات) کا الحاق اور دیگر

تصرفات کا حق انھیں - غنل ترکہ پوری طرح بکلا ہوا مونہہ پر جالب لب ہو چکے ہیں - ابھی تک اس قسم کی فصاحت موجود ہے ؎

دکھیو رنیز خموش دلاؤ نہ تے کا پرس
افراط زادیں کا پیوں شیر ودلی برس

الحاصل بایں معرفت و لیاقت اسوقت ہزاروں نہیں لاکھوں علامہ انجمن ہذا کے زیر سایہ آسمان شہرت و ناموری پہ مثل نیتر نیمروز چمک رہے ہیں - باقی آیندہ

داقف

خیال معض

تنظیم الحیات

"اکانومی آف ہیومن لائف" کا منظوم اُردو ترجمہ بغرض نقد واظہار حسن وقبح موصول ہوا۔

جن حضرات کو شعرائے لکھنؤ سے خواہ مخواہ عداوت ہے وہ تو ہیں محسن کش اُنھیں اپنی دشمنی کی آگ میں جلنا مبارک - ہم سے سیکھیں اور ہمیں سے غرائیں - مگر اکثر عقلا کا یہ خیال صحت سے خالی نہ تھا کہ زیادہ تر یہاں کے شعرا غزل گوئی پر اوقات عزیز صرف کرتے ہیں زندگی خالی غزل گوئی اور عشق پر بسر نہیں ہو سکتی - اگلے شعرا نے اصلاح اخلاق پر بھی ہمت صرف کی تھی - اور مذہب کی اشاعت میں بھی شاعری سے کام لیا تھا - پس اُنھیں اپنے بچوں کے درستی اطوار معاشرت کا فرض بھی ادا کرنا چاہیے - بات معقول ہے مگر یہ کوئی آسان کام نہیں سچ ہے کہ یہاں شاعروں کا وڑ ہ باگھلا ہوا ہے گلی گلی شاعر نظر آتے ہیں لیکن سو میں ننانوے بول چال کی لطافت کے علاوہ علوم کی طرف سے بالکل کورے ہیں - انکی تعریف ۱۹۱۸ء میں اودھ پنچ لکسو نجی کی حرباء کے عنوان سے دل کھول کے کر چکا تسلیم کرو کی آسان چیز نہیں ان غریبوں کو اپنی جہالت سے استفادت کا طریقہ معلوم نہیں بے جانی بوجھی بات میں دخل دیتے ڈرتے ہیں دوسروں کو معلوم ہے وہ اپنی

جہالت کی تجارت سے خاطر خواہ نفع کماتے ہیں وہی مثل ہے: "چوروں نے موٹھ لی بیکاریوں نے خیبٹی پائی"

شکر ہے کہ یہاں کے ذی علم شعرا اب اس طرف متوجہ ہو گئے ہیں - اگر یہ سلسلہ قائم ہو گیا تو امید ہے کہ اہل انصاف اپنے اعتراض سے دستبردار ہو جائینگے -

فی الواقع ہمارے شہر کے مشہور سخن سنج مولانا علی نقی صاحب صفی نے "تنظیم الحیوٰۃ" کی تالیف و اطاعت سے اس واقعی اعتراض کو برطرف کر دیا ہے - مثنوی کے طرز پر یہ ایک نہایت عمدہ نظم اس قابل ہے کہ طلاب کے نصاب درس میں رکھی جائے اور قابل سیاست پیران نابالغ بھی فرصت کے اوقات میں محاسن اخلاق کا درس اسکے مطالعہ سے لیں - زبان اور نظم کی متانت کا ذکر بیکار ہے مولانا کی گمنام یا نو مشق فرد نہیں ہیں اُنھوں نے ہر ایک صنعت شاعری میں اپنے کمال کا لوہا سمنوروں سے منوالیا ہے - صرف قصیدہ - غزل مثنوی (اُردو اور فارسی) ہی نہیں - قومی اصلاح کے موضوع پر بھی اُنھوں نے جب قلم اُٹھایا تو دوسروں سے ممتاز نظر آئے - اگر سررشتہ تعلیم کے متعدد افراد تعصب سے بری ہیں تو یقیناً یہ کتاب ضرور مقبول ہوگی - تقطیع ۱۸×۲۲ پر ہے کھلے کھلے حرفوں میں عمدہ سفید کاغذ پر چھپی ہے کہ نوآموز آسانی کے ساتھ پڑھ سکے - ۲۴۰ صفحہ ہیں اور دو روپے قیمت ہے - ادبی پریس لاٹوش روڈ یا خود جناب مصنف سے (بہ نشان مولوی گنج لکھنؤ) مل سکتی ہے -

---

مولانا پنچ کی نوٹ بک

صبر وشکر

ایک میاں تھے بد صورت اور اُنکی بی بی تھیں بقول بدنصیبن کے چندے آفتاب چندے ماہتاب اتفاق سے ایک روز دونوں ساتھ بی بی کے ازلی چغلخور یعنی آئینہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو بے چینے

اور سہرن کا جوڑ بھی کوئی جوڑ ہے۔ بی بی نے جواپنے چاند سے شوہر میں گھن لگتے دیکھا تو ٹھنڈی سانس بھر کے بولیں: "خیر اور کچھ نہیں تو خدا کا ساتھ ہی سہی بخشش کے لیے یہی بہت ہے۔" میاں نے متحیر ہو کے پوچھا:

"کیا کہا؟"

بی بی: "کچھ نہیں کلام پاک میں ہے خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے خدا شکر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

میاں: "تو پھر؟"

بی بی: "پھر یہی کہ میری خوبصورتی پر تم شکر کرو اور تمہاری بدصورتی پر میں صبر کرتی ہوں مجھے اور تمہیں دونوں کو اللہ جنت نصیب کرے۔"

۱۰ اپریل کی اشاعت میں محترم معاصر البرید نے بعض ظرفائے وقت کی تحسین پر جنکے کارنامہ ہائے ظرافت سے ہم واقف نہیں گرچہ تھے ہو سے دل سے یہ جملہ لکھا ہے "لیکن حقیقت یہ ہے کہ ظرفاء خاص اکبر کے ساتھ آغوش فنا میں چلی گئی اور ظرافت انشا پردازی اودھ پنچ کے ساتھ قوم کی بدمذاقی کا ماتم کر رہی ہے۔"

بھائی البرید تم ہو آئینہ تمھیں نہ صبر کی تلقین کیجا سکتی ہے نہ شکر کی مگر ظرافت میں حُسن و قبح کی صورت پیدا ہونی ممکن ہے اودھ پنچ اپنی ظرافت اور اپنے بے مثل و بے نظیر نامہ نگار اکبر کی ظرافت پر نازاں ہے۔ کمال کی قدر یہی ہے کہ دوسرے کا مل فن عزت کی نگاہ سے دیکھیں یہ محل شکر ہے۔ خالی یہی نہیں بلکہ مصنوعی ظرفا کے تقابل سے محروم رہنا بھی جنکی عبارت محاسن لفظی و معنوی یا نہ باندانی کے حکم آثار یا فوائد اخلاقی یا گرہ کشائی رموز سیاست یا اصلاح معاشرت کے اعتبار سے وجود ظلی رکھتی ہے محل شکر ہے بڑے بول بولنے اور مکابرہ سے کام لینے والے کی ایسی نفسی ہم خدا کے دیے ہوئے انعام کا بموجب "اما بنعمۃ ربک" مختصر الفاظ میں اظہار کرتے ہیں کبھی فرصت ہو تو ہوسکے کی صحت و سقم پر غور کرو۔ سنہ ۔۔۔ سے پہلے تمام اردو اخبار کی زبان کیا تھی؟ اودھ اخبار کیا تھا۔ کوئی دوسرا پرچہ بتاؤ جس نے استقلال کے ساتھ اصلاح زبان کی خدمت کی ہو اور غلط کاروں کے رعب داب کے آگے مرعوب نہوا ہو۔ جسنے تعصب کو پاس نہ پھٹکنے دیا ہو جس نے بیجا تحسین کے نتائج کا اعلان کیا ہو۔ جس نے مذہبی عناد کا شائبہ اپنی تحریروں میں نہ آنے دیا ہو جس نے ظرافت کے پالے سے قدم باہر نہ نکالا ہو اور جو لفاظی، تبرا، اتہام، طعن و تشنیع کی آمیزش ظرافت میں نہ کی ہو۔ نہ زبان کی غلطیوں سے اپنی عبارت کو بچایا ہو۔ نہ گیا ہو وہ کیا ہو۔

ارے جبل تم سخن فہم ہو بہت سے مستثنیات تم خود پیدا کر سکتے ہو۔

اور یاروں کی خاطر سے جو لوگ اودھ پنچ کو ظرافت کے رجسٹر میں از راہ عناد و حسد درج نہیں کرتے یا بھلا دیتے ہیں ان کی خوش مذاقی پر صبر کرو۔

جبل اور تعصب یا تغافل اور بدمذاقی ہے قابل صبر یا نہیں؟۔ حال کے منشیوں کی انشا پردازی دیکھی بھالی پڑی ہے۔ اور "ک ماخوذ ہے "ادراک" سے لہٰذا یہی قابل ادراک ہے "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" بھی صحیح ہے اور "ذوق ہر کس بقدر معرفت" بھی ٹھیک۔

میم صاحب کی گائے

"جدھر موٹی ہے اُدھر دیکھیے"

ایک تھیں میم صاحب انھوں نے گائے پالی اہیر نوکر رکھا سانی اور بھوسے کا انتظام کیا مگر گائے روز بروز دُبلی ہوتی گئی۔ دُبلی کیوں نہ ہوتی سانی بیچاری کے پیٹ میں کب پہونچتی تھی اُسکے دام اہیر صاحب چٹ کر جاتے تھے۔ آخر ایک روز میم صاحب نے جھلا کے کہا "ول اہیر کیا بات؟ گائے بہت ویک ملوم (معلوم) پڑتا؟"

اہیر بولا "حضور آپ تو اس بغل کی طرف دیکھتی ہیں جو دُبلا ہے۔ پیٹ دیکھیے پسلیوں سے اونچا ہو رہا ہے۔"

لیڈی برطانیہ نے بھی گائے پالی چارے پانی کا انتظام ایسے اہیروں کے سپرد کیا جنھوں نے دودھ بھی بیچ لیا اور چارے کے دام بھی ہڑپ کر گئے لیڈی صاحب کی زبان سے بار بار یہ کلمہ نکلا کہ گائے سوکھ کے کانٹا ہوگئی مگر جواب ہر مرتبہ یہی دیا گیا کبھی ادلا اہر صاحب تو ہے بولے جدھر حضور جدھر موٹی ہے ادھر دیکھیے۔ کبھی دوسرا جواب یہ کہ کاغذی ورادہ پر اس گائے کا ہر ایک حصہ جسم یا پاؤ پالے کی بدولت اُلٹا جھا ہو رہا ہے۔ ایک دفعہ اسٹرت کا ذکر ہے کہ لارڈ منٹو کسی دعوت میں شریک ہوئے۔ پیٹ بھرا تو دور کی سوجھی۔ فرمایا کہ جو لوگ کہتے ہیں برطانیہ کی تجارت نے ہندوستان کو لوٹ لیا وہ جھوٹے ہیں ہندوستان کی آمدنی ہماری تجارت کی بدولت بڑھ گئی ہے۔ واللہ سچ کہا ہم پیٹ بھرے ...... سے ڈرنا چاہیے۔ غریب ہندوستانی صنعت اور تجارت کے مالک نہیں وہ دیکھتے ہیں کہ ایک اتنا شیشہ موتی باہر سے آیا اور اسکی قیمت سمندر اُس پار چلی گئی دوسرے سال اسکی تعداد دونی ہوگئی ہندوستان کو ہندوستانیوں ہی کے مال سے دلالی کا حق ملا۔ پہلے سال فرض کیجیے ایک تو دوسرے سال دو۔ دو کا عدد بہ نسبت ایک کے دونا ضرور ہے مگر درحقیقت اسے نقصان کے خانہ میں رکھنا چاہیے۔ کیا معنی کہ ؎

دل گیا ہاتھ سے لوگوں نے کہا دل آیا

پھر منڈی اور سکہ کا ایر پھیر بھی قابل لحاظ ہے۔ ایک کو دو وہ سمجھے دوسرے کو کھلی بھوسی کی قیمت دونوں تاجران فرنگ یا اہیروں کا مال ہیں۔

ہندوستانیوں کی اوسط آمدنی فی نفر تین روپیہ سالانہ ہے اور اہل انگلستان کی آمدنی فی کس نو سو روپیہ سالانہ با ایں ہمہ ہندوستانی گائے ہو گئی موٹی اور انگریزی گائے رہی بیچاری دُبلی پتلی لاغر۔ وہ راج رجتے ہیں یہ فاقے کرتے ہیں۔ اگر لیڈی صاحب نے موٹے اور دُبلے رُخ کے پہچاننے کی عینک اپنے لیے نہ بنوائی تو ہراہی ہرا سوجھتا رہے گا۔ نتیجہ یہ کہ ...... مرے سو ہم

التماس منیجر:۔ دوسروں کی طرح ہماری عادت نہیں کہ خریداروں پر جدید خریدار پیدا کرنے کا بوجھ ڈالیں۔ کیا معنی کہ ہمارے خریدار تو کیا کس میں اور خوبی خیال رکھیں گے کیوں حضرات؟

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سیج مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گرامو فون کیطرح سر دن کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہوچکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدا سے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقة مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادونکا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوة کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان لشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی لیعنی للعمر سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ لوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور بدذوقون سے خدمت نہیک دیا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کرسکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپ کے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ بالخیر والسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو انہین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے لیس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنہین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لطف حیوۃ" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۱۲ و ۱۳ کے درمیان ضمیمہ مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ — نمبر ۱۷

مضامین

۵ رمئی ۱۹۲۸ء

عطوفت نامہ منطق آرا بیگم
بجواب نصیحت نامہ لارڈ اروِن

پچھلی دو تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ ریاستیں آزاد ہو سکتی ہیں نہ انکی رعایا آزاد ہو سکتی ہے۔ نہ ہندوستان اور ہندوستانیوں پر کبھی آزادی کا پرچھاواں پڑنے پائے گا۔ انسان کو زبان سے ایسی بات نہ نکالنی چاہیے جو لوگ اُس پر ٹھٹھے ماریں بھلا ایوان بھرے بیٹھے ہو سچ ہی سچ کہدو کہ جب تمہارے ملک میں تھے تب آزاد تھے یا اب نوکری کرکے آزاد ہو۔ میری جان تم آزاد ہوتے تو تمہارا کوئی افسر نہوتا۔ افسر موجود ہے تو آزادی کیسی؟ تم آزاد ہوتے تو زبردستی ایک ایسا قانون یا اوزار تمہارے ہاتھ میں کیوں دیا جاتا جس سے تم کونسلوں کے پاس کی ہوئی تجویزوں کو جب چاہو خاک میں ملا دو۔ ہوس کی زنجیر پاؤں میں ہے تو آزادی کی ڈینگ کیوں مارتے ہو۔ تم خود لالچی حکومت کے نوکر ہو جس نے مصر کو گڑیا غلام بنایا ہے چین کے آزادوں کی دُم میں نمدا باندھا ہے جو آزاد ہیں وہ دوسروں کو پابند نہیں کرتے۔ اور جو دوسروں کی آزادی میں خلل ڈالتے ہیں وہ خود اپنی ہوس کے غلام ہیں اگر وہ ریاستوں کے نیچے اپاہج پُرانی رسموں اور طریقوں کے عاشقوں سے کہیں کہ آزادی کی عادتیں اختیار کرو تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ نئے طرز سے شامت بلاؤ۔ اور ہماری ہوس پوری کرنے کا نیا سامان جمع کرو۔ اپنے وطن انگلستان کے علاوہ جہاں انگریزوں نے پنجے ٹکائے پھوٹا سے ٹلنے کا نام نہ لیا۔ دیکھنا کیا نرالی منطق ہے:۔

(۱) ہم عالم بھر کی تہذیب کے اتالیق ہیں (کوئی مانے یا نہ مانے) لہذا ہمارے علاوہ یورپ کی کسی دوسری طاقت کو حق نہیں کہ اپنی "تہذیب" کی جنس دساور میں لائے۔

(۲) ہم اتالیق ہیں تو ظاہر و باطن اندر باہر کی نگرانی ہمارا فرض ہے چاہے کوئی کچھ کہے ہم اپنے اس حق سے کبھی دست بردار نہیں ہو سکتے۔ لہذا دُنیا بھر پر واجب و لازم ہے کہ اپنا مال تال اپنے دوسرے فائدے جو غیروں کے ساتھ وابستہ ہیں ہماری نگرانی میں دے دے باقی امور میں وہ آزاد ہے۔ یہی جملے ہیں جو ابھی مصر کے بارے میں کہے گئے ہیں جو قوم اس منطق پر چلتی اور دُنیا کو چلانا چاہتی ہے اپنے دعووں کی قسم وہ آزادی کا منھ چڑھاتی ہے اس منطق کی رو سے ایسے قیاسات مرتب ہو سکتے ہیں۔

ا۔ مصر میں کالک ہے ب۔ لندن میں سفیدی ہے	دونوں رنگ الگ ہیں

لہذا تمام کائنات سفیدی کی ملکیت ہے۔

ا۔ چین زرخیز ملک ہے
ب۔ ہم تاجر ہیں۔
لہذا ہم اُسکے مالک ہیں۔

اس محل پر میں ہندوستان کا تذکرہ جان بوجھ کے چھوڑتی ہوں۔ حال یہ ہے تو نہ مصر کی زندگی اور آزادی محفوظ ہے نہ چین کی۔ دونوں کبھی آزاد نہ ہونگے۔ صدقے اُس منطق کے جس کے نتیجے ایسے صحیح ہیں مشہور تھا کہ عربی میں جو منطق پڑھائی جاتی ہے وہ شاگردوں کو کٹھ حجتی اور خالی خولی اچھی بھلی بات میں سے ضعیف احتمالات نکالنا سکھاتی ہے آدمی سودائی ہو کے رہ جاتا ہے۔ برخلاف اسکے انگریزی منطق بہت ٹھیک ہے اس پر عمل کرنے سے انسان صحیح نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ میری جان! اگر یہ اعتراض صحیح ہے تو میں کہتی ہوں کہ انگریز ملک گیری اور سیاست میں عربی منطق سے کام لیتے اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ ریاستیں اگر اسی منطق کو بغل میں دبا کے آزادی کی تلاش میں نکلیں تو یہ روش تم کو اور تمہاری قوم کو ایک آنکھ نہ بھانے کی۔ بعض ہولی کھیلنے والے (دنی زبان اور نیچے سُروں میں) ابھی سے ہولی گانے لگے ہیں۔ رئیسوں کی بیٹھک میں ابکی یہ ہولی گائی گئی:۔

"الیسو برج کے کیا تمہیں ہوا جارے دار"

سچ پوچھو تو انگریزی منطق کے رو سے جو آجکل مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے تمہارے پاس اس دعوے کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ خود آزاد ہوئے بغیر رعایا کی آزادی کا انتظام نہیں کر سکتیں۔ انکی آزادی اور تمہاری غرض میں ہے لاگ ڈانٹ (منافات) انکی آزادی (اگر اصلی معنوں میں ہو) تو تمہاری جان کا جنجال ہوگی۔ وہ گاتے ہیں:۔

"الیسو برج کے کیا تمہیں ہوا جارے دار"

تمہیں گانا پڑے گا:۔

"موری انگیا کے گرد ہیو تار تار۔"

کہاں تک کہوں آزادی نگوڑی جائے بھاڑ میں اب میں دوسری نصیحت کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں تم کہتے ہو کہ آمدنی اور خرچ ہمارے سر اپر ست ٹیکس جو وصول ہو وہ ایک قاعدے سے صرف ہو۔ اور اپنے مقدور سے زیادہ ٹیکس کی رقم نہ بڑھاؤ۔ یہ سب ایک ہی جڑ کی شاخیں، غنچے اور کلیاں ہیں۔ اپنے خط نمبر ۲ میں کھلا کھلا اشارہ میں نے اسکی شکلوں کی طرف کیا ہے۔ یہ بھی مشکل ہے کہ آمدنی کا کچھ حصہ اپنی ذات اور اپنے رعب داب کی ٹیم ٹام میں خرچ ہو اور باقی حصہ رعایا کی بہتری پر صرف کیا جائے۔ بات دُہرانے سے کوئی فائدہ نہیں مگر میں اتنا ضرور پوچھونگی کہ میری جان ذری گریبان میں منھ ڈال کے دیکھو تو:۔

خود میاں فضیحت دیگراں را نصیحت

رعب داب ٹیم ٹام قائم رکھنے کے واسطے تمہیں آدمی نہیں سب گھر کی مثل پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ آمدنی سے زیادہ ملکی آمدنی فوج پر صرف ہوتی ہے۔ یہ فوج کیا کرتی ہے؟ کونسی ملکی فائدہ ہم نے آجتک اس فوج کا نہ دیکھا۔ بڑھا فتح ہوا تو ہیں کیا چین کی مہم سر ہوئی تو ہمیں کیا ملا۔ یورپ کی لڑائی جھیلی تو ہم کون سے آسمان پر چڑھ گئے۔ اور آج جو سرحد پر فوجیں دندناتی اور

ہر شے پاؤں آگے بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔ سرماروں کے گھر بیٹھے وظیفے اور تنخواہیں مقرر ہیں وہ کھاتے اور غُرّاتے ہیں تو اس سے ہماری جان کو کیا راحت پہونچی؟ یہ تو ہماری ٹیم ٹام ہے ہم تو موچی کے موچی رہے بلکہ "آؤ پیروں کچھ گھر سے لے جاؤ" کی مثل اصل ہوئی۔ بھئی یہ نصیحت اپنی تہ کر رکھو فقط ترجیح کا ایک دروازہ بند کرنا اور دوسرا کھولنا اچھا نہیں۔ اسکے معنی یہی لیے جائینگے کہ رنڈی تماشی سے باز آؤ۔ آتشبازی سے دل بہلاؤ

یہ مشورے جو تم نے دیے ہیں کتابوں میں سب لکھے ہوئے ہیں مگر جتنی باتیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں اُن پر کون عمل کرتا ہے؟ تعلیم صنعت زراعت کے بارے میں تم نصیحت کرتے ہو کہ محکمے بنا کے اُنکے سپرد کر دو یہ اچھی صلاح ہے اور یہ بھی نیک مشورہ ہے کہ ذمہ دار حکومت قائم کی جائے۔ میں مانتی ہوں اس سے کچھ آنسو ضرور سوکھ جائینگے۔ زیادہ تر نہ بہے گا۔ مگر دسویں نصیحت پھر زری ٹیڑھی کھیر ہے یعنی حکومت کا طرز ایسا ہو کہ رعایا اپنے حاکم کو غیر نہ سمجھے رشتہ دار سمجھے اور حاکم کو رعایا کی دلی مرضی معلوم ہوتی رہے کیا معنی کہ تمہاری قوم نے زبان سے ہمیشہ یہی کہا مگر عمل دیکھو تو سبحان اللہ فنا ہی فنا ہے۔ کسی انگریز کا نام لو جس نے ایسا برتاؤ کیا ہو وہ کون سا محکمہ ہے جسمیں حاکم اور محکوم کا برادرانہ تعلق ہے؟ آج تمہاری قوم اگر اس نصیحت پر عمل کرتی تو ہندوستانیوں کی تلخی اتنی کمزور ہوتی کہ ایک ہی ٹھوکر میں وہ ٹھنڈے ٹھنڈے خدا گنج

سدھارتے۔ اس قسم کا رشتہ جب ہی مضبوط ہو سکتا ہے جب انصاف کے ہاتھوں اس پر پل چڑھے۔ تمہاری حکومت کی جڑ ڈر کی یا تو پتا تم ہو حاکم صاحب آج آئے اور کل تبادلے میں ہاتھ پر پہنچے چل دیے دو دن میں کیا ربط ضبط بڑھے اور کیا خاک محبت ہو۔ پھر انگریزوں کے بارے میں اُنکے ہندوستانی ملنے جلنے والوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ بالکل بنٹوے کی ناک (زود رنج) ہوتے ہیں۔ گھڑی میں اولیا گھڑی میں بھوت۔ طوطے کی طرح دم بھر میں آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ اور جو شخص انکے پسینے پر خون گرائے دم بھر میں اُنکے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ بھلا ایسی تنک مزاجی میں محبت کہاں؟ محبت بڑی

پتے ماری کا کام ہے تیر کا کلیجا ہو تو محبت کا بوجھ سنبھالے قانون قاعدے کی پابندی میں محبت الفت کیسی یا وہ کام کی چیز نہیں۔

یہ شیوہ یہاں کے رئیسوں نے اپنے خداوندوں سے سیکھا ہے چند رئیس مہارت حاصل کر چکے ہیں اور کچھ ابھی تو سیکھا ہیں آزاد ہوتے تو جلدی سیکھی ہوئی بات بھول جاتے یا سیکھتے ہی نہ۔ اب تو غرض کی دوستی ہے۔ جبتک غرض اٹکی ہے دوستی رہے گی۔ پھر کہاں کے تم کہاں کے ہم۔ ریاست کی رعایا رئیس سے محبت رکھے تو تجربہ کہتا ہے کہ بیکار۔ نابھے کی رعایا کا حال دیکھ لیجئے اے ہے تم تو نصیحت کرنی بھول گئے دل لگی کرنے لگے۔

گیارھویں نصیحت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ منڈھتی ہے تو جچتی خوب ہے سنہ ۱۹ میں "رواداری" کا زور بندھا تھا جلیانوالے باغ میں اب تک رواداری کے دھبّے موجود ہونگے۔ اوڈوائر صاحب ان دھبوں سے کھیل چکے ہیں اُن سے پوچھو۔ خدا کے لیے لاٹ صاحب ان رئیسوں کو "رواداری" کا سبق نہ پڑھاؤ۔ اب رہی بارھویں نصیحت یعنی ہندوستانی خود مختار رئیس عقلمند مشیر نوکر رکھیں۔ یہی اصلی نصیحت ہے باقی نصیحتیں تو اس برات کا باجا مراتب تھیں۔ حیدرآباد میں عقلمند مشیر ہیں نابھے میں ہیں بھرت پور میں ہیں خیر پور میسور میں ہیں اور سارے زمانے میں تمہاری عنایت شریک ہے تو ہو جائینگے۔

ایک شاعر وفا کا بھوکا شکایت کرتا ہے ؎

یا وفا خود نبود در عالم
یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

نبدی عقلمندوں کے دیکھنے کی بھوکی ہے۔ اللہ جانتا ہے دُنیا میں عقلمندوں ہی کا توڑا ہے۔

جان بل
مصر
(برطانیہ کی بیرونی گڑیا) آزادی

جان بل: "یہ لو گڑیا"
مصر: "واللہ آپ تو ابھی تک بچہ ہی سمجھتے ہیں"
جان بل: "زیادہ نہ بکو۔ تم نہیں بچے ہو تو کیا تمھاری نسل بھی بچہ نہیں ہے۔ جب تک دنیا میں جلنے مرنے کا سلسلہ جاری ہے اسوقت تک گڑیوں اور کھلونوں کی ضرورت رہے گی"

ایک استادوالے کا قول ہے کہ گھر سے نکل کے چوکھٹ پر بیٹھ کر آنے جانے والوں میں دو قسم کے بندے سے دکھائی دینگے۔ پیٹ کے بندے یا حرص کے بندے عقل کا بندہ یا خدا کا بندہ نہ ملے گا۔ کیا کہوں جو نواب صاحب بدگمان نہوتے اور اس بڑھاپے میں تھوڑی سی آزادی عنایت کرتے تو بمبئی میں عقلمندوں یا عقل کے بندوں کی گنتی ضرور گنتی مجبور ہوں۔ ہاں اگر تم سربراہی کرو اور دوچار عقلمند ہندوستانیوں کے نام بتاؤ تو میں اُنکی عقل کی آزمائش کرکے اپنی پرانی آرزو پوری کرلوں۔ یہی میری التجا ہے۔

تیسری تاریخ کا چاند دیکھ کے عورتیں کہتی ہیں:۔

"گھوڑے کے سر پر سینگ جلتے جو ملے پر ہری ہری دوب میرے پاؤں میں پر نکلے تب مجھے تیسری تاریخ کا چاند ناساز وار ہو"

"عقلمند مشیر" کی شرط ان تمام شرطوں سے بڑھ کر ہے۔ گھوڑے کے سر پر سینگ بھی نکل سکتا ہے جو ملے پر دوب بھی اُگ سکتی ہے پاؤں میں پر بھی پیدا ہونا ممکن ہے مگر عقلمند مشیر ملنا ہرگز ممکن نہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ عقلمند سے مراد وہ شخص ہو جو تمہاری ہاں میں ہاں ملائے۔

میرا خط زری لمبا چوڑا ہو گیا کیا کروں عورت ذات ہوں اُن ترکیبوں سے واقف نہیں جو آجکل گفتگو کے لیے درکار ہیں صاف صاف دل کا حال لکھدیا دیکھو بُرا ماننا تو منھ پر کہہ دینا۔

راقم — تمہاری خیرخواہ منلق آرا بیگم

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب سید منظر علی صاحب ندوی ایڈیٹر البشیر تحریر فرماتے ہیں کہ آج فیصدی ۹۰ اشخاص عینک کی ضرورت محسوس کررہے ہیں جائے شکر ہے کہ حکیم سید ننھے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک سے بے نیاز کردینے کی سعی فرمائی ہے ہم رفیقان حکیم کرمشورہ دیتے ہیں کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس سرمہ کی صرف دو سلائیوں میں قدرت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بہت کحل میں نہیں اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بیحد مفید ہے قیمت فی شیشی عہ رسلائی مفت

تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

ملنے کا پتہ — حکیم سید ننھے نواب بیت الشفا رگیا (بہار)

دی آل انڈیا مفلس الدماغ کانفرنس

عالم خیال

نمبر ۲

(تتمہ ۲۸ اپریل ۱۹۲۸ء)

انجمن تخریب اُردو کی کارروائی ادھوری رہیگی اگر تخریبی مشن کے اصول کی بخوبی توضیح نہ کیجائے۔ پہلا ضابطہ یہ ہے کہ ہمارے ارکان پرانے پرچوں اور رسالوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو نخاس گئے اور ردی کے بھاؤ یہ ذخیرہ خرید کرلیا۔ اس ذخیرے کے جنگل میں کچھ ایسے جانور مل جاتے ہیں جنکی نسل اب مفقود ہوچکی نہ وارثوں میں کوئی زندہ رہا نہ دوستوں اور شناساؤں میں۔ یہ اگر قلمی مسودہ ہوا تو غیر مشہور اور پرانا ہونے کے باعث دو طرح اپنے کام میں لایا جاسکتا ہے ایک یہ کہ تمام مسودہ بعد کسیقدر ردو نسخ و زیادت مہملات کے اپنے نام سے چھپوادیا گیا اور اسطرح نہ ہینگ لگی نہ پھٹکری رنگ چوکھا آیا۔ اخباری کاغذوں میں واہ واہ انشا پردازوں میں دھوم مصنفین کی بزم میں وقار۔ اب مفت کے مصنف صاحب پنجوں کے بل چلتے ہیں مارے رعونت اور فرعونیت کے زمین پر پاؤں نہیں رکھتے۔ دوسرے یہ کہ اصل مصنف کی تعریفوں کے پُل باندھنا شروع کردیے اُسکا مختصر سا ضمیمہ لکھا اور ایسی گول مول توجیہ کے ساتھ لکھا کہ کم سوادوں پر رعب قائم ہوگیا مصنف کی قدامت کیا

پچاس روپیہ نقد انعام

اور عاشق مزاجوں کو تحفہ

عمل حب کے شائقین ہمارا مسمریزم کے اصول پر تیار کیا ہوا سرمہ آنکھ میں لگا کر جس کسی مرد و عورت کے چاہے وہ کیسا ہی پتھر دل اور مغرور سخت کلام کیوں نہو سامنے چلا جائے وہ اسیوقت اسپر فریفتہ ہوجائیگا اور آپ کی ہی صحبت اسے پسند ہوگی آپکے بغیر ماہی بے آب کی طرح بیتاب ہوگا۔ زیادہ لکھنا فضول ہے عقلمندوں کو اشارہ کافی ہوتا ہے غلط ثابت کرنے والوں کو پچاس روپیہ نقد انعام دیا جائیگا قدرداں اصحاب ضرور قدر کریں پھر وقت ہاتھ نہ آئیگا۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ روانہ کیا جاتا ہے۔ قیمت معہ محصولڈاک معاف

منیجر دی آل انڈیا رائل مسمریزم ہاؤس

اینڈ میڈیکل ورکس نمبر ۱۵ ایرونہ پونہ شہر

باوا آدم سے پیشتر کی مصنوعی سند گڑھی فرضی نبوت پیدا کیجیے۔ گویا باوا آدم سے پہلے محقق انشا پرداز موجود تھا اللہ رے تیری تلاش اور نظر کی وسعت۔ یا پھر اُس کا ترجمہ نئے اور بھونڈے عنوانات سے تحریر فرماکے پرائی محنت پر قبضہ کر بیٹھے۔ مسودہ کی نقل دبی دبائی کہیں ہوئی تو کون پوچھتا ہے اور اگر کسی دشمن نے بھانڈا پھوڑ دیا تو پھر دھاندلی ایک عمدہ سپر ہے۔ بیحیائی کو خدا برقرار رکھے۔

دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ اکثر ارکان عمر بھر میں کسی کی خوشامد کرکے یا بصرف زر ایک آدھ لوٹا مارا بدی آموز نیکی سوز بے محاورہ فضول گوئی کی صنعت خاص میں کوئی ناول لکھوالیتے ہیں یا مضمون لکھواکے پرچے میں بھیجدیتے ہیں (یا غزل یا قومی نظم) اور اسطرح ہر نو وارد چندروزہ مہمان ماہواری رسالہ انھیں متقاق منشی اور بدیع نگار سخنور سمجھ کے مضمون بھیجنے لگتا ہے۔ للہ مضمون عنایت کیجیے۔ خداوند آپ ہی کے بھروسے بندہ کو اس رسالہ کا حمل رہا ہے

بدست عوام فروخت کے لیے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ

بعدالت جناب مولوی سلطان احمد صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول بگرام مقام ہردوئی ضلع ہردوئی

جودھریا نابالغ ولد کدھا جو لایت کنور بچا حقیقی خود اقوام کہار موضع ہنگولی داخلی بھٹولی پرگنہ ساندی تحصیل بلگرام ہردوئی — مدعی

بنام

راجہ بہادر راجہ رو کم انگد سنگھ وغیرہ — مدعا علیہ

بنام سردار سنگھ ولد نامعلوم قوم ٹھاکر ساکن موضع ادرسلی ہیبت پور پرگنہ ساندی تحصیل بلگرام ملازم کرن سنگھ ضلعدار مدعاعلیہ ملے

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ دخلیابی کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ مئی ۱۹۲۸ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام ہردوئی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلق مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تمکو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو حاضر کرو اور تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۳۰ ماہ اپریل ۱۹۲۸ء جاری کیا گیا

مہر عدالت — دستخط حاکم بحکم انگریزی

حقہ کا لطف بغیر جوہر تنباکو کے شیدعلی کے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ کارخانہ حافظ سیٹنا محمد رفیع تاجر گوشت و سرکہ صمتبیا باغ لکھنؤ سے طلب فرمائیے

دوت! دوت!! دوت!!!

"سهلاً بفضائک - دور باش - اے سگ دیوانہ"

زبان عوام "غم خور - زیارت تبول"

بلکہ بقول اقبال اہل قلم کا طبقہ بھی اس طمع سے خالی نہیں پھر اگر کسی نے کبھی تعریف کی تو منہ پھول جاتا ہے خاکسار ادبار الادب والانشا کی خدمت بابرکت میں مولانا پنچ نے دو رسالے بھیجے ہیں ایک کا نام ہے ساقی یہ جالندھر سے نکلتا ہے اسپر نویسندہ نے لال پنسل سے لکھا ہے برائے تبادلہ و ریویو انسا حسن علم کا دریا اسی جملہ کی طرح سے جاری ہے۔ تبادلہ (لبوطن مبادلت) اردو ہے ریویو انگریزی ہے بیچ میں فارسی کا دار عاطفہ گنڈیلی مارے مٹھو میاں کی طرح منڈیا ہلا رہا ہے اور ابتدا میں "برائے" ترار رہا ہے۔ نظمیں ڈھیلی ڈھالی اور غیر صحیح ہیں۔ نثر میں علم النفس پر ایک مضمون قابل التفات ہو سکتا ہے۔ دوسرا مضمون ایک مسلسل قصہ ہے جسکا نام رادھا رانی ہے اودھ پنچ کے پرانے نامہ نگار ابو جوالا پرشاد برق مرحوم نے اس بنگالی ناول کا ترجمہ گزشتہ صدی میں) ایک ماہوار "جام جم" نامی رسالے میں چھپوایا تھا۔ قابل مترجم نے بنگالی زبان کی شیرینی ترجمے میں قائم رکھی تھی اصلی رنگ نئی پوشاک میں بھی جھلک رہا تھا یہی قصہ "ساقی" صاحب بھی "مے دیرینہ" کی طرح تقسیم فرما رہے ہیں۔ کیا کہیں کیسی زبان ہے اور کیسا طرز۔

دوسرا رسالہ "نیرنگ خیال" ہے۔ ستمبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت سے کسی دوست نے دو ورق پھاڑ کے بھیجے ہیں یعنی صفحہ ۱۵ و ۱۶ و ۱۳ و ۱۴ وغیرہ۔ ان اوراق میں مرزا یاس یگانہ لکھنوی کے "آیات وجدانی" کا حق مع ادا ہونے پر مولانا پنچ سے شکایت کی گئی ہے الفاظ نہیں معنی عبارت سے ہویدا ہے کہ کیوں مولانا پنچ نے "آیات وجدانی" کا مرتبہ کلام ربانی سے گھٹایا اور صرف یہ کہہ دیا کہ متعدد شعر ہمیں پسند ہیں اور مرزا یاس صاحب ایک حدید الذہن ذکی الطبع شاعر ہیں۔ کہنہ مشق ہیں۔ اجتہاد اور اختراع کا مادہ بھی ان میں ہے۔ یہ ایک سچی توصیف تھی بعض شعر ہمیں پسند ہیں بعض انکے دوسرے دوستوں کو مرغوب ہونگے بعض خود انکے نزدیک لاجواب ہیں جنکی مجموعی مدح وہ خود کر چکے اور دوسروں کے لئے جگہ نہ رکھی۔ چنانچہ پورا دیوان مقبول

کیا اب اور کوئی سا مرحلہ باقی رہا ہے

نیرنگ خیال کا نام سنا ہے اور مخلص الدماغ رسالہ اکثر اسکے مضامین نقل کرتی رہتی ہے اس وجہ سے اسکی زندگی کا بھی (خدا رکھے) علم ہے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ نیرنگ خیال دراصل ننگ خیال و تنگ خیال ہو بکثرت استعمال نیرنگ خیال شد۔ کیا معنی کہ وہ اودھ پنچ کی بایں الفاظ شکایت کرتا ہے:۔

"ان میں نادر مجموعے میں حضرت سلامت کو بس کئی شعر پسند آئے۔ کیا کہنا ہے اس پسند کا کیا شان تکبر ہے۔ خدا جانے یہ پسند ہی انوکھی ہے یا جذبہ تعصب کو پردۂ نخوت میں چھپانے کی کوشش کی گئی ہے"

ہمیں خیال ہوتا ہے کہ صاحب مضمون مرزا یاس صاحب کے دوست نہیں ہیں ورنہ ہمیں یوں نہ ابھارتے۔ آتش ناسخ غالب اور دیگر اساتذہ کی مدح بھی ہم اتنی ہی کرتے ہیں جتنی کہ واجبی ہے اس سے آگے قدم نہیں بڑھاتے۔ سنبھلیے میاں نیرنگ صاحب سنبھلیے۔ یہ یہ دو حرفی التجا معنی رکھتی ہے قبول نہ ہوئی تو دیکھا جائے گا۔

خاکسار ادبار الادب والانشا

مولانا پنچ کی نوٹ بک

اعجوبہ اور مؤثر تدبیر

ایک نامہ نگار صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ولایت میں بھی رشوت کا پھاٹک کبھی اسیطرح وا تھا جس طرح آج ہندوستان میں ہے مگر دس پانچ واقعے ایسے ہوئے کہ یہ دروازہ بند ہو گیا اب ذرا اشکال نہیں ہے واقعات کی صورت و نوع جہاں کا نہ ہے۔ صورت انجام و اختتام ایک یعنی کئی آدمیوں نے مل کے عہد کر لیا کہ جو کوئی رشوت مانگے اسے مار چلو۔ ان کے مقدمے کچہریوں میں لگے رہتے تھے۔ ادھر کسی حق دار نے ناحق کا حق مانگا اچھا ہے وہ بڑا عہدہ دار ہو یا چھوٹا ادھر انھوں نے ڈگ تانا اور ریل پڑے۔ فوجداری دعوے ہوا ملزم نے ضرب کا اقرار کر لیا ساتھ ہی وجہ بھی ظاہر کردی کہ حق مانگا تھا وہ ہم نے نقد سر کھیری گن دیا سکہ

گو اپنا نقش چہرے پر موجود ہیں دیکھ کے بھاگ گئے بھوت بھاگتا ہے۔ بھلا ہم ولی ہیں جو کب ٹھہر سکتا وہ بھی بھاگ گیا۔ اگرچہ جناب صاحب دو ایک ماہ کے پھیڑے گھر چلے گئے اور سرکاری معاف ہے۔

معلوم نہیں یہ واقعات صحیح ہیں یا افواہی لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ رشوت خواروں نے کلیجا بگاڑ دیا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ لوگ یہاں شادی کر کے بچوں کو بڑھانے میں کرتے ہیں جلدی۔ اس قسم کے اصلاحات کی پاداش آسان نہیں لہذا ہم ہرگز ابھی مشورے پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتے اسی وجہ سے پورا مضمون ہم نے شائع نہیں کیا۔ دیکھو جی خبردار!۔

بدنام شاعر

ہمارے ہفتہ وار پڑوسی مولوی غلام الحسنین صاحب نے مولوی عبد الماجد صاحب بی اے دریابادی کا ایک مضمون حکیم نواب مرزا شوق کی مثنویوں پر شائع کیا ہے حکیم نواب مرزا صاحب شوق فرنگی محل کے پچھواڑے ٹکسال میں رہتے تھے خاص دوستوں میں مشہور تھے فصاحت اور طبیعت داری خلقی تھی زبان پر حاوی تھے مگر اسکے بے محل استعمال سے بدنام ہو گئے یہ مضمون دیکھ کے ہم خوش ہوئے مگر گڑے مردے اکھیڑنے سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ حال کے عریاں نگاروں کی وہ شاعر ہوں یا نثار خبر لی جائے۔ شوق کی یہ مثنوی نہ اب چھپتی ہے نہ چھپنے کی اجازت ہے۔ اب تو وہ لوگ بھی موجود نہیں جنھیں لذت عشق یا فریب عشق کے اشعار یاد ہوں۔ مرے ہوؤں سے کیا واسطہ۔ ہاں "لندن کی لوکی (لونڈیا)" "رقاصہ" "پارسا دوشیزہ اور ایک شب کی قیمت" کے سے صد ہا مضامین قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں اگر غور سے دیکھیے تو ان میں مرزا شوق کا تیار کیا ہوا زہر بھی ہے دانشمند اور ماکر اس کی پذیرائی کر رہا ہے۔ پس زندہ گناہ قابل توجہ ہے۔ دیکھیں "میاں نسیج" ہماری رائے پر کہاں تک عمل کرتے ہیں۔

اگر بہ دوجوہ سے "اودھ پنچ" ایک ہفتہ تاخیر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے کمی پوری ہوگی مگر آپ تھوڑا سا حساب سیکھ لیجیے یعنی ہفتہ ماضی کو حال سمجھیے۔ فرض محال مستلزم محال نہیں

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے پیچ منچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گانا ہو فون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے حلقہ حرکات کا غذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا انکی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہین تو کتاب کے ہو [illegible] لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھدیئے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا وہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے بآسانی نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی سعی کا نام ہے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصہ اول کی [illegible] فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

[illegible] استعمال کا بہترین نمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان لیٹی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جاسکے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو تیسرے ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ انجیر شناز بلا ست۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چند سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کروائین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہین پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین، کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط، و منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۱۸

مضامین

۱۴/۱۹ مئی ۱۹۲۸ء

حشمت الفاظ کی چھبیل

یعنی مخمس از معنی معطل

مولانا جی تسلیم۔

خمسہ ذیل روانہ خدمت عالی کرتا ہوں۔ زبان اُردو کو اوشٹ تصور فرمائیے اور ایک اعرابی کے ہاتھ میں اُسکی تکمیل سمجھ لیجیے اور پھر خمسے ہذا کو بغور ملاحظہ فرمائیے کیا معنی کہ شاعر بے بدل ہے وہ وہ موشگافیاں کی ہیں وہ وہ روانی طبع کے جوہر دکھائے ہیں کہ آپ کا بے ساختہ داد دینے کو جی چاہیگا جن لوگوں نے شاعری کو صرف شوکت الفاظ پر مبنی سمجھ رکھا ہے غالباً اُنکے لیے یہ خمسہ ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہوگا۔ بس دل ہی دل میں سمجھے جائیے۔ کیا مجال کہ مفہوم (اگر کچھ ہو) زبان سے ادا تو ہو جائے۔ یہ ہے عصمت تخئیل اور یہ ہے معصوم نگاری۔ زیادہ دیباچہ کی ضرورت نہیں ہے ناظرین سمجھدار ہیں خود سمجھ جائیں گے۔ وھو ھذا

ہلاکِ کشورِ اقلیم دل حبابِ ثبات شریکِ وہم وگماں ذات سدۃ الاقات
نقیبِ فطرتِ عالم گمانِ ذوقِ ممات کرم نمائے تجلی جنونِ اہل حیات
برائے زندگیٔ عشق درسِ خلقتِ ذات

ترا کرم ستمِ عیشِ جاوداں ہوں میں تصادمِ کرمِ عمر کارِ رواں ہوں میں
تبسمِ تسلّمِ عیسیٔ زماں ہوں میں تلاطمِ حرمِ راہِ دوستاں ہوں میں
فریبِ ہوش خودی ہو گئی ہے میری ذات

حوادثاتِ جنون۔ سازِ بے نقاب ہوئے تعینّاتِ فزوں نازِ التہاب ہوئے
تحیراتِ سکوں رازِ اضطراب ہوئے مقدراتِ فسوں قادِ خوش خطاب ہوئے
بیک نگاہ و کرم گسترِ خیالِ ممات

ہوائے صبحِ ازل جوش بر جمال چلی نگاہِ خونِ عمل کیوں سوئے مآل چلی؟
خزاے جذبۂ بیداری حلال چلی تباہ سرِ نعشِ شوق نے وہ چال چلی
کہ ہو گئے ہم اسیرِ ترقیٔ جذبات

مسیحِ جانِ گسستہ نے آ کے تم نہ کہا لبیحِ جوششِ افعال نے جو سم نہ کہا
خرابِ شوق لے ساغر کہا تو تم نہ کہا ہوائے دردِ دل نے جب تو کہا تو تم نہ کہا
مگر نصیبِ خمِ زلف کیوں ہوئی یہ بات

تجاہلِ ستمِ عارفانہ کیا کہیے تغافلِ نگہِ عامیانہ کیا کہیے
شعورِ برق پئے آشیانہ کیا کہیے قصورِ شوق ہوائے زمانہ کیا کہیے
ہوا ہے عشق کا عالم نگاہ بے اوقات

ہلاکِ شیفتۂ زندگی ہوا ہوں میں تپاکِ خندۂ دل ودستی ہوا ہوں میں
نیازِ مہملِ یک روشنی ہوا ہوں میں مجازِ بے خودِ صد بیخودی ہوا ہوں میں
ہیں ثبت لب پہ سرِ بام پر مرے اثبات

نوازشِ غمِ امیدوار بھی نہ سہی ترا وشِ دلِ آئینہ وار بھی نہ سہی
دعائے مرگِ تمنائے یار بھی نہ سہی دوائے کشتۂ آبِ بہار بھی نہ سہی
خراشِ آرزوئے دل پہ آ گئی برسات

ہوا ہوں نازشِ نمازِ حسن بیتابی بنا ہوں فتنۂ رودادِ وجہ کم خوابی
کلام میرا ہے دُنیائے جوشِ احبابی دشامِ مظہرِ عالم نہ صبحِ سیمابی
میں ایک شاعرِ خوش فکر ہوں بلیغ صفات

الراقم بقلم
بلیغ افغانی یا ہو

بوا نصیبن بنام بے نقاب بیگم

اے بی اُچھال چھکا۔ شوخ شلیتا بغل ہیں پلیتا۔ نونگ مسود خصم خدا بیگم! میری بندگی قبول کرو۔ میں ہوں پُرانے زمانے کی آدمی۔ یہ سن آیا کبھی گھر سے باہر قدم نہیں نکالا مگر آجکل کی چھوکریوں کو دیکھ کے میرے ہوش اُڑتے ہیں کہ اللہ یہ ویدوں کا پانی ڈھلا ایسا مزاج ہوائی ہوا کہ جوان جہان پڑھی لکھی ہو کے گلیوں میں خاک چھانتی پھرتی ہیں اور نگوڑے مردوں کی غیرت دیکھو کہ اُلٹی اُنکی حمایت پر آمادہ ہیں۔ خیر اپنے فیل (فعل) کا ہر ایک مختار ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ چاہتے ہیں ساری دنیا اُنکی بات مانے اور یونہیں چھیلیں چار گھاروں پانچ جا گھیا کنٹوپ پہنے مردوؤں کے بغلوں میں ہاتھ دیے ماری ماری پھریں۔ خیر بھئی تم جانو جیسی بن پڑے ویسی کرو میں کسی کی حاکم تو ہوں نہیں جو تمھیں روکوں۔ اور میں روکنے والی کون؟ جو مردوا کہتا ہے تم وہی کرتی ہو۔ جو مردوں نے چاہا وہی عورتوں نے کیا مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے اپنے مضمون میں یہ کیا جھک مارا کہ پردہ اسلام کے خلاف ہے اور اسلام سے پہلے عورتیں پردہ کرتی تھیں۔ وہ کون ایسا تیسا مولوی صاحب نے تمھیں قرآن پڑھا یا ذری اُس موے کو میرے پاس تو بھجوائے تو سہی جو اس کھونڈے پیٹے کی داڑھی میں لوکا نہ لگا دوں تو نام بدل ڈالوں۔ اس ایسے تیسے کو انیٹ کی عینک منوا دو تو سوجھائی دے کہ پردہ کا حکم مسلمانوں اور ایمان والوں کو دیا گیا۔ عورتوں سے کہا چکر مکر نہ دیکھو مردوں کو حکم دیا کہ عورتیں آتی ہوں تو نظر جُھکا کے چلو۔ سُنو میری جان بات بنانے والا چھیدرانے کے طور پر کہہ سکتا ہے کہ پھر اس سے پردے کا حکم کہاں نکلا۔ میں جواب دیتی ہوں کہ یہ حمد

چٹیا پکڑ کے نہ چانٹے میں جا بٹھایا۔ کوئی مرد وانو جیسے ٹکسالگا تا ریہ کچھری پیٹ پہ باندھتے پھرا۔ نہیں ہوتا اگر انھیں چلہ نا چار سا منی ہونا پڑا۔ اس مصیبت میں ساری دُنیا کی عورتیں مبتلا ہیں پھر وہ کیا منھ لے کے مردوں کی برابری کرتی ہیں۔ ہاں کہ وہ زمانہ گیا مگر بچہ جننے کا زمانہ تو سدا سے ہے اور سدا رہے گا اسمیں عورت ذات مرد کا مقابلہ کس طرح کر سکتی ہے؟ علاوہ اسکے مرد دیر میں جوان ہوتا ہے دیر میں بوڑھا ہوتا ہے عورت جلدی پھپکتی ہے اور جلدی بوڑھی ہوتی ہے۔ پچاسویں برس پاؤں چھوٹا چلیے کوکھ بھی اپنا سا منھ لے کے رہ گئی۔ اودھر مرد ساٹھا پاٹھا بنا پھرتا ہے۔ اسّی برس کے سن میں چھ مہینے کے بچے سے داڑھی نچواتا ہے۔ یہ بھی ایک فرق ہے۔ تمھاری کانفرنسوں کے رزولیوشن اُنسے یہ قوت چھین نہیں سکتے خود اُنھوں نے بیم صاحب کی چاہت میں بہت زور لگایا کہ بی بی جی کے سے ہوجائیں۔ اے بہن داڑھی منڈوائی مونچھیں منڈوائیں پر بہو بنانے ہو رہے مگر بچہ نہ جن سکے نخروں کا قدر دان

کوئی پیدا نہوا۔ خدا نے جس چیز کو جس طرح پیدا کیا ہے اُسی کے مطابق اسے چال چلنی لازم ہے اور میری جان یہ جو تم کہتی ہو کہ عورتیں بھی عقل رکھتی ہیں عورتیں بھی حکیم ہوتی ہیں عورتیں بھی یہ ہوسکتی ہیں وہ ہوسکتی ہیں تو ہو تم ہی غلطی پہ ہو اول تو آزاد ملکوں کی عورتیں مدت سے بے پردہ پڑی پھرتی ہیں اور مردوں کی طرح تعلیم تربیت پاتی ہیں مگر ذری اُنگلیوں پر گن کے بتاؤ تو سہی کروروں عورتوں میں سے کتنیوں نے ترقی کی؟ تم وہی دس پانچ نام گنا دو گی۔ چاند بی بی اور رانی جھانسی اور مائی اور ڈمکی کا نام ہم توں سے سنتے ہیں دو چار نام ہمیں یاد ہیں دو چار تم بتا دو گی۔ بس ہو چکی ساری کائنات۔ اے بہن دو چار کیا دس پانچ مرد نما عورتوں کے تو منھ پہ داڑھی مونچھیں بھی نکلیں۔ دسیل کے کونڈے بھی ہوئے۔ دو چار سیج مچ عورت سے مرد بن گئیں۔ فوارے سے منارہ بھی ہوئیں پھر اس سے کیا ہوا۔ سو را چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا۔

بہن آخر میں بھی تو عورت ذات ہوں کوئی مرد نہیں میرے سامنے جو کوئی نگوڑا اگلے وقتوں کا مردوا عورتوں کی ہجو کرتا ہے تو میرے بھی تمھاری طرح تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور جھپٹ سے کہہ بیٹھتی ہوں کہ جیتا تم لاکھ تنو اور شیخی بگھارو تمھاری اماں بھی میری طرح کی عورت تھی اور تمھارے

ضرورت ہے

سورج ٹی کمپنی کو تمام انڈیا کے ہر ایک ضلع میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے (۱) طرادو لرایجنٹ (۲) مقامی ضلع وار ایجنٹ (۳) سول ایجنٹ (۴) ایجنٹ ایجنسی جسکے پاس اسٹاک رکھا جائیگا کمیشن یا تنخواہ معقول دیجائیگی۔ بلکہ تجربہ کار شخص ایجنٹ کو علاوہ خرچ کے پچیس روپیہ ماہوار سے کم آمدنی نہ ہوگی درخواست تجربہ کار ایجنٹ کریں ہر ایک ضلع میں ایک ایجنٹ مستقل طور پر رکھا جائیگا کمپنی رجسٹرڈ اور مال چالو ہے مفصل شرائط کے واسطے ۱/ آنہ کا ٹکٹ معہ درخواست روانہ کریں۔

منیجر سورج ٹی کمپنی امرتسر

ابا جان کی اماں بھی عورت ہی تھیں۔ بھڑ بھی نا "اون بجائے" کی مثل اصل کیوں یہ مسل اور وہ عجیب جاتا ہے۔ مگر تمھاری ذہن کی قسم جب خیال کرتی ہوں کہ ہر طرح مرد کی بات ورنتی ہے تو عجیب جاتی ہوں بس دل قائل کرنے لگتا ہے کہ تیرا باپ بھی مرد تھا اور تیرا دادا بھی مردوا تھا۔ تو بھی کمزور ہے تیری ماں بھی کمزور تھی تیری دادی بھی۔

بلو تم یہ بھی نہ مانو تو نہ سہی مگر یہ تو بتاؤ کہ مردوں کی طرح بیویاں بھی آزاد ہوگئیں ایک کی پابند نہ رہیں۔ اور جسطرح وہ ہر جگہ جھپٹتے ہیں یہ بھی بے شوہر کی سہاگن اور کنواری زچا بن بیٹھیں تو اولاد کے حق میں کیا کانٹے بوئیں گی کیا معنی کہ ایک شوہر کا بچہ دو شفیق سرپرستوں سے فائدہ اٹھاتا ہے جب شوہر کا پتا نہ ہوگا تو بیچارہ معصوم ایک ہی کا ہو کے رہ جائے گا۔ جیسے دیکھو گی کچہری میں ولد نامعلوم پکارا جائے گا۔ انسانی پود اور نسل کے واسطے تو یہ کوئی فائدے کی بات نہ ہوئی۔ میری جان یقین رکھو کہ بے پردگی کی حالت میں یہ مصیبت جلدی نازل ہوگی۔ اسے ہے میں تو دیکھتی ہوں کہ پردے کے ساتھ ہی نکاح بیاہ کے قانون پر بھی آفت آنے والی ہے نہ مہر نہ گواہ۔ نہ شاہد نہ قاضی۔ فقط "دعدل ماضی" پر عمل۔ مرد وے ہوتے ہیں خود مطلب ہرجائی چگ۔ آج اس ڈال پر ہیں تو کل اُس ڈال پر اُنکی محبت پانی کا بلبلا ہے۔ اپنے مطلب کے وقت تو بقول بازار والیوں کے جورو کو

حسب آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

جناب سید حسن ارشاد صاحب بہادر منصف امیٹھی مقام سلطانپور
بعدالت جناب منصف صاحب بہادر امیٹھی مقام سلطانپور
مقدمہ نمبر ۳۲۹ سنہ ۱۹۲۶ء

جواہر شنار مدعی سائل

بنام

سماۃ اندرانی وغیرہ
بنام مسلہ بخش سنگھ ولد صوبہ سنگھ ساکن پورہ والدار کا تارہ مزرعہ گانوں پرگنہ و تحصیل امیٹھی ضلع سلطانپور
ہرگاہ مسمی سائل نے درخواست اس عدالت میں گذرانی ہے کہ ڈگری قطعی کی جاوے۔
لہذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے تاریخ ساتویں جولائی سنہ ۱۹۲۶ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کروگے تو درخواست مذکور تمھاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔
آج بتاریخ ۱۰ ماہ مئی سنہ ۱۹۲۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

وقت حاضری دفتر ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

جان بل
(انگلستان)

ماموں سام
(امریکہ)

جاپان

چین

B.K

جان بل: اچھا نہ تم نہ میں۔ ست جاپان لے بڑھادو اپنی ٹانگ۔

جاپان: ماشاءاللہ بھائی صاحب اژدہے نے چوٹ کی۔

دونوں: ارے بھئی تو تم اس چلت دو۔ ہم دونوں جھنڈی ہلا کر منتظر بیٹھے ہیں۔

یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

"تکلف"

جان بل: ماموں تم آگے بڑھو۔ بھلا تمہارے ہوتے میں آگے بڑھ سکتا ہوں؟ ہر چند کہ فائدہ میرا ہی ہے۔

ماموں سام: نہیں بیٹے تم آگے بڑھو۔

رومال منھ پر رکھ کے ہائے ہائے کی جگہ ہی ہی ہی ہی کرے اور آنسو پی جائے شانے ہلیں تو دیکھنے والے سمجھیں بیوی ہنس رہی ہیں یہ کہنا کہ میں نے تو اچھی بات کی تھی مگر اماں نے بات کرنی چھوڑ دی خط کا جواب نہ دیا میرے لڑکے کا باپ بہت اچھا آدمی ہے مگر میں اُسکا نام نہ لوں گی وہ کہتا ہے میرا نام نہ لو۔ محلے میں بہت سے آدمی پڑے ہیں جو اس لونڈے کا باپ ہونا قبول کر لیں گے میں چاہے بیچونگی اور اپنے لال کو پالوں گی کھسیانی سنیسی نہیں تو اور کیا ہے چھیالیس برس کے بعد روزہ بھی کھولا تو غلیظ سے۔ باقی باقی

راقم

تمھاری خیر خواہ لوا نصیبن

اس قول میں ہوئے ہیں حکمت کے مجتمع
دل اور زباں میں ہونے نہ پائے موافقت

سُنتے تھے کہ بی راستی کا حُسن دلاویز انسان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے بھی پسندیدگی کی سند حاصل کر لیتا تھا۔ مگر نہیں معلوم کہ اب اُسمیں کیا کمی واقع ہو گئی کہ لوگ اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

دُنیا کی ہوا کا رُخ ہمیں بتا رہا ہے کہ اگر انسان ہر دلعزیزی کا خواہاں ہو تو اُسے اپنے ظاہر و باطن میں فرق رکھنا چاہیے۔ فی الاصل یہی حکمت عملی ہے اور یہی الحال پالسی ہے۔ دلی ارادات کی ترجمانی سے زبان کو ہمیشہ تائب رہنا چاہیے۔ ورنہ "الحق مُر" کا مقولہ آئینہ ہائے خاطر کو گرد کدورت سے مکدر کیے بغیر نہ رہے گا۔ اب اس شعر کے مفہوم کو جہاں تک جلد ممکن ہو دماغ کی کوٹھریوں سے ڈھنڈا لے کر نکال دینا چاہیے کہ

راستی موجب رضائے خداست
کس نہ دیدم کہ گم شد از رہ راست

سُنا جاتا ہے کہ عنقریب ہمارے صوبہ کی وزارت پر انقلاب کا حملہ ہونے والا ہے اور اسکی علت غائی یہ بیان کی جاتی ہے کہ غیر مختون وزرا نے کونسل میں سائمن کمیشن کے متعلق بے اعتمادی کا اظہار کر دیا تھا۔ اسی لیے اُن سے استعفا لیا جانا متوقع ہے۔ اگر اس خبر کی دُم میں راستی کا ندا ہے تو پھر راستی خانم کے ماتم میں سیل اشک بہانے کے بعد اس مصرعہ کی ارتھی بھی اُٹھانی لازم ہے۔

راست میگویم و یزداں نہ پسند د جز راست

سائمن صاحب مع اپنے رفقا کار کے کمیشن کی شکل میں ولایت سے یہ صدا بلند کرتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے تھے کہ

مان نہ مان میں تیرا مہمان

چنانچہ ہندوستان نے بھی صاف دلی سے انکے اور انکی پارٹی کے حق میں وہی برتاو کیا جو قدرتاً ہمارے مُلک میں ناخواندہ مہمان کے ساتھ ہوتا ہے۔

ہندو وزرا کا اتنا سا قصور تھا کہ انھوں نے عوام کے نیابت کی حیثیت سے اہل ہند کے حقیقی خیالات کا سچائی کے ساتھ اظہار کر دیا اور خود کمیشن کے بائیکاٹ پر آمادہ ہو گئے۔

اگر راست گفتاری کی قدر ہوتی تو ہمارے ممدوح وزرا ارباب قدرت کے نزدیک بالضرور قابلِ تحسین قرار پاتے۔ مگر افسوس ہے کہ انھوں نے پالیسی کے مکتب میں داخل ہونے کے درس حکمت کی تکمیل نہیں کی تھی۔ ورنہ انکے ضمیر کی آواز زبان سے مطابقت نہ کرتی اور ان کی حق گوئی آج انکے پایۂ وزارت کو متزلزل کر کے انھیں اس امتحان میں فیل نہ کر دیتی۔

غالباً وزرائے حال کا یہ انقلاب انگیز عمل اُنکے جانشینان مابعد کے لیے سبق عبرت ثابت ہوگا اور وہ اپنے عہدے کی قدر کر کے پالیسی کے حدود سے متجاوز نہ ہوں گے۔ بصورت خلاف ورزی یہی احتمالی موقع ایک دن اُنھیں بھی مستعفی ہونے پر مجبور کر دے گا۔

خواہشمندان اعزاز کو دُنیا سازی سے کام لینا ضروری ہے اور یہ اسی حالت میں ممکن ہے کہ دل اور زبان کے درمیان دو رنگی کا پردہ حائل رہے۔ اُدھر یکرنگی کا خمیازہ موجودہ وزرا صاحبان کو تنبیہاً اپنے آئندہ نا ہونے یہ کہنے پر آمادہ کرتا ہے

روزگارم بشد بہ نادانی
من نہ کردم شما حذر بکنید

اُدھر راستی صاحبہ رو رو کر شیدائیان وزارت سے فرما رہی ہیں کہ اگر مجھ سے محبت ہے تو تم نگوڑی وزارت کے ایمان شکن جال میں ہرگز نہ پھنسنا۔ اب دیکھیں کہ کون کس کی بات پر عمل کرنے کو تیار ہوتا ہے اور آئندہ وزیروں کی چال لنگوری ہوتی ہے یا پوئی یا ڈُلکی یا سرپٹ یا قدم۔

راقم

شیر سنگھ شمیم از گوری ضلع فرخ آباد

اجلاس سید سبط محمد صاحب بہادر حاکم پرگنہ مودہا ضلع ہمیرپور
مقدمہ داخل خارج قابضانہ نمبر ۷ موضع گہبر کا محال نوادہ پرگنہ مسکور
پھمن وغیرہ قابض
بنام
سری کشن غیر قابض

اشتہار

چونکہ رپورٹ گزری ہے کہ زمینداری حسب ذیل یعنی رقبہ ۴ ایکڑ ۵ ڈسمل۔ مالگزاری ۶ روپے مندرجہ کھاتہ کھیوٹ نمبر ۲ واقع موضع گہبر کا محال نوادہ پرگنہ مسکور تحصیل مودہا ضلع ہمیرپور میں پھمن و بھگوانداس پسران سری کرشن قوم ٹھاکر ساکنان نوادہ حصہ برابر قابض و سری کرشن ولد ہلا رن مفقود الخبر غیر قابض قوم ٹھاکر ساکن نوادہ عرصہ ۲۳ سال سے درج کاغذات دیہی ہیں اور اندراج غیر قابض خارج ہو کر نام قابضان حال بطور اصل مالک کیا جاوے۔ چونکہ اس مقدمہ کی سماعت میں ۲۵ مئی ۱۹۲۸ء مقرر کی گئی ہے لہذا یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر اسمیں کسی شخص کو کوئی عذر ہو تو تاریخ مذکور پر مع ثبوت کے اجلاس ہذا میں حاضر ہو کر پیش کرے۔

آج ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت ۲۸/۴ دستخط حاکم بخط انگریزی

کھانے کی میز پر صلح اور صلح کی بدولت مزے

دیکھئے واللہ جب بھلے دن آتے ہیں تو بات یوں بنتی ہے۔ گرما گرم خبر ہے کہ میز پر طرح طرح کے کھانے جمع تھے غالباً ثنا کی خاص خوراک بھی جس پر بعض جانور غرّانے لگتے ہیں ضرور ہوگی کچھ اس خوراک کا اثر کچھ بھوک کی جھانجھ نتیجہ یہ ہوا کہ دو رئیس آپس میں لڑ پڑے مہمان نے کیا مزہ کہ تم کو میری سفارش ماننی پڑے گی میزبان صاحب اپنی بات پر اڑے کہ صاحب میری ذاتی مصلحت میں آپ دخل دینے والے کون؟ مہمان صاحب نے چھری کا نشانہ تو سے پھینکا اور میزبان کی ریاست پر لعنت بھیج کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ "تم نے دنیا بھر میں میرا منہ کالا کر دیا" واللہ جھوٹ! منہ کالا کرنا کیسا میزبان غریب نے تو آنکھوں میں کاجل کی سلائی بھی نہیں پھیری۔ بڑھاپے میں بجز خضاب کے منہ کالا ہونے کا اور کون آسان لٹکا ہے بغیر منہ کالا ہوا یا نہیں مگر سنتے ہیں کہ دونوں میز سے بھوکے اٹھ کھڑے ہوئے اس تناتنی میں ہمارے دوست حاجی صاحب کی دل جمعی کا سامان ہو گیا۔ وہ بقول "مصنف مرشد" شہر کے اندیشے سے آئندہ دُبلے نہ ہوں گے جھنجھٹوں سے جان چھڑا کے ولایت جائیں گے وہاں پہونچ کے چند ریاستوں کی پھٹی کملیوں میں پیوند پارہ لگوانے کا انتظام کریں گے۔ "کملی سیائے لیو کملی" مبارک باشد ہاں بھئی اب آئے راہ پر کمزوری کا ساتھی نوکر بھی ہو تو لنگوٹیا یار ہو جاتا ہے" مگر تجربہ شاہد ہے کہ ریاستیں اکثر بے مروت اور حق فراموش ہوتی ہیں۔ تمام انگریزی اور اردو اخباروں سے پہلے مولانا پنچ نے انھیں یہی مشورہ دیا تھا۔ ان کبھو سوں نے بعد خرابی بصرہ تجویزوں پر عمل تو کیا مگر استاد کو بھول گئیں۔ حاجی صاحب! معاہدات کی کاپیاں ساتھ لیتے جاؤ۔ انھیں چھپوا ڈالو اور جتنے اعمال معاہدے کے خلاف ظاہر ہوئے ہوں انھیں اہل انصاف انگریزوں کے کانوں تک پہونچاؤ اور سنا بھائی اجرت نقد انقد ہے۔ کیا معنی کہ بھرت پور کے راجہ نے سر لزلی اسکاٹ سے خالی فصلی اپنے مزاج کا حال بیان کیا تھا انھوں نے تضئیع اوقات کی اجرت میں ڈیڑھ لاکھ کا بل بنا کے بھیجدیا اب مہاراجہ پھر پھر کرتے ہیں چھوٹی سی تو رقم ہے۔

ایک جلال کی جورو تھی خراب آشنا سے باتیں کر رہی تھی کہ خاوند صاحب نا وقت گھر چلے آئے سامنے حوض تھا اُس نے آشنا سے کہا تربوز کا کھوکھلا طربوش نما چھلکا سر پر اوڑھ کے حوض میں اتر جاؤ۔ میاں بی بی کے لیے میوہ لائے تھے دونوں کھانے بیٹھے اور شرط بدی کہ آؤ تربوز پر نشانہ لگائیں دیکھیں کس کا نشانہ پڑتا ہے اسے میوے کی نشانہ بازی سمجھو یا آشنائی کی جو تھی مگر تربوز کا بھلا ہو گیا۔

واقف

دستر خوانی

پنچ۔ حضرت! قوم پر بار ہونے کی بہ نسبت زندگی مسرف بدکار امیروں سے خراج عیاشی لینا بہت غنیمت ہے۔ مال موذی نصیب غازی۔ رہا مہاراجہ الور (مہمان) کا اصرار بیجا تو یہ اس اولو الریاست کے نام کے ابتدائی تین حرفوں کا اثر ہے ہر کسے مصلحت خویش نکو می داند۔ نواب صاحب امیور نے خدانخواستہ کبھی علوم کی خدمت نہیں کی (دو ایک مولوی پالے تھے انھیں بھی رخصت کر دیا) قوم کی خدمت نہیں کی۔ خیرات میں قدم نہیں بڑھایا عمر بھر میں یہ ایک تقریب (ولیعہد کی بسم اللہ) البتہ کی بیچارے مہاراجہ الور کے پینس کا پایہ پکڑ کے دوڑے اسکا ثواب تلخ و تند الفاظ کی صورت میں ملا تو بہت مناسب ہوا۔ ہم کون اور آپ کون؟

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"الضراط" یا "الصراط"

گرما گرم خبر ہے کہ ایک بے نقط پرچہ ہمارے لکھنؤ سے نکلنے والا ہے۔ یہاں دو گروہ ہیں ایک گروہ مؤید ہے اور اس نام کو صحیح معنوں میں "صراط" (دین) سمجھتا ہے اور صاد مہملہ سے پڑھتا ہے۔ دوسرا مخالف ہے وہ "ضاد" معجمہ پڑھتا ہے اور یہ بات ثابت کرتا ہے کہ یہ پرچہ شتری اثر کا حامل ہوگا ممکن نہیں کہ نیم اور ببول کی خوشبو دار ہوا اپنی بانگی نہ دکھائے اور اس کاغذی توپ کے ذریعے سے علم قومی مفاد ذاتی اغراض کی رکھ پر رکھ کے اڑا نہ دیے جائیں۔ یا برخلاف حکم "و لا تقعدوا بکل صراط توعدون" راہ میں جم کے نہ بیٹھے اور چلتے ہوئے کاروان قومی پر چھاپا نہ مارے خدا جانے ان میں سچا کون ہے جھوٹا کون؟ لیکن اتنا ہم بھی جانتے ہیں کہ ضدم ضدا نے جو "صراط" تیار کی ہے اسمیں پھسلن ضرور ہوگی۔ اب سے میاں جانے دوان کھیڑوں کو۔ قوم کی ہوائیں ہی بگڑی ہوئی ہے مدت ہوئی کہ کمزوری اور بڑھاپے نے "آہ" کی تمہید کے ساتھ اقرار کروا لیا ہے:۔ "ذھب الایمان ...... و بقی لا ارطیان السّعال والضراط" کھانسی بھی پرانی ہے اور یہ بواسیری مرطوب بیماری بھی کہنہ ہے۔

التماس

(۱) گزشتہ ہفتے سے خاکسار ایڈیٹر کی آنکھ آشوب کی بدولت زبردستی خونخواروں کی آنکھوں سے رنگ ملانے پر آمادہ ہو گئی یعنی سرخ ہو گئی اور پپوٹے کے اندرونی جانب دانہ نکل آیا۔ آنکھ اب روبصحت ہے روپیٹ کے دو چار حرف لکھ سکتا ہے مگر اُس چاشنے سے پیاس بجھتی نہیں۔ آئی گئی "میاں پنچ" کے ماتھے گئی ایک ہفتہ دیر ہی ہو گئے بیماری کا قصور عفو کیجیے تو آپ کا احسان آنکھوں پر ہوگا۔

(۲) کئی کتابیں اور پرچے بغرض تبصرہ موصول ہوئے آنکھیں اچھی ہوئیں تو دیدہ خواہد شد۔

(۳) سلسلہ وار مضامین کی نگرانی کی مہلت نہ ملی۔ یہ بھی آنکھوں کا قصور ہے۔

(۴) خود پرچہ دیکھنا اور دوستوں کو محروم رکھنا دوستی کے خلاف اور اپنے نام کا پرچہ دوسرے کو دینا مروت کے خلاف لہذا نئے خریدار بھی پیدا کیجیے تو دل زیادہ لگے۔

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب ہے جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے
اساتذہ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے سدہارنگ کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو استاد ... کے لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصہ اول کی ... فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۱۲ و ۱۱ درمیان پشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی جو ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو تیسرے ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ الخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند مینیجر خود نہین پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین مینیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین، کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین وہ اپنے خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"مفرح عنبری" کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان ضمیمے مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ نمبر ۱۹

مضامین

۱۹/۲۶ مئی ۱۹۲۸ء

زخمہائے تازہ و پارینہ

"امر واقعی"

جو کہ کچھ لیتا نہیں وہ جوتیاں چٹخاتا ہے | رشوتوں کا لینے والا کوٹھیاں بنواتا ہے

ریئسوں کا حال

مفت کا پیسا رعایا سے جو یہ پاتے ہیں | ہوٹلوں کی جا کے لندن کی ہوا یہ کھاتے ہیں

"تجدد"

بینڈ بھی ہوتا ہے اسکے ساتھ دیکھیں یا نہیں | اب تو محمل مصر کی ہندوستاں سے جائے ہے

سائنس کا انقلاب

سرجری کی یہ کرشمہ سازیاں ہیں آج کل | نر سے مادہ بنتا ہے مادہ سے نر بنجائے ہے

"افواہ"

وہ کوئی سلطاں ہو خواجہ ہو کہ کوئی اولیا | اب مسلماں کہہ رہے ہیں جو گھر خدا کا ڈھائے ہے

تیم شہر صاحب لوگ

میرا صاحب اپنی پیاری میم صاحب کے لئے | پولکا باڈی شلوکے کی جگہ سلوائے ہے

رنگ پر آ ہی گیا رنگ زمانہ دیکھ کر | اب تو کھانا بھی وہ کانٹے اور چھری سے کھائے ہے

کچہری کے گناہگار

پیش ہوجاتے ہیں پھر بھی سیکڑوں جھوٹے گواہ | لاکھ جج منصف عدالت میں حلف اٹھوائے ہے

تبدیل غذا

ہم تو چربی اور کوکم کے ہیں منت کش آج | ہے وہ خوش قسمت جو خالص گھی منگا کر کھائے ہے

میو فیشن اور نیو فیشن

انکی غیرت پر بہت نازاں ہیں بی بی مس میو | جنکی بی بی اپنا ڈھنڈورا غیر سے پٹوائے ہے؟

رُخ لبو سے دُم

قوم پوری روکے ہے لیکن یہ رکتا ہی نہیں | اونٹ کالج کا خدا جانے کدھر کو جائے ہے

تقلید فیشن

ایسے پردہ کے تصدق کیوں نہوں سب بوالہوس | ہے وہ پردہ آج کل جو پڑتے ہی اٹھ جائے ہے

الکٹرک واشنگ

عاشقو دیکھو یہ کیسے خوش وضع معشوق ہیں | کوئی سر منڈوائے ہے تو کوئی کٹوائے ہے

آم سے گرا ببول میں اٹکا

نام کو ٹوپی تھی ہر جگہ جو کشتی گھر پر بندھا | کب بھلا منیو سپلٹی ظلم سے باز آئے ہے

تمازت گلے پڑی

بندھ گیا ہے ٹیکس ساڑھے سترہ فی سیکڑہ | پیچھا انبوہ کنداروں کے ماتھے جائے ہے

تازہ واقعہ

رنڈی بازی کا کرشمہ رنڈی باز و دیکھ لو | باپ گولی اپنے ہی بیٹے کے ہاتھوں کھائے ہے

جورو سے زنا

کیا مزے دکھلا رہی ہیں کمسنی کی شادیاں | یعنی "جورو سے زنا" کرنے میں پکڑا جائے ہے

باز ہوائی

اونٹ اور لعنت میں کچھ ایسا ہے حتمی ارتباط | ان میں سے جسکی بھی صورت دیکھ لیں ہم آ جائے ہے

الٹوالٹی

تھا اک ایسا وقت بھی جسمیں میاں بیوی کے تھے | اس زمانے میں تو بیوی ہی میاں کہلائے ہے

ترقی اقبال

سُنتے ہیں ہندو مسلمانوں میں پھر سے چھڑ گئی | ابکی دیکھیں لیڈر پٹرا ہاتھ کس کے آئے ہے

معقول مطالبہ

خوف نقض امن ہے کہ نہ کمیشن اب نہ آئے | جب یہ آئے ہے یہاں کیسا اُدھم ہو جائے ہے

بے کسی

پھر بھی اے تحریر کوئی دم ہلاتا ہی نہیں
جان بلب ہر شخص ہے تھنوں سا بیچ جیوا ہے

کمترین فریدعلی مرزا مجروح منصور نگر لکھنؤ

منطق آرا بیگم بنام ڈاکٹر شیخ حبیب اللہ صاحب ممبر کونسل

شیخ جی! میں نے تمہاری تقریر کا تحریری خلاصہ بھی دیکھا و بک کو رطبی انجمنوں کی کارروائیاں بھی پڑھیں۔ مگر مجھی بُرا نہ ماننا تمہاری باتیں بالکل منطق کے خلاف ہیں معلوم ہوتا ہے تم نے منطق یا تو پڑھی نہیں یا بڑھاپے کی بدولت بھول گئے۔ ہائے بڑھاپا۔ مگر جوانی میں کونسی لنکا ڈھاتے تھے جو بڑھاپے کی شکایت کی جائے۔

ایک بات پوچھتی ہوں بُرا نہ ماننا تم ہو کون؟ حکیم ہو یا ڈاکٹر یا کوئی نہیں۔ صرف انگریزی فیشن کے عاشق!۔

اللہ جانتا ہے اتنا سن آیا سیکڑوں ڈاکٹر اور حکیم لکھنؤ میں آئے اور چلے گئے مرے کھپے اور کچھ بیچے بچائے موجود ہیں۔ ان سب کا نام کبھی نہ کبھی میرے کانوں تک ضرور پہونچا۔ گھاگ طبیبوں کے کارنامے بھی سُنے کہ فلاں شخص کو حکیم نے جلاب دیدیا تو وا کہتے کہتے سری ہو گیا اتنی دست آگئے آنکھیں پپوٹوں کے اندر غوطہ لگا گئیں اسپر بھی حکیم صاحب کے نزدیک مادے کا اخراج اچھی طرح نہیں ہوا۔ آخر مریض صاحب نے ہچکی لی اور تکلیف سے نجات پا گئے مگر حکیم صاحب یہی کہتے رہے "دیکھا آپ نے کیسا خبیث مادہ تھا

آتشدست آنے پر رفع ہوا جان لے کے ٹلا اگر پیٹ میں رہ جاتا کیا ہوتا ؟

اسی طرح بسلیقہ آجتک ڈاکٹروں کے کرامت بھی سُنے کہ فلاں شخص کی ٹانگ کاٹی مگر بیچ سنڈک گیر پاس نہ رکھی (موچنا جس سے شریان کا منہ پکڑتے تھے) گھر پہ چھوڑ آئے شریان کٹ چکا تھا ڈاکٹر صاحب نے رگ کا کٹا ہوا سرا ایک چٹکی میں تھاما دوسرے ہاتھ سے میم صاحب کے نام خط لکھا کہ فلاں مقام پر اوزار کا بکس رکھا ہے جلدی بھیجو مگر دریا کی لہر چٹکی سے کب رُکتی ہے جب تک بکس آئے اُسوقت تک سارے ڈیل کا لہو بہ گیا بیچارے کی رنگت اور دھوے کپڑے کی ہیئت ایک دو ہاتھ ہلتا ہے نہ پاؤں۔ خون رہا نہیں جو زخم تک زندگی کا اثر پہونچتا دوسرے دن زہرباد ہوا اور تیسرے دن بیچارا اجل بسا مگر صاحب نے فوراً اخباری کاغذ میں تار بھجوا دیے: "فلاں بہادر نوبس .... کا ڈاکٹر منکی صاحب نے نہایت کامیاب اپریشن کیا ہم ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں اُنکی اس لیاقت پر مبارکباد عرض کرتے ہیں واقعی ایسے چرب دست سرجن کہاں ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے دھوبی کا بیل لادی سمیت غائب ہوگیا آپ نے فوراً دھوبی کے گردے کا آپریشن کیا بس بیل لادی لیے گھنٹی بجاتا چلا آیا۔

علے ہذا القیاس میں نے بیدوں کے گُن بھی سُنے ہیں اچھے بھلے آدمی کی ناڑی (نبض) دیکھی سر ہلا کے فرمانے لگے: "معلوم پڑت ہے ٹھاکر صاحب بیار (ریاح) ناہیں نکست ہے۔ کاڑھا بنائے دیئی پی لیو۔ ارے رم چرنا؟ لاؤ تو تیں سیر املتاس کی پھلی پون پاؤ سونٹھ آدھ پاؤ سناے پاؤ بھر پھٹکری چھٹانک بھر کالی مرچیں ڈیڑھ پاؤ ترپھلا

دھتورے کے پتے) (گڑ) آدھ سیر (لا) چھٹانک بھر نیم کی پاتی ڈالی گئیں پانی اس میں چھان کے ۲ رم چرنا گھولا چاہیے میں نہیں! الٹی ہیں یہ کاڑھا کاڑھا کاڑھا بنا ڈالا وید جی نے بیمار کو کھڑا کیا اُس کی ناک کی پھنگی اپنی چٹکی سے دبائی کہا گردن اونچی کر منہ کھول اور بالٹی کا چونگا حلق میں ٹھونس کے اُرت پیٹ میں اُتارنے کا لگا لگا دیا۔ کمبخت کی ناک تو وید جی کے قبضے میں تھی لاکھ لاکھ اُٹ سر ہلایا آنکھیں نکالیں کھانسا کھنکارا مگر بھلا مجال تھی

شیخ جی کا غضب

دیسی طب کا قارورہ

شیخ صاحب بُرائیاں سے کی ؟

"اون ۔ دیکھی میری طاقت ؟ پر تجھے اُڑا کے رکھ دون گا ۔

من آن رستم وقت رو مین تنم زو دشت قارورہ را بشکنم

چھینٹوں کی پروا نہیں کرتا۔"

جو چھڑا سکتا توبہ! ایک سانس میں ایسی مختصر دوا پینے کے بعد آدمی میں انسانیت کہاں باقی رہتی ہے ٹھاکر اپنی توند سمیت کھٹیا پر لیٹ گئے گھنٹا بھر کے بعد آنکھیں پھاڑ کے لگے ادھر اُدھر دیکھنے۔ پیٹ پھول کے دمامہ ہوگیا بیمار نکلنے کی راہ نہ اوپر رہی نہ نیچے۔ نیچے تھا کھانا اوپر تھی دوا بیچاری نکلے تو کدھر سے اُتنے پیٹ کی کال کوٹھری میں اُدھم مچا دیا۔ غوں غوں قرقرقرقرقر۔ فاؤں۔ معلوم ہوتا تھا بلیاں کوٹھے پر مستی کی مشق کر رہی ہیں۔ کئی مرتبہ ہاے جو نکست ہے!

وہاں سے کہا او مہربان تپاک دیجیے رسائی تو گئی نہیں اس طرح نکل گئی۔ شیخ جی کچھ دیسی کہانیاں بہت یاد ہیں میں کہاں تک کون کون سی تم کہانک سنوگے میرا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارا نام میں نے حکیموں کی فہرست میں بھی نہیں پایا ڈاکٹروں کے ذیل میں بھی نہیں سنا اور ویدوں میں کوئی لیتا بھی تو مجھے یقین نہ آتا میں نے اچانک جو یونانی طب اور وید پک کے بارے میں تمہاری تقریر کی نقل دیکھی اور تمہارا یہ قول سُنا کہ تم طوفان نوح سے پہلے جو علاج کا طریقہ تھا اسپر سلطنت کے خزانے سے ایک پائی صرف ہونے کے روادار نہیں تو مجھے بہت اچنبھا ہوا۔ اُسپر طرہ یہ تفصیل ہوئی کہ جو کچھ ان دیسی طبوں میں رس تھا وہ ڈاکٹروں نے چوس لیا اب ان دقیانوسی کتابوں میں پھوک کے سوا کچھ بھی نہیں۔ شیخصاحب تم تو چھپے رستم نکلے۔ اللہ ری تحقیق اللہ ری جہانگیر منطق ایسا منطقی حصر خود سمجھدار ڈاکٹروں نے بھی نہیں کیا جو پہلے کی رقابت میں مبتلا ہیں لندن کے محقق انھیں طوفان نوح سے پہلے کی یادگاروں کا آج تک سبق لے رہے ہیں اور ابھی تک بسم اللہ سے آگے نہیں بڑھے۔ دقیانوسی طبیبوں کی جو بات اُنکے سمجھ میں نہیں آئی پہلے تو اُس سے انکار کرتے ہیں پھر سیکڑوں پلٹے کھانے کے بعد اُسی نقطہ پر جم بیٹھتے ہیں جسے ناچیز سمجھے تھے۔ پہلے چھوت چھات کی بیماریوں سے انکار تھا اب یہ حال ہے کہ ترابور کی ترشی ہوئی پھانکیں نکالو اسپر مکھیاں بیٹھتی ہیں انکی چھوت پھانکوں میں لگ جاتی ہے اُس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ لمبی بیماری (دق) والوں کی پوشاک اگلے طبیب جلوا دیتے تھے آجتک عورتوں میں یہ رسم ہے

کہ کفر بند اور تکیہ کے خلاف میں بیمار کے مرنے کے بعد آگ لگا دیتے ہیں اگلے فیشن آب نمک چھڑ کے جاتے، ڈاکٹر اس حرکت کو "ضعیف الاعتقادی" سمجھتے تھے آج خود ہی اس کے قائل ہیں۔ نبض کی حرکت سے دل کی جانچنے میں آج تک کورے ہیں اسوجہ سے کہ پہلے وہ باریک امتیاز جو طبیبوں نے قائم کیا تھا سمجھ میں نہ آیا تھا ایک بمبو (سینہ بین) سینہ پر لگاتے تھے اور تھرمامیٹر نکالا تھا جو ہر وقت بیرونی گرمی کا تابعدار رہتا ہم اور یہ کرتے تھے کہ ہم نے نئی رسم علاج کی نکالی ہے اب بھی ڈاکٹر کو دیکھیے پہلے نبض ٹٹولتا ہے حالانکہ ٹٹولنے کا سلیقہ آج تک نہیں ہوا۔ ان میں کا ہر ایک اپنے کمالی کے اظہار میں اوزاروں کا محتاج ہے۔ خون کے دباؤ دیکھنے کا آلہ بگڑ جائے تو ڈاکٹر صاحب بے گولی بارود کی بندوق سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ کندھے کا بوجھ بنے پھرتے ہیں۔ پرائی بوٹی پر خلفرا پالنے والے کو تمہارے سے عقلمند "دستکاری" کا لقب دے سکتے ہیں نبادی تو اُسی دقیانوسی ذہانت پر فدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ نہیں کہ ایک چھینکے ایک ناک کاٹے۔ ایک خون دیکھے ایک پیشاب چکھے ایک بلغم جلائے ایک تھرمامیٹر لگائے ایک دانت کا معائنہ کرے ایک سینہ پر بمبو رکھے جب یہ تمام سامان ہو جائیں تو ڈاکٹر صاحب نسخہ لکھیں مگر اسپر بھی کامیابی میں دقیانوسی طبیب کا مقابلہ حبیب اللہ شاہی ڈاکٹر صاحب نہ کر سکیں اگر تمہیں کوئی ڈاکٹر میسر ہو تو لاؤ میدان میں ایک ہی مرض کے دو بیماروں کے علاج میں دونوں کا امتحان کر دیکھو بیماری دق کی ہو جس میں مریض بچتا نہیں۔ پھر دیکھو کہ دقیانوسی طبیب نے اسی گرما گرم لوں اور دھوپ میں مریض کی حالت تن تنہا سنبھالی یا اُس حبیب اللہ شاہی ڈاکٹر نے عہد والی کی سرد ہوا والیوں پر ہزاروں کے وارے نیارے کروا کے اور نیز بیسیوں صد ہا دسکیڑوں اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کی تشخیص کے بعد) میں پیٹ رکھوا کے یہ تو کھلی کھلی بات ہے "تمہیں میدان نہیں جو گال نہیں گو سے" طب اور وید ک کی ایسی باتیں اس مختصر خط میں نہیں آسکتیں۔ آنریبل رائے راجیشور بلی اسیوجہ سے تمہاری بادہوائی تقریر کا جواب نہ دے سکے کونسل کا ہال ٹمبیروں کی بانی نہیں نہ مناظرہ کا میدان نہ وہ طبیب نہ تم کوئی مانے ہوئے ڈاکٹر۔ تم نے شنی سنائی سے بھگوڑوں کی سی تقریر کی اُنھوں نے ملکی رجحان بیان کر کے جواب دیدیا۔ اُنکے نزدیک یہ ٹھوس "واقعات" تھے تمہارے نزدیک یہ ٹھوس واقعات کھوکھلے اور بلوری حباب یا قارورے کی شیشی تھے تم نے دانت بھینچ بھینچ کر تان کے پرخچے اڑانے کا دعوے کیا دیکھنے والے ہنس کے چپ ہو رہے۔ ہاں سچ ہے یہی ہنسی رلاتی ہے۔

"پیش ملا طبیب پیش طبیب ملا پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ" کا جواب تمہارے سوا اور کچھ نہیں مقدس وید کی کتابوں میں کچھ ایسی باتیں تھیں جو سمجھ میں نہ آتی تھیں مثلاً "بیمان" آج وہ ہزاروں برس فکر اور غور کے بعد آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اگر ان دقیانوسی باتوں سے تمہاری رائے کے موافق نفرت اور غفلت برتی جاتی تو انگریزی قوم آسمان میں ٹھگل لگانے کے قابل نہ ہوتی۔ یہ دقیانوسی باتوں کو آنکھوں سے لگانے کا نتیجہ ہے۔ دقیانوسیوں نے بھی اتنی ترقی حکومت کی سرپرستی میں کی تھی اگر تمہارے سے تنگ خیال لوگ درباری ہوتے تو بیمان حد نظر تک نہ اڑتا ہماری حکومت اُٹھ گئی ہم لاوارث ہیں جو حکومت ہم پر مسلط ہے وہ ہے اجنبی اُسے ہمارا درد نہیں اُسکا مطلوب صرف تجارت کے ذریعے سے مال کھینچنا اور اپنے آوردوں کا پیٹ بھرنا ہے اُسپر طرہ یہ کہ تمہارے سے مددگار اُسے ملے ہیں بھلا ایسی حالت

ناياب اور بیش بہا تحفہ

پچاس روپیہ نقد انعام

از پیشگاہ جناب صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر پشاور

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

سعداللہ ولد میاں احمد گل ساکن
تالاب رحمت اللہ کوزان علاقہ گاڑی خانہ شہر پشاور
سائل دیوالیہ
بنام نور علی محمد وغیرہ قرض خواہان

درخواست سائل برائے قرار دیئے جانے دیوالیہ

مقدمہ مندرجہ عنوان میں منجانب سعداللہ سائل کے درخواست برائے قرار دیئے جانے دیوالیہ عدالت ہذا میں گذرانی ہے جس میں تاریخ سماعت ۷ جون ۱۹۲۸ء مقرر ہوئی ہے لہذا بذریعہ اشتہار ہذا کے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جملہ قرض خواہان تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا بذریعہ وکیل حاضر عدالت ہذا ہو کر مقدمہ کی جوابدہی کریں۔ کہ سائل دیوالیہ کیوں نہ قرار دیا جاوے بصورت غیر حاضری کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی

تحریر ۳ - مئی ۱۹۲۸ء

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

میں بیچارے خلمی نفشہ لکھنے والے کیا ترقی کر سکتے ہیں۔

تم جو یہ کہتے ہو کہ دیسی علاجوں کا طریقہ ایلو پیتھک میں جذب ہو گیا ہے وہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی فاختہ کو مینڈک اور امرود کو ہاتھی مانت کہے یعنی نہ فاختہ کا علم ہے نہ مینڈک کا۔ درحقیقت علاج کا طریقہ بالکل متضاد ہے ایک "بالمثل" علاج کرتا ہے ایک "بالضد"۔

تم نے اپنے نزدیک گنڈے تعویذ کا حوالہ دے کے عرش کے تارے توڑے اور رمان کے ہوتے ستارو رے کی شیخی توڑ ڈالی۔ درحقیقت گنڈے تعویذ کی تعبیری سے بھی جانے والوں کی رائے میں جاہل ٹھہرے۔ شیخ جی صاحب "طبیعت اور خیال" کو مرض کی شدت کی طرف سے ہٹانا اور اچھے ہو جانے کا اعتقاد مریض کے دل میں پیوست کر دینا کامیابی کی جڑ ہے۔ یہ روحانی طرز علاج ہے اسے "سیمیا" کے عالم جانتے ہیں جسکی یونیورسٹیاں آج لندن میں کئی ایک موجود ہیں۔

تم نے کئی ایک خط چھپوائے ہیں جن میں ہر ایک علاج کے طرز سے نادانی کا کچا پن ظاہر ہو رہا ہے۔ تعجب ہے کہ تم سا ہوشیار تجربہ کار سرکاری پنشن خوار ایک بڑی ریاست کا منتظم ایسی کچی بات منہ سے نکالے اور حکیموں اور ویدوں کی مدد کرنے کا صرف یہ سبب بتائے کہ عام لوگوں کی مزاج گوئی سے ان پر تنبیہ کرنا مقصود ہے۔

مبارک ہیں وہ جو عوام کا اتنا لحاظ پاس خیال رکھتے ہیں۔ نہ تم کہ عوام کے ووٹ سے کونسل میں قدم رکھنے کا شرف حاصل کرنے کے بعد ان کی [illegible] سبب پیدا ہو۔ مبارک ہیں وہ جو [illegible] آسمان مکمل طب سے فائدہ [illegible] اور علم دوستی کا عملی ثبوت دینا چاہتے ہیں [illegible] سے نکلنے سے پیٹ پالنا [illegible] علمی کمالات کو مٹانا چاہتے ہیں۔ [illegible] سوچو تو ہومیوپیتھی نے کیونکر ترقی کی

ہومیوپیتھی نے کیونکر رواج پایا۔ کرومو پیتھی کیونکر عروج پا رہی ہے ہپناٹزم کا مرتبہ کس طرح بلند ہو رہا ہے۔ اسکے بعد اپنی پرانی طب کی کوئی کرم خوردہ کتاب اٹھا کے دیکھو اگرچہ تمام طریقے اسمیں مفصل نہ ہوں مگر دوسرے طرز میں جنکی ہوا زمانے کو ابھی تک نہیں لگی تو ہم ہارے ورنہ تم ہاری مانو۔ میں بیچاری پردہ نشین ہوں مگر بڑھیا ہوں اسوجہ سے دو دو بحث کرنے کو موجود ہوں۔

اللہ اللہ ایک ایشیائی ہندوستانی رئیس کا درباری ملازم جس کا فرض عموماً اٹھانا کسی دیسی ریاست کے "مزاج گوئی" ہوتا ہے یوں آنہ دو خیالوں کو مزاج گوئی کا نقصہ نہیں دے سکتا ریاست بھی وہ جسکی سر چیز آج بھی دقیانوسی ہے۔ امام ضامن کا رسم صدقہ خیرات کا رواج عمل خوانی دعا۔ دیسی طبیبوں کی طلب لوگوں کی عرضیوں سے بے پروائی دفتر کا غیر مرتب ہونا خطوط کا جواب برسوں تعویق میں رہنا۔ درخواستوں کا گم ہونا۔ کارندوں کا غبن حساب کتاب کی گڑبڑ ملازمین کی سازشیں بر سر کار ہوتے ہی اپنے لائق اور نالائق سب طرح کے عزیزوں کی بھرتی کونسا ایشیائی عیب ہے جو دقیانوسی نہیں۔ سے زیادہ منہ نہ کھلواؤ یہ پہلا نمبر ہے۔

ابھی مجھے ان لوگوں کا تذکرہ کرنا ہے جو نہ طبیب ہیں نہ ڈاکٹر مگر جہاں کوئی بحث چھڑی اور وہ پرخچے اڑانے کو موجود ہو گئے۔ اسکے ساتھ ہی حال کے ڈاکٹروں کا ذہانت سے خالی ہونا بھی سلسلہ بیان کرنا ہے۔ والسلام۔

راقمہ
منطق آرا بیگم

حاشیہ بیگم صاحب۔ آپ کی منطق کی تعریف نہیں ہو سکتی کیا کہنا۔ اپنی پیاری پیاری بول چال میں آپ نے برہانی و خطابی و الزامی جواب کے ساتھ ظرافت کا حق بھی خوب ادا کیا مگر دوری مشیر بھائی کی طرف بھی توجہ لازم ہے جنکی حمایت کا اصلی تقاضہ یہ ہے کہ وہ [illegible] طبیبوں کے بارے میں ناسزا الفاظ سنو لیکن تمھارے کوئی حق نہیں کہ دوسرے کا منہ دو کو اپنی حملہ کا حق شیخ جی کو تو بوجہ خداداد لغت ہونے کے حاصل ہے مگر دوسرا جواب دینے کا حق نہیں رکھتا) ارسطو کی منطق پرانی ہو گئی یہ جدید منطق ہے اسے مشیری منطق او شیخی منطق کہنا چاہیے۔ ایک امر قابل لحاظ ہے کہ فن طب و وید ک پر تو آپ حملہ کرتے ہیں مگر نرالے بنفشہ نوش جان فرماتے ہیں ہومیو پیتھ کلیرا ٹنگ یا امیونیٹڈ کنین کو شرف بلع سے محروم رکھتے ہیں۔ بنفشہ اگر کوئی ناطق نبات ہے تو ضرور اس اعزاز پر سربسجدہ ہو گی

ہر بنفشہ کہ از زمیں روید
شکر احسان شیخ جی گوید

شیخ جی بیچارے یہ بھی نہیں جانتے کہ تشخیص مرض طرز علاج دونوں مرادف نہیں ہیں۔ وہ اپنی تقریر میں کبھی دونوں پر بحث کرتے ہیں اور مراد لیتے ہیں

طائر شاتقل (بٹلر کمیشن)

کنکوے باز (حکومت ہند)

"تعاقب"

والیان ملک :- ابھی تکل ہو یا جٹ یا ہم تو دم کے ساتھ رہیں گے۔

حکومت ہند :- کچھ بھی ہو۔ ڈور میرے ہاتھ میں ہے۔ جب چاہوں ڈھیل دے دوں جب چاہوں ایک ہی ہاتھ سے گھسیٹ کر جاؤں۔

ایک تھے۔ اور کبھی ایک سے نفرت ظاہر کرتے ہیں اور دوسری بات سے رضامند نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اپنی ایک تحریر میں یہ فقرہ طبیبوں کے لیے لکھا ہے کہ بہت سے دیسی طبیب مثل اور دوکانداروں کے اپنی دوکان بے رونق جمائے ایک خاص شان اور رعونت کے ساتھ فرعون بے سامان بنے بیٹھے ہیں اور چند مریض بھی اُنکی سیلی او کثیف نشستگاہ میں اُنکے گرد حلقہ باندھے بیٹھے اور نسخے لکھوا رہے ہیں پھر آپ نے گڑ کے بورے پر مکھیوں کے ہجوم سے ان مریضوں کی تشبیہ دی ہے۔ اس سے غالباً یہ مطلب ہے کہ اطبا کو مثل شیخ جی کے "با سامان" ہونا چاہیے تھا۔ طبعی سخاوت گوارا نہیں کرتی کہ حکومت وقت دیسی اطبا کی مدد کرے اور کثافت دور ہو جائے۔ تمام مُردہ علوم یوں ہی زندہ ہوے ارباب مال نے ہمت کی صاحبان کمال نے محنت کی۔ بہر حال آپ دل کھول کے لکھیے۔ اور ۲۰ مئی کے ہمدم میں جو خط چھپا ہے اسپر تبصرہ بھی فرمایئے کیا معنی کہ اس خط میں طبعی محاسن اور جو ہر اخلاقی کے بیش بہا نمونے ہیں۔

کم از کم ریاست محمود آباد کو ایسے ہنر مند مولے منیجر پر فخر کرنا چاہیے اس ضروری بحث سے چشم پوشی ایک اخلاقی جرم ہے۔

طلب عفو کی عمدہ مثال

کوئی افقر صاحب مو ہانی ہیں سُنتے ہیں کہ انھوں نے جام جہاں نما نامے پرچہ نکالا اور انجمن معراج الادب کے ارکان پر قلم کا مُنہ بڑھا کے چوٹیں کیں۔ حکیم آشفتہ صاحب نے اُنکے خلاف اہانت کا دعویٰ دائر کر دیا۔ دعوے کی خبر ابھی تازی تھی کہ اخبار ہمدم کا فذول میں آپ کا "استعفا نامہ" یا معافی نامہ بایں الفاظ شائع ہوا:۔

"میں نہایت افسوس کے ساتھ حکیم آشفتہ صاحب سے علی الخصوص اور اُن ممبران انجمن معراج الادب یعنی اُس پارٹی سے جنکے متعلق میں نے اپنے ماہوار پرچہ جام جہاں نما میں تصریحاً یا اشارۃً و کنایۃً مضامین لکھے ہیں جن سے حکیم صاحب موصوف اور ممبران انجمن کی دل آزاری و دلشکنی ہوئی ہے اُسکی اُن سے معافی چاہتا ہوں اور مجھکو اپنے اُن جملہ مضامین کا سخت افسوس ہے اور آئندہ کے لیے وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی اس قسم کے مضامین جنمیں انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے کسی ممبر انجمن یا انجمن کی توہین و دل آزاری کا پہلو ہو ہرگز نہ لکھوں گا اور اس تحریر کے متعلق خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ یہ اخبارات میں شائع کر دیجائے اور میں خود بھی اپنے پرچہ جام جہاں نما میں انہیں الفاظ کے ساتھ شائع کر دوں گا۔ امید ہے کہ جناب آشفتہ صاحب مجھے معاف کر دینگے"

آخر استعفے کی خبر ابھی مدہم نہ پڑی تھی کہ پھر ایک مطول مضمون افقر صاحب کے نام سے معروزہ "حقیقت" میں چھپا اسکا خلاصہ بزبان پنچ یہ ہے کہ مستغیث اور اُنکے کارندوں نے احقر افقر کی دہلیز کی خاک ڈالی "معافی مانگو معافی مانگو" آخرا حقر نے خاطر داری یا حق مہمانی یوں ادا کر دیا کہ اچھا بھئی معاف کرو تم تو جان کھا گئے۔ تفریح طبع کا یہ بھی ایک کرشمہ تھا بھئی واہ کیا خوب!

معلوم نہیں حکیم آشفتہ صاحب نے تفریحاً و تفنناً استغاثہ کیا تھا یا درحقیقت جام جہاں نما کے مضامین سے اُنھیں ایذا پہونچی تھی۔ اور اب جو دعوے خارج کرایا ہوگا وہ بھی تفریحاً ہے یا حقیقۃً۔

راقم

طالب عفو

بوا نصیبن بنام بے نقاب بیگم

نمبر ۲

(تتمہ ۱۹ مئی ۱۹۲۸ء)

ہاں بی شہکار ا بیگم!

جب عورتوں اور مردوں کی شکل میں فرق ہے اعضا میں فرق ہے اعضا میں فرق ہے تو وجہ کیا کہ طبیعت اور مزاج میں فرق نہو۔ جانوروں کو دیکھو۔ یہ جو مرغا حارث مرغا مرغیوں پر کترا تا پھرتا ہے اس کا کیس لبا ہے اور مرغی کی مانگ پر ننھا سا لال لال چھیچھڑا نظر آتا ہے۔ مرغی کو کب ہوتی۔ مرغا مواگستا گھر بنا دوسری مرغیوں کے ساتھ چہلیں کرتا پھرتا ہے۔ مرغی انڈے لے کے بیٹھتی اور مصیبت بھرتی ہے۔ مرغے موے کو اسکی پروا نہیں۔ انسان بھی ایک جانور ہے اسپر [illegible] کے خواص [illegible] ہے جو اُنکا نہیں [illegible] کہ یہ جانور تمام شرعی تکلیفوں سے آزاد ہیں اور انسان کی نسبت زیادہ آزاد ہیں خود قدرت نے انکی آزادی کا سامان کیا۔ [illegible] پہنتے نہیں تو [illegible] پوشاک دائمی ہے نہ کاتنے تو [illegible] تنتے بُننے کا [illegible] جو ان کی بچانے رندہ ہنے کے طومار سے آزاد ہے۔ مسکن راج معمار کی کنی بسولی کا محتاج نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان پر کوئی قید نہیں۔ پھر بھی یہ قدرتی قانون کے تابعدار ہیں دُنیا میں کوئی مرغی مرغے کے خلاف کڑ کڑا تی نہیں۔ مسلمانوں نے اپنے شرعی قاعدوں کے خلاف روش اختیار کی اس وجہ سے حق حقوق کا جھگڑا پیدا ہوا اور بڑھتے بڑھتے بات کا بتنگڑ بن گیا رہنے سہنے کے بُرے طریقے (طرز معاشرت) مسلمانوں نے دوسروں سے سیکھے اسوجہ سے انہیں شرعی طریقے بدلنے کے قابل نظر آتے ہیں تمھیں بعض باتیں بتاتی ہوں۔

نکاح بیاہ میں عورت آزاد ہے کہ جوان ہونے کے بعد جسے پسند کرے اُسکے ساتھ شادی کرے۔ نکاح میں ایجاب عورت کی طرف سے ہوتا ہے قبول مرد کی طرف سے یعنی عورت کہتی ہے کہ میں تمھاری بی بی بنتی ہوں اور مرد قبول کرتا ہے۔ طلاق نگوڑی کا معاملہ اسکے برعکس ہے اور ہونا ہی چاہیے۔ اسمیں ایک فائدہ ہے پھر کچھ پا و نہیں ہوتا اور ہوتا ہے تو زیادہ نہیں کھلتا۔ بی بی بن جانے کے بعد عورت کا مال تمال عورت ہی کا رہتا ہے مگر مرد کے مال پر اُسے دا عیہ ہو جاتا ہے روٹی کپڑا ترکاری خرچ پات تیل کھلی کی فکر اُسی ایسے تیسے کے ذمہ رہتی ہے۔ کوئی شرعی مسئلہ یہ نہیں کہتا کہ عورت کو اپنے شوہر کے واسطے

ہ اس مضمون کے متعلق اعلان ہوا ہے کہ شیخ جی کا تیس ہے کسی دشمن نے لکھا ہے خیر سمی سرا مہاں سنگھ کے نام خط لکھنے کا تو اقرار ہے آئندہ اس سے بحث کی جائے گی ۱۱ پنچ

کھانا پکانا فرض ہے یا جھاڑو دینا برتن مانجھنا پوش صاف کرنا ساس کی اطاعت نند کے طعنے سسر کی خدمت کا فرض بار ہے۔ یا اگر عورت ان باتوں کو نہ مانے تو گنہگار ہوگی۔ ساس کو بھیپڑ اٹھانے کا حق نہیں نند طعنے تشنے (تشنیع) دینے کی مجاز نہیں۔ سسرے صاحب جوتیاں اٹھوانے اور روٹی پکوائی کرانے کی ضرورت اپنے صاحبزادے سے رفع کر سکتے ہیں۔ کیوں بیوی تھی اور کیا چاہیے۔ شوہر اگر مارے کوٹے تو بی بی قاضی کے سامنے نالش کرکے قصاص لے سکتی ہے اور اس سے بی بی بلکہ طلاق گوارا بی بی ہونے میں کوئی خرابی نہیں ہو سکتی۔ وہ شوہر کے مال سے اپنے ماں باپ کی مدد کر سکتی ہے اور مرد کو حکم ہے کہ وہ احسان سے منع نہ کرے۔ یہاں تک کہ بی بی اگر اپنے بچے کو دودھ نہ پلانا چاہے تو میاں اسے مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر وہ دودھ پلانے کی اجرت مانگے تو میاں کو دینی پڑیگی۔ ان تمام باتوں کے عوض عورت پر دو پابندیاں ہیں ایک یہ کہ مرد کی خواہش پوری کرنے میں ٹال مٹول نہیں کر سکتی دوسرے یہ کہ بغیر اسکی اجازت کے گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکتی۔ انسانیت اخلاق یا محبت کا جزو بھی اگر ان نرے کھرے حقوق میں شریک ہو جائے تو سبحان اللہ پھر تو گھر جنت نظر آتا ہے لیکن اگر اس جنس کا توڑا ہے تو یہی حقوق زندگی بسر کرنے کے لیے بہت ہیں۔ سونا جھونا مرد کے لیے حرام ہے عورت کے واسطے جائز ہے۔ ریشمی کپڑے مرد نہیں پہن سکتے عورتیں مزے سے پہنیں کوئی عیب نہیں۔ سود لینا اور سود دینا دونوں حرام مگر بی بی شوہر کو قرض دے تو سود لے سکتی ہے اسکے لیے جائز ہے مہاجن جاوے سے بھی معلوم شرط کی رقم حرام ہے۔ مگر عورت اپنے شوہر سے تمنا ہے اور چاہیے تو لے سکتی ہے۔ غرض کہ عورت کی کمزوری شریعت نے خوب نباہی ہر جگہ مرد کو آنکھیں دکھائی ہیں کہیں کہا ہے "امسک علیک زوجک" کہیں احسان کا حکم ہے کہیں انکے مال پر ڈاکو ہونے سے روکا ہے کسی مقام پر کہا ہے کہ اگر وہ نکاح نہ کرنا چاہیں تو جبر نہ کرو۔ اگر وہ عزت آبرو سے اپنے مردہ شوہر کے گھر میں رہنا چاہیں تو رہنے دو اپنی اور کج خلقی تک چڑھتے پن پر بیسیوں جگہ ٹوکا ہے یعنی تم عورت خالی دو باتوں کی پابند ہے اور مرد کو انکا لحاظ کرتے ہی چاروں طرف سے جکڑا جاتا ہے جو ایمان والا ہو تو مجتنب نہیں سکتا۔ اسے گہنا پاتا شوہر دینے کے بعد پہنچنے کی بھی ممانعت۔ اگر دو چار باتوں کی اصلاح ہو جائے تو پھر نئے قاعدے قانون کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک تو یہ کہ جب تک ایک عورت کو گلے سے باندھنے کا سلیقہ حکمت نہ ہو اس وقت تک دو شادی نہ کرے عرب میں یہی دستور ہے۔ سیکڑوں بن بیاہے تیر تکے پر اوقات بسر کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے شادی کرو تو کہتے ہیں "این المهر والنفقة" مہر کہاں ہے، روٹی کپڑا کہاں سے دیں جو شادی کریں۔ دوسرے یہ کہ پردہ شرعی ہو اور شریعت نے جو آزادی عورتوں کو دی ہے اسمیں کوئی خلل نہ ڈالے ان تمام امور کے لیے خاص قاضی مقرر ہوں اور مرد اور عورت کی فریادیں سنیں۔

سنو میری بہو۔ باوا کے برتے پر یہاں شادیاں ہوتی ہیں پوچھنا چاہیے لڑکی والوں کو کہ تمہارے شوہر کیسے دانت ہیں گھر در ہے میں کھانے پہننے کو بھی کچھ ہے۔ چلن کیسا ہے روپیہ کیسا ہے اور پوچھتے ہیں لڑکے والے کہ کھانے جوڑے کا کیا ملے گا۔ مانجھے اور منڈھیوں کی رقم کتنی ہوگی۔ پھر سلام کرائی ہے رو نمائی کی اجرت ہے۔ جہیز کے بارے میں پوچھ گچھ ہوتی ہے کہ کتنا ملے گا۔ یہ بے غیرتی آج ہندوستان بھر میں پھیلی ہوئی ہے پہلے اسکی نہ بندی کراؤ پھر اگر تمہارا مرد راضی ہو تو اسکے ساتھ مزے سے جہاں چاہو جاؤ گھومو پھرو سیر تماشا دیکھو مگر یہی کہ نہ غیر مردوں کی بغل میں گھس کے تم بیٹھو نہ مرد تمہیں محفل کی زینت بنائیں۔ کہ دوست احباب جمع ہیں میز پر گزک اور شراب رکھی ہے بی بی بیگم میاں کے دوستوں کا دل بہلاتی چہلیں کرتی پیانو بجاتی شراب پلاتی اور منہ چوماتی جاتی ہیں۔ میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے میاں کا منشا نقاب نوچ کے پھینکنے سے یہی ہے۔ انھوں نے ہوٹلوں میں صاحب لوگوں کو اسطرح زندگی بسر کرتے دیکھا انشر رکھے ہیں تو پیدائشی مسلمان یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اسلام کسی بات میں خواہ اچھی ہو یا بری کسی دوسرے مذہب سے ہیٹا سمجھا جائے وہ اپنے دل میں کہتے ہیں نہیں صاحب یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اسلام اور ایسی تنگ خیالی کہ بیویاں رکھے عورتوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دے! تو یہ اچھی اسلام ہی ہے جس نے حیا غیرت شرم اور عقل بھون کھائی اسلام نام ہے برہنگی کا۔ اسلام نام ہے جھوٹ دغا کا۔ بھلا اسلام میں کس بات کی کمی ہے؟ وہ تو ہر طرح مکمل ہے اسلام ہی سے یہ چلن ترقی یافتہ قوموں نے سیکھے۔ ان کمبخت مسلمان تنگ خیال نکلے انھوں نے انگلوں کی روش چھوڑ دی اب غیر قومیں ہم پر آوازے کستی ہیں کہ یہ وحشی ہیں انکی عورتیں جانوروں کی طرح کھڈی میں بند رہتی ہیں انکی عورتوں کی صحت خراب ہے انکے بچے تھکے جاتے ہیں تو لنجے جاتے ہیں یہ عورتوں کو لونڈی باندی سمجھتے ہیں۔ انکی دماغی روشنی بجھائے دیتے ہیں۔ کسی بیچارے بڑے ملا نے انکاری گردن ہلائی بس شامت آئی تاریخ کی کتابیں کھل گئیں۔ بادشاہوں کی صحبتوں کا نقشہ کھینچ گیا۔ مامون رشید کے بھرے دربار میں فلاں عورت نے یوں تقریر کی مردوں کے کان کاٹے۔ ہارون رشید کے محل خانے میں ابو نواس سے کوئی عورت پردہ نہیں کرتی تھی۔ عباسہ یوں شراب پلاتی تھی جعفر یوں مزے کرتا تھا۔ تو کیا؟ یہ سب ناجائز تھا۔ ہائیں ہارون رشید اور شرع کی مخالفت؟

چلیے صاحب بادشاہوں کی مستیوں اور روزگار کا نام ہو گیا اسلام۔ غریب ملا کی مارے غیرت کے گردن جھک گئی وہ بیچارا تو شرع کا عالم ہے شرعی حکم سے واقف بادشاہوں کے کرتوت سے بے خبر۔ بادشاہوں کو برا کہتا ہے تو جان غضب میں پھنستی ہے اندھے اخبار نویس جو بادشاہوں کی پیچ پر ہر وقت آمادہ رہتے ہیں جان کو آ رہیں گے اور شرع کو چھوڑتا ہے تو جہنم مول لیتا ہے۔

(باقی آئندہ)

راقمہ

تمہاری خیر خواہ بوا نصیبن

شاعری جزو لیست از بہتیری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شیوہ بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی المسمی بحضرت رشید مع انتخاب مرثیہ رباعی و قصیدہ غزل و سلام وغیرہ مولفہ سید آغا شہر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ایک موقر فرد تھے قیمت علاوہ محصول ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذاے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۱۹۲۱ء کی چند مکمل جلدیں دفتر مین باقی ہیں فرداً فرداً پرچے بھی شائقین طلب فرمائین قیمت فی جلد مع محصول ڈاک

(۲) جلد ۱۹۲۱ء کے دو نمبر ان نمبروں مین انشا پردازی کے بہترین نمونے موجود ہیں خریداران مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد علاوہ محصول ڈاک ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

سیاحت ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجیب و غریب نظم ہے ضرور اور شاعری کی خامہ فرسائیوں سے فائدہ اٹھائیے ۔ قیمت فی جلد ۶؍

ٹکٹ بھیجیے یا وی پی اور منی آرڈر بھیجئے

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا ور جیب میں ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

علاوہ خاص حالتوں کے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا انکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے بتدلائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا ۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے ۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا ۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے ۔ قیمت پانچ روپیہ حصہ اول کی للعہ فی جلد ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار ۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے ۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو ۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 783

OUDH PUNCH

جلد سیزدہم

जिलद नं: १३

LUCKNOW 1928 WEEKLY

ہفتہ وار باتصویر ظریف

लखनऊ

MAN IS NOT TO BE DICTATED. HE IS TO DICTATE UN TO OTHERS. ARISTOTLES.

क़ीमत पेशगी	
सालाना	५
छमाही	३
तिमाही	२

قیمت پیشگی	
سالانہ	صہ
ششماہی	سے
سہ ماہی	عہ

M. H. KHAN, ARTIST

ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپ کر شائع ہوا DOGANAH LUCKNOW

قیمت فی پرچہ ۲ر

اودھ پنچ لکھنؤ [illegible]

جلد ۱۳ نمبر ۲۰

مضامین غیب

۲۶ مئی / ۲ جون ۱۹۲۸ء

بوا نصیبن بنام بے نقاب بیگم

(نمبر ۳)

بہن بے نقاب بیگم! پردہ اور نقاب موجود ہو تو محفلوں میں بھی ایک خاص برتاؤ کے ساتھ عورت مرد یکجا ہو سکتے ہیں۔ تنہائی میں غیور اور غیر عورت اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ بادشاہوں کی بھلی چلائی انکے وعدوں میں ہر بڑے مال کی چہل پہل چھائی رہتی تھی کسی کی مجال نہ تھی جو ہوں سے توں کرتا وہ مزیداریوں کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے پھر بھی اپنے گھر میں جو چاہتے تھے کرتے تھے یوں علانیہ نین مٹکا کو کبھی نہیں ہوا مزیداریاں بھی ہوتی تھیں تو زر خرید لونڈیوں باندیوں کے ساتھ نکاحی بیاہی بیویاں عزت آبرو لیے گھروں میں راج رجتی تھیں۔ یہ لونڈیاں باندیاں دوستوں کو تحفے میں بھیجی جاتی تھیں۔ شاعروں کو انعام میں ملتی تھیں۔ عزیزوں کو ہبہ کیجاتی تھیں انکا کام گانا بجانا مالک کو خوش رکھنا تھا یہ محفل کی زینت تھیں جیسے آج چوک میں کرہ لے کے بیٹھنے والیاں جو کوئی ایسیوں کے چال چلن یا اعمال نامہ پر اسلام کے قاعدے قانون توڑنے کی جرات کرتا ہے وہ موا بے غیرت اسلام کا دشمن ہے نگوڑے کا منھ مرتے وقت سؤر کا ہوگا۔ وہ پاگل اور جاہل بھی ہے جسے لونڈی اور آزاد عورت میں تمیز نہیں سب کو ایک ہی لاٹھی ہانکنے کی فکر میں ہے۔

بیگم! تمہارے میاں بھی مجھے کچھ ایسے ہی بے تمیز معلوم ہوتے ہیں۔ انھیں یا تو پاگل خانے بھیجو یا اگر غیرت رکھتی ہو تو فورا چھوڑ دو اگر تم انکے کہے پر چلیں تو بڑی ذمہ داری اپنی گردن پر لوگی۔ اور بے حیائی کی سوداگر بنوگی آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ میرا کام سمجھانا بجھانا ہے اللہ اللہ خیر صلاح۔ میرے نزدیک اسمیں کوئی برائی نہیں اگر عورتیں گھر سے باہر قدم رکھتے وقت ایک کپڑے کا ٹکڑا چہرے پر ڈال لیں تو دنیا پر احسان کریں اے اللہ گووڑی اتنی سی بات کے لیے تمھارے میاں نے وہ ہنا مچا ڈالی کہ آسمان سر پر اٹھا لیا۔ نبی پر الگ طوفان جوڑے شریعت پر جدا تہمت رکھی تاریخ کی سچی باتوں پر علیحدہ خاک ڈالی۔ میں مانتی ہوں کہ اس ڈھنڈا تشدی میں بیچارے کو بڑی محنت کرنا پڑی۔ کاش وہ کسی نیک کام پر اتنا وقت صرف کرتے تو دنیا اور عقبیٰ دونوں میں سرخ رو ہوتے۔

میری خبر طبیعت کا اگر یہی حال ہے تو ابھی گناہگاریوں پر خون پانی ایک کرنے کا شغل ختم نہیں ہوا جاتا۔ یورپ والی چربانکوں نے بال کتر ڈالے جس ننگ سری عورت کو دیکھو گردن جھٹکتی چلتی ہے۔ چہرے پر بال آئے اور جھٹکا اوپر کو اچکا پھر آگے بڑھیں پھر بالوں کی گھٹا سامان بن کے آنکھوں میں گھسی پھر لنگڑی ٹانگ کیطرح گردن اچھلی یا الٰہی یہ کیا مصیبت ہے خواہ مخواہ شیخ سدو کھیلنے کی عادت پڑی جاتی ہے مگر دیکھ لینا جو بھی تمہارے بے غلے میاں چار دن کے بعد گردن کی لنگڑی اچھل کود کو بھی اسلام کے ضروری علامتوں میں شامل نہ کردیں تو ہاتھ کٹواتی ہوں۔ آج ہی کل میں وہ ضرور لکھیں گے کہ بال کترواکے تمہارے بیماروں کی طرح گردن کو طاق جفت کھیلنے کی عادت ڈالنا خاص سنت نبی ہے (معاذ اللہ) اور اکثر صحابیات کی ایجاد ہے۔ جبل ورید جب تک اپنا پھندا آسمان پر نہ اچھالے اسوقت تک کوئی عورت خدا تک نہیں پہونچ سکتی۔ اسکے بعد مرحلہ ننگے پھرنے کا ہے۔ یورپ کی ننگیاں حق اللہ پاک ذات اللہ کہتی بھری محفل میں دندناتی گھس پڑتی ہیں ان کا یہ کرتوت بھی قرآن کی آیتوں سے زبردستی نکالینگے اور کہیں گے اسلام نام ہے ننگے ہوکے بازاروں میں پھرنے کا یا مرد کوئی ایسا فعل جو صحت میں خلل ڈالے اسلام کو گوارا نہیں کپڑے پہننے سے عورتوں کی صحت میں فرق آتا ہے اگر بال کوئی ضروری چیز ہوتے تو شاید بی بی حوا گیہوں یا جنت کا وہ پھل جسکے کھانے کی مناہی (ممانعت) تھی نہ کھاتیں اور سارے ڈیل کے بال نہ گرا دیتیں۔

دیکھا بیگم! کیسی دلیل بتال کی جڑ سے ڈھونڈی۔ اللہ تیری پناہ! ہندوستان میں اگر ننگ دھڑنگ پھرنے کی وبا پھیلی اور ننگیوں کی بازار کھلی تو میں ہانکے پکارے کہتی ہوں کہ دو چار برس میں دیکھ لینا سارے مردوے ہیجڑے زنانے بن سونڈ کے ہاتھی ہو جائینگے۔ ننگی دھڑنگی عورت کسی خاص وقت پر سامنے آتی تھی اب جو ہر وقت یہی مرقع آنکھوں کے سامنے رہے گا تو جوش کاہے کو باقی رہے گا۔ میری خبر ستر ڈھانکے رہنے کا حکم خدا نے بلا وجہ نہیں دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان بھی ایک جانور ہے بعض جانور ایک مقرر وقت پر مست ہوتے ہیں بعض کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں بعض کی نسل اللہ میاں کو بڑھانی مقصود ہے وہ مہینے میں دو جھول نکالتے ہیں بعض سال پیچھے ایک جھول کسی میں نسل بڑھانے کی طاقت بھرپور ہے کسی میں معتدل انسان ایسے ہی جانوروں میں سے ہے یعنی مستی کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں اور طاقت معتدل ہے ہوس کی بات دوسری ہے مگر خبر۔ ہوس ہوئی بھی تو ہر وقت ننگیوں کا نظارہ ساری بائی کجائی نکال دے گا۔ کوئی نیچر یا شاعر کہتا ہے ؎

ایک مرغے نے یہ مرغی سے کہا
تو کڑک ہوتی ہے کیوں او بے تمیز
بولی وہ نیچر کی یہ تعطیل ہے
چار دن میں ورنہ تو ہو جائے سیر

گھوڑے افریقہ کے وحشی جو کچا گوشت کھاتے اور ننگے دھڑنگے پھرتے ہیں انکی عورتیں بھی کچھ ہلکی بھنی آگے لٹکائے رہتی ہیں ان وحشیوں کو بھی اتنی عقل خدا نے دی ہے کہ سارا ڈیل نہیں تو چار انگل کی جگہ چھپی ڈھکی رہنی چاہیے۔

بی بی ذرا خیال کرکے دیکھو تو سہی بھدوتوں اور

اپ کو غوش ہوے۔ اے ہے تم کیا خوش ہو گے تمھیں تو غصہ ہی چڑھا ہوا ہے خیر تشفی ہوں کہ غصہ میں آدمی کی بھوک بڑھتی ہے ناراض ہو نا تو کلس کے دو تھلے زیادہ کھا لینا۔ چلو ابخیر شما بسلامت۔

اس نمبر میں ارادہ ہے کہ ڈاکٹروں کی کچھ ثنا و صفت کروں۔ میں نے حکیموں کی زبانی سنا ہے کہ بعض ڈاکٹر بہت رحم دل ہوتے ہیں کسی کو تڑپتے پھڑکتے نہیں دیکھ سکتے ادھر جاں کندنی دجانکنی) شروع ہوئی اور اُدھر انھوں نے دو قطرے آب حیات کے حلق میں ٹپکا دیے بس مرض فوراً کا فور ہو گیا تڑپنے پھڑکنے کی ناگوار صدا ختم۔ بیمار کی جاتی جان پر بھی احسان اور ترکہ پانے والے وارثوں پر بھی۔ اس رحم کا کیا پوچھنا جس کی بدولت بیمار کو بھی راحت تیمارداروں کو بھی شکر۔ مگر طبیب کبھی مایوس نہیں ہوتا جس طرح ایک منصف مزاج حاکم سو گنہگاروں کے چھوٹ جانے پر نہیں کڑھتا مگر ایک بیگناہ کے پھنسنے پر ہمیشہ افسوس کیا ہے اسی طرح ایک طبیب اس خیال سے کہ ہم صرف طبیعت کے خادم ہیں دوا کا اثر قدرت کے اختیار میں ہے شاید یہ مریض بچ جائے کبھی ایسی جرأت نہیں کرتا۔ پھر انکے پاس سو میں بچانوے بیماریوں کا علاج چیر پھاڑ ہے اور ایک طبیب یاوید اپنے امکان بھر چیر پھاڑ سے گریز کرتا ہے۔ خالی دعاؤں سے نہیں بلکہ حیلے بہانے سے وہ کام لیتا ہے جو چھُری اور آری یا نشتر سے ممکن نہیں۔ ایک ہاڑے کا مریض کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ وہ آری نکال کے اچھے بھلے آدمی کو لنگڑا بنا دے گا اور طبیبوں نے ہزاروں مریض ہاڑے کے اچھے کیے ہڑی کپڑے کھا گئے تھے وہ کافی کھتری تو رہی مگر کام سجل دینے لگی ہمیشہ کے واسطے سڑک پر اُتو کرنے کا کام جاری نہ رہا۔

ہارون رشید کی ایک چاہیتی لونڈی انگڑائی لینے لگی تو دونوں ہاتھ اوپر کے اوپر ہی رہ گئے سینک اور مالش سے کوئی فائدہ نہوا در بار بھر کی قوت ہاتھ نیچے نہ کر سکی آخر ایک بڈھے طبیب نے کہا حضرت میری بات مانیے تو ابھی صحت ہوتی ہے یہ بیماری یوں نہ جائے گی جب تک ایک نامحرم اس شاہی کنیز کو ننگا نہ دیکھے۔ مجبوراً بات ماننی پڑی۔ طبیب نے ایک لونڈی کے منہ پر جعلی داڑھی مونچھیں لگا کیں مردانی پوشاک پنھائی۔ بیمار کے پاس جانے کا حکم دیا ادھر اس مصنوعی مرد نے شلوار بند پر ہاتھ ڈالا اُدھر بیمار کو بھولی ہوئی عادت یاد آ گئی اور اُس نے خود ہی ہاتھ نیچے کرکے مضبوطی سے کمر بند پکڑ لیا۔

ہائے نہوا اُس وقت کوئی ڈاکٹر جو دونوں ہاتھ کاٹ کے لکڑی کے ہاتھ لگا دیتا اور بی صاحب آدمی سے ہمیشہ ہمیش کے لیے گلا بو شنا بو بن جائیں۔

پچیس برس اُدھر کا ذکر ہے کہ فوجی اسپتال میں ایک گورا سپاہی بیٹھے بیٹھے مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ ایک چیخ زمین ایک آسمان۔ ڈاکٹر صاحب تشریف لائے پوچھا کیا ہے اُس نے کہا کلّے بھر میں درد ہے۔ کنپٹیاں پھٹی پڑتی ہیں آنکھوں میں اتنی اذیت کہ برداشت سے باہر ہے۔ صاحب پہلے تو اُلٹی سیدھی دوائیں کرتے رہے آخر خدا جانے کیا دل میں آئی کہ زنبور سے بیچارے کی آنکھ نکال لی مثل مشہور ہے آنکھ پھوٹی پیر (درد) گئی مگر یہاں معاملہ برعکس ہوا درد کسی طرح نہ گیا۔ بعد خرابی بصرہ معلوم ہوا کہ داڑھ میں درد ہے اور نا درد ہے کہ ایک شق کی شق بیکار ہو گئی اپڑا کی شدت کی وجہ سے مریض تمیز نہ کر سکا کہ درد کا ٹھیک مقام بتاتا ڈاکٹر صاحب کو بوڑھیگی اور بے محابا جرأت کی بدولت صبر کہاں تھا اُنھوں نے بے تکلف ایک مخلہ اُجاڑ کے شیش محل (شیشے کی آنکھ) بنا دیا کہ جاؤ میاں آنکھوں والے تمھیں کانا کہہ کے نہ چڑھا ئینگے مگر تم ہو کانے۔

تازہ واقعہ ہے یعنی دو برس کا زمانہ ہوا نہیں ہوا لکھنؤ میں ایک شخص کی زبان تھوڑی سی باہر نکل آئی نگوڑی نکلی تو پھر اندر نہ گئی لاکھ لاکھ جتن کیے۔ آپ جانیے شہر میں اتنا بڑا میڈیکل کالج موجود ہے بھلا وہاں درازی کا علاج وہاں سے اچھا اور کہاں ہو سکتا ہے تیمارداروں نے مریض کو کالج پہونچایا اول تو نو سکھیے شاگردوں نے بیچاری تلوو زبان) پر حملہ کیا ایک نے اُک پکڑ کے ہلائی دوسرے نے منہ پھیلانے کی فرمائش کی تیسرے نے اوزار منہ میں گھسیڑ چوتھے نے حلق تک انگلی پہونچائی۔ گردن اونچی کرو کھنکھارو۔ منہ لٹکاؤ۔ نتھنوں چلاؤ۔ جان چھڑایا تو جان پھنس گئی۔ پھر حسب دستور اُستاد نے آپریشن کی

نایاب اور بیش بہا تحفہ

جناب سید مظفر علی صاحب ندوی اڈیٹر البشیر تحریر فرماتے ہیں کہ آج فیصدی ۹۹ اشخاص عینک کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جائے فکر ہے کہ حکیم سید نضے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک سے بے نیاز کر دینے کی سعی فرمائی ہے ہم مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہیں کہ اس اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس سرمہ کی مرتعدد سلائیوں میں قوت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بیت کل میں نہیں اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بیحد مفید ہے قیمت فی شیشی عہ سلائی مفت تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

پتہ

حکیم سید نضے نواب بیت الشفا رگیا (بہار)

پچاس روپیہ نقد انعام

عمل حب کے خواتین بہار اسمریزم کے اصول پر تیار کیا ہوا سرمہ آنکھوں میں لگا کر کسی مرد عورت کے جاہے وہ کیسی ہی تیز مزاج اور مغرور سخت کلام کیوں نہو سامنے چلا جاوے وہ اسیوقت اسیر زلفیہ ہو جائے گا وہ آپ کی ہی صحبت اسے پسند ہوگی آپ کے بغیر اسی ہے آپ کیطرح بیتاب ہوگا زیادہ لکھنا فضول ہے عقلمندوں کو اشارہ کافی ہوتا ہے غلط ثابت کرنیوالوں کو پچاس روپیہ نقد انعام دیا جائیگا قدرداں اصحاب ضرور قدر کریں پھر وقت ہاتھ نہ آئے گا ہمراہ ترکیب استعمال ہر اوروانہ کیا جاتا ہے قیمت عہ رسات عہ بیپی محصولڈاک معاف۔

منیجر دی آل انڈیا رائل مسمریزم ہاؤس اینڈ میڈیکل ورکس نمبر ۸۱۵ فیروز پور شہر

ضرورت ہے

سورج ٹی کمپنی کو تمام انڈیا کے ہر ایک ضلع میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے ماسٹر اور ایجنٹ بمقام ضلع وار ایجنٹ سے سوال ایجنٹ کا ایجنٹ کمیشن جسکے پاس سٹاک رکھا جائیگا کمیشن یا تنخواہ معقول دیجائیگی۔ بلکہ تجربہ کار محنتی ایجنٹ کو علاوہ خرچ کے اکسپینس پیسہ ماہوار سے کم آمدنی نہوگی۔ درخواست تجربہ کار ایجنٹ کریں ہر ایک ضلع میں ایک ایجنٹ مستقل طور پر رکھا جائیگا کمپنی رجسٹرڈ اور مال تیار ہے مفصل شرائط کے واسطے ایک آنہ کا ٹکٹ معہ درخواست روانہ کریں

منیجر سورج ٹی کمپنی امرتسر

گھبرائی۔ اُنہیں ہوئے چمک دار چاقو دیکھ کے بیمار کی جان نکل گئی" ہائے اب مجھ غریب بے زبان پر کیا گزرے گی آخر بیچارا وہاں سے بھاگا چھڑا کے بھاگا اور جو رستے اپنی غل بل بولی میں سنت کی گھر آیا۔ ایک معمولی طبیب جو طبابت کا پیشہ نہیں کرتے دن رات قلم گھس کے پیٹ پالتے ہیں عیادت کو گئے سوکھی کھڑنک دیدیں دیکھیں پہلے تو سمجھے کہ دل گئی سے بیمار صاحب منہ بناتے ہیں پھر مریض کی رونی صورت دیکھ کے بیماری کا یقین ہوا۔ صاحب خانہ سے کہا بھئی میرا جی متلاتا ہے کوئی کھٹی چیز ہو تو لاؤ وہ نیبو دلیموں اور پسا ہوا نمک لا سے حکیم صاحب نے نیبو کا ٹکڑا اُٹھایا نمک چھڑکا اور دو قطرے اپنے منہ میں ٹپکا کے چٹخارا بھرا۔ قاعدہ ہے کہ کھٹاس کھاتا ہے دوسرا اور دیکھنے والے کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ ادھر انھوں نے چٹخارا بھرا اُدھر بیمار کی زبان کسیقدر ہلی بس حکیم صاحب نے دو قطرے بیمار کی زبان پر ٹپکا دیے گلپھڑے پسیجے اور زبان شٹ سے اندر چلی گئی آدھے گھنٹے بعد بیمار ٹائیں ٹائیں بولنے لگا۔ اب ہے جو کہیں ستھ جھٹ ڈاکٹر صاحب کے ہتھے چڑھ جاتا تو یہ دو تولے گوشت کا لبلبا چیچھڑا غائب غلہ ہو جاتا اور بغیر ڈھول ڈھماکے اللہ آمین کے زبان کی سنت ہو جاتی۔ جبتک جیتا نوٹا بے زبان رہتا۔ ڈاکٹر صاحب شکریہ ادا کرنے کی فرمائش کرتے تو وہ غریب کس زبان سے کرتا بس لڑ لڑ کہتا اور ٹر ٹر منہ دیکھ کے رہ جاتا زبان بھی کٹوائے اور شکر گزار بھی ہو۔ (باقی آئندہ)

راقم ——————

منظق آرا بیگم

———

دی آل انڈیا مفلس الدماغ کانفرنس

منعقدۂ عالم خیال

نمبر ۳

تتمہ رپورٹ انجمن تخریب اُردو

(بسلسلہ ۵ مئی ۱۹۳۰ء)

حضرات! عاجز سکریٹری کی رپورٹ بالکل ادھوری بے سر و دم تصور ہوگی اگر ان اخبار نویسوں کا تذکرہ نہ کیا جائے جو انجمن ہذا کے بندگان خاص ہیں ان کا تعبد اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ سہرا اُردو میں کوئی نوزائیدہ و بوزنیہ اچھلا ان ہی نے خیرسر اُسکا استقبال کیا۔ تعریفوں کے پُل باندھ دیے۔ غیر مشہور کندہ ناتراش جاہل قلم کش کو آسمان پر پہونچانا انھیں کا کام ہے۔ ایسا زمانہ لد گیا کہ قلم اُٹھانے والے کی علمی استعداد۔ زمانہ شناسی۔ معاملہ فہمی۔ اصابت رائے جانچی جاتی تھی۔ جمیع حمد ثابت ہے واسطے اس انجمن کے جس نے تمام دشواریاں آسان کردیں جس مفلوک کو دُنیا بھر میں مانگے بھیک نہ ملے فوراً بن بیٹھے اخبار نویس۔ اپنی الیسی تیسی میں گیا جغرافیہ۔ فن تاریخ۔ علم سیاست مدن و تدبیر المنزل فن ادب و انشا۔ ان جھنجھٹوں میں پڑے انکی بلا سلطنتوں کی پولیٹیکل چالیں سمجھنے کی مصیبت اُٹھائے انکی پاپوش۔ ہر سال پچاس ساٹھ جلسے پولیٹیکل انجمنوں کے ہوتے ہیں ان جلسوں کے صدر شیطان کی آنت سے ناپ کے ایڈریس تیار کرتے ہیں مہینے میں ایک ایڈریس مل گیا تو اُسکی بیس قسطیں "لیڈر" کی جگہ پر مسلط ہونے کو کافی ہیں۔ اگر ہفتہ وار ہے تو چار پانچ قسطیں سہی بہرحال پرچہ کا پیٹ بھر گیا۔ کچھ کسر رہی تو دو قوموں کے مذہبی مناقشات نے پوری کردی (مولانا او بار الملک علیہ الرحمہ اس موضوع پر متعدد مضامین لکھ چکے ہیں اسیوجہ سے مضامین کا نمونہ حذف کیا جاتا ہے) یہ نہیں تو ہماری جہالت کے مہمل افسانے بعینہٖ منقولات منقل بہ طعام کے طور پر حاضر ہیں۔ ابے کیا گیا؟ ہفتہ وار یا روزانہ بے سر و پا غیر ضروری خبروں کی اشاعت امرا کے زچہ خانوں ختنوں اور شادیوں کی تہنیت مشاہیر کی خبر مرگ اور تعزیت۔ بیماروں کے واسطے دعائے صحت۔ حکام کی نقل و حرکت۔ موسم کی حالت ایجنٹوں اور نئے خریداروں کی ضرورت۔ مشتہرین سے تعویق کے اشاعت کی معذرت پہلے صفحہ کے لیے کوئی نظم ہے حالانکہ ہر دو پر ان امور میں کسی لیاقت کا ورطہ نہ کبھی تھا نہ آج ہے۔ قلم اُٹھانے کی بھی زحمت گوارا ہوتی ہے دلیل آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ (باستثنائے چند دشوار پسند ان عقل دشمن) تمام رنگی ڈھنگی بلکہ روزانہ جرائد اُٹھا کے دیکھ لیجیے یہ معلوم ہوتا ہے

اعلان

ہندوستانی ایکاڈمی کو ایسے مترجموں کی ضرورت ہے جو بامحاورہ اُردو و ہندی زبان میں ترجمہ کر سکیں۔

مترجم ایکاڈمی کے ملازم نہ ہونگے۔ جو لوگ سائنس اور ادبی کتابوں کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں اُنکو نمونے کے ساتھ ۳۰ جون تک درخواست دینا اور شرائط طے کرنا چاہیے

جنرل سکریٹری ہندوستانی ایکاڈمی الٰہ آباد

کتاب کے مفید ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ۹ر قیمت ہے لکھائی چھپائی اچھی ہے۔

ملکی اخبار

(نمبر ۲)

(۷) حال ہی میں ایک مفتی نے شکی مزاج مستفتی کی خوب تشفی کی مستفتی صاحب نے کہا قبلہ وکعبہ کیا عرض کروں روزدریا پر جاکے غوطے لگاتا ہوں مگر نکلنے کے بعد بھی شک باقی رہتا ہے۔ پاکیزگی کا یقین نہیں ہوتا مفتی صاحب نے جواب دیا بھائی تم پر سے نماز ساقط ہے پھر طہارت کا حصول کیوں چاہتے ہو۔ سائل پریشان ہو کے صورت دیکھنے لگا مفتی صاحب بولے کہ میں غلط نہیں کہتا رسول اللہ کی حدیث ہے رفع القلم عن المجنون (مجنون مرفوع القلم ہے) جو شخص دریا میں غوطے لگانے کے بعد بھی ناپاک رہے اُسکے پاگل ہونے میں کیا کلام ہے؟ اب خبردار دریا نہ جانا کہیں گوہر طہارت کی تلاش میں ڈوب نہ مرو۔

(۸) سنتے ہیں کہ راولپنڈی میں ایک صاحبزادے ہیں جنکا نام رفیع احمد ہے انھوں نے ایک عورت نل پر پانی پی رہی تھی اسکا دوپٹہ اُتار لیا مقدمہ پہونچا عدالت معلوم ہوتا ہے مجسٹریٹ کوئی اگلے زمانے کا باغیرت آدمی ہے ورنہ اتنے سے جرم پر جسکا ارتکاب آجکل کے حامی ترقی نسواں لیڈر اور دعریاں نگار" ادبا سے لطفا روزمرہ اپنے قلم سے کرتے رہتے ہیں ایک سال قید کی سزا نہ دیتا۔ ہماری دانست میں سزا دینے کے عوض اسے وظیفہ دے کے علیگڑھ بھیجنا زیادہ مناسب تھا کیا معنی کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" ایک دن یہی لڑکا اپنے وقت کا عظیم بیگ چغتائی ہوگا۔ اجی شلوار کی شرعی ضرورت بھی نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے تا بہ دوپٹا چہ رسد۔

(۹) واللہ دنیا اندھی ہے انگلستان میں ایک روشن ضمیر عورت اس جرم میں پکڑی گئی کہ وہ نوشتہ تقدیر پڑھنے اور ٹھیک ٹھیک حال بیان کرنے کی مدعی تھی۔ کہیے اس میں کیا خرابی ہے جو مجسٹریٹ صاحب نے جرمانہ ٹھونک دیا۔ لطف یہ کہ اس نے مقدمہ شروع ہونے سے پیشتر مجسٹریٹ کے فیصلے کا خلاصہ اور جرمانہ کی تعداد سے لوگوں کو مطلع کر دیا تھا ہمارے نزدیک مجسٹریٹ صاحب مصر بھیجے جائیں تو بہتر ہے کیا معنے کہ اہرام مصر بھی پیشگوئیاں کرتے رہتے ہیں چنانچہ حال ہی میں ایک انگریز پادری نے اہرامی بشارت اہل ملک کو دی ہے کہ شمالی حصہ انگلستان دریا میں غرق ہو جائے گا ۲۹ر مئی ۱۹۲۸ء سے لے کے آٹھ برس تک دنیا بھر میں لڑائی بھڑائی جھگڑے بکھیڑے خوں ریزی اور قتل کا بازار گرم رہے گا۔ اہرام مصر کی بدگوئی پر پادری گواہ ہے دنیا کا دل دھڑک رہا ہے اتنا بڑا جرم قابل عفو نہیں مجسٹریٹ صاحب جائیں اور کم از کم دس برس کی پھانسی اہرام مصر کو دیں۔ اصل یہ ہے کہ دنیا میں قانون کے نام سے حماقت یا خباثت کا ڈر بیٹھا ہوا ہے۔

(۱۰) مسٹر ہارٹ شارن شاہی کمیشن کے ایک جزو ہیں مگر ہیں کسیقدر گھامڑ یا زبان کے پھوہڑ حضرت نے ٹاٹا کمپنی کی مذمت کی اور مسٹر سکلات والا نے ڈانٹ بتائی یہانتک مطالبہ کیا گیا کہ ہارٹ شارن صاحب لیبر کی لیڈری سے مستعفی ہو جائیں خیال تھا کہ پھوہڑ ہیں تو خیر مگر باغیرت ضرور ہونگے اب معلوم ہوا کہ غیرت بھی صاحب نے بھون کھائی آپ اپنی زرد روئی کا عیب طمانچوں کی بدولت سرخ روئی سے بدلنے پر قادر ہیں۔ درحقیقت کمیشن ہے عجب معجون مرکب اسنے ابتدا ہی سے مفت خور طفیلیوں کے کان کاٹے۔ بائیکاٹ ہوا تو بلا سے دھتکارے گئے تو جوتی سے۔ سچ ہے مرن ہے غیرت دار کی جینے کی خرم اُسکے چھوٹے کرم" خدا بخشے نانا نصیبن کو بارہا کہتی رہتی تھیں عرب میں ایک طفیلی مفت خور تھا اس نے مرتے وقت اپنے لڑکے سے کہا کہ دیکھو بیٹا دسترخوان پر بات چیت نہ کیا کرو اگر بیت ضرورت ہو تو صرف "نعم" (ہاں) کہہ کے خاموش ہو جاؤ کہ یہ بھی نوالا نگلنے کی ایک آسان تدبیر ہے۔ "نعم" کہنے سے ہونٹ بند ہوتے ہیں اور حلق کی نلی کھل جاتی ہے کمیشن صاحب نے یہاں کی دعوتوں میں "نعم نعم نعم" کی رٹ لگائی اور بائیکاٹ کے سخت نوالے پیٹ میں اُتار رہے۔

(۱۱) ایک "نرالی" "باوہوائی" خبر آجکل اخباری کاغذوں میں چھپی ہے کہ ایرانی ملاؤں نے شاہ افغانستان کی خدمت میں تار دیا ہے "حضرت یورپ میں تو خیر جو کچھ ہوا برمحل ہوا۔ مگر ملکہ ثریا اگر ایران میں یوں دن دہاڑے بغیر ابر نقاب کے چمکیں تو ایران کی بیگمیں اپنے شوہروں سے شکایت کرینگی کہ ہمیں اے نا اللہ شناس خاہ ظالم افغانستان روے کشادہ ببازار میرود آخنا ہم آدمی ہستیم سینۂ ما از دل خالی نیست بندۂ خدا صورت ما دیدنی است چرا از نگاہ مرداں دور باشد؟ اے حشمت کورا! ایں پارچۂ نقاب دیگر بر چہرہ نمی گذاریم"۔ لہذا بہتر ہوگا کہ ملکہ ثریا شرع کا احترام فرمائیں اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ دیں

وہ اُٹھا آج نقاب رخ زیبا دیکھو
نہ کیئے والرحبلوہ یار کا سبلوہ دیکھو

غالب مرحوم "بنات النعش گردوں" پر تعجب کرتے ہیں اور ہم "ثریائے افغانستان" پر"

کبھی ایسی خبروں کی صحت میں ہمیں تو کلام ہے کیا معنی کہ خود ایرانی عورتیں پردے کی طرف سے

بے پردا ہوتی جاتی ہیں اور ملا بیچارے اُنکا کچھ بنا
بگاڑ نہیں سکتے۔ بیس برس اُسطرف برقع اور مقنع
زنانی پوشاک کا لازمی جزو تھا دستانے اور موزے
بھی لوازم پردہ میں شامل تھے۔ اس سامان میں
جو چیزیں فیشن اور زینت سے علاقہ رکھتی تھیں وہ
باقی ہیں مگر شرعی احتیاط کو انکے باقی رہنے میں
کوئی دخل نہیں۔ برقع کی شکل بدل گئی مقنع کا منہ
تدریجاً ڈھیلا ہونا شروع ہوا تو پہلے ماتھا کھلا پھر
آنکھیں کھلیں پھر ناک کے نصف حصہ تک پہونچ گیا
یعنی چکلان میں آدھا چہرہ بند آدھا کھلا رہا اب یہ
دستور ہے کہ جالی دار مقنع برائے بودن سر چادر کیسے
کے ساتھ ہوتا ہے لیکن بمشکل استعمال میں آتا ہے
اُسکی جگہ بدل گئی۔ پہلے منہ چڑھتا تھا اب سر چڑھا
رہتا ہے غیر مرد سے بات چیت یا آمنے سامنے کے
وقت بی صاحب مقنع کو چہرے کی لنگوٹی بنانا
بھول جاتی ہیں۔ خطاے نسوانی اور خطاے نسیانی
ایک ہی بات ہے۔ یارو اب یہ بلا روکے نہ رکے گی۔
بے فائدہ مہمان عزیز کی دل شکنی کیوں کرتے ہو۔

(۱۲) علیگڑھ میں ایک ڈاکٹر اور اُسکے ملازم پر مقدمہ
چل رہا ہے الزام کی تفصیل مدعی مستغیث کی زبانی
یہ ہے کہ بندہ ہاتھرس کا پشتینی رئیس ہے اگلے
زمانے والوں کی عادت تھی کہ روپیہ پیسہ گھر میں دفن
کردیتے تھے بندے کے گھر میں بھی ایک خزانہ ہے
مگر خزانے کا صحیح ٹھکانا معلوم نہیں لہذا خیال ہوا
کہ کسی غیب داں سے مدد لی جائے چنانچہ بندہ
ڈاکٹر صاحب مل گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک
بھوت سے ملاقات کروائی بھوت بار ہا اپنی صورت
دکھاتا رہا آخر اُس نے دھمکیوں پر دھر لیا۔
مقدمہ کے تفاصیل کچھ ہی ہوں ملزم سزا پائے
یا بری ہو جائے اس سے ہمیں سروکار نہیں ہم تو
صرف یہ کہتے ہیں کہ مخفی خزانہ ڈھونڈھ نکالنے کی
طمع اگر موجود ہے تو ایسے بھوتوں کا سامنا رو نہ
ہوتا رہے گا۔ اگر مستغیث ہوشیار شخص ہے تو وہ
خود شکار بننے کی جگہ دوسروں کو نخچیر بنا سکتا ہے۔
جسے آدھا ٹھانے کی چاٹ ہوگی وہ مستغیث کے
پاؤں دھو کے پیئےگا۔ چاہے خزانہ ملے یا نہ ملے۔
ہو یا نہ ہو۔ وہ اعلان کریں پھر دیکھیں کہ کتنے مہاجن
مقدمہ باز جواری۔ عامل۔ رمال۔ نجومی۔ جوتشی۔ عابد گر
علوی سفلی اُنکے گرد جمع ہوتے ہیں۔ ایک بڑھیا نے
اپنی ناخلف اولاد کی خدمت سے تادم مرگ فائدہ
اُٹھایا۔ صندوق میں اینٹیں کنکر پتھر بھر کے کہہ دیا
اسمیں مال ہے مجھے تمہاری پروا نہیں جو میری
جوتیاں سیدھی کریگا اُسے دونگی۔ بڑھیا مر گئی۔ اولاد
کے ہاتھ کنکر کے سوا کچھ نہ لگا۔ کیا مستغیث صاحب
عقل و تدبیر میں ان بڑی بی سے بھی کم ہیں۔؟

باقی پھر

واقف

اخباری

پنچ مِل خدا - خدا مِل پنچ

خالی از فراست و کیاست

والیان ریاست

بھئی انجناب کی عادت نہیں کہ خواہ مخواہ خلاف وضع
نفس کے پیچھے پڑے رہیں حکومت وقت کی غلامی
کے بعد جلبۂ قید انسانیت سے آزاد ہو جانے کا
انھیں حق حاصل ہے۔ رنڈی بھڑووں سے
دربار سجیں ڈومنیوں سے آشنائیاں کریں۔ کتوں
کو سگے سوتیلوں پر ترجیح دیں۔ رنڈی بازی شعار
ہے۔ مردانہ عشق کا گھنونا بھوت سر پر سوار ہو یعنی
منگنی کا شوہر منگنا" اور شادی کا میاں شادا"
رہ جائیں پرائی بہو بیٹیوں سے زبردستی رشتے گانٹھیں
شرابیں لنڈھائیں ہیں کیا۔ زنانی مثل ہے جو آگ
کھائیگا انگار ہگے گا۔ حقدار ترسیں گے اور انگارے
برسیں گے جان صاحب فرماتے ہیں ؎
موئے تیلی تنبولی کو پیار کریں مرے اُس کے زنانی ہزار کریں
مگر ہزاروں آدمیوں کی فریادی تحریریں جاتی رہتی
ہیں اُنپر توجہ نہ کرنا بھی خلاف دیانت ہے۔ احتیاط
و اعتدال ہمارا مسلک ہے اسوجہ سے واقعات کی
تفصیل کا جھنجھٹ ہم نہیں پالتے۔ قبول ہوریوں کے
ملے سبیل الحج امداد مقاصد عرض میں ہے سلسلۂ
اقبال تنبیہ بہ طرز فقرہ تنبیہ ملاحظہ ہو۔

(۱) خواجہ سگ پرست یا راجہ سگ پرست؟

کیوں جناب پنچ؟ اب بھی آپ تناسخ ارواح
کے قائل نہ ہونگے۔ کہ خواجہ کی روح راجہ میں حلول
کر گئی۔ مگر الف لیلہ والے سگ پرست کے پاس
ایک وجہ سگ پرستی کی موجود تھی یعنی
اُسپر کتّے نے ایسے احسان کیے تھے کہ وہ بیچارہ
حق شناسی کی بدولت سگ پرستی پر مجبور ہو گیا۔
بھائیوں کے مظالم پر کتے کی رفاقت غالب آئی
بارہا کتے نے جان بچائی۔ بھلا ان راجہ صاحب
کے ساتھ بھائی بندوں عزیزوں رشتہ داروں نے
کون سا برا سلوک کیا ہے جو رشتہ داروں کا حق
اور رعایا کی کمائی کتوں کی کھلائی پلائی میں صرف
کرتے ہیں۔ عزیزوں کو بوریا میسر نہیں میاں ٹیگرہ
کتے کا نام گنگا جمنی چھپر کھٹ پر آرام فرماتے ہیں۔
رشتہ دار خیراتی اسپتال میں بھی جگہ نہیں پاتے
کتے صاحب کا پاخانہ خود راجہ صاحب سونگھتے
چکھتے اور خاص ڈاکٹروں سے علاج کرواتے ہیں۔
زری اس راجہ سگ پرست کی خبر لیجیے۔

تنبیہ۔ بندۂ خدا! کتوں کے متعلق سیکڑوں
مثالیں ہیں ۱ سگ باش و برادر خورد مباش۔
۲ سگ حضور بہ از برادر دور ۳ خاک باشی
خوک باشی یا سگ مردار باش ۴ ہر چہ باشی
باش عزنی اند کے ذمہ دار باش - زمانہ ہے انگریزی۔
انگریزوں کا جزو زندگی کتا ہے۔ کتوں کی یہ قدر و
منزلت راجہ نے اپنے اُستادوں سے سیکھی ہے۔
لہذا یہ امید کہ سگ بازی پر "عو عو" کی صدا پبلک
ایجنٹ کی جانب سے بلند ہوگی فضول ہے۔ جبتک
عوام کو زور سے نہ ہو جائیں اُسوقت تک اس کا
سدباب محال ہے۔ میاں دم دبائے بیٹھے رہو۔
جلد نکلنے کا علاج پٹا اور تعویذ گلی ہے۔

(۲) بہو محل ؟

عرب جاہلیت میں رسم تھی کہ باپ کے مرنے پر
اُسکی مدخولہ عورتیں خلف اکبر کو ترکے میں حق تقوی سے

طفل نوآموز (جاپان)

برطانیہ

امریکہ

BRITISH

AMERICA

معاملۂ چین - عجیب بائیسکل

گھامڑ سوار "ارے رے رے رے گرے گرے ماموں سام (امریکہ) پھوپی برطانیہ - سنبھالو سنبھالو ہائے واں نیچا ہے پاؤں چھوٹے ہیں"، "بیٹے" گرنے پڑنے کا تم کو اختیار ہے - باقی سکہ ہمارا ہی چلے گا - اور تمہارے ذریعے سے چلے گا - ہاں شاباش شاباش - چلو تو گھنا نا نا نا"

ساتھ ملتی تھیں یا اب زمانہ ہے؟ لہٰذا ایک نواب صاحب
نے زبردستی دلہیمہ کی منکوحہ سے بلا طلاق نکاح پڑھ
کر نکاح فرمایا۔ اور سنت جاہلیت کا یوں انتقام لیا
پس چہ می فرمایند مولانا پنچ اندریں مسئلہ؟

تنبیہ۔ خاموش باش ؎
خطائے بزرگاں گرفتن خطاست

بیٹے کا مال باپ کا مال ہے۔ جب بیٹے کی ماں پر
باپ کو تصرف کا حق حاصل ہے تو بیٹا کیا چیز ہے۔

(۳) بھرت پور یا بھرتا پور؟

سنا آپ نے مہاراجہ صاحب تو رنڈیوں پر رنڈیاں
کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور مہاراجہ صاحب کی دو
بہنیں حقیقی چچازاد ماشاءاللہ بیاہنے کو بیٹھی ہیں
شادی ہو تو کیسے روپیہ برا اور روپیہ ہے نہیں۔
ہے بھی تو رنڈیوں کی بدولت چاہ شہوت رانی کی
پاتال توڑ مذہب چھنا چھن گرتا چلا جاتا ہے۔ یہ
کیا اندھیر ہے؟

تنبیہ۔ پھر آپ کوئی قاضی ہیں؟ اے حضرت۔
لیڈروں کا قول ہے کہ روپیہ کے لالچ سے شادی
نہ کرنا چاہیے۔ اور لڑکی والوں کو لازم ہے کہ ایسے امیر
پر فضول خرچی نہ کریں۔ گھر لٹا کر شادیاں یوں
نہ کریں گی۔ وہ زمانہ لد گیا جب خالی گھڑی کتنا بھی
نہ پوچھتا تھا یہ زمانہ ہے روشن خیالی کا۔ خالی ہو تو کوئی
مرگھٹ میں بھی پوچھی جاتی ہے اور رکھتے بھی پوچھتے
ہیں۔ پس اگر لیڈروں کے فرمان کی تعمیل ہو رہی ہے
تو آپ کیوں اعتراض کرتے ہیں۔

(۴) اندھیر!!!

ماشاءاللہ عجب زمانہ ہے ایک طرف تو مہاراجہ صاحب
بیکانیر دوسرے رئیسوں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ
یوں انتظام کرو یوں قانون بناؤ۔ دوسری جانب
اپنی ریاست کا یہ حال ہے کہ لوگوں کی زمینیں
ضبط ہو رہی ہیں اور وہ بیچارے جلاوطن ہیں۔
وہ لٹس ہے کہ توبہ بھلی۔

تنبیہ۔ زمین کے متعلق یہ قانون بنا ہے کہ
وہ حاکم وقت کے سوا اور کسی کی ملک نہیں کوئی
خریدے تو قبضہ کا حق خرید کر سکتا ہے لہٰذا ممدوح
مہاراجہ کے عمال ضبطی اور غصب میں راستی پر ہیں۔
قیمت اور معاوضہ کا ذکر ہی کیا۔

(۵) سفلہ پروری۔

ایک نواب صاحب اپنے سائیس پر اتنے لٹو
ہوئے کہ اسے گھربار کا مالک کر دیا ہے جو چاہے
کرے اور جس جگہ چاہے میخ ٹھونکے۔

تنبیہ۔ یار تم شاید لغت سے واقف نہیں ہو۔
سائیس مشتق ہے سیاست سے۔ ریاست بے سیاست
ہو نہیں سکتی پس ایک ریاست سائیس کے زیر سیاست
ہے تو اسمیں کیا قباحت ہے بھائی "سیسی علم دیا تو نے"

(۶) مولوی عبدالرزاق فردوسی۔

لیجیے حضرت۔ ریاست بھوپال سے مولوی عبدالرزاق
صاحب جو کہ تاریخ اسلام مرتب کرنے کی خدمت پر بارہ برس سے
معین تھے تخفیف کی زد میں آ گئے۔

بسی سال بردم بہ شہنامہ رنج
کہ تا شاہ بخشد مرا مال و گنج
کنون عمر نزدیک ہشتاد شد
امیدم بہ یکبار بر باد شد
کف شاہ محمود والا تبار
نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار

معلوم ہوتا ہے کہ بھوپال میں بھی کوئی "حسن میمندی"
کا سا مشیر گھسا ہوا ہے ایک علی گڑھی کھرا دیہ
چڑھے ہوئے رئیس سے یہ حرکت ہوئی کیسی بے جوڑ
بات ہے۔

تنبیہ! بھائی کیوں بک بک کے جان کھاتے ہو۔
قدیم دستور کی پابندی بھی کوئی گناہ ہے۔ "البرامکہ"
کے مصنف سے کہہ دو کہ برمکی خاندان کا مورث
اعلیٰ انگوٹھی کے نیچے اسی لیے زہر چھپائے رکھتا تھا

کہ بروقت کام آئے چنانچہ جب بادشاہ کے بازو کا اکا زہری بوسونگھ کے پھڑپھڑایا تو اُسنے پوچھا کیا تمھارے پاس زہر ہے۔ کہا۔ ہاں۔ دریافت کیا۔ زہر کیوں پاس رکھتے ہو جواب دیا اگر ہاتھ گریزاز بدی روزگار نیا بم برگم"

قلم میں زہر سے زیادہ طاقت ہے "البا کرہ کو کیجئے اب "البھوا لہ" لکھ ڈالو سے

ہوشا عر بر نجبہ گو یہ سجا

بماند حیا تا قیامت بجا

(۷) درندہ عمّال (شکایت)

پالو چیتے سے ہرن کا شکار پہلے ہوتا تھا اب یہ دستور شاید کہیں ہو۔ رؤسا کا شغل ہے انڈے لڑانا، بٹیر لڑانا اور بھوکے کارندوں کو رعایا پر چھوڑ دینا کہ کھیلو شکار۔

چنانچہ نواب ...... نے آجکل اپنی عیش پرستی کے زمالوجیکل گارڈن سے ایک چیتا اسٹرمیاں کی بھیڑوں پر چھوڑ دیا ہے۔ چیتا جھپٹ کے ہرن کا پیٹ پھاڑ ڈالتا ہے مگر یہ چیتا عجیب چیتا ہے کہ غریبوں کا پیٹ پھاڑتا بھی ہے اور بجبر پیٹ کھلواتا بھی ہے۔ قہر ہے قہر۔

تنبیہہ (حکایت) ابن قتیبہ راوی ہیں کہ ابوالعاج ایک مقام کا والی مقرر ہوا۔ عموماً حکومت کی طرف سے ہر قسم کے اعلان مساجد میں ہوا کرتے تھے۔ خود والی کا فرض تھا کہ وہ مسجد میں حاضر ہو کر اپنے زبانی احکام عوام تک پہونچائے۔ ابوالعاج بھی منبر پر چڑھا مگر حمد و نعت تمہید دیباچے کا دستور فضول سمجھ کے ترک کیا کوڑا ہاتھ میں لے کے کہنے لگا "سنو جی امیرالمومنین نے مجھے تمھارے شہر کا حاکم بنا کے بھیجا ہے خدا کی قسم میرے نزدیک عمدہ ترین انصاف و عدل اس کوڑے کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے حق و انصاف کا آلہ یہی تازیانہ ہے۔ میرے سامنے ظالم آنے چاہئے مظلوم کوئی ہو تیں اُسے اسی تازیانے سے ٹھیک بنا دوں گا۔"

یہ سچی عدالت کچھ ایسی کارگر ہوئی کہ لوگوں نے استغاثہ و فریاد سے ہاتھ اٹھایا بیچارے محلہ والے آپس میں پنچایت کر کے فیصلہ کر لیتے تھے حاکم صاحب کو تازیانہ کھینچنے کی زحمت نہ دیتے تھے۔

اس عہد ترقی و رفعت میں نواب صاحب کوڑا اور دوسرے آلات تعزیر اگر اپنے کسی نائب کے ہاتھ میں دے کے رعایا پر مسلط فرماتے ہیں تو قابل ستائش ہیں از فریاد مگریز بدو مظلمن باشید۔ بھائی یہ اپنی اپنی توفیق ہے۔ چار کمظرفوں میں سمائی نہیں ہوتی فوراً اُبل پڑتے ہیں۔ غلام حاکم۔ پیٹ بھرا پاجی۔ لونڈی (جبکہ آقا کا ورثہ پائے) بدشکل عورت (جیسے خوبصورت چاہنے والا خاوند ملے)

(۸) انقلاب۔

چور خود چوری کرتا ہے۔ اولاد کا چور مشہور ہونا پسند نہیں کرتا مگر ریاستوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ صوبۂ اودھ کے ایک صاحب سند کا ولیعہد کسیقدر رزلیشور ہے درستی نظام و انتظام کی طرف ہوا اس نے زیادہ توجہ کی تو بدکرم کو ناگوار ہوا شاہی کمبخت نے انصاف و عدالت کی پاسداری پر کمر باندھی۔ اب دُنیا مجھے کیا کہے گی یہی نہ کہ نواب ظالم ہے اور ہمیں پور ریاست عادل ہے۔ نواب بیباک اور ہوس پرست ہے اُس نے بیاہتا بی بی کی بھی پروا نہیں کی نکال باہر کیا۔ ولیعہد اپنی بی بی پر فدا ہے اور دوسری عورتوں کو یہاں تک کہ رنڈی منڈی کو بھی ماں بہن کی جگہ سمجھتا ہے۔ واللہ بھوپالے کو چھوٹا ہی رہنا چاہیے۔ اُس سے کہو آج ہی ایک ڈومنی سے نکاح کرے تاکہ مجھے کچھ تو بدی کرنے کا موقع ملے۔ لوگوں کے سامنے نالائق کا رونا روؤں۔" دیئے مارے باندھے کا سودا ڈومنی گلے پڑی۔ اب بی بی بیچاری سوتیا ڈاہ میں مبتلا ہیں جناب ریاست مآب ہر ایک کے سامنے دُکھڑا روتے ہیں "کیا کہوں۔ میاں کے مارے ناک میں دم ہے۔ دیکھئے صاحب ڈومنی سے نکاح کر لیا میرا کہنا نہ مانا ایسے امور میں دخل دوں تو لوگ کہیں کہ چھوٹوں کے منھ لگتے ہیں۔ خاموش رہوں تو ولائتی بہو صاحب کی مظلوم صورت دیکھ کے کلیجا پھٹتا ہے"

تنبیہہ۔ ہمارے نزدیک حضرت ولیعہد کو خدا کا سجدۂ شکر ادا کرنا چاہیے کیا معنی کہ سنت ابوی پوری ہو جاتی تھی کہ فیض جبری شامل حال ہوئی اب کوئی ناخلف ہونے کا طعنہ نہ دے گا......

باپ کا نام قائم رکھنا بیٹے کا فرض ہے صاحبزادے صاحب "مرزوق" ہیں "ہیبت پہاڑ" کے روزی ملی۔ بے مست خلق فرش پیدا ہے پٹھانی دعوت یعنی ایک آنا کا بلی نوا بد تکلفات سے بالکل بری بناوٹ سے نفرت۔ انھوں نے ایک نواب زادہ کی دعوت کی حسب معمول نواب زادے نے آدھا گھنٹا ہیر پھیر جی چائے پی چکا ہوں۔ بھوک نہیں ہے۔ طبیعت بے مزہ ہے پرہیزی کھانا کھاتا ہوں۔ اڑنگ بڑنگ۔ لاطائل عذرات میں ضائع کیا۔ پٹھان کو آیا غصہ اُسنے ڈنڈا سنبھالا "نواب نہیں کھائے گا تو ہم تمھارا سر توڑ دے گا۔" آخر مجبوراً بیچارے نواب زادے نے دو چار خمیر نما لوا دس پانچ کبابوں کا خون کیا دو ایک رکابیاں پلاؤ کی پیٹ میں اُتاریں اور کہنے لگے واللہ آج ہوا لطف جو مرہا دآ گئیں خدا بخشے وہ بھی یونہیں مار مار کے کھانا کھلاتی تھیں خدانخواستہ دشمنوں کے کان بہرے جب ولیعہد صاحب اپنے شفیق باپ کی مسند پر جلوہ گر ہونگے تو "پٹھانی دعوت" یاد آئے گی۔ ارے بھئی اس بڑھاپے میں اگر کوئی پکڑ دھکڑ کے ہمارا نکاح کر دے تو ہم بھی مجبوراً قبول کر لیں گے سے

بعد توبہ کے بھی ہے دلمیں یہ حسرت باقی

دے کے قسمیں کوئی اک جام پلا دے ہمکو

یار و ان باتوں کو نہ دیکھو۔ تمام رئیسوں کو شامت نے گھیرا ہے ان کی آنکھیں جلد کھلنے والی ہیں ہم ریاستوں میں عام بغاوت کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس زمانے ز ار رئیس ہونا بہت دشوار ہے سے

اگر ماند شبے ماند شبے دگر نمی ماند

باقی آئندہ

نوٹ: حضرات۔ گول گول گھم تحریر نہ بھیجیے صاف صاف حال لکھیے اور اطمینان رکھیے کہ آپ کا نام محفوظ رہے گا۔ دائی سے پیٹ اور حکیم سے بیماری نہ چھپائیے۔

LATEST VAGABOND SHAPES

NO

WAS IT SO

انکار

فرمائش

پسند پر تعجب

کو بہ نہیں لات روندن ہی

استتری کی

سوجھ گئی نکالو موگری

فکر تکمیل

پارسل تیار

پٹاری لائے

چلو

ٹھیک

آہ صدقے قربان
اس ادا پہ
نثار

اللہ ری پھبن

حاضر ہے

B.K.

یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ فیشن دنیا میں عقل کو دخل ہے نہ شرم کو۔ ایک شخص نیا ہیٹ کو احمق بناتا ہے اور وہ بے چون وچرا بن جاتی ہے ہمارے غریب فاقہ مست ملک کا ذکر بیکار ہے یورپ میں روز نئی بھگل نکلتی ہے جب سے صاحبات نے سر کی دم کتری اُسوقت سے ٹوپیوں کی وضع بھی اس منحوس قطع کی مناسبت سے یعنی بڑی بالفعل زنانی ٹوپی چھلے ہوئے ناریل یا انڈے کے آدھے چھلکے سے بہنا یا گھاٹ نکلتے ہوئے ہے۔ جدت قناعت کی دشمن ہے ایک میم صاحب کی سڈول بھیت وسطح اور بغیر پھول کے ٹوپ پیر اپنی سنہ مونتیں روندے ہوئے لیمپو کے خول پر دل لہرایا ذہب کلاہ ساز نے جس عنوان سے فرمائش پوری کی وہ ترتیب وار ان تصویروں میں درج ہے۔ آپ کو واللہ اس گوہر کے وار ڈپی کی داد دیجیے اور میم صاحب کا ارے خوشی کے پیشاب پیشاب ہونا دیکھیے۔ باللہ تقلید پیشہ ہندوستان کی خیر۔

(تصویر ماخوذ از المانک)

کہ ایک ہی پھل ہے اور ایک ہی طرح کے بیج ہیں۔ جریدہ نہیں کشکول گدائی ہے عربی ترکی جرائد سے عمدہ مضامین کے اقتباس کا سلیقہ بھی ضروری نہیں ایک نے کوئی مضمون یا قصہ ترجمہ کیا بس وہ دوسروں کی تمام پشتوں کے لیے کافی ہے۔ جس پرچہ میں دیکھیے وہی عبارت ہے۔ سرقہ کے الزام سے شرم آئی تو خیر کبھی دو چار جگہ سے الفاظ بدل دیے تمہید میں قلم زد کر دیے آخری سطر میں ایک آدھ پیوند لگا دیا۔ چلیے اب تو کوئی نہ کہے گا کہ مضمون مال غیر ہے۔

یہ ذریعہ معاش کسقدر بیہودہ اور نا مضبوط ہے مگر اسکی دوا بھی سہل ہے جب عوام کے افسردہ دل کو گرمانے والا کوئی ہنگامہ نہیں ہوتا تو اگرچہ خود مدیر صاحب فن ادب و انشا سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں مگر مردہ یا زندہ مشہور شاعر و ادیب پر بے سر و پا اعتراضات کا باب کھول دیتے ہیں۔ تھوڑی بہت چل پوں ہونے لگتی ہے۔ یا کسی نہ کسی دیسی ریاست کے شیر قالی کو انگلی دکھاتے ہیں اور جا ہے اندرونی حال سے مطلق اطلاع نہو لیکن غریب رعایا کا حق نیابت ضرور ادا کرتے ہیں۔ اگر اس خر زرکش سے کچھ مل گیا تو پھر اپنی الیبی تیسی میں گئی رعایا۔ اس "حاتم وقت" کی حمایت ہے اور جناب مدیر جھنجھی نہ ملی تو باصطلاح خود "قوم پرست" "عوام دوست" "وطن پرست" کا لقب کہیں دور نہیں۔ گھر کی دستار میں موجود ہے۔ ایسا چلتا ہوا نسخہ ہے کہ طلوع و غروب کے دستور میں فرق ہو سکتا ہے مگر اسکا اثر ایک برا ایک ہے کبھی بیٹ نہیں پڑتا حسابی اصول موضوعہ بدل سکتے ہیں مگر یہ نہیں بدلتا۔ خدا نخواستہ یہ داؤں نہ چلا تو پھر بھی دماغی محنت کی احتیاج نہیں بائی سکل پر بیٹھے اور کچہریوں کی راہ لی۔ منشی جی آداب عرض۔ لالہ صاحب بندگی۔ سررشتہ دار صاحب کورنش منصرم نیلام صاحب مجرا۔ اجی بہت دنوں سے کوئی سمن یا نوٹس نہیں ملا حضرت آپ کا حق جو کہیے وہ ہم حاضر کریں جو تہائی فلاں دیتا ہے ہم نصفا نصف معاملت کرنے پر مستعد ہیں۔ دیکھیے برابر منصف صاحب اور سب جج صاحب کے انصاف کی تعریفیں چھاپتے رہتے ہیں کبھی انھوں نے چھٹی لی تو ہم نے دیدہ و قلم سے کالے کالے آنسو بہا کے دنیا سر پر اٹھا لی کہ آج خدائی انصاف کا خاتمہ ہو گیا منصف صاحب نہیں جاتے قانون عدل و انصاف کا جنازہ نکل رہا ہے مادر عدالت کی گود بھوٹی ہو گئی وہ بیچاری مدت سے اپنی بھوئی ست لہذا اسے بجز طفل تقلید نسل سمجھیے۔ بار ہا ہمارے کانوں میں جناب جج صاحب کی زبردستانی کی خبریں پہونچیں مگر واللہ اس کان سنیں اس کان اڑا دیں غرض دلوائیے ہاتھ پاؤں کا صدقہ خیرات مبلغ آٹھ عدد سمن اور حاصل کیجیے حقیر سے نصف زر ثمن۔

بایں تدبیر ہفتہ میں بیس سمن بھی مل گئے تو کاروبار خانہ بند ہوگا نہ گھر میں فاقہ پڑے گا اور بطفیل بے سلیقگی دیے ایگی تخریب اردو کی خدمت مسلسل ہوتی رہے گی۔

حضرات! عالمگیر انجمن تخریب اردو کا اثر کچہریوں میں بھی اگر آپ کی خدمت آئی اور آپ کچہری کے احاطے میں تھوڑی دیر تفریح کرنے پر مجبور ہوں تو غالباً آپ کو نیاز مند سکرٹری کی حرف بحرف تائید فرمانے میں پس و پیش نہو گا اور آپ خیال فرمائینگے کہ آپ لکھنؤ میں نہیں ہیں پردیس میں ہیں محرروں کی اردو وکیلوں کی بولی چپراسیوں کی زبان خود جناب جج صاحب منصف صاحب حاکم صاحب کی لغت۔ اے سبحان اللہ کیا کہنا دنیا بھر کے فصحا بلغا ذکیا طفلا ہیچ نظر آئیں گے۔ جب جناب چپراسی صاحب دام اقبالہ لال گپیا باندھے باندازِ فرعونی چپراس کی پٹی پر ہاتھ رکھے فرماتے ہیں "مسماۃ منکوریا بنام چودھری سرپھراج کوئی حاضر ہے؟" فصاحت کا دریا امنڈنے لگتا ہے۔ اردو کی روح شاد ہو جاتی ہے جسوقت عرضی نویس یا محرر عرضی دعوے کا مسودہ گا تھتا اور سناتا ہے "دعوے بابت دلا پانے ایک نفر زوجہ مفرورہ کے جوکہ باغوائے مسمی کاشی ولد بھگوان دین اسیر لایتہ ہے" اسوقت بلاغت کا جوالا مکھی جوش میں آجاتا ہے لاوے کی سیل کج مج زبانی کی جھاڑی جھنڈی صاف کرتی چلی جاتی ہے۔

ماشاءاللہ بیرسٹر صاحب کی مجلس زبان سے نکلے ہوئے کلمات بیچ پیچ تخریب اردو کے حق میں آب حیات ہیں۔

"دل منسی جی اس کیس میں رس جوڈیکیٹا کا آرگومنٹ ہو نا سکتا ہے"

ماشاءاللہ جناب منصف صاحب بہادر گلستان تخریب اردو کے مالی ہیں۔ الفاظ کا یمن لگاتے ہیں جب ارشاد فرماتے ہیں "بحالت نہونے کسی اولاد نرینہ و مادینہ کے دعوے مدعی مذکور کا سٹشفکٹری نہیں ہے۔ مدعی حاضر نہیں آیا لہذا اپلیکیشن ڈسمس" (باقی آئندہ)

راقم

خیال محض

اخبار ملکی

اجی مولانا اودھ پنچ صاحب۔

آج، بدولت و قلم کے دل میں مخبری کا بھوت گھسا کہنے لگا بیٹھے کیا کرتے ہو ادھر ادھر کی آئیں بائیں شائیں خبریں لکھ کے پنچ کے نامہ نگار کیوں نہیں بن جاتے۔ میں نے بھی کہا بیٹھے سے بیگار بھلی۔ یہی سہی چنانچہ بعض حوادث حوالہ قلم کج مج رقم ہیں اگر یوں ہی گھسا رہا یہ بھوت دل کی سمشان بھومی میں تو بند و ہفتہ وار کچھ نہ کچھ لکھتا رہے گا اور اگر کسی عامل نے اس بھوت کی چوٹی تھامی قارورہ میں بند کیا تو پھر بالخیر شما بہ سلامت۔

(۱) راویان صادق اللمن و ثقات ثمانہ نقل کرتے ہیں کہ یورپ کا ایک حکیم آئینہ تن سے زنگار جرم نکال باہر کرنے پر قادر ہو گیا۔ مادی اور خاکی اف دھوکے کی ٹٹی تھا ہی اب سچ مچ شیشے کی ٹٹی

اور پانی کا بلبلا ہو جائے گا۔ آر پار کی چیزوں کی
رویت آبگینہ گوں جسم کو توڑ کے ہو سکے گی اور باوجود
لطافت ذیل کے ٹھوس ہونے میں کوئی کلام نہ
لگے گی۔ کہاں ہیں وہ ضعیف الاعتقاد جو طلسم ہوشربا
کے افسانے پر ایمان لاتے تھے اور کہتے تھے کہ
افراسیاب کا بیٹھے بیٹھے نگاہوں سے غائب ہو جانا
یا عمرو عیار کا موجود ہونا اور دکھائی نہ دینا محال
ہے۔ شیخ جی سے کوئی پوچھے کہ یہ پرانی سائنس
کا تصدق ہے۔ یا کسی حال کے حکیم کا معجزہ؟

(۲) آجکل بارہ بنکی میں کورٹ آف وارڈس
کے ایک اسسٹنٹ منیجر اور سررشتہ دار کی لپاڈگی
کا چرچا ہے مشہور ہے کہ اسسٹنٹ صاحب کے
طرز عمل سے دیگر عمال خوش نہیں ہیں جن لوگوں
نے اشرف المخلوقات کی اس جنگ کا تماشا دیکھا
وہ کہتے ہیں کہ صاحب مرغوں اور بٹیروں کی
پالی میں ہیں اب خاک لطف نہ آئیگا ذوی العقول
جانوروں کی لڑائی میں بڑا مزا ہے چکیت اور گھونسے
کی تال پر گالیوں کا راگ اور دست ترے کی
پٹ ترے کی۔ اور لے گا؟ کا ترانہ سبحان اللہ
بھلا کسی جانور کو یہ اوصاف کہاں میسر ہیں؟
سنتے ہیں کہ مقدمہ کچہری تک پہونچا بھی اور سمجھا
کے بیٹھ بھی گیا۔ اگر افواہ صحیح ہے تو اس قسم کے
محاربہ کا نظارہ کئی بار ہوگا منتظر بودہ باشند۔
بھئی خدا کرے ہو جائے تو ہم بھی انگشت کی صلائے
عام دیں۔ یوں تو اودھ کا پورا محکمۂ مال جو ہٹ
راج ہے لیکن کورٹ کا صیغہ دوسرے صیغوں
کی بہ نسبت بہت ہتھ چھٹ خود مختار ہے۔ نہ داد نہ
فریاد۔

(۳) تیرے گھر میں میری فرمائش۔ گھر بار تمہارا
کوٹھی کوٹھار کو ہاتھ نہ لگانا۔ یہ مثل میونسپل بورڈ
لکھنؤ نے اصل کر دکھائی۔ ریفارم ایکٹ کے رو سے
یہ محکمہ پبلک کے سپرد کر دیا گیا تھا اب سنا جاتا ہے
کہ ووٹروں کی فہرست۔ انتخاب کے نگران افسروں کا
تعین۔ تاریخ و مقام انتخاب کا تقرر۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
کے سپرد ہونے والا ہے۔ خدا کی مار ایسی داد و دہش پر

ایک تھا نائی اس نے اپنے غریب ججمان کو شادی
میں اوڑھنے کے لیے دوشالہ عاریت دیا۔ ججمان صاحب
دوشالہ اوڑھ کے محفل میں بیٹھے دیہات کی شادیوں
میں نائی مہتمم ہوتے ہیں۔ پانی پلانا۔ حقہ آگے
لگانا۔ پان تقسیم کرنا۔ ہاتھ دھلانا کھانا کھلانا یہ
تمام فرائض خلیفہ جی کے ہیں۔ نائی صاحب بار بار
محفل میں پھیرا کرتے تھے پان لائے اور دوشالے
والے ججمان سے ازراہ سرگوشی کہا حضور میں
غریب آدمی ہوں زری دوشالے پر پیک کا دھبا
نہ آنے پائے۔ حقہ لائے اور دبی زبان سے
عرض کی۔ "خداوند دیکھیے چنگاری کا خیال رہے"
ہاتھ دھلایا تو بھیگنے سے احتیاط کی تاکید کی۔ کھانا
کھلایا تو تنبیہ کی کہ دیکھیے شوربا دوشالے پر نہ ٹپکنے پائے
نہیں تو میں مر جاؤں گا۔ غریب ججمان آخر اکتا گیا
اور سر محفل دوشالا پھینک کے کہنے لگا۔ "لے بے
اپنا دوشالا تو تو جان کھا گیا۔" دیکھیں ہماری میونسپلٹی
کیا کرتی ہے غیرت دار ہے تو لوکل گورنمنٹ کے نائی
کے آگے اختیارات کا دوشالا پھینک کے کہے
"لے اپنی پیوند دار کملی" تو تو جان کھا گئی۔ معاملہ ہے
اخذ و عطا کا اسمیں استواری کو دخل نہیں۔ بھلا یہ
کہاں کا انصاف ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب
گھریلو جھگڑے چکائیں اور حکومت کیا منہ لے کے
آزادی کا دم بھرتی ہے۔

(۴) اگلے زمانے میں ایک قاضی صاحب مسند
تکیہ لگائے بیٹھے تھے اگرچہ سلیمان وقت ہونے کا
دعویٰ تھا مگر اتفاق کی بات کہ ہوا قابو سے باہر
ہو کے صدائے الرحیل دیتی ہوئی نکل گئی۔ حضار
محفل کے ہاتھ سے مارے رعب کے قلم چھوٹ پڑے۔
قاضی صاحب جھینپے تو مگر بات بنانے کی نکلی سے
گینڈے کی کھال سے منڈھی ہوئی سپر ملنے لگے انہیں
سے چوں چوں کی آواز بلند ہوئی۔ آپ جانتے
دیہاتی ہوتے ہیں منہ پھٹ ایک دیہاتی بھائی
بھی وہاں موجود تھے دست بستہ عرض کرنے لگے
"ہجور موئی کھال اور جیتی کھال میں بہت فرق
ہوت ہے"

پنجاب کی حکومت نے خفیہ پولیس کے گرگوں کے ذریعہ
سے ہندو مسلمانوں کو لڑوانے کی تدبیر کی تھی اتفاق
کی بات کہ گرگا بورا نکلا اور کھل پڑا کہ یہ ہیں میں جا
متعدد سے آیا اوروں میں نے [illegible]
قابو نہ رہا۔ اب جو اس پورے [illegible] کے
متعلق کونسل میں سوال جواب ہوئے تو حکومت
نے ٹال مٹول والی کارروائی اختیار کی ہے
کوئی دیہاتی جو مردہ اور زندہ کھال کا فرق حکومت
کو بتائے؟

(۵) آجکل اخباری کاغذ [illegible] پر بہت [illegible]
ہیں جو صاحب ترقی کرتے ہیں باعتبار ترقی کرتے ہیں چنانچہ
روزنامہ سیاست لاہور نے بھی وہی قدامت اختیار کیا ہے
جو زمیندار کا تھا خدا ان کا سہاگ پھٹے خاوند کی جوڑی
کیطرح روز بروز بڑھتا رکھے۔ آجکل پردہ و نقاب کی مخالفت
ترقی پر ہے ہماری دانست میں اگر پردہ سے نفرت
کرنے والیاں گھر سے بغیر نقاب نکلنے کی آرزو مند ہوں
تو بات رکھنے کو زمیندار اور سیاست کی کا بیان ساتھ
رکھیں انھیں بڑھتی ہوئی شکلیں بھی جو سر سے پاؤں
تک ڈھانک نہ جائیں تو جب ہی کہنا بے پردگی کا
پردہ بھی رہے اور بات بھی بن جائے۔ ہر چند کہ اخبار
والے ستاری کی صفت سے کورے ہوتے ہیں انھیں
کوئی خبر ملی اور جھٹ سے چھاپ دیتے ہیں جا ہے
نتیجے میں کچہری دوڑنا پڑے دیکھیے ایک خبر کسی
پولیس مین کے متعلق چھاپنے کی وجہ سے مسلم آؤٹ لک
اور بیان زمیندار صاحب توہین کی پن سے ننھی
ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ مقدمہ بھی ٹال مٹول
بگڑ کے بات بنا رہا ہے۔

(۶) بعض جرائد ناقل ہیں کہ مسٹر جارج جافری دعا سے
دوا کا کام لینا چاہتے ہیں چنانچہ ۱۰ اپریل کو لندن کے
البرٹ ہال میں کئی ہزار آدمی گرم پانی کے حوض میں نہائے
عورتوں نے سفید لباس پہنا۔ معالج صاحب نے مریضوں
کے حق میں دعا کی اور جب انھوں نے فرمایا کہ تم
سب اچھے ہو گئے" تو بیماروں نے خوشی کا نعرہ مارا۔
ہائے ہوتے ہمارے شیخ حبیب اللہ ورنہ فوراً [illegible]
کہنے کے عوض پکار اٹھتے کہ مسٹر جارج تمہیں کوئی مدد حکومت

شاعری جزو لیست ادب غیری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شیریں بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی المسمی بہ حضرت رشید مع انتخاب مرثیہ و رباعی و قصیدہ و غزل و سلام وغیرہ مولفہ سید آغا اشہر لکھنوی نہایت محنت سے ترتیب دیے گئے ہیں آپ خاندان میرانیس مرحوم کے ایک مو قر فرد تھے قیمت علاوہ محصول ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۱۹۲۲-۲۳ء کی مجلد مکمل جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں شائقین جلد طلب کرلیں قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک

(۲) جلد ۱۹۲۵ء کے ۱۰ نمبر اعلا نمبروں میں مقابلہ پر حاضرین کے بہترین شعر و ادبی جواہر پارے ہیں شائقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد علاوہ محصول ڈاک ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گرامو فون کیطرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہوچکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

سیاحت ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی کا منظوم سفر نامہ عراق

عجب عجیب نظم ہے جسے اور شاعری خاطر نہ شمار کا سے فائدہ اٹھانا ہے ۔ قیمت فی جلد ۶ر

ٹکٹ بھیجیے وی پی اور منی آرڈر بھیجئے ۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

حصہ دوم مین مصنف نے اساتذہ فن کے علم سینہ کو علم سفینہ بنایا ہے

شرائط ایجنسی

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ۱/۲ حصہ تک پرچے کی ویلو موقوف کردیا جائیگا

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا ۔ روپیہ کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا۔

علاوہ محصول ڈاک بالترتیب کے پُرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اگلی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب مین اُنسے نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا - فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے - حصہ دوم نہایت مقبول ہوا - تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایہ ناز اسمین موجود ہے - قیمت پانچ روپیہ - حصہ اول کی للعہ فی جلد - محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار -

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے - صفحہ ۱۰ و ۱۱ کے درمیان لسٹ پر اشتہار ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ نمبر ۲۱

مضامین

۹ جون سنہ ۱۹۲۸ء

"تخیلات مادرِ ہند"

بہن برطانیہ! میں کہتی ہوں آخر تمھیں یہ ہو کیا گیا ہے۔ تم نچے آپے سے باہر کیوں ہو گئی ہو۔ میں دیکھتی ہوں تمھاری ہر بات ہے دنیا سے انوکھی ہے۔ بھلا میرے بچے اپنا گھر آپ سنبھالنا چاہتے ہیں تو تم بیچ میں کیوں کودی پڑتی ہو۔ کیا سوپ کے جائے ہمیشہ سوپ ہی میں رہتے ہیں۔ تم لاکھ نان پاؤ سا منھ پھلاؤ میں بندی ڈرنے والی نہیں۔ تمھارے اس منھ بنا کر کہہ دینے کو: "ابھی ہندستانی لوگ اس قابل نہیں ہے" کیا میں مان جاؤں گی۔ وہ دن یاد کرو جب لنگوٹی باندھنے کا بھی سلیقہ نہ تھا۔ ننگی بوچی پھرتی تھیں اور خیر سے آپ کے الڈٹے آبدست تو آج تک نہیں لیتے ہیں۔ اے میں سُنتی ہوں تمھارا ہی کوئی سپوت تو کہتا پھرتا ہے کہ آدمی بندر کی اولاد ہے۔ وہی دیہاتی مثل ہے "دائی جانے آپن ہاں" نوج وور پار ساری دنیا بندر کی اولاد کیوں ہونے لگی تھی۔ سچ ہے بہن اپنا پوت پتنگر دوسرے کا پوت ڈھینگر۔ رونے والوں کو سب برا کہتے ہیں لڑانے والے کو کوئی نہیں کہتا۔ تمھارے صاحبزادے میاں ریڈنگ ساہی کا کانٹا میرے گھر میں ڈال کے سر پچھلے پیر تاؤ دیتے چل دیے یہاں میرے بچے آپس میں کٹے مرتے ہیں۔ رات دن خون خرابا ہوتی پیزار ہے اور تمھارے والے جو بہت مونا چومنا جب کی ماں بگتر کی خالہ بنتے ہیں دور سے تماشا دیکھتے اور بغلیں بجاتے ہیں۔ اسی منھ پر دنیا کی رکھوالی کا دعوی ہے! ذری گریبان میں منھ ڈال کے دیکھو تو سہی جو لوگ کسی کی خیر خواہی کا دعوی کرتے ہیں کیا وہ یوں ہی خفیہ پولیس کے ذریعہ سے لوگوں کو لڑواتے ہیں؟

خدا لگتی کہنا۔ اور ہاں سنو تو یہ کون سا انصاف ہے۔ عاریت چیز مانگتی ہو پھر کوئی اپنی چیز واپس مانگے تو منھ تھوتھائی گال پھلاتی ہو۔ بھلا میرے بچے نے اپنا صوبہ مانگا تو کیا برا کیا۔ حق ناحق دھولس ڈالنا چاہتی ہو کہ پرایا مال دبالو۔ تمھاری غداری میں یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے غیر ملکوں میں لعنت ہو جاتا ہے۔ صاحب لوگ سب موقوف کر دیے گئے۔ بھلا یہ بھی کوئی الزام ہے جو تم بیچارے کی گردن پر سوار ہو گئیں اور لگیں جلے پھپھولے پھوڑنے۔ میری دولت مدتوں سے باہر والوں کے لئے حلال ہے۔ برا نہ مانو تو کہوں کہ تم اور تمھارے بچے بھی غیر ہی ہیں۔ تم نے میرے کئی بچوں پر یہ کہہ کے آنکھیں نکالیں کہ تمھارے یہاں رشوت کا زور ہے۔ پھر یہ کیسی کوئی عجوبہ بات نہیں۔ ذری اپنی کچھریوں کی تو خبر لو۔ بہن دائی سے پیٹ چھپانا آسان نہیں ہے۔ واہ خالہ کے آگے ننھیال کی برائی۔ وہ کونسی کشمکش ہے جسمیں تم نہ ہی نہیں اے میں تمھاری رگ ریشے سے واقف ہوں بھلا مجھ سے اڑ کے کہاں جاؤ گی۔ جب کسی ریاست میں کوئی ننھا راجا دری صاحبزادہ جاتا ہے تو اسکو جانتا ہے۔ ساری خلقت بیچین ہو جاتی ہے۔ گلی در گلی لڑکے چلاتے پھرتے ہیں "صاحب آتے ہیں کھیلنے کو شکار" موٹر پہل سڑک کرو تیار + کاٹو جنگل میں راستے کے جھاڑ۔ پاڑناروں کو کھود ڈھیلے پہاڑ" پھر اس پر طرہ یہ کہ سو دو سو مرغیاں ہزار دو ہزار انڈے سو پچاس بوتل سوا کا لا پانی یہ روزمرہ کا راتب ہے۔ رخصتی کے وقت میم صاحب کو دس پانچ ہزار کا ہار پہنانے کا دستور بھی پڑا ہے کوئی ڈھنکی مُندی بات نہیں اور جو کہیں اسمیں ذرا سا فرق پڑا تو لگے غرانے۔ "اور راجا صاحب ریاست کا انتظام بوٹ رہتا کھراب ہے" میرا بچہ سہم کے رہ جاتا ہے۔ لوگو یہ کیا اندھیر ہے۔ میرے بچوں کو کیسا شیشے میں اتارا ہے جسکو دیکھو گٹ پٹ گٹ پٹ انہیں کی بولی بول رہا ہے۔ وہی لنگوری وضع قطع وہی پر تمیچ بال آدمی ہے گل دم بنگئے ہیں۔ یا اللہ انگریزی نہوئی بلائے جان ہوئی۔ باپ کا ادب نہ ماں کا لحاظ اور ہو کیونکر موئی تعلیم ہی ایسی ہے۔ اے ابھی کل ہی کی تو بات ہے۔ خورشید مرزا کے دونوں بچے آئے میں نے بچے سے پوچھا کیوں لاڈلے بیٹا کیا پڑھتے ہو لیں وہ لگا ذرگرگٹ پٹ کرنے۔ اے میں کیا جانوں یہ کون ست دلیس کی بولی ہے۔ میں نے کہا بیٹا میں تو یہ سمجھتی نہیں۔ کہا "اسکے معنی ہیں کتا آیا۔ وہ بلی سفید ہے" "وہ کالا ہوتا ہے"۔ لو صاحب نہ خدا کا نام نہ رسول کا کلمہ پڑھاتے کیا ہیں کتا بلی۔ پیارے مرزا سے جو پوچھا۔ بولے میں تو بی۔ اے پاس کر چکا اب لا پڑھتا ہوں۔ نگوڑے لا کا پڑھنا ہی کیا، آخر کیا لا؟ سو چیہ لا؟ پیسا لا؟ عربی میں لا کے معنی ہیں "نہیں" یہ نیہاں کا سبق نرالا سبق ہے۔ لا کے کارن گھروں میں جھاڑو تو پھر گئی اب کیا تک نہیں نہیں ہو گی۔ بس "لالا" کی رٹ ہے جیسے آپ ہر سطے مانگا کرتی ہو ویسا ہی دوسرے کو سبق پڑھا رکھا ہے کھر نا یا ہے کچھ دو۔ بھگا ہوتا ہے کچھ دو۔ پانی پیا ہے کچھ دو۔ نگوڑی ایک بات ہو تو کہی جائے۔ وہی مثل ہوئی بھانڈوں سا جھے کھیتی۔ گائے بجائے آپن کی۔

خیر بی بی تم اچھیں (اچھی) تمھارے بچے اچھے۔ اپنے بچوں کو اپنے کلیجے سے لگا کے رکھو۔ میں اس خیر خواہی سے در گزری۔ سچ بی ہزار نعمت کھائی۔ وہ کہتے نہیں ہیں کہ بی بی ٹرٹا لنڈورا ہی ہو گئے جیسے کہا ہے

روز ماری پھر آتی ہے جا کر خالی
بھاڑ میں جائے کرایہ وہ کریں گھر خالی

راقم
زبان نیشنل کانگریس

پیکرِ وفا

خاتون اکرم مرحومہ کا لکھا ہوا ایک اخلاقی قصہ ہے
ایک حریص شوہر اپنی بی بی کا ذیوہ چرا کے دلا ہوتا
ہے بہشت آ سنجا گر آزار سے یا تند + مستور ہے
بہشت والے اس دنیا کے غم میں مبتلا نہیں ہوتے۔

شوہر صاحب نے بی بی کے راحت و آرام کی پروا
نہ کی وہاں سے بھی لگا تار خرچ منگواتے رہے پھر
واپس آئے تو اپنے باجی پن کی نشانی ساتھ لائے۔
کچھ دنوں الٹے تلے رہے۔ مگر باجی پن کوئی معمولی
اور آسان تحفہ نہیں دے فرمائش دے فرمائش
میاں دنی بلا کے تابع فرمان تھے آخر آنتیں گلنے
پڑیں باجی پن تو جنہیا گرما کے جس راہ آیا تھا
اسی راہ گیا میاں قرضخواہوں کے نرغے میں رہ گئے
آخر پھر شریف اور ہوشیار بی بی کام آئی نغمہ اترا
دن پھرے
ایک شریف
زادی ایسی
ہی ہوتی
ہے قصہ
مختصر اور
دلچسپ ہے
قصہ کے
پلاٹ سے
متعلق جو
کڑوہ الفاظ
ہمنے لکھے
ہیں وہ
افسانہ نگار
کے نہیں ہیں
بلکہ ہمارے
جلے ہوئے دل سے نکلے ہیں۔ عمدہ اور نرم الفاظ ایسی
بداخلاقی کا سد باب نہیں کر سکتے اسلئے مجبوری ہے۔
قصہ بہو بیٹیوں کے پڑھنے کے قابل ہے۔ آرٹ پیپر
پر سطلا مذہب ہے ۶ر قیمت ہے "منیجر عصمت
دہلی" سے طلب کیجیے۔

رسالہ کیمیا

لکھنؤ سے سید عشرت حسین صاحب نقوی نے
زیر نگرانی سید جالب صاحب مدیر روزنامہ ہمدم
ایک ماہوار رسالہ بنام "کیمیا" جاری کیا ہے۔

باصطلاح مشہور "کیمیا" مفردات کی قلب ہیئت کا
نام ہے خواہ ترکیب اجساد سے ہو یا جڑی بوٹی
کے ذریعہ سے۔ اکسیر سازی اسکا جزو اہم ہے۔
اجتناب رذائل و اکتساب فضائل کو "کیمیائے
سعادت" کہتے ہیں۔ مال دنیا کے عوض متاع
اخروی کا بیچنا "کیمیائے عوام" ہے۔ لیکن حقیقۃً
"حسن صنعت" ہی کیمیا ہے۔ خواہ اس صنعت کا
تعلق ذی عقل انسان کے نفس سے ہو یا جمادات
و نباتات سے۔

"بحر فکر کی غواصی"

"کیا کیجیے۔ سائمن کمیشن کی کامیابی کے لیے حیلہ ہائے ناحق کی تلاش ہے۔ دریا کی سطح بے ضرر ہوتی ہے مگر تہ میں مصیبتیں بڑی
ہوتی ہیں۔ ادھر بائیکاٹ اور ادھر بائیکاٹ لاحول۔ جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو"

اس رسالہ کا موضوع مطلق صنعت ہے جسکا
فائدہ ادنیٰ چیز کو اعلےٰ اور بیکار کو کار آمد بنا کے اپنا پیٹ
پالنا اور خلق اللہ کا کام نکالنا ہے۔ نہایت مبارک
موضوع ہے۔ اسمیں صناعوں کی تشویق اور تاجروں
کی ترغیب و تحریص کا اچھا خاصا ذخیرہ ہے۔
رسالے کے زیادہ مقبول اور دلچسپ بنانے میں
کافی مہارت صرف کی ہے بعض مختصر مضامین ایسے
بھی جمع کر لیے گئے ہیں جو موضوع سے غیر متعلق ہیں
مثلاً مولوی شرر مرحوم کا مضمون لکھنؤ کی ٹوپیوں پر
مرحوم کا یہ مضمون بالکل سطحی اور سنی سنائی باتوں پر

مبنی ہے واجد علی شاہ کے عہد سلطنت میں جو پاری
پوشاک یا وردی کے لیے وضع نہیں کی وہ صرف
ایک ہی ٹوپی کے موجد ہیں جسے "تکسودار دوپلی
ٹوپی" کہتے ہیں یہی ٹوپی انکی تصویر میں ہے اور
پیکر حال حسین آباد میں دیکھی جا سکتی ہے یہی
ٹوپی تھی جسے انگریزوں نے اُتار لیا۔ اسکا غم کسی
نے منایا تو وہ صاحب عالم مرزا مصطفےٰ علیہ مرحوم تھے جو
بدوام عمر سر برہنہ رہے اور اسے کسی نے آجتک سر پر چڑھایا تو وہ بہار
لکھنؤ کے رئیس سابق میونسپل کمشنر محمد نواب تھے
بہر حال رسالہ
اپنی وضع اور
ترتیب کے
لحاظ سے اچھا
ہے اور امید
ہے کہ مقبول
ہوگا۔
نمونہ ۱۳۳
ایبٹ روڈ
لکھنؤ سے
طلب
کیجیے۔

—:—

—:—

—:—

شان ہندوستان

منشی ہیرا لال صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر علیگڑھ
نے ہندوستان کی پُرانی آن بان شان دکھانے
کی سعی اس رسالہ میں کی ہے جو پہلا حصہ ہے
ہندوستان کوئی چھوٹا سا ملک نہیں جس کا حال
$\frac{18}{22}$ کے ۱۰۸ صفحہ کی مختصر کتاب میں آجائے خالی
"وید اور پُران" یا مذاہب کی تحقیق کے لیے عمر نوح
درکار ہے پھر بھی اس مختصر یادداشت سے اجمالی علم
دیکھنے والے کو حاصل ہو سکتا ہے ہر چیز پر بیشک کچھ

جلد ۱۳ نمبر ۲۲

مضامین

۱۶ جون ۱۹۲۸ء

ملکی اخبار

نمبر ۳

(۱۳) ایک تھے بڑے نواب صاحب۔ آپ جانتے دولت لٹانی انھیں کو آتی ہے جنھوں نے بازوؤں کی قوت سے ایک پیسہ بھی نہ کمائی ہو۔ نواب صاحب کو اوباشوں اور خوشامدیوں نے کھلی ڈال کے خوب لوٹا۔ گھر کی ساری دولت لٹ چکی تو باغ مکان اور نوٹوں کی نوبت آئی چالیس برس اسطرف سودی نوٹ لینا آسان تھا اور بیچنا مشکل۔ پچھتر ہزار کے سودی نوٹ بیچنے کی مہم وکیلوں بارسٹروں کے بغیر کیونکر سر ہوتی عمل خوانی ہوئی منتیں مانی گئیں کہ اللہ کرے یہ آخری ذریعہ معاش بھی کسی طرح ختم ہو تو دل کو چین آئے" ادھر دروغا صاحب نے بھی جھوٹ موٹ کی رجز خوانی فرمائی۔ ٹھیک دوپہر کے وقت زنانی ڈیوڑھی پر پسینہ میں شرابور کھڑے ہوئے ہیں:" بی محلدار اطلاع کر دو کہ دروغا صاحب حاضر ہیں۔ عرض کرنا ضروری کام ہے"

محلدار نے جاتے ہی تین تسلیمیں کیں۔ "خداوند دروغا صاحب حاضر ہیں مُدا نا گز (معلوم انہیں کہاں سے مارے ڈھکیلے چلے آرہے ہیں روئیں روئیں سے پسینہ بہہ رہا ہے" نواب صاحب بوکھلا گئے: "قرآن کھولا دعا مانگی" یا اللہ خیر کرنا۔ اپنی جان اور لوٹوں کے مقدمہ کو تیری کتاب کی ضمانت میں دیتا ہوں" "ارے محلدار دروغا کو بھیجدو۔ دروغا صاحب تشریف لائے آنکھوں میں آنسو۔ سانس پھولی ہوئی۔ پیٹ دھونکنی آتے ہی مجرا عرض کیا۔

"ارے بھئی خیریت"

"بھی کیا عرض کروں۔ نوٹوں کا معاملہ بھی کمبخت ملت خوان کا قلعہ ہے حضور وہ جو بینک گھر کا سپرنٹنڈنٹ نہیں ہے اب وہ اس بات پہ اڑا ہوا ہے کہ جب تک حضور خود نہ تشریف لائیں نوٹ نہیں بک سکتے پانچ ہزار تک تو اس غلام نے اپنی خوشی سے دینے کہے مگر حضور وہ گور اچھڑا ہے بھلا کس کی سنتا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ تو پچھتر ہزار کی معمولی سی رقم ہے پچھتر لاکھ بھی ہوتے تو حضور کی جوتی کی نوک پر صدقے کیے تھے۔

حضور معاملہ چھڑ گیا ہے اب اسے روک نہیں سکتے یہ موذی دس ہزار کم پہ راضی نہیں ہوتا۔ کمبخت کی خوشامد کی تو لگا لیم ڈول کہنے۔ خداوند غیرت دار ہوں کبھی کسی نے آدمی بات نہیں کہی مگر وہ تو ہے حاکم یہ بھی مقدر کا لکھا۔ مکر و فریب کی نہر (آنسو) بہ نکلی۔ نواب نے فرمایا۔ روئیے نہیں آپ کو خدا کی قسم (آنسو نہ تھمے) رسول کی قسم (آنسو نہ تھمے) جناب امیر کی قسم (آنسو نہ تھمے) اچھی میرے سر کی قسم۔ (آنسو تھم گئے) واللہ دس ہزار کیا..... میں تو بیس دعدہ کرلیجیے۔ مگر پندرہ دن میں کام بن جائے۔

مرادیں بر آئیں پندرھویں دن پچھتر ہزار کی جگہ صرف چالیس توڑے آئے اور اس شان سے آئے کہ ہر تھیلی میں اوپر روپیہ نیچے کنکر تھے۔ اللہ اللہ عید ہوگئی۔ پلٹیاں اچھلنے لگیں۔ شہدوں کو من گن ملی۔ اُنکا جم غفیر ڈیوڑھی پہ آ دھمکا: "بڑے نواب صاحب سلامت۔ آمین اچھے سودوں (دیکھئے) سے بھی ٹھیک ٹھاک ہو جاے جے ملکہ..... جہاں کا نام روشن روشن رہے واللہ ہم سے تو بیر گھبار اما لے اچھے رہے۔ سوچتے (سو روپیہ) پائے۔ واللہ میں روپیہ لینے والے کو اڑھائی گھڑی کی موت" ان سے فرصت ملی تو بھانڈوں کا دستہ قلق ریاں مارتا مبارک مبارک سلامت کا غل مچاتا "ہمیشہ لبرے سوجان مبارک باشد بہ (جمع) فرزندان سلامت سلامت باشند۔ الٰہی فضلک ہر آن مبارک باشد تو او۔ تو او۔ سادھوں بچوں کی دعا لیجیے۔ الٰہی حضور کا دم سلامت!" شہ انھوں نے بھی پانچ سو کا ہے کو پچاس ہی کہیے کیا معنی کہ مقدر میں سو ہوتے تو داروغہ صاحب کے ہاتھوں سے پہنچتے۔ ان سے فرصت نہ ہوئی تھی کہ محلات مخدرات پانچ سے بھالتی گشت زر میں یہ ہنڈی کی طرح گریں جو جس کے ہاتھ لگا وہ لے کے چلتا ہوا۔ نواب صاحب نے دونوں مٹھیوں میں جتنا روپیہ سما یا کلیجے سے لگا یا پھنک کے الگ کھڑے ہو رہے اور ہر ایک کو جھڑکا کہ بھئی دیکھو قسم قرآن کی جو میری مٹھیوں میں کسی نے ہاتھ لگایا تو بُری ہوگی۔ پر نام اٹھ گیا نہ آج نواب صاحب ہیں نہ اُنکا کوئی نام لیوا مگر نوٹ بک کے لٹنے کی خوشی آج تک یاد ہے۔

بھائیو برا نہ مانو تو کہوں کہ بڑے نواب کی خوشی لوٹ کھسنے اور لٹنے پر ایک شخصی حماقت سے زیادہ نہیں لیکن تم جو اس بات پہ تعلیں بجاتے تعجب کرتے دنیا کو مژدہ سناتے اور بشارت دیتے ہو کہ لارڈ سنہا آنجہانی ڈیڑھ کرور روپیہ چھوڑ کے مرے تو بڑے کی جان کی قسم یہ خوشی بڑے نواب صاحب مرحوم کی حماقت سے دس بیس بالسٹ بڑھی ہوئی ہے۔ یہ ملک کی بدقسمتی ہے کہ ایک فرزند ملک اپنے قانونی مشورہ کی قیمت "سیم دیوہ عالم" رکھے پھر قانون بھی وہ جسکے اکثر دفعات بلکہ جسکے جزو اعظم کو عدل و انصاف سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ قانون "حکم حاکم وقت" کا نام ہے۔ "ہوشیار حاکم وقت" اپنی مصلحتوں کی اینٹوں سے قانون کی دیوار تیار کرتا ہے اور کہتا ہے "یہی انصاف" ہے یہی عدل ہے اس دیوار میں رخنہ پیدا کرنے والے کی سزا ڈیڑھ گز رسی کا پھندا ہے حکام کی مصلحتیں سب نہیں تو اکثر خودغرضی کی سگی صاحبزادیاں ہوتی ہیں پس جو وکیل یا بیرسٹران مصلحتوں کے پورا کرنے میں مدد دے کے بھیلتے پھولتے اور اپنا گھر بھرتے ہیں انکی کمائی کسی دین یا دیانت کی راہ سے نہیں بلکہ اسی قانون کی رو سے جائز تسلیم کیجا سکتی ہے ہمارے نزدیک جو ملک ایسے اشخاص کے زوال یا ترقی اور تقاد و ثبت پر ناز کرے وہ احمق ہے۔

سچ ہے نازش و فرزانگی میں دور کی صاحب سلامت ہے گہری دوستی نہیں چنانچہ کلکتہ کے ایک ..نیس "ہیڈ روسیل" میں مبتلا تھے۔ زرین محراب جسم کا ایک لقمہ زینت وار (آتش) کی جان کو وبال ہو گیا۔

ڈھولنا ڈھول ہو جائے تو آزادی سے کھل بات کھائے۔ کبھی جھکے اور سطور کو نیچا دکھائے۔ خال تھوڑی کو خرمائے۔ گردگان (فرزدش) گنبد افراسیاب کو شکست دے معمولی کانسٹبل لاٹ صاحب بنے ترکیوں نے مونچھوں پر تاؤ دے۔ لوگوں نے لاکھ لاکھ مشورہ دیا کہ حضرت اس تربوز میں ٹانکی لگوا لیجیے مگر انھوں نے ہمیشہ یہی جواب دیا۔

یہ بنگالی ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ "ادبا بہت وہبت (؟) بڑا ہو ہے۔ ایسا ہم نا ہیں دیکھا ایسا تو اچھی لوگ کے نا ہیں ہوتا۔ ہمیں خدا نے یہ عجیب چیز عنایت کی ہے گھٹنے اور پتلون کی جگہ گھگھریا پہنتا ہوں ایک خاص آدمی ...... بردار ی پر مقرر ہے۔ آپریشن کے بعد یہ فخر باطل رہے گا۔ لوگ یوں نہ کہیں گے وہ دیکھو بڑے ...... والے نواب جاتے ہیں۔"

اوہ میں تو بہت لکھ گیا اتنی سی خبر پایا ہمارا اتنا بڑا مضمون؟ اللہ رے ہمیسی تیر اول" سیکڑوں خبریں لکھنی ہیں جو نصیحت کی قبا کا دامن یوں ہی میدان حشر کے گز سے ناپنے کے قابل ہو تا رہا تو کیونکر لکھنے کی مہم سر ہوگی لہذا آئندہ احتیاط ملحوظ رہے گی۔

(۱۴) یاد ہوگا کہ پنجاب میں فتنہ برپا کرنے کے لیے کے سی بنرجی سرکاری سند یافتہ منتفنی کی خدمت مستعار لی گئی تھی۔ ایک اخباری کاغذ نے وشاوزیری ثبوت کے بنا پر بھانڈا پھوڑا اور ایک "آئینی حکومت" "آئینی طرز ملک داری" کی قلعی ایسی کھلی کہ یاروں کو جواب دیتے نہ بن پڑی۔

تار نے یہ خبر دی ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق انگلستانی مجلس عوام میں نائب وزیر ہند سے پوچھ گچھ ہوئی آپ جانیے ہمارے نائب صاحب کا لقب گرامی ہے "ون ٹر ٹن" اسمیں سے پہلا جزو ہے "ون" زبان عوام میں "واؤ" اکثر "بے" اور "بھے" سے بدل جاتا ہے لہذا اسے سمجھیے "بھن" "بھن" مشتق ہے بھن بھنا نے سے بھن بھناہٹ مکھی کی آواز کا نام ہے جسے اہل صاحب بھن بھنائے یا بھنائے۔ دوسرا حصہ ہے "ٹر" ٹر ٹر، حاصل مصدر ہے "ٹر ٹرانے" کا جسکے معنی ہیں فضول گوئی شیخوں کی شیخی اور پٹھانوں کی ترش بہو ہے۔ لہذا یوں کہیے کہ ارل صاحب ٹر ٹرا سے۔ تیسرا ٹکڑا ہے "ٹن" "ٹن" کے معنی ہیں غرور غرور اور "مغرانے" میں کوئی بڑا فرق نہیں لہذا خیال کر لیجیے کہ غرائے۔ اور بھن بھنانے ٹرانے غرانے کا کا حاصل یہ ٹھہرا کہ:-

"صاحب یہ تو حسن ظن اور شرافت کے خلاف ہے کہ بنرجی صاحب موصوف حکومت کے فتنہ پرداز ایجنٹ سمجھے جائیں۔ وہ تو ایک پولیس کے جاسوس تھے۔ شریف ملکوں میں یہی رواج ہے کہ شرفائے ملک پولیس کی راہنمائی کرتے ہیں اسمیں عیب کیا ہے؟ رہا یہ کہ پولیس نے بنرجی کو اجرت دی تو یار دوست احسان لینا بھی شرافت کے خلاف ہے" ہماری رائے ہے کہ پوچھ گچھ کرنے والوں کو سوال کرنے کا سلیقہ نہ تھا۔ یارو اصلی اور پیچیدہ سوال یہ ہے کہ "براہ نوازش و کرم ون ٹر ٹن صاحب "باجی پن" کی تعریف اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں۔ کیا معنی کہ اخباری کاغذ میں جو تحریریں شائع ہوئی ہیں اُن میں "شرافت" کا دنبل بڑی طرح پھوٹا ہے۔ اور جب تک "باجی پن" کی اصلی حد معلوم نہ ہو اُس وقت تک امتیاز مشکل ہے۔

(۱۵) کوئی سندیلے کے چودھری عبد الغنی ہیں انھوں نے ہمدم میں اُنکے نام سے ایک مضمون بعنوان "ہندستان اور پردہ" چھپا ہے۔ مضمون مذکور کے بعض حصص نمک خوان ظرافت ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ "عورت کی فطرت و جبلت میں ایک ایسا احساس ودیعت کیا گیا ہے جو کم سے کم اجنبیوں کے سامنے ایک طرح کا سد باب ثابت ہوتا ہے ...... عورتوں میں شرم و حیا و عفت و عصمت اصل پردہ ہے۔" ارے تو ہم بھول گیا۔ ان سطور کے ماقبل فرما چکے ہیں "ہر رسم کو باقیات صالحات سمجھنا اور اسکو مذہبی درجہ تک پہونچا دینا محض نادانی ہے۔ ایک وقت میں اگر کوئی بات مفید وکار آمد ثابت ہوئی ہے تو یہ لازم نہیں کہ ہمہ وقت وہ فائدہ مند ہی رہے۔ بلکہ رسوم کی خوبی یہی ہے کہ وہ جلد جلد بدلتی رہیں"

دونوں بیانوں سے مضمون نگار کا اصلی مقصد بالکل ظاہر ہے یعنی پردہ کوئی چیز ہے طفلی تھا دنیا نے ترقی کر لی اب عورت کو ضرورت نہیں کہ شرم و حیا کے اصلی پردہ پر کپڑے کا جعلی پردہ اور فائدہ کی عمومیت میں رخنہ ڈالے رسم کی خوبی یہ ہے کہ وہ گرگٹ کی طرح جلد جلد رنگ بدلے۔ بس نقاب کی رسم بدل ڈالو یعنی عمر بھی لیلیں ملاؤں سے پوچھو اور نقاب سے عورت کے چہرے میں بیماری کے جو کیڑے پڑتے ہیں اُنکا حال ڈاکٹروں سے دریافت کرو۔ ہم تو سو باتوں کی ایک کہتے ہیں کہ رواج شکنی کی بہادری خود چودھری صاحب پہلے دکھائیں یوں زبانی جمع خرچ تو سب ہی دکھاتے ہیں بدون اسکے کہ جناب اپنی اہلیہ مقدسہ دام اللہ قدہا کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیں نہ وہ خود ہی اس بات پر رضامند ہونگی کہ گلی کوچے میں خاک اُڑاتی پھریں البتہ ایک آدھ کنبہ کے سوا کوئی چودھرائن انھیں راہ میں دکھائی نہ دے۔ کیا ناک میں دم ہے۔ ان حضرات کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ اسلام مہملات اور خرافات کا گنجینہ ہے جو آیا اُسنے حمام کی لنگی کی طرح اُسے چیتھڑوں سے لپیٹا اور جسم کی کثافت اُسمیں چھپا کے چلتا ہوا۔ "بنی اُمیہ نے یہ کیا اور بنی عباس کے زمانہ میں یوں ہوا" اور مسلمان ایسے بھولے تھے کہ دوسروں کے رواج و رسم پر اپنے شرعی قوانین فوراً تصدق کر دیتے تھے۔ یارو کہیں تو شرماؤ۔

(۱۶) غور سے دیکھیے تو پردہ بھی عجب نعمت بڑی صورت والی کے لیے نکتہ چینوں کی پھبتیوں کی سپر اور اچھی صورت والی کے واسطے نظر بد کا تعویذ۔ چنانچہ انگریزی حکومت کبھی نقاب اپنے چہرہ سے دور نہیں کرتی ملاحظہ ہو جیسے اعلان کیا گیا کہ ہم تم سب کو آزادی عنایت فرماتے ہیں تمھاری رائے آزاد ہے۔ پھر آزادی خانم کے چہرے پر ریشمی چکیلا زردوزی نقاب ڈال دیا کہ یہ میں بی آزادی جو آج سے تمھارے حبالۂ عقد

میں رہ گئیں۔ تمھیں لازم ہے کہ چڑھاوے کا تحفہ یعنی مصارف مزید جلدی حاضر کردے۔ تمھاری سلیپ رہیں گی۔ مگر انکی صورت ابھی تم سے چھپی رہے گی۔ شکر ہے مجلس قانونی و انتظامی نے آجتک بی آزادی خانم کا چہرہ نہیں دیکھا۔ یہ اور بات ہے کہ کبھی کسی اتفاقی حادثے کے بدولت نقاب کی ڈوری ڈھیلی پڑجائے اور تجلی جمال سیاہ سے دل پر بجلی گر پڑے جیسے پنجاب کی حکومت کا نقاب سبزی کے جھٹکے سے ٹوٹا یا جیسے اودھ کی حکومت کا کھنا مقنع اودو وزیروں کے تار نگاہ میں الجھ کے گر پڑا۔ آپ کو واللہ آزادی اسی کا نام ہے کہ ڈیپن صاحب! ایجیرسائٹن کمیشن کی حمایت پر وزیروں سے کرشمہ ہوا کہا اور جب وہ ایسا ہی کریں تو آپ کہیں استعفا دو اور چل دو۔ اسے لاحول ولاقوۃ۔ بقول بعا نصیبین کے ایسی موئی کلموہی آزادی کی صورت کو آگ لگے۔

(۱۷) "عصائے ہیچکاراں"

کیا ہے؟ وہی جسے آجکل تقدیر کہتے ہیں۔ تقدیر نام ہے علم الٰہی کا جس کا حال پیمبروں پر بھی نہیں کھل سکتا (اگر خدا کی مرضی نہو)۔ انسانی امور کو بخت و اتفاق سے تعلق تو ہے مگر صاحب ارادہ ہونے کے بعد جرم کی گٹھری گردن پر لدجاتی ہے اپنے کیے کا نتیجہ سامنے آتا ہے عاقبت کا حال معلوم نہیں پھر بھی کم ہمتی اور بے ارادہ کی سستی اپنا الزام تقدیر کے سر منڈھ کے بیٹھ رہتی ہے ہند و مسلمانوں کی جوتی پیزار واللہ باللہ تقدیر سے خس برابر تعلق نہیں رکھتی یہ تو سراسر اپنے دست اختیار میں ہے۔ جو لوگ اسے تقدیر الٰہی سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں بحسب خیال کانگریس اگر اسمیں کچھ دخل ہے تو مشیت انگریزی کو جسکی شکایت آجکل ہر اخبار نویس کا شیوہ ہے۔ مشیت انگریزی اور تقدیر الٰہی میں ساز باز ہو جانے کا علم انھیں لوگوں کو ہوگا جو نتائج کی تلخی سے منہ بنا کے جھلائی ہوئی بی گھر بسی کی طرح "گھوڑا بھاڑ میں جائے سوت ہی مطلب میں ہے تو میں کیا بنا لوں گی" کبھی چولہے چکی کی راہ لیتی ہیں اور "خانہ خالی را دیو می گیرد" تو نہیں "کام دیو" کی دیوی تو بیدرون مساہمت اعدا کے قابض و متصرف ہو جاتی ہے۔

اڈیٹر صاحب خواہ ہندو ہوں یا مسلم جب خود خیال میں متاع مضمون کا تڑاو دیکھتے ہیں تو اتفاق و اتحاد کی نیت سے تحفظ حقوق کی آڑ میں تقدیر انگریزی اور مشیت حکومت سے فریاد کرتے ہیں۔ ع سے یار ہمہ سرکار کرم کی لکیا ٹھیک کردے۔

نشٹ پالی راکھشن مسلمان تعلیم تشکل کی ناشا کیے دیتے ہیں تو ہی سہا شنا کرے

(۱۷) اے قادر مطلق حکومت تو نے اپنی مہربانی سے جتنی بلائیں ہمارے سروں پر نازل فرمائیں ہم انھیں سہ گئے منھ سے اُف نہ کی لیکن ان صنم پرستوں کی زیادتیاں سہی نہیں جاتیں آخر یہ وہی تو ہیں جو پہلے ہمارے تابع فرمان تھے آج تیری مہربانیوں سے دنیا کی تمام نعمتوں پر یہی چھائے ہوئے ہیں کل محکمے انکے ہاتھ میں ہر ایک دفتر میں یہی براجتے ہیں۔ اپنے قوت بازو کا تصدق۔ اُن وعدوں کا صدقہ جن کے بھروسے پر ہم نے اپنے مقبوضات تیرے حوالے کیے۔ ان موذیوں کی دست درازی سے بچا۔ ارے ہم وفا شعاروں کی اس آڑے وقت میں مدد کر۔ ایسا قانون بنا کہ جس سے ہم گرے ہیں یہ بھی گر جائیں۔ آمین

بھلا خیال تو کیجیے اس قسم کی دعائیں جب خود حکومت سے کراتی ہیں تو حکومت وقت کے نزدیک اتحاد ہند و مسلم کے وعدے کی کیا وقعت رہ جاتی ہے اور وقتی ضرورتوں سے جو لوگ زبان قلم سے اتحاد اتحاد پکارتے ہیں وہ کس نتیجہ پر امید رکھتے ہیں کہ نتائج نہ ٹوٹے گا۔ جب تک اس عصائے ہیچکاری پر تکیہ ہے سوراج کا خیال بے سود ہے یا نہیں کہ تقدیر الٰہی تو خود تمھارے ہاتھوں نے مشیت سرکاری کے سپرد کر دی۔ اب "اندھے کی دہائی نہ فریاد نہ حامار بیٹھے گا۔"

(۱۸) نقلی بے وقوف وہ اخباری کا غذ ہے جس نے ہز ہائینس نواب رامپور کی سیاحت مصر پر یقین کرکے خبر اڑادی کہ وہ تو فراعنہ مصر کے گڑے مردوں کی زیارت کا ثواب لوٹ رہے ہیں اور اصلی بے وقوف وہ ہے جس نے یہ خبر بے سوچے سمجھے نقل کر لی۔ افسوس جس گروہ کو تمام دنیا سے زیادہ لطیف یعنی عقل کی ضرورت ہے اسمیں ایسے کانوں کے کچے موجود ہیں۔ دنیا کو الو بنانے کا ایک کارخانہ ولایت میں کھلا ہوا ہے۔ وہ ایسی گڑھی ہوئی خبریں بھیجتا رہتا ہے۔ آپ جانتے ہیں دروغگوئی بری چیز ہے مگر مرغوب ہے لہٰذا کارخانہ خوب چل رہا ہے۔ چھ سال گزرے کہ کرۂ مریخ کے باشندوں کا نزول کرۂ ارض پر مشہور ہوا اور اخبار نویسوں نے بے عذر الو کی کھال کا خلعت پہن لیا۔

(۱۹) ترتراتی خبر ہے کہ بندۂ مخبر ایک تارک موالات وکیل سے ملا جو بیچارے اب تک اپنی وضع پر قائم ہیں۔ بندہ مخبر کو علم تھا کہ وہ کوئی گھر کے رئیس نہیں ہیں لہٰذا پوچھ بیٹھا کہ بھئی اب پیٹ کا دھندا کہاں سے چلتا ہے؟ کہنے لگے۔ اسکا پرانی کھر چن سے۔ یہ سنتے منھ سے بے ساختہ نکل گیا۔

یار سور کا گوشت ہی کھانا ہے تو تازہ کیوں نہیں کھاتے
یا سی اور سڑا اُپسا گوشت کیوں کھاتے ہو۔ اب از
گفتۂ خود پشیمان ہوں۔ باقی آئندہ

راقم

اخباری

رنگون رنگین

مولانا پنچ! مزاج شریف؟ بے فرماد ہو چنانچہ نہیں
میں ہو گی دیر۔ آئیے چلیے میرے ساتھ آپ کو
ایسا گانا سنواؤں جو عمر بھر رلوائے گھر تک روتے
جائیے اور قیامت تک یاد رہے عجب کی سند۔ مگر آپ
ثقہ صلح آدمی ٹھہرے۔ غرض کیوں قبول ہو گی۔ اے
حضرت جب مفت کی شراب قاضی کو حلال ہے تو سرود
مفت اور حُسن رہگزر کا لطف کیوں حرام ہو۔ کہیے کیا
ارادہ ہے۔ بھیجواؤں ایک گنگا جمنی سُرخا سبز دھوتی
کارڈ؟ واللہ تکلف نہ کیجیے۔ ہمارے رنگیلے رنگون کا
دستور ہے کہ اتوار کے دن لوگ باغوں میں غنچہ و گل
کی سیر کرنے شاہدان طناز کے حُسن کی بہار لوٹنے
اور اُنکی خوش آوازی سے لطف اُٹھاتے ہیں اس
ہفتہ وار دعوت کا نام ہے "غنچہ گری"
اے حضرت یہ آپ نے تیوریاں کیوں چڑھائیں!
خدا نہ کرے نادر شاہ کی روح تو آپ میں حلول نہیں
کر گئی۔ وہ بھی یوں ہی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر قتل
عام کا حکم دے کے بیٹھا تھا۔ شاید آپ کو بندے کی
بات کا یقین نہیں۔ اے جناب رنگون اور رنگین میں
فرق ہی کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے "افغان رنگون" نامی
چیدرتی کا باب اوّل۔ اور اگر دادِ ذہنیہ میں طبیعت آ گئی کا
پیچھا کرے تو ہاں لیجیے ایک درجن سیاہ گیسو والی "واہ
نہیں تو، ٹھکانا تھا" کی صدا سے گوش فلک کا پردہ
پھٹ جائے۔ آدمی کی شکل ہو گدھے کا دماغ ہو باپ
دادا کی گاڑھی کمائی ہو تو بس پھر ہمارے رنگون رسیا
کس کی سُنتے ہیں۔ شاعر بھی بن بیٹھتے ہیں۔ ناٹک
بھی۔ رئیس بھی۔ امیر بھی۔ ادیب بھی۔ آپ جانیے
ضرورت اُم الایجاد ہے لہٰذا غارتگران ننگ و ناموس
یعنی فرقۂ زنان بازاری گروہ گروہ انبوہ انبوہ قشون
قشون فوج فوج فراہم ہو کے راگ رنگ کا جال پھیلاتا
اور کمر کولے کی حرکت سے نوجوانوں کا دل تہ و بالا کر دیتا
ہے کوئی کھچڑی بلبل کی ہمسری پہ مرتی اور اپنے مسابوں
حدود مشرق کو گلشن بناتی ہے کوئی کھوسٹ کی بچی
طوطی خوشنوا سے پر ملاتی اور مغرب میں گلزار کا عالم
پیدا کرتی ہے۔ بے سُری تانوں سے محلے والوں کی
نیند حرام۔ بے ڈھنگے نغموں سے دُنیا بے آرام۔
آپ جانیے دُنیا میں خصوصاً رنگون میں بے وقوفوں
کی کمی نہیں۔ کسی نے منشی جی کے قلم میں ریشہ لگایا۔
کسی کے ہاتھ مہاجن کا زر اصل مع سود لگا۔ کوئی
مستری کی سہاول کی لنگر بنی۔ کوئی ڈاکٹر کے دل کا
نشتر بنی۔ طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یہی گرفتاران دام
رسوائی یا غلامان ہوس ان چنال چڑیلوں کے پھندے
میں پیٹ پیٹ کر ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں۔ ان
شریف کشتوں کی بدولت ہوس کی دوکان میں
خوب اُچاپت ہوتی ہے۔ گلشن آباد اور گلزار نگر کے
مچلے بچے کے جھنجھنے کی طرح چمک دار ڈم والی لنگیوں
کی روشنی سے منور رہتے ہیں۔ جنبل اور رستے کا رسیا گر
جیسے گلشن و گلزار کے اردگرد یوں منڈلاتے رہتے ہیں
جیسے پارسیوں کے قبرستان پر گدھ۔ تاجداروں پر منحصر
نہیں اکثر بی اے مفتی قاضی سکرٹری۔ خزانچی۔
نیے قوال۔ مہاجن دلال۔ انجینیئر جیسے مارے سودا کی
ڈاکٹر۔ ایکٹر۔ پلیڈر۔ ماسٹر۔ سٹیر کون ہے جو اس سودے
کا گاہک نہیں۔ پھر لطف یہ کہ سودا گھر انہیں چمن کی
شمع اگر چھائیں چھائیں جلتی ہوتی تو پروانوں کی عقل
پر ہم اعتراض نہ کرتے ابھی وہ دیکھیے دعا وشت کی طرح
گھنگروؤں کی جھنکار سے کانوں کے پردے پھاڑے
ڈالتی ہے۔ وہ پرنچی مرغی کُڑ کُڑا رہی ہے انڈا سینے
گر انڈا کیا ڈالتی ہے۔ وہ سوداگر کے گھوڑے کی جوڑی
گدھے کی طرح لید کر کے سونگھ رہی ہے۔ ایسیوں نے
جو سبق سکھے ان کے اُلو ہونے میں کیا کلام ہے۔ منجملہ اس
چڑیلوں کی ریل پیل کے صرف دو عدد رنڈیاں تو
اسقدر تماشبینوں کی نگاہوں پر چڑھ گئی ہیں کہ توبہ بھلی
حالانکہ وہی مثل ہے "صورت نہ شکل بھاڑ میں سے
نکل"۔ ان میں سے ایک سوسودرنی کا پاٹ کرتی ہے
شاید اسی وجہ سے ناچتے ناچتے فرا جاتی ہے۔ اور
دوسری طوطی آئینہ یعنی نقال ہے۔ دونوں کی جوانی
کی دوپہر ڈھل چکی جبل سینہ برق آہ عاشقاں سے
سے راکھ کا ڈھیر ہوا۔ گالوں کے پھیکے شلغم اہل
ہوس کی گرماگرمی سے مرجھا گئے۔ کھال میں تناؤ کیا
نہ رہا جُھریاں پڑ گئیں۔ پیٹ میں ڈھیلے نقارے
کی طرح اتنا جھول ہے کہ پوست سنگدانہ مرغ کا

"............ یہ تاکید کہ پینا ہوگا"

سرمڈمین "آو - پیو - نہیں پیتے؟ ہائیں! آؤ آؤ بچھڑو آؤ"
وزارتیں "ام... ماں ...... ام ماں ..... ام ..... مائیں"
سرمڈمین "ا - ! یہ بات ہے (اماں (وطن) کی للک آگئی ..... تو جاؤ"

گمان ہوتا ہے۔ چھوٹے پیٹ کا اُبھار پی ڈبلوڈی کی سڑک سے بالکل سپاٹ اچھا خاصا پرپٹ میدان۔ پھرتی خریدار ٹوٹے پڑتے ہیں۔ میمن۔ سورتی۔ پنجابی۔ بنگالی دکھنی گجراتی سب کالے لن پیٹ لیے کے شامپ میں آتے ہی اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان کرائیے سنیما کی مشہور ایکٹرس لا درالا پلٹنے کے قرعنکبوت سے سبق گیر ہو کر وہ جالا تنا ہے کہ کانٹے کے مضبوط عقل کے دشمن تلے اوپر گرے پڑتے ہیں۔ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ آئینۂ رخسار پوڈر کی گرد کا محتاج ہے۔ ایک ہیں بڑی صاحب اُنسے گانے کی فرمائش کیجیے تو فرماتی ہیں" مجھے چھیڑو ورنہ میں معدہ ہو نگی" انکی آواز پہ بیٹھا ہوا بالنس قربان دوسری اپنے زعم میں تانسین کو سرگم بتانے والی بجو باورسے کو کاٹ کھانے والی ہیں ارے خدا کی مار اس پونگی بے سُری بھینگہ کی نانی سیار کی خالہ۔ گدھے کی بچی مینڈک کی جنی پر۔

ان ارباب نشاط (یا بقول مولف طرایف الطغات تباہ کرنے والی پارٹی) کے ہتھکنڈے اور رنگون کی پبلک کی اخلاقی معاشرتی بربادی و تباہی مشاہدہ کرکے بندۂ درگاہ سے نہ رہا گیا جبکہ۔ ع

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اور دل میں ٹھان لی کہ آپ کے دربار دُربار میں حاضر ہو کر فریاد کی کنڈی کھٹکھٹاؤں شاید آپ غریبوں کی سُن لیں تو خلق خدا کا بھلا ہو جائیگا۔ بہت سے ناسمجھ تباہی سے بچ جائیں گے اور شہر کی حالت سدھر جائے گی۔ مگر حضرت آپ اسقدر قصہ درد و غم سُنکر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے تو خادم رخصت السلام علیک۔

راقم

دانا بینا

مولانا پنچ کی نوٹ بک

کانگریس اور بھانڈوں کا ہاتھی

ہندو مسلمانوں کی جوتی پیزار سے بعض افراد کی چند یا پلپلی ہوئی تو ہوئی مگر بڑا غضب یہ ہوا کہ ایک نہایت اہم قومی بزم کے انجر پنجر ڈھیلے ہو گئے۔ قبل ازیں ہر کوچہ و بازار میں کانگریس کا نام سنائی دیتا تھا اب مہینوں اخباری کاغذوں کی زبان پر بھی انکا نام نہیں آتا۔ عوام تو درکنار غنیمت ہے کہ دلّی سے دوبارہ اس نام کا ایک روزنامہ نکل آیا (اسکا ایک اڈیشن ہفتہ وار بھی شائع ہوتا ہے) بلا سے اور کچھ نہیں تو اس محبوب بزم قومی کا نام ہی نگاہوں کے نیچے آتا رہے گا۔

خط لکھینگے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمھارے نام کے

یہ روزنامہ بظاہر کانگریس کے مقاصد کا حامل ہے اور امید رکھنی چاہیے کہ یہ اپنے معتدل روش کی بدولت لڑائی پر تلے ہوئے گروہوں کے گالوں کا ورم کم کردے گا۔ استقلال کے ساتھ کانگریس کی تائید پر بجز ایں جانب کے اور کسی اخباری کاغذ نے قدم نہیں جمایا۔ شکر ہے کہ اس جنگل میں ایک ہم زبان مل گیا۔ لیکن کانگریس کے فنڈ نے شدید ضرورت کے اوقات میں بھی اپنے وفادار دوستوں کی حمایت اور مدد نہیں کی یہ کانگریس" (اخباری کاغذ) کی دیوار پہلے بھی افلاس کی بالو پر کھڑی ہوئی تھی آخر مسمسا کے بیٹھ گئی کانگریس فنڈ خلافت کے گیت چرخے کی آس پر گاتا رہا اور خلافت فنڈ اپنے مخصوص بھنڈیتوں کے کام آتا رہا چلیے بخیر شما لسلامت چرخے کی مال لوٹی بھنڈیتوں نے جنگل میں بسیرا لیا۔ بس اس کس مپرسی کے زمانے میں ایک روزانہ پرچہ بھانڈوں کے ہاتھی

اعلان

ہندوستانی ایکاڈمی کو ایسے مترجموں کی ضرورت ہے جو بامحاورہ اُردو ہندی زبان میں ترجمہ کر سکیں۔

مترجم ایکاڈمی کے ملازم نہ ہونگے۔ جو لوگ سائنس اور ادبی کتابوں کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں اُنکو نمونے کے ساتھ ۳۰ رجون تک درخواست دینا اور شرائط طے کرنا چاہیے۔

جنرل سکریٹری ہندوستانی ایکاڈمی الہ آباد

کیطرح ڈھول کا ٹرید مارک گلے میں ڈال کے مانگ کھانے کے سوا اور کس طرح جیئے گا۔ اچھی مرد کسیی لیڈر اُردو پرچے میں مضمون لکھنا کسر شان سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اپنے ذہنی تدابیر کی اشاعت چاہتے ہیں وہ خود ایک پرچہ نکال کے دوسرے اخباروں کے حریف بن جاتے ہیں چند روز برساتی تلی گھوڑی کی طرح دیواروں کی جڑوں میں رینگتے دکھائی دیے بعد ازاں غائب۔ انگریزی طرز حکومت پسند ہے مگر دیسی سپریا نہیں جانتے۔ بھیا نکلے ہو تو زندہ بھی رہنا۔ اور کیا کہیں۔

تاریخی فروگزاشت

(۱) اگلے زمانے میں ایک رشیشنی برہمن تھے۔ بچارے علم کی طرف سے اتنے کورے تھے کہ تتھ (تاریخ) بھی بتا نہ سکتے تھے۔ پوتھی بچارنا تو قصّۂ دیگر ہے مگر پنڈت ہونے کے بعد مریدوں کی پوچھ گچھ سے نجات کہاں! زیادہ تر تاریخ پوچھی جاتی۔ اس مرحلے کو اُنھوں نے ڈھیلوں اور کنکریوں کے ذریعے سے طے کر لیا تھا۔

روز اُٹھتے اور ایک ڈھیلا ادھر سے اُدھر رکھ دیتے۔ پنڈت جی نے ڈھیلوں کے دو ڈھیر جو دیکھے تو مارے گھبراہٹ کے سب ڈھیلے ایک جگہ رکھ دیے۔

پنڈت جی کو اطلاع نہ تھی۔ کوئی تھم پوچھنے آیا تو حسب معمول پنڈت جی خلوت خانے میں تشریف لیگئے دیکھتے کیا ہیں کہ گنتی گڑبڑ گئی۔ اب کیا کرتے۔ مجبوراً سائل کے پاس گئے اور کہنے لگے سنو جی آج "گبڑ جوتھ" ہے۔

(۲) حسن بن صباح نے خواجہ نظام الملک کے مقابلے پر سلطنت کے سالانہ جمع خرچ تیار کر دینے کا چالیس دن کی مدت میں سلطان سے وعدہ کیا اور کر دکھایا دفتر مرتب ہو گیا چالیسویں روز حسن بن صباح نے اپنے غلام کی گردن پر لادا خود دربار میں گئے غلام باہر رہا۔ خواجہ صاحب دل میں جلے کہ ٹانگ برابر چھوکرے نے مجھے شکست دی۔ میں نے سلطان سے کہا تھا کہ ترتیب حساب میں دو سال لگیں گے۔ یہ مجھ سے بازی لیگیا۔ بس جھٹ سے باہر نکلے غلام سے دفتر چھینا اور سب ورق پنڈت جی کے ڈھیلوں کی طرح "گبڑ جوتھ" کر دئے۔ جب سلطان کے سامنے دفتر پیش ہوا تو حسن بن صباح کی سٹی بھول گئی۔ اُس زمانے میں صفحات پر ہندسہ اور نمبر دینے کا رواج نہ تھا۔ پاورقی کا (ورق سابق کے نیچے آئندہ ورق کے سرے کا لفظ لکھنا) رواج تھا بیچارے سلطان کے سوال کا جواب اپنے دفتر سے نہ دے سکے۔ خواجہ کی بن پڑی جوڑ لگا دیا: "خداوند مجھ سا تجربہ کار بڈھا جس کام کے لیے دو سال کی مہلت مانگے بھلا ایک نوخیز لونڈے کے ہاتھوں جسکے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے کیونکر چالیس دن میں انجام پا سکتا ہے! نتیجہ یہ ہوا کہ بیچارے حسن بن صباح ندامت کے مارے دربار سے بھاگ گئے۔

(۳) تیسرا واقعہ ان دونوں واقعات سے اہم ہے وہ یہ کہ (اودھ پنچ نمبر ۲ سنہ ۳۸ء میں) ٹوپیوں کے فیشن سے متعلق ایک کارٹون نکلا۔ تصویر کے حصہ سے جو واقعہ یوں مرتبط ہوتا ہے کہ میم صاحب نئے فیشن کی گورا رنگ ٹوپی کو اپنی صاف شفاف ٹوپی پر از راہ فیشن پرستی ترجیح دیتی۔ میاں سے کہا ایسی ہی مجھے بنوا دو

ادھر سے ہوا انکار تو میم صاحب روٹھ گئیں جھٹ پٹا روٹھنے کے آگے انکار کب ٹھہر سکتا ہے آخر بیچارے کو سوجھ گئی کچھ ہنرگری کی مدد اور کچھ اپنی ایجاد نے کام بنادیا روندی ہوئی ٹوپی میم صاحب کو مل گئی آئینہ کو رنگ "حسن کا بھڑوا" اور "خوشامدی" کہتے ہیں۔ موئی سر پر پہنچی گل پھولوں کا بھوت سر سے اُترا۔ گلے طوا ہو گئی اس تصویر کے نمبر صحیح یا کاتب کی غلطی سے رہ گئے۔ جن لوگوں نے وہ نہیں جانتے واقعہ سمجھنے کی کوشش کی اُنھیں "گبڑ جوتھ" اور حسن بن صباح کا دفتر یاد آ گیا۔ یہ ایچ سی کیا سمجھتے ہے۔ لاحول پڑھی ایک حضرت بیچ دل لگی کی ہے ۵/ پوسٹکارڈ خط لکھو" التماس ہے کہ بائیں طرف سے ابتدا کیجیے۔ ورنہ ہمیں عذر لنگ کرنا پڑے گا۔

وہ بات ہی کیا جو پلٹ نہ جائے

وہ لوگ تاریخ عالم سے بھی ناواقف ہیں اور دنیا کے طرز عمل سے بھی جو سیاسی آدمیوں کی زبان پکڑتے ہیں اجی بکا بندۂ دنیا وہی ہے جو زبان سے برعکس کام لے۔ مشہور ہے کہ خالد بن صفوان تمیمی خلیفہ ابوالعباس منصور کی خدمت میں آیا اتفاق سے اُس وقت خلیفہ تنہا تھا خالد نے کہا کہ حضور میں بے صبری کے ساتھ خلوت میں حضور سے ملنے کا مشتاق تھا بارے آج مراد بر آئی خادم کو حکم دیجیے کہ دروازہ بند کر دے تو کچھ عرض کروں دروازہ بند ہو گیا تو خالد نے کہا اللہ نے حضور کو سر وقت صاحب ملک و مال کیا ہے خدا کے فضل سے نفع نہ اُٹھانا ظلم ہے آج حضور چاہیں تو ایک سے ایک بڑھکر خوبصورت حسین جمیل عورت سے جوانی کا لطف اُٹھا سکتے ہیں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ حضور محض ایک ہی عورت پر قناعت کیے بیٹھے ہیں۔ خداوند نعمت سے

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کشیدہ قامت محبوب کے نظارے سے بالشتوں دل بڑھتا ہے۔ گورے گورے گالوں والی پر نظر پڑتے ہی اشتیاق کی آگ بھڑکتی ہے اُف: سانولی رنگت کی ملاحت! معلوم ہوتا ہے دونوں وقت ملتے ہیں۔ ارے غضب طائف دیا مسہ کی کنیزیں جنکے سرین ہاتھی کے مستک کو

غزالے جیسی آنکھیں جنمیں شعلہ برساں دل کو زخمی کرکے نیم بسمل کر دیں زبانیں ہیں کیا حاضر جواب ہیں۔ غرض خالد صاحب نے طبل بجا کر مختلف قسم کی عورتوں کے وہ شاہکار بیان کیے کہ خلیفہ صاحب مبہوت ہو گئے اور انھوں نے کہا خدا کی قسم آج تک میرے کانوں تک اس طرح کی صدا نہ پہونچی تھی۔

خالد کے جانے کے بعد بھی خلیفہ صاحب خالد کے سحر میں مبتلا خاموش بیٹھے رہے اسی اثنا میں ام سلمہ (زوجہ) وہاں آ گئیں اور انھوں نے دل گرفتگی کا سبب پوچھا چاہا تو خلیفہ نے الا پھر تمام قصہ حرف بحرف سُنا دیا۔ ام سلمہ سے خلیفہ نے عہد کیا تھا کہ دوسرا نکاح نہ کرینگے۔ خالد کی لگائی بجھائی پر اُنکو غصہ آیا بگڑ کے پوچھا تو کیا ارادہ خواری اور تشنگی کا ارادہ ہے۔ ارے کوئی ہے جاؤ اس بھڑوے خالد کو پکڑ لاؤ جہاں ملے خوب جوتیاں لگانا۔ میاں خالد اپنے گھر پہونچ گھر کی طرف جا رہے تھے کہ لینا لینا پکڑنا جانے نہ دینا کا غل ہوا۔ یہ سمجھے کہ خلیفہ کے آدمی نیک مشورے کا انعام دینے آئے ہیں مگر خیر کے جوتوں پر گڑیوں کا انعام جو برسنے لگا تو زرک دم بھاگے۔ وہ تو کہیے خیریت گزری کہ گھر کو اپنی جان عزیز تھی اسوجہ سے جان بچ گئی۔ ورنہ انعام جان لیکے ملتا۔ چند روز کے بعد خلیفہ نے خالد کو پھر طلب کیا۔ یہ ڈرتے ڈرتے گئے تخلیہ تھا اور ایک طرف پردہ پڑا تھا پردے کے اندر سے پوشاک کی کھڑکھڑاہٹ سُنائی دیتی تھی۔ آدمی تھے معاملہ فہم بھانپ گئے خلیفہ نے کہا ہاں اُس روز تم نے کیا کہا تھا۔

خالد۔ کچھ نہیں یہی عرض کیا تھا کہ انسان کو اپنی عفت محفوظ رکھنی چاہیے اگر قسمت سے ایک بی بی ملجائے تو دوسری کا حرام سمجھے!

خلیفہ: بہت ترے جھوٹے کی ایسی تیسی۔

خالد: یہ بھی عرض کیا تھا کہ دو بیویوں والا بھی بدنما ہوتا ہے تین بیویوں والے کی مٹی خراب ہوتی ہے آدمی کو سنہ یا میں کہ آ بال کی لتی ہیں اور چار بیویوں والے کو تو چار دانگ میں کہیں آرام نہیں ملتا۔"

خلیفہ: اے قرابت رسول کی بڑیے جو تو نے مجھ سے کہا تھا

خالد: اور سُنیے کیا میں نے عرض نہیں کیا تھا کہ زیادہ جورو رکھا کرنے سے آدمی لاغر ہو جاتا ہے۔"

خلیفہ۔ خدا سمجھے تجھسے جھوٹا کہیں کا ارے کیا تو مجھے جھٹلاتا ہے

خالد۔ تو کیا تو میری جان لیگا؟ یہی تو کہا تھا کہ وہ منی کو لا سردار۔ خدا کی عنایت سے گھر میں ایک بی بی حسین

جلد ۱۲ نمبر ۲۳

مضامین

۲۳ جون ۱۹۲۸ء

غزل

اُمید قیس کو ہو گی کسی کے آنے کی
بناجو نجد میں ڈالی ہے غسلخانے کی

تڑپ بھلا مرے دل کی وہ کیا گھٹائے گی
شبیہ اسکی جو ملتی ہے آدھ آنے کی

لگا یا ہاتھ جو اس بت نے کیل ہو ہی گیا
ہر ایک دانہ تسبیح رام دانے کی

بہت ہے خرچ طلب اسکی زلف کا سودا
کہ لنگڑی ہو گئی محتاج دانے دانے کی

گلی کے گاڑی سے اسکی نہ کیوں میں مر جاؤں
جنازہ پر یہی صورت ہو جب بلانے کی

یہ میری وصل کی عرضی پہ لکھ دیا اس نے
سکت بھی تم میں کمیشن کے ہے بلانے کی

کہا یہ اسنے جو زنداں سے میں نے کی فریاد
ہے مار مار کے عادت سہیں جلانے کی

کھلونے بھائی کے بچوں کو بھیجے گی لیلیٰ
خبث ہے قیس کو دسن خرچ کے گھٹانے کی

مگر اسکے کیا جرم عشق نے ان پہ
یہ بے سبب نہیں تبدیلی ہوا کے آنے کی

حوالے بل کیا خرچ سفر کا اے خفاش
یہ کہکے تم کو تو عادت ہے نانا ٹھانے کی

خفاش کرانی

اُمید ہی شمیم تسلی کا ہے سبب
اُمید ہی کے ہاتھ ہماری حیات ہے

قرینہ اور تجربہ وہ ایسے گرگ باراں دیدہ ہیں جو مستقبل کے متعلق ہمیشہ قیاسات کو کتم عدم سے عرصۂ وجود میں لاکر اُمید کے لیے عصاء پیری بنائے رہتے ہیں اور اُمیدہ صاحبہ بوصف ضعیفی دنیا کے قیام کا موجب تصور کی جاتی ہیں۔ ایسی حالت میں اُمید کی دستگیری کسی متنفس کو جلد مایوسی کا مُنھ نہیں دیکھنے دیتی۔

اُمید کی جواں سال سدا سہاگن ہمشیر (جسے عرف عام میں کوشش کے نام سے موسوم کرتے ہیں) اپنی خواہر مکرمہ یعنی بی اُمید کی پیشدست بن کے اکثر دمن کے بچے اُمیدواران کو انکے مقاصد میں کامیاب بھی کرا دیتی ہے۔ اگر کسی مرحلے کے طے کرنے میں اُمید رہنمائی نہ کرے تو بے شبہ کوشش کا قدم سست پڑ جائے گا اور ضعیف البنیان بشر کو بطور نتیجہ یاس کی چٹان پر مُنھ کے بل گرنا پڑیگا۔ بہر صورت اُمید کا جلوہ تسکین قلب کا باعث ثابت ہوکر کوشش کی رفتار کو تیز کرتا رہتا ہے اور زندہ دل انسان کو آخری وقت تک نامراد نہیں ہونے دیتا۔

حصول سوراج کی اُمید خواہ موہوم ہی کیوں نہ ہو مگر قرینہ و تجربہ اسکی بابتہ ہمارے دیرینہ قیاسات کو استوار کر کے اسباب موانع کی رونمائی کے باوجود ہمیں اسکا اُمیدوار بنائے ہوئے ہے اور دونوں بہنوں (اُمید اور کوشش) کی حوصلہ افزائی بحال اہل ہند کے مافی الضمیر کی ترجمانی میں یہ مصرعہ ہمارے ورد زبان کرا رہی ہے کہ۔ ع

بیدل نیم ہنوز بہ بینم چہ میشود

ابھی کچھ عرصہ قبل سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ لُو اور تپش اپنی شدت کے سبب گوشہ گوشہ سے الامان والحفیظ کا شور بلند کرا رہی تھی۔ آخرکار مشیت پروردگار مخلوق کے دود آہ نے ابر باراں کی شکل اختیار کی اور رفتہ رفتہ نزول رحمت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ چنانچہ موسم گرما کی آتش افشانی ختم ہوئی اور برسات کے روح افزا مناظر نظر آنے لگے۔ دستور قدیم کے مطابق چند روز کے بعد وہ سردی پڑے گی کہ جسکے قدرتی اثرات کو روئی اور دوئی بھی بمشکل دور کر سکے گی۔ غرضکہ

چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

کا مضمون صادق آئیگا اور انقلابات دہر کا نقشہ نگاہوں کے سامنے پیش کرے گا بی اُمید کا ارشاد ہے کہ جس طرح تکلیف کے بعد راحت اور رنج کے بعد مسرت کا ہونا لازمی ہے اسی طرح غلامی کے بعد آزادی کا حصول بھی غیر اغلب نہیں۔ علاوہ بریں موسمی حالت کا ردو بدل بھی قرینہ و تجربہ سے مماثل ہوکے ہمیں اُمید کے فرمان متذکرۂ صدر کا معتقد بنائے ہوئے ہے۔ اگر قانون قدرت و انقلاب زمانہ ہماری حمایت کرے اور موجودہ پابندیوں کو معدوم کر کے ہمیں حریت کی خوشگوار ہوا میں سانس لینے موقع عنایت کرے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی اگر کوئی صاحب علیہ ذکاوت سے میرے ان معانی پر وہمی قلعوں کی تعمیر کے متعلق غالب علیہ الرحمۃ کا یہ شعر کہ ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

پڑھنے لگیں تو ان کا خیال بھی حق بجانب ہوگا اور اسکی تردید اسوقت تک ناممکن ہوگی جب تک کہ زمانہ

بحکم جناب نواب سید محمد سلطان صاحب خان بہادر آنریری منصف پرگنہ شمس آباد بمقام شمس آباد ضلع فرخ آباد

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۴۱ سنہ ۱۹۲۸ء

بعدالت آنریری منصفی پرگنہ شمس آباد ضلع فرخ آباد

بابو رام شنکر ولد منشی کرپا شنکر قوم کائستھ ساکن شمس آباد محلہ جوگھرہ ضلع فرخ آباد .... مدعی

بنام

کپتان سنگھ ولد جیت سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع ... محال ... مزروعہ موضع بھرت پور پرگنہ جلال آباد ضلع شاہجہانپور مدعا علیہ ... چونکہ رام شنکر مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہٰذا تمکو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۷ ماہ جولائی ۱۹۲۸ء وقت ۱۰ بجے صبح کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعویٰ کی کرو۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر تمام دستاویزات ... اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۳ ماہ جون ۱۹۲۸ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم (انگریزی)
مہر عدالت
افتخار علی پیشکار

اسکے خلاف کافی مواد فراہم نہ کر دے۔

اس تمام ہرزہ سرائی وخامہ فرسائی کا ماحصل

دنیا بامید قائم

یا

ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ چونکہ دونوں حالتیں تشفی وطمانیت پہ مبنی ہیں اور یہی مدعا ومنشاء تحریر بھی ہے۔ اسلیئے کیا عجب کہ اس ہجری برسات میں ماہی بے آب بننے سے محفوظ رہوں۔

راقم شیر سنگھ شمیم ازگڑھی ضلع فرخ آباد

حاشیہ۔۔ واہ حضرت واہ مصنوعی امید کو زندگی کا سہارا بنانا آپ ہی کا کام ہے۔ ایسی امید سے نہ دنیا حاصل ہوتی ہے نہ دین۔ قانون قدرت کی دو قسمیں ہیں ایک میں انسانی ہاتھ نہیں دخل دے سکتا جیسے موسم کا تغیر دوسرے قوانین خود انسان کے اختیار میں دیے گئے ہیں۔ مفروضہ قوانین میں اصلاحی تغیر بھی انسان کی مرضی پر موقوف ہے۔ امر خیر میں توفیق الٰہی مددگار رہتی ہے اور فتنہ و فساد میں دور سے تماشا دیکھتی ہے ہندوستان جب سے فتنہ و فساد کا گھر ہوا اسوقت سے توفیق تماشا دیکھ رہی ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ نام چار کو مالک ایک ہوتا تھا اور مزے کرتے تھے سب۔ مگر یہ طرز تملک دنیا کو بقول بوا نصیبن کے "پھوٹی آنکھوں نہ بھایا" تو رواکے طرز پر سلطنت زرعی کی بنیاد ڈالی گئی۔ مدتوں یوں زندگی بسر ہوئی کہ بادشاہ کا انتخاب زور اعوام وخواص کے ہاتھ میں لیکن جب حضرت شاہ نے چڑھتے ہی گال کاٹا اور گال میں ہوئی سوزش تو پچھتائے اپنا کیا آگے آیا۔ فکر ہوئی کہ دارومدار کو چلیے سازشیں ہوئیں خون خچر ہوئے ہزار رسوائی ودشواری ایک بھائی صاحب معزول ہوئے تو دوسرے "سنگ زرد" مکتہ نشین۔ چند روز کے بعد یا توان کا بھی وہی حشر ہوا یا پھر انھوں نے بھی عوام کے مقابلہ میں "داؤ پیچ" پہ کمر باندھی اور کسی نہ کسی طرح اپنا عہدہ برقرار رکھا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ بادشاہ صاحب شطرنج کے پیر تنبیہ ہو گئے اور رعایا میں سے کئی بڑے بڑے کیا دمکار رقابو جی مالک کار بن بیٹھے یعنی ایک شیطان سے پیچھا چھوٹا تو ستر شیطان جان کو لپٹے۔ یہ طرز انتظام دنیا کو ضرر پہونچانے میں پہلے طریق کار سے کچھ کم نہیں مگر اسکا بگڑنا اور جلدی درست ہونا زیادہ مشکل ہو گیا یعنی کہ بغیر ہزاروں سورچہ بندیوں کے اسمیں تغیر ممکن نہیں یہ جمہوری نظم نہیں ہے یہ وہی ترشا ترق حرت

نیابت عوام کی ...

ہو گیا ہے عوام کی نیابت کا سزاوار صاحب سرمایہ

سرجان سائمن

لوح اصلاحات

نقش سنگین اصلاحات بطرز دقیانوسی

سرجان جنوں پیشہ بر سنگ نیز زمینہ

میگفت باندیشہ سنگ آمد و سخت آمد

۵

کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ انتخاب کے کمر توڑ مصارف وہی ادا کر سکتا ہے جسکی ہمیانی بوجھل ہو جسنے دوسروں کی محنت سے خوب فائدہ اٹھایا ہو جسنے روپیہ سے گھر بھر لیا ہو۔ جسکے وسیع کارخانے کھلے ہوں۔ جسکے قبضے میں ہزاروں ایکڑ زمین ہو۔ بھلا وہ بیچارہ جسکی جیب خالی ہو گھر اللہ میاں کی طرح کہیں نہو۔ مر رہنے کے واسطے بالشت بھر جگہ نہ رکھتا ہو۔ شام تک ایک وقت کی غذا کے دام محنت مزدوری سے ملتے ہوں کب نائب ہوگا اور کون اسے ووٹ دے گا۔ بہر حال قانون "تملک" کی ڈور جب تک چرخی پر نہیں چڑھتی اور پھر ڈول کی سیر کر رہی ہے اسوقت تک سوراج کا خواب دیکھنا فضول ہے ایسے مصنوعی امید سمجھیے۔ ذری ملکی جائزہ اٹھا کے دیکھیے ایک طرف تو رعیت پہ عمر اتما کرتے ہیں کہ وہ یوں رعایا کی گاڑھی کمائی کا پیسا ہوٹل والوں اور ہوٹل والیوں یا بازاریوں پر صرف کرتا ہے دوسری طرف انھیں خود مختاری سرمایہ داروں کے نام کے ساتھ "خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ" کی دعائیں نہ ختم کرتے ہیں۔ وہ چھینکتے ہیں تو یہ الحمد اسم کرتے کہتے ہیں وہ ..... دیتے ہیں تو یہ "صحت صحت" کی آواز بلند کرتے ہیں۔ ایک عربی شاعر سچ کہتا ہے۔

لوضرط الموسر فی مجلس

قالوا لہ یرحمک اللہ

او عطس المفلس فی مجلس

سبّ وقالوا فیہ واساہ

فضرط المفلس عرنینہ

ومعطس الموسر مفساہ

ترجمہ اسکا کسیقدر ادب کے خلاف ہے۔ بس یوں سمجھیے کہ شاعر نے غریب کی چھینک اور امیر کے ... زوماغ سوز کا مقابلہ کیا ہے۔ آپ کو واللہ خدا لگتی کہیے۔ مصدر باد مخالف کی اتنی تمجید تقدیس کیوں ہے؟ وہی متملکات کی دست اور سرمایہ داری کے سامنے "اللہ بھلا کرے" کہہ ہاتھ پھیلانے کی چاٹ۔ یہ دورنگی اور سوراج کا وظیفہ؟ اے حضرت سالہا باید کہ اہل قلم کے اخلاق درست ہوں ابھی "سوراج" خالی چند حروف کا مجموعہ ہے اسے شہد لگا کے چاٹیے۔ ان باتوں سے دل دکھتا ہے۔

اعلان

ہندوستانی اکاڈمی کو ایسے مترجموں کی ضرورت ہے جو بامحاورہ اردو ہندی زبان میں ترجمہ کر سکیں۔

مترجم اکاڈمی کے ملازم نہونگے۔ جو لوگ سائنس اور ادبی کتابوں کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں انکو نمونے کے ساتھ ۳۰ جون تک درخواست دینا اور شرائط طے کرنا چاہیے۔

جنرل سکریٹری ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد

دریں چہ شک

یہ حکایت تو بہت مشہور ہے کہ ایک صاحب نے بازار میں طوطی کا پنجرا دیکھا رگ حیوان نوازی و آثار دشمنی کو جنبش ہوئی چڑیمار سے پوچھا طوطی بیچو گے کہاں ہاں۔ دام پوچھے کہنے لگا سو اشرفی خوبی دریافت کی تو معلوم ہوا فارسی بولتی ہے۔ آپ خود باتیں کر لیجیے۔ خریدار صاحب نے پنجرا ہاتھ میں اٹھایا منھ کھڑکی سے ملایا۔ ہونٹ اور جیبھ کی شکل مشابہ کر کے چمکاری دی "بی طوطی تمھارا اصل سو اشرفی ہے" بی طوطی گردن جھکا دُم اچکا کے فرمانے لگیں "دریں چہ شک" امتحان ختم ہوا سو دام چڑیمار کی جیب میں گئے۔ بی طوطی جان نئے مالک کے گھر آئیں۔ فارسی بولنے کا جنون سر پر سوار تھا اگلی رو بدو گفتگو ہونے۔

مالک "طوطی چہ نام داری"

طوطی "دریں چہ شک"

مالک "خوب ست۔ چہ می خوری؟"

طوطی "دریں چہ شک"

مالک "خانہ ات کجا بود"

طوطی "دریں چہ شک"

مالک "دریں چہ شک۔ دریں چہ شک۔ بجز دریں چہ شک چیزے دیگر یاد نداری"

طوطی "دریں چہ شک"

مالک "اے خانہ خراب۔ گہ خوردم کہ ترا گرفتم"

طوطی "دریں چہ شک"

گو حکایت مذکورہ سے جو نتائج نکلتے ہیں انپر بھی نگاہ رکھنی چاہیے۔ طوطی کی اصلی زبان سے انسان واقف نہیں۔ دُنیا جانتی ہے کہ نقال جانور آوازوں کی نقل کرتے ہیں الفاظ کے معنی نہیں جانتے۔ "دریں چہ شک" فارسی جملہ ہے۔ چڑیمار اپنے اس دعوے میں صادق تھا کہ طوطی فارسی بولتی ہے۔ آنکھ بند کر کے سو اشرفیاں پھینک دینا اور طوطی کو ایک فارسی داں مصاحب سمجھنا خریدار کی عقل کا قصور ہے۔ چڑیمار اور طوطی دونوں مجرم نہیں۔ یا این ہمہ آخری سوال کا جواب بالکل صحیح اور برمحل ہے ایک سوئی فہم انسان بھی یہی جواب دیتا۔ اس قسم کے انسانی طوطیوں اور طوطی نوازوں سے دُنیا خالی نہیں۔ ہماری گورنمنٹ بھی ایک طوطی ہے زمانہ کے مختلف دستوں میں اسے ایک لفظ کوئی سکھا دیتا ہے اور وہ یاد کر لیتی ہے۔ چنانچہ ایک زمانہ میں اُستادوں نے اسے ایک رٹ سکھائی جو بات پوچھی گئی اُسکا جواب ملا "روس آتا ہے" جناب ہم فاقوں مرتے ہیں؟ جواب ملا "روس آتا ہے" اے حضرت تعلیم کیطرف نظر کیجیے جواب "روس آتا ہے" فالودے والا بولا تو روس آتا ہے انڈے والا بولا تو روس آتا ہے کوئی چھینکا تو روس آتا ہے۔ کوئی کھنکھارا تو روس آتا ہے۔ کسی کے یہاں بچہ ہوا تو روس آتا ہے۔ الٰہی خیر۔ بات یہ ہے روس کی دُم میں ریچھ کا ٹھوٹھن اور انگریزوں کی خام خیالی۔ آجکل انگلستان کا طوطی "بالشویک" بالشویک رٹتا ہے اور ہندوستان میں انگریزی طوطی "ہندوستانیوں کا نفاق" سر پٹکے بکا کرتا ہے آپ جانیے الناس علے دین ملوکھم ہندوستان کے طوطی بھلا اپنے اُستادوں سے حماقت میں کم تو ہیں نہیں انھوں نے بھی ایک بانگ سیکھی ہے جس اخبار کا غذ کو اٹھا کے دیکھیے حضرات نے چاہا تو ایک نہ ایک "سازش" کی بانگ۔ [illegible] کسی مندر کے دروازے پر گتا مرا ہوا دیکھا تو سازش مندر کے آگے گھڑی بجی ملی تو سازش۔ صاحب سلامت ہوئی تو سازش۔ جڑواں بچے ہوئے تو سازش۔ کیا مہنگا ہوا تو سازش۔ سستی ہوئی تو سازش۔ اسہال ہوا تو سازش۔ بھوک لگی تو سازش۔ ناک کٹی تو سازش۔ پائجامہ پھٹا تو سازش۔ دھوتی چری تو سازش۔ انھیں "دریں چہ شک" والوں کا خیال ہے کہ جناب یتیم الممالک سلطان ابن سعود خاں بہادر تعلقدار مکہ و مدینہ من مضافات مقبوضات فرنگ کے خلاف بھائی حاجی شوکت علیصاحب نے والی یمن سے سازش کی اُنھیں خط لکھا کہ جناب معلے القاب مہربان انسیت سے ضرور لڑو ہم تمھارے ساتھ ہیں ہماری کمیٹی تمھارے ساتھ ہے ہندوستان بھر کے مسلمان تمھارا ساتھ دینگے۔ اس بحث پر بڑے بڑے آرٹیکل لکھے جاتے ہیں "دریں چہ شک۔ دریں چہ شک۔ دریں چہ شک" کی صدا ہر پنجرے سے ملتی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ حاجی صاحب ان طوطیوں سے اس قسم کے سوالات کریں کہ "دریں چہ شک" کا مطلب و مفہوم انکے مطلب و مفہوم کے بالکل موافق ہو جائے۔ مثلاً طوطی جان۔ آیا من ہماں شوکت علی نیستم کہ بہ حجاز رفتم و حج کردیم؟ جواب ملیگا "دریں چہ شک"۔ دیگر از کردار ابن سعود رنج شدہ بہندوستان آمدم و علانیہ زبان بہجو او کشادم؟ جواب ملیگا "دریں چہ شک" خوب حالا بگو ہر کہ علانیہ ہجو او کند و تنقید و انتقام میخواہم کہ او بر بقاء حرمین شریفین تا یک نفس نماند آن را بہ سازش و دسائس چہ کار؟ جواب ملیگا "دریں چہ شک" پس خرے کہ بندر تہمت سازش می دہد گہ می خورد۔ جواب ملیگا "دریں چہ شک"

اگرچہ مضمون نگار حاجی بابا کی ذات سے زیادہ اعتماد نہیں رکھتا لیکن سازش کی ضرورت [illegible] وجود سے انکار میں حاجی بابا کا ہم زبان [illegible] سازش نیست [illegible]

دبانگ دہل می گوئیم کہ ابن سعود را نہ و از حجاز بیرون کنید۔ "یاراں بگوئید در ایں چہ شک"

والسلام۔

راقم ــــــــــــــــ

استاد ازل

قانونی مسئلہ

سنی سنائی گواہی

کیا فرماتے ہیں مسٹر پنچ بہادر دامت کیسے جنرل اس قانونی مسئلہ میں کہ بالفعل ہمارے عشق و محبت کا مشاق نے ایک نرالا ڈھنگ تجویز کیا ہے یعنی بیٹھے بیٹھے تارگھر میں ٹیلیفون کیا کہ رشتہ الفت کی طرح فلاں نمبر ہمارے آلۂ تسامع کا پیوند کردو۔ ادھر سے آواز آئی ادھر پیاروں نے چونگا ہاتھ میں پکڑا اور لگے وہیں سے خرمستیاں جتانے۔

"آپ کہاں ہیں؟ کدھر سے بول رہے ہیں"

"پیاری میں ہوں تمہارا عاشق جاں نثار کشتۂ ہجر۔ واللہ برا حال ہے"

"لعنت خدا کی مردود ہوش میں آ تو کون ہے؟"

"ہائے جانِ من کیسا نام کیسا نشان بس عاشق ہوں عاشق۔ یہی کافی ہے۔ اُف سے

مرتا ہوں ترے ہجر میں اے یار خبر لے
مونڈھے سواری کے لیے اسپ خر لے

"میں کہتی ہوں کمبخت شامتوں نے گھیرا ہے آ تو سہی سامنے"

"پیاری جانے دو غصہ نہ کرو غریبوں پر ظلم نا روا ہے۔ ہائے نہ ہوئیں سامنے وہ پہنچ پہنچ کے پیار کرتا کہ گلاب کی پنکھڑی سے ہونٹ سوسن ہو جاتے نیل دیکھ کے لوگ سمجھتے کہ ابھی تک ایشیائی زینت کی قسمت کا ستارہ اوج پر ہے جب تو مسی اس لب نازک کے بوسے لیتی ہے۔ ہاں ہاں گالیاں دو عاشق جب تک گالیاں نہیں کھاتا پیٹ نہیں بھرتا

قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست
بوسۂ چند بیامیز بہ دشنامے چند

ذات کمبخت بیسود ہو چونگا ہم سے لاکھ درجہ اچھا ہے کہ تمہارے دست نازک میں تو ہے۔

"او موئے فارتی۔ خدائی خوار۔ حرامی۔ اپنی اماں بہنا سے ایسی باتیں کرنا۔ جا کے بہنا کا منہ چوم۔ خبردار جو اب کبھی ایسی حرکت کی"

"میری دلبر۔ اماں بھی تم پر نثار بہنا بھی تم پر صدقے۔ اب تو سب کچھ تم ہی ہو"

"ارے تجھے ہیضہ کھائے۔ بلاتی ہوں پولیس کو"

"جانی ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ بلاؤ۔ ہتھکڑیاں کسواؤ۔ تم نے یہ کیا واہ۔ مجرم ہوں اور عشق کا مجرم ہوں لا نشتر قسمت کہ تمہارے حکم سے پابہ زنجیر ہوں۔ رسوا ہوں تشہیر ہوں"

"ارے تو جا شور کے بچے بلاتی ہوں تو تیرے باپ دادا نے شوہر کو"

"آہ کیا ابا گھر میں ہیں؟ تو اُن سے کہہ دو۔ تمہارا بیٹا مزدکی (مجوسی) مذہب میں چلا گیا۔ اماں کا عاشق ہے۔ اور اگر بھیا لینے تمہارے صاحبزادے اسکول سے آ گئے ہوں تو اُن سے بھی کہہ دو کہ تمہارے بڑے بھائی یعنی عاجز عاشق نے تمہیں بہت بہت پوچھا ہے"

اب بی صاحب انگاروں پر لوٹتی ہیں مٹھیوں سے مونڈھے بناتی ہیں منہ پیٹتی ہیں مگر کیا بنا سکتی ہیں چونگا ہاتھ سے پھینکا میاں کو بلایا محلے والوں کو جمع کیا پولیس میں رپورٹ کی تار گھر سے نمبر پوچھا شہر بھر میں تلاطم مچا دیا۔ خفیہ تو جیسے مخبر ہو گئے چھوڑے کہ عاشق گستاخ کا پتا لگائیں۔ نتیجہ ٹائیں ٹائیں فش۔ خدا جانے کون تھا۔ دوسرے وقت پھر گھنٹی بجی فیشن ایبل مسماۃ جن کا کھانا بغیر ٹیلیفون کے مشکل سے ہضم ہوتا ہے خود نہ گئیں تو صاحبزادے کو بھیجا کہ دیکھو تو کون کیا کہتا ہے اور تمہارے ابا کو پوچھے تو کہہ دینا کہ یہیں تھے ہیں۔

صاحبزادے گئے۔ آپ کون صاحب ہیں؟ کیا؟ جی ہاں تشریف رکھتی ہیں۔ پھر فرمائیے۔ وہ کام میں ہیں مجھے آپ کی بات سننے کا حکم دیا ہے......

کیوں؟ وہ کونسی پرائیویٹ بات ہے جو میں نہیں سن سکتا...... اچھا میں اُن سے عرض کرتا ہوں۔

غالباً اُنھیں فرصت نہیں۔ وہ فرما رہی ہیں تمہیں بلاتا ہے۔ گر شکوہ۔ وہ کوئی عجیب آدمی ہے کہتا ہے میں تمہاری ماں کا عاشق ہوں۔ دل کا بادشاہ اُنھیں سے کہونگا آہ کاش تمہاری طرح میں بھی تمہاری ماں کے پیٹ سے نکلا ہوتا بلا سے خورد ہی سمجھ کے تمہاری ماں مجھے پیار کرتی۔ میں ان جملوں کے معنی نہیں سمجھتا۔

مرلا نا پنچ۔ واللہ غضب ہے ایک شریف بی بی فیشن ایبل آزاد اور تعلیم یافتہ سہی لیکن ہے تو شریف کمبخت اپنے دل میں کیا کہتی ہوگی مارے غصہ کے گھٹ گھٹ کے رہتی ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ آزاد خیالی تعلیمی حیا کی وبے پردگی کی بدولت سیکڑوں عاشقوں کی زبان سے اشتیاقی جملے سن چکنے کے بعد یہ ایک معمولی سی بات ہو جانی چاہیے۔ تاہم عنوان بالکل مختلف ہے۔ کہاں ایک مہذب موقع شناس خوش رو ہم نوالہ ہم پیالہ دوست کا چپکے چپکے درد دل کہنا آنکھوں میں آنسو بھر لانا ہونٹ دانتوں سے دبانا سسکیاں بھرنا قدموں پر گرنے کا احرام باندھنا اور کجا یہ صاف صاف جملے جن سے قائل کا موقع وطرز ادا چہرے کے تغیرات۔ دل کو موم کر دینے والی مظلومیت سچائی کے سُروں میں ڈوبا ہوا لہجہ مخاطب کے برق حسن سے تمتایا ہوا بشرہ، غرض جان کا حقیقی انفعال کچھ بھی ظاہر نہیں۔ کوئی آوارہ گرد بدمعاش ہے جو مفلسی زناکاری میں مبتلا ہے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ خیر یہ جہنم سمجھ لیجیے کہ لونڈیوں نے انعام کے لالچ اور کھلی بازی پولیس والوں نے دو طرفہ رشوت کی چاٹ سے کسی اصلی یا نقلی مجرم کو پھانس لیا اور مقدمہ کی کھلی جھوٹی سچی گواہی کے سوت اور انمل بے جوڑ ٹکڑوں کے پیوند سے لیس ہو کر مجرم کے متاع آرام پر دن دہاڑے پڑ گئی تو کیا مدعیہ کی گواہی شل عینی شہادت کے از روئے قانون مقبول و منضبط ہوگی؟ حالانکہ اس گواہی میں بجز آلہ سماعت کے اور کسی آلہ کو سوئی کے ناکے برابر بھی دخل نہیں۔

مدعیہ جو کچھ بیان کرے گی وہ سنی سنائی بات ہوگی کسی کو کچھ کہتے اسنے کب دیکھا؟ آج کل مشہور ہے

بھائی ارون (انگلستان)

میاں ارون (ہندوستان)
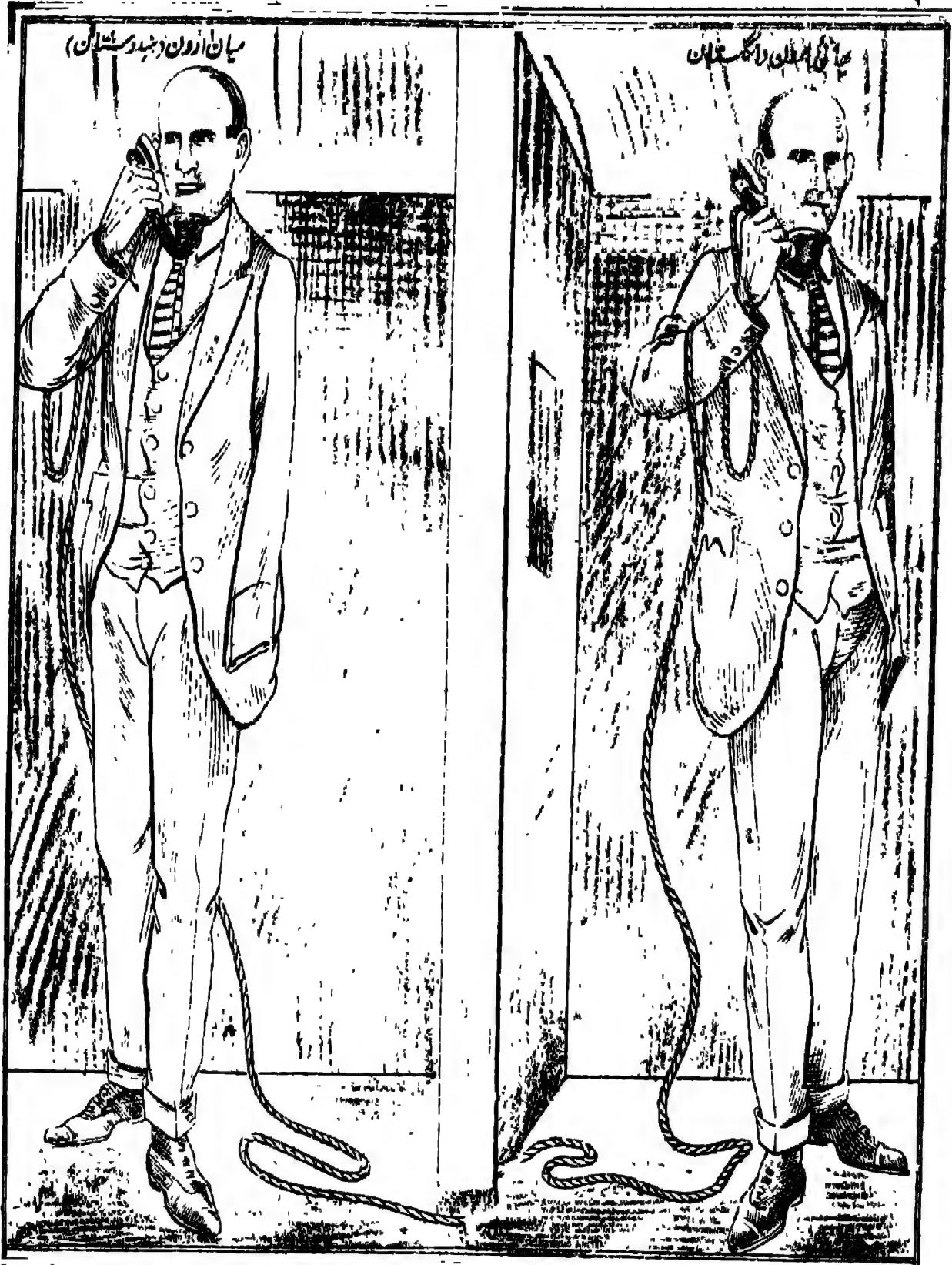
مکالمہ و مخابرہ بہ نفس

بھائی ارون ”جدید اصلاحات کے متعلق...... ہاں! پھر میں بھی تو انگریز ہوں.... بیشک قومی فائدہ ملحوظ رہنا چاہیے“

میاں ارون ”پھر جو تم کہو...... ہندوستانیوں کا تلون..... ہوا تو خراب ہے...... سدھر جائیگی..... زمانہ نزدیک ہے“

کہ ایک موجد نے فوٹوگرافی کا ٹیلیفون کے ساتھ کیا ہے کہنے والے سننے والے دونوں کے چہرے کے حدود منہ سے نکلی ہوئی بھاپ کے گھوڑے پر سوار ہو جاتے ہیں اور عکس جم بیٹھتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو خیر ورنہ پولیس کا کچا قانون محض آوازکی مشابہت کے حیلے سے بے گناہوں پر بھی اسیطرح چوٹ کر بیٹھے گا جسطرح کہ اصلی مجرم پر بلکہ اصلی مجرم کی تشخیص میں بڑی دشواری ہوگی۔ آپ کو واللہ یہ نہ سمجھیے گا کہ بندہ وزنامی تفطلی (جو ایک نئی قسم زنا ہے) کا مؤید ہے حاشا نہیں کلا نہیں بندے کو ایسی مظلومہ سے پوری اور دلی ہمدردی ہے جو نہ سننے والی باتیں سنتی اور دانت کٹکٹا کے رہ جاتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی اگر وہ موذن مجھے مل جائے جو خواہ مخواہ کی مستی اور اپنی اصالت دکھاتا ہے تو گمنت کے کانوں کے پردے پھاڑ ڈالوں کہ جواب کے لطف سے ابد الآباد تک محروم ہو جائے۔

داق۔۔۔۔۔۔۔۔م

کان گنہگار ہیں

منطق آرا بیگم بنام ڈاکٹر شیخ حبیب اللہ

نمبر ۳

شیخ جی۔ تمہارے قلم کے پاؤں میں بھی چلنی بلی بندھی ہوئی ہے نگوڑا کسی طرح نچلا نہیں بیٹھتا۔ میں عورت ذات ہو کے بات ٹال گئی اور وہ سمجھی تھی کہ یعنی ہوگا بندہ لبشر ہے بحث کی بیکار اور فضول رقموں تک شیخ جی کی عقل نہ پہونچی اُنکے بارے میں کچھ نہ منھ سے پھوٹے۔ گھنگھنیاں بھرے بیٹھے رہے کیا ڈاکٹری کی حمایت اور طب کی عداوت کے مسئلے میں بھی چپ سادھ لیتے۔ زبان کو کو نہیں لے گئی۔ بول اُٹھے تو بول اُٹھے۔ مگر تم نے تو بیچارے کوری سدھولی والے کو خط پر خط لکھنا شروع کر دیے۔ شاید تم اپنے دل میں سمجھتے ہوگے کہ ملکی کونسل کی محفل بھی محمود آباد کی کوئی صحبت ہے جہاں تمام متوسلوں سے تمہاری بات بالا رہتی ہے۔ شیخ جی اگر یہی سمجھے ہو تو غلط سمجھے۔ محمود آباد کی ریاست غلط بخشی کی صفت میں بہت شہرت رکھتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ حماقت کا عیب کونسل میں بھی ہے اور ریاست میں بھی مگر دونوں حماقتیں ایک ہی طرح کی نہیں ان میں فرق ہے۔ کونسل میں تم ووٹروں کی حماقت سے پہونچے ہو۔ مردم شناسی کی صفت سے ووٹر کورے ہیں اور خدا سلامت رکھے حکومت کو ابھی بہت دنوں کورے رہیں گے کیا معنی کہ ووٹروں کا بڑا حصہ گنوار ہے جاہل ہے۔ دوسروں کے بس میں ہے۔ اپنی رائے کا مالک نہیں وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کونسل کس جانور کا نام ہے۔ مہذب ملکوں میں کوئی ووٹ کے حق سے محروم رہے تو جان دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے یہاں ووٹ دینا لوگوں پر شاق ہے مارے باندھے کا سودا سمجھتے ہیں۔

> ## اعلان تعطیل
> حسب دستور قدیم ۳۰ رجون کا اودھ پنچ بوجہ تعطیل عاشور محرم الحرام شائع نہوگا ناظرین تقاضا نہ فرمائیں آئندہ پرچہ ۷ر جولائی کو اپنے وقت پر نکلیگا فقط
> "منیجر"

ایسی حالت میں اُنھوں نے تمھیں انتخاب کیا تو خیر ہوگئی غلطی۔ اور دوسرا حصہ بھی جو کسیقدر سمجھدار ہے اسی وبا میں مبتلا ہوگیا تو ہوگیا کیا کیجیے ؎

آگیا جی اجی وہ جی ہی تو ہے

۲۳ر جون کے ہمدم میں بندی نے تمھارا تیسرا خط پڑھا اللہ جانتا ہے پڑھ کے اتنی ہنسی آئی کہ زیر ناف درد ہونے لگا۔ جہاں تک سر رام پال سنگھ کے شدھی اور سنگٹھن بازی کا بیان ہے وہ ہے تمہارے اور اُنکے آپس کی گفتگو۔ راجہ خود ہی جواب دینگے مگر تم نے یہ بات کیوں مان لی کہ قدرتی علاج بہترین طریقہ علاج ہے "شیخ جی صاحب ایلوپیتھی قدرتی طریقہ علاج نہیں ہے ایک اکیلے ویدوں اور حکیموں کا یہ قول نہیں۔ ہومیو پیتھی بھی اسی کا رونا روتی ہے اور غسلیہ پیتھی کے موجد ڈاکٹر لوئی کوہنی بھی اپنی کتاب کے دیباچے میں یہی رونا روتے ہیں ایسی تیز دوائیں ہیں کہ اگر ایک بوند کنوئیں میں ڈال دو تو سارا شہر زنانا غسل ہو جائے۔ قدرتی طریقہ علاج سے واسطہ نہیں رکھتیں طبیعت کی مرضی کے خلاف نشتر بھونک دینا قدرتی طریقہ علاج سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ قدرتی طریقہ علاج کی پہچان یہ ہے کہ جس طرح بیماری پیدا ہوئی ہے اسی طرح طبیعت اُسے نکال پھینکے دواؤں کا جوہر نکال کے اگلے طبیب اور وید استعمال کراتے تھے اسی طرز کی نقل ایلوپیتھی میں کی گئی مگر آخر حکیموں نے یہ طریقہ مضر اور محتاج احتیاط سمجھ کے چھوڑ دیا اصل دوا کے جوشاندے خیساندے پلانے لگے کہ جڑی بوٹی کی ہیئت میں زیادہ پھیر بدل نہونے پائے اور وہ اپنی اصلیت سے زیادہ دور نہ ہو جائیں۔ حکیم اور وید جبتک بیماری سے ہار نہیں جاتے اُسوقت تک دواؤں کے جوہر یا معدنی چیزیں بیماروں کو نہیں دیتے طبیبوں نے ہمیشہ یہ دعویٰ کیا کہ "طبیعت مدبر بدن ہے اور طبیب طبیعت کا خادم ہے" برخلاف اسکے ڈاکٹر طبیعت کا دشمن ہے وہ پھوڑا پکنے کا انتظار نہیں کرتا نشتر بھونک دیتا ہے۔ ایسی زہریلی دوائیں کھلاتا ہے جنکی خوراک انسان کے جسم کو نہیں لگی۔ جہاں طبیب املتاس اور شاہ پسند دیتا ہے وہاں ڈاکٹر کیلومل (پارے کا مرکب) ٹھونستا پھینکتا ہے درحقیقت طبیبوں نے جو ہڈی پھینک دی تھی آج ایلوپیتھی اُسے چوس رہی ہے۔ شیخ جی یہ تمہاری سمجھ کا پھیر ہے تم بیچارے کیا جانو کہ طب نے کتنے پلٹے کھائے۔ اس بیچاری کی طرف سے پردیسی حکومت نے جو منہ پھیر لیے کوئی مدرسہ نہ رہا کوئی کتاب خانہ باقی نہیں کوئی شفا خانہ ہاتھوں میں نہیں تجربہ کی کھڑکیاں بند۔ معاش کی راہ میں خطرے۔ امیر امرا حکومت کے غلام جدھر اسکا رخ پھرا اُدھر قطب نما کی سوئی کی طرح پھر گئے۔ اس بے تعلیمی اور بے غوری کی حالت میں قدرتی طرز علاج کا تجربہ

دیکھیے کہ برابر بیمار انکے ہاتھوں شفا پاتے ہیں۔ وہ طبیعت کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے کسی مریض سے یہ نہیں کہتے کہ منھ پر تکیہ رکھ پڑ رہو دروازے بند کر کے چپ چاپ پڑا رہ گھونٹ جاپ نہ نکلنے پائے خبردار کسی سے ملاقات نہ کرنا بولنا چالنا ملنا جلنا مطلقاً موقوف۔ کوئی بیماری ہو دودھ پیے جا۔ خیر ہوا بیچارہ بھلا یہ قدرتی طریقۂ علاج ہے؟ ہومیوپیتھی والوں نے امریکہ میں اتنی ترقی کی ہے کہ وہاں کوئی ڈاکٹر ایسا نہیں جو جانتا ہو اس میں کا ایک فرقہ صرف بارہ دواؤں سے تمام بیماریوں کا علاج کرتا ہے دوا کی مقدار اتنی خفیف ہوتی ہے کہ خورد بین سے بھی سُجھائی نہ دے۔ چیرپھاڑ کا کہیں ذکر نہیں بیمار خانوں میں کھلانے کا انتظام حسب دوا طبیعت کے موافق دیے کے مریض کو چھوڑ دیتے ہیں۔ انھوں نے ہومیوپیتھی کی تمام سائنٹفک اصول پر لات بھیجی اور بارہ دواؤں کے بھروسے پر دھونی رما کے بیٹھ رہے وہ تمھارے نزدیک سائنٹفک اصول کے پیرو ہیں اور یہ ہمارے طبیب اور وید جن کی کتابیں گئی گزری حالت میں بھی گن کے دیکھو تو ہومیوپیتھی کی کتابوں سے ہزار گنی زیادہ ہیں سائنٹفک اصول سے لگاؤ نہیں رکھتے تم نے جس غسلیا پیتھی کا ذکر کیا ہے یہ بھی اسی طب کا صدقہ ہے جسکے تم دشمن ہو۔ استحمام کا دستور میاں لوئی کو بھی اپنے باپ کے گھر سے نہیں سیکھے تھے۔ ہمارے کا طریقہ آج ایک ادنیٰ نائی بھی جانتا ہے جسکو قسمت کی خدمت حکیموں کی طرف سے سپرد ہوئی لوئی کو بھی کے ہاتھ استحمام کی ایک ہی قسم لگی بیچارا نطول آبزن بھپارا، تبخیر، تکمید اور خدا جانے کتنی قسمیں آج تک برتی جاتی ہیں۔ اور کتنی دوائیں اور کتنے نسخے موجود ہیں۔ ایک سے نفع نہ ہو تو دوسرا نسخہ استعمال کر کے دیکھو ہومیوپیتھک یا ایلوپیتھک ڈاکٹر جو دوائیں استعمال کرواتے ہیں اگر تمھیں نینی تال کی ہواخوری سے فرصت ہو تو انکی فہرست ہاتھ میں لو جو فیصدی پانچ سے زیادہ نئی دوائیں کر دو سو روپیہ صرف کرنے اور مہینوں سے بہا لکھو رہے اور ہزاروں جانیں تجربہ میں

تلف کرنے کے بعد میسر آئی ہوں تو میں اپنا نام بدل ڈالوں۔ اُس دن سے منطق آرا بیگم نہ کہنا۔ تمھارا یہ کہنا بالکل واقعہ کے خلاف ہے کہ بدہضمی کی شکایت ڈاکٹر کے پاس لیجاؤ تو وہ کہے گا کھانے کے درمیان پانی مت پیو۔۔۔ اگر سچ مچ وہ یہی کہتا ہے تو اُسمیں اور تم میں کوئی فرق نہیں اسلیے کہ بدہضمی کا ہمیشہ ایک ہی سبب نہیں ہوتا۔ پانی پینا اور نہ پینا غذا کی نوعیت پر منحصر ہے۔ انسان کی بنائی ہوئی غذاؤں کی اکثر قسمیں ایسی ہیں جنکے ساتھ پانی ضرور پینا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب اگر سب غذاؤں کو ایک ہی لاٹھی ہانکتے ہیں تو بس قدرتی طریقۂ علاج کا خدا حافظ۔ قدرتی غذائیں جنکے بنانے میں انسانی عقل اور نہ کاریگری کو دخل نہیں اُن کا حال بھی مختلف ہے۔ شیخ جی تم تو لال بجھکڑ سے بھی عقل میں کچھ بڑھے چڑھے ہو۔ جنھوں نے مینڈک دیکھ کے کہا تھا ارکا کن کا دانہ ڈالو تک ہے تو امرود نہیں تو پھر سو لسوس ہاتھی ہے۔ شیخ جی تم ہو سکتے ہو کہ سائنس دانوں نے جنا نو دن کو دیکھ کر ایسی جڑی بوٹیوں کی ماہیت

معلوم کی اور جہاں کہیں بھی کسی بوٹی کو مفید مطلب پایا فوراً اسکو کام میں لانا شروع کر دیا؟ یہ کس کا ذکر ہے؟ کون سائنس دان؟ کیا اگلے زمانہ میں سائنس دان کوئی نہ تھا؟ یا انھوں نے قدرتی زندگی کا مطالعہ حال کے ڈاکٹروں سے کچھ کم کیا تھا؟۔

شیخ جی عقل کی ہدایت کا فیض ہمیشہ سے جاری ہے یہ دوسری بات ہے کہ تم اپنی ذات میں تمام قوتوں کو جو قدرتی ہیں انگریزوں کا طفیل سمجھتے ہو۔ تمام دنیا جاہل اور نا شعور تھی گھامڑ دھی۔ تجربہ جتنا پرانا اور دوسروں کے عمل میں آیا ہوا ہو اتنا ہی مضبوط ہوتا ہے۔ ایک طبیب بیمار کا پیشاب بند ہونے پر حکم دیتا ہے کی مینگنیوں کا لیپ زیر ناف کرواتا ہے ایسی ادنیٰ اور حقیر چیزوں سے کام نکالنے والے کی تعریف کرنی چاہیے بھلا خیال تو کرو کیونکر اُسکا ذہن مینگنیوں کی خاصیت کی طرف منتقل ہوا؟ اے ہے مجھے بہت لکھنا تھا مگر کیا کروں کاغذ نگوڑا ختم ہو گیا!

اچھا آئندہ دیکھا جائے گا ؎

اچھا کیا جو آپ نے باندھا ہے ہم سے بیر
جیتے رہے تو سمجھینگے اور مر گئے تو خیر

راقم

منطق آرا

طبیب۔ کابوس۔ مانیا۔ رعونت۔ حمق۔ مالیخولیا پرانے امراض ہیں۔ جب ایارج فیقرا مفید ہے

وید۔ اونماد۔ سنپات۔ اپسمار ؎

یو کھر مول کا سنیل لیجو۔ کاکڑا سینگی کٹکی ویچ۔ دار کلونجی اور جو اسنو چورن کرے میں اگو لنسو

شیخ جی۔ غضب میں جان ہے ؎

یہ کیوں کہا کہ دعوئے الفت مگر غلط؟

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۔۔۔ کی جلدیں ۔۔۔ ملتی ہیں بابت فروخت ۔۔۔ شائقین جلد طلب کرلیں قیمت فی جلد ۔۔۔ محصول ڈاک

(۲) جلد ۔۔۔ کے وہ نمبر جن نمبروں میں نشاط پرداز کے بہترین ۔۔۔ مضامین ۔۔۔ طلب کرلیں ۔۔۔ فی جلد ۔۔۔ محصول ڈاک ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگون کی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے اُبتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر شاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا ۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے ۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا ۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے ۔ قیمت پانچ روپیہ ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار ۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شاعری جزو لیست ادب منیری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شیرین بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے مابعد زندگی المسمی بہ مصرف رشید مع انتخاب مرثیہ و رباعی و قصیدہ و غزل و سلام وغیرہ مرتبہ سید آقا مہر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ایک ممتاز رکن تھے قیمت علاوہ محصول ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سیاحتِ ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجیب و غریب نظم ہے جسے ۔۔۔ فائدہ اُٹھایئے ۔ قیمت فی جلد ۔۔۔

ٹکٹ بھیجیے یا وی پی اور منی آرڈر روانہ فرمایئے

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) دو روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا ۔

(۲) ۔۔۔ سے زیادہ ۔۔۔ ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کردیجائیگی

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی ۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا ۔ ۔۔۔ ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا ۔

علاوہ خاص حالتوں کے پُرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے ۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 783

OUDH PUNCH

جلد سیزدہم ۱۹۲۸ء

LUCKNOW 1928 WEEKLY

जिल्द नं: १३

ہفتہ وار باتصویر ظریف

اودھ پنچ لکھنؤ

अवध पंच अखबार लखनऊ

MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES.

क़ीमत पेशगी		قیمت پیشگی	
सालाना	५	سالانہ	صہ
छःमाही	३	ششماہی	سے
तिमाही	2	سہ ماہی	عمار

M. H. Khan Artist

ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپکر شائع ہوا Dogaman Lucknow

قیمت فی پرچہ ۲

جلد ۱۳ نمبر ۲۴

مضامین

۷ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء

روح تخیل

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کہنے لگے کہ ہم بھی شاعر ہیں اور ہمارے منھ سے بھی اُسی طرح شعر پہ شعر بے ساختہ نکلتے ہیں جیسے بلاتصنع غصہ میں گنواریوں کی زبان سے پیچھے دار گالیاں کا الہامی کلام ۔بس آمد ہی آمد ہے کہیں آورد کا نشان نہیں ۔معنی مطلب کی درستی کا جھول پالنے والے کوئی اور ہونگے ۔ آجکل کے مطلق العنان شعرا شہرت کی ہوس اور مسخرے دوستوں کی مصنوعی تعریفوں کے اسرار پر عاشق ہوکر میدان سخن میں قدم رکھتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ شعر میں بلند پروازی ایسی ہونا چاہیئے کہ دوسرا وہاں تک نہ پہونچ سکے ۔ اجی وہ شعر ہی کیا جو کسی کی سمجھ میں آسکے نرالی ترکیب سے فارسی اور عربی کے غیر مانوس الفاظ جمع کردو ۔ اور مونچھوں پر تاؤ دے کے لکھ دو اپنے نام کے ساتھ خلاق سخن مصور معنی بہزاد ادب ۔ ولی دکنی کے زمانہ سے اسوقت تک خدا جانے کتنے شاعر گذر چکے ہیں اُنھوں نے ربط لفظ و معنی کی تلاش میں عمر بے فائدہ گنوائی ۔ اب وہ رنگ پرانا ہوگیا اگر ہم اُسی ڈھرّے پر چلتے رہے تو پھر کمال ہی کیا ہوا ۔ ہمارے دوست حضرت خسرو کا کوری بیچارے بھی لکیر کے فقیر ہیں یعنی بامعنی شعر کہنے کا سودا ان کو بھی ہے ۔ بارہا اُن سے کہا کہ خداوند ادب لطیف یعنی حال کے رنگ میں بھی قبائے سخن کو ذوب دیجیے ۔ کہنے سُننے سے ایک غزل اور ایک قطعہ عنایت فرمایا ۔ نظم کا سہرا تو انکے سر رہا نثر کی بانگی بندہ دکھاتا ہے ۔ اُنکی نظم ملاحظہ ہو اور بندہ کی نثر ۔ اجی واللہ قلم توڑ دیے ہیں دشمن حسد کے مارے داد نہ دیں ۔ تو نہ دیں ۔ خدا مولانا نیچ کو رکھے وہ ضرور ہمت افزائی فرمائینگے ۔ ذری غور فرمائیے نظم ہے کہ باصطلاح حال ؛ جذبات کا موجیں مارتا دریا ، کیا مجال غالب کی جو اس انداز کی طرف منھ کرجائیں ۔ اجی توبہ ۔ حضرت ناظم کا دعویٰ ہے اور واللہ سچ ہے کہ اس کلام کی طرف معنی و مطلب نے توجہ کی تھی مگر شاعر نے آنکھیں جو دکھائیں تو دم دبا کے بھاگے رسائی نہو سکی ۔ کہاں ہیں وہ عظیم الشان شاعر کس کونے میں ہیں وہ شکوہ الفاظ کے قدر دان ۔ کس طرف ہیں وہ بلند پروازیوں کے جان نثار سیاب وشی چھوڑ کے متوجہ ہوجائیں ۔

غزل

ہم کام آگئے تو ہوا کام بیخودی
صبح فنا ہوئی ہے ابھی شام بیخودی

نظارۂ جمال کی تاب و تواں کسے
حیرت نے کرلیا ہے سرانجام بیخودی

وابستگی ہے عاشق کے رن کٹ گئے غرض
کچھ مشغلہ جنون کا کچھ کام بیخودی

ہے ساتھ ساتھ منزل مقصود نہ پا
اس سرزمیں کی چال نہیں گام بیخودی

انجام اشتیاق فراواں ہے گریہ خیز
دینے لگے ہیں وہ بھی اب الزام بیخودی

وہ وعدۂ کرم بحجاب نگاہ مست
تلقین عقل و ہوش بہ یک جام بیخودی

افسوہ دل کو خسرو عہ .... عدہ آرہا مصرع پڑھا

لاؤں کہاں سے شورش ایام بیخودی ‏ نہیں گیا ۱۲ کاتب

قطعہ

اے لوخار خم مخزن خمار
تیرے اوپر ہے زندگی کا مدار

تجھکو تبلیغ رحمت لبریز
مجھ کو تشدید عاقبت درکار

کہکشاں زمہریر ۔ نا معلوم
گلستاں آفتاب گوہر بار

منزل رخنۂ بلا انگیز
ایک سے ایک کی ہے یہ گفتار

میں ہوں تسنیم منحس کبریت
تو ہے افلوس مقصد زنار

میں ہوں سر جوش تشنۂ جاموش
تو ہے کیا بو دماغ موسیقار

الغرض مجمع مطابع میں
گفتگو ہو رہی تھی آخر کار

یعنی تشویش شعشعۂ مقسوم
اس جہاں میں ہوا ہے دل آزار

کون تھا جس نے تیغ کھینچی تھی
کون تھا حامل زنخداں تمار

یہ بھی اک روز ہونے والا تھا
اس طرح سے مفاصل انوار

اب کہاں ہے نخاع بطلیموس
اب کدھر ہے مزابل دیار

سرد بانار ہوگیا اُن کا
جن کو تھا قصر جنیبۂ خونبار

آبرو قلزم طلسم کی
ہوگئی ہے حکایت اک طومار

اس پیسے روشنی نے زور کیا
جس سے ظاہر ہے گرمی بازار

یہ جو الفاظ ہیں تو لاثانی
یہ جو قطعہ ہے قطعہ گلزار

غور کیجیے تو یہ خلاصۂ نظم
رنگ غالب سے ہوگئی بیکار

اب یہ کہتے ہیں حضرت خسرو
وقنا ربنا عذاب النار

مضمون نثر

(اعلیٰ خیالات)

وفور اشتیاق میں ندامت کے ساتھ ایک ایسا اچنبھا تخیلات میں جاگزیں ہوا ہے جس کی تلافی مافات کے لیے تعویق روحانی درکار ہے کیونکہ انعکاس شہرت خاک کا محض استعمال پر مبنی ہے ۔ اگر تشویش انسان کو نہ لاحق ہو تو اسکا ضمیر علے الاتصال اُن رشحات سے انحراف کرنے کی غالباً جرات نہ کر سکے گا جن کو حفظ ماتقدم کے صد ہا قطروں نے عالم ایجاد میں سیراب کیا ہے ۔ میرے خیال میں ایسا ضمیر جو موصل الی المقصود ہو کسی برگزیدہ بہایم کی ہستی کو خالی از

انتشار چھوڑنے کی زحمت نہ گوارا کرے گا۔

حضرت رسیمان نے اپنے تفتیشِ حالات کی کنہ حقیقت ایک لغت میں درج کی ہے جو مذموم طریقے پر حصہ ہا افراد نے نظر کر کے متعلق کے لاینحل مسایل کی پردہ پوشی میں ابتک کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا کیونکہ انسان ایک ایسا مجسم ہے جس کو بزاخفش سے تشبیہ دینا غالباً بیجا نہوگا تجربۂ عالم نے سفوت زبان کو حل کر کے ایک خلاصہ صحیح العمل تیار کیا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ بیع وشریٰ ہر عقد کا منعقد ہونے پر منحصر رہیگا

ہم کو معتبر ذرایع سے معلوم ہو چکا ہے کہ جلالت مآب شوکت نسواں قرار دی گئی ہے اور یہ ایک ادنیٰ تضمین اُس لب لباب کی ہے جسکو ہر فرد بشر کا خیال ناقص آلات جارحہ سمجھتا ہے اور یہ وہی نسل ہے جسکے معدوم ہونے کا احتمال ہے اور ہر وقت اسکا کھٹکا ہے کہ عالم مثال کے دیگر عوالم خیال کمال مال لال آل تحال خال وبال استعمال اور یال کے اہم اور باریک نکات کی ریزش منقار عواس پر مجتمع نہ ہونے پائے ورنہ صبر کے شیرازۂ جمعیت میں رعشۂ ناتمنا ہی عاید ہوگا جو عرصۂ دراز سے مستورات منکوحہ وغیر منکوحہ کے بطن خالص میں کسی زندہ دل بزرگ اصفہان نے ودیعت کیا ہے جس کا عنوان بجز درہائے خورشید کے نمایاں نہیں ہو سکتا اور اگر ہو جائے تو اس کو بھی ایک امر اتفاقی کہا جائے گا۔

(جل جلالہ سمجھدار کی مرن ہے)

محمد حیدر حسین نشتر کاکوروی

دیہاتی عورتوں کا مہر اور ایران کی آزادی

ایک دیہاتی مسلمان عورت سے کچہری میں سوال ہوا "تمہارا مہر کتنا ہے؟"۔

جواب۔ "سوا پسیری کودون"

سوال: "بس اسی قدر ہے؟ یہ تو ہر شخص دے سکتا ہے"

جواب: "نہیں حضور۔"

زنانہ فیشن کا تغیر

۱۸۷۶ء — ۱۹۲۶ء

سنہ ۷۶ء: "ہٹ لونڈے"

سنہ ۲۶ء: "لونڈا نہیں لونڈیا کہو میں بھی تمہاری سی عورت ہوں"

سوال: "کیوں؟"

جواب: "حضور شاید مطلب نہیں سمجھے سوا پانچ سیر کودوں میں جتنے دانے ہوتے ہیں اُتنا روپیہ مہر کا ہے"

معزز مصری مجلہ "چہرہ نما" اس امر پر خوش ہے کہ ایران سے کیپی چولیشن (مخصوص کچہریوں اور عدالتوں کا انعقاد گورے مجرموں کے واسطے) کی لعنت دفع ہوگئی۔ واللہ باللہ یہ خوشی نری مصنوعی ہے۔ سوا پنسیری کودوں کے جہاں یہ معنی ہیں کہ کروروں روپیہ کا مہر بندھا وہاں یہ بھی مطلب ہے کہ مہر ہمیشہ خاوند کی جیب میں رہے گا۔ بی صاحبہ چاہیں کہ اُسکا آدھا بھی مل جائے تو یہ بخیریت ہے۔ نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچیں گی کیپی چولیشن کی منسوخی باین شرائط ہوئی ہے کہ برطانی رعایا کے مقدمات کی سماعت میں ۲۴ گھنٹے کی دیر نہ ہونے پائے اس معین میعاد کے اندر مقدمہ شروع ہو جائے جُرم خواہ کتنا ہی سنگین ہو مجرم صاحب کی ضمانت عدالت کو منظور کر کے فوراً رہا کر دینا پڑیگا اور اگر جرم ثابت ہو گیا تو چاہے قتل خونریزی ڈاکا بم بازی چوری زنا بالجبر خانہ سوزی بھی ہو بجز جرمانے کے اور کوئی سزا نہیں دیجا سکتی۔ مجرم صاحب پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ اپنی گرفتاری کی اطلاع برطانی سفیر تک پہونچائیں ہی نہیں یہ فرض گرفتار کرنے والی حکومت کا ہے کہ فوراً برطانی سفیر کی خدمت میں حاضر ہو کے دست بستہ مجرم کے گرفتار کرنے پر اظہار ندامت وافسوس کرے یعنی جرم کرے مجرم اور توبہ کرے ایرانی حکومت بمجرد اطلاع برطانوی سفیر صاحب ایرانی دار القضا میں تشریف لائینگے حکم اُنکے سامنے سنایا جائے گا۔ کہیے مولانا سچ ہے بہرہ گونگی کا ماری قند سیاہ یا نہیں؟ کیپی چولیشن سے جو فائدہ تھا وہ حاصل ہو گیا چاہے نام باقی رہے یا نہ رہے۔ غور سے دیکھیے تو یہ شرائط ایرانی حکومت کو دنیا کے سامنے پہلے سے بھی زیادہ ذلیل کرینگے۔ جب ایرانی قاتل اپنی قومی حکومت کے حکم سے پھانسی پر لٹکایا جاتا

اور بیوہ بہن کا قاتل نام چار کو جرمانہ دینے کے بغیر بچ جائے گا تو ذلت ہوگی یا نہیں؟

بابو کنھیا لال آنجہانی وکیل گولہ گنج کے ملازم کہا نے سرکھری وکیل صاحب کے چھری ماری چھری ایک کنپٹی کو توڑتی ہوئی دوسری کنپٹی سے نکل گئی وکیل صاحب ہچکیاں لیتے ہوئے نندا گنج سدھارے مجرم کا ارادہ تھا کہ ناک پہ چوٹ کرے مگر گھبرا گیا دن دہاڑے بھرے مجمع میں اتنا موقع ملنا دشوار تھا کہ کوئی خاص عضو تاکا جائے یہ کہ اطمینان کا کام ہے مگر انکے بعض عقلمند عزیز لاش دیکھ کے کہنے لگے۔

"وہ تو کہیے اللہ نے ناک رکھ لی" اسیطرح ہمارے دوست جریدہ بہیرہ نما فرماتے ہیں:۔

"یک ابتدا تیاد بتاریکی وچشتہا ے فرخی جشن اتفاقی

دقیاز اخت زکیانی تو اسیہ خالی ایرانیان دریایان بود

کہ در روز ۲۰ اردی بہشت رسانیدہ ایران خاصہ

ایران اکمال شادہ واحساسات مسرت آمیز گزشتہ

آمدہ در پیرنوا ہیں قائد لوا نادنا جی ایران یعنی

ایران یعنی اعلیٰ حضرت پہلوی ازیں بعد یا ساں

تمام معنی دارا ے استقلال تام ومقدر اقش کشت

اقتدار خرد برد ہ سرود ل خارجہ کہ ...... ہمہ

روزنہ بہانہ ہا ے رنگا رنگ بر دوش ملت نجیبہ

ایران بارہے می گزاشتند دیگر ایام تجاوزات شان

سپری شد۔

ہاں حضرت سچ ہے "اللہ نے ناک رکھ لی" اصل یہ ہے کہ خوش باوری ہے عمدہ چیزوہ گھڑی کے واسطے دل خوش ہوجاتا ہے۔

خدا نہ کرے کہ ایرانی محکمہ قضا میں کوئی یورپین مجرم آ لگے اسی دن ہمارے مدیر چہرہ نما کو یوں لکھنا پڑیگا۔

"انصاف انصاف!! اے اہل عدل انصاف

ماہم دارا ے یک قانون تعزیرات وحدود ہستیم موسیو فرانسیس طیارہ پرواز دادہ بر سر ...... کہ یک بار چلا دیہ بست صد من گلولہ ہا ے بم ریختہ ناکردہ گناہاں چند را ہلاک ومجروح ساخت وبعد گرفتار شد سفیر آمد وچند تا فرانک جریانہ ادا کردہ این قاتل سفاک را از دست عدالت وانصاف رہانید حالا موسیو فرانسیس سلینہ را تاب می دہ۔ چہ تہنیت گوئیم ذات مقدس پہلوی را کہ از سختی کمپی چولیشن رہانید ایرانیاں را بسختی دیگر کہ اشد بست از اول مبتلا ساخت"

ایک تھے میاں موتیا دکنا کا تک کا مہینا تھا کہیں سے ایک کتنیا بھیا لنس لائے مگر گھر میں فاقہ تھا کیا معنی کہ ایک ویران سرائے میں رہتے تھے۔ خود ہی ٹکڑا میسر نہ تھا معشوقہ کا پیٹ کیونکر بھرتے کئی فاقے تا بڑ توڑ گزرے تو نکلے کوچہ گردی کرنے۔ اتفاق سے کوئی مسافر کا بلی سٹر کھاکے دونا پھینک گیا تھا مہمان نے جو سونگھ کے دونا چاٹا تو مزا آگیا کہنے لگیں کیا مزے کی چیز ہے۔ میاں موتیا بولے "یاروں کے ساتھ رہوگی تو یہی مزے رہینگے" پس ایرانی بھائیو یاروں کے ساتھ رہوگے تو یہی مزے رہینگے۔ بندا ہواؤ سوا پنسیری کو دوں کا

جھراور چاٹو ڈو نا۔

واقف ————

عاقبت اندیش

رنگون رنگین

نمبر ۲

ہائے غضب۔ ستم۔ اندھیر۔ آج ہمارا شہر ماتم کدہ بنا ہوا ہے کیوں نہو ہا فرزندان عشق بے ماد رشدند ہر گوشے کونے گھرے سے شیون وشین بکا او بین کی صدا آتی ہے۔ بچے تڑپ رہے ہیں بلک رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ہائے ؎

بہار ہی میں مرے بچارے زیادہ رنج و محن نہ دیکھا
یہی غنیمت ہی ہے یا روزنداں میں ہم نے چمن دیکھا

کوئی روتا ہے ؎

ککڑوں ککڑوں قوقو بیقو کی پکار آخر شد
از چمن مرغ سحر راسرو کار آخر شد

کوئی آنسوؤں سے منھ دھوتا ہے ؎

سب پھول چمن کے لائے ہم داغ لیکے آئے
ہم سے تو کوئی یو چھے ہم کیوں گئے چمن میں

واقعی ہے بھی اچنبھے کی بات۔ بہار کی رخصت خزاں کی آمد ایک قدرتی کھیل ہے مگر گلشن و گلزار کا یوں لائب ملہ ہوجانا جیسے بیک اشارہ الہ دین کا محل چین سے افریقہ پہونچ گیا تھا مسیح کو دکھیا تو نہ محل تھا نہ ہامیں باغ۔ گلچینوں کے واسطے طرفہ مصیبت ہے

دل کی کلی کیس کے رہ گئی۔ جھولیوں میں خاک اُڑانے لگی لوگ کہتے ہیں کہ وہ بارہ بجے چھ پبلک پارک ہواخوری بجائے اپنی ہوائے مالیخولیا پیدا کرتے تھے لاوُ دو گیارہ ہوگئے جب ہی تو سودائی تین تیرہ بارہ باٹ پھرتے ہیں۔ واللہ باشندان سودائیوں نے اپنی حقیقی ماؤں کے سفر آخری پر بھی اتنی نازنازی چیک پھیانہ مچائی ہوگی جتنی ان دو بازاروں کے رنگوں سے مفارقت ہونے پر مچائی۔ شہر کے بے حیا گاودی شرف شریف زادوں نے لمیٹڈ کمپنیاں بنا رکھی ہیں رنڈیوں کے حصے باقاعدہ فروخت ہوتے ہیں آپ ہی انصاف کیجیے اگر کسی کمپنی کا دوالا نکل جائے تو حصہ داروں کا کیا حال ہوگا۔ بس یہی کہ پیٹ پکڑے پتلون سنبھالے دھوتی کھنچاتے کٹے کنکوے کی طرح ہوا کے رخ ادھر اُدھر مارے مارے پھرینگے یہی حال ان لفنگوں کا ہے۔ الوداعی سنّٹ کا سماں جب یاد آتا ہے تو ظریفوں کا دل مارے ہنسی کے لوٹ جاتا ہے۔ وہ گلشن کے ہواخواہوں اور گلزار کے خاروں کا دل مسوس کے کہنا تمہیں میری جان کی قسم نہ جاؤ سو کہو تو سمندر میں کیسا طوفان آیا ہے ہائے جو یہ ننھی ننھی کیاریاں موج میں ڈوب گئیں تو شیرخواروں کا تھل بیڑا کہاں لگے گا۔ اور جو پیٹ والیوں کی طرح سرگھوما جی متلایا تو کون دوا درمن کی سعادت حاصل کرے گا۔ ارے دیکھو تو طفل دل ابھی سے پھڑکنے لگا مچل رہا ہے کہ نہ جاؤ۔ بن دودھ کے اس بچے پر کیا گزرے گی پیاری ؎

روٹھی جاتی ہو تو اک وار لگاتی جاؤ
ہاتھ اُٹھاتا ہے تو یوں ہاتھ اُٹھاتی جاؤ
قصد جانے کا مصمم ہے تو ہنگام رحیل
طفل دل کو مرے دودھ تو پلاتی جاؤ

ایک طرف یہ اصرار دوسری طرف بی صاحبوں کا یہ انکار کہ نہیں ہم تو جائینگے۔ بس بہت رہے اب کہاں تک رہیں۔ تم روتے رہو تے زبان بھی دو دو گے تو اب ہم نہ کھنچینگے۔ تمہاری یہ دولت نگوڑے زنبار رہ الو نے قلم چلانا شروع کردیا لے بس رہنے دو اپنی لاجا رہی۔ منہ نہ کھلواؤ۔

آخر نا کام عشاق زندہ جنازوں کی تیاری میں مصروف ہوئے ارمانوں کے پورٹ منٹو۔ حسرتوں کے بنچے۔ بوسوں کے گٹھر۔ نازوں کے بورے۔ نخروں کے صندوق بند ہے۔ سسکیوں کی ہمیں چپاتیاں دل کے جلے توے پر کیں نالوں کے کباب آہوں کی سیخ پر بھنے۔ زبان کے شیرے سے سینچے ہوئے بیگن تپ فراق میں اُبلے اور بھرتا بن کے فہ وار ٹفن کیس میں عذاب سے داخل ہوگئے۔ سارنگی نے باواز حزیں زرد ٹے کی مدد سے نفرین نفرین "کہہ کے غلاف کے برقعے میں منہ چھپایا۔ طبلے کڑی آوازسے "لعنت لعنت" کہتے ہوئے بستنی میں ملفوف ہوے۔ سپروانیوں نے خدائے دیرینہ کے صلے میں اپنی منّھی اور عشاق کی چندیا گرائی۔ بی صاحب نے غمزے کے ٹھیکیدار سے کفن کے عوض جہاز کے ٹکٹوں کا چونگا کیا۔ وہ ٹکٹ لائے تو دوسرے یار وفاداران نازک چیزوں کو ٹھیس اور کیک سے محفوظ رہنے کی سفارش کرنے چلے۔ آپ خمار کھے اپنی صورت پھرتے ہیں اوبدا کے اُسی تنبولی کی دکان سے پان کھاتے ہیں جس پر آئینہ نصب ہوا اور لب ہائے لعلین کا مقابلہ سُرخی لوزینہ سے کرسکیں۔ حضرت کی ایمانداری پر ان عصمت فروشوں کو اسوجہ سے اعتماد ہے کہ حضرت کی زبان نے اپنا بھرم قائم کرنے کے لیے اپنے دوسرے شریف بھائیوں کو جو ٹھگ اُٹھائی گیرا ڈاکو بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی رنڈیوں کی خوش قسمتی سے حضرت کا ایک لنگوٹیا یار جہاز میں برسرِ کار ہے۔ بیچارے نے ہاتھ جوڑ کے کہا ؎

"سپردم بتو ...... خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

بھائی تمہارا ہی آسرا ہے تمہیں میری جان کی قسم ان کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا سمجھ لو کہ انکے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔ کلکتے تک خاطر مدارت کرکے پہونچادو جو انھیں ایذا ہوئی تو بخشے نہ جاؤگے

اس شریف کمپنی کے زیوا پلیے تماشبین جلال الدین صاحب بیچارے کل زر نقد اسی طبقے کی تاریک راہ میں لٹا چکے ہیں بلکہ لوگ تو یہاں تک بدگمان ہیں کہ لیکچرانی فنڈ کی مقدس رقم کا کچھ حصہ بھی اسی مخروط مضلع کنگورے پرنٹ کا خاطر لکھا چکا ہے مگر نہیں کیا۔ آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے؟ سلامتی سے آپ کو حسن صورت سے بھی کوئی بہرہ قسام ازل اور مصور قدرت نے عنایت نہیں فرمایا۔ الحشتی قد۔ گندہ نما ڈیل۔ بھدلسیلی شکل آبنوسی رنگ۔ آپ جانیے زر نہ تھا کہ اُٹھاتے صورت نہ تھی کہ رجھاتے بجز ہاتھ پاؤں سے کام آنے اور اس طرح سعادت مند کہلانے کے اور کیا کرتے۔ لہٰذا اسباب سفر انکی گردن پر بار ہوکے جہاز تک پہونچا۔ سچ ہے ہر کارے و ہر مرد ے۔ غرض اسی اُترچڑھ دوڑدھوپ میں رات کٹی۔ ادھر گلشن دہر میں سورج مکھی پھولی اُدھر عشاق کے گلزار سینہ میں خار شعاع فراق چبھا رنگ زرد زیر ناف درد۔ اپنی کثافتوں کی لادی دریا کے کنارے کھڑے گھاٹ دھلوانے یا ڈبونے نکلے۔ آگے آگے ہجوم عشاق پیچھے پیچھے بی صاحب اور اُنکے سپر دائی قرمساق۔ قافلہ سالاری کا حق ایک تعلیم یافتہ خر دماغ نے یوں ادا کیا کہ ہر قدم پر فوٹو اُتارے۔ "بلا سے تم نہیں تمہاری تصویر تو پاس ہے" انکی ہمراہی میں پیاز الدولہ آلو یار جنگ تھے۔ جب جانے والے مسافر جہاز پر لدے اور ڈیک پر آکے کھڑے ہوئے تو یار لوگ سرپل ایستادہ ہوکے گلے بسورنے وہ منحستی تمیں یہ قسمت کو روتے تھے۔ اودھر رومال جذب اشک سے عاجز اُدھر خندۂ بیجا ضبط کے اختیار سے باہر۔ اتنے میں جہاز نے لنگر اُٹھایا سیٹی بولی بھوں؟ عاشقوں کے ہر عضو سے صدا نکلی لٹوں۔ انکے ہاتھوں نے رومال ہوا میں ہلائے جہاز نے لمبے ڈگ بڑھائے۔

خس کم جہاں پاک۔ جس طرح پیٹھ دکھائی ہے ہمیشہ یوں ہی دکھاؤ خدا پھر آنا نصیب نہ کرے۔ مولانا آپ کے قلم کی برکت سے یہ جہاں ہی کی

حکومت ہند

ہندوستان

سائمن کمیشن

معجز نما حکومت
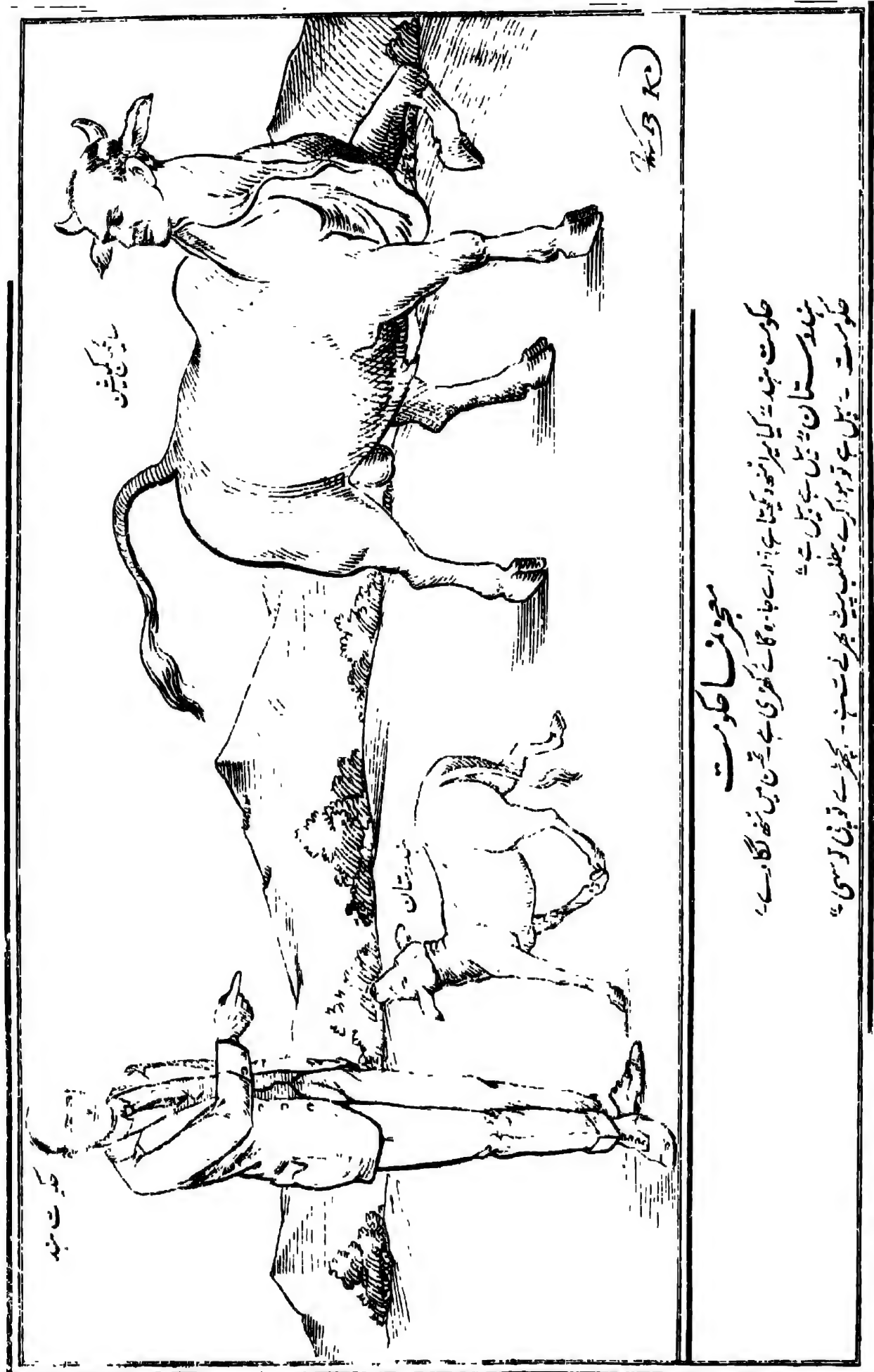
حکومت ہند: کیا میرا منہ دیکھتا ہے؟ ارے جا۔ وہ گائے کھڑی ہے۔ تھن میں منہ لگا دے۔

ہندوستان: "بیل ہے بیل ہے"

حکومت: "بیل ہے تو ہوا کرے۔ مطلب پیٹ بھرنے سے ہے۔ بچھڑے تو بنی تو سہی"
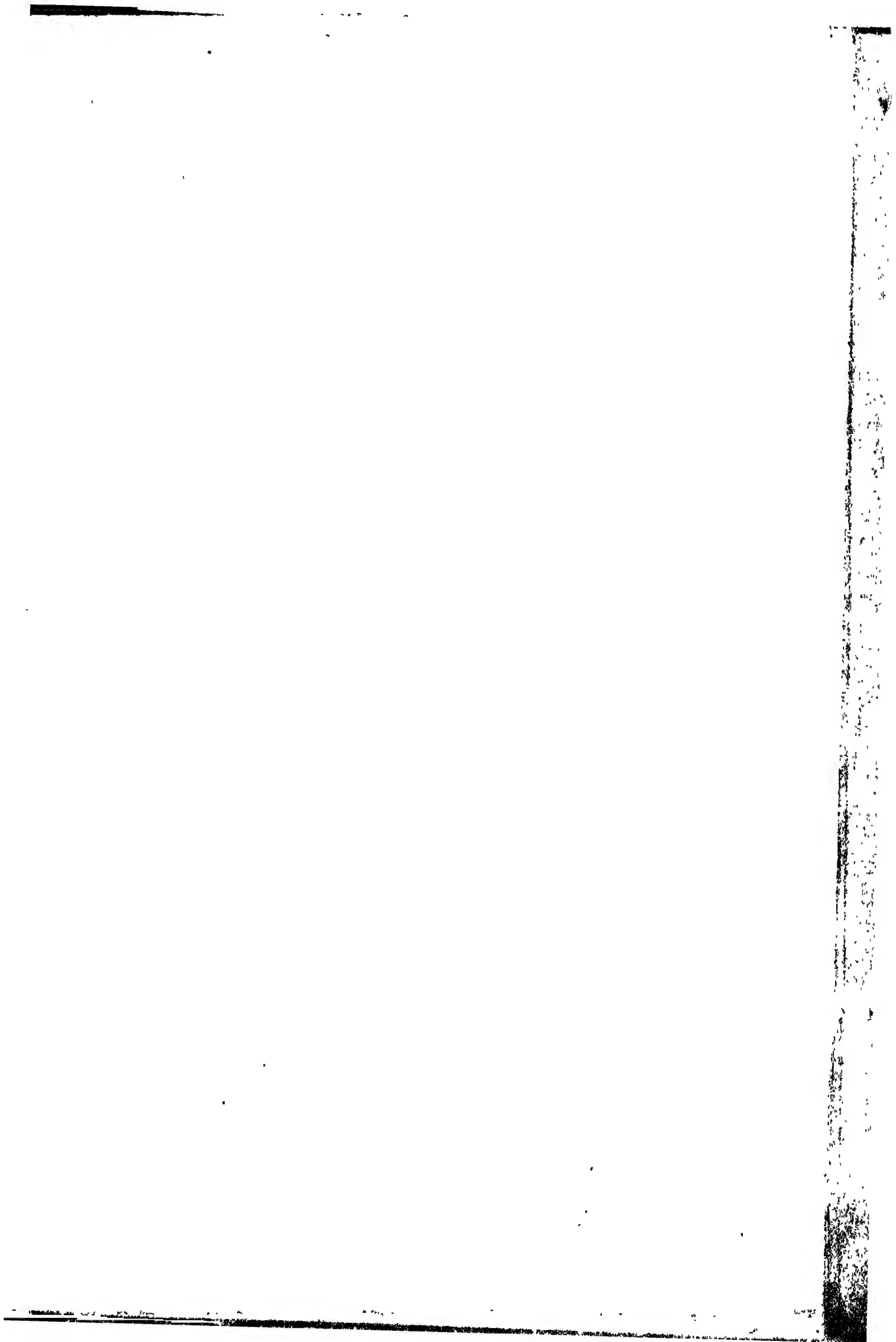
لمبی مشینیں دریا برد ہوئیں اور اپنی نامعقول زریات کو روتا چھوڑ گئیں - اینجانب ایک طرف آپ کی خدمت میں تحفہ مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف ان یتیمان عقل سوگ نشین اہل وطن کی تعزیت بھی ضروری خیال کرتے ہیں خدا انھیں اس کٹھن مصیبت میں صبر دے اس عمر میں شفیقوں کا سایہ سر سے اٹھنا بہت کھلا ہوگا - مگر صبر کے ساتھ شکر بھی انھیں لازم ہے کہ سستے چھوٹے ورنہ تہتر کے بیچوں کو ہوپنچتے یا نیم کی ٹہنی ہاتھ میں ہوتی یا کاسہ گدائی -

راقم
دانا بینا

ملکی اخبار

(از مخبر)

نالائق ہندوستانی

مشہور ہے کہ درخت نے کلہاڑی سے کہا وہ تو مجھے نہیں کاٹ سکتی جب تک میری برادری میں سے کوئی تیرا شریک نہو"

واقعی اگر بی کلہاڑی سے میاں بیٹھ دستہ چوبی کی باقاعدہ شادی نہو تو تناور درخت کو بی کلہاڑی کی معارہ دار زبان سے کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا - بحوالۂ بعض جرائد افواہ ہے کہ مسٹر اے کے فضل الحق سابق وزیر بنگال کونسل میں ایک رزولیوشن پیش فرمانے والے ہیں - رزولیوشن بہت بانکا ہے بس اسے کلہاڑی کا بیٹھ سمجھیے جسنے بی بی کا ساتھ دے کے اپنی برادری کی جڑ کاٹ ڈالی - ارشاد ہوتا ہے "اس ایوان کی رائے ہے کہ بحالات موجودہ ہندوستان کسی قسم کی آئینی حکومت کی اہلیت نہیں رکھتا"

ہماری رائے ہے کہ ہندوستانی درخت کو اس بینٹھ کا ہمزبان ہونا لازمی ہے یا رو کہہ دو کہ بیشک جس قوم میں مسٹر اے کے فضل حق کے سے افراد موجود اور بر سر کار ہوں وہ ابد الآباد تک آئینی حکومت کے قابل نہیں ہو سکتی - آمین -

مومن کی فراست سے بچو

یہ حدیث ہے - ایمان کی جلا جب آئینۂ دل پر ہو جاتی ہے تو نہ دکھائی دینے والی صورت کا خاکہ بھی اسمیں کھنچ جاتا ہے چنانچہ روشن ضمیر مولانا پنچ نے ملکہ ثریا کا رویہ دیکھ کے دو باتیں تاڑ لیں ایک تو یہ کہ شاہ پرست اور عبدالقوۃ فرقہ فوراً پردے کی نسبت غیر اسلامی دستور ہونے کا فتویٰ دے گا اور وہی ہوا ملکہ ثریا کے چہرہ سے نقاب اٹھا اور ان حضرات کی آنکھوں سے حیا کا پردہ - لگے اپنے بزرگوں کو اہل کفر و نفاق کا مقلد بنانے - یہ ان کا پرانا دستور ہے بارہا بادشاہوں کی خاطر سے رسول اللہ کی سیرت میں اضافہ کیا ہو تے ہوتے یہ نوبت پہونچی کہ دشمنوں کو اسلام میں کوئی بات ایسی نہیں ملتی جس کی مخالف بات خود مسلمانوں کی کتاب میں موجود نہو اب کیا شبہ رہا اس اعتراض میں کہ مسلمانوں کے افعال کا ذمہ دار اسلام ہے -

"یغضوا ابصارھم" عورتوں کی طرف سے نظر بچا کے چلنے کا حکم) کے معنی و لفظ بالکل بھولے بیٹھے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ مولانا پنچ ملکہ ثریا کی تصویر کی اشاعت سے یاروں کی اصلی غرض بھانپ گئے یعنی یہ تصویر ملاؤں کی نگاہوں تک پہونچتے ہی افاغنہ میں طرفہ گل پھولے گا - مولانا پنچ نے ایک کارٹون میں اب سے ڈھائی مہینے پیشتر یہ راز کھول دیا تھا سنا ہے کہ لغلی گھونسا اٹھرسی کی پشت گرمی سے تنخواہ یاب ملا ملکہ ثریا کی بے پائی پر باندھنو باندھ رہے ہیں - اس سے کچھ ہوگا نہیں مگر چھیڑ خانی کا سلسلہ تو باقی رہے گا -

شاید کہ ہمیں بیضہ برآرد پر و بال - سیمرغ گردد -

قوت مصورہ کی غلطی

واہ! سنتے ہیں کہ کانپور میں ایک مرغی کے انڈے سے گائے کی شکل کا بچہ نکل پڑا لوگ اس عجوبہ چیز کو دیکھنے جوق جوق جا رہے ہیں پرندے اور چرندے کی یہ معجون کہیں رنگ نہ لائے کیا معنی کہ اس مرغی کو گائے کی حقیقی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے - قدرت بھی عجب دل لگی باز ہے -

مولانا پنچ کی نوٹ بک

اتنی جلدی؟

جب ریل نہ تھی تار نہ تھا چھکڑے تھے تو ایک تھا بادشاہ اسکے دربار میں ایک امیر نے کہا (غالباً پورے کار رہنے والا ہوگا) کہ میرے وطن میں گیہوں کا پودھا بہت بڑا ہوتا ہے اسکے کھیت میں ہاتھی چھپ جاتا ہے بادشاہ ہنسا اور اسے قید کر دیا - بیچارے نے قید خانے میں پڑے پڑے اپنے عزیزوں کو لکھا کہ اگلی جو فصل کاٹو تو ایک بوجھ جڑ سے اکھاڑ کے مجھے بھیجو عزیزوں نے تعمیل کی پانچ چھ مہینے کے بعد بالیوں کا بوجھ جہاں پناہ کے حضور میں پیش ہوا حضور نے امیر صاحب کو خلعت عنایت فرمایا مگر نصیحت کی کہ ایسا دعوے جس کا ثبوت ایک سال تک نہ مل سکے نہ کرو -

ارل ونٹرٹن نے دار العوام میں کہا کہ ۲ مارچ ۱۹۲۸ء کو کلکتے میں ہڑتالیوں پر "برن" بولا گیا اور

بند ۱ جولائی میں تفصیلی واقعات سے پارلیمنٹ کو باخبر کرسکے۔ ہائے نہوئے گیہوں والے جہاں پناہ!

زرعلیہ السلام کا نیا وصف

کوئی نیا وصف نہیں۔ ہے تو پرانا مگر ؎

اے زر تو خدا نہ ولیکن بخدا
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

کہنے والے سے غلطی ہوئی جہاں ستر عیوب و قضائے حاجات کا ذکر کیا تھا وہاں یہ بھی کہہ دیتا کہ نسل افزائی کی خاصیت بھی ان حضرت میں ہے یعنی انکی بانجھ عورت اور قطعی عاقر مرد کو بچیلا بنا دیتے ہیں۔ دیکھیے نہ یہ دولت انگلشیہ یعنی سلطنت کے پیٹ سے نہ شوہر نہ بیوی سیکڑوں آدمی خوشی خوشی فرزند دلپسند دولت انگلشیہ بننے پر آمادہ ہیں اور اس پرانی مثل کی مطلق پروا نہیں کرتے کہ "الملک عقیم" ملک بانجھ ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ نہ زچہ خانے گائے جاتے ہیں نہ چھیری سٹھورے سے منہ میٹھا ہوتا ہے۔

لندن کے کروڑپتی مسٹر جیمز ولیم لوکر کروڑی دولت چھوڑ کے مرے۔ خود تھے لاوارث مگر زر علیہ السلام کی عادت لاوارث ہونے کی نہیں۔ لے میاں بھائی وارثوں کی بم بھوٹی میں کہیں وارث پیدا ہو گئے۔ حکومت نے ولیم سیگن نامے ایک جھوٹ سچ کے وارث کو مسٹر جیمز کا ذاتی سامان عنایت کر دیا جسکی قیمت تین کرور سے زیادہ تھی اور باقی جائداد لارڈ ہوئے کرزن کے صاحبزادے کو دے کے وارثوں کی ٹرپانڑ چرپن سے پیچھا چھڑا لیا۔ چھوٹے لارڈ کرزن بھی بے نسلے نکلے اور کہا جاتا ہے کہ انکی بیگم نے کسی لونڈی باندی کا بچہ لے کے پالا اور ایک مصنوعی مال نادہ وارث گڑھ لیا اسپر وارثوں میں کھلبلی مچی اب امریکا اور آسٹریلیا میں چار سو وارث مسٹر جیمز یا ان کے بھائی کی اولاد بن کے نکل پڑے۔ سب کے سب لندن میں موجود ہیں یہ ایک ہزار گواہوں سے اپنی وراثت ثابت کرینگے دیکھیے اور دولت کس فرزند خوش قسمت کو پیار کرتی ہے۔ سچ ہے غریب کا باپ بننے سے امیر کا بیٹا بننا زیادہ مفید ہے۔

تعجب ہے کہ چھوٹے لارڈ ہوئے کرزن کو جب یہ دولت ملی تھی تو مسٹر جیمز ڈیڈ برادرس کی یہ اولاد کس کوہ قاف میں جلوہ گر تھی اور مرزن کرزن نے جب لے پالک کو وارث بنانے کی ٹھہرائی تو کیونکر رگ وراثت دفعتہً زور شور سے کلا مٹکانے لگی۔

تقلید بوزنیہ۔

مشہور ہے کہ میاں تھے بیمار بی بی کھچڑی پکا کے لائیں گھر میں ایک بکری تھی اور ایک تہ رعلی میں چٹنی کی طشتری لانی بھول گئی تھیں۔ پتیلی نہ رہ سکے پاس چھوڑ کے گئیں طشتری لینے اتنی دیر میں نا ڈوٹ نے صاحب نے کھچڑی کلیجے میں رکھ لی اور بھرے ہوئے ہاتھ بکری کے منھ اور کھال کے برش سے صاف کر لیے اب جو بی بی نے بکری کی خیانت کا صریحی ثبوت پایا تو سلیپر! ٹھاکے اوٹی کے عوض بیچاری کو مار کھلانے لگیں۔ کیوں موئی یہ ہم نے کھچڑی تیرے کھانے کے لیے پکائی تھی۔ چولھے میں سردیں ہم اور مزے اڑائے تو۔"

میاں بستر بیماری سے پڑے پڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے اُنھوں نے سارا تھا۔ کہہ سنایا آپ بکری کی جان بچی۔

پونے میں سیوا جی کے بت پر کسی نے کھچڑی تو نہیں مگر گوبر کی استرکاری کر دی اس پر بم بخ بچی ہوئی ہے کہ ہو نہو یہ کسی مسلمان کا کام ہے اسلیے کہ ایک ترکی ٹوپی بھی وہیں پڑی ملی جس کی کالی دُم شاہد عادل ہے۔ بہ سوالی بی بی عورت ذات خلقی ناقص العقل تھیں یہ نہ سمجھیں کہ منھ تو خیر مگر بکری کے ہاتھ نہیں اس نے اپنی کھال میں کھچڑی بھر کے کیوں غلاظت بلائی۔ کیا پونا کی آبادی بھی ناقص العقل عورت ذات ہے جسے اتنا شعور نہیں کہ گوبر ملنے کے بعد حضرت مفسد اپنی ظاہری علامت مسلمانی یعنی ترکی ٹوپی کیوں چھوڑ گئے۔ یا بدمیاں بنو بی بی بننا اچھا نہیں۔ کسی احمق مفسد نے بندر کی تقلید کی ہے۔

بشدّم ضدّا اور بلا ارادہ شہرت۔

ہمارے پیر مغان الجہرپرے اگر یہ آج حضرت رمضان کیا قیامتی کی

شہرت کی خواہش جس دل میں ہو وہ زمزم میں پیشاب کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے ہمارے دوست شیخ حبیب اللہ صاحب ممبر کونسل کو شہرت کی چاٹ بہت نہ تھی آپ فی الحال ایک سرکاری آدمی رہے اب بھی ہیں اور غالباً ہمیشہ رہینگے۔ بنا بریں نہایت تعجب ہوتا ہے کہ ویدوں اور طبیبوں سے آپنے کیوں اپنی پگڑی اُچھالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کا سالانہ اجلاس وفات حضرت مسیح الملک کی وجہ سے دہلی میں منعقد ہونیوالا تھا اب وہ لکھنؤ یا لاہور میں اسوجہ سے ہوگا کہ اودھ اور پنجاب دونوں صوبوں میں دیسی قدیم طرز علاج پر چوٹ کرنے والے ممبر موجود ہیں۔ غالباً کانفرنس کے جلسے میں شیخ صاحب کی کی تجہیز و تقدیس دوسرے جلسوں سے کسیقدر زیادہ کی جاسے ہندوستان کا کوئی شہر ایسا مشکل سے ملے گا جہاں طبیب وید کا قدم ہو اور شیخ صاحب کی ہجو خوانی نہ کی گئی ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ صاحب کو بھی اس میں کچھ مزا ملنے لگا ہے وہ تحریروں کے ذریعہ سے اپنی غریب غریب تقریر کی کروٹیں اور پہلو بدل رہے ہیں۔ اسے کہتے ہیں ضدّم ضدّا اور اسے کہتے ہیں نعمت غیر مترقبہ کہ یوں بلا ارادہ و خواہش ہر اخبار کی کاغذ میں حضور کا نام موجود ہے۔

حکایت ہے کہ دو شخص آپس میں کانا پھوسی کر رہے تھے تیسرے صاحب نے ٹوک دیا "کیا جھوٹ بول رہے ہو" جواب ملا کہ آپ کی عالی خیالی اور سخاوت کا ذکر تھا۔

حماقت

ہے تو ایسی چیز جو بڑے بڑوں سے سرزد ہوتی ہے مگر زرعی کانفرنس کی رپورٹ کی بعض حماقتیں کم رکھنے کے قابل ہیں۔ بحوالہ بعض جرائد کانفرنس سفارش کرتی ہے کہ قابل زراعت زمینیں رہن کی آفت سے بچائی جائیں ہاں اگر بائیس سال کی مدت میں بیلے سے فک رہن کا انتظام کر لیا گیا ہو۔

اگر یہ سفارش مان لی جائے تو شاید آئندہ زمین کا مالک بننا کوئی پسند نہ کرے گا کمیشن لگا لیا ہے

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گرامو فون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہوچکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے اداکرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جوکہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھدیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

حصہ اول کی للعہ۔ فی جلد۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۲۵

مضامین

۱۴ جولائی ۱۹۲۸ء

غزل بطرز حال

مولانا پنچ - ایک "عقیدت طراز ہستی" کا ہدیہ تسلیم قبول فرما کر رہین تشکر فرمائیے - خیابِ معنٰی وارد، ہستی موجب رضائے خداوست" میں ایک غزل مولانائے ذوالعیف مظلہ کی دیکھ کر توسنِ طبع مائل گام زنی عرصۂ سخن ہوا ادب لطیف کا دور دورہ ہے چند اشعار جنمیں تھوڑی سی کثافت مخلوط ہے روانۂ خدمت کرتا ہوں - بعد اصلاح درج اخبار فرمائیے - اگر اسے پڑھکر لبہائے مبارک پر "رقص تبسم" ہو تو شبہ دور ہو۔ مفہوم شعر کا سوال دل میں آئے تو "حجاب مژہ در دامن چشم" پر ڈال کر حضرت اختر شیرانی الافغانی کا یہ شعر قرات فرمائیے۔

اٹھا تو ایک بوسۂ رقصیدہ سامنے پاشیدہ سامنے
بیٹھا تو ایک لذتِ خوابیدہ سامنے - دامن کشیدہ ہے
(نوٹ) بہ بیند الفاظ خط کشیدہ بہ پیمانۂ ساغری۔

"ادب لطیف"

ساقی کی یہ "مسکراتی آنکھیں" ہیں لبریز ہیں پیمانے دو
ہیں مستی ریزاں لب اسکے یا کھل گئے ہیں میخانے دو
ہیں جو یہ پُرخم زلفیں رخ پر انکو دم بھر شانہ ہٹاؤ
چشمۂ صاف میں سانپ اگر لہراتے ہیں لہرانے دو
دیکھ ذرا دو "شیرۂ تبسم کی عریانی" اے زاہد
"کیفِ بقا" سے "فطرت" نے "پُر" کر دیے ہیں پیمانے دو
اسکی ترنم خیز نگاہیں "مضطر" کیوں ہیں کوئی بتائے
آہوئے لرزاں "رقص" میں ہیں یا وحشت میں دیوانے دو
پیرِ مغاں نے "کیفِ بقا" سے "بیخود ہستی" مجکو کیا
جوشِ فنا ہے دل میں مرے آتے ہیں نظر ویرانے دو

"ادبِ کثیف"

سازِ حقیقت چھیڑ معنیٔ نغمۂ وحدت مجکو سنا
دیکھ بقا و فنا کے عالم دونوں ہیں ویرانے دو
پیرِ مغاں کی بزم میں جانا چھوڑ دیں؟ یہ ہوسکتا ہے
ہم تو اپنے دل کی کرینگے ناصح کو سمجھانے دو

راقم

جامِ ساغری سیمابی

ایضاً

الف - سیم - خندانِ فتحپوری

ہائے کمزوری

(۱) حکیم مرزا محمد علی گراں گوش نصیر الدین حیدر شاہ اودھ کے معالج تھے شاہ کی والدہ نے حکیم صاحب سے شکایت کی کہ میرا بچہ کچھ نہیں کھاتا بھوک جاتی رہی خدا کے لیے آپ علاج کیجیے۔ حکیم صاحب آدمی تھے چھلتے کہنے لگے آج حضور ایک کام کریں جس قاب سے بادشاہ سلامت ایک لقمہ نوش فرمائیں اس قاب سے ایک لقمہ اٹھا ہی بڑا حضور ایک علیحدہ قاب میں رکھتی جائیں۔ حضور نے یہی کیا گنتی کے لقموں سے دو قابیں چوٹی تک بھر گئیں - ان قابوں میں صرف مختلف قسم کے پلاؤ تھے شیرمالیں فیرنی کے خوانچہ کباب اور دوسری نعمتیں شامل نہ تھیں - ظاہر ہے کہ شاہی دسترخوان پر پچاس طرح کے کھانے ہوتے تھے بادشاہ سلامت نے ہر ایک غذا کا ایک لقمہ نوش کیا تو پچاس لقمے ہو گئے قابیں کیوں نہ بھرتیں جب یہ دو سیر غذا کی قابیں حکیم صاحب کے سامنے پہنچیں تو حکیم صاحب نے پردے کے پاس چیخ کے کہا۔ "اب قبلۂ عالم مجھکو نوش کرلیں - ایک آدمی اس سے زیادہ نہیں کھا سکتا۔

(۲) اگلے زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک عرب دوسرے عرب کے یہاں مہمان ہوا میزبان کے گھر میں روٹی تھی گوشت نہ تھا روٹی مہمان کے سامنے رکھ کے آپ گوشت خریدنے بازار گیا - مہمان صاحب اتنی دیر میں روٹیاں چٹ کر گئے میزبان جب گوشت کا پیالہ لے کے واپس آیا تو دستر خوان خالی دیکھ کے پھر بازار گیا - یہ کوئی ضروری و لازمی نہیں کہ روٹی کے بغیر کوئی گوشت یا شوربہ نہ کھائے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ پہلے روکھی روٹی کھائے پھر پانی کی جگہ شوربا ہضم کر جائے - غرض میزبان غریب کو پانچ چار پھیرے بازار کے کرنے پڑے روٹی لایا تو شوربا ندارد شوربا لایا تو روٹی غائب - آخر اس نے پوچھا بھائی تم کہاں کے رہنے والے ہو اور کہاں جاتے ہو - معلوم ہوا کہ حضرت رہنے والے نجد کے ہیں کم خوری کے مرض میں مبتلا ہیں مدینہ کے ایک طبیب سے علاج کرانے کا ارادہ ہے - غریب میزبان نے ہاتھ باندھ کے عرض کی "بھائی صاحب خدا صحت دے اگر آپ کا معدہ بہ نسبت اب کے آئندہ زیادہ غذا قبول کرنے کے قابل ہو جائے تو واسطہ خدا کا واپسی میں اس عاجز کو سرفرازنہ فرمائیے"

(۳) گرما گرم افواہ ہے کہ ہمارے دوست لارڈ اروِن عنقریب درستیٔ صحت کی غرض سے ولایت تشریف لیجائینگے غالباً کمزوری کی شکایت ہے - دیرہ دون سے شملہ تک پیدل چلنے کی قوت رکھنے والا کمزور نہیں تو اور کون ہے - جب آپ ولایت سے مع الخیر واپس آئینگے تو پھر باورچیخانے میں تیتر مرغی بطخ نہیں پائی جاویں تھی ناشتہ شکنی کے لیے روزانہ مہیا کرنے پڑینگے دوست یہ کیوں نہیں کہتے کہ روزانہ لندن سے ہند سے لندن تار آتے جاتے ہیں تاروں کی آمد و رفت سے جی اکتا گیا - سائمن اینڈ کمپنی اور برکن ہیڈ برادرس سے منھ در منھ گفتگو ہو جائے تاکہ اس ہاتھ کی خبر اس ہاتھ کو نہ ہو - ساری بیماری بہ بدقسمتی اصلاحات ہند کی ہے کمبخت کہاں کا روگ جان کو لگا۔

راقم

محمد ارض

نانی پردہ دار

نواسی بے پردہ در

ڈیر پنچ - آجکل "پردہ" کا مسئلہ زوح الوقت ہے۔ جس اخباری کاغذ میں دیکھیے یہی بحث چھڑی ہوئی ہے - گو یا دلائل میں کشتی ہو رہی ہے جیت ہیٹ کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا مگر یقین ہے کہ پردہ ہاری مانے کیا معنی کہ نئی نسل کے کانوں میں آزادی کی ہوا

بھری ہوتی ہے یہ لکیر کے فقیر جب نہ رہیں گے تو پھر نئی نسل کے ہاتھوں میں اسپ رواج کی باگ ڈور ہوگی۔ رہ گیا نواسی بڑھوں کی آن اسوقت تک رہ گئی تو وجہ یہ تھی کہ پردہ والیاں ان کا حکم مانتی تھیں اب حکم ماننے کا فیشن نہیں جنکے پردہ کی فکر تھی وہی سر چھپائے منہ بہائے گھر سے باہر نکلنے پر آمادہ ہیں تو پردہ صاحب کی مجال ہے جو آنکھوں کے سامنے آجائیں یا گھر میں قدم رکھ سکیں۔

پردہ دار نانی اور بے پردہ نواسی کی لطیف گفتگو میں پرانے اور نئے خیالات کا تفاوت پرلطف تھا اسلیے یہ اپنے کانوں کا سنا ہوا مکالمہ ہدیۂ خدمت ہے۔

ایک ہیں نانی مگر دوسری نانیوں کی طرح جاہل نہیں پڑھی لکھی دست و قلم ہیں۔ آنکھوں سے کم سوجھتا ہے اُس پر بھی دن رات میں چار گھنٹے کتابیں دیکھتی اور اخبار کا مطالعہ کرتی ہیں۔ اپنی جنس کی جہالت اُنھیں بھی ناگوار ہے یعنی تعلیم کی حامی ہیں مگر اسی دائرہ کے اندر کہ تعلیم وہی ہے جو حد سے باہر قدم نہ رکھنے دے۔ بیچاری نے اپنی نواسی کو بارہا سمجھایا کہ بیٹی اپنے خدا کو مان کے خاندان کی ناک پر چاقو نہ تیز کر صاحبزادی جبتک ماماں تھیں نانی کے کہے پر عمل کرتی رہیں سمجھ آنے کے معنی یہی ہیں کہ آدمی خود مختار ہو جائے جوان ہوتے ہی اسکولی تعلیم اور لفنگے لیڈروں کی تحریروں کے اثر سے لگیں روز بروز رنگ بگڑنے۔ اور نانی کی ہر بات پر کہنے لگیں "تم تو سٹھیا گئی ہو۔ تم کیا جانو تعلیم کیا چیز ہے۔ مصلحت۔ میری بات میں دخل نہ دیا کرو۔ میں جاہل تو ہوں نہیں جو تم ہر بے جا بات قال اللہ قال الرسول پر دھر لیتی ہو" سنتے سنتے ایک دن جو بڑھیا کو تپتا آیا کہنے لگی "آ تو سہی ناشدنی آج میں تیری لیاقت دیکھوں گی۔ چار کتابیں کیا پڑھ لیں ہیں کہ دھرتی زمین پر پاؤں ہی نہیں رکھتی۔"

نواسی "کیوں؟ ہاں پھر ہے تو لیاقت۔ کچھ تمھاری طرح میں نے دقیانوسی کتابیں تو پڑھی نہیں۔ نانی تم بیچاری کیا جانو آجکل کی پڑھائی کیسی ہوتی ہے جو تجربہ کی باتیں ساٹھ ساٹھ برس محنت کرنے پر

پرانا بوجھ

انڈیا جان

100000000 مزید فوجی مجوزہ مصارف

"ارے تھوڑا سا اور جھکو۔ تم تو ابھی سے ہی ہانپنے لگیں۔ یہ آخری بوجھ نہیں ہے آئندہ اگر خزانے میں سکت ہوئی تو وہ بھی لاد دیں گے"

لوگوں کو معلوم ہوتی تھیں وہ دو دو برس کی اسکول کی تعلیم میں بچوں کو معلوم ہو جاتی ہیں۔"

نانی "اچھا تو کچھ بانگی دکھا دو نہ؟ بڑی پڑھ لکھ کے فاضل ہو گئی ہو۔ ابھی کوئی فارسی خط لکھواؤں تو بغلیں جھانکنے لگیں۔ گو ڑا املا تک نہیں جانتیں اور بنتی ہیں فاضل۔ خدا غارت کرے ایسی فضیلت کو۔"

نواسی "فارسی کی ضرورت ہی کیا ہے وہ دن گئے کہ عربی فارسی کے بغیر کھانا ہضم نہ ہوتا تھا اب تو ہم نماز بھی اُردو میں پڑھتے ہیں۔ دیکھو نانی یہی تمھاری جہالت ہے کہ اپنے دیس کی زبان چھوڑ کے پردیس کی زبان میں نماز پڑھتی ہو دعا مانگتی ہو۔ وطن کی محبت سے تمھارا دل بالکل خالی ہے۔"

نانی "اری کیا کہا۔ تو نماز اُردو میں پڑھنے لگی؟ ہائے غضب یہ سات برس کی جان کو میں نے نماز سکھائی سورے پڑھائے معنی بتائے اُسکا یہ پھل ملا کہ تشتمکاری نے سب چوپٹ کیا۔ اری دعا تو خیر ہر شخص اپنی زبان میں مانگتا ہے۔ نماز کے واسطے تو رسولؐ نے سورے بتائے ہیں کہ پہلی رکعت میں یہ پڑھو دوسری میں یہ پڑھو۔ اُردو میں کوئی سورت نازل نہیں ہوئی نہ حضرت نے اجازت دی کہ ان سورتوں کے معنی اپنی زبان میں کہہ لیا کرو تب بھی نماز ہو جائے گی۔ قرآن ہے خدا کا قول اُسکے الفاظ خدا کے تعلیم کیے ہوئے ہیں ترجمہ اپنا قول ہے خدا کا قول نہیں۔ وہ لاکھ صحیح اور درست ہو ترجمہ ہی رہے گا۔ خدا کے قول کی برکت اور رسولؐ کی زبان کی سعادت اُسمیں نہیں ہو سکتی۔ خدا کا دین جس طرح ساری دنیا کے لیے ہے اُسی طرح ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اُسکا اصلی کلام بھی پڑھے۔"

نواسی "چاہے سمجھے بوجھے خاک نہیں۔ بس طوطے کی طرح الیا پڑھنا کس کام کا۔ بس یہی اگلی عقل تھی قربان کی تھی ایسی عقل۔"

نانی "ارے یوں ترجمہ کرکے معنی سمجھنا اور بات ہے اور نماز اپنی زبان میں پڑھنا دوسری بات ہے۔ قرآن کی تعلیم ہر زبان میں ہونی چاہیے مگر دو چار سورت جو نماز کے ہیں وہ معنی سمیت ہر مسلمان کو ازبر کر لینا فرض ہے کہ اپنے نبی کی پاک زبان اور اپنے خدا کا پاک کلام

یاد رہے - اری ناشدنی تیرے جیسے کتا نہ جیسے تجھکو نماز میں ادل بدل کرنے کا حق کہاں سے ہوگیا - اگلے لوگ بے وقوف نہ تھے کہ جس بات میں مسلمانوں کا فائدہ ہوتا اُسکا رواج نہ دیتے جن بیچاروں نے جان تک خدا کی راہ میں عزیز نہ کی وہ اپنی بولی کی اتنی پیچ کرتے یہ ہو ہی نہیں سکتا - جہاں وہ تمام عقیدے دوسری زبانوں میں سمجھاتے تھے وہاں وہ بول نماز کے بھی اُسی زبان میں سکھا دیتے اُنکا اُسمیں کیا نقصان تھا مگر اُنھوں نے تو اس خوف سے اس حکم میں ادل بدل نہیں کیا کہ نبی کا ارشاد جن سوروں سے نماز مراد ہے اُن سوروں کے پڑھنے کا تھا۔

نواسی :- واہ رے ارشاد - تم ہی بتاؤ ایسی نماز سے کیا فائدہ جسکے معنی معلوم نہ ہوں ؟

نانی :- لو دری چڑیل اب نبی کے ارشاد پر بھی اعتراض کرنے لگی - آخر تجھے جو ہم نے نماز سکھائی تھی تو کیا اُسکے معنی نہیں بتائے تھے ؟ اے وہ ہے کون سی دشوار ایک ہفتہ میں تو سورے کیا ساری نماز کے معنی آدمی سیکھ اور سمجھ لیتا ہے بس اتنی سی محنت کے لیے اپنے نبی کا حکم نہ مانے - میں نے بیسیوں گنواریوں کو نماز سکھائی چار پانچ روز الفاظ صحیح کرنے میں لگے پھر وہ آسانی سے حرف نکالنے لگیں - آجکل یہ دستور نکالا ہے کہ ہر ایک بات آسان ہونی چاہیے - تعجب یہ ہے کہ ملکی لیڈروں کے کہنے سے مہینوں دوپہر تک روز چرخا کاتنے پر لوگوں نے محنت کی اور یہ نہ کہا کہ یہ مشکل ہے - حساب سیکھا - جغرافیہ سیکھا - نقشہ کھینچنا سیکھا - موچی کا کام سیکھا - دھوبی نائی کا ہار معتور نوشنویس وکیل بیرسٹر سالہا سال میں بنے اور دشواری کی شکایت نہ کی اور عمر بھر میں صرف دو ہفتے کی محنت ایسی ناگوار ہوئی کہ اپنی محنت کے واسطے رسول کا حکم ٹالنے پر تیس ہو گئے - خدا کی مار ایسی تعلیم پر -

نواسی :- چاہے تم کچھ کہو - خلوص تو سمجھ پر موقوف ہے اور اپنی زبان آدمی خوب سمجھتا ہے ؟

نانی - پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ - جب ترجمہ اچھی طرح سمجھا دیا تو پھر خلوص کیوں نہ ہوگا - آخر تم اُردو میں نماز کا ترجمہ ہی پڑھنا چاہتی ہو یا اور کچھ ؟ اُسمیں سورے کے معنی ہوتے ہیں یا کچھ اپنے دل سے بھی لگا دیتی ہو ؟ میں کہتی ہوں کہ اصلی لفظ زبان پر ہوں اور معنی اُنکے دل میں ہوں تو خلوص میں کیا بھونکا پڑ جائے گا - ترجمہ میں جو مطلب ہم سمجھاتے ہیں صرف وہی نمازی کے ذہن میں ہوتا ہے اور اصلی عبارت ایک دریا ہے گویا وہ سارا دریا نمازی کی لوک زبان سے جاری ہوتا ہے - اور وہ مطلب بھی باقی رہتا ہے جو ہم نے اپنی چھوٹی سی سمجھ کے موافق کلام اللہ سے نکالا ہے - انسان سو مرتبہ مر کے جیے تب بھی خدائی الفاظ کی برکت اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا - ایک ہی قرآن ہے جسکے معنی کوئی فرقہ کچھ لیتا ہے کوئی کچھ - اگر ہر فرقے کے لوگ نماز پڑھتے وقت دل میں یہ بھی ارادہ کر لیں کہ خدایا جو معنی تیرے الفاظ کے تیرے نزدیک صحیح ہوں چاہے میں اُسے جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں مگر میں اُنکے آگے گردن جھکاتا ہوں اُنھیں کو تسلیم کرتا ہوں اُنکے بارے میں میرا ایمان قبول کر تو پھر بہت سی ذمہ داریوں سے چھٹکارا ہو جائے اور یہ کیا کم ہے کہ دُنیا بھر کے مسلمان نماز میں قرآن کے سورے پڑھنے پر یکساں نظر آتے ہیں -

بیگم صاحب تم جو یہ گھوڑا نگا پہنا وا ڈانٹے ہو ہزار بار میں نے کہا کہ اسمیں لاج آتی ہے بہت آتی ہے - ڈبل ہی خوشکا رہتا ہے - اپنے وطن کی وضع پر بھی حرمت آتا ہے اسکے پہننے سے کیا ہر کی وضع قطع بھی بدلنی پڑتی ہے اسکے بارے میں کبھی تم نے اپنا وطن یاد نہ رکھا - سارا زور وطن کی ماستائی [illegible] پڑھتے ہو - یہ تو بتاؤ تم نے انگریزی زبان [illegible] سیکھی ؟ کیا وہ واجب تھی - پھر اسی زبان سے سیکڑوں الفاظ ٹھیٹھ الفاظ اپنی بولی میں ملائے تو کیا یہ وطن کی ماستائی تھی - یہ ہی ہوا انگریزی شہر کے لیے ساری دُنیا میں اپنی بولی پھیلانا چاہتے ہیں اسپر تم کو حسد نہ ہوا - انگلیں گٹ پٹ کر کے اسکا منہ چڑاتا اے زوت ہے تمھاری لیاقت پر ! اور چار لفظ عربی کے وہ بھی پانچ وقت نماز میں ایسے دل میں کانٹا بن کے چبھے کہ دشمنوں کو کسی پہلو قرار نہیں ؟

نواسی :- واہ نانی - کہاں تو نماز کا ذکر تھا کہاں تم پوشاک کا دُکھڑا لے بیٹھیں ! بس یہی تمھاری منطقی گفتگو ہے -

نانی - ہاں نماز کا ذکر تھا اُسکے بارے میں جو کچھ میں نے کہا تم تو بچاری کیا ہو تمھارے اماں باوا بھی اُس کا جواب نہیں دے سکتے - بات یہ ہے کہ بیٹی تم نے یہ چلن آجکل کے اول جلول اُجبک (اُزبک) آمقویوں سے سیکھے ہیں جو مسلمان رہنے پر مجبور ہیں مگر دُنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے دستور اُنھیں اسلامی دستور سے زیادہ پسند ہیں کچھ مسلمانوں ہی پر [illegible] نہیں ایسے گاؤدی دوسرے فرقوں میں بھی [illegible] پیدا ہوگئے ہیں تو میری تو شرح تمھارے باپ کی لونڈی یا سوم کی ناک تو ہے نہیں کہ جدھر موڑو مڑ جائے اسلامی دستوروں کا قائم کرنے والا تم سے کہیں ساری دُنیا سے زیادہ عقلمند تھا - اُسنے کچھ سمجھ ہی کے [illegible]

سورتوں کے پڑھنے کی نماز میں تاکید کی ہے اسکے زمانے میں افریقہ کے کلموہے حبشی اور دوسرے ملکوں کے آدمی جنکی زبان عربی نہ تھی مسلمان ہوتے تھے۔ بھلا اُسکی عقل سے یہ بات کیونکر چھپ سکتی تھی کہ جس ملک کا آدمی ہو وہ اپنی ہی زبان میں نماز پڑھے تو اچھا ہے اُن کا قول تھا کہ ہم جسکی جیسی سمجھ ہوتی ہے اُسی کے موافق بات چیت کرکے پیمبری کا حق ادا کرتے ہیں پھر بھلا ایسی سامنے کی بات پر کیوں دھیان نہ کرتے۔ خدا کی شان ہے کہ پیمبروں کے مقرر کیے ہوئے دستوروں پر تم ایسی ٹانگ برابر کی چھوکریاں الزام رکھیں اے کیوں نہو بیٹی۔ صدرمت ہے۔ اس چودھویں صدی میں جو ہو وہ تھوڑا ہے۔ ابھی کیا ہے ابھی تو تم بال کترواکے لنڈوری مرغی بنو گی"

نواسی:- "پھر اسمیں عیب کیا ہے۔ بال کترانا کوئی گناہ تو ہے نہیں۔ قرآن تمھیں یاد ہو تو دیکھو مردوں کو بشارت دی گئی ہے کہ انشاءاللہ تم مسجد حرام میں امن چین کے ساتھ سر مونڈائے ہوئے داخل ہوگے عورتیں حقوق میں مردوں سے بال برابر کم نہیں ہیں مرد داڑھی منڈاتے بال کترواتے ہیں تو عورتوں نے کیا گناہ کیا ہے جو اس سے محروم ہیں۔ ایک بات کہتی ہوں بُرا نہ ماننا جو بہت عالم فاضل مفتی ہو تو قرآن سے بال کتروانے کی ممانعت ثابت کردو۔"

نانی۔ وو سر بھی ہو موئی بے غیرت گئی سو بہ بدہ قرآن میں ناک کتوانے کی ممانعت بھی صاف صاف نہیں ہے۔ جا چلی جا نائی کے پاس پھُنگی اُڑوا دے۔ چہرو سپاٹ ہو جائے مرد ختنہ کرواتے ہیں تو ناک کٹوا کسی بات میں مردوں سے پیچھے نہ رہ۔ مرد لنگوٹی باندھے پھرتے ہیں تو بھی دو انگل کا چیتھڑا آگے باندھ کے اُنھیں کے ساتھ ہڑدنگا کھیل۔ سارے جہان کے مردوں کے سامنے اُچھلتی پھر۔

نواسی:- "ہا آں (ہاں) اسمیں بھی کوئی عیب نہیں۔ قرآن میں پردے وردے کا کہیں حکم نہیں نہ عورت کا بے پردہ پھرنا کوئی گناہ ہے جسکی سزا کہیں لکھی ہو"

نانی:- "اچھا جی۔ میں دیکھتی ہوں کہ تو تو قرآن کی حافظہ ہے۔ قرآن تو پیمبر کے واسطے ایک یادداشت کے طور پر نازل ہوا ہے اسمیں بہت سی باتیں مجمل ہیں اگر ان کو پیمبر نہ سمجھاتے تو کوئی نہ سمجھتا۔ جیسے طہارت نجاست۔ نماز کی ترکیب۔ تجارت کس چیز کی جائز ہے کس چیز کی ناجائز۔ زکوٰۃ نکاح۔ طلاق کی تفصیل قرآن میں نہ۔ بہت سے حکم ہیں جنکا بجا لانا واجب ہے جیسے کنبے کی پرورش اگر کوئی انھیں پورا نہ کرے تو دُنیا میں اُسکے لیے کوئی سزا مقرر نہیں۔ اسی طرح بہت سی باتوں کی ممانعت ہے جیسے جھوٹ کہ اسکی سزا بھی مقرر نہیں۔ ہاں خدا نے جھوٹے پر لعنت کی ہے تو لعنت کا اثر مرنے کے بعد ہوگا لعنت کوئی دُرّہ نہیں کوڑا نہیں ہے جس کا نشان کھال پر دکھائی دے۔ لعنت کی مار سے بیحیاؤں کے چوٹ نہیں لگتی۔ تیری بے حیائی پر ہزار بار میں نے لعنت کی تو اس سے تیرا کیا بگڑا۔ چکنا گھڑا ہے بوند پڑی اور پھسل گئی۔

اے ہے کیا کہتی تھی اور کیا کہنے لگی۔ ہاں تو قرآن میں جو مجمل باتیں ہیں بجز رسولؐ کے اور کسی کو اُن کا حل معلوم نہ تھا۔ بعض گناہ ایسے بھی ہیں جنکا ذکر قرآن میں نہیں ہے جیسے چھنال پر پتھراؤ کرنے کا حکم۔ رسولؐ نے ان باتوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ حدیث کی کتابوں میں جہاں تک یاد رہ گیا تھا جمع کیا گیا۔ دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ جب تک حدیث سے مدد نہ لے کوئی ان باتوں کو نہ سمجھ سکتا ہے نہ ان پر چہ میگوئیوں کا اُسے حق ہے۔ کچھ تو ان حدیثوں میں ہے اور کچھ اس زمانے کے لوگوں نے رسول اور اُسکے گھر کا چلن دیکھ کے سیکھا اور بتایا ہے۔ قرآن باتوں سے واقف نہیں خالی قرآن قرآن چیختی ہے۔

نواسی:- "اخاہ۔ تمھارا یہ مطلب ہے کہ خدا کی کتاب ناقص ہے؟۔ ذری آنکھ کھول کے قرآن دیکھو وہ دعوی کرتا ہے کہ اس کتاب میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ ہا! بڑھاپے میں قرآن پر ایمان نہ رہا۔ اے نانی پھر سے کلمہ پڑھو"

نانی:- "ہاں بیٹی ہاں۔ جبن جائے اوں لجائے۔ نگوڑی بولی کا گندہ شوروا" بڑھیا نانی کو آج تم ایمان کا سبق دینے بیٹھی ہو۔ اسکی شکایت ہی کیا۔ تم اور تمھارے ہجولی مرد خواہ عورت پیدا ہی اسی لیے ہوئے ہیں کہ بزرگوں کو سبق پڑھائیں۔ میں تو خیر نانی ہوں جب تم حدیث اور قرآن پر اصلاح دینے کا دم داعیہ رکھتی ہو تو میں کس گنتی کس شمار میں ہوں اس زبنیا سے (زبان) پیر پیمبر بھی نہیں بچے۔ لے سُنو اپنی بات کا جواب۔ میں بھی مانتی ہوں کہ قرآن میں ہر ایک گیلے سوکھے کا حال ہے وہ کامل ہے اُسمیں ساری باتیں مفصل ہیں مگر میری اتالیق نواسی! اس قول میں بھی قرآن کا رُخ پیمبر کی طرف ہے نہ میری اور تمھاری طرف۔ پاک پروردگار کے اشارے رسول ہی سمجھتا ہے۔ قرآن سے ہر مسئلہ کا جواب نکال لینا بھی اُسی کو معلوم ہے بھلا ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔ قرآن میں جو باتیں صاف صاف لکھی ہیں پہلے کوئی

اعلان

ہندوستانی ایکاڈمی کو ایسے مترجموں کی ضرورت ہے جو با محاورہ اُردو ہندی زبان میں ترجمہ کر سکیں مترجم ایکاڈمی کے ملازم نہ ہونگے۔ جو لوگ سائنس اور ادبی کتابوں کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں اُنکو نمونے کے ساتھ ۳۰ جون تک درخواست دینا اور شرائط طے کرنا چاہیے۔

جنرل سکریٹری ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد

انگلستان سے ایک ہندوستانی طالبعلم نے لکھا ہے کہ جناب ایڈیٹر صاحب اودھ پنچ آداب
اردو زبان کا یہ پرچہ سب سے زیادہ دلچسپ ہے میں تین سال تک انگلستان میں اس رسالہ کو
منگاتا رہا اگر یہ رسالہ نہ ہوتا تو انگلستان کی زندگی کسی طرح کم نہ ہوتی

جان بل (انگلستان) ماموں سام (امریکا)

جاپان

چین

جان بل:- ماموں دیکھو دم خم میرے اژدہے کا"

ماموں سام:- بھانجے میں تو دُم کا خم دیکھتا ہوں۔ جاپان کی دُم کی گرہ بڑی ہے۔ چین کا لنگر وزنی ہے"

آنکھیں تو اچھی طرح سمجھ لے پھر آگے بڑھے۔ میری بنو پردے ہی کا مسئلہ تو آجکل چھڑا ہوا ہے۔ پردے کے بارے میں جو آیتیں نازل ہوئیں وہ بھی کسقدر چھیڑ کی ہیں آجکل کی اوندھی کھوپڑی والے ادھر ادھر کی اوپری باتیں ماننے کے لیے ڈینگ ہانکنے لگتے ہیں کہ ہم سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اے خاک! مولانا ٹھیک آبدست لینا بھی جانتے نہیں (کاغذ سے پونچھتے ہیں) اور دعویٰ یہ کچھ!

انگوڑے کہتے ہیں کہ شادی کی نیت سے اجنبی عورت کا چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے۔ حج میں منھ کھلا رکھنے کا حکم ہے۔ اسلیے پردہ ضروری نہیں۔ یہ کمبخت ہئے کے اندھے اتنا بھی نہیں جانتے کہ اگر پردے کا عام حکم نہ ہوتا تو خاص حالتوں میں اسکے اٹھانے کی اجازت کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ویسے ہی منوا ہیں کہ شریف عرب زادیوں کا پہناوا بھی جو اس زمانے میں تھا لغت کی کتابوں سے تحقیق نہیں کرتے۔ اور یہی کہ پیمبر کے وقت میں اس لباس تھا یہ۔ کون سی چیزیں بڑھائی گئیں۔ اس زمانے کے مرد عام طور پر ایک کمل یا ایک قمیص ٹخنوں تک لمبی پہنتے تھے اور ایک سموسا کیا ہوا رومال سر سے لپیٹ لیتے تھے بس اللہ اللہ خیر صلاح امیر امرا عمامہ باندھتے تھے اور زیرجامہ بھی پہنتے تھے۔ باقی آئندہ

راقم

فلاسفر

سفینہ

یادش بخیر ایک وہ زمانہ تھا کہ نو مولود اُردو گلزار دکن میں جب لاچھلتی اور گل بازی کرتی نظر آتی تھی انقلاب کے چلتوں اب اُردو تو بیاہی بیٹی پڑوسن داخل ہے اسکے سرحن کچھ ٹلی جبلی چھو ہٹر بڑی کچھ شستہ اجنبی اکثر چھوکریاں آنکھ موچی دھپ کھیل رہی ہیں جدھر سنیے گٹ پٹ گٹ پٹ۔

لڑکیوں کو میکے سے خاص اُنس ہوتا ہے شہر یارِ دکن کی بدولت اُردو کا میکا پھر سے آباد ہوا اور بہت دنوں کے بعد بی اُردو جان بچوں سمیت پاؤں پھیرنے بلائی گئیں۔ بچے ننھیالی الفاظ سے ناآشنا ہیں اُردو جان سسرال کی وضع قطع اختیار کر چلیں اسوجہ سے میکے والے فرنٹ ہیں۔ قطع رحم ہے گناہ۔ ان متقی لوگوں کو شاباش جو قطع رحم کے نامبارک درخت کو اگنے پھولنے پھلنے نہیں دیتے۔ خصوصاً مالک کے نامور ادیب شمس العلماء محمد عبدالحق ایم اے پروفیسر عربی فارسی و اردو گورنمنٹ محمڈن کالج مدراس کا ایمان گوہرن" قابل ستائش ہے جنکے دم سے اُردو کا ایک سہ ماہی رسالہ بنام "سفینہ" تازہ جاری ہوا ہے۔ پرانی مثل ہے "کشتی کا جینا دو بھر" گرمیہ

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

ہمیں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ رسالے کی اُردو مدراسی نہیں بلکہ خاصی سلیس، با محاورہ اُردو ہے اور مطالب کے اعتبار سے بھی قابل تحسین ہے۔ خدا اسے "جوہر اخضر" سے بچائے اور کنارے تک بخیریت پہونچائے۔ توقع ہے کہ وقت تقاضا مضامین پر نظر کی جائے گی بالفعل صلاح یہی ہے کہ لوگ اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھیں۔ خالی خولی نلسی (مع شمارہ) نہ فرمائیں۔ سو صفحہ کا حجم ہے سالانہ تین روپیہ سالانہ قیمت ہے۔ "منیجر سفینہ گورنمنٹ محمڈن کالج ماؤنٹ روڈ مدراس" سے مل سکتا ہے۔

"انڈین پنچ"

غلام محمد خاں صاحب قیصر دہلوی نے سمندر کے کنارے یعنی "بمبئی" سے یہ شاخ زعفران نکالی ہے۔ پرچہ ہفتہ وار ہے۔ بناوٹی ظرافت سے خالی ہے۔ ظرافت کے اصلی مقصد سے واقف ہے۔ غور کیجیے تو یہ مختصر تعریف کم نہیں۔ بے معنی توقعات دنیا کی سرشت میں داخل ہیں الا ماشاء اللہ لیس جو لوگ ظرافت کو ایک اعلیٰ جوہر انسانی سے تعبیر کرتے ہیں وہ حوصلہ بڑھا کے اسے اپنے مطلب کا بنالیں تو بہتر ہے۔ پرچہ کسی مذہب سے دل لگی بازی نہیں کرتا آزاد ہے۔ ملکی خیرخواہ ہے۔ دفتر پر لبلنگ بھنڈی بازار بمبئی سے شائع ہوتا ہے تین روپیہ سالانہ قیمت ہے۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ملی ہے ہندی کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
گورنری تو ازل سے ہے گورے خاں کے لیے

عارضی طور پر نواب چھتاری ہز ایکسلنسی دی گورنر آف یو پی ہو گئے۔ اسکی خوشی بھی عارضی ہوگی بلکہ اوج سے پستی پر نزول جن طبیعتوں کو ناگوار ہے وہ رنجیدہ ہوں تو عجب نہیں۔ روتے بچے کو غریب غربا کی عورتیں تمام جہان کا مالک بنا کے بہلاتی ہیں۔ "وہ بھیا کا چاند نکلا۔ آؤ چندا ماموں آؤ۔ یہ میاں کی ریل گاڑی چلی آرہی ہے۔ آرایل رے بھیا بلاتا ہے۔" گھر میں کوڑی نہیں مگر لوری یوں دیتی ہیں:-

اپنے بھیا کو میں رونے نہ دوں
آوے سوداگر میں گھوڑا لے دوں
باوا تیرا ہفت ہزاری ماموں منصب دار
چچا میاں چوراسی کے راجہ بھیا برخوردار

بھنانے کو چنے میسر نہیں:-

"پستے باداموں کی روٹی پکاؤں ہرن کے کباب"

کا ناشتہ صبح کے لیے شام ہی سے تیار۔

ایک حکومت ہوشیار حکومت رعایا کی مزاج شناس حکومت جہاں تہیے میں اُستاد حکومت اتنا ہی سے زیادہ بہلانے پھسلانے کی گھاتیں جانتی ہے۔ لوگوں کا گمان ہے کہ نئے گورنر کے تقرر میں حکومت نے جو دیر لگائی ہے مطلب یہی ہے کہ دیکھو ہندوستانی بھائیو گورنمنٹ ہوس پر قابض ہو کے ایک ہندوستانی کا گورنری ٹھاٹ میں رہنا یاروں کو ناگوار نہیں مگر بات یہ ہے کہ ہم مناسب آدمی کی تلاش میں ہیں جب تک کوئی نہ ملے اسوقت تک چاند بھی بھیا کا سو بھی بھیا کا پستے باداموں کی روٹی ہرن کے کباب کا ناشتا بھی بھیا کے لیے آ جاری نیند یا تو آ کیوں نہ جا۔ میرے بھیا کی آنکھوں میں گھل مل جا ہاں لے سو تو رہو جلدی سے، دیکھو اسکی شکایت نہ کرنا

ہندوستانیوں سے تعصب کا برتاؤ ہوتا ہے۔ سائمن کمیشن جو ہو چکے آکر کہہ گیا کہ دس برس میں دو گورنر ہندوستانی قرار ہو چکے ہیں۔

ہمارے نسل ست دوں کو بری تو لی
اب اور چاہئے کیا جو تمہیری مل جائے

نظر گزر کے واسطے پرلوا لا جھینکا جاتا ہے اس سے کسی کا پیٹ بھرنا مقصود نہیں وہ تو صرف نظر کا اتارا دفع کرنے کا ٹوٹکا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ صاحب لوگوں میں سے ہر شخص گورنر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ آخر یہ لیس وپیش کیسا۔ یہ قحط الرجال کا روگ گوری آبادی کو کب سے لگا۔ یہ معمولی سی بات میں اتنی ڈھیل۔ سیاست انگلشیہ کے گرگ کشتا نخن ایسے کمزور بیچی کے دانت کھٹے ہیں؟

خدا بدگمانوں کی زبان سے بچائے کمبخت جھوٹی بات ایسے لہجے میں ادا کرتے ہیں کہ دنیا بھر یقین کر لیتی ہے۔ انھیں اتنا نہیں معلوم کہ دولہا کو نوشاہ کہتے ہیں دولھن ملتی ہے نوشاہ کو۔ شاہ کے واسطے ایک ولیعہد ضروری ہے۔ جھوٹ موٹ کے نوشاہ کے ساتھ ایک "شہ بالا" کیوں نہ ہو یعنی بچے نوشاہ کو دولھن کبھی ملی ہے؟

لطف سے باغ جہاں میں صورت شبنم رہے
رات ہی بھر گو رہے لیکن گلوں میں ہم رہے

لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلا قلعی کر دینے سے گلٹ بھی کہیں چاندی ہوتا ہے۔ سنتے ہیں کہ ایک ہندوستانی طالب علم مسمی بہ مدن موہن جوہری گیا تھا بحر علم حاصل کرنے اور کھا گیا بحر حسن کا غوطہ اللہ اللہ اس دریا کی تھاہ کہاں ؎

اگر ہوا ہی سلامت بر کنار است

معشوقہ ... نوشہ کو ہرے چمڑے کی۔ یہ حضرت کا گاگا پانی۔ یورپ کی سفید سیب اور ہندوستان کا کالا پانی۔ تہذیب کا موتی ہو گیا املی کا بے صاف۔

لوگ گوری آزادی سے فرمائش کی کہ تمہارے سوا کسی کے ساتھ سیر سپاٹا نہ کرنا دیکھو ہوا پشپ "سوامی" کے سوا کسی دوسرے کو نگاہ بھر کے دیکھا تو میں ذبح سینہ میں آہنی گولی کا ذرا آہن تاب رکھ کے جوہر بھاڑ اور اگر تم نے اپنا جوہر عصمت میری خدمت میں بے پس وپیش عرض نہ کیا تو ہیرا کھا لوں گا جوہری صاحب نے دھمکی کے پردے سے ہکا کی پر اکتفا نہیں کی بلکہ زبردستی موٹر میں گھسیٹ کے نگین آبرو پہ جلا دینے کا مصمم ارادہ ذالی نوبت با ینجا رسید کہ سماۃ تہذیب کے والد صاحب نے کانسٹبل کی مدد سے عدالت کو ہرے بدا کیا غالباً جوہری صاحب ہندوستان کا خواب دیکھ رہے تھے اور یہ معلوم نہ تھا کہ مسٹر خسر نگین عشق کے جرم بنگلے سربازار کچہری تختی کھائینگے چنانچہ خسر صاحب نے گواہی دی اور ذبح دہن سے یوں موتی رولے کہ اس شخص نے اکثر مس صاحب کو جوہری کے گلے کا ہار ہوتے اور چھا چالی کرتے دیکھا مگر کچھ اور نہیں ہوا کیا معنی کہ وہ شخص تو گھنگچی اور سونے کو موٹر کے کانٹے میں بٹھا کے تولا کرتا تھا۔ جوہری صاحب ہیں طالب العلم مس صاحب ہیں اسی تعلیم گاہ کی لائبریرین غنیمت ہے حرف عصمت میں کیڑا نہیں لگا۔

جوہری صاحب یورپ میں تعلیم کی سان پر چڑھے مگر تا حال ایپیٹشن کی سی آبداری نہ پیدا ہوئی بالفعل کالج کے جواہر خانہ سے دونوں نکال باہر کیے گئے ہیں دیکھیے آیندہ کس بھاؤ بکتے ہیں۔

انقلاب تدریجی

غلے کی ارزانی اور اپنی ناداری کی بدولت لوگ "کھاں صاحب" (خاں صاحب) یا سکھ جی (شیخ جی) سے سید ہو جاتے ہیں مشہور ہے۔ مینڈک کی خاک کا ہر ذرہ ذی روح ہے پانی کا چھینٹا پڑا اور ایک مینڈک کے صدہا مینڈک بن کے میدان میں لپا چکنے پھدکنے لگے جیسے چوہڑ اخبار نویس کا قلم کاغذ پر۔ مینڈک کے بعض اقسام ایک زمانے کے بعد لوٹ پیٹ کے بٹیر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں نٹ نٹ فٹ فٹ !!!!۔ ان سب سے زیادہ عجیب ہمارے پرانے کیننگ کالج کی عمارت کا حشر ہے۔ اللہ اللہ ایک زمانہ تھا کہ اسی درسگاہ میں کودک دبستان علم کی کتابیں رٹتے رٹتے لگاتے اور گٹ پٹ میں مہارت پیدا کر کے شیخ جی سے سید جانور سے آدمی ڈھیلے سے مینڈک اور مینڈک سے قانونی بٹیر ہو جاتے تھے۔ پھر آدمیاں بید رشد ند و کارخانہ آدم سازی درہم خورد۔ اسی عمارت میں مردہ جانور خانہ (میوزیم) بس گیا۔ سنگی تصویریں نصب ہوئیں۔ یہ دور بھی ختم ہوا جانوروں کو نکالا ملا انکی جگہ صوبہ کی کونسل نے لی جو بجٹ کی منظوری میں شیخ سے سید ہو جاتی ہے مصارف کی تشقیق نئی نئی تجویزوں کی پیدائش میں اور گوش نگار ٹرٹر میں مینڈک سرکاری پنڈت بنکے ٹٹ ٹٹ کرنے میں بٹیر درس انتظامی میں طفل مکتب۔ خود فراموشی میں استاد کامل صورت کے لحاظ اور سیرت کے زوال میں عجائب خانہ کا مردہ جانور۔ کام کی بات یہ ہے جب سادھنے میں تاریخی ثبت یا سنگی مورت سے کم نہیں۔

یہ دور بھی چل دیا اب سنتے ہیں کہ اس عمارت میں موسیقی کالج آباد ہوا ہے۔ تنا رے ریں ریں اور دھا دھند تکبر کود۔ سارے گم پا دھانی کی آس کنگ اور ٹرکی تعلیم اس میں ہوگی۔ جل جلالہ مینڈک کی کچ کچ بٹیر کی ٹٹ فٹ اور بلبل کا ترانہ ؎

اگر لی کا ہے گماں شک ہے ملاگیری کا
رنگ لایا ہے دوپٹا تیرا میلا ہو کر

"عاشق کا گریبان" اور "رنڈی کے پاجامے کی میانی" چین سے کب رہ سکتی ہے

عذر

دو دن کی دیر پرچے کی اشاعت میں ہوئی اور چار دن سے یہاں سرحد شکم میں تلاتیوں نے بغاوت برپا کر باندھ رکھی ہے بخار الگ ستیہ گرہ پر آمادہ ہے واللہ اگر اختیار چلتا تو ہم کبھی بیمار نہ ہوتے پرچہ نکالنا بخار اور اسہال سے زیادہ آسان ہے۔

لہذا ناک بھوں چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ خود لکھیے اچھے لکھنے والوں کو ہمدردی مدد پر آمادہ کیجیے تو بارہ گھنٹے اور عذر رہا سے باردو سے نجات ملے والسلام

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بطور تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین ہوں اور دوسرے پرچہ میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو مع پچنے کے اور مزید تیں روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ بالخیر شما بسلامت۔ نیا پرچہ اور ایک مشہور پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ کچھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ غیب ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے۔ ... پرچہ کو گم ہونے کی علت ہے پس اس علت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ طلب فرمائیں ... اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکے جواب میں ... تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ... جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۲۶

مضامین غیر

(۲۱ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء)

بو اصین بنام مرزا عظیم بیگ چغتائی بی اے ایل ایل بی

سید سے لڑکوں سے بھی رکھتی ہو کچی لی ستی
کیا بڑی خوب ہے تمھاری بھی اجی بی ستی

مرزا جی۔ تم کوئی پہلے شخص نہیں ہو جسے پردے اور نقاب پر چوٹ کی ہو۔ یہ قصہ بہت پرانا ہے جب نام کے مسلمان لندھن اور یورپ گئے اُنھوں نے وہاں دعوتیں کھائیں۔ وہاں کی تیتال چڑیوں سے ہر گت ملانے کا لطف اُٹھایا! ایک آدھ کیتھرین وہاں سے ساتھ لا لے بے باکی اور بے قیدی بلکہ گستاخی کے مزے لوٹنے لگے اُس وقت سے اُنکی مت پلٹی۔ حیلے حوالے ڈھونڈھنے پر کمر باندھی کسی نے تفسیر کی کتابیں اُلٹیں کسی نے حدیث میں اپنے مطلب کی کھوج لگائی اور یہ کہنا شروع کیا کہ خدا غارت کرے ان مولویوں کو جنھوں نے اسلام کا نام خراب کر رکھا ہے بائیں دیکھو تو سہی پردے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اُنھوں نے عورتوں کو پردے میں بٹھا کے ترقی پرستی کا ہل چلا دیا ؟

بے نقاب بیگم ایسے ہی مردودوں میں سے ایک کی بی بی ہیں خدا رکھے میری بات کا بُرا نہیں مانتیں جو میرا جی چاہتا ہے اُنھیں کہہ لیتی ہوں اور اخباروں میں چھپوا دیتی ہوں۔ مرزا جی یہ بازار کی گالی ناحق تم نے اپنے اوپر لی تم نے بیکار پیچھے پھر کے دیکھا۔ اے میں تو ۱۹ مئی سے برابر خط لکھ رہا ہوں تمھیں آج خبر ہوئی ؟ خیر اب تم نے خواہ مخواہ مجھ سے بات چیت شروع کی ہے تو بندی آپ بھی بند نہیں اے میں خوب جانتی ہوں کہ تمھاری کتاب میں جو ابھی چھپی نہیں کیا لکھا ہوگا۔ بندی نے چار کرتے تم سے بڑھ ہی کے پھاڑے ہیں۔ مسلمان ہوں مسلمانوں میں رہتی ہوں مولویوں کی باتیں بھی یاد ہیں اور تم لوگوں کی تقریریں بھی سُنی ہیں کسی بات کی خدا کے صدقے سے کمتی (کمی) نہیں۔

مولانا اودھ پنچ سے جو تم نے دل لگی کی بات پر بُرا مان کے شکایت کی ہے ماشاء اللہ اُن کے ہاتھ میں قلم ہے دماغ میں علم ہے دل میں نور ہے وہ خود جواب دینگے ہاں عورتوں کے بال کتروانے کے بارے میں مجھ بُڑھیا کے سامنے جو تم نے ابو سلمہ اور ابن عباس کے قول صحیح مسلم سے پیش کیے ہیں اُنکا جواب میں دوں گی۔

سُنو مرزا۔ جو بات نہ آتی ہو اُسمیں دخل نہ دینا چاہیے تم شاید عربوں کے ملک میں نہیں گئے ورنہ کبھی تو تم نے وہاں کی عورتوں کو نہیں دیکھا۔ ان عورتوں کے لباس وضع قطع چال ڈھال میں رسول کے وقت سے لے کے آج تک کوئی فرق نہیں آیا وہی اوڑھنی جسے خمار کہتے ہیں اور جس کے گھونگھٹ مارنے کا حکم قرآن نے دیا ہے آج بھی وہاں موجود ہے پھو ہڑ پنے کی بدولت دعصابہ (سربند) سر پر سے سرک جائے یا افلاس کے جلتوں خمار میسر نہ ہو تو اسکا ذکر نہیں خمار ہی کا مہذب جزو مقنع ہے جسے شریف زادیاں باہر نکلتے وقت مُنھ پر ڈال لیتی ہیں خیر یہ بحث تو پردے کے ساتھ ساتھ ہوگی یہاں میں بال کتروانے کی حدیث پر کچھ کہنا چاہتی ہوں یعنے آج بھی وہاں کی عورتیں خوبصورتی کے لیے کنپٹی کے پاس کی دو زلفیں تراشتی اور کانوں کے پیچھے لا کے گالوں پر "ل" کی صورت میں چپکا لیتی ہیں یہ پُرانا دستور ہے یہ کاکل کا لام شاعروں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے شاد مرحوم کہتے ہیں۔

چھنس جاتا ہے دل عاشق کا خمدار وہ لام ہے کاکل کا
اسلام سے جو آگاہ نہیں کافر ہے وہ زی اسلام نہیں

یہ لٹ کان کے سوراخ سے نیچی اور لو سے کچھ اونچی رہتی ہے مرزا تمھیں شاید دھوکا ہوا جو اس دستور کو تم پٹے رکھنے کا دستور سمجھ بیٹھے۔ تم اپنے سر کا پسینا ایڑی تک بہا دو گے تب بھی رسولؐ کے زمانے میں عرب کی عورتوں کا چوٹی کٹوا کے پٹے رکھنے کا رواج نہ ملیگا۔ ارے بندۂ خدا خدا سے ڈر کنپٹی کے پاس والی ایک لٹ کا لو کے پاس تک لا کے تراشنا اور پٹے رکھوانا ایک ہی بات ہے ؟ کیوں رسول کی عورتوں پر تہمت رکھتے ہو۔

بھلا رسولؐ اللہ کی عورتیں بال کترواتیں اور اُمتی عورتوں کے سر پر بال رہ جاتے ؟ ایک عورت بھی رسول کے گھرانے کا رواج اختیار نہ کرتی سب کی سب بے ایمان ہو جاتیں ؟ اے ہے خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا میں نے فرنگی محل کے بڑے مولوی صاحب سے پوچھوایا تھا وہ کہنے لگے ہم نے ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی۔ اول تو وہ حدیث ہے بھی نہیں کیونکہ رسول اللہ کا قول راوی نے نقل نہیں کیا بقول تمھارے ابو سلمہ کا قول ہے اور جب تک تم صفحہ سطر کا حوالہ نہ دو اُسوقت تک میں اسے تمھارا قول سمجھتی ہوں گی۔

چغتائی صاحب ذری سنبھلے ہوئے۔ پھسلن بہت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لڈکا کھاؤ اور جنھیں خدا نے علم دیا ہے وہ ہنسیں۔ اللہ جانتا ہے بڑی بد ہو جائیگی۔ باربار تم اپنی کتاب پر دھمکاتے ہو۔ جلدی سے چھپوا کے بٹوا دو تو پھر حال کھلے۔

دیکھو دو باتیں ہیں ایک تو اسلامی ملک کا رواج ہے۔ رواج کو شریعت سے کوئی لگاؤ نہیں وہ بدلتا رہتا ہے اور بدلتا رہے گا۔ دوسرے رسول اللہ کا حکم ہے وہی عین شریعت ہے اور اُسی کسوٹی پر رواج کا سونا کسا جاتا ہے۔ کھوٹا ہوا تو دیندار لوگ نام دھرتے ہیں کھرا ہوا تو وہ مقبول ہوتا ہے۔ پردے کے بارے میں رواج کی بحث ادنی درجے کی بحث ہے اور شرعی حاکموں کو جو کچھ حدیثوں میں ملا وہ تمھاری غرض کے بالکل خلاف ہے سو میں ایک واقعہ اگر تم کو ظاہر میں اپنے مطلب کے موافق مل جائے یا تم اسے گھما پھرا کے اپنے مطلب کے موافق بنا لو تو چاہے کالے صاحب لوگ اُسپر تالیاں کوٹیں ناچیں تھرکیں مگر شرع اُسے قبول نہیں کرے گی۔

اسی صحیح مسلم میں تمھیں ایسی حدیثیں ملینگی جن سے ظاہر ہوگا کہ رسول اللہ اکیلے میں اپنی بی بی سے باتیں کر رہے تھے کسی کا گزر اُدھر سے ہوا اور وہ یہ دیکھ کے جلدی جلدی راہ طے کرنے لگا تو رسول اللہ نے اُسے

لڑک کے ٹھہرایا اور فرمایا یہ عورت میری زوجہ ہے۔ اس ٹھہرانے سے دو مطلب ظاہر ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت لوگوں کی بدگوئی سے اپنا دامن بچانا چاہتے تھے کہ صاحب وہ تو غیر عورتوں سے سر جوڑے ہوئے اکیلے میں گھسر پھسر کیا کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس طرح غیر عورت سے خلا ملا رکھنا مناسب نہیں۔ ہاں اللہ کی جائز کی ہوئی بیٹیوں کی دی ہوئی جورو سے یوں بات چیت میں کوئی عیب نہیں۔ جیتنا آئی صاحب پھر تمہارا جو منشا ہے کہ پردہ نگوڑا اٹھ جائے اور عورتیں سر جھاڑ منھ پہاڑ اردا بیگنیاں بنی ہوئی مردوں کے ساتھ آنکھ مچولی و سب کھیلیں مرد غیر عورتوں سے کھیلیں کریں عورتیں غیر مردوں کو اپنے جوبن کی بہار دکھائیں یہ کیونکر پورا ہوگا۔ رسول نے اپنی بیٹی سے پوچھا تھا کیوں بیٹی عورت کی سب سے بڑی آرزو کیا ہے بیٹی نے عرض کی یہی کہ نہ وہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے نہ کسی اجنبی مرد کی اس پر نگاہ پڑے بیٹی کا جواب سنتے ہی رسول نے بیٹی کو کلیجے سے چمٹا لیا اتنا خوش ہوئے۔ رسول اللہ تو خواجہ سراؤں کا زنان خانے میں رہنا بھی پسند نہ کرتے تھے کجا ڈھیا لے مچھیالے مرد!۔ (صحیح مسلم)

مرزا تمہارا اس بحث کے چھیڑنے سے مطلب کیا ہے یہی نہ! کہ عورتیں گھر سے نکلیں کام کاج کریں انکی تندرستی میں فرق نہ آئے مردوں کی آمدنی اور محفلوں کی رونق بڑھ جائیں جوانی کا شگوہ دکھیں نیا فیشن اختیار کریں گھر کی آرائش کا سلیقہ انھیں آئے نئی دنیا کے کام کی بن جائیں۔ تجارت کریں معاملے کریں یہ سب مطلب پردہ اٹھائے بغیر پورے نہیں ہوتے اور یہی مطلب تم مدتوں سے نکالنا چاہتے ہو۔ اور میرا یہ قول ہے کہ رسول کی سنت اور انکے فرمان سے اگر پردہ اٹھ بھی جائے تو یہ مطلب پورا نہیں ہو سکتا۔ لے آج ہی سے میں برقع نگوڑے کو دیا سلائی دکھاتی ہوں پردہ بھاڑ میں جھونکتی ہوں مگر اس کا علاج میرے پاس کیا ہے کہ گھر والے صاحب گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتے روٹی کپڑا اور جو جیسا وہ سب کچھ دیتے ہیں ہر طرح کا آرام ہے دو وقت ٹکیا ٹھونکنا اور چولھے میں سر جلنا نہیں پڑتا اللہ کی دی ہوئی مامائیں اصیلیں ہیں بچہ پالنا نہیں پڑتا انائیں نوکر ہیں کھلائیاں موجود ہیں میکے والوں سے ملنے میں کوئی روک ٹوک نہیں وہ میرے گھر آتے ہیں میں انکے گھر جاتی ہوں۔ بہنوں گرمی کی فصل میں باغ اور جنگل کی سیر کرتی ہوں پہاڑوں پر پھرتی ہوں۔ پڑھتی ہوں لکھتی ہوں کوئی سختی نہیں ہے یعنی ایک مرد کو خدا نے اپنی جورو کے جس قسم کی نیکی کرنے کا حکم دیا تھا وہ سب پورے پورے کرتا ہے وہ صرف ایک حق کا مطالبہ کرتا ہے کہ بے میری اجازت کے گھر سے قدم نہ نکالو۔ یہی حق ہے جو اسے نکاح ہو جانے کے بعد خدا نے دیا ہے اسکے خلاف عمل کرنے سے روٹی کپڑے کا حق جاتا رہتا ہے "نشوز" یعنے شوہر کی نافرمانی اسی حق سے مراد ہے۔ میں ساس نندوں کی اطاعت نہ کروں تو نافرمان نہیں شوہر کے لیے کھانا نہ پکاؤں تو نافرمان نہیں بچہ نہ کھلاؤں تو نافرمان نہیں۔ بس دو باتوں سے نافرمان ہوتی ہوں ایک تو نگوڑی شرم کی بات ہے۔ دوسری یہی گھر سے باہر نکلنا۔ وہ ہیں ذری بدگمان۔ محبت کا جزو ہے بدگمانی۔ غیر مردوں سے خلا ملا رکھنے میں بدگمانی ضرور بڑھنی چاہیے تو تم ہی ایسی حالت میں گھر بگڑا یا رہا۔

مرزا۔ جب تک تم تمام مردوں کو یورپ والوں کی طرح بے غیرت اور بے حیا نہ بنا لو اسوقت تک تمہارے کہنے پر چلنے والیاں اپنے نصیبوں کو روئیں گی۔ تم نے یہ ذکر اسی لیے چھیڑا ہے کہ ہم گھر میں جو آئی ہے چھیڑا۔ اے ہاں جس جگہ کے مردوں میں ایمان نہ ہوا یکا نہ ہو غیرت نہ ہو۔ شرم نہ ہو۔ احتیاط نہ ہو وہاں عورتیں گھر سے باہر نکل کے بچ نہیں سکتیں خصوصاً جبکہ ان کی روزی اللہ نے دوسرے کے سر منڈھ دی ہو۔ اور انھیں گھر سے نکلنے کی ضرورت نہ ہو۔ مرزا صاحب بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بغیر فتنہ اور فساد کے ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا چپکے بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا ہے جو لوگ شرع کو ملکہ تنزیا کا تابعدار بنانا چاہتے ہیں انکی یہی رائے ہے وہ مرزا بیدل کے اس شعر پر عمل کرتے ہیں ؎

بس دل شکستہ ایم ز آسودہ خاطری
یارب کہ عافیت بہ آزار کس مباد

جس ملک میں نہ ہندو اپنے مذہب کے پابند ہوں نہ مسلمان اپنی شرع کے تعلیم نہ ہو۔ اخلاق نہ ہو۔ تہذیب نہ ہو اقبال نہ ہو۔ غیرت نہ ہو۔ گلی کوچے میں گالم گلوچ ہوتی ہو ایک دوسرے کی ضد پر تعیں ہو کوئی تبلیغ کے بہانے پرائی عورتوں کو لے بھاگے

"ہائیں زیادہ طلبی! اچھا دکھاؤ تو سہی منھ میں کے دانت ہیں۔ اے بے جا کچھ فرق نہیں وہی اگلا سا حال ہے"

کوئی شدھی کی آڑ میں گنگلی عورتوں کو بہکائے جان مال کے محافظ بھی (پولیس) ہٹ چھٹ بے باک پھول جھوٹے وعدے اور سبز باغ دکھا کے بھولے بالے دلوں کو داغ بتا دینے اور رد خاک کرنے میں عیب نہ ہو۔ وہاں اس قسم کے خیالوں کا پھیلانا بڑا اور حد بھر بُرا ہے۔ ایک گوشے میں ٹوپیاں کاڑھ کے روکھی سوکھی سے پیٹ بھرنے والی بیوہ بے وارث غریب جوان جہان عورت مردہ لاش ہے جو اپنا بچاؤ گیدڑوں سے نہیں کر سکتی۔ کیسی تجارت کیسی اقتصادی ترقی کیسا مال تال ارے آبرو ہے تو جہان ہے۔ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۲۸ سنہ ۱۹۲۸ء

بعدالت جناب سب جج صاحب بہادر اول مقام کچہری لکھیم پور

برجموہن سنگھ . . . مدعی

بنام

لاپ سنگھ ولد رتن سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع ۔۔۔ پرگنہ ۔۔۔ ضلع کھیری ۔۔۔ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ مال ۔۔۔ کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۳ ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط انگریزی لکھیم چند

اطلاع

۱۔ اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تمہارے گواہ اپنی مرضی سے حاضر نہ ہونگے تو تم عدالت ہذا سے سمن پا بیں وار جاری کرا سکتے ہو کہ جو گواہ نہ حاضر ہو وہ جبراً حاضر کرایا جائے اور جن دستاویز کو کسی گواہ سے پیش کرانے کا تم استحقاق رکھتے ہو وہ اس سے پیش کرائی جائے بشرطیکہ تم اسکے واسطے زر خوراک جو ضروری ہو عدالت میں داخل کر کے اس امر کی درخواست گزرانو۔

۲۔ اگر تم مطالبہ مدعی کو تسلیم کرتے ہو تو تم کو لازم ہے کہ روپیہ مع خرچہ نالش عدالت میں داخل کرو تا کہ ڈگری کا اجرا بر جو تمہاری ذات یا مال پر یا دونوں پر ہو کرنا نہ پڑے

مہر عدالت

وقت حاضری بدفتر سب ججی اول کچہری ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک۔

لوٹیں کان۔ گھر سے قدم نکال کے چڑیا تو چمن میں پھنسا اور بدنظروں کے پنجے میں پھنس کے اپنے تئیں رسوا کرنا کون عزت دار گوارا کرے گا۔ خدا کی عنایت ہے کہ عورتیں ابھی تک اخلاق اور ایمان میں مردوں سے بڑھی ہوئی ہیں مرد اگر سو میں پچاس آوارہ ہیں تو عورتیں ہزار میں تین۔ پہلے مردوں کے اخلاق درست کر لو پھر ہمیں اجازت دینا کہ گھر سے باہر نکلو۔

مردوں کا کلنک پن دیکھنا چاہو تو ہر گھر میں دیکھ سکتے ہو۔ بعضے لوگ اپنی جورو کے اتالیق ہوتے ہیں گھر میں آئے اور لگے نفرینیاں کرنے۔ "ہائیں یہ تم یہاں کیوں کھڑی ہوئیں۔ یہ کیوں کیا، وہ کیوں کیا۔ ہنسی کیوں ہنسنے میں دانت کیوں کھلے۔ آواز کیوں نکلی"۔ کچھ اپنی بی بی کے یار ہوتے ہیں وہ بی بی میں رنڈیوں کے وصف ڈھونڈھتے ہیں ہر وقت بنی ٹھنی رہے چکن ہٹی میں فرق نہ ہو۔ نخرے کرے عشق جتائے۔ یہ وفادار بنیں وہ بے وفائی کے انداز دکھائے۔ یہ روٹھیں وہ منائے۔ یہ منیں وہ جھٹکائے۔ یہ جھوٹ موٹ

موٹہ قابل فروخت

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

اجلاس مولوی شاہ عنایت عالم صاحب منصف اعظم گڑھ

نمبر مقدمہ ۱۰۱ سنہ ۱۹۲۸ء

عدالت منصف صاحب بہادر ضلع اعظم گڑھ

شیخ حیدر علی . . . . مدعی

بنام

کبیر علی وغیرہ . . . مدعا علیہم

محمد شریف و محمد صدیق پسران کرم علی ساکن موضع نگواں تپہ ندالوں پرگنہ نظام آباد ضلع اعظم گڑھ

ہرگاہ کہ گواہی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ۔۔۔ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۳ اگست سنہ ۱۹۲۸ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم تائید اپنے جواب دہی کے استدلال پیش کرانا چاہتے ہو۔ تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط انگریزی ماتا بھیک لال منصرم

نہ زہر کھائیں وہ غمزے اٹھائے۔ بال بچوں کی فکر نہ انھیں کے آگے تاگے میں لگی رہے اور جو یہ نہ کرے تو بیگی ہے بدمزہ ہے گھامڑ ہے ناقدری ہے تعلیم سے خالی ہے۔

بعض آدمی بی بی کے ابا جان ہوتے ہیں ہر وقت اپنے تئیں دبیے دبیے رہتے ہیں کسی وقت اپنے اقتدار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ بی بی اگر کبھی پیار سے کہدے تو تھانے پر دوڑے جائیں کہ بڑی ہتک ہوئی ڈولی منگوا کے میکے میں ڈلوا دیں۔ ہر قصور پر سزا ہر غلطی پر ڈانٹ ایک مار دھاڑ۔ خود ان کے سامنے بھی جورو بیٹھے کا آنچل سینے سے سرک جائے تو سمجھیں کہ بس فاحشہ ہو گئی۔ کیا مجال جو "آپ" کی جگہ "تم" منہ سے نکلے۔ ادب قاعدہ کے خلاف ہے۔

بعض حال کے تعلیم یافتہ شخص جن کی گنتی اب بہت بڑھ گئی ہے جورو کو رزق کا ٹھیکرا اپنے گھر یا دست غیب کا عمل سمجھتے ہیں۔ انھیں جورو کا روکا دانا سمجھنا چاہیے۔ یہ اپنے گریجویٹ ہونے کا سیا پا دکھا کے نادار لڑکی والوں کو پھانستے ہیں۔ وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ صاحب یہ بی اے ہیں ایم اے ہیں آج نہیں تو کل ترقی کر جائینگے۔ کیا ٹھیک ٹھیک بیٹھتا ہے سونے کی چڑیا دام میں پھنس جاتی ہے ادھر پھنسی اور پر کتر گئے۔ جو شرعی حقوق نان نفقہ بیماری دکھی میں خبر گیری کے ہیں وہ تو کاہے کو ادا ہونے لگے تھے۔ الٹی دھونس ڈالتے ہیں اگر خوشامد درآمد سے رضامندی کے ساتھ سسرال کی جیب یا ہاتھ اسٹرا بھیریں تو وہ زیادہ ناگوار نہیں ہوتا غضب یہ ہے کہ جورو کو دق کر کے دھمکیاں دے کے اسکے ماں باپ کی ممتا کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ بیچارے گھر مولس کے اور دوسری اولاد کے حق پر پانی پھیر کے انکی حرص پوری کریں وہ غریب مرتے ہیں بھرتے ہیں مان گون کرتے ہیں۔ اکثر لڑکی والے اپنی ظاہری ٹیم ٹام اور خاندانی عزت کا بھرم باقی رکھتے ہیں انکے گھر میں خاک اڑتی ہے مگر نام بڑا ہوتا ہے۔ یہ ہے جو وہ کبھی اس بلا میں پھنس گئے تو موت مانگتے ہیں اور نہیں آتی۔ دلی سے ایک رسالہ عصمت نکلتا ہے ہمیں فصلے نئے ملا۔ یہ آٹھ دس نیک واقعات چھپا کرتے ہیں میں نے یہ قصے ۔۔۔ رسالے کی

پرانی اور نئی جلدیں دیکھ کے نکالی ہیں اور خدا نے اس بڑھاپے میں ایسا چیتا ٹھکانے رکھا ہے کہ اور بھی تمہیں نکال کے گنوا سکتی ہوں یہ کرتوت سب نئی تعلیم یافتہ پردہ کے ہیں بیچارے بالیوں کا کیا ذکر اُن کی جہالت ہر اعتراض کی سپر ہے۔

غرض یہ کہ ابھی مردوں کی اصلاح کا مرحلہ طے نہیں ہوا جو مرزا صاحب تم نے عورتوں پر مہربانی شروع کی۔ مرزا پہلے اپنے بھائی بندوں کے چلن درست کر لو تو پردے پر چوٹ کرو۔ غریب عورتیں جاہلوں سے الگ اپنے تئیں بچائیں پڑھے لکھے جاہلوں سے الگ نقصان اُٹھائیں گھر سے باہر قدم نکالنے پر اتنا تو ہے کہ بولی ٹھولی تو نہیں ہوتی۔ پردہ رہ جاتا ہے۔ باہر کی نوچا کھسوٹی سے بچ جاتی ہیں۔ بھوپال کی بیگم یا کابل کی ملکہ اعلیٰ والی ہیں حاکم ہیں اُنھوں نے پردے کو سلام کیا تو اُن کی نبھ جائے گی۔ ہم لوگوں کی یوں نبھ نہیں سکتی پردے سے پاؤں باہر نکالتے ہی ہمیں خدا کی طرف سے جو حقوق ملے ہیں وہ سب چھن جائیں گے۔ ہماری عصمت داری کے خلاف لفنگوں کو بہت آسانی کے ساتھ ثبوت ملیں گے شرعی قانون میں ہر سے پھیر بدل کی ضرورت ہو گی۔

میں یہ نہیں کہتی کہ پردے کے بارے میں جو کچھ شرعی خیال تمھارے دل میں ہے اُسے نکال ڈالو مگر اللہ ذرا اس پر غور کرو کہ تمھاری یہ کوشش ایسی حالتوں میں جنکا ذکر میں نے اوپر کیا ہم غریبوں کے حال کے مناسب ہے؟

یہ ملک ترکی نہیں ہے جہاں ایک دم سے سنیا بدل گئی۔ نہ کابل ہے جہاں کی عورتیں کہنا چاہیں تو کہہ سکتی ہیں کہ ہم بڑے بڑے مردوں کو سبق پڑھائینگے۔ نہ مصر ہے جہاں اچھی طرح تعلیم پھیل چکی ہے نہ عراق ہے جہاں اب سے دس بارہ برس پہلے ایک عورت حرم میں جانے کے وقت نمازیوں کی جماعت کو "یا اللہ" کہہ کے سر سجدے سے نہ اُٹھانے پر مجبور کر دیتی تھی نمازی بیچارے سجدے میں پڑے رہتے تھے اور یہ ناکھتی پھاندتی خدا سے روندتی انگلیاں کھیلتی

روضے میں چلی جاتی تھی کیا مجال جو کوئی چوں سے توں کرے۔ یہ ہے ہندوستان برسوں میں کہیں اس قابل ہو گا کہ اُس راہ پر امن چین سے چل سکے جس پر تم اُسے چلانا چاہتے ہو۔ نقاب اور برقع ابھی نہ اُٹھواؤ شرعی حیثیت سے پردہ پر حملہ کرنے کا نتیجہ بہت خراب ہو گا۔

ہے جب ہی تک آبرو جب تک ہے پاس آبرو
ڈھل گیا پانی جہاں آنکھوں کا پھر کیا رہ گیا

چاند کا مُنھ چڑھانے کی کوشش

بارہ دولی کے صاحب عزم و استقلال سورما اپنی بات پر اڑ گئے قدم گڑ گئے حکومت کے اختیار میں عدول حکمی کا علاج سوا لاٹھی پیٹ کے سوا نہ کبھی تھا نہ آج ہے تو ان اوکھلی میں سر دینے والوں نے دھمکیوں کا ڈر پہلے ہی دل سے نکال رکھا ہے۔ بقول بو امیبن "بند یا لو گھراتی کیوں ہے ہندی پاؤں ہی نہ رکھے گی"

ایک لونڈی تھی اُسے بی بی نے مارا بیچاری سے اور کچھ نہ بنا تو بارہ بجے اندھیری رات کو تاریک کوٹھری میں جا کھڑی ہوئی اور لگی گھورنے۔

علیٰ ہذا القیاس ایک چور چوری کو نکلا آپ جانیے چوری اور چھنالے کو اجالے سے باپ مارے کا بیر ہے چور کی گھات چاندنی میں نہ لگی تو جھلایا اور ہونٹ بچکا بچکے چاند کا مُنھ چڑھانے لگا "ای ای ای ای" یہی حال ڈپٹی کلکٹر صاحب سورت کی ہے۔

ماتمی جنتری

بالتصویر

مذہب امامیہ اثنا عشری کی نو نایاب جنتری ہے جسمیں حضرات علمائے کرام مدظلہ العالی کے ۲۶ فوٹو بلاک ہیں اور حضرات علمائے کرام مدظلہ العالی کے پُرزور مضامین عزاداری کے متعلق موجود ہیں تمام ضروری اعمال تمام ہندوستان کی شیعہ انجمنوں کی مفصل فہرست موجود ہے شہر و بیرونجات کی مجالس کا اعلان۔ سائز ۲۲×۲۹ کاغذ سفید لکھائی چھپائی نہایت عمدہ حجم ۹۶ صفحہ۔ ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیے۔

سید اظہار حسین مولف ماتمی جنتری متصل کربلائے دیانت الدولہ لکھنؤ

تلافی خود خدمت سے ہاتھ اُٹھائے بیٹھے ہیں۔ جب وہ اپنی ڈیوٹی پر نہ آئے تو آپ نے یوں اندھیرے میں گھورا۔ چاند کا مُنھ چڑھایا کہ دیکھو جی وجہ ظاہر کرو کہ گورنمنٹ کے ساتھ نامناسب اور بیوفایانہ رویہ اختیار کرنے کی پاداش میں کیوں نہ برخاست کیے جاؤ اگر مقررہ وقت پہ نہ آئے تو تمھارے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ واہ بھئی ڈپٹی کلکٹر صاحب!

راقم

ای۔ ای۔ ای۔ ای۔

علیگڑھ پنچ

بارہا عرض کیا کہ ظریف کے اصلی معنی زیرک دانا اور خوبصورت کے ہیں ہنسی دل لگی کے معنوں میں ظرافت ایک اصطلاح ہے یہ اصطلاح خدا جانے کب اور کس کھیت میں اُگی لیکن لغوی اور اصطلاحی معانی اسی طرح ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں کہ ہنسی دل لگی اور مزاح میں دانائی اپنی جھلک دکھاتی رہے یہ نہیں نہ ہو جیسی پر اہل عقل ناک بھوں چڑھائیں۔ اہل عقل کی ہنسی سے خدا بچائے۔ انکے ہونٹ برق خوانے کا دہانہ ہیں۔ اس بڑے کا مُنھ کھلا اور بجلی کوندھی لوگ سمجھتے ہیں کہ ہنسانا مشکل ہے ہم کہتے ہیں ہنسنا مشکل ہے۔ کوئی دیوانی دیوانی باتیں کرے گالیاں بکے۔ مسک تھرک کے چلے۔ مُنھ چڑھائے چہرہ پر کالک ملے تو دیکھنے والے ہنسنے لگیں گے مگر ایسے ہنسانے والے کا وقار کیا ہو گا؟ کچھ نہیں۔ ممکن ہے کہ کھلنڈرے نو عمر امیروں سے مالی فائدہ ہو رہے۔ اور اسطرح کوئی امیر احمق بنے یا حماقت کا خریدار ہو جائے۔

یہ فعل خود اس بات کی دلیل ہے کہ حماقت کی بات پر بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے پس جو کوئی ہنسانا چاہے تھوڑی دیر کے لیے احمق بن جائے زیرک جب ہنستا ہے تو عقلا اُسکی ہنسی کی تقلید کرتے ہیں اور سفہا کے واسطے یہی ہنسی پھانسی کا پھندا بن جاتی ہے۔ یہی ہنسی دانائی سے محبت اور حماقت سے نفرت پیدا کرتی ہے۔ رہنمائی کے

انگلستان کی لیبر کانفرنس

(رامزے میکڈانلڈ بازیگر)

لیبر کانفرنس کا بازیگر: ڈھوں! ڈھوں!! ڈھوں! ڈھوں!!! بڑے بڑے کھیل۔ بڑے بڑے تماشے۔ ہاں کھلاڑیوں لے خوش کردو ہندوستانیوں کو دیکھو صاحبو۔ جادو کے کھیل (ڈھوں! ڈھوں!!) یہ تین گولے ہیں۔ تین بھینے کے اندر (ڈھوں ڈھوں) یہ تینوں پھٹینگے اور ان میں سے دھواں نکلے گا جس کی آنکھوں میں (ڈھوں ڈھوں) یہ دھواں لگے گا بس وہ (ڈھوں ڈھوں) نو آبادیوں کی طرح کامن ویلتھ میں ہمارا برابر کا شریک ہوگا۔ (ڈھوں ڈھوں) لے عقل کی آنکھیں نبد کرو مت کی آنکھیں کھولو تو سہی۔ ڈھوں ڈھوں ڈھوں"

طریقوں میں ظرافت سے زیادہ کوئی اور عنوان مفید مؤثر اور دلچسپ نہیں ہے۔ مگر ہے بہت مشکل نہ ہوتا تو پنجاب کے قبضے میں کم سے کم دو ور جن ظریف ضرور ہوتے جو ہر قسم کی ادبی خوبی کے ساتھ حاضر جوابی اور علم و حکمت کے جوہر دکھاتے۔ ہنستے اور دُنیا کو ہنسی ہنسی میں حماقت سے توبہ کراتے۔ بد مذاقی دور ہوتی جوہر شناسی کی استعداد بڑھتی۔ تکلّف زلیخی ہاتھ جوڑ کے لوگوں سے کہنا کہ ہمیں ظریف سمجھو۔ خدا کرے تمہارا بیٹا جیسے سخن فہمی اور ظرافت میں امتیاز ہوتا۔

بفضل علیگڑھ سے ایک نئے ظریف نے قدم باہر نکالا ہے یہ چار صفحہ کا پرچہ ۱۸ + ۲۲ تقطیع ہے۔ مہینے میں دو مرتبہ شائع ہوگا۔ سالانہ ڈیڑھ روپیہ قیمت ہے جمال صابری صاحب اسکے ایڈیٹر ہیں۔ پہلا پرچہ ہم نے دیکھا اس بات کی خوشی ہوئی کہ یوپی میں ایک رفیق ہمارا پیدا ہوگیا مگر دعا ہے کہ اسے خوش مذاق نامہ نگار مل جائیں۔ ایڈیٹر صاحب نے ہمیں ریویو کرنے کی اجازت تو دی ہے لیکن دو ایک نمبروں کے بعد ہم کوئی مشورہ دینگے۔ ہاں اُن کی دوسری فرمائش کہ اشتہار شائع کر دو یہ بھی بجا لاتے ہیں:

زندہ دلان یوپی کا ایک پندرہ روزہ اخبار

علیگڑھ پنچ

پنچانہ رنگ میں تمام ظریفوں کا باوا آدم۔ سچائی اور آزادی کا زبان دراز منادی۔ پاجی بھٹکار اور ریاکاروں کے لیے ننگی تلوار۔ رئیسوں کا جلیس۔ غریبوں کا مصاحب۔ تنہائی میں ہنسانے والا۔ مردہ دلوں کو گدگدانے والا۔ تفریح و تمسخر کے پردہ میں ایک شفیق صلاح کار کونین کی گولی مگر شیریں اور لذت دار۔ ۱۵ جولائی کو پہلا نمبر شائع ہو چکا ہے تمام مُلک میں دھوم ہو رہی ہے آپ بھی فوراً خریدار ہو جائیے۔ قیمت سالانہ کچھ نہیں صرف عہ مع محصول نمونہ مفت ہضم نہیں ہو سکتا ۲ کے ٹکٹ بھیجیے اور حقیقی مسرت حاصل کر لیجیے۔

منیجر علیگڑھ پنچ۔ بنی اسرائیل اسٹریٹ علیگڑھ

مُلکی اخبار

بہر حال مشکل۔

زندہ دلان ایران میں حکایت مشہور ہے کہ کسی مطرب اُستاد کے پاس ایک پدر بزرگوار اپنے صاحبزادے کو اس لیے لائے کہ وہ گانے بجانے ناچنے تھرکنے کا فن سیکھے۔ لڑکا تھا شرمیلا جھینپو اور اس فن کو جب سے باپ دادے کا پیشہ ہے پہلے تو اُستاد نے لڑکے کو زبانی فہمائش کی کہ زود رو چہ بیگویم یاد کن ورنہ ترا مدرسہ می برم کہ نقد یاد گیری و روزگار خود ت مایہ نکبت و افلاس بسر بری۔ مگر فہمائش کارگر نہوئی آخر معلم نے صاحبزادے کے والد سے کہا کہ اسے چند روز روضہ خوانوں کی صحبت میں رکھو آنکھوں کا پانی ڈھل جائے گا بے شرمی اور حیا کی اپنا رنگ جمائے گی۔ والد بزرگوار نے مجبوراً صاحبزادے کو روضہ خوانوں کے سپرد کیا مہینہ بھر میں صاحبزادے اچھے خاصے مُنہ پھٹ زباں دراز دیدہ دلیر ڈھیٹ ہو گئے کیسی شرم کہاں کی حیا۔ کسی بات میں بند نہیں گویا چولا بدل گیا۔ اب جو معلم کے پاس تشریف لائے تو لگے اُسے اُنگلیوں پر نچانے غریب مطرب نے انکے پدر بزرگوار سے کہا کہ صاحبزادہ فن بے حیائی میں طاق ہو گیا ہے اتنی بے حیائی ضرورت سے زیادہ ہے اب یہ مُغنّی اور مطرب نہیں بن سکتا اسے کسی درگاہ کا مجاور بنا دو ہمارے شہر میں بھی ایک قومی ادارہ اسی قسم کا ہے پہلے بیچارہ شرمیلا جھینپو دمنا جو منا گیگلا تھا مشورہ اُستاد طرب عارتیہ روضہ خوانوں کے سپرد ہوا تھا مگر صحبت میں ہو گیا طول اب اُستاد مطرب اسے حدوں سے گزرا ہوا سمجھتا ہے لہذا کوئی شک نہیں کہ اس غریب کی قسمت میں درگاہوں کی مجاورت لکھی ہوئی ہے۔

گل نہیں صرف قند۔ (ایک مشورہ)

مسلمانوں کے یہاں شادی بیاہ میں چھوارے اور قند کے کوزے کُٹتے ہیں اس سے کیا ہوتا ہے؟ خالی خولی زبان تھوڑی دیر کے واسطے میٹھی ہو جاتی ہے سارا لطف دولھا بنے کی قسمت کا ہے براتی بیچارے عالم خیال میں عروس کدہ کی تصویر کھینچتے اور دل ہی دل میں بیٹھے رہتے ہیں یہ ہے نری کٹھن بے انصافی۔ کوئی تو یہ رسم پسند آئی کہ دولھن حجلت نشل نہ براتیوں کو سہاگ پڑے کی خوشبو سنگھائے اور ہر اسم بوسوں کی شکر پارہ تقسیم کرے چھوارے کوئی ایسی نعمت نہیں ہیں۔ ہندوستان میں شادی بیاہ کے موقع پر اب بھی سمدھنوں کو گالیاں دی جاتی ہیں بقول عرفیؔ

تند آمیختہ باگل نہ علاج دل ماست

بوسۂ چند بیامیز بہ دشنامے چند

کڑوی کڑوی گالیوں کے گل اور میٹھی میٹھی مٹیوں (بوسوں) کی ڈلیاں مل کے دو اعلیٰ گلقند تیار ہونگی کیونکہ "آخر بوسیدہ" والے بھی تو مہذب تعلیم یافتہ ہیں تہذیب تنہا یورپ کا حصہ ہے ہندوستانی تعلیم یافتہ جماعت اپنے اصلاح نفس کے لیے ہمیشہ یورپ کے رسم و رواج کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یارو پردہ زردہ اُٹھے گا اور بیچ کھیت اُٹھے گا لگے ہاتھوں اصلاح معاشرت کی خدمت میں یہ کار ثواب بھی لکھ لو کیا معنی کہ تم بالکل مہذب بننے کا ارادہ تم نہیں رکھتے۔ تو تم اُچھل کے تہذیب کی یورپین ڈھائی چھونا چاہتے ہو۔ تہذیب کی ایک چھلانگ ہماری خاطر سے سہی۔ کچھ تو گرمانے والے براتیوں کے آنسو پُچھیں۔

دھرے گئے دلِ خانہ خراب کے بدلے

ایک شامت زدہ گروہ کا گروہ بیلور میں قتیل غمزہ ریلوے ہوا فارورڈ (اخبار) نے اپنے معلومات کی بنیاد پر کچھ ایسے مضامین شائع کیے جن سے واضح ہوتا ہے کہ صدمہ رسیدہ اور ہلاک شدہ آدمیوں کی تعداد سے زیادہ ہے مگر کم ظاہر کی گئی اسپر طرّہ یہ کہ جو بچ سکتے تھے اُنھیں ریلوے حکام نے زبردستی زندگی کے بار سے سبکدوش کر دیا ارے ہاں مرض کو مریض کے دم کے ساتھ۔ واقعات کچھ ایسے درد انگیز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ سُننے والے کے تن بدن میں سنسنی ہونے لگے۔ ادھر یہاں سے لندن تک ایک شور محشر برپا ہو گیا۔ اب وزیر ہند اور سرکار کے کمپنی کی طرف سے ایکدم اور نے کلکتہ ہائیکورٹ میں فارورڈ پبلشنگ کمپنی پر دعویٰ کر دیا

اور خفیہ پولیس نے بھی تفتیش کی خوردبین ہاتھ میں اُٹھائی ہے۔ اصلیت کا حال تو قابل اعتماد گواہوں کے بیان سے کھلے گا مگر سر دست ہم رکھ رکھ کے سوچتے ہیں کہ آخر خفیہ پولیس کیا کرے گی۔ انصاف ؟ واہ! وہ تو اپنی رپورٹ چپکے سے حکام کے پاس بھیج دے گی۔ پولیس کے نزدیک الزام صحیح ہوا تو حکومت اُسے افشا نہ کرے گی جو لا رو رڈا اور اُسکے نامہ نگار نصاف کا فائدہ اُٹھائیں وہ [illegible] صاحب کی پتلون کی جیب میں غریب اخبار جسکا فرض پبلک کی شکایتوں کا اعلان ہے بیانوں کی زری سی گرہ بڑ میں مارا پڑے گا۔ یہ موقع ہے پولیس کی ایمانداری اور تنخواہ کے حلال ثابت کرنے کا۔ ذری دُنیا بھی دیکھے کہ ہمارے مال و جان کے محافظ ہمارے خیرخواہ بھی ہیں یا نہیں۔ انھوں نے عالم ارواح میں گھُسکر راہ پائی جو بے زبان مُردوں کی بھری گٹھری سے حقیقت و واقعیت کا سراغ لگایا لاشوں کا کہیں نشان نہیں ہے وہ تو خدا جانے کہاں خاموش خراٹے لے رہی ہوں گی۔

خفیہ پولیس کے سرکاری فرائض اور پبلک خدمات دو جدا گانہ امر نہیں ہیں اور اگر ہیں تو بھئی پھر ایسی پولیس [illegible] اور اس چور میں کیا فرق ہے جس نے گھبرائے ہوئے صاحب خانہ کے ساتھ ہی غل مچانا شروع کیا "چور ہے چور ہے دوڑو دوڑو" محلے والے آئے چور تو بھی صاحب خانہ کا عزیز [illegible] جب ہوئے چور صاحب موقع پاکے [illegible] صاحب خانہ کے منھ سے اتنا بھی [illegible] کہا "کیا کر رہی ہے"

[illegible] صاحب کے اس قول سے کہ مینڈھے واقعات [illegible] نہیں پڑھے مگر یقین ہے کہ وہ بے بنیاد ہو [illegible] ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ خفیہ پولیس کی رپورٹ مکمل ہو گئی "چور ہے چور ہے دوڑو دوڑو"

[illegible] ور دوڑو اب تو دھر لیے گئے پھر تم بھی دودھ کا [illegible] پانی کر دکھاؤ۔ اسی استقلال وہ جینے [illegible] کے پاؤں مضبوط کر دیتا ہے تم تو اپنے نزدیک [illegible] میں زیادہ مستقل رہنا چاہیے۔

زخمیوں اور ہلاک شدہ آدمیوں کی تعداد میں بھی کمینے کا غلغلہ اکثر اُٹھتا رہتا ہے۔ مچھلی والی مسجد کانپور جلیان والے باغ مدراس اور بمبئی کے ہڑتالوں کے واقعات میں بھی لوگوں کو یہی شکایت تھی۔

مقدمہ کے نتائج کا انتظار ہے۔ مگر بیڑی اُلٹ گئی ہے۔

شیخ سے میر ہوئے میر سے دلگیر ہوئے
آخر ش کچھ نہ ہوئے ماتم شبیر ہوئے

پرانا شاہی زمانے کا مشہور شعر ہے مگر اسکا مصداق ملا بھی تو کہاں ؟ یہیں لکھنؤ میں ! کون ؟ جی وہی ہمارا تاہ اشتہار جسے عرف عام میں شیعہ کالج کہتے ہیں۔ یہ بچارہ پڑی ضرور ہے ایک درسگاہ کی حیثیت سے ایک میار رہتی ثریا کا جھمکا ہو اور دوسری مٹھی میں اپنی ارتقا کی دُم لاؤ لاؤ چندہ دلواؤ بس دیر نہ کرو دیکھو بچے ماؤں کی گودوں میں مچلے جاتے ہیں کہ ہم تو اب لارڈ مسٹن کا [illegible] بنیں گے۔ نہ جانئیں علمی کچھ جینے بیٹھی ہوئی ہیں" بہت بہتر لیجیے۔ چندہ۔ مگر ایک معمولی انٹرمیڈیٹ کالج کھلا اور شان پاشاں کے اونٹ لے کے اعتبار میں چلا گیا۔ تعلیم کا نتیجہ دیکھیے تو لاحول ولا قوۃ ؛ بڑھیا کا صدقہ باسی ساگ۔ چندہ دینے والے بددل۔ قوم کی جماعت اور کانفرنس افرنٹ۔ لعنت ملامت کے ووٹ پر دوڑ [illegible] اس۔ اور ہوں بقول بوالنصیبن کے "نو سو لکھے میرے ڈنڈے پر لکھے" عملاً یہ بری ست ہیمن کب تھا ہے۔ خیر شیخ سے میر۔ میر سے دلگیر۔ یا چھوڑے سے بھینسی اور بھینسی سے دو دو ٹا تو ہو چکے اب دل لگی سنیے کہ ارنا ہمدم میں ایک صاحب فرماتے ہیں (خلاصہ) حال کا طرز تعلیم مفید نہیں ہے۔ ہر علی امام کا قول گواہ ہے : ان کے ہیڈ ماسٹر گواہ ہیں۔ مضر مقصود نہیں بلکہ حرام۔ (جس پر علمائے ملت کی مہریں موجود ہیں)۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کالج میں بیشتر حصہ علوم شرقیہ کا رہے اور انگریزی بقدر ضرورت زبان کی صورت میں رہے اور اسی عنوان سے کو ترقی دے کر یونیورسٹی بنا دیا جائے"

بھئی واہ مضمون نگار صاحب کیا تجویز معدہ عقل کی جڑ سے کھود نکالی ہے کہ دل عش عش کر گیا مگر جلبہ نا تمام ہے یعنی یہ کہ ایسے کالج کو حکومت وقت سے کوئی معتد بالشان مدد نہیں مل سکتی۔ مدرسہ سلطانیہ بجائے خود مکمل ہے۔ اسمیں از تمام غیر ضروری و فضول ہے لیس کیوں نہ علوم شرقیہ کی تعلیمگاہ انجمن ترویج العزا کے سپرد کیجائے۔ دنیاوی نہیں تو اُخروی ثواب ہی سہی آج کیمسٹری اکانومی سیاست تجارت صنعت حرفت قانون جیالوجی انتھروپالوجی تو ہے برائے نام بیچ تو یہ ہے کہ اوٹنیالوجی تعلیم کی جان ہے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی۔

راقم ——— مخبر

نوٹ

چغتائی صاحب۔ بیکار بیچارہ بوالنصیبن سے بگڑ بیٹھے وہ تو مردوں اور عورتوں کا بلا ضرورت شرعی مردوں سے اختلاط پسند نہیں کرتیں اور دنیا میں کوئی با شرع اسے پسند نہیں کر سکتا۔ پھر جب یہ نہ ہوا تو چاہے گھر میں بیٹھے دل عاشق کا جھولا اُڑا دو بال اُجاڑو چاہے قینچی آگ لگائیں کوئی نقصان نہیں۔ بال کترانے والی حدیث ضرور صحیح مسلم میں موجود ہے اور حضرت ام المومنین سے راوی نے مقدار آب غسل کے سلسلہ میں نقل کی ہے تاریخ کہتا ہے اس حالت بیوگی کا ذکر ہے جبکہ انھوں نے آراستگی ترک کر دی تھی۔ رسول کی زندگی میں انکی بی بیوں نے بال نہیں کتروائے بوالنصیبن کا یہ خیال ایک کانور تھا۔ بال ترشوانے سے مطلب کنپٹی کی لٹ کی نوکیں نوکیں چھٹوانا ہے بعینہ قو انہیں عیادہ کے خیال سے زینیات۔ اگر انھیں چغتائی صاحب کا یہ شور دہ پسند ہوکر اسم اُٹھ قینچی کوئی مہنگی اور نادر الوجود شے نہیں بالوں پر برن بول دیں تیل کھلی کی تخفیف ہو گی نہانے دھونے میں آسانی ہو گی بعض سنوارنے اور کنگھی چوٹی میں وقت عزیز ضائع کرنے سے چھٹکارا ملے گا۔ پردے کا حکم قرآن میں اتنا صاف ہے کہ اس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا بوالنصیبن خود ہی "خمار" "زینت" "حفظ الفروج" اور "ما ظہر منہا" کی تشریح لکھنے والی ہیں۔ چغتائی صاحب اگر پنچ سے مخاطب ہوتے تو اچھا تھا مولانا پنچ کا خیال بالکل صحیح ہے کہ گریہ بیحیائی کر چکا رکے شیر بنا دینے کے بعد ہر گلی میں ایسے ست چھٹے نوجوان پیدا ہو جائینگے جو راہ چلتی عورتوں کو اکیلے دُکیلے ٹوکینگے اور اس بیحیائی کی ذمہ دار ایسی ہی کتابیں ہونگی

شاعری جزو لیست اد یفیری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام موشِ گرشیوہ بیان شاعر بابو پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی السمی بحضرت رشید مع انتخاب مرثیہ و رباعی و قصیدہ و غزل و سلام وغیرہ مولفہ سید آغا شہر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ کے مذاق سخن میں مرحوم کے ایک سوز و درد بھی قیمت علاوہ محصول۔ عہ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۲۷-۱۹۲۱ء کی چند مکمل جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں شائقین جلد طلب فرمائیں قیمت فی جلد ۵ر محصول ڈاک
(۲) جلد ۱۹۲۸ء کے ۱۰ نمبر ان نمبروں میں انشا پردازی کے بہترین نمونے موجود ہیں ظریفانہ مضامین کے شائقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد ۸ر علاوہ محصول ڈاک۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

سیاحت ظریف
یعنی
منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی
کا
منظوم سفرنامۂ عراق
عجب عجیب نظم ہے ضرور شاعری خاص نہ ہستی سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۶ر
ٹکٹ بھیج کر وی پی اور منی آرڈر ضرور بھیجئے۔
المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

حصۂ دوم میں مصنف نے
اساتذہ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے

شرائط ایجنسی
(۱) روپیہ نقد بطور پیشگی جمع کرنا ہوگا۔
(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہونے پر پرچہ کی روانگی موقوف کر دیجائیگی
(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی
(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم حصہ ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا
علاوہ خاص حالتوں کے پڑا ہوا پرچہ واپس نہ لیے جائینگے۔
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب میں انسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ استاد خود تعلیم دیتا و نیز ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ ۵ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) مدرسان مدارس کے ساتھ بطور تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری فرماوے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہوں اور دوسرے پرچہ میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے حسب مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ مانجیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور کپتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کروالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط نہ بیرنگ نامہ منیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۲۷

مضامین

۲۸ رجون ۱۹۲۸ء

اثر خامہ ظرافت شمامہ

(تمکین صدیقی فتحپوری الکٹرک مستری گورنمنٹ نیلیگراف ڈیپارٹمنٹ کانپور)

مآلِ لذتِ جوشِ جوانی دیکھتے جاؤ
ادھر تو آؤ یہ گیلی ......

سوالِ وصل پر وہ کہہ کے اُفٹ ٹال دیتے ہیں
یہ لطف انگلش و ہندوستانی دیکھتے جاؤ

شب عشرت وہ ہیں غم ٹھوک کرلڑنے پہ آمادہ
مرااں کا ذرا ایک ایک پانی دیکھتے جاؤ

دوپٹہ دھو کے مُنہ صابن سے وہ پوڈر لگاتے ہیں
یہ پالش اور یہ جوتی پرانی دیکھتے جاؤ

غم فرقت میں عادی ہوگئے افیون کھانے کے
ہماری انتہائے سخت جانی دیکھتے جاؤ

کسی کے در پہ بیٹھے بیٹھے اتنے ہوگئے کاہل
پیا جاتا نہیں اب ہل کے پانی دیکھتے جاؤ

سگ دیوانہ کے مانند اُس کوچہ میں پھرتا ہے
رقیب روسیہ کی زندگانی دیکھتے جاؤ

جبیں کوتہ، کلوٹی شکل، لاغر جسم قد لمبا
مرے معشوق کا حسن جوانی دیکھتے جاؤ

مریضِ غم سے اب مکھی بھی منھ کی اڑ نہیں سکتی
یہاں تک پہونچی ہے اب ناتوانی دیکھتے جاؤ

کہا مجنوں نے یوں رو رو کے اکدن اپنے بابا سے
مجھے دھمکاتی ہے لیلیٰ کی نانی دیکھتے جاؤ

تمکین اب وہ ادھر سے اکدن ہم بھی چندیا پرچاپینگے
دکھاتے ہیں وہ اب ہم کو پٹھانی دیکھتے جاؤ

ملہ اردو انوکھی سہی گرافشا خلاف مذاق ہے ۱۲ پنچ

ملہ یہ بھی ٹھیک نہیں آپ اپنی طرف دیکھیے اور اودھ پنچ کی روشن کی مغفار رکھیے اگر محنت سے جی نہ چرائیگا تو امید ہے کہ قدرداں طبائع مائیگاں نہوگی۔ امتثال حکم محض دل بڑھانے کی نیت سے سمجھیے ۱۲ پنچ

مراسلہ

جناب ایڈیٹر صاحب اودھ پنچ۔ تسلیم!

آپ نے جناب عظیم بیگ صاحب چغتائی بی۔اے (علیگ) پر بہت موشگافیاں شروع کردی ہیں لیکن شاید آپ اُن کی طاقت اور اسکیم سے پوری طرح واقف نہیں ہیں افواہ ہے کہ وہ ایک گوروں کی ہمجنس کالوں کی فوج تیار کرنا چاہتے ہیں جو اُنکی پردہ شکنی کا نتیجہ اور اُنکی کتاب کا حاصل ہوگی۔

انھوں نے ضرور، فادر انڈیا اور مدر انڈیا کا بغور مطالعہ فرمایا ہے خیال و مطالعہ کی قوت سے غالباً وہ اس نتیجہ پر پہونچ گئے ہونگے کہ اگر یہ اسکیم مکمل ہوگئی تو سیلیوں کے ذریعہ سے فرانس و انگلستان کی طرح ایک پردہ پوش گاڑی میں غیر قانونی بابوں کے بچے پردہ شکن عورتوں سے جمع کرنے کا ایک کارخانہ کھولنا پڑے گا واللہ وہ وقت بہت سخت ہوگا جب ان بچوں کی تربیت کا بار جناب چغتائی صاحب کو خود سنبھالنا پڑے گا "انشا اللہ بھائی کے کان کا ٹونا ئی کے" مگر یاد رکھیے کہ پچیس سال کے اندر اندر آپ کے اخبار کو ایک بڑے بھاری فدائی خطرہ کا سامنا کرنا پڑیگا۔

جناب اکبر مرحوم نے پردہ اٹھا کر مردوں کی عقل پہ ڈالدیا تھا شاید مرزا صاحب چغتائی اب اسکو صرف ان کا ہلیوں پر ڈالنے کے خواہشمند ہیں اور کچھ نہیں۔

خاکسار

سید سبط نبی نقوی متعلم سینیر بی۔ایس سی (آنرس علیگ)

جناب نقوی صاحب۔ اکبر مرحوم نے کبھی پردہ نہیں اٹھایا۔ بی بیاں گھر سے بے نقاب نکلیں انھیں پردہ کی ضرورت نہ رہی پردہ بیچارہ پڑے پڑے کیا کرتا؟ اسے تو کسی نہ کسی کے چھپانے کی عادت ہے مردوں کی بے باک اور بے حیا عقل کا دیدہ بہت ہوائی ہوگیا تھا بیٹھے سے بیگار بھلی اُسی کو اپنے دامن میں لے لیا۔ یہ کہنے کو تو نہوگا کہ پردہ بیکار ہے۔

اگر آپ کا خیال درست نکلا تو کیا بیجا ہے "ادب" اور "ربٹ" علماء اصول اللغۃ کے نزدیک ایک ہی جڑ سے نکلے ہیں۔ بس تربیت مفت کی الوبیت ہوگی۔

"بویا نہ جوتا اللہ میاں نے دیا پوتا" افسوس تو یہ ہے کہ لوگ ایک اسلامی شریعت کو کاٹ پیٹ اور پنچا کے فرنگی بنانے پہ تلے ہیں لیکن اس بارے میں بھی ادھوری تقلید ہے کیا معنی کہ تہذیب جدید پیٹ سے ہے اور نہ جاجانے کے واسطے جگہ معین نہیں۔

کیا کہیں مسلم یونیورسٹی کیوں منظور کرے گی ورنہ ہم تو سفارش کرتے کہ مرنے اور جینے کے لیے تھوڑی سی جگہ

اتنے بڑے میداں میں ان غریبوں کو بھی مل رہے
ہاں بھلا کر تراعیب نا ہوگا

انکے پیٹ میں نئی تہذیب گھس گئی ان پر رحم لازم ہے۔ ارے بنادے ایک "دار الحبالی" بنام پاک فرزندان بے پدر۔

باقی بجز افسوس اور کیا عرض کروں۔ خدا غیرت رکھے عزت رکھے۔

بوا صیبن بنام مسٹر چغتائی بی اے علیگ

(نمبر ۲)

مرزا۔ عورتوں کے بال کتروانے کی حدیث مولانا پنچ نے ڈھونڈھ لی مگر پھر بھی وہ حدیث نہیں ہے وہ بی بی عائشہ کی زبان مبارک سے ایک واقعہ راوی نے بیان کیا ہے اچھا تم اسے حدیث ہی کہتے ہو تو حدیث ہی سہی ایسی عالی مرتبہ بی بی نے جو کچھ فرمایا وہ سچ ہے مگر مجھے رہ رہ کے تعجب ہوتا ہے کہ آخر اُس زمانہ کی عورتوں کی آنکھوں پر جب بقول تمہارے پردہ نہیں پڑا تھا تو کیا آفت نازل ہوگئی تھی جو انھوں نے بال نہ کتروا لے نگوڑا سر پہ جھاڑی اُگائے رہیں۔

سنو مرزا۔ عورت ذات کا حسن یا بناؤ سنگار مردوں سے لگاؤ رکھتا ہے یعنی عورت کا حسن وہی ہے جسے مرد پسند کرے اور مرد کا حسن وہ ہے جسے عورت پسند کرے میں یہ تو مانتی ہوں کہ آجکل کے مرد شاید اسوجہ سے داڑھی مونچھ منڈوا کے میاں کامیاب مرحوم کی روح بن گئے کہ اُنکی گھر والیوں نے انھیں اپنی شکل میں دیکھنا پسند کیا ہے

داڑھی منڈائے کو اندر سے جو دیکھا زاہد نے کہا اچھا جو کچھ ہو رضا بی کی

حکایت سے میٹھی اور اس بات کو شیلا دو کہ بیبی بی بی ایک محل میں بیٹھی تھیں جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ یہ وہ چہرہ تھا جو کھل بھی جاتا تو کسی ایسے تیسے کی مجال نہ تھی جو بد نگاہی سے اس طرف دیکھتا۔ وہ مومنوں کی ماں کا چہرہ تھا مگر ماں بیٹوں میں برابر پردہ رہا۔ مرزا بگڑ و گے تو میرا کیا بنا لو گے وہی جان صاحب والی مثل ہو گی سے

دال ہنھ ہو گیا غصے سے نہ کھانا کھایا
سنا مرزا نے جو کچھ ہیں حضور غالی

شرم کر خدا کے بندے شرم کر۔ ضرورت کے وقت ہر ایک حرام چیز حلال ہو جاتی ہے۔ تیسرے دن مردار جانور کھانا بھی جائز ہے اسلام میں ہمیشہ پردے کا دستور رہا ہے یہ پردہ نہیں جو ضرورت کی وجہ سے ہندوستان میں ہے وہی برقع چادر پیچھے اور نخارا دہ مقنع والا پردہ۔ عرب میں پردہ اسی وقت سے ہوا جب سے پردے کی آیت نازل ہوئی۔ یہ سراسر جھوٹ ہے کہ عرب میں پہلے پردہ تھا اور ہمارے حضرت نے اسے برطرف کر دیا۔ پردہ جاہلیت کی یادگار ہے۔ عرب کی عورتیں پہلے سر بازار منھ کھولے پھرتی تھیں جب دو قبیلوں میں لڑائی ہوتی تھی اور ایک قبیلہ کمزور پڑتا تھا تو اسکی عورتیں رن کے میدان میں آگ سلگاتی اور کرتے اٹھا کے انبوہ کے سامنے نگوڑیاں چھیل چھیل اس پر موتتی تھیں یہ ہار ی ماننے کی نشانی تھی۔

غیرت اور شرم اسلام نے انھیں سکھائی ورنہ وہ پردہ کی قدر کیا جانتے تھے۔ اپنی جورو کو اچھی نسل کا بچہ لینے کے لیے بنا سنوار کے بڑے بڑے شریفوں کے پاس سلا دینا (نکاح استبضاع) انکے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ دس دس آدمیوں کی کھیپ ایک ہی وقت میں ایک موئی بے حیا نکٹی کے ساتھ نکاح کرتی تھی جب بچہ ہوتا تو وہ دسوں کے دسوں زچا خانے میں پکڑ بلائے جاتے جس شامت زدہ کا دامن بی صاحب نے پکڑ لیا اسی کے ماتھے یہ ہڑ کا لڑکا منڈھ دیا گیا۔ (صحیح بخاری) باوا کے مرنے کے بعد باوا کی لونڈیاں بڑے صاحبزادے کو ترکے میں ملتی تھیں اور وہ اپنی سوتیلی ماؤں کو بے تکلف ہر طرح استعمال کرتے تھے۔

کیوں مرزا؟ یہ پردہ داروں کا چلن ہے۔ ارے پردے کا حکم ہونے کے بعد بھی بے شرمی کی یہ حالت تھی کہ چہرہ تو گھونگھٹ میں چھپاتیں اور سینہ کا ابھار مردوں کو للچانے کے لیے واز رکھتیں سواہ ایک تھیں بوا بھسکو انکی ازار گھٹنے پر سے نکل گئی میاں نے لوکا تو بیچاری نے چوسکی پھاڑ کے گھٹنے پر پیوند لگا لیا جب یہ مثل چلی "بوا بھسکو نے سلیقہ کیا میانی پھاڑ گھٹنے پہ سیوند کیا" ان عورتوں کی یہی بانی تھی منھ چھپا کے سر بازار جوبن اچھالتی پھرتی تھیں خدا ان سے سمجھے۔ اگر

معشوق سے تیر لگا تھیں ڈر کسکا ہے
سینہ کسکا ہے مرےجان جگر کسکا ہے

"خمار" (اوڑھنی) اوڑھنے کا طریقہ انھیں قرآن نہ سکھاتا تو یہ رسیلے جوبنوں کی ہری بھری ڈالیاں دن دہاڑے لٹتی رہتیں۔ تاریخ تو تم نے ضرور دیکھی ہو گی۔ یہ بھی جانتے ہو کہ عورت کے جنازے کا گہوارہ کیونکر ایجاد ہوا۔ مرزا؟ یہ رسول زادی کا تصدق ہے جس نے مرتے وقت ٹھنڈی سانس بھری کسی نے سبب پوچھا تو کہا ہائے کیا کروں سر پر دیوار پانی (؟) یہ میری لاش کفن میں لپٹی ہو گی اور ڈیل کی حد و نا محرموں کی نگاہ پڑے گی۔ یہ مشکل یوں حل ہوئی کہ کھجور کی شاخیں کٹ کے آئیں اور انکے کمانچے ٹیوں کے کناروں سے پیوست کیے گئے اوپر سے کمل ڈالا گیا تب رسول زادی کو اطمینان ہوا۔ انکے طفیل میں شریف زادیوں کے مردہ ڈیل بھی بے غیرتوں کی تاڑنے والی نگاہوں کی تیر اندازی سے بچ گئے۔

خدا غارت کرے ان موئے پاک ذات شہدوں کو جو مردہ نہیں زندہ ڈیل نامحرموں کے سامنے پیش کر کے ملکہ ثریا سے سرخ رو ہونا چاہتے ہیں اور بے حیاؤں میں دیدے ڈال کے کہتے ہیں کہ یہی اسلامی پردہ ہے۔ ملکہ ثریا کی تو ہستی کیا ہے اگر ہفت اقلیم کے بادشاہ کی سگی جورو بھی دستی کی قید کی راہ نہیں رچا سکتی ہوا سبحان اللہ۔ شیخ مسلمان ہونے کے بعد ان بی بیوں کے چلن کے خلاف پاؤں دھرے تو ہندی یوں ہی اسے للکاریگی۔

ہے ہے جب میں یہ خیال کرتی ہوں کہ جوان جوان لڑکیاں بوٹ چڑھا کر ایک نہیں دو نہیں سیکڑوں للچائے ہوئے مردودوں سے رواج کے مطابق ہاتھ ملائے گی اور جوانی کے ابلتے ہوئے تن سے حجاب بن بجلی کی لہر دینوں کے ڈیل بھر میں دوڑے گی اسوقت پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے۔

سنو مرزا! کام کاج کے لیے نکلنا شریعت میں روا ہے جس سے بات ٹھہری ہو اسکے اطمینان کے لیے چہرہ دکھا دینا روا ہے مگر ہزار دو ہزار مردودوں سے ہاتھ ملوں گال چومل انگلی پکڑتے ہی پہونچا پکڑنا عام دستور ہے یہ بھی ضرور ہو گا) اور سب کی مستی کا ایک ہی وقت میں مرکز بننا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اعتدال کی حد سے آگے بڑھوانے کے بعد تم تو جو تڑ پیٹے کے خدا جانے کہاں چلتے ہو گے جس مصیبت سر پڑیگی وہ اپنے نصیبوں کو روئے گا۔ سنو مرزا تم تو خواب دیکھ رہے ہو گے کہ اب مسلمانوں کے بھلے دن آئے لڑکیاں تعلیم یافتہ مائیں بننے کے قابل ہوتی جاتی ہیں اب گھر میں کیبن پر سیگا پڑا اگ کرائے گا ماوا لگ کرائے گی بچے وقت کے پابند صاف ستھرے رہیں گے دیوٹ کی جگہ لیمپ تلے دانی کی جگہ سنگر مشین۔ چولھے کے عوض فوارے چھوٹتا اور چھوت۔ ہوا برکی جو ہلکان کے پردے پھاڑیگا۔

نہ ہوگی۔ محبت کی بستی میں سارا خاندان جکڑ جائے گا۔ دوستوں کی صحبت پھیکی بے نمک نہ رہے گی۔ زنانی بول چال کی جگہ منطق اور فلسفے کے صیغے بی بی کی زبان سے جھڑینگے اصول اور ضابطہ کی ہر جگہ حکومت ہوگی قومیت کی روح سر پر چیل کی طرح منڈلانے گی کوئی یورپ والا دیکھے گا تو وحشی کا خطاب نہ دے گا۔ بی بی کے حسن کی تعریف آیا کرے گا۔ جایا کرے گا میاں تن کے کہیں گے "جو میرے سو راجہ کے نہیں"

بیشک یہ باتیں نئے پڑھے ہوؤں کا جی لبھانے والی ہیں۔ وہ ان ہتھکنڈوں میں جلدی آجائیں گے۔ دُنیا میں خواہشوں بھایان بیچنے والوں کی کچھ کمی نہیں مگر یہ آغاز اُسوقت تک انجام نہیں پاسکتا نہ اس خواب کی اُسوقت تک تعبیر ملسکتی ہے۔ جب تک تمام اسلامی دستور کی جڑ نہ کھود ڈالو ہر ایک بات سے انکار کرنا پڑے گا۔ ہر ایک اسلامی قاعدے کی آدمی

میں جھید کرنا۔ اور یہ کہنا ہوگا کہ اگلے غلط سمجھے تھے۔ اسلام اور ترقی تو بچہ داں بچے ہیں ان کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے اپنے دین پر دُنیا کو رجھایا تھا ایک یہ وقت ہے کہ اُنھیں ترقی کرنے والے مسلمانوں کو ناسمجھ، بے علم، خود غرض، مطلبی۔ گوں سکے یا مولویوں کے حق میں ظالم اور جاہل کے خطاب ملتے ہیں۔ اگر یہی بورا پن ہے کہ دوسروں کی جو بات دیکھی خواہ اچھی ہو یا بُری بس اُس پر لٹو ہوگئے۔ تو بھیا تم کوئی نئے نہیں تھے۔ تاریخ کی کتابوں سے واقعے نکال کے جو ڈینگیں ہانکتے ہو یہ سب جھوٹی شیخی ہیں تم اب کچھ نہیں ہو۔ اب تمھارا مذہب ہی وہ نہیں ہے جو اگلوں کا تھا۔ تمھارے چیلے۔ گوز لگائیں گے اور نماز کی اُٹھا بیٹھی کو تہذیب کے خلاف سمجھ کے صرف گردن جھکا لیا کریں گے وہ بھی ہفتے میں ایک دفعہ نجس اور پاک کا ڈھول کون پائیگا شرابیں لنڈھیں گی اور شریعت کی رُو سے حلال کر کے اُڑیں گی۔ نگوڑا سُور کا گوشت پیٹ میں اترے گا۔ اور جائز ہو کے اُترے گا یہ سب مہذب ملکوں کے دستور اور ترقی کی علامتیں ہیں۔ ارے جو نہ یہی ہو تو کہنا بو انصیبن نہیں کوئی بجلی تھی۔

مرزا اس طرح کی ترقی اور بے قیدی پر ہر شخص ہروقت قادر ہے ایمان سے کہنا کیا اگلوں نے ایسی ہی بے قیدی کر کے ترقی کی تھی؟

اب میں تم کو بعض لفظوں کے معنی سمجھاتی ہوں جلکے پیر میں تمھارے بشن دیوانے ہیں۔ (باقی آئندہ)

بوانصیبن

منطق آرا بیگم بنام گورنر بمبئی

اجی لاٹ صاحب۔ واللہ تم تو بہت گرما گئے غریبوں پر اتنا غصہ؟ آخر یہ اتنی خفگی کس بات پر؟ لو۔ بُری بات ہے غصہ تھوک ڈالو غصہ حرام شے ہے۔ مگر پی جانے سے حلال ہو جاتا ہے میں پوچھتی ہوں کہ آخر بیچارے بارڈولی والے تمھارے نزدیک کیوں گنا ہگار ہیں۔ اُنھوں نے کیا قصور کیا یہی نہ کہ تمھاری حکومت نے اُن کی گردنوں پر طاقت سے زیادہ بوجھ رکھ دیا۔ دُبلے پتلے تھے اُٹھا نہ سکے گر پڑے بوجھ بھی گر پڑا۔ اُن میں سکت نہیں تو تم کیوں نہیں دوسرا مزدور تلاش کرتے۔ کوئی قرض لے نہیں دیتا تو کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ مال قرق جائداد نیلام ایک دو نہیں۔ قرضدار مفلس ہوا تو دیوالیا ہو جاتا ہے۔ گانٹھ گرہ میں کوڑی نہو تو کوئی کہاں سے دے۔ نالشیں نادار اسامیوں پر ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں۔ مگر آجتک ایسے اسامیوں کو کسی نے باغی نہیں کہا۔ نہ یہی کہ فلاں اسامی قانون کی توہین کرتا ہے۔ تمھاری حکومت نے بارڈولی والوں پہ لگان بڑھایا وہ دے نہیں سکتے۔ زمین چٹائی نہیں کہ کوئی لپیٹ کے بھاگ جائے گا۔ تم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہو کہ املاک ضبط کر لو۔ پھر وہ تو پہلے ہی سے مصیبتیں جھیلنے پر آمادہ ہیں۔ دیوانی اور مال کے قانون میں یہی لکھا ہے۔ بارڈولی کے زمینداروں سے کوئی اور بھی خطا نہیں ہوئی۔ وہ مارتے پیٹتے نہیں گالم گلوج کرتے نہیں جو فوجداری کا قانون کام آئے۔ یہ بتاؤ کہ جب مال دیوانی فوجداری تینوں قانون اس بارے میں

کھا کے ٹکر ہو گیا موٹر فنا ہے غنیمت یہ کہ "پر" موجود ہیں

(ہفتہ گزشتہ میں آخر حکومت بمبئی نے اپنے تدبر کی گٹھری کھول کے رکھدی اس گٹھری میں سوزن بخیہ گر تو ہے نہیں ہے کیا؟ وہی "تشنہ" کی قینچی)

کارخانہ حافظ سیتا محمد رفیع صاحب ٹپیا باغ لکھنؤ نے اپنے خریداروں کی آسانی کو مدنظر رکھکر کل اشیاء ساختہ لکھنؤ فی روپیہ ایک پیسہ کمیشن لیکر روانہ کرنے کا انتظام کردیا ہے۔

پھسڈی رہ گئے تو تمہارا یہ کہنا کہ:-

"ہماری شرطیں منظور نہ کی گئیں تو حکومت قانون کو ہاتھ میں لے گی۔ اور جو مناسب ہوگا عمل میں لائیگی" بالکل منطق کے خلاف ہے۔ سنو جی وہ کوئی قانون ہی نہیں جو تمہارے دل میں ہے کیا معنی کہ جس زمانے میں تمہاری قوم نے ہندوستان میں قدم رکھا اُس زمانہ میں عام رعایا کے دلوں پر اس طرح قبضہ کیا کہ بادشاہوں اور مہاراجوں کے ظلم اور ناانصافی کا مرثیہ پڑھ پڑھ کے خود بھی روئے اور اُنھیں بھی رُلایا۔ آج تم جس قانون کا حوالہ دے کے ہر طرح کی قوت حکومت کا رعب قائم رکھنے کی دھمکی دیتے ہو یہ وہی قانون تو ہے جس پر اگلے بادشاہ عمل کرتے تھے فرق اتنا ہے کہ جب رعایا نے ہتھی نہ تھی اَب نہتی ہے۔ وہ تلوار کا جواب تلوار سے دے کے برابر ہو جاتی تھی۔ یہ تلوار کا نام بھی نہیں لیتی خاموشی اور ترحم ترکِ سے تلوار کا کام لیتی ہے۔

رولیٹ صاحب کا لیٹ کے رونے والا قانون کیونکر مسترد کرنا پڑا اور کیوں اسکو ذہن میں رکھو ہزار پانسو کی جانیں گئیں تھوڑی تھوڑی ہوئی پاس پڑوس کی مہذب سلطنتوں نے نام رکھا دانتوں تلے انگلی دبائی "معاف کرو اور بھول جاؤ" کا سبق ڈیوک آف کناٹ کو رٹنا پڑا۔ یہ ایک ذری سی منطقی غلطی کی کارستانی ہے۔

لگان میں ناجائز اضافے کا من مانا گھڑ جانا قانون بھی قانون ہے اور رولیٹ کمیشن کی نامعقول سفارش پر جو قانون بنا تھا وہ بھی قانون تھا۔ ہاتھ پاؤں کی لڑائی نہ جب رعایا لڑی تھی نہ آج لڑنے پر آمادہ ہے واللہ صاحب تم بھی چار دن کیلئے آئے ہو اور او ڈائر بھی چار دن کے لیے آئے تھے۔ پنجاب میں ایک عالم کی تصویر پہونچی تھی کہ تمہاری حکومت منظور ہے یا ظلم کی میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمھیں لارڈ ہارڈنگ کی سی حکومت پسند ہے یا اوڈائر کی سی یعنی تم عقل کے زور پر حکومت کرنا چاہتے ہو یا مارشل لا کے بوتے پر تمہاری باتوں سے تو جیسی میں سچ کہوں مجھے اس بات کا دھڑکا پیدا ہو گیا ہے کہ تم کوئی بڑے منطقی نہیں ہو اور سلامتی سے تمہارے ساتھی میاں برکن ہیڈ اور پیل

ونٹرٹن بھی کچھ یوں ہی سے ہیں۔ ورنہ جلیانوالہ باغ کے واقعہ پر باردولی کے واقعے کو قیاس کر لیتے معاملہ اتنا ہی سا ہے کہ باردولی والے کہتے ہیں ہم نا دہند لگان نہ دینگے چاہے قرقی ہو چاہے ضبطی ہو اُن کا یہ عذر اگر واقعی نہ ہوتا تو یوں مال اور جان پر آفت نہ لیتے آجتک اُنھوں نے لگان دیا اور کوئی حجت نہیں کی بات یہ ہے کہ مال کی عدالتوں سے دوسری عدالتوں میں بہت زیادہ گندگی ہے۔ انھیں زمینداروں اور کاشتکاروں سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی اُن کا برتاؤ سخت ہوتا ہے۔ مشکل سے کوئی زمیندار یا کاشتکار ایسا ہے کہ جو ان کچہریوں کے برتاؤ سے راضی ہو۔ ایک طرف تو ناراضی دوسری طرف نئے بندوبست پر جو حاکم تعینات کیے جاتے ہیں وہ اپنی بھلائی اسی میں دیکھتے ہیں کہ جہاں تک ہو لگان بڑھا کے عہدہ بڑھوالیں۔ خطاب حاصل کریں اعلے حاکموں کے سامنے سرخرو ہوں خوشنودی کا پروانہ ملے کہ خاں بہادر مسٹر.......

پر حکومت وقت کی خیرخواہی وفاداری ہوشیاری عقلمندی ختم ہے۔ اب وہ زمانہ ہے نہیں کہ زمینوں سے کچن نکلتا تھا آبادی تھوڑی تھی علاقہ بڑا تھا لگان کم تھا اگر روپیہ پر دو آنے بڑھ گئے تو خیر بھئی اللہ مالک ہے دے نکلیں گے۔ اب تو کچن کی جگہ خاک اڑتی ہے ایسی اوڑا باڑی کبھی نہ تھی۔ سر الکسنڈر کالون صاحب جب اودھ کے لفٹنٹ گورنر تھے تو بندوبست میں لیا کے ضلع کے ایک گاؤں پر لگان اتنا بڑھا کہ آمدنی سے بڑھ گیا۔ بیچارے زمیندار نے عدالت میں عذرداریاں کیں مگر ایک نہ چلی جہاں جہاں مقدمہ گیا حاکم بندوبست کی رپورٹ آیت حدیث سمجھی گئی آخر اُسنے گاؤں کا ہبہ نامہ لفٹنٹ گورنر کے نام کر دیا اور ہبہ نامہ کی نقل کے ساتھ ایک عرضی لفٹنٹ گورنر کی خدمت میں بھیجی کہ حضور لوہڑی تک ہم لوگ سنوائی نہ ہوئی اب یہ ہبہ نامہ حاضر ہے تحصیل وصول آپ کے حوالے سرکاری مالگذاری دے کے جو کچھ بچے وہ آپ کا میں نے بخشا میرے خدا نے بخشا۔ لفٹنٹ گورنر صاحب آدمی نیک اور عقلمند تھے بات کی تہ کو پہونچ گئے اور خاص حاکم تحقیقات پر مقرر کیا اُسنے رپورٹ کی کہ اس گاؤں کا رقبہ زیادہ ہے

آمدنی کم ہے زمین ناقص سر ہونے کے سبب سے آبادی کے قابل نہیں پانی بھی نہیں ہے۔ جو مالگذاری پہلے تھی وہی زیادہ ہے۔ اضافہ کیسا پیچھے صاحب پہلے کی مالگذاری بھی اوسطی روپیہ کے حساب سے گھٹانی پڑی۔ جھلاپن ہر جگہ کام نہیں دیتا جب کسی قانون پر عام ناراضی پھیلے تو اُسکی ترکیب یہی ہے کہ ناراض ہونے والوں کو اپنے ساتھ کام میں شریک کر لو اور قانون کو اُسوقت تک اُٹھا رکھو جب تک دودھ کا دودھ پانی کا پانی نہ ہو جائے۔

اس قسم کے قانون قاعدے جن میں انصاف کا لحاظ پاس نہ ہو حکمت اور ہوشیاری کو دخل نہ ہو اکطرفا اور ادھوری جانچ کے بعد بنائے جائیں کچھ اچھا نتیجہ نہیں رکھتے بات بڑھ جانے پر ان کا حشر وہی ہوتا ہے جو "شبکہ" گھوڑی کا نام ہے کے مالک کا ہوا تھا۔

حکایت کہتے ہیں کہ معز الدولہ کی صحبت میں محمد بن یزید عقیلی قبیلہ کا رئیس آیا معز الدولہ نے خاطرداری کی بٹھایا صحبت گرم ہوئی بات میں بات نکلنے لگی آخر چوروں کی ہوشیاری کا ذکر شروع ہوا۔ عقیلی نے بیان کیا کہ اسکے بھائی نبسوں میں ایک شخص کی پیٹھ اسطرح گدی ہوئی تھی جیسے پچھنے لگائے گئے ہوں سبب پوچھا تو کہا کہ میں کسی عورت پر عاشق تھا لڑکی والے اس بات پر اڑ گئے کہ جب تک "شبکہ" مہر میں نہ دو اُسوقت تک نکاح نہ ہوگا۔ ہائے عشق کیا بری بلا ہے جو نہ کرا دے چھوڑے وہ تھوڑا ہے میں نے سفر پر کمر باندھی "شبکہ" کے مالک جس مقام پر مقیم تھے وہاں پہونچا۔ دیکھا کہ گھوڑی ایک کوٹھری میں مقفل ہے مالک نے اصطبل کے پاس ہی خیمہ کھڑا کیا ہے اُسی میں رہتا ہے۔ دن تھا خیمہ خالی پایا تو دبے پاؤں اندر گیا ایک کونے میں روئی ڈھیر تھی اُسی ڈھیر میں چھپ رہا۔ رات ہوئی مالک خیمہ میں آیا گھروالی کھانا پکا کے ساتھ لائی دونوں اندھیرے میں کھانے بیٹھے یہاں بھوک سے آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں روئی کے ڈھیر سے میں نے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکالے اور دل میں بسم اللہ کہہ کے کھانے میں شریک ہو گیا اکبارگی میرا ہاتھ مرد کے ہاتھ سے ٹکرایا اُس نے میری کلائی

پکڑ لی بندہ نے دوسرے ہاتھ سے عورت کی کلائی پکڑی عورت چلائی کہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے آخر میرا ہاتھ کیوں تھاما دیکھو کلائی ٹوٹی جاتی ہے موچ آجائے گی میاں سمجھے کہ یہ بی بی کا ہاتھ ہے انھوں نے میرا ہاتھ چھوڑا میں نے بی بی کا ہاتھ۔ دوبارہ بی بی نے اجنبی کا ہاتھ سمجھ کے میرا ہاتھ تھام لیا میں نے جھٹ دوسرا ہاتھ میاں کے ہاتھ پہ دھر دیا اب کی میاں نے دہائی دی کہ عورت کچھ پاگل ہوئی ہے میرا ہاتھ کیوں توڑے ڈالتی ہے۔

بی بی میرے ہاتھ سے دست بردار ہوئیں میں نے انکے شوہر کے ہاتھ اٹھایا۔ کھانا ختم ہوا۔ اصطبل کی کنجی سرہانے رکھ کے بی بی لیٹیں کیا دیکھتا ہوں کہ تھمی تھمی دو تین کنکریاں کسی نے خیمہ کے اندر پھینکیں بی بی صاحب دبے پاؤں اٹھیں اور خیمہ سے باہر نکل گئیں میاں بے خبر سوتے تھے بندہ نے کنجی اٹھائی اور اصطبل کی راہ لی۔ ایک درخت کے نیچے بی بی صاحب کالے کلوٹے حبشی غلام سے منہ کالا کر رہی تھیں۔ مجھے اس سے کیا میں نے قفل کھولا کمر کی رسی کی لگام گھوڑی کے منہ پر چڑھائی اور کوٹھری سے باہر نکلا ٹاپوں کی آواز سے بی بی اور غلام کی مستی طرارہ بھر کے غائب ہوئی وہ لوگ لے غل مچایا " چور چور " محلے والے جاگے صاحب خانہ بھی باہر نکلے بندہ نے گھوڑی کو ایڑ دی وہ ہوا سے باتیں کرنے لگی مگر پیچھے پھر کے جو دیکھتا ہوں تو صاحب خانہ بھی ایک مادیان پر سوار میرا پیچھا کیے چلا آتا ہے آخر وہ اتنا قریب آگیا کہ نیزے سے میری پیٹھ زخمی کرنے لگا موقع نہ تھا کہ جواب دیتا میرے پاس تلوار تھی اسکے پاس بھالا تھا۔ میں آگے وہ پیچھے نیزہ بھر کا فاصلہ اتفاق کی بات کہ بیچ میں ایک چھوٹی سی نہر پڑی۔ میں نے گھوڑی کو اشارہ دیا وہ تڑک گئی مگر صاحب خانہ کا رہوار بچہ تھا پانی دیکھ کے ہچکچا گیا۔ اسی میں سلطان تھا۔ پیچھے کچا کر لیا ہو گئی تھی حواس بجا نہ تھے دم لینے ٹھہرا۔ صاحب خانہ مجھ سے کہنے لگا کہ سن اے چور یہ گھوڑی خدا کی نعمت ہے اچھے اچھے بادشاہوں کو ایسا جانور میسر نہیں۔ اسے جان کے برابر رکھنا۔ اسکی قیمت ایک ملک کے خراج سے زیادہ ہے کیا مجال جو مقابلہ کے وقت کوئی اسکی گرد تک پہنچے۔ میں تم تک اسی وجہ سے پہنچا کہ اسی گھوڑی کی کچھیری پر سوار تھا۔ بندہ نے نصیحت سنی مالک کا شکریہ ادا کیا اور جواب دیا کہ حضرت آپ کا احسان سر آنکھوں پر اب میرا واقعہ بھی سن لیجیے (کل حال سرے سے اخیر تک کہہ ڈالا) صاحب خانہ جھلا کے کہنے لگا خدا تجھ سے سمجھے کمبخت شوم قدم گھوڑی تو لے ہی چکا تھا اسکے ساتھ ہی غلام کی جان بھی لی اور گھر بھی اجاڑا۔

لاٹ صاحب فرض کرو کہ حکومت کی ساکھ ہے " شبکہ " جو ہے مشیر من ما نا قانون رشوت خور خود غرض اہلکار ہیں جو سراسر منے حاکم ہیں گھوڑی کے مالک۔ آگے میں نہیں جانتی کہ حبشی کون ہے اور بی بی کون مگر اتنا کہہ سکتی ہوں کہ چوری کے بعد نیزہ بازی سے چور کی پیٹھ مشتبک کر دی جائے تب بھی گھوڑی واپس نہ ملے گی غلام قتل ہونگے اور گھر ویران۔ بجا نظر ا چھوٹنے پر شبکہ کے مالکوں نے " معاف کرو اور بھول جاؤ " کہہ کے قانون مسترد کیا تو اس سے کیا ہوگا! لہذا مناسب یہ ہے کہ دو طرح کی رسیدیں بناؤ جتنا لگان بڑھتا یا ہے امانت کی مد میں جمع کر کے اسکی رسید علحدہ دو اور معمولی لگان کی رقم کا داخلہ علحدہ۔ اسکے بعد فوراً ایسی تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دو جسپر تمہیں اور عام رعایا کو اعتبار ہو کمیٹی جل بل کے ٹھنڈے کلیجے غور کرے تو کیا عجب ہے کہ ع

وقت ضرورت چو نماند گریز

دست بگیرد سر شمشیر تیز

کی نوبت نہ آئے تمہارا نام ہو رعایا کا کام ہو۔ میں سچ کہتی ہوں کہ منطق کے فن میں دلیلوں کی قسمیں بیان کی گئیں ہیں سب کتابیں میں نے الٹ ڈالیں کہیں اس دلیل کا وجود نہیں کہ نہیں جی ہم جو کہتے ہیں وہی صحیح ہے ہمارا آئین یہی کہتا ہے نہ مانو گے تو بلاتے ہیں مشین گن۔ کرتے ہیں فیر۔ یہ تو دھاندلی ہے۔ میں ہوں حکومت کی خیر خواہ ہمیشہ ٹھیک رائے دیتی ہوں۔ اللہ نے ہر معاملہ میں آج تک نیت بخیر رکھی۔

سمجھانے سے تھا مجھے سروکار

اب مانو نہ مانو تم ہو مختار

المختصرات

پیرس کی عورتوں میں ایک نئی وبا پھیلی ہے وہ اپنے پاؤں جراحی کے ذریعہ سے خوبصورت بنانا چاہتی ہیں کئی گھوڑیوں نے (بقول نواب نصیبن چھنگیا) کھُر اٹھائی مبارک ہو۔ انشاء اللہ خاں شاعر نے جرأت کا سچ کہا تھا " سرمونڈی نگوڑی گجراتن " سر کے بعد اب پاؤں کی باری آئی۔

تیرا سو میرا۔ میرا سو ہیں ہیں۔ اوڈوائر اور ڈائر کے مظالم پر تو صدا ملی۔ ہوئی کہ معاف کرو اور بھول جاؤ۔ مگر حکومت پنجاب خود اپنے نسیان اخلاقی اور عفو نا عجب کا ثبوت یوں دیتی ہے کہ مارشل لا کے زمانہ میں کھلی کھلی ناانصافی کے جلیتوں جو بدنصیب جیل خانے بھیجے گئے تھے وہ ابھی تک نسیان اخلاقی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ معاف نہیں کیا تو خیر یہی غنیمت ہے کہ قید کر کے بھول گئی۔

ایک فوجی جنرل نے ریچھ کا پیٹ چاک کیا تو اسمیں سے کئی اخباری کاغذ اور سیکڑوں لفافے نکلے ناظرین کا خیال ہے کہ ہو نہ ہو یہ خرس کمبخت بالشویکی ایجنٹ تھا۔ بڑی مشکل میں جان ہے بدمعاش بالشویک نئی نئی چالیں چلتے ہیں۔ اگر ریچھوں کے پیٹ ڈاک کے زندہ تھیلے بن گئے اور اسطرح پروپیگنڈا شروع کیا گیا تو بڑی ہوگی۔

اضطرار کے بغیر سوال تو ہے حرام مگر یہیں زمانہ عیب نیست کچہریوں میں سوال ہے کونسلوں میں سوال ہے اخباروں میں سوال ہے گھر میں سوال ہے باہر سوال ہے چنانچہ پانیر میں ایک گورے چمڑے کا سائل سوال کرتا ہے۔

" یہ کیا ہندوستانی اولوالعزم لیڈروں کو یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ قانون کی مخالفت پر لوگوں کو ابھاریں " بارڈولی والے ٹکڑا سا توڑ کے یوں ہاتھ پر رکھتے ہیں کہ شاہ جی جواب لیتے جاؤ۔ اضافہ ناجائز ہے لہذا یہ بتاؤ کہ کیا کوئی ناجائز قانون بھی تعمیل کے قابل ہوتا ہے ؟ "

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اُنکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے اسی کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا وہ ایک معمولی باجا یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔
حصہ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بطور تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ ڈاک کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین علیحدہ اور دوسرے پرچہ میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ نے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ مدت نامعلوم شمالبسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور کیا دیکھانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ کچھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کروالیں۔ دام دو دم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستے میں کا ڈھکپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط نے یہ نمانہ منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا ہمیں تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جو اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۲۸

مضامین

(۴ راگست ۱۹۲۸ء)

نگاہ حاسد یا وبائے ٹیکس

مولانا پنچ۔ ! تسلیم حقد و حسد۔ و آداب نمامی و غمازی قبول ہو۔ حسد کے لیے کسی قانون قاعدے کی ضرورت نہیں وہ تو دل کی آگ ہے دل کے ساتھ ہے۔ حاسد کسی کو آرام سے دیکھ نہیں سکتا چہرے پر ابشاشت دیکھی اور لگا کھنسانے لہذا میونسپلٹی جو بقول بو فہیبن کے سدا کی جل جوگنی ہیں انکی ٹیکس بازی بھی کسی قانون قاعدے کی پابند نہیں انکے حدود میں پلنے بڑھنے اسنے بسنے والے آرام سے رہ نہیں سکتے۔ بلی کی طرح انکی نگاہ لوگوں کے نوالوں کے ساتھ ساتھ رہتی ہے جتنا نوالہ اونچا ہوتا ہے اتنی ہی پتلی اونچی ہوجاتی ہے گویا تار نگاہ کا سرا نوالے میں الجھا ہوا ہے۔ اور یہ حلق کی دربان ہیں دریں حال خوش قسمت ہیں وہ جنکے نوالے پر انکی نظر نہیں اور جنھیں "دفع نظر" کہنے یا آیہ "ان یکاد البرق" دفع نظر بد کی غرض سے پڑھنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ انھوں نے تشخیص کرنے والے چھانٹ کے ایسے "منحوس نظر" رکھے ہیں جنکی خار افگن زہریلی نگاہیں ہر وقت چوٹ کرنے پر تلی رہتی ہیں۔

اخاہ ! یہ بی چنگاری جان کا کرہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے آتشدان میں آجکل ایندھن کی کمی نہیں جب تو اس جہنمی بھٹی میں پھاندنے والے تنگیاں پاندھے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ صحبت گرم ہے۔ چنگاری کو ایندھن ملے اور وہ نہ بھڑکے یہ ممکن نہیں۔ اچھا بی چنگاری جان۔ ہو کہاں جاتی ہو تو سہی جو اس پاک کمائی میں ساجھا نہ لگایا تو جب ہی کہنا۔ اللہ اللہ پہلے جب ہم اپنی چلم لے کے گئے تھے تو جواب ملا تھا میاں دیکھ لو چولھا ٹھنڈا پڑا ہوا ہے۔ چولھا بھی گرم نہیں جو کوئی آلو اور شکر قند بھون کے کھائے یا بھٹا دبائے۔

جھٹ جیب سے پاکٹ بک اور پنسل نکالی "کمرہ نمبر ۱۵ مسماۃ چنگاری جان طوائف" نام نشان نوٹ کر لیا۔ انشاء اللہ اخلاقی واعظ بن کے یہاں ہم آمدنی کے شریک ہوجائینگے۔ آخر حکومت وقت شراب پر ٹیکس بڑھاتے وقت اخلاقی سبق پڑھاتی ہے کہ نہیں ؟

"آنریبل ممبران۔ حکومت بہت سراسیمہ ہے کہ انسداد مسکرات کے بارے میں کون سا مؤثر طرز عمل اختیار کرے۔ باوجود یوماً فیوماً سخت قیود عائد کرنے اور قیمت بڑھانے کے اسکا قرار واقعی انسداد نہو سکا۔ لوگوں کے اخلاق پر نہایت برا اثر پڑتا ہے اور جب کسی کلال کی دکان میں لترا پی کے شور مچانے والے اودھم جوتتے ہیں تو مہذب اور شریف اہل محلہ کو سخت ایذا ہوتی ہے یہ سراسر بداخلاقی حکومت کی جبین صاف پر ایک بدنما دھبا ہے خصوصاً دیسی شراب تو انسان کو دیوانہ بنا دیتی ہے۔ اب اسکی ایک بوتل پندرہ روپیہ کو بکتی ہے سد باب کی نیت سے بجز اسکے کوئی چارہ نہیں کہ ایک پر سو کے تناسب سے اسپر ٹیکس کا اضافہ کیا جائے اور جو اضافہ ہو وہ سررشتۂ تعلیم کے حوالہ کیا جائے تاکہ مال حرام کار حلال میں صرف ہو"

علی ہذا القیاس ہم بھی کہہ سکتے ہیں :۔

معزز ممبران۔ میں آپ کے سامنے ایک نہایت ضروری رزولیوشن پیش کرنے والا ہوں۔ مصلحت وقت اخلاق و ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ ہم گھنی آبادیوں میں گندہ اور فحش کار زنان بازاری کو نہ رہنے دیں۔ یہ بیماریوں کی جڑ ہیں اور ان سے شریف رہنے والوں کو بہت ایذا ہوتی ہے۔ حق سکونت یا حق ملک ساقط کرنے کا اختیار ہمیں نہیں ہے اور ہمیت کیا ! ازالہ بھی ہمارا فرض منصبی ہے لہذا کیوں نہ ہم انکی نصف آمدنی بطور ٹیکس وصول کریں۔ آخر اسباب تعیش پر مہذب ممالک میں ٹیکس بندھا ہے یا نہیں ؟ (چیرز) لہذا میں تجویز کرتا ہوں۔

(۱) کہ آئندہ زنان بازاری اپنے جسم شعلہ افروز کا دہانہ ہر ہفتہ ڈاکٹر کو دکھایا کریں (ب) ایک رجسٹر رکھیں جس پر ڈاکٹر دستخط کرے کہ ابھی تک اس غار آتش فشاں میں ہیجان ہونے کا اندیشہ نہیں لاوا سرد ہے۔ (ج) یہ کہ دوسرے رجسٹر پر تاپنے والے گھر پھونک تماشا دیکھنے والے آتش سیال جوانی سے ہولی کھیلنے والے انگوٹھے کا نشان اور دستخط ثبت کریں اور فیس کی مقدار و تعداد بھی تاکہ اس "منحوس" جو مرغ آتشخوار (چکور) کی طرح چہارم کمائی چگ لیتا ہے اس سے۔ نیز پیشہ ور زن بازاری سے نصف حصہ سالانہ آمدنی کا ٹیکس میں وصول کیا جائے۔ واضح رہے کہ یہ پاک آمدنی حدود میونسپلٹی میں جو مندر و مسجد و معبد اپنے عاقبت فراموش بانیوں کی جان کو رو رہے ہیں اور ویران پڑے ہیں انکی مرمت اور درستی کا ذریعہ ہوگی"

غرض مسودہ کا پیوند دل کی گدڑی میں ٹانک کے آگے بڑھے۔

واہ واہ لالہ جھنجھنا مل۔ اتنی جلدی جھنجھونے لگے۔ اچاہت خوب ہے۔ گاہکوں کا ہجوم ہے۔ کل تک تو تم "کھلونے والے بھولوں کے" سر پر ٹوکرا رکھے پکارتے پھرتے تھے آج خدا نے یہ دن دکھایا کہ دو آدمی تمہارے چاکر بیٹھے جھنگیوں پر رنگ پھیر رہے ہیں۔ دیوالی کی گھیاں ڈبیاں۔ بھبولو دھو تو گجریاں بھی رکھی ہیں اجی تم تو کہتے تھے کہ میرے گھر میں خاک نہیں۔ بھیجو ٹیکس نہ بندھنا چاہیے۔ اچھا معلوم ہوا ہمیں بھی بچہ سمجھ کے لوٹا بیوا دکھا کے اور بہلاتے تھے۔ بہت خوب۔ انکی ٹیکس ضرور بندھے گا سنیٹری انسپکٹر کی رپورٹ ہے کہ تم سرکاری پٹری پر صحت خراب کرنے والی بھجوے کی بنتی ڈھیر کرتے ہو۔ آویں سے دھواں بلند ہو کر محلے والوں کا سر پھرا دیتا ہے۔ اور سنو اس میں پندرہ بیس آدمیوں کا یا تمانہ روزہ بھرا رہتا ہے۔ بھائی اتنا بڑا کنبہ ہے اتنا خرچ ہے ایسا کارخانہ ہے

اُسپر سرکاری ٹیکس سے گردن چراتے ہو اور ہاں سُنو تو یہ تمہارے کُتّے کی کیسی خصلت ہے کہ جس بھلے مانس کے جوتوں میں مٹی بھری دیکھتا ہے سونگھنے لگتا ہے اور یہ نہیں خیال کرتا کہ یہ جوتے بھی ٹیکس ادا کرتے ہیں انھیں سونگھنے کا وہ ہرگز مجاز نہیں۔ ڈاکٹروں کی عام رائے ہے کہ کُتّے کے نتھنے کی نمی ہوئی بھاپ صحت عامہ کے لیے ازبس مُضر ہے۔ اسکا ضرر اُسوقت تک دفع نہیں ہو سکتا جب تک بھاری رقم ٹیکس کی ادا نہ کی جائے بھئی کُتّا پالو تو ٹیکس بھی دو۔ خیال ہے کہ سال میں دس ہزار سکہ آمدنی ہوتی ہوگی۔ اچھا بتاؤ نام ولدیت سکونت پیشہ آمدنی۔ خیر آمدنی بتانے کی ضرورت نہیں وہ تو ہم تشخیص کرینگے۔ آگے بڑھے۔

اوہو ہو۔ یہ میجر اقبال کی بی نصیرن ہیں سُنا ہے کہ ان کا کاروبار بھی ترقی پر ہے۔ کیوں نہو ہے بھی نوجوان۔ ڈیل بھی زنانہ ہے۔ مُجرا بھی ہے مُجرا بھی ہے جس بدھاوے میں دیکھو ان کا روئے نحس موجود۔ کہروا ناچ رہے ہیں۔ لیزم باز ساتھ ہیں۔ آپ دیکھیے تو جیرم خلاف فطرۃ کی چلتی پھرتی تجارت اور علانیہ۔ پھر اس نیک اور بابرکت کام میں میونسپلٹی کا کوئی حق نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ادھر آیے۔ تیرا معائنہ ہونے والا ہے۔ کمبخت۔ الٰہی یہ لے ہٹو بھی کیسا۔ کیا مجھے بھی اپنے قدر دانوں میں سمجھا ہے۔ بیجا۔ ٹیکس ضرور بندھے گا چاہے اُنگلیاں نچاؤ چاہے کولہے مٹکاؤ۔ بیس بیس روپیہ روز کمانا اور میونسپلٹی کو بھول جانا اسکے کیا معنی ہیں۔ اسبابِ تعیش کی فہرست میں تمہارا بھی اندراج ہے جاتے کہاں ہو ابھی تم نہ دینا کیا قدر دان شوقینوں کی کمی ہے اُن سے نخرہ کر کے وصول کر لینا کمائی کا ٹھیکا سلامت ہے تو کیا غم ہے۔ نام بتاؤ ولدیت لکھاؤ۔ پیشہ ہمیں معلوم ہے ...... آگے بڑھے۔

اسوقت ۲۰ فی صدی سالانہ سے کسرے زائد ٹیکس وصول کیا جاتا ہے پھر بھی دیدۂ حرص و طمع پُر نہیں ہوتا۔ لاؤ لاؤ بڑھاؤ بڑھاؤ کا تقاضا جان کھائے لیتا ہے۔ فارسی کی ایک مثل ہے کہ شاہوں کا خانہ چشم جب تک خاک سے نہیں اَٹتا اُسوقت تک نہیں پلٹتا یعنی تا دم مرگ ایک بالشت زمین بھی دوسرے کے قبضے میں نہیں دیکھ سکتے اتنے حریص ہوتے ہیں ہاں قبر میں جا کے آنکھوں کے حلقے مٹی سے بھر جاتے ہیں تو نجات ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ میونسپلٹی کی چشم آز میں کروڑیوں کو ڈا ہزاروں ٹوکرے غلیظ روز پڑتا ہے پھر بھی دیدے دھوے دھائے صاف۔

بعض میونسپلٹیاں اس فکر میں ہیں کہ گھر یلو نلوں میں پانی کی گھڑیاں (پیمانے) لگائی جائیں۔ پانی زیادہ صرف ہوتا ہے۔ بھلا پوچھیے زیادہ صرف ہونے کی وجہ کیا اور صرف بھی ہوتا ہے تو کیا بُرائی ہے۔ ایک گھر سے تمام محلے والے پانی لیجاتے ہیں تو کیا نقصان ہے؟ سڑکوں پر جو نل لگے ہیں اُنکا پانی بچ رہتا ہے۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔

طرفہ! ذرا سُنیے کہ دہلی کی میونسپلٹی نئی بھینس پانجر ۃ اور فی گائے ایک روپیہ ٹیکس لگانے کی فکر میں غلطاں پیچاں ہے بھینس تو خیر خالہ ہے حالانکہ ماں مرے موسی جیسے" مثل مشہور ہے اُسپر ٹیکس بندھے گا تو بھانجوں کی سعادت پر افسوس کرکے جیب ہوا ہو گی مگر "ماتا" کا ایک روپیہ رنگ لائیگا۔ کیا معنی کہ وہ ہمارے وطنی بھائیوں کی قابل پرستش چیز سامان عبادت پر حلہ مُجرمانہ کا یہ پہلا وار سمجھا جائے گا۔ افواہ گرم ہے کہ اگر یہ تجویز نیال سے نکل کے عمل میں سینگ ۔۔۔ لنے لگی تو بارودلی کا سماں دہلی میں بھی دکھائی دے گا۔

گھی دودھ مکھن دہی سامان تعیش میں داخل ہے۔ جوار باجرا گیہوں اور ہر سامان زندگی میں جب سامان زندگی ٹیکس سے محفوظ نہیں تو سامان عیش و تعیش ذ ۔۔۔ کیونکر بچے۔ ہاں اس مطالبہ کے عوض اگر آبادی کی طرف سے سامان ایذا کے باقی رہنے کا سبب دریافت کیا جائے اور مطالبہ ہو کہ کیوں سڑکیں درست نہیں ہیں۔ کیوں صفائی نہیں ہے۔ مچھر کثرت سے کیوں ہیں۔

لاؤ ان کا خون بہا تو ذرا یہ۔

راقم

نگھ نکیال بار روہی

پنچ۔ حضرت آج کیا ہے۔ عجب نہیں جو کل رخ آستنجا پر بھی میونسپلٹی دانت لگائے ۱۲

مراسلہ

کوچہ رائے ان۔ دہلی

پنچ بہادر۔ تسلیم۔

جالب صاحب کے اخبار ہمدم میں میں نے جلسہ خواتین جگدر کی کارروائی دیکھی۔ مجھے تو آجکل کی مہذب اور شائستہ مستورات کے مقابل میں بیگم مادر بخش اور بیگم امیر علی کی رائیں زیادہ صائب معلوم ہوتی ہیں۔

بیگم حبیب اللہ کی تحریک میں کوئی دلیل عقلی تو مشکل سے کسی کے ذہن میں آسکتی ہے۔ شاید اپنی کسی سسرالی خصوصیت کی بنا پر انھوں نے گزر نر

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب سید حسن ارشاد صاحب بہادر منصف امیٹھی مقام سلطانپور۔

اجرائے ڈگری مقدمہ نمبر ۱۵۶ سنہ ۱۹۲۸ء

رام کشن سنگھ ولد فتح بہادر سنگھ ساکن سکرالیا پرگنہ بروسہ اگرملا

بنام

مسماۃ سرجیوئی وغیرہ ۔۔۔ مدیونان

(مہیش سنگھ ولد جگمو ہن سنگھ ساکن گنگا پور دھن پور پرگنہ) بنام (الدیہ تحصیل کادی پور ضلع سلطانپور ۔ مدیون نمبر ۵)

ہرگاہ مسمی رام کشن سنگھ نے درخواست اجرائے ڈگری اس عدالت میں گزرانی ہے کہ جائداد منقولہ نیلام کی جائے لہٰذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف کیا گیا ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۱۳ ماہ اگست سنہ ۱۹۲۸ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست مذکور تمہاری غیرحاضری میں سماعت کی جائے گی۔ اور حاضر عدالت ہو کر بیان کرو کہ آیا جائداد نیلام طلب تمہاری ملکیت ہے یا مکسوبہ۔

تاریخ ۔۔۔ ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

بائی آمدڈ

ایم حسن منصرم (دستخط محافظ انگریزی)

(مہر عدالت)

وقت حاضری ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

متوفی کی قبر پر پھول چڑھائے جانے کی تجویز پیش کی۔ ابھی تک تو اس ملک کے خوشامدی اور انگریز پرست سب طبقے کے مردوں نے بھی کسی حاکم کی قبر پر پھول چڑھانا جائز نہیں سمجھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کمی کو اب عورتیں پورا کریں گی۔

"اگر میاں نہ کرد۔ بیوی تمام کند"

اور یہ استحکام حکومت، اور حاکم اور محکوم کے تعلقات کو بیحد رنگ خوشگوار بنانے کا عمدہ ذریعہ ہوگا۔

بیگم سلاری ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

جواب۔ مجلس خواتین جگور کی کارروائی اخباری کاغذوں میں چھپی اور سرسری نگاہ سے دیکھی بھی گئی مگر رزولیوشن اسوقت یاد نہیں جو بیگم مدار بخش اور بیگم امیر علی کی تجویزوں کے متعلق کوئی رائے دی جائے۔ آپ کو انکی رائے صائب معلوم ہوتی ہے تو بسم اللہ عمل کیجیے۔ خدا برکت دیگا اب رہی بیگم حبیب اللہ کی تجویز کہ گورنر کی قبر پر پھول چڑھائے جائیں تو اسمیں کوئی برائی معلوم نہیں ہوتی۔ بیچارے گورنر صاحب طرح دوری کی حالت میں چل بسے یہاں انکے مزار پر پھول چڑھانے والا کوئی نہ تھا مالی کے چڑھائے ہوئے پھولوں میں خلوص کی بو کہاں؟ انگریزوں کے احسان سے انکے شوہر کی گردن کبھی سبک نہیں ہو سکتی بس اگر احسان کی گرانی سے دو پھول کسی محسن کے مزار پر جھڑ کے گر پڑے تو سمجھنا چاہیے کہ احسان کا مردہ مرنے کے بعد کسیقدر ہلکا ہو گیا۔ ہندوستانیوں پر کوئی یہ اعتراض تو نہ کرے گا کہ غریب الوطن پر رحم کرنا جانتے ہی نہیں۔

* * *

بوانصیبن بنام مسٹر چغتائی بی اے علیگ

ہاں مرزا۔ سنو۔ تم جو اپنے دل میں یہ خیال کیے بیٹھے ہو کہ جب لغت سے بحث کی جائے گی تو میں کٹھ حجتی اور مولویوں کے اختلاف سے کام نکال کے اس کبی بڑھیا پر رعب بٹھاؤں گا تو میاں تم غلطی پر ہو۔ ہندی اسپی دبڑو گھسڑو نہیں لاتھا حرب تو مجھے دھمکا ڈرا نہیں سکتے۔ تم بیچارے کس کھیت کی مولی ہو۔

کلام پاک میں ایسی زینت (یعنی سنگار) چھپانے سے آزاد کردی گئی ہے جسکا پوشیدہ رکھنا کسی طرح ممکن نہو تفسیر لکھنے والے سب کے سب اس بات پر جم گئے ہیں خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ ہاں اس بات میں ایکا نہیں کہ وہ کیا چیزیں ہیں جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس سے کپڑے مراد ہیں انھوں نے عقل سے کام لیا ہے کیا معنی کہ پوشاک ہے غلاف۔ غلاف پر غلاف چڑھانا فضول ہے کوئی نہ بلغت کا برقعہ اوڑھتی ہے کوئی گزی گاڑھے کا یہ مثل مشہور ہے :-

"ایک نور آدمی سو نور کپڑا"

اچھی پوشاک سے بھی لوگ لٹو ہو سکتے ہیں خدا اگر یہ کہتا کہ نہیں پوشاک بھی غیروں کی نگاہوں سے چھپاؤ تو اسکے یہ معنی ہوتے کہ تلی باندھ کے اچکنے کا حکم دیا۔ یا بادام کی طرح سات تہوں میں لپیٹ دیا۔ مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی طرف سے آنکھ چرا کے چلنے کا حکم دینے کے بعد لباس یا کچھ حصہ منہ کا کھلا بھی رہ جائے تو کیا مضائقہ ہے حکم ایسا صاف ہے کہ ضرورت بال کی کھال کھینچنے کی نہیں۔ آیت کے جتنے ٹکڑے ہیں وہ موتی کی لڑی کی طرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں۔ زینت کے چھپانے کا ایک ہی آیت میں دو جگہ تذکرہ ہے ایک میں زینت کی وہ چیزیں جو چھپائے نہ چھپیں مستثنیٰ کی گئی ہیں اور دوسری جگہ جن لوگوں پر سنگار مخفی نہ کیا جائے انھیں نام بنام گنوا دیا ہے مستثنیٰ چیزوں کے ساتھ سینہ پر خمار ڈالنے کا حکم ہے۔ خمار ہے کیا بلا؟ یہ ایک چادر ہے جو منھ چھپانے کے واسطے یا منھ پر گھونگھٹ مارنے کے لیے عرب کی عورتیں ڈالے رہتی تھیں۔ وہ ایسی چیز ہے جسے اپنے وضع پر اوڑھ لے تو پھر کوئی اسے پہچان نہیں سکتا کبھی یہ خمار پوشاک میں ٹانک لیجاتی تھی تاکہ ہوا سے ادھر ادھر نہ سرکے عرب کے بعض بہادر لڑائی میں چہرہ چھپا کے لڑتے تھے۔ مالک بن نویرہ کا لقب اسیوجہ سے "ذی الخمار" تھا۔ عوف بن ربیع بن ذی رمحین لڑائی میں اپنی بی بی کا برقع اوڑھ کے شریک ہوا بڑا نیزہ باز تھا دشمنوں میں سے جس کسی کے جسم پر برچھے کا زخم دیکھا گیا اسے یہی کہتے سنا کہ ہم "ذو الخمار" کے ہاتھ سے زخمی ہوئے۔ اگر کوئی شخص اپنے دشمن پر اسطرح حملہ کرے کہ دشمن اسکی صورت نہ دیکھ سکے تو کہیں گے "جاء نا علی غرۃ" یعنی منھ چھپا کے ہم پر وار کیا ہم پہچان نہ سکے۔ آیت کے معنی بیان کرنے والے کو یہ بات پہلے ہی معلوم رہنی چاہیے کہ خمار سر اور منھ چھپانے والے کپڑے کو کہتے ہیں۔ اللہ میاں نے یہ جو کہا کہ اپنی خمار کا آنچل سینے پر بھی ڈال لیں اس سے یہ مطلب نہیں کہ منھ کھول دیں اور سینہ چھپائیں۔ اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ چہرے کی ٹکیا جسمیں گال آنکھیں اور ہونٹ ٹھوڑی شامل ہے کھلے رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ بھی خمار کے معنی سے ناواقف ہے اسے لغت کی طرف سے غفلت کی رسم و رواج کی جانب سے بے پروائی کی بیہودے کا جو منشا ہے وہ بھی اسکی سمجھ میں نہیں آیا جن عزیزوں کے سامنے آنے کا حکم دیا گیا ہے

اُنکے نام گنوانے کی مصلحت پر بھی اُس نے غور نہیں کیا۔ میں کہتی ہوں کہ کوئی عورت اپنے باپ بھائی بھانجے بھتیجے بیٹے پوتے کے سامنے خوش غلاف پھرتی نہیں بڑی بڑائی یہ کہ گری میں اوڑھنی سر سے سرکا دیتی ہے کہ تپ آگئے۔ اگر منھ کھولے رہنے کی عام اجازت ہوتی تو پھر ان قیدوں کی ضرورت ہی کیا تھی۔ معاذاللہ قرآن میں زائد اور بیکار لفظ نہیں ہوسکتے خدا خوب واقف ہے کہ عورت (اور مرد کی بھی) کی نشیلی آنکھڑیاں کیا فتنہ برپا کر سکتی ہیں۔ پھول سے گالوں پر کس طرح مردوں کی نگاہ بھونرا بن کے رس چوسنے دوڑتی ہے۔ گلابی گلابی ہونٹوں کی مسکراہٹ کتنے دلوں پر بجلیاں گراتی ہے۔ جتنا حُسن ہے وہ سب صورت ہی میں تو ہے۔ آنکھوں کے اشاروں میں وہ کچھ ہے جو کسی دوسرے عضو میں نہیں۔ مشہور ہے کہ اشوت نے اپنے بیٹے کو محویت کے عالم میں جورو کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے دیکھا۔ آدمی تھے ظریف، کہنے لگے۔ "بیٹا بس کر ایسا نہو کہ تیری جورو کو تیری نظر کا پیٹ رہ جائے"

اسی طرح ایک شخص نے کسی عرب سے پوچھا کہ تمہارے یہاں زنا کی کیا تعریف ہے اُس نے جواب دیا "للچائی ہوئی نظر اور بوسہ" پھر عرب نے یہی سوال کیا تو اُس شخص نے کوک شاستر کے سبق سنانے شروع کیے عرب کے آگ لگ گئی گھبرا کے بولا "باباجان کی روح کی قسم یہ زنا نہیں ہے یہ تو بچہ جنوانے کا عمل ہے"

مرزا تمھیں یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ نکاح کے ارادے سے اپنی منگیتر کا چہرہ دیکھنے کی پروانگی فقیہوں نے بہت مشکل سے دی ہے مگر تم تو اُن کو خود غرض اور بیوقوف کہتے ہو۔ اکثر لڑکیوں کے دشمن انھیں بدنام کر دیتے ہیں کہ توبہ توبہ تھو تھو اُسے تو سفیدی کا عارضہ ہے یا جذام ہے یا کانی ہے مجبوری کے عالم میں چہرہ دکھا دیا جائے تو کوئی عیب نہیں۔ مجبوری میں بہت سی ناجائز باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ اس سے یہ مطلب نکال لینا بیوقوفی ہے

کہ پھر کیوں نہ بن بیاہی لڑکی بھری محفل میں مشتاقوں کو چہرہ دکھائے جیسے ایک مشتاق کو دکھایا ویسے سو پچیس ہزار خود رسول نے ایسے موقع پر بھی احتیاط کی ہے۔ یاد کرو وہ واقعہ جب رسول اللہ نے اپنی پیاری بی بی اور دوسرے مومنوں کی ماں بی بی عائشہ کو بنی کلاب کے قبیلے میں ایک اپنی منگیتر کی صورت دیکھنے بھیجا تھا اور اُنھوں نے کہا تھا "ما رایت طائلاً" (مجھے تو اُن میں کوئی خوبی یا فائدہ نہیں دکھائی دیا) پیمبر حضرت نے فرمایا "اپنے دل سے پوچھو تم نے تو وہ خوبی دیکھی ہے کہ رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو گیا ہوگا" بی بی نے عرض کی حضور سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔ مرزا ذری غور کرو۔ اگر منگیتر کو جائز نکاح کے ارادے سے دیکھ لینے کا دستور عام ہوتا تو کیوں نہ رسول (قربان جاؤں) خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے دوسروں کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایسا کبھی قرینہ ہوا۔ خود مختار عورتیں اپنے حُسن کی شمع لے کے خصم (شوہر) ڈھونڈنے نکلیں اور فرائش پر جھکڑا کھاویں تو اُنکی مرضی مگر بہو بیٹیاں اور اللہ رکھے سہاگنیں یہ روش کبھی اختیار نہیں کر سکتیں کہ شوہر کو جیبی کتاب کی طرح بغل میں دبائے دوستوں کی آؤ بھگت حُسن کی خیرات سے کرتی پھریں۔ محفلیں اُنکے نور سے کبھی روشن نہیں ہو سکتیں اسلیے کہ اگر اُنکے شوہر اجازت بھی دیں تو یہ اجازت شرع قبول نہیں کرتی کیا معنی کہ آیت کا حکم پورا نہیں ہوتا۔

یہی تہذیب اور یقینی آزادی جسکا تقاضا مرزا صاحب تمھارا دل کرتا ہے اُسکا کوئی پہلو شرع میں جائز نہیں ہے میں نے تمھاری وہ تحریر بھی دیکھی جس میں تم نے تعارف (انٹروڈکشن) کے جواز پر اُڑان گھائیاں دکھائی ہیں اور حدیث سے غلط فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے۔ ہوش میں آؤ۔ پیمبر کا اتنا کہہ دینا کہ یہ سودہ میری زوجہ ہے تعارف ہوا؟ انٹروڈکشن ہمیشہ دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو پیمبر نے ڈک کے ٹھہرایا تھا کیا اُنکے نام بھی حضرت سودہ کو رسول نے بتائے؟ معاذاللہ یہ بھی کہا کہ ہاتھ ملاؤ۔ وہاں نام بتانے

کی خاص ضرورت تھی۔ دیکھو تمھاری بے جا جسارت کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک پوچ گو لے اُتو نے رسول پر تہمت رکھکے حدیث کی صورت اسطرح بدل دی توبہ! وہ نگوڑا کہتا ہے کہ رسول نے سودہ کے چہرے سے نقاب اُٹھا کے کہا دیکھو یہ میری بی بی سودہ ہیں۔ اُسکے منھ میں خاک۔ اگر میں یہ مان بھی لوں تو بھی میری دلیل اور مضبوط ہوئی جاتی ہے کیا معنی کہ رسول کے گھر میں نقاب کا وجود ثابت ہوا جاتا ہے جس سے تم انکار کرتے ہو۔ نقاب نہیں تو ایسا پردہ ثابت ہوتا ہے جس سے غیر کو شناخت کرنے میں دشواری ہو۔ واہ میاں بوکھل خوب اپنی تیزی میں آپ ہی لدکا کھایا۔ مرزا تم اپنے ان دوست سے میری جان کی قسم پوچھو کہ اگر چہرہ کھلا رکھنے کا دستور پیمبر کی بی بیوں میں تھا تو کیا وجہ ہے کہ مدینے کے رہنے والے اُنھیں پہچانتے نہ تھے۔ اگر نقاب مُنھ پر نہ تھی تو کیا چیز اُلٹی گئی اگر چہرہ کھلا رکھنے میں کوئی قباحت نہ تھی تو نقاب ڈال کے تازہ ہوا کی خنکی سے اُنھیں کیوں روکا۔ بھلے مانس تاریخ میں تو علاوہ نقاب اور مقنع کے ایک اور پردے کا پتا بھی ملتا ہے جسے قناع کہتے ہیں یہ مقنع کے اوپر ڈالا جاتا تھا عرب کی شریف زادیوں میں اسکا رواج آجتک ہے۔

مرزا۔ اگر تم تاریخ کی کتابیں ذری غور سے دیکھو تو تمھیں معلوم ہو کہ عرب میں لڑکی جوان ہوتے ہی پردہ کرنے لگتی تھی۔ سیکڑوں قصے کہانیوں میں ہے "وکانت لی ابنة عم قد نشأنا جمیعاً فعلقتها و علقتنی ثم بلغنا فحجبت عنی" (میری ایک چچازاد بہن تھی ایک ہی جگہ ہم دونوں نے پرورش پائی مجھے اُس سے محبت ہو گئی وہ مجھے چاہنے لگی جب ہم جوان ہوئے تو اُسے پردہ کروا دیا گیا) ہزاروں شعروں میں پردہ اور برقع کا ذکر ہے۔ کیا تمھیں لیلی اخیلیہ اور اُسکے عاشق کا مشہور شعر

وکنت اذا ما زرت لیلی بترقعت

یاد نہیں جو اُس نے امیر معاویہ کے دربار میں پڑھا (جب میں نے لیلے کو دیکھا تو اُس نے جھٹ سے برقع منھ پر ڈال لیا)۔ اور اس امر سے انکار کیا کہ تو تہ پیمبر

تسبیح مصلّے ہاتھ میں بندہ ہے داؤں گھات میں

صورت استقبال	صورت حال
وہ بلّی کی دعوت عداوت ہوئی	میں کرتی ہوں یہ عہد پروردگار
کہ چوہوں پہ آفت قیامت ہوئی	نہ چوہوں کا ہرگز کروں گی شکار

غاذر (عاشق) نے کبھی مجھے بغیر برقع کے دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ جب اُس نے مجھے دیکھ لیا تب میں نے برقع مُنھ پر ڈالا (لم یرنی بغط الاشبر بعتم) اے ہے تم اللہ رکھے حدیث قرآن عربی فارسی سب جانتے بیٹھے ہو میں بیچاری الف کے نام گھنٹا گھر بھی نہیں جانتی - پھر بھی میں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ حصہ جسے لکھنؤ کے میاں "پنچ" "چہرے کی ٹکیا" کہتے ہیں (آنکھیں اور رخسار) عرب میں کبھی عام طور کھلا نہیں رہا - فقیہوں نے اجازت دی کہ ضرورت ہو تو منگیتر اپنی منگیتر کا چہرہ دیکھ سکتا ہے مگر اسکا رواج بھی نہ ہوا ....

.... یہ مسئلہ خود بھی گواہ ہے کہ "چہرے کی ٹکیا" برقع کی بھول بھلیاں میں دبی رہنی چاہیے مگر بدرجۂ مجبوری گرید کے نکالی جائے تو عیب نہیں -

کیا تمھیں "عذرا" اور "عزۃ" کا قصہ بھی یاد ہے کہ ایک مشہور شاعر نے اپنے قصیدے کی تشبیب میں "عزۃ" کی آنکھوں اور گالوں کی تعریف نظم کی اُسکے بھائی کو غصہ آیا - بہن پر آنکھیں نکالنے لگا کہ شاید تم اُسکے سامنے ہوگئیں - بہن تھی ہوشیار اُسنے کہا ایک کام کرو - میں اپنی سہیلی عذرا کو اُسکے پاس بھیجتی ہوں وہ کہے گی میں "عزۃ" ہوں اگر وہ پہچانے اور انکار کرے کہ تو "عزۃ" نہیں ہے تو تم جو چاہنا سزا دینا - شاعر سرے دیوانے تو ہوتے ہی ہیں -

مرزا - اگر عرب کی عورتیں "چہرے کی ٹکیا" کھولے پھرتیں تو شاعر "عزۃ اور عذرا" میں ضرور فرق کر سکتا وہ خیالی تصویر پر عزۃ کے حسن کی شہرت سُن کے عاشق ہوا تھا عذرا اور عزۃ میں امتیاز نہ کر سکا - "عذرا" کو "عزۃ" سمجھ کے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگا - "عزۃ" کی آنکھیں کسقدر چھوٹی اور غلافی تھیں - "عذرا" کی آنکھیں بڑی تھیں اُس نے تشبیب میں "عزۃ" کی آنکھیں بڑی دکھائیں - حالانکہ یہ سب ایک ہی جگہ کے رہنے والے تھے -

مرزا - عرب کی تاریخ میں چہرے کی ٹکیا اُنھیں عورتوں کی لوگوں نے دیکھی ہوگی جو آزاد تھیں یا جنکا قبیلہ بدنامی اور رسوائی کی طرف سے بے پروا تھا یا جن کا چلن اچھا نہ تھا - ہا! بُری بات - بدچلنوں کے فیل (افعال) ہرگز اس قابل نہیں کہ تم اُنھیں اپنی دلیل کی سند میں پیش کرو - مرزا اگر تم ہندوستانی عورتوں کے خیرخواہ ہو تو اُنھیں شریفوں کا چلن سکھاؤ -

مرزا - تمھیں شاید معلوم نہیں کہ عرب کی لڑکیاں جب تک بیاہی نہیں جاتیں اُسوقت تک ماں باپ کے اختیار میں رہتی ہیں مگر ایک دفعہ شادی ہونے کے بعد خود مختار ہو جاتی ہیں - ان نگوڑوں میں طلاق طلاقا تو ایک معمولی سی بات ہے - بس نکاح کے بعد طلاق ہوا اب وہ آزاد ہیں جس سے چاہیں رشتہ جوڑیں اپنے اختیار سے وہ دوسرے گاہک کو چہرہ دکھائیں یا نہ دکھائیں ماں باپ پھر کوئی علاقہ نہیں رکھتے - یہ فقیہوں کی عنایت ہے کہ اُنھوں نے شریر اور گناہگاروں کی فہرست مختصر کرنے کیلیے "اضطرار" کے عام حکم میں یہ فعل داخل کر لیا - ورنہ رسول کے گھرانے کا چلن کسوٹی ہے جس پر کسنے کے لائق سونا بغیر اُس میل اور آمیزش سے پاک کیے رہے نہیں سکتا جسکو رسول نے اکثر بیان فرمایا - اور حدیثوں کی کتابوں میں محدثوں نے جمع کیا -

تمھیں اپنے مطلب کے موافق بہت سے واقعات "اغانی" میں ملینگے - اغانی کا مصنف کوئی شریف نہ تھا اُس نے بڑی بڑی شریف زادیوں پر بہتان جوڑے ہیں - اُسنے کتاب اسی لیے لکھی تھی - اُسے گویّے شرابی بیباک مردوں اور عورتوں کی تلاش تھی کچھ صحیح کچھ غلط واقعے کتاب میں لکھ کے آوارگی کا ایک مجموعہ اُسنے پیش کر دیا -

شریف زادیوں کے واسطے وہی کافی ہے جو احتیاط رسول نے تعلیم کی - اگر اغانی کے قصے سچ ہوں تب بھی وہ آیت حدیث نہیں ہو سکتے -

میں دعا کرتی ہوں کہ میری بے نقاب بیگم جو تہذیب کے جوش میں اُوبائی ہوئی ہیں اپنے حواس میں آجائیں میں نے "ریاست دہلی" میں ننگی بوچی زنانی تعلیمگاہ کی تصویر دیکھی - جوان جوان چھوکریاں نہ آگے پتا نہ پیچھے لتا قدرت کا مطالعہ اور شرم کا مُنھ کالا کر رہی ہیں - ایک مرد وا سر سے پاؤں تک جو خاپہنے اُنھیں پڑھا رہا ہے نہ جانے اس نے کیوں بےتہذیبی اختیار کی یہ کیوں اس حمام میں ننگا نہوا - جو تہذیب کا سبق ادھورا نہ رہتا -

میں دیکھتی ہوں کہ بات بڑھی اور ہندوستان میں آزادی پھیلی تو اُسکا انجام بھی یہی ہوگا - حرص آگ ہے آگ ایندھن ڈھونڈھتی ہے - جن ڈھونڈھا تن پائیاں مثل مشہور ہے اب کہا نک بکوں - اگر کسی نے پھر مُنھ کھولا تو دیکھا جائے گا -

راقـــــــم
بدنصیبن

پنچ مل خدا - خدا مل پنچ

بی بی کے بیاہ کی تقریب اور سائمن کمیشن کی شرکت

مدتیں ہوئیں حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب میں ایک حکایت نقل کی ہے ایک شخص مدینہ میں رہتے تھے مزید اُن کا نام تھا آپ بھی دل لگی باز تھے اُن کا دستور تھا کہ اپنی تیزرو اونٹنی پر سوار ہو کے حج کرنے جاتے اور تین دن میں مدینہ پلٹ آتے - بی بی انکی نری مزیدار تھیں ایک اُون ساز کی زلف گرہ گیر میں دل اٹکا تھا اتفاق کی بات ایکمرتبہ مزید صاحب حج کو جو گئے تو وہاں بیمار پڑ گئے اُس زمانے میں راہ صاف نہ تھی بہت دیر ہوئی - بی بی کو خیال ہوا کہ میاں کی قربانی ہو گئی - اُون ساز بھی سمجھا کہ گتھی سلجھ گئی اب بے کھٹکے محبت کا چرخا کاتو - مکان خالی تھا یہ لگے آنے جانے اور شوق کی شال پر گل بوٹے بنانے - قضا را مزید بیماری سے مہلت پا کے گھر آئے دروازہ اندر سے بند تھا روزن در سے دیکھا کہ پاجی پن کا دوشالہ لپٹا ہوا ہے نہ کچھ کسی سے کہا سُنا نہ دروازہ کھلوایا چپکے سے ہیجڑوں کو بلا لائے اُس زمانے میں مخنثوں کا کام یہی تھا کہ ڈیوڑھیوں پر جا کے ڈھول پیٹتے اور شادیانے گاتے - ہیجڑوں نے طبلے پر تھاپ ماری اور مبارک سلامت کا غل جو مچایا تو اُون ساز صاحب کی کھلی میں جلوے کُھلائے جھانک کے دیکھا تو رنگ کٹ گیا اُدھر پڑوسن کے محلے والے جمع ہو گئے پوچھا کیا ہے کہا اُس شخص کی

جرروکا بیاہ۔" لوگ ہنستے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اون ساز صاحب نے دعا دے کے پیچھے سے مرید کو آواز دی "بھائی کیوں تضیقا کرتے ہو خدا کے لیے جو جہانہ کو حاضر کردں آخر اس ہنگامے سے کیا فائدہ؟" انھوں نے جواب دیا "دوست کسی کی جھونپڑی یوں وہاں رہا ڈے کملی ٹما لنا ہنسی ٹھٹھا نہیں۔ تبدیلے بھر گٹھری ٹھراد کیا ہے" اتنے میں ہیجڑوں نے غل مچایا:-

واہ میاں واہ مری پٹیاں بگڑ گئیں
واہ میاں واہ ساری رتیاں گزر گئیں

اون ساز صاحب بھڑ بھڑا کے مرید کے قدموں پر گرے "لو بھائی یہ مہر اور لو یہ پچاس اشرفی مزید رقم۔ للہ اب جان چھوڑو" مرید صاحب نے فرمایا "خیر بی صاحب کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیے۔ میرا گھر خالی کیجیے" ہیجڑوں کو یہ کہہ کے ٹرخایا کہ یہاں سے دور ہو کمبخو دل لگی تھی۔ ہو چکی۔ لو یہ انعام" میاں اون ساز کی جیندیا منڈ گئی سر جھکا کے اپنی راہ چلتے ہوئے۔

سائمن کمیشن لندن کا حج کرنے گیا ہے نہیں معلوم مزاج درست ہے یا نادرست مگر یہاں کی اون ساز کونسلوں نے اسکی درخواست اشتراک کی زلف گرہ گیر میں اپنا دل اٹکانا شروع کر دیا ہے۔ عام خیالات کمیشن سے موافق نہیں۔ اب تک مختلف کمیٹیوں کے نتائج عوام کی مرضی سے ہمیشہ ڈانواں ڈول کرتے رہے لہذا سائمن کمیشن کیجانب سے بھی لوگوں کا گمان اچھا نہیں ہے۔ خود کانگریس ابھی تک اپنی پہلی رائے پر اصرار کر رہی ہے ماشاءاللہ اندیشہ ہے کہیں ان ذمہ لقیون ھسپل کے گرپڑنے والوں کو اس ساز باز کے بدلے "مہر اور مزید رقم" دینا نہ پڑے یا کمیشن کے دروازے پر "واہ میاں واہ ساری رتیاں گزر گئیں" کی صدا بلند ہو۔

پولٹیکل شطارت

لکھنؤ کے ایک رئیس کا رفیق بڑے سرے کا شاطر تھا ہر کام میں اپنے فائدے کی صورت کسی نہ کسی طرح نکال لیتا تھا ایک دن رئیس نے عقیق کا نگینہ رفیق کو دیا اور کہا مرزا صاحب کپتان کے کنوئیں پر جو حکاک (مہر ساز) رہتا ہے اُسکے یہاں چلے جائیے اور یہ مہر کھدوا لائیے وہ فی حرف ایک روپیہ لیتا ہے آپ سات روپیہ تحویل دار سے لے لیجیے "محمد حسن" میں سات حرف ہیں مرزا صاحب روپیہ اور نگینہ لے کے چلے رئیس نے نوکر سے کہا تم بھی پیچھے پیچھے جاؤ دیکھیں مرزا اسمیں کیا کارستانی کرتے ہیں نوکر جاسوس بنکے پیچھے ہو لیا۔ مرزا حکاک کی دکان پہونچے۔

السلام علیک۔ وعلیکم السلام "بھئی یہ نگینہ حاضر ہے نام کندہ کرانا ہے۔

حکاک: "آپ جانتے ہیں کہ میں ایک حرف کا ایک روپیہ لیتا ہوں"

مرزا: "ہاں۔ یہ لو چھ روپیہ اور اس نگینہ پر ابھی محمد حسن کندہ کردو چھ حرف ہیں"

حکاک: "واہ حضرت یہ تو عجیب نام ہے"

مرزا: "تمھیں نام سے کیا کام تم اپنی اُجرت سے کام رکھو۔ مگر بھائی ابھی تیار کر دو میں لے کے جاؤنگا۔ سرکار کا نادری حکم ہے ٹل نہیں سکتا"

حکاک: "ذرا تھوڑی تشریف رکھیے کندہ کرلوں۔ کھودنے میں دیر نہ لگے گی۔ چٹکی بجاتے تیار کردونگا"

مرزا صاحب دکان کے پٹرے پر ڈٹ گئے ہوئے حکاک نے نگینہ پر کندہ کرنا شروع کیا اور نام کھودنے لگا جب "ح س" ایک میں ملا کے کھود چکا تو مرزا نے ہاتھ پکڑ لیا۔

مرزا: "ٹھہرو جی "حسن" کی "خ" کا نقطہ "س" کے پیٹ میں دے دو۔ اوپر نہ دو"

حکاک صورت دیکھنے لگا مرزا نے فرمایا۔ دیکھو بھئی میں غیر واجبی بات نہیں کہتا ہوں نقطہ اوپر نہ دیا سین کے پیٹ میں لگا دیا۔ اسمیں تمھارا کیا نقصان ہے تم "حسن" کھود چکے۔ کہو ہاں! نقطہ اوپر دو گے؟ کہو۔ ہاں! میں کہتا ہوں میری خاطر سے اوپر نہ دو سین کے پیٹ میں دے دو۔ چار و ناچار حکاک نے نون کے پیٹ میں نقطہ دے کے مہر حوالے کی مرزا جی نے ایک روپیہ عین المال اپنے ڈبے میں رکھا۔ کھدوا ئے سات حرف اور دیئے چھ روپیہ۔

کچھ اسی قسم کی شطارت سے حکومت ہند بھی کام لے رہی ہے۔ سر ہارکوٹ بٹلر کو خزانہ ہند سے گورنری کی بھلی چنگی رقم دلوائی۔ یہاں وہ لفٹنٹ گورنر سے گورنر ہوئے یہاں میعاد پوری کرلینے کے بعد برما بھیجے گئے اصلاح "خ" کا نقطہ سین کے پیٹ میں آیا۔ اب سر مالکم ہیلی پر نظر عنایت ہوئی وہ چار برس پنجاب میں "حسن" رہے لوگ سمجھے کہ ایک سال ہند میں اور رہیں جیسے ہی "ح" کے سر پر نقطہ دینے کا وقت آیا فوراً حکاک سے فرمائش ہوئی نقطہ سین کے پیٹ میں دے دو یعنی سر اگزنیڈر مڈیمن چل بسے دُنیا کا دستور یہی ہے ؎

کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
کسی کا کندہ نگینہ پہ نام ہوتا ہے

اودھ کی گورنری کے پیٹ میں نقطے کی ضرورت ہے۔ چار سال اور پانچ ل کے نو برس ہوئے مگر کہاں؟ صوبہ کی خدمت کے اعتبار سے دیکھو تو پنجاب میں پانچ کے نار ہی ہوئے۔ رہا اودھ تو وہاں پانچ برس کا مجموعہ ایک سمجھ لو۔ واہ مرزا ارون کیا کہنا! اب ایک تدبیر ہمیں نئی سوجھی ہے جبھی کوئی تُرانہ مانے تو کہیں۔ بٹلر صاحب کے واسطے ختم میعاد عہدہ کے بعد عمدہ چال یہ سوجھی کہ ریاستی کمیشن گڑھا گیا ہم بٹلر صاحب کی جگہ پر نیچو تو کر دوں کے فائدے میں رہتے سونے کا انڈا دینے والی مرغی ہر سینے نہیں ملتی۔ واللہ یہ اُن کی خوش قسمتی تھی۔ سر مالکم ہیلی کی گورنری چٹکی بجاتے ختم ہو جائے گی پانچ برس کی میعاد ہی کیا بشب وصل ہے شب ہجر نہیں۔ حب بفضل خدا اور بطفیل سر مالکم ہیلی پانچ برس میں اس صوبہ کی قومیت کا احساس بالکل فرسودہ ہو جائے تو ایک کمیشن اور گڑھ لیا جائے۔ کیا معنی کہ بٹلر صاحب کا کمیشن سلطانم اور ریاستہائے ہند کے معاملات طے کریگا۔ ریاستہائے ہند کی رعایا اپنے حقوق کا رئیس کے مقابلے میں مطالبہ کر رہی ہے بٹلر کمیشن ان مطالبات میں دخل دینے سے انکار کرتا ہے لہذا دوسرا کمیشن سر مالکم ہیلی کے پاس نام کیا جائے یہ گورنری سے فرصت پاتے ہی ریاستی رعایا اور رئیس کے درمیان حکم بن بیٹھیں۔ الغرض کے تجربکار

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کیگئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی باجہ یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بطور تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اس وجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہوں اور دوسرے پرچہ میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے منشاء مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ما بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور کیا دیگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) ہم یہ کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گم ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے بعد بیس پچیس چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا پی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دیکھنے پر نیا نمبر تو نہیں بھیج سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا ہمارا تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) بابت اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں ہمارا اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اسی طرح عورت بے پردہ پھرے تو کافر نہیں ہوتی۔
تم ہرگز نہیں میں تسلیم کرتی ہوں کہ پردہ مذہب کا جزو نہیں مگر قرآن اور حدیث کے تاکیدی حکم دیکھنے کے بعد میرا تو یہی اعتقاد ہے کہ یہ مرد و عورت کے واسطے یکساں لازم ہے۔ اور اس حکم سے طرح طرح کے فتنہ اور فساد کا دروازہ اللہ میاں بند کرنا چاہتے ہیں۔ جو کوئی اس حکم کو توڑنے کی فکر میں ہے وہ فتنہ اور فساد کا دڑبا کھولنا چاہتا ہے۔

خدا نے عورت کو شرم دی ہے پردہ اور نقاب شرم کے دکھاوے میں سے ہیں عورت کی شرم اُسوقت اُسکا ساتھ چھوڑتی ہے جب خوشامد کرنے والا پیچھے ہو کے پیچھے چمٹ جائے خوشامدی مردوے کی حرص اُسوقت تک قدم آگے نہیں بڑھاتی جب تک وہ سودے کی خوبی سے واقف نہیں ہوتا۔ مرزا تم نے عورتوں کی انتہا اگرتے نہیں دیکھی ہے ابھی ناتجربہ کار ہو۔ تمھارا دل فرنگنوں کی ظاہری خوبیاں اُنکی صفائی اُنکی کمائی دیکھ کے لوٹ پوٹ ہو گیا ہے۔ وہ چلتا ہے تم اُسکی ضدیں اُٹھاتے ہو۔ اگلے زمانے میں کوئی بہوچا ہوا فقیر تھا اُسکے پاس پڑھی خاک کی چنگی تھی جسکی یہ تاثیر تھی کہ سو برس کے مردے پر بھی چھڑکی جاتی تو وہ الا اللہ کہہ کے اُٹھ بیٹھتا۔ چیلے نے گرو کے ہاتھ جوڑ کے منت کر کے وہ چنگی یعنی قیامت کی پڑیا مانگ لی اور خوش خوش گھر چلا۔ راہ میں دل نے تقاضا کیا کہ ذری پڑیا کی آزمائش تو کرو۔ اتفاق سے وہیں کہیں ایک مردہ شیر کی ہڈیاں پڑی تھیں چیلے نے ایک چنگی اُن ہڈیوں پر چھڑک دی شیر دہاڑ کر کے اُٹھ بیٹھا۔ چیلے صاحب کی دعوتی خراب ہو گئی پھر بھی پنجہ سے نہ بچ سکے۔ فرنگستان سے تمھیں بھی یہ خاک کی چنگی بی ملکہ ثریا کے ہاتھوں ملی ہے۔ عقلمند کا دل اُسکے قابو میں ہوتا ہے۔ بیوقوف خود دل کے بس میں ہوتا ہے۔ اگر دل کی ضد تم نے رکھی اور ملکہ ثریا کی دی ہوئی قیامت کی پڑیا مردہ دل ہندوستان پر چھڑکی تو اسکا نتیجہ بھی وہی ہوگا جو چیلے کا ہوا تھا۔ مجھے اس سے انکار ہے کہ پردہ کی رسم میں کوئی سختی بھی ہے۔ مرزا پردے میں کوئی سختی نہیں ہے۔ سختی جو کچھ ہے وہ مردوں اور عورتوں کے آزاد اور بے قید میل جول میں ہے۔
تم اقرار کرو کہ میں عورتوں اور غیر مردوں کا میل جول نہیں چاہتا اور صحبت کو مزے دار بنانے کے خلاف ہوں۔ شوہروں سے یہ شرعی حق چھیننا نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بی بیوں کو اپنی مرضی کے مطابق جب چاہیں کہیں آنے جانے سے روک دیں۔ میں گھر کتوں جوگا بنانا نہیں چاہتا کہ جس کا جی چاہے بو سونگھتا زنان خانے میں گھس آئے۔ تو میں بھی اتنی تائید تمھاری کر سکتی ہوں کہ جس جگہ فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ بے پردگی پر عورت مجبور ہو وہاں عورت چہرہ کھول سکتی ہے۔
مرزا! تم کہتے ہو کہ کسی قوم کی حالت سدھری ہے تو پہلے اُس قوم کی عورتوں کی حالت سدھری ہے۔ یہ خیال ہی خیال ہے یہ حال خدا ہی جانتا ہے کہ پہلے انڈا ہوا یا مرغی۔ درخت نکلا یا بیج۔ میں نے قرآن میں پڑھا ہے، مرد کا درجہ بڑا ہے عورتوں پر یعنی مرد اُنکی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے والے ہیں۔ تو پہلے مردوں ہی کی حالت سدھرنی چاہیے ورنہ ز[illegible] مثل ہے کہ پیر خود ہی درماندہ شفاعت کسکی کرے۔ [illegible]

جان

EGYPT مصر

INDIA ہند

"پاؤں بھاری"

پائی تخت وو لکشن جست کا ارادہ

جلد ۱۳ نمبر ۳

مضامین

۱۸ راگست ۱۹۲۸ء

قطعہ

اک لعبتِ کلیسا تیرِ نگاہ جس کا
ہلکی سی کاوشوں میں برما دے سنگِ خارا
رشکِ مسیح بن کر وہ قاتلِ زمانہ
آیا پئے مدارا لینے کو دل ہمارا
اس دل میں کیا سکت تھی آخر مقاومت کی
بس جل بجھا وہیں یہ جیسے کہ اک شرارا
گفتم کہ از رخِ تو گل یافت رنگ خوبی
بر تو نثار کردم نقدِ دلم خدا را
بس از کرم نگاہے از تو امید دارم
شاہا عجب نباشد بخشی اگر گدا را
کہنے لگا یہ ہنس کر تم ہو وہی مسلماں
دنیا میں جس کا خنجر مشہور ہے دودھارا
میں تم سے دل لگاؤں بالکل ہے غیر ممکن
جب تک کہ تم نہ کر لو اسلام سے کنارا
ملنے کی ایک صورت آسان سی یہی ہے
دل سے قبول کر لو آئین و دیں ہمارا
سمجھو یہ فلسفہ ہے وجہ بقائے عالم
تینوں ہوں مل کے واحد۔ واحد ہو پھر سہ بارہ
در حلِ ایں معما تا منہمک نہ باشی
خواہی نہ یافت ہرگز آں دلربا ہمارا
تھی چونکہ ایسی منطق میری سمجھ سے باہر
میں تھینکس کہہ کے پلٹا وہ اپنے گھر سدھارا
آگے بڑھا تو دیکھا مجمع ہے ایک جانب
اور شیخ و برہمن ہیں سب اس میں جلوہ آرا
یہ وعظ کہہ رہے تھے وہ تھے کتھا سناتے
جنت پہ ان کو دعویٰ بیکنٹھ انکا سارا
تھا وعظ مولوی کا احکام حج بجا لا
کہتے تھے ماوی جی تیرتھ ہے دھرم دھارا
اور اک بزرگِ ملت لکچر یہ دے رہے تھے
دنیا کی اینٹ ہو جب اور دین کا ہو گارا
تعمیر کُن گرا کر ایوانِ تُو بنا دُ
گرجا بنتے ہو دنیا کلمہ پڑھے ہمارا
صوفیِ پاک باطن ساغر بکف تھے گویا
بس ترک ماسواکن در جام بیں خدا را
قانون ملک و ملت کافی ہے جان لینا
کہتے تھے نیچری یہ فطرۃ کا ہے اشارا
مجمع میں اپنی اپنی ہر ایک کہہ رہا تھا
اک نکتہ دانِ حکمت اس طرح سے پکارا
آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

واعظ گمنام

بو انصیبن بنام مرزا چغتائی بی اے

مرزا! شاید تمہیں معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا سونا جاگنا کھانا پینا سب کچھ مذہب ہے پھر جو تم نے یہ کہا کہ "مذہب کی آڑ نہ ڈھونڈھیں" تو کیا سمجھ کے کہا۔ اے ہے کہیں مسلمان مذہب سے جدا ہو سکتا ہے۔ بُری بات! دیکھو پھر ایسا کلمہ مُنہ سے نہ نکالنا۔ وہ روئیں اپنی قسمت کو جن کے پاس کوئی مکمل قانون نہیں۔ ہمارے پاس مکمل قانون ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جو بات کریں سوچ سمجھ کے اُس قانون میں ڈھونڈھ کے کریں۔ میں یہ سُن کے خوش ہوئی کہ تم نگوڑی چھوکریوں کے بال کتروانے پر رضامند نہیں ہو۔ بھیا میرے جونڈے پر احسان! تم خدا کرے جیو جوانی کا سکھ دیکھو۔ ا سے ہے یہ سُن کے میری جان سن سے ہو گئی تھی کہ اب یہ نگوڑیاں نائیوں کی دُکان پر بیٹھ کے سر منڈوائیں گی۔ عرب کی عورتیں بھی کاکل کا لام قینچی سے اپنے گھر میں بنا لیتی تھیں جس طرح مردوں سے قطعیں کتر لیتے ہیں۔ حدیث ڈھونڈھنے کی دردسری اب نہ تم کرو نہ مجھے ضرورت ہے وہ تو مولانا پنچ نے خود ہی ڈھونڈھ نکالی رہی دوسری حدیث کہ رسول اللہ نے اپنے بال کئی وضع سے ترشوائے تو اسکا جواب بھی مولانا پنچ نے دے دیا۔ بھلا انکی دلیلوں کے آگے میں کیا زبان کھولوں۔ ہاں تم جو یہ کہتے ہو کہ موجودہ پردہ کی رسم کی سختیوں سے اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں تو یہ ذری مشکل ہے میں نے مولویوں سے سُنا ہے کہ ایک تو ہے جزو مذہب۔ دوسرا ہے لازم مذہب تم دونوں سے انکار کرتے ہو یعنی پردہ نہ جزو مذہب ہے نہ لازم مذہب تمہارا جو مضمون ۱۸ رمئی کے "ہمدم" میں شائع ہوا تھا اُس سے ہر ایک پڑھے لکھے کو یہی خیال ہوتا ہے۔ ذری ایک دفعہ پھر اپنا مضمون دیکھو۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جس طرح کوئی شخص شراب پینے سے کافر نہیں ہوتا۔ زنا سے کافر نہیں ہوتا۔ چوری کرنے سے کافر نہیں ہوتا

عدالت ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر گونڈہ

رجسٹر متفرقات مقدمہ ۳۸ سنہ ۱۹۲۸ء

مسماۃ شیریں جان بنام ذات و مال نابالغہ مسماۃ کشوری لی عرف بچی صاحبہ

درخواست بموجب دفعہ ۱۰ ایکٹ ۸ سنہ ۱۸۹۰ء

بنام
۱۔ ٹھاکر بیر گاس سنگھ ولد جگت پال سنگھ
۲۔ جگہ مبکا پرشاد سنگھ ولد " "
ساکنان جھلیا پرگنہ بلرام پور ضلع گونڈہ
۳۔ مسماۃ امرائی بیبائیں بیوہ کیل سنگھ ساکن کرتھا پرگنہ نواب گنج ضلع گونڈہ۔ ۴۔ مسماۃ سرستی کنور بیوہ ٹھاکر [illegible] ساکن ریاست شاہ پور پرگنہ گواچ ضلع گونڈہ۔

چونکہ مدعیہ متذکرہ بالا نے درخواست عدالت ہذا میں بتاریخ ۹ راگست سنہ ۱۹۲۸ء گذرانی ہے کہ وہ بحیثیت ولیہ ذات و مال مسماۃ کشوری لی عرف بچی صاحبہ کی حسب دفعہ ۱۰ ایکٹ ۸ سنہ ۱۸۹۰ء مقرر کی جائے لہذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ عدالت ہذا نے ۸ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء بغرض سماعت درخواست متذکرہ بالا کے مقرر کی ہے۔ اگر تم لوگوں میں سے کوئی شخص اس معاملہ میں کوئی امر عدالت میں پیش کرنا چاہتا ہو تو اسکو چاہیے کہ تاریخ مذکور پر بذات خود یا بذریعہ اپنے وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو حاضر عدالت ہو کر پیش کرے۔

بحکم منصرم عدالت
۱۶ راگست سنہ ۱۹۲۸ء
گونڈہ

مہر عدالت

اور گھر صدقہ مردوں کی چوکسی اور نگرانی کا
محتاج ہے۔ دربان اگر چور ہے تو گھر کی رکھوالی
ہو چکی۔ تم نے تاریخ کے صفحے کے صفحے اُلٹ ڈالے
اور تمھیں یہی نظر آیا کہ عورتوں کی حالت
سُدھر نے پر قوم کی حالت سُدھری مگر خدا جانے
کون سی عینک لگا کے تم نے تاریخ کے ورق
اُلٹے جس قوم کے مرد بے غیرت بے حیا بدمعاش
بے باک نفس پرست پاجی ہوں گے اُنکی عورتیں
کیا خاک اپنی حالت درست کریں گی۔ بناؤ
سنگار فیشن۔ جیب تنی دکھانے۔ پیا لو بجا
کے دوستوں کا دل بہلانے سیر سپاٹا کرنے
سے اُنھیں فرصت ہی نہ ملے گی جو بچوں کا
آگا تاگا لیں۔ بچے پالنے کے لیے کارخانے
کھولنے پڑیں گے۔ اس صورت میں بچہ ماں
کی گود کی گرمی اُس کی خوبو اُس کے دودھ
سے محروم رہے گا۔ غیروں کی تربیت اور
پرورش اگر کسی بچہ کے حق میں ٹھیک اُتری
تو اُس پر کسی "ماں" کو ناز کرنے اور اترانے
کا کوئی حق نہیں۔ آج یورپ میں یہی ہو رہا ہے۔
کیوں مرزا کیا اسی کو "حالت سدھرنا" کہتے
ہیں؟۔ مرزا عمدہ تعلیم گاہوں کا کھولنا یا اور
اسی طرح کے بندوبست کرنا صرف انتظام کی خوبی
ہے۔ اور وہ منتظم چاہتی ہے وہ اپنی کارروائیوں میں

منکر اور مونث کی علامت نہیں ڈھونڈھتی
وہ اختیار اور آزادی کی محتاج ہے مثل مشہور ہے:
"کمیت کیسے کسنائی" ہم میں غلام - غلام آزاد
ہو جائیں تو اُنھیں کوئی غلام کیوں کہے۔ بڑے
پتے کی بات کہی ہے اس بات کے سمجھنے کے لیے
تاریخ کے ورق اُلٹنے اور آنکھ جھکا کے دوسری
کی ضرورت نہیں۔ اسی ورق گردانی بیکار
ہے۔ ذری مجھے سمجھا تو دو آخر وہ کونسی قوم ہے
جس کی بگڑی ہوئی حالت عورتوں نے سنبھالی؟۔
خدا کے لیے ذری اُسکا نام تو بتائیں "پنچ میں
اُسکا ذکر ہے ذری میں بھی دیکھوں۔ سنی سنائی
باتوں کو جو کوئی رٹے وہ ہے طوطا۔ مرزا تم مٹھو
میاں نہ بنو۔ تمھیں اپنی قوم کی اصلاح کرنی
ہے۔ اے ہے ذری خیال تو کرو! دھان پان
عورت جس کے ذمے ہر سال بچہ دینے یودھ
بڑھانے دودھ پلانے کی تیخ لگی ہوئی ہے
خود ہی خبر گیری کی محتاج ہے۔ بس وہ جو کچھ
ہوشیاری صرف کر سکتی ہے بچے پالنے میں

صرف کر سکتی ہے اور تم ترقی یافتہ قوموں کا
چلن اُنھیں سکھانا چاہتے ہو۔ ان قوموں کی
عورتیں بچہ جننے کی مصیبت نہیں سہنا چاہتیں
تبھی دھار کا دودھ پلانے سے کانوں پر ہاتھ
رکھتی ہیں ناچ راگ رنگ جگت بازی خوش
فعلیاں ٹیرڈ ینگے میں مصروف رہنا چاہتی ہیں
لوح ایسی ترقی گئی چولھے بھاڑ میں۔ دیکھو مرزا
تم ہو مسلمان مرد قرآنی حکم کے مطابق کسی نہ کسی
عورت پر سزاول مقرر ہوے ہو۔ سزاول ہونے کا
حق اچھی طرح تمھیں ادا کرنا چاہیے۔ تم قرآن کی
صاف اور کھلی ہوئی آیتوں کی تاویلیں کرتے ہو
ایک حکم مانتے ہو دوسرے کی پروا نہیں کرتے۔
بھیا توبہ کرو۔ مسلمان عرب سے نکلے ہیں عورتوں
کے بارے میں بڑے آدمیوں کے قول دیکھو عورتوں
کی مذمت سے ان کی زبان کبھی نہیں رُکی حدیث
کی کتابیں بھی ان کی مذمت سے خالی نہیں رسول
فرماتے ہیں ان سے مشورہ کر کے انکی رائے کے
خلاف عمل کرو کہ اسی میں برکت ہے یہ حضرت فاروق

اب کیا روتے ہی رہو گے

یاد رکھو

عمر عزیز قابل سوز و گداز نیست

اینِ رشتہ را سوز کہ چندیں دراز نیست

اگر غم غلط کرنا منظور ہو تو آج ہی انڈین پنچ کے خریدار
ہو جاؤ جو بمبئی سے بزیر ادارت جناب قیصر دہلوی نہایت آب و
تاب سے شائع ہوتا ہے اور جس میں ہر ہفتہ تازہ بتازہ ڈاک کی
لوٹی ہوئی خبریں واقعات عالم پر پھڑکتی ہوئی رائیں، شعر
و سخن کے قابل دید دنگل لطائف و ظرائف و دلکش قصے
کہانیاں اور وہ دل ہلا دینے والے سیاسی و اخلاقی مضامین شائع
ہوتے ہیں کہ اگر گورستان میں پڑھا جائے تو قبروں سے
ایک دفعہ تو مردے بھی کھلکھلاتے ہوئے نکل پڑیں۔
نمونہ تو منگا لیجیے جو مفت ملتا ہے۔

قیمت سالانہ ۴ روپیہ محصول ڈاک

منیجر انڈین پنچ بمبئی نمبر ۹

سیاست کا نصرت نمبر خرید فرمائیے

اسکا قرضہ ادا کرنے میں مدد دیجیے

یکم ستمبر کو سیاست کا نصرت نمبر نہایت آن بان شان
سے نکلے گا وباللہ التوفیق

اسکے طول و عرض ملک کے بہترین اہل قلم حضرات کے مضامین
حاصل کرنے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اسکی نظمیں اچھوتی اور
اسکے مضامین جاذب توجہ ہونگے۔ اسمیں اعلا کارٹون اور
سیاسی، اخلاقی، تعلیمی، تمدنی، معاشرتی اور مذہبی مضمون
ہوں گے۔ اخبار کیا ہوگا بفضل ایزد تعالیٰ صحافت حاضرہ کی
خوبیوں کا ایک جاذب نظر و قابل قدر تحفہ ہوگا۔ فی الحال
ضخامت پچاس صفحات مقرر کی گئی ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ
یہ زیادہ ہو جائے اشاعت کے متعلق خیال ہے کہ کم از کم
ساٹھ ہزار چھاپا جائے قیمت چار آنہ (۴؍) ہو گی۔
وقت کم ہے جو کچھ کرنا ہے جلد کیجیے۔ مضامین یا نظموں
کی ترسیل کی آخری تاریخ ۲۰ اگست ہے۔ ایجنٹ صاحبان
یا طریدار حضرات اپنی ضروریات سے ۲۵ اگست تک مطلع
فرمائیں پھر تعمیل نہ ہو سکے گی اشتہار دہندہ حضرات فوراً
جگہ مخصوص کرالیں اور فائدہ اٹھائیں۔ فی الحال دگنی اُجرت
لی جائے گی عدہ ممکن ہے کہ تین گنی اجرت ہو جائے۔

الداعی الی الخیر

(منشی) غلام محمد خادم منیجر سیاست لاہور

نوٹس

حسب دفعہ ۱۹۔ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۲۰ء

بعدالت جناب سب جج صاحب بہادر اول ضلع کھیری مقام لکھیم پور
درخواست نمبر ۱۷ سنہ ۱۹۲۸ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی رام گوپال ولد منشی بہیرو پال
کالستھ ساکن قصبہ کری ضلع کھیری
بنام
رگھبر دیال و ۱۸ دیگر مہاجنان ...

ہر گاہ مسمی رام گوپال نے بذریعہ عرضی مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۲۸ء
درخواست کی ہے کہ حسب منشاء ایکٹ دیوالیہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء
دیوالیہ قرار دیا جائے عدالت ہٰذا نے ۲۲ ستمبر ۱۹۲۸ء بنابر سماعت
درخواست مذکور اور لینے بیان دیون سائل کے مقرر کی ہے
اگر کسی کو کچھ عذر ہو تو بتاریخ مقررہ حاضر عدالت ہو کر
پیش کرے۔

المرقوم ۱۸ اگست ۱۹۲۸ء

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

بالی آرڈر (شبیر حسین)

فرماتے ہیں "کونوا من خیارھن علٰی حذر" (اچھی سی اچھی عورت سے بھی حذر مانگو) اب دو ہی باتیں ہیں یا تو عربوں کی ترقی میں عورتوں کو دخل تھا یا نہ تھا۔ اگر تھا تو اُنھوں نے اپنے نبی کی تعلیم کے خلاف عمل کیا اور نہ تھا تو پھر یہ ڈینگ کیوں ہانکتے ہو۔ میں پہلے بھی کہہ چکی اور اب بھی کہتی ہوں کہ بعض عرب کی بے باک عورتوں کے حال کا اب لکے دیکھ کے تم دنیا کے سامنے اُنکی مثال پیش کرنا چاہتے ہو یہ صحیح نہیں ہے۔ ننگوں کی پیروی کرانا مصلحت کے خلاف ہے۔ آج تم یہ کہتے ہو کہ اسلام میں پردہ نہ تھا۔ اسلام ہی تھا جس نے پردہ کا جھول دور کیا۔ کھلے منہ پھرنا اور بال کترانا جائز ہے۔ کل تم یہ کہوگے کہ ننگے پھرنا ہمتمدن اور مہذب عرب کی عورتوں کا دستور تھا۔ دیکھو ضباعہ بنت عامر بن بنی عامر بن صعصعہ کی پہلی شادی عبداللہ بن جدعان سے ہوئی عبداللہ تھے بڈھے دو ترس اولاد نہ ہوئی تو ہشام بن مغیرہ نے جو ضباعہ پر عاشق تھا کہلا بھیجا "کیا ایک بڈھے جھڑوس منحوس کے پہلو میں بیٹھی اپنی جوانی برباد کرتی ہے اُس سے کہہ کہ میاں میرا پیچھا چھوڑو؟ ضباعہ نے بڑے میاں سے یہی کہا۔ بڑے میاں آخر تجربہ کار تھے سمجھ گئے کہ کسی حریف نے پٹی پڑھائی ہے ہو نہ ہو یہ ہشام کی حرکت ہے اُنھوں نے جواب دیا کہ بندہ طلاق دینے پر آمادہ ہے مگر قسم کھاؤ کہ ہشام سے نکاح نہ کروگی۔ اور جو کرو تو سو اونٹ ذبح کروں اور ایک اتنا بڑا کپڑا بنوں جس کا ایک سرا مکہ میں ہو اور دوسرا ابو قبیس کے دامن کا پیوند بنے یہی نہیں دن دہاڑے ننگی بوچی مادرزاد کعبہ کا طواف کروں" ضباعہ نے عاشق کے پاس شرطیں کہلا بھیجیں۔ عاشق نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہے تم منظور کر لو۔ اونٹوں کی کمی نہیں۔ میری لونڈیاں باندیاں اتنی ہیں کہ دو مہینے میں اتنا بڑا تھان بُن کے رکھ دینگی۔ رہا ننگا طواف ایک شرط مشکل ہے تو اسکی پروا بھی نہ کرو اللہ نے تمھیں حسن و جمال عنایت کیا ہے حسن بھی تھا! بے عیب ہے کوئی عیب ہوتا تو دیکھنے والے لوگ اپنی آنکھیں تھوڑی دیر کے لیے سینک لینگے تو کیا بنا لیں گے۔ لیجیے صاحب طلاق ہوگیا اور سب شرطیں بھی پوری ہوگئیں۔ بی بی ایک ہاتھ آگے ایک پیچھے رکھے قربان جاؤں ایسے مقدس اور پاک مقام پر ننگی دھڑنگی چک پھیریاں لگانے لگیں بھرے مجمع نے دیکھا۔

مرزا تمھیں میری جان کی قسم لے وجد میں آکے پکار اُٹھو "دوستو یہ ہے تمدن عرب یہ ہے آزادی عرب یہ ہے حقیقی مذہب یہ ہے اسلام کی تعلیم۔ آہ مسلمانوں کی بیجا خشکی اور ملاؤں کی خودغرضی نے تنگ خیالی کی وبا پھیلا کے حقیقی اسلامی آزادی پر پانی پھیر دیا آہ اسلام نے ترقی و تہذیب کا کوئی چلن ایسا نہیں جو تعلیم نہ کر دیا ہو۔ اے مسلمانو خدا سے ڈرو اپنی عورتوں کے حق میں انصاف کرو۔ اُنکے حقوق پامال نہ کرو۔ اسلام عورتوں اور مردوں کے مساوی حقوق تسلیم کر چکا ہے تم ظالم ہو بے رحم ہو۔ تنگ خیال ہو تنگ دل ہو۔ خشکی خورے ہو۔ خدارا سنبھلو شہد ہوا دو اپنی عورتوں کو ننگو نیا اور پھراؤ شہر بشہر کوچہ بکوچہ کہ یہی ہے اسلامی ترقی اور آزادی"

مرزا تم کہتے ہو کہ خداوند تعالیٰ نے صرف بےجا عورتوں کے لیے قرآن پاک میں یہ سزا تجویز فرمائی ہے کہ اگر وہ بے حیائی کریں تو انکو گھروں میں بند کر دو اور مت نکلنے دو۔ بھلا کوئی سے انصاف کی بات ہے کہ بے قصور ہم آپ ایسی باحیا اور عفت مآب خاتونوں کو بند رہنے دیں۔ رسول اللہ نے خود فرمایا ہے کہ اے عورتوں! اسلام تمھارے حقوق نہیں چھینتا تم شوق سے اپنی ضروریات کے لیے باہر نکلو۔ تمھارا یہ قول بھی نری دھاندلی ہے۔ ذری حیا (شرم) کی تعریف تو بیان کرو کہ حیا کسے کہتے ہیں کیا یہی حیاداری تھی جو ضباعہ سے سرزد ہوئی؟ بے پردہ گھومنے اور غیر مردوں سے خلا ملا رکھنے کے بعد یا تو حیا اور شرم کے معنی بدل جائینگے یا پھر تمام مسلمان بی بیاں بے حیاؤں کے ذیل میں داخل ہو کے گھروں میں قید ہونے کی مستحق ہو جائینگی۔ آزادی کی جو صورتیں تم نے تجویز کی ہیں وہ بے حیائی کی طرف لے جائینگی۔ واہ مرزا تم نے خوب احسان کیا۔ نہ حیا کرنے بن پڑتی ہے نہ بے حیائی۔ تمھاری تعلیم تو یہ کہتی ہے کہ جو بی بیاں گھروں میں منھ چھپائے بیٹھی ہیں وہ گویا بے حیائی کی مجرم ہیں۔ حالانکہ اس بند ابندی کی ضرورت کو وہ خود خوب سمجھتی ہیں اگر اس بندابندی کے خلاف کسی عورت کا چلن دیکھتی ہیں تو اُس سے چڑھتی ہیں۔

مرزا تم شاید ہندوستان میں عطیط مغنی کے سے افعال دیکھنا چاہتے ہو۔ عرب کا مشہور گویا عطیط کئی خوبصورت لونڈیوں کا مالک تھا ایکدن ہارون بن منذر نے دیکھا کہ رسی کا جھوڑا لیے میاں عطیط اپنی لونڈیوں کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور وہ بھاگتی پھرتی ہیں اُنھوں نے کہا خیر باشد۔ میاں عطیط بولے "آپ دیکھتے ہیں ان چڑیلوں کو خدا نے صورت دی ہے شکل دی ہے میں انھیں نبھائے اُٹھائے رکھتا ہوں پھر بھی آجتک کوئی ان پر عاشق نہ ہوا۔ ہارون نے غیرت دلائی کہ تمھیں شرم نہیں آتی یہ بیچاریاں عصمت دار ہیں تمھارا فرض حسن کرنا نہیں چاہتیں اور تم ان کو ایسی بری بات پر مجبور کرتے ہو۔ کہنے لگے "تو پھر حضرت آخر میں ان چڑیلوں کا پیٹ کیونکر بھروں تن کس طرح
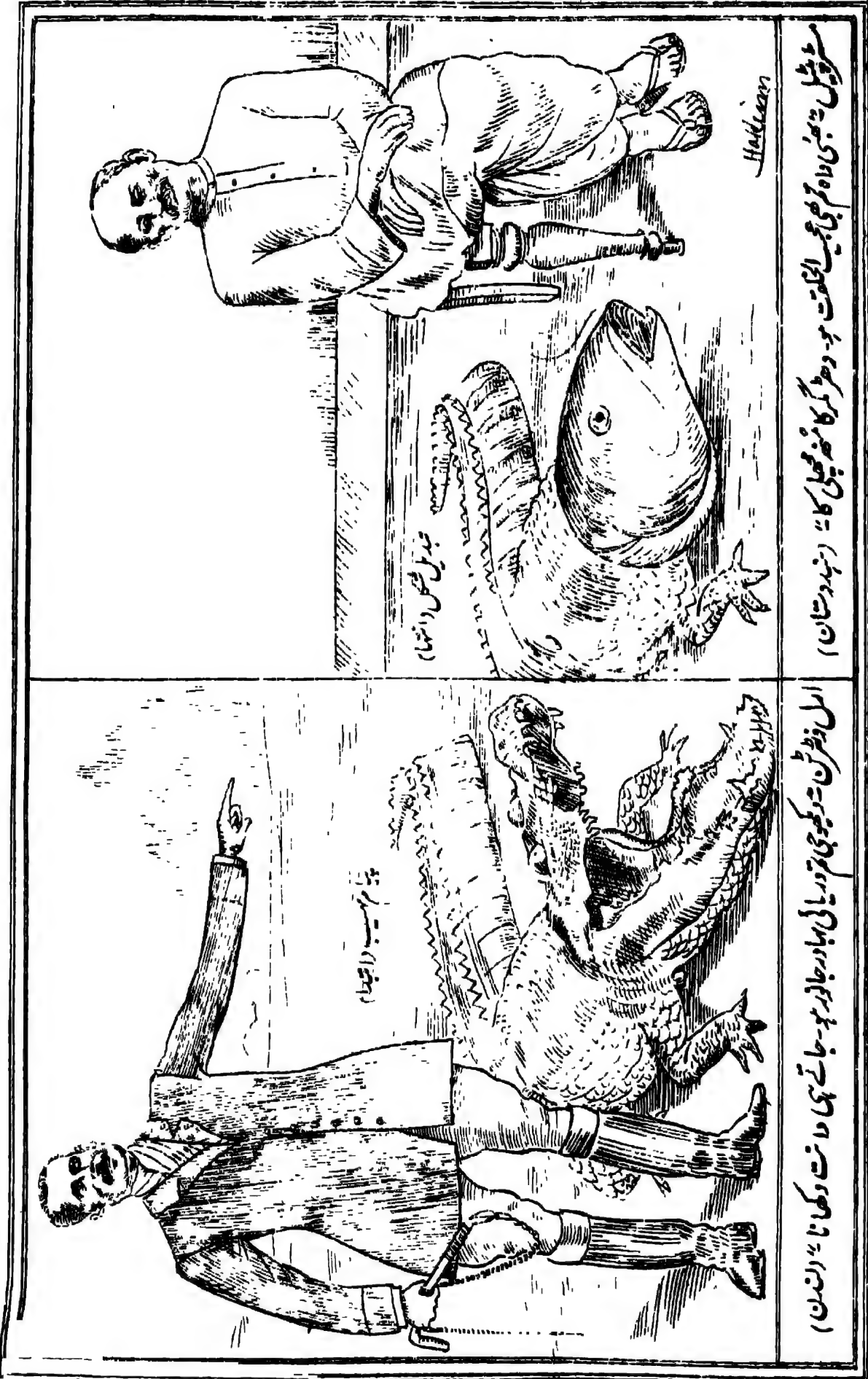
Hakeem

مسٹر پٹیل:۔ "بھئی واہ تم بھی عجیب الخلقت ہو۔ دھڑ مگر کا منہ مچھلی کا" (ہندوستان)

تبدیل شکل (انتہا)

ارل ونٹرٹن:۔ "دیکھو جی تم دریائی بہادر جانور ہو۔ جاتے ہی دانت دکھانا" (لندن)

پیام مہیب (ابتدا)

ڈھالکوں۔ خرچ کیونکر چلے؟ ہارون نے جواب دیا کہ یہ تو تم پر واجب ہے۔ بولے واہ آج سے میں تو کپڑا کچھ بھی نہ دوں گا۔

ہارون کہتے ہیں کہ میں نے اُن عورتوں سے کہا تم نے سُنا میاں علیہ کیا فرماتے ہیں۔ بیچاریاں عاجز ہو کے بولیں "ہمیں ہاں۔ ماشاءاللہ اُن جیسوں کی ضعیفی پر طلاق ہے جو اسکا گھر بچوں سے نہ بھر دیں" میاں علیہ ٹھنڈی سانس بھر کے فرمانے لگے "ہائے کمبختیں زبان سے کہتی ہیں مگر کرتی نہیں"

مرزا ہمیشہ عورتوں کی شرم کی رکھوالی مردوں نے کی ہے ورنہ کمزور عورتیں مسٹنڈوں سے کسی طرح سر نہیں ہو سکتیں۔ عبداللہ ابن سیرت ایک غیرت دار آدمی تھے۔ دعبل ابن علی راوی ہیں کہ جب وہ آرمینا میں امیر شام کی طرف سے فوج میں بھرتی ہو کے بھیجے گئے تو اتفاق سے شام کی ایک باعصمت بی بی سے فیروز نامے عطار نے مشغول کی بیچاری بے کس عورت جھنجھلا کے بول اُٹھی "ہائے جو آج عبداللہ یہاں ہوتا تو بچا تمھاری دل لگی باری کا مزا تمھیں چکھاتا"

یہ خبر اُڑتی اُڑتی عبداللہ کے کانوں تک پہونچی سُنتے ہی گھوڑے پر چڑھ بغیر کہیں دم لیے ہوئے وہ آرمینیا سے شام آیا اور اُس بی بی سے پوچھا کہ تم ہی نے عبداللہ کو عطار کی بیہودگی پر یاد کیا تھا؟ اُس بی بی نے اقرار کیا۔ یہ گھوڑے سے اُترے اور کہا فیروز کو اپنے گھر بلاؤ۔ میاں عطار صاحب عطر پھلیل لگا کے شب کو تشریف لائے۔ عبداللہ نے ولایتی کھینچ کے اسطرح گردن اُڑا دی جیسے کنڈ سے ڈانٹ اور ایک ہاتھ گھر کے نوکر پر بھی چلا دیا کہ یہ چغلی نہ کھائے دونوں کی لاشیں گھر کے چہ بچے میں پھینک کے مُنھ بند کیا اور سو اشرفیاں اُس بی بی کو دیں کہ نیا غلام مول لے لو۔ کہہ دینا پرانا غلام بھاگ گیا۔ پھر بغیر کچھ کھائے پیے آرمینیا کی راہ لی۔

مرزا اگر تمھاری آرزو کے بموجب بے پردگی کا رواج ہوا اور پھر ستے ویسے ہی واقعات ہونے لگے تو یہ فرمائیے کہ عورت اور خاوند ہے تو بتاؤ کہ رسول اللہ نے یہ کب فرمایا اور اگر فرمایا بھی تو کیا حقوق کی تفصیل بھی کی کہ حقوق سے مراد کونسے حق ہیں۔ مہر کا حق نان نفقہ کا حق زوجیت کا حق آخر وہ کون سے حقوق ہیں؟۔

کیا اُن کے ارشاد سے تم یہ مطلب لیتے ہو کہ مردوں اور عورتوں کے حقوق برابر ہیں۔ مرزا خدا نے قد دیکھ کے جامہ بیونتا ہے ہر شخص کا حق وہی ہے جو خالق نے انگلیٹ دیکھ کے مقرر کیا ہے۔ رہا یہ کہ اُنھوں نے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اور اپنی ضرورت پر نکلنے کی اجازت دی کہ چاہے خاوند اجازت دے یا نہ دے تم نکلو۔ یہ تو اُن حضرت پر تہمت ہے۔ اُنھوں نے کبھی مردوں کے اُس حق میں دست اندازی نہیں فرمائی جو عورتوں پر انکو حاصل ہیں۔ بے شک عورت کا گھر سے نکلنا اور کام کاج کے لیے نکلنا کوئی بُری بات نہیں۔ جو عورت کسی کے نکاح بیاہ میں نہیں وہ اپنی مرضی سے جا آسکتی ہے جو بیاہی ہے وہ شوہر کی اجازت سے۔ مرزا۔ ٹخنوں کے بارے میں آئندہ لکھوں گی گھبراؤ نہیں فقط

راقمہ

بوانصیبن

متوالا

لودھیانہ پنجاب سے ایک ہفتہ وار اُردو پرچہ متوالا شائع ہوا ہے جس نے اپنے وجود میں آنے کی یہ وجہ ظاہر کی ہے کہ پنجاب کی دو کروڑ آبادی ہے اور اس دو کروڑ کی آبادی میں ایک ظریف پرچہ "گرو گھنٹال" دکھائی دیتا ہے یعنی ایک اور ہونا چاہیے جو آبادی کو آدھا بانٹ لے۔ وجہ معقول ہے اُمید کہ پنجاب کی آبادی ضرور اس منطق سے متاثر ہوگی۔ اسکی روش گرو گھنٹال کی سی ہے۔ پہلا نمبر زیر مطالعہ ہے کوئی مضمون خوبی کسی مضمون میں ہمیں کمی عبارت کی وجہ سے نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ آئندہ نمبروں میں اچھے لکھنے والے اپنے قلم کی بانکی دکھائیں۔ ۲۴ صفحہ کا پرچہ ہے۔ ۱۸ صفحہ مضمون کے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ غریب اودھ پنچ کو ۶ صفحہ کا ہفتہ وار مضمون دینا دشوار ہو جاتا ہے۔ ان حضرات کی چھاتی سراہنے کے قابل ہے کہ اٹھارہ اٹھارہ صفحے بھر دیتے ہیں۔ باینہمہ ؎ سالانہ قیمت رکھتے ہیں۔

الپنچ کلکتہ

بانکی پور سے پہلے ایک "الپنچ" نکلتا تھا مدتوں جاری رہنے کے بعد بند ہو گیا۔ اب کلکتہ سے ایک ظریف اسی نام کا نمایاں ہوا ہے۔ یہ پرچہ ہفتہ میں دو مرتبہ نکلے گا۔ بنگال وہ مقام ہے جہاں اُردو سے اجنبیت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ مضامین کے مطالعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ "الپنچ" ظرافت اور دل آویزی پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کوشش میں کامیابی خوش طبع وخوش مذاق ادیبوں کی توجہ پر منحصر ہے خدا انکی تعداد دُنیا میں بڑھائے۔ یہ تو ہیرے کا مُردہ اور دوسرے کے نیلکنٹھ ہیں ڈھونڈے نہیں ملتے۔

اکثر ادھوری کوششیں بارآور ہوتی ہیں لہذا اُمید رکھنا چاہیے۔ کچھ تعجب نہیں کہ یہ کوشش بھی پروان چڑھے۔

اس پرچہ کا حجم ۱۸+۲۲ کے پورے دو تختے ہیں۔ ایک آدھ کارٹون بھی ہوتا ہے قیمت سالانہ ؎ ملنے کا پتا ۹۴ لور چیت پور روڈ گوہر بلڈنگ کلکتہ

ارشاد

ایک ماہوار رسالہ زیر ادارت پیرزادہ شاہ سید یوسف الدین قادری۔ چار مینار حیدرآباد دکن سے شائع ہوتا ہے موضوع بحث اصلاح اخلاق ومذہب ہے۔ دو نمبر یکے بعد دیگرے ہمیں موصول ہوئے۔ نہایت ضروری مواعظ ونصائح ان میں

موجود ہیں۔ قرآن کی تفسیر بھی ہے۔ حدیث بھی ہے فقہ بھی ہے۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے حجم ۳ جزو سے زیادہ ہے۔ عام فہم ہے عام مسلمانوں کے مطالعہ میں رہے تو بہتر ہے۔ وعظ و پند سے جنکے کان پر جوں نہیں رینگتی انھیں اس سے کیا فائدہ۔ وہ تو فرماتے ہیں ؎

حضرت واعظ جو آئیں دیدہ و دل فرش راہ
پر کوئی یہ تو بتاؤ مجھکو سمجھائیں گے کیا

رسالہ کی ترقی اشاعت سے زیادہ ضروری اور وقت یہ دعا ہے کہ خداوند عالم نصیحت سننے والے کانوں میں ترقی عنایت فرمائے جو واعظ کی محنت ٹھکانے لگے۔

ہر دلہ قلم

چانسلر جامعہ وا ہیہ کے اشتر قد
پا چکے ہیں جو لعبیر العلمائی کی سند
ان کے حصہ میں شتر گینۂ سوزنی ہے
ان کو ہر مشرق و مغرب کے لڑانے میں ہے کد
غیر برطانیہ سے آپ جو ہیں دل میں خلاف
چاہتے ہیں کہ ملے اونٹ کے بچوں کو مدد
جائیں وہ اونٹ کے بچے عربک کالج میں
اشتر جنگِ جمل جنکے ہیں جدِ امجد
یا شتر غمزۂ قومی کی ہوں کامل تصویر
والدہ ناقہ لیلےٰ ہو یہ ہوں اُسکے ولد
اونٹیالوجی کی تعلیم کے دل دادہ ہوں
بد گہر ہوں کہ نہوں۔ نیک ہوں چاہے بد
قوم کی گاڑھی کمائی کا وہ کھا کر چارہ
بلبلاتے ہوں شتر خانہ میں اپنے از حد
ایسے بچوں کے لیے قید لیاقت کی نہیں
ان کو دی جائے گی فوراً ہی فضیلت کی سند
مگر اس شرط سے جو ہوں متعلم اس کے
دل میں ہو انکے نفاق اور طبیعت میں حسد
فائدہ جب ہے کہ جب قوم لڑے آپس میں
ہر اک اسکیم میں ہے آپ کا اتنا مقصد
پرورش انکی جو ہو جائے گی اشتم پشتم
ہونگے ممنون عنایات لعبیری از حد
اونٹ گاڑی کو چلائینگے یہی کالج کی
کاٹنے دوڑینگے ہر ایک کو بے جدّ و جہد
بڑھ کے چر جائیں گے یہ قوم کی ساری کھیتی
پھر نہ سبزہ نظر آئے گا کہیں تا سرحد
منتخب کردیں انھیں خواجہ لکھیٹ پوری
پشت فنا یا لعلما حائل ہے پس برگد

ظریف العام

مولانا پنچ کی نوٹ بک

آزادگی حرنیست یہاں ہے نہ وہاں ہے

کوئی صاحب ہیں جبی ایم اے معلوم نہیں نون مشدد ہے یا مخفف۔ انھوں نے روزنامہ کانگریس دہلی میں ایک مضمون چھپوایا ہے کہ ایشیائی اصطبل کا ہر ایک گھوڑا منہ زور اور بدلگام ہو گیا ہے اگاڑی پچھاڑی اکھاڑ پچھاڑ کے دہانہ چباتا برطانوی فالوت باہر نکلا پڑتا ہے۔ ایک ہندوستان پر تل ٹٹو بیچارا لاغر و کمزور کم خور گمنہ لنگڑا شکور مرتبل اڑیل ایسا ہے جو دریہ رسالہ کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ ان کرنی باگ والوں میں حضرت نے اپنے دوست نہرو نیس ابن سعود و تعلقدار مکہ و مدینہ کا نام بھی لیا ہے۔ کیونکہ وہ ہم پانچوں سوار دلی سے آتے ہیں۔ اگر ابن سعود صاحب برطانوی طاررار رہنے سے آزاد ہیں تو پھر ہندوستان بھی آزاد ہے۔ اگر آزادی یہی ہے تو غلامی کے لیے دوسری لغت تلاش کرنی چاہیے اے حضرت وہ تو اس غلامی کو عزت سمجھتے ہیں فوراً اعلان کر چکے منعنی صاحب کا بے نرا راگ سُن کے کہیں الف نہ ہو جائیں۔

"قدرے حماقت"

آل پارٹیز کانفرنس کی رپورٹ شائع ہو گئی رپورٹ خاصی ہے اور جو نکات سیاست اسمیں ملحوظ رکھے گئے ہیں وہ رپورٹ مرتب کرنے والوں کی ذکاوت و ذہانت کی مضبوط دلیل ہیں۔ ہم سے جو کوئی پوچھے تو قابل حل دو ہی نکتے تھے اور دونوں بجائے خود جیسے کے تیسے اور رجبوں کے تیوں باقی ہیں۔ حکومت وقت کی خود غرضیوں سے رعایا کی نجات یعنی ایک آزاد حکومت کا قیام جو ہندوستانیوں کو اپنے ہاتھ منہ کا کردے اور وہ بدالیوں کے لالا کی طرح دواجی کے محتاج نہ رہیں۔ نقل ہے کہ مبادل کے ایک رئیس بیچارے اولاد کی طرف سے بدقسمت تھے بڑی منتوں مرادوں سے ایک چھیچھڑا پیدا ہوا۔ ناز برداری ہونے لگی اور اسکا سلسلہ بہانتک طول کھینچ گیا کہ صاحبزادے کی داڑھی مونچھیں نکل آئیں پھر بھی نہ انا کی گود چھوٹی نہ گھنگرو کرتے اور نہ ہاتھوں سے جھنجھنا جدا ہوا نہ پالنے کے پینگ موقوف ہوئے۔ راتوں کو تھپک تھپک کے انا جی سلاتی تھیں کہانیاں کہتی تھیں لوریاں دیتی تھیں تو نیند آتی تھی پیروں پر بٹھا کے چھچھی چھچھی کراتی تھیں شیاف دیتی تھیں کبھی گھٹی پلاتی تھیں تو پیٹ صاف ہوتا تھا۔ اتفاقاً رئیس کے یہاں دوسرے صاحب مہمان ہوئے پوچھا صاحبزادہ کہاں ہے میزبان نے جواب دیا گھر میں انا کے پاس آرام کر رہا ہے مہمان صاحب چاہتے تھے کہ لڑکے کو بلا کے پیار کریں انھوں نے باصرار تمام بلایا صاحبزادے مع ریش و بروت و علاقہ بلوغ انا کی گود میں تشریف لائے۔ مہمان نے کہا میاں تمہارا نام؟ بولے "ڈڈا اپنی بنا ڈے"۔ کہا پڑھتے کیا ہو؟ فرمایا "ال لے مل سلاہِل کل ہمزہ کا سورہ"۔ میاں ہندوستان بھی انگریزی انا کی گود میں ڈیڑھ سو برس پل رہے ہیں اور ڈیڑھ سو برس کے بعد بھی غیر ملک کا مہمان پوچھتا ہے تمہارا نام؟ تو کہتے ہیں ڈڈا تو ہی بنا ڈے۔ اسے بھی پڑھتے کیا ہو؟ تو کہتے ہیں "ال ے ٹل ے" اس بچہ نابالغ کا عہد طفلی اب ختم ہونا چاہیے۔

دوسرا اہم حل ہندو مسلم فساد کے فرو کرنے کا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود معقولیت دلائل۔ دونوں مرحلے جیوں کے تیوں ہیں کیا معنی کہ پہلا نکتہ حضرت جان بل کی منظوری پر منحصر و اسے گمانس کا معاملہ ہے۔ لہذا رپورٹ کی سفارشوں کا مآل اس موضوع پر جو کچھ ہوگا وہ ظاہر ہے اور دوسرا نکتہ پھانس بن کے ان لوگوں کے دلوں میں کھٹکے گا جنھیں فسادات کی آنچ نہ جانے لیڈری اور قومی قائم مقامی کے لیے جانہ ہے۔ امید نہیں کہ پنجاب اور بنگال کے ابنائے فساد...... اس فیصلہ پر قناعت کریں لہذا یہی تجویز ہیں میاں جان بل کی تفریح

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کیگئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 783

OUDH PUNCH

LUCKNOW 1928 WEEKLY

جلد سیزدہم
قلفہ ۲۱

जिलद
नः १३

ہفتہ وار باتصویر ظریف

اودھ پنچ لکھنؤ

अवध पंच अखबार लखनऊ

MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES.

क़ीमत पेशगी	
सालाना	५
छमाही	३
तिमाही	२

قیمت پیشگی	
سالانہ	صہ
ششماہی	ے
سہ ماہی	عہ

M. B. KHAN ARTIST

ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپکر شائع ہوا DOGAWAN LUCKNOW

قیمت فی پرچہ ۲ ر

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ ہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بطور تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائیگی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائیگی۔ یہ ضروری فرمائیے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہ ہوں اور دوسرے پرچہ میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے حسب مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو کچھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ انجمن شاہ السلامت۔ ہندوستان بھر میں ایک مشہور کیتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ کچھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمے کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے روزنامچہ پر نیا نمبر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۳۱

مضامین

۲۵-۲۶ اگست ۱۹۲۸ء

پریشانی

شاعر کا دل الجھی ہوئی زلفوں سے گھبراتا تھا۔ اب نہ گھبرائے گا۔ ابھی جب معشوق کی چندیا پر ایک بال ہی نہ ہوگا تو الجھے گی کیا چیز؟ وہ جو رقیبوں سے موچھوں پر تاؤ دے کے کہتے تھے ؎

دماغ عشق نداری بہائے زلف مپرس
کہ ایں معاملہ با خاطر پریشاں نیست

رفتہ رفتہ خود موچھوں سے محروم ہو رہے ہیں ہائے بالوں کی سیہ بختی دیکھیے کیا رنگ لاتی ہے زمانہ ان کا دشمن ہو گیا عورتوں کے ہاتھ میں قینچی ہے مردوں کے ہاتھ میں استرا خچ خچ اور گھس گھس کی صدا زنانے سے بھی آتی ہے مردانے سے بھی۔ ایسی حالت میں اگر متمدن ممالک کا دل پریشان نہ ہوتا تو ہم سمجھتے کہ انھیں سر مو خیال اصلاح نہیں۔ جرمنی میں عورتوں نے بالوں پر رحم کیا مگر وہاں برہنگی کی آندھی چل رہی ہے۔ پیرس میں بالوں کے متعلق اختلاف ہے یکسوئی نہیں ہوتی اتنی سر مونڈیاں وہاں نہیں نظر آتیں جتنی لندن میں ہیں سنتے ہیں وہاں ایک کمیٹی اس امر پر غور کرنے کے لیے مرتب ہوئی کہ آیا گیسو بریدگی خوبصورتی کا جزو ہے یا نہیں لانڈ مرزبری اس مجلس پریشاں کے میر فرش اے لو یہ میر مجلس منتخب ہوئے جب رائے لی گئی تو ایک اور تین کی نسبت سے نسائیت پر رجولیت نے فتح پائی گویا ایک ثلث آبادی گیسو بریدگی پسند کرتی ہے اور دو تہائی بالوں کے گھونگھر میں ابھی تک مرغ رشتہ ۔۔ پا ہے۔

ہوس آف کامنس یعنی دار العوام میں بھی افسانۂ زلف کا غوغا بلند ہے ممبروں کی پریشانی کچھ نہ پوچھیے کسی کے خیالات گنجے ہیں اور کسی کے گھنیرے بعض زلف زدہ اس وسوسے میں پھنسے ہیں کہ ہائے کیا ہوگا؟ سانپ کینچوا ہو گیا۔ معشوق کا سر اور چھپلا بھونا کسیرو! وائے برحال شعرائے ہند انکی پریشانی قابل رحم ہے۔ شاعری کا مزا کرکرا گیسوئے دراز کی کہانی ختم۔ سودے کا خلط فاسد دل سے اڑ نچھو۔ گھٹا غائب قحط نوا۔ ہائے خواجہ آتش تم کہاں ہو تمہاری فرمائش اب پوری نہیں ہو سکتی ؎

دے دیا میں نے سودائی تمہارا ہوں پرا
سونگھنے کو جو کبھی زلف پریشاں مانگے

پوری کیونکر ہو؟ چنگل میں آنے والی چٹیا ہی نہیں۔ گھٹی ہوئی برش نما کھوپڑی حاضر ہے سونگھیے۔ کنگھی میں تیل نہیں ڈرانٹ موجود ہے۔

ڈیلی نیوز کا نامہ نگار خبر کی منڈھیاں یوں گوندھتا ہے کہ ولایت والوں میں اتفاق نہیں خیالات میں مانگ نکل آئی ہے ایک حصہ کہتا ہے کہ اپنے ڈیل کی آراستگی کا حق ہر ایک فرد کو ہے پارلیمنٹ کو کوئی مشاطہ نہیں۔ دوسری ٹکڑی یوں موشگافی کرتی ہے کہ واہ مردانے ضعفیں کی قدر دان عورتیں ہیں انکے نازک ہونٹ بالوں کی کھونٹیوں سے رگڑ کھاتے تھے اسلیے ہم نے داڑھی موچھ کی کھیتی اسطرح اجاڑی کہ پتا نہ رہا یہ داڑھی موچھ گیسوؤں کا فدیہ تھی آخر وہ ہماری حرص میں کیوں دیوانی ہیں۔ ہم نے انکی خاطر سے مادہ روئی قبول کی تو کیا اسلیے کہ وہ مرد بن جائیں اگر ہمیں مردانی وضع کا ذوق شوق ہوتا تو کیوں مخنثی شکل اختیار کرتے اگر انھیں مردانی وضع پسند ہے تو ہمارے گال کیوں کوسہ نما بنوائے ؎

داڑھی منڈواؤ میں باز آئی خدا کے نور سے

غرض معرکہ قیل و قال گرم ہے۔ با اینہمہ سرگردانی نہ پہچتاب لیڈی صاحب جو جاہتی ہیں کر گزرتی ہیں کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں نہ پارلیمنٹ کچھ بنا سکتی ہے نہ ڈیلی نیوز صاحب کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ ڈیلی نیوز صاحب فرماتے ہیں کہ دادا باپ میاں لڑکا پوتا نواسا اپنی پوتی بیٹی بی بی بہن دادی نانی کی وضع قطع دیکھ کے وحشت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ خصوصاً ان بڑی بی کا فرق مبارک دیکھ کے تو متلی ہونے لگتی ہے جنکی چندیا اوہ گدہی کی کھیتی بال خورے کا گدھا چر گیا ہے ہم کیونکر کہیں کہ گھٹی ہوئی چندیا دیکھ کے رجولیت میں ہیجان پیدا ہونا ممکن ہے۔ الغرض صنف نازک اتنی شہزوری پر آمادہ ہو گئی ہے کہ بس ہی نہیں چلتا۔

ڈیلی نیوز صاحب کی پریشانی کی نئے کچھ زیادہ بڑھی آپ فرماتے ہیں کہ ان پارلیمنٹ کے بزدل ممبروں سے کوئی پوچھے تم کس کھیت کی مولی اور کس کیاری کے تھوے ہو۔ مردوں کے متعلق اصلاحات پیش کرنے پر تو ہر وقت آستینیں چڑھائے آمادہ رہتے ہو مگر کور دستی ہے تو ان نازک دھان پان تتلیوں سے انکی بے ڈھنگی وضع قطع دل کو پسند نہیں پھر بھی نکتہ چینی کرتے وقت لقوہ مار جاتا ہے ہاں

نوٹس

حسب دفعہ ۱۹- ایکٹ ۵ ۱۹۱۲ء

بعدالت جناب سب جج صاحب بہادر اول ضلع کھیری مقام لکھیم پور

درخواست نمبر ۱۶ ۱۹۲۸ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسماۃ کھانا بیوہ جگناتھ مار ستبادین ومسماۃ مہراجہ ومسماۃ منڈلی بیوہ ستبادین اقوام کورمی ساکن جیٹ پور روہیرگنہ دھورہرہ تحصیل لکھیم پور

بنام

پیتو وغیرہ

ہرگاہ مسماۃ کھانا و مہراجہ و منڈلی نے بذریعہ عرضی مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۲۸ء درخواست کی ہے کہ حسب منشا ایکٹ دیوالیہ نمبر ۵ ۱۹۲۰ء دیوالیہ قرار دیا جاوے عدالت ہذا نے ۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء بنا بر سماعت درخواست مذکور اور لینے بیان مدیوان منکل کے مقرر کی ہے اگر کسی کو کچھ عذر ہو تو بتاریخ مقررہ حاضر عدالت ہذا ہو کر عذر پیش کرے

لکھیم خیرہ المرقوم ۲۲ اگست ۱۹۲۸ء

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی

سچ ہے جو مطلب کے وقت گھوڑی نے بھی لی لی
لی بی لی لی کر کے دولتی جھاڑ دی تو سہری
کے نیچے زمین ناچتی پڑے گی۔ ہائے پریشانی
وائے پریشانی۔

یار دو پریشانی کی بھی ایک حد ہوتی ہے مگر
یورپ کی یہ پریشانی شیطان کی عمر سے زیادہ
طولانی نظر آتی ہے کیا معنی کہ وضع قطع بدلی تھی
تو خیر۔ غضب یہ ہے کہ میم صاحب
اب میڈم بننے سے گریز کرتی
اور سیدھے سائنس کی جوتیاں
سانسائیت سوز گھونٹے کے
اور جنٹلمین بن کے کورنا
چاہتی ہیں۔ کارخانے کھل گئے
کسی ڈاکٹر نے قدرت کی کمزوری
یا نقص صنعت سے فائدہ اٹھایا
اور اُس عورت کو صاحب
بہادر بنا دیا جسے فطرت نے
نسائیت کم دی تھی یا تذکیر و
تانیث میں مذبذب رکھا تھا
سچ ہے ؎
اگرچہ رنتوا ند بسر تمام کند
نیچر کے نیوٹرل رہنے کے باعث
کسی حکیم نے گلشیان اول
بدل کے چاہ سے منارے
اور حوض سے فوارے کا
کام لیا۔ یہ صنعت کی ترقی
ہے۔ اور ہمدردان طبقۂ
نسواں کے کام کی منفعت ہے
کیا معنی کہ جس عورت کو اپنی
مرضی کے مطابق شوہر دستیاب
نہ ہو یا ابتدا میں بن کے انتہا میں بگڑ جائے تو
اُسے ضرورت کا منی اور جج کی خوشامد کرنے کی
نہیں۔ جھٹ سے گلٹیاں بدلوا کے بی بی سے
شوہر بن جائے۔ اگر انگلینڈ کے اعتبار سے
خدا نے ٹکڑا پیدا کیا ہے تو شوہر صاحب بارہی

ان کے اٹھیں گے اور جیب کے بجائیں گے ورنہ
زیر ہو جانے کے بعد بھی سابق زوجہ اور حال شوہر
سے جیت نہیں سکتے وہ کنواری عورتیں جو ماں
باپ کے بس میں ہیں اطمینان حاصل کر سکتی ہیں
کہ بس پیوند سے وہ راضی نہیں وہ پیوند اس عمل
سے بیکار ہو سکتا ہے۔ ہاں پریشانی اور حد درجہ
پریشانی کی یہ بات ہے کہ کبھی بے کہے سُنے اور

فساد ساختہ لیڈر یا ممبر

رپورٹ
۱۔ آبادی کے لحاظ سے
۲۔ مذہبی وکالت
۳۔ انتخاب عام۔

"یعنی چہ"
"یہ کہ مذہبیت اور قومیت کا سنگم یوں نہیں ہو سکتا ہے"

"تو اینجانب محروم"
"مجبوری ...."

بغیر گلٹیاں بدلوائے بی بی مرد اور شوہر طال عمرہ
ہو جاتی ہیں شب کو سونے کی نیت سے لیٹیں
تو عورت تھیں صبح کو اٹھیں تو سایہ گھگھرا پیجامہ
ساری پھینک کے پتلون پہننے لگیں۔
ایک ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ بندے

کی مرغی انڈے دیتے دیتے بیمار ہو گئی۔ کچھ دنوں
گردن مشغول کرنے میں بیٹھی رہی اب جو دیکھتا ہوں
تو کیس کی سیما جیتے گئیں دم اونچی ہونے لگی
تھوڑے دنوں کے بعد لگیں مرغیوں پر کٹر اے ہو
ہم جنسوں سے کورٹ شپ کرنے۔ ہائیں یہ کیا ہوا؟
ناظرین اودھ پنچ کے سامنے تبدیل جنس کے بہت
سے حادثے پیش ہو چکے ہیں اسلیے یقین کیا جاتا
ہے کہ وہ صبح اٹھتے ہی علامت
تذکیر کی تلاش میں مشغول ہو جاتے
ہو گئے۔ بیشک پریشانی کی
بات ہے ہائے گلزار نسیم والے
تاج الملوک کے دل پر کیا گزری
ہو گی جب وہ حوض میں غوطہ
لگاتے ہی "اوہی اوہی دور
نگوڑے" کرنے لگے تھے۔
بہرحال ہم پرانے حکیموں کے
ایک قیاس استقرائی سے
واقف ہیں جس سے یورپ
والے بھی آگاہ نہیں۔ سنو
فیصدی یہ تجربہ ٹھیک اترا ہے
آزمائش شرط ہے مگر یہ ہے کہ
ایک مہینہ لڑکے کے واسطے
مقرر ہے دوسرا لڑکی کے لیے۔
حمل منعقد ہو جانے کے بعد جب
نویں مہینے بچہ پیدا ہو تو دیکھو
کہ وہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ اگر
لڑکی ہوئی تو سمجھ لو کہ اس سے
ایک مہینہ پیشتر یا اس کے
ایک مہینہ بعد "نر" مہینہ تھا
پھر حساب لگا کے آئندہ اس
مہینہ میں جو مادہ کے لیے مقرر ہے کوئی ایسی بڑی
حرکت نہ کرو جس سے پیٹ رہے اور گھر میں مادہ
کی افراط ہو جائے۔
مثلاً کسی کے یہاں پہلی مرتبہ اکتوبر میں صاحبزادی
تولد ہوئیں تو لامحالہ صاحبزادی نے فروری کے

مہینے میں قدم جمایا تھا۔ اگر فروری کے عوض جنوری یا مارچ میں تخم ریزی ہوتی تو ضرور لڑکا پیدا ہوتا۔

یورپ میں عورتیں مرد بننے پر زیادہ مائل ہیں۔ مردوں کو چنداں عورت ہو جانے کا شوق نہیں۔ پس اہل یورپ ہماری ترکیب آزما کے دیکھیں اور اسطرح اتنے مرد بنا ڈالیں کہ پھر مردوں کو تناسب پورا کرنے کے لیے کلٹیاں بدلوا کے زچہ بننے اور دودھ پلانے پر رضامند ہونا پڑے اور یوں اسباب پریشانی خاطر کا خاتمہ ہو جائے۔

راقم

آج ہم اپنی پریشانی خاطر اُن سے
کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھیے کیا کہتے ہیں

بقلم
ہندی ندیم

مکمل سیرت نبوی صرف ۲ر میں

اگر دیکھنا ہے تو لکھنؤ کے مشہور اخبار خادم الحرمین کا میلاد نمبر منگا کر ضرور پڑھیے جو ہندوستان کے اکثر مشہور قلم اٹھانے والے اور نازک خیال شعرا کے مضامین سے آراستہ ہو کر تیار ہو رہا ہے اور جسمیں ہر مذاق کے بہترین مضامین اور نظمیں سیرت نبوی کے متعلق موجود ہیں اور ہر حیثیت سے عجیب باعرہ نواز اور رہنمائے عشق رسول ہے۔

گھر بیٹھے تبلیغ

اگر آپ گھر بیٹھے تبلیغ کا اجر حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسکو پسند کرتے ہیں کہ آپکے بدولت ناواقف لوگ ہمارے رسول کی عظمت و رحمت سے واقف ہو جائیں تو کم از کم اسکے پچاس پرچے آج ہی منگوا کر غیر مسلموں اور ناواقفوں کو تقسیم کر دیجیے۔ یوں تو اس ظاہر و دیدہ زیب میلاد نمبر کی قیمت ۲ر ہے لیکن مفت تقسیم کرنیوالوں کو یہ نمبر دس روپیہ سیکڑہ کے حساب سے ملیگا۔

تین صفحے کے اشتہار باقی ہیں

اس خاص نمبر کے لیے کثرت سے اشتہار آ گئے ہیں صرف تین صفحے اشتہارات کے رکھے ہیں پہلی فرصت میں آپ اپنے اشتہار کی غیر معمولی اشاعت کیلیے اسمیں جگہ حاصل کیجیے۔

سب سے کم نرخ اشتہارات

ہمارے اس نمبر کا نرخ اشتہارات تمام اخباروں سے کم رکھا گیا ہے یعنی ۲۲x۱۸ کے ایک صفحہ کے لیے چھ روپے آدھے صفحے کے لیے ہے اور چوتھائی صفحے کے ۲ر مستقل اشتہار کیلیے ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ منیجر خادم الحرمین لکھنؤ

مرزا چغتائی بی اے بنام کوانصیبن

بخدمت کوانصیبن۔

محترمہ۔ آپ نے ۱۸ر اگست کے پنچ میں تو میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ آپ کا نہ معلوم کیا خیال ہے۔ آپ نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم یورپ کی برہنگی اور عشرت و آوارگی کے دلدادہ ہیں اور نہ ہماری مائیں ہیں اور نہ بہنیں۔ ذرا خدا سے ڈرو اور اس سلسلہ کو بند کرو۔ بخدا ہم سوائے اُسکے اور کچھ نہیں چاہتے جو ہم کو خدا نے دیا ہے لیکن ساتھ ہی ہم لازم اور ملزوم کے جھنجھٹ سے بھی علیحدہ رہنا چاہتے ہیں اور ہم کسی فقیہ یا مفسر کی جدت طرازی کے آگے کلام اللہ کو طاق نسیان پر رکھنے کو تیار نہیں۔ ہمارا عقیدہ خود قرآن میں موجود ہے کل فی کتاب مبین یعنی سب موجود ہے کھلی کتاب میں اور اسی وجہ سے ہم کسی مفسر یا محدث یا شارح کی لن ترانیوں کو ہرگز نہیں مانیں گے اور ہم کو اگر کسی مسئلہ کے بارہ میں شک ہوگا تو فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون پر عمل کر کے خود اپنے ہی سے مشورہ کر لینگے۔ ہم کو اس سے مطلب نہیں کہ دیوبند والے کیا کہتے ہیں اور فرنگی محل کا کیا حکم ہے۔ موجودہ زمانہ کے محدثین و مفسرین و علما جبتک فلسفۂ مذہب و منطق اور (Jurisprudence) یعنے علم القوانین میں ہم سے درس نہ لیلیں گے ہم ان کو محض نقل کتب خیال کرینگے اور کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور مذہب ہے کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ مجبوراً ہم کو خود سرائی کرنا پڑتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ دیوبند سے بہتر علمیات کی تعلیم علیگڈھ میں ہوتی ہے اور مذہب سے جسقدر ربط بلا بعد دیوبند اور فرنگی محل کو ہے اتنا ہی ہم کو اس سے تقرب حاصل ہے اور ہم کو اسپر فخر ہے۔ جسقدر علما ہیں وہ سب ہمارے مقلد ہیں اور در اصل امامت کا صدر علیگڈھ ہے۔ کل کی بات ہے کہ ہم نے ترکی ٹوپی پہنی اور انگریزی شروع کی اور مولویوں کو اپنی طرف بلایا مگر انھوں نے اسکو کفر بتایا یورپ کی کورانہ تقلید کہا اور ترکی ٹوپی پہن کر نماز

تاریخ راجگان ہند

وقائع راجستان

ہمدم بک ایجنسی نے ملک کی جو خدمت ابتک انجام دی ہے اگر اسکو نظر انداز اور فراموش بھی کر دیا جائے تب بھی ہمدم بک ایجنسی کا زر کثیر صرف کر کے تاریخ راجگان ہند کا شائع کرنا ایک ناقابل انکار کارنامہ ہے ہمدم بک ایجنسی اپنے فرائض طباعت و اشاعت سے سبکدوش ہو چکی اب ارباب ذوق فرض تھا کہ وہ اسکی پذیرائی کریں اور الحمدللہ کہ ملک نے راجستان قدردانوں کے پاس ہاتھوں ہاتھ پہونچ گئی۔ اب اسٹاک میں صرف تھوڑی سی جلدیں اور باقی ہیں وہ شاید اسلیے کہ ابھی کوئی عمدہ کتب خانہ "راجستان" سے خالی ہے۔ اگر حقیقتاً ابتک آپ نے ہندوستان کے جملہ اقوام و ملل خصوصاً قوم راجپوت اور اسکی شاخوں کی مستند تاریخ نہیں دیکھی ہے اور اگر ابتک آپ صرف کرنل ٹاڈ اور دیگر مورخین کی غلط بیانیوں سے بھٹکے ہوئے ہیں اگر آپ ہندو معاشرت کے ابتدائی رسوم اور روایات کا صحیح صحیح علم رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی راجستان طلب فرمائیے اگر آپکا ذوق راجستان کے مطالعہ کے بعد بھی تشنہ رہ جائے تو ہمارا ذمہ قیمت صرف ۔۔۔ روپے مع محصول

المشتہر

منیجر ہمدم بک ایجنسی لکھنؤ

اجلاس سب جج صاحب بہادر درجہ اول ضلع کھیری

مقدمہ ۲۸ سنہ ۱۹۲۹ء

جینی لال ولد امیر لال برہمن ساکن الیا مزرعہ احسان پرگنہ حیدر آباد — دیوالیہ

بنام

مولوی محمد امیر علیخاں وغیرہ — مہاجنان

ہرگاہ مسمی جینی لال بذریعہ عرضی ۲ر مارچ ۱۹۲۹ء بتاریخ ۱۴ر جولائی ۱۹۲۹ء دیوالیہ قرار دیا گیا ہے اور عرصہ ایکسال کے واسطے میعاد دی گئی ہے اسکو چاہیے کہ اندر میعاد درخواست بریت پیش کرے۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

[illegible]

پڑھنا گناہ بتایا لیکن آج وہ راضی ہیں اور مانتے ہیں کہ ہم صحیح تھے۔ یہی حال پردہ کا بھی ہے اور ہمارے مولوی لوگ ہماری خود تقلید کرینگے۔ لڑکیوں کو پڑھانے کے بارہ میں ہم نے ان سے سوال کرکے کیا پھل پایا جو پردہ کے بارہ میں سوال کرکے اُمید رکھیں۔ ہمارے ہاتھ میں تو لوگ اسطرح ہیں کہ جو ہم کرینگے اسکو وہ خود کریں گے۔ افسوس کہ میں مولانا پنچ کی بیز پر بحث نہیں کر سکتا کیونکہ جو شخص تحقیقات کرتا ہے وہ بحث میں ناکام رہتا ہے جبتک کہ اسکی پوری تحقیقات ناظرین کے سامنے نہ آجائے۔ لہذا آپ کے تمام جوابات اور تمام اعتراضات کا جواب میرے پاس میری کتاب ہے جو انشاءاللہ اگلے مہینے کے اختتام تک شائع ہو جائے گی اور جسکی پہلی کاپی آپکی خدمت میں حاضر ہوگی۔ لہذا میں عارضی طور سے شکست تسلیم کرتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ مراسلات کا سلسلہ بند کیجیے اور کرم کیجیے۔

آپ فرماتی ہیں کہ عورت کا مرد نگہبان ہے اور ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر اگر غور سے دیکھیے تو عورت بھی مرد کی نگہبان ہے عورت اپنے شوہر کے چال چلن کی بہترین نگہبان ہے۔ واقعہ یوں ہے مرد قدرتاً ایک حدتک بیباک ہے اور اس پردہ نے اُسکو اور بھی بیباک کر دیا ہے اور وہ خوب آزادی کے گیت گاتا پھرتا ہے۔ دراصل عورت کی آزادی مرد کی قید ہے۔ اگر آج ان تعلقہ داروں کی بی بیاں پردہ سے باہر نکل آئیں جو چوک میں گلچھرے اُڑاتے ہیں اور جنکے تعلقے گروی ہیں تو ان کے گلے میں ایک ایسی گھنٹی پڑجائے کہ جس کی آواز سُن کر تمام چور بھاگ جائیں۔ اور یا تو تعلقہ دار صاحب کو رنڈی بازی چھوڑنا پڑے اور یا بیوی چھوڑنا پڑے۔ قصہ مختصر وہ عورت اپنے شوہر کی اور اُسکے بچوں کی نگہبان ہے" (بخاری)

اس طرح اگر پردہ اُٹھ جائے تو دوسری طرف حسب ذیل معاملہ پیش ہو:۔

"خنسا دختر خذام انصاریہ روایت کرتی ہیں کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا۔ اور میں ثیبہ تھی مجھے وہ نکاح منظور نہ تھا میں نے رسول اللہ سے یہ ذکر کیا آپ نے میرا نکاح فسخ کرا دیا" (بخاری)

ایک طرف تو ہم محروم ہیں اپنے حق سے کہ جس سے شادی کرنا چاہیں اُس کو دیکھ نہیں سکتے اور دوسری طرف عورتیں مجبور ہیں کہ بغیر باہر نکلے کیسے اپنی جان چھڑائیں۔ غرض یہ پردہ قطعی واہیات ہے۔ ہم قطعی یورپ کی برہنگی کے خلاف ہیں اور صرف اتنا چاہتے ہیں کہ عورتیں اپنی ضروریات کے موافق چہرہ اور منہ کھولیں تو نوکروں سے پردہ قطعی نہ کریں۔ اپنا پرانا شعار یعنی مہمان کی خاطر و تواضع اختیار کریں۔ یہ نہیں کہ کُتّے کی طرح اُسکو ڈیوڑھی پر پڑا رہنے دیں جو کبھی اسلام میں نہیں ہوا بلکہ ایسا ہو جیسا کہ ذیل کی حدیث سے ظاہر ہے:۔

رسول اللہ اپنے ایک دوست کو اپنے گھر میں لیگئے اور بی بی عائشہ سے کہا کہ ہم کو کھانے کو دو۔ اُنھوں نے لاکر کچھ چیز رکھدی۔ آپ نے پھر بُلایا کہ کچھ اور لادو آپ نے پھر کوئی چیز لاکر دی اسی طرح بار بار مختلف کھانے اور پینے کی چیزیں وہ رکھتی جاتی تھیں" چونکہ حدیث بہت طویل ہے اسوجہ سے میں نے اس کا اصل مطلب پیش کر دیا ہے۔ اگر آپ کہیں تو پھر پوری حدیث پیش کی جائے۔ اس موقعہ پر اگر کوئی خیال کرے کہ بی بی عائشہ نے اسلامی پردہ نہیں کیا تو وہ غلط ہے۔ دراصل ہاتھ منہ کھلنا بے پردگی ہرگز نہیں ہے اور اسکو آپ خود تسلیم کرتی ہیں کہ ضرورت کے وقت جائز ہے اب آپ کی ضرورت کی فہرست الگ ہے اور ہماری ضروریات کی فہرست الگ۔

رسول اللہ کی گھر والیوں نے اپنا منھ اور چہرہ کبھی فضول نہیں چھپایا اور یہی ہم چاہتے ہیں اور اس سے زیادہ اگر چاہتے ہوں تو ہم کو خدا سمجھے۔ اگر آپ نے اور دوسرے مولویوں نے ہماری بات نہ مانی تو اندیشہ ہے کہ یورپ کی برہنگی عام ہو جائے گی۔

آپ کو میں کیسے یقین دلاؤں کہ یہ موجودہ پردہ فقیہوں کی کارروائی ہے۔ آپ کو اور آپ کے ہم نواؤں کو پسند ہے کہ مسلمان اس سنت پر عمل کریں کہ بچوں سے بڈھوں کی شادی ہو اور چار بی بیاں ضرور کی جائیں اور ہم کو یہ سُنت پسند ہے کہ ہم جس لڑکی سے شادی کریں اُس سے مل لیں اور اس کو دیکھ بھال لیں چلیے قصہ ختم ہوا نہ ہم آپ کو روکیں اور نہ آپ ہم کو۔

ہماری تیاریاں کافی ہو چکی ہیں ایک کتاب نہیں بلکہ بہت سی کتابیں شائع ہونگی اور انشاءاللہ اس پردہ اور مولویت کے استیصال کے لیے ایک مستقل ہفتہ وار اردو اخبار بہت جلد نکلے گا جسکے تین کالم آپ کے قلم کے نمونہ کے لیے انشاءاللہ وقف کر دیے جائینگے۔ مگر فی الحال آپ اس جھگڑے کو ختم کر دیں تو بہت ہی بہتر ہے۔ اس خط کو پڑھ کر ردی کی ٹوکری میں پھاڑ کر ڈال دیجیے اور مراسلات کو ختم کیجیے تو بڑی عنایت ہو۔

فقط نیاز کیش
عظیم بیگ

بوا نصیبن بنام مرزا چغتائی بی اے

(آخری بند۔ ٹیپ کا مصرعہ)

مرزا۔ کہاں تک لکھوں بہت لکھ چکی۔ اب جو کچھ لکھنا ہے وہ تمہاری انوکھی کتاب دیکھ کے لکھونگی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں لکھتی ہوں اودھ پنچ

(حکومت ہند)
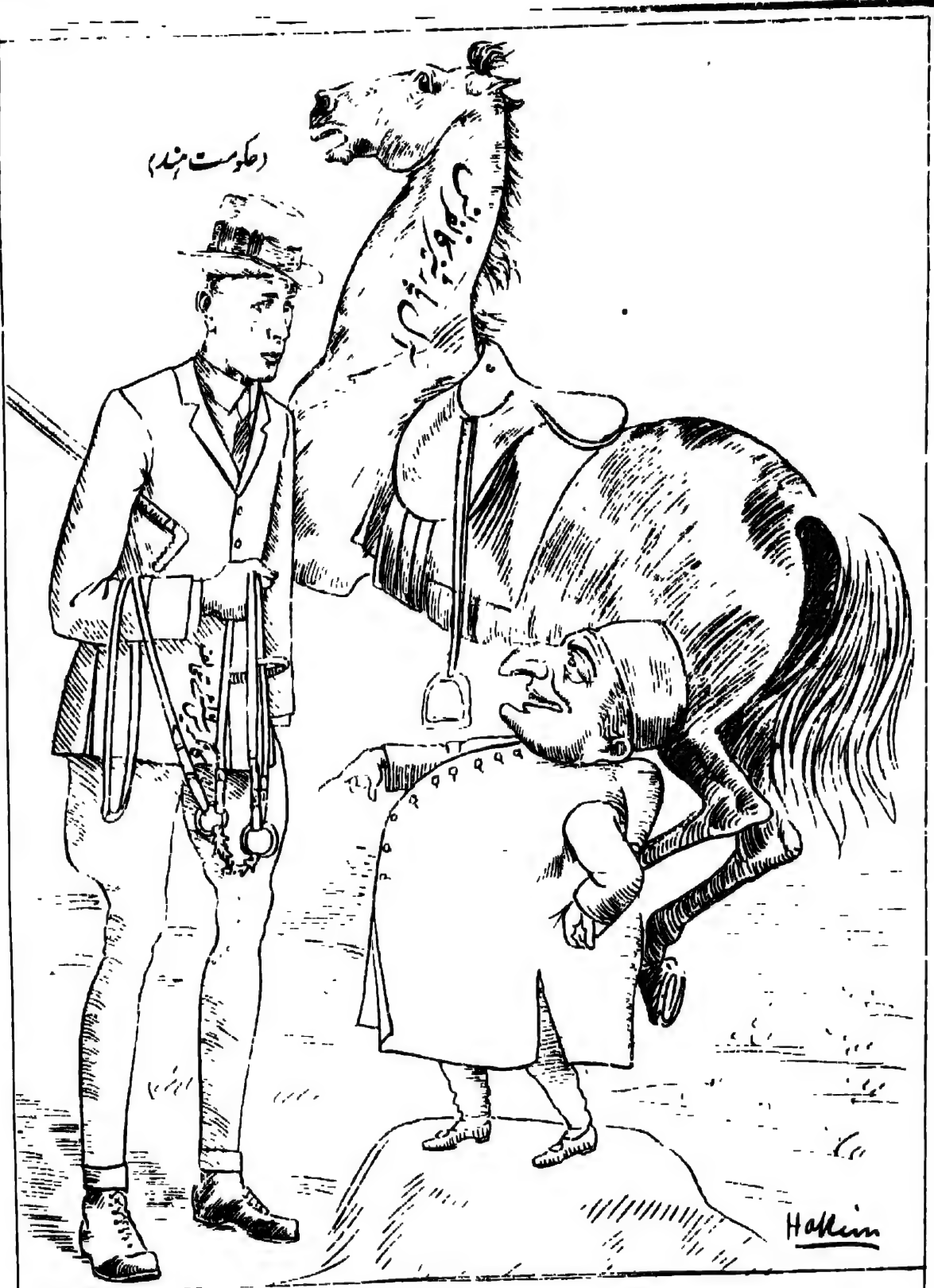
لارڈ اِروِن :- تردّد- تردّد فکر فکر"

مسٹر پنچ :- کچھ پروا نہیں- میرے دوست تم چاہو تو اسی باگ سے منہ زوری کا خاتمہ ہو جائے بشرطیکہ تم کم سوار نہ ہو"

ہیں۔ اودھ پنچ کو کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں وہ تو ظرافت کے ساتھ تمام دُنیا کی اخلاقی اصلاح کا فرض ادا کرتا ہے۔ زیادہ قال اللہ قال الرسول ممکن ہے کہ دوسرے مذہب والوں کے واسطے دلچسپ نہ ہو۔ (وہ بھی عام معرفت اور معلومات کے محتاج ہیں آپ گھبرائیے نہیں ہمارے منہ دوست علم کے دشمن نہیں ہیں۔ وہ بہت غور سے آپ کی پیاری پیاری گفتگو سُنتے ہیں ۱۲ پنچ) کوئی نیا خاصانہ نکالو تو میں بھی قلم اُٹھاؤں گی۔

مرزا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے خواجہ سرا والی حدیث کا ذکر کیا ہو خیر کہا ہوگا۔ بڑھاپے میں چِتّا ٹھکانے نہیں رہتا۔ خواجہ سراؤں کے بارے میں اگر گھر کے کام دھندے سے چھٹی ملی تو کچھ لکھونگی۔ یہ اُمت نئی ہے۔ مگر تمہارے خط کا جواب ادھورا رہا جاتا ہے اسلیے مختصر کہتی ہوں۔ سُنو بات میں پخ نکال لینے سے بات کا رخ ہمیشہ بدل جاتا ہے اسی لیے بحث کرنے والوں کو عالموں نے ڈال ڈال پات پات پھرنے سے روکا ہے ذری مناظرے کا علم بھی سیکھ لو۔

تم کہتے ہو کہ ا۔

"اس حدیث کی رو سے نہ صرف آپ پر ہی بلکہ منشی نصیب الدین صاحب پر بھی پردہ کا حکم عام مخنثوں سے واجب ہو جاتا ہے۔" میں کہتی ہوں یہ اور بھی اچھا ہوا یہ حکم تو پردے کی تاکید اور مصلحت کی بڑی دلیل ہے۔ بھلا غور کرو کہ یہ نگوڑے جنکی گنتی نہ مردوں میں ہے نہ عورتوں میں کیوں مقبول تمہارے شہر بھر کے گئے ضرور یہ موئے پیشہ کرتے ہوں گے۔ ہے نہ یہی بات؟ چھڑے چھٹانک مردوے جنکے نہ گھر ہے نہ در ان کے ریجھ کے گناہ کرتے اور ہوس بجھاتے ہوں گے جیسے سواریوں میں بائیسکل ہے کہ نہ دانہ کی فکر نہ گھاس کی ضرورت۔ ویسے ہی یہ موئے خناس کہ نہ بچہ ہونے کا ڈر نہ مہر اور روٹی کپڑے کا دھڑکا۔ اسلیے مردوں کو ان کے میل جول سے روکا تو خوب کیا۔ واہ۔ جو شریعت گناہ سے دُنیا کے بچانے میں اتنا اہتمام کرے کیونکر وہ عورتوں کو جوبن دکھاتے پھرنے کی اجازت دیتی کہ جاؤ گستا گروں اور بیڑا یا مال تاکنے والوں سے جوبن لُٹواؤ۔ موئے لس کٹے (خواجہ سرا مصنوعی) بیلے جیسے پیدائشی زنخے عورتوں کو کس برتے پر بہلا پُھسلا لینگے؟ اور عورتیں ان سے مل کے کیا مزا پائینگی مگر نہیں اپنے رسُول کے قربان جاؤں اُن کی نگاہ بہت دور تک پہونچتی تھی گویا آجکل کا زمانہ اُس وقت بھی اُسکے سامنے تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ پیدائشی خواجہ سراؤں کی ایک قسم ہے بادامی خواجہ سرا یہ نگوڑے مردوؤں کے لیے عورت ہوتے ہیں اور عورتوں کے واسطے مرد ہو جاتے ہیں چاہے کوئی جوان پٹھا عورت انکی طرف نظر بھر کے دیکھنا گوارا نہ کرے مگر مال دولت کے لالچ میں بڑے بڑے عقلمند پھنس جاتے ہیں کمزور دل کی عورت کیا مال ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ بہت سی ناک چڑھی مغرور عورتیں نکاح بیاہ کی پابندی سے بھاگتی ہیں بادامی خواجہ سرا اگر اُنکے ہاتھ لگ جائے تو وہ ضرور پال لیں گی۔ اے ہاں نہ ہوت سے ہوت بہتر ہے۔ پیٹ و پٹ رہے گا نہیں۔ عزیزا قارئین خواجہ سرا سمجھ کے بدگمانی نہ کرینگے۔

سُنتی ہوں کہ ولایت میں کسی جنٹلمین (جنٹلمین) نے اپنی بی بی پر کچہری میں نالش کی اور چپکے سے جج کے ہاتھ میں ایک کاغذ لکھ کے دیا کہ میم صاحب نے کُتّے کو مجھ پر ترجیح دی کُتا شوہری کے حق سے سرفراز ہے اور وہ شخص اُسکا شوہر ہے اُسپر بھی میم صاحب مُنہ نہیں لگاتیں۔ ولایت والوں کی حکومت ہے اپنی (قومی) وہ اپنی قوم کو بدنامی سے بچانے کیلئے چپ چپاتے بند کرے میں مقدمہ کرتے ہیں گواہی شاہدی بھی اسطرح ہوتی ہے کہ بجز مقدمے والوں کے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے پائی۔ کچھ ہندوستان کی سی لٹھ ڈھونڈھوں تو ہے نہیں کہ زبردستی دنگا کرنے کے مقدمے بھری کچہری میں پیش ہوں آنا سُننے جاتا سُنے۔ ٹھٹھہ لگا ہو وکیل گندے گندے سوال کریں۔ قہقہے پڑیں۔ چُہلیں ہوں۔ زنانے مردانے اعضا کہاتے جائیں گواہ چھلے۔ اپنا تو یہ حال ہو جو کوئی اخبار نویس گندہ اشتہار چھاپے تو اُسے جھٹ دھر بگیر کرلیں۔ اے ہے کیا کہنی تھی اور کدھر چلی گئی۔ خیر تو بیچارا جج بہت پریشان ہوا گواہ بجز شوہر کے کوئی نہیں۔ ایک ہفتہ گزر گیا اور جج صاحب اپنا فرض نہ پورا کر سکنے کی وجہ سے کُڑھتے کُڑھتے گھُل گئے۔ نہ بھوک تھی نہ پیاس۔ جج صاحب کی بی بی سے آخر صبر نہو سکا اور اُنھوں نے پوچھا "پیارے کیا سبب ہے جو تم گھُلے جاتے ہو۔" جج صاحب نے واقعہ بیان کیا بی بی مُسکرائیں اور سر جھکا کے یوں مشورہ دیا "اُس عورت کو لیڈی ڈاکٹرنی سے کہو کہ اُسکا سینہ دیکھے جو سینے پر تیجے اور ناخون کے نشان ہوں تو مرد کا دعوے صحیح ہے۔"

جج صاحب بی بی کی ماشاءاللہ تو بہ شفقت اور ذہانت کے قائل تو ہو گئے۔ علامت موجود تھی مناسب تنبیہ کر کے معاملہ دبا دیا مگر یہ گتھی نئی دل میں پڑی کہ اُس شخص کی جورو ایسی مجرب بات سے کیونکر واقف ہوئی۔ ہو نہو کچھ دال میں کالا ہے۔ بھلا جورو خاوند سے کب تک اپنا بدن چھپا سکتی ہے۔ نگوڑا نگار رشتہ ہے آخر بھید کھُل گیا کہ مشورے میں آپ بیتی کی پُٹ ملی ہوئی تھی ؎

نقش نازِ سگِ ناپاک بہ آغوشِ حبیب
پائے طاؤس پئے طامۂ مانی مانگے

اے مرزا دیکھو شریعت کی احتیاط کو۔ اُسنے اپنی طرف سے گناہ کی ہر طرح روک تھام کردی آگے انسان جانے اور اُسکا کام کُتّوں سے دل بہلائے یا بادامی خواجہ سراؤں سے۔

شرع بدکاری سے دور کرتی ہے اور بُرا نہ ماننا تم اپنی بُری رائے کے چلتوں بدکاریوں سے نزدیک کرنے کے درپے ہو۔ وہ خواجہ سراؤں سے حذر

مانگتی ہے اور تم اچھے خاصے سنڈے مسنڈے بیباک چاق چوبند مردوؤں سے بھی پرہیز کرنے کے روادار نہیں۔ تم عرب کے میدان جنگ میں ہو کبھی اُحد کا خواب دیکھتے ہو کہ ام المومنین نے زخمیوں کو پانی بھر کے پلایا کبھی خیبر کی لڑائی اور عورتوں کی تیمارداری پر تمہاری نگاہ ہے۔ مگر تم نہیں دکھا سکتے کہ یہ کام عورتوں نے اپنے شوہروں کی اجازت سے کیے تھے یا اپنے اختیار سے وہ نقاب ڈالے ہوئے تھیں کہ بے پردہ تھیں۔

جنگ وہ چیز ہے جسمیں طرح طرح کی مجبوریاں ہوتی ہیں خدا کسی کو اُسکی سمائی سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ آخر تم کیا چاہتے ہو؟ کھل کے کہو۔ مرتا۔ تیسرے فاقے مردہ جانور حلال ہو جاتا ہے مگر ہے وہ حرام۔ اسی طرح عورتوں پر بہت جہاد ساقط ہے مگر اپنے بچاؤ کے لیے بچے کھچے بڈھے اور کمزور عورتیں بھی تلوار سے کام لینے پر مجبور ہیں۔ آبرو اور جان بچانا ہر شخص پر واجب ہے۔ کوئی بیکس بے بس مسلمان زخمی مر رہا ہو تو دو بوند پانی حلق میں ٹپکا دینا یا مرہم پٹی کرنا غیر عورت کے واسطے کوئی عیب نہیں پھر عورت بھی وہ جسکی ساری قوم لڑاکو ہو۔ یہ تو انسانی فرض ہے علاوہ اسکے مرتا ہوا آدمی آشنائی کی گھات میں نہیں ہو سکتا اُسے اپنی جان کی پڑی ہوتی ہے۔ جنگ کا میدان لاٹ صاحب کی دعوت نہیں ہے۔ تم کیسی بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ جسے اتنا سلیقہ نہیں کہ شرع کے حکم سمجھے وہ کس منہ سے پردے کے خلاف کتاب لکھنے کا دعوے کرتا ہے۔

ماورشا کی حرکتیں کسی قانون قاعدے کو بنا بگاڑ نہیں سکتیں کوئی آزاد علامہ عورت بے نقاب پھرے یا لڑکے بڑھائے یا بوڑھوں کو سبق دے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔

آخر تم اُسی بے وقوفی پر اُتار و ہوئے جس کا مجھے دھڑکا تھا میں پہلے ہی کہتی تھی کہ تم بعض مسلمانوں کی حرکتیں تاریخ یا حدیث کی کتابوں میں دیکھ کے انھیں جزو دین بنانا اور شریعت گردنا چاہتے ہو۔ یہ ایک بیہودہ جرأت ہے کوئی شریعت لوگوں کی حرکتوں کی ذمہ دار نہیں ہوتی۔ بھلا یہ بھی کوئی دلیل ہیں دلیل ہو گی؟

(۱) جنگ احد کا ایک سپاہی گھوڑے سے گر پڑا سر نیچے ٹانگیں اوپر رسول اللہ دیکھ رہے تھے۔ لہذا جنگ میں گھوڑے سے گر پڑنا سنت ہے۔

(۲) پلونا کی جنگ میں عثمان پاشا محصور ہو گئے پانی نہ تھا انھوں نے روسیوں کا خون پیا لہذا پیو خون۔

(۳) علامہ شیخ عبد السلطن کے گھر میں چور گھس گئے اُن کی زوجہ نے اٹھارہ آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ لہذا ہر مسلمان زوجہ کے واسطے لازم ہے کہ اٹھارہ چوروں کا خون روز بہایا کرے۔

(۴) تاریخ فتوح الشام میں ہے کہ ایک بہادر عرب قلعہ کے کنگرے سے کود پڑی چوتڑ کی ہڈی ٹوٹ گئی لہذا وہ عورت مسلمان نہیں ہو سکتی جو کوٹھے سے کود کے چوتڑ شہید نہ کروائے۔

(۵) جناب ابن سعود تعلقدار مکہ مدینہ کی جورو نے انکے گال میں ایسی چپت دی کہ آج تک دانت بنے ہوئے ہیں۔ اے مسلمانوں یہ ہیں عرب کی بہادر عورتیں۔ اگر تمہارے منہ میں دانت ہوں تو اپنے اپنے شوہروں کے گالوں پر آزماؤ سنت اہل اسلام ہے۔ جاؤ بھی تم ہو کس مرض کی دوا سروتا لیے ڈلی کترا کرتی ہو یہ نہیں ہو سکتا کہ اُسی سروتے سے بڑھے وارثوں کی ناک کی چھالیا کتر ڈالو۔

تمہاری دلیلیں دیکھ کے مجھے تمہاری کتاب کا جواب بہت آسان ہو گیا۔ بُرا نہ مانو تو کہوں کہ ایک جاہل بھی تمہیں قائل کر سکتا ہے۔

ما ——— م

بوانصیبن

اطلاع۔ معارف النغمات جلد اول کے چوتھے ایڈیشن کا انتظار کیجیے۔ اب برائے فروخت کوئی نسخہ موجود نہیں۔ مینجر

معاصرین کے مخصوص نمبر

۱۔ پیشوا۔ دہلی" کا رسول نمبر نہایت اہتمام سے شائع ہوا خوب ضخیم ہے نظم و نثر مضامین سے آراستہ ہے۔ پیشہ ور نعت خوانوں کے واسطے ایک یادداشت ہے۔ خواجہ تقانی صاحب مدیر کی محنت واقعی ٹھکانے لگی۔ مقدس مقامات کی تصویریں بھی ہیں۔ کمی رہ گئی تو اسقدر کہ حضرت ابن سعود کی ویرانہ پسندی نے جو عمارتیں اور مسجدیں کھدوا ڈالیں انکی تصویریں نہیں ہیں۔

۲۔ عصمت دہلی۔ کا مخصوص نمبر اس رسالے کے بارے میں ہمارے خیالات ہمیشہ مؤیدانہ رہے۔ کوئی نئی بات نہیں۔ اس نمبر کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مدیر نے پرچہ بھیجا تو راہ میں کسی نے چرا لیا۔ دوبارہ رجسٹری کر کے بھیجا تو ہمارے دفتر سے قبل اسکے کہ ہم اُس سے مستفید ہوں کوئی صاحب غائب کر لے گئے خدا ان "عصمت چوروں اور مفت خوروں" سے محفوظ رکھے۔

بہرحال ہماری رائے ہے کہ اس مخصوص نمبر میں نہایت اعلےٰ مضامین ہیں شریف بہو بیٹیوں کے مطالعے کے قابل ہیں۔ تصویریں بھی ہیں۔

خادم الحرمین لکھنؤ۔ ۱۲ ربیع الاول کا میلاد نمبر۔ مشہور اہل قلم کے رشحات نے اس کھیتی کی آبیاری کی ہے ؎

برشگال است و چمن سبز و ہوا ریحانی
نا ہوار بادہ نہ نوشید خوے نادانی

فرنگی محلی مفتی جس شراب کا ساقی ہو اُسکے حلال ہونے میں کیا اشتباہ۔ اُس پر طرہ یہ کہ مفت ہے یعنی اب تو قاضی جی بھی نہر لگا چکے۔ مگر ہاں۔ بُری بات! دینی کام ہے۔ یہ نمبر مفت ملتا ہے اور سال بھر کے باقی پرچے بقیمت۔ ہندوستان بھر میں حضرت تعلقدار مکہ و مدینہ کی مرمت کے واسطے یہی پرچہ مخصوص ہے۔

توسیع اشاعت اودھ پنچ کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۱۹۲۱ء کی چند مکمل جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں شائقین جلد طلب کرلیں قیمت فی جلد للعہ محصول ڈاک
(۲) جلد ۱۳ کے ۱۰ نمبر ان نمبروں میں نفاپردازی کے بہترین نمونے موجود ہیں ظریفانہ مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد للعہ محصول ڈاک۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شاعری جزو لیست ادبہتیرے

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شیوا بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی المسمی بحضرت رشید مع انتخاب مرثیہ رباعی و قصیدہ وغزل وسلام وغیرہ مولفہ سید آغا اشہر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میرانیس مرحوم کے ایک موقر رکن تھے قیمت علاوہ محصول عہ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

سیاحت ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجیب و غریب نظم ہے ہنسیے اور عراق کی حالت سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۶ر

ٹکٹ بھیجیے یا وی پی اور منی آرڈر بھیجئے

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔
(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کردیجائیگی
(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔
(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہ کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔
علاوہ صاحب حالتون کے پرانے پرچہ واپس نہ لیے جائینگے۔
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بطور تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) نمونہ اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہوں اور دوسرے پرچہ میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ما نجیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور کیا دیگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ علم اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ کچھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ مذہبی یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) ہم تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ غائب ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخطات پر بیان ملتا ہے کہ پرچہ نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی علت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر۔۔ دوبارہ خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا اسمیں تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو نہ یاد دہانی طلبی اور زبردستی نہیں کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۳۲

مضامین

یکم ستمبر ۱۹۲۸ء

ایک اسیسر

آج آپ کا نامہ نگار کسی مقدمہ کے سلسلہ میں دُنیا بھر کی عدالتوں کے صدقے ہوتا ہوا سسشن جج صاحب بہادر کے اجلاس پر جا دھمکا۔ اب اسکو خوش قسمتی کہیے یا بدنصیبی بہرحال ایک مقدمہ دفعہ ۳۶۶/۳۷۶ ت یعنی نابالغہ کا اغوا اور اُسکے ساتھ زنا بالجبر کا پیش تھا ثبوت اور شہادت کی کارروائی ختم ہو چکی تھی صرف وکلا کی بحث پر معاملہ اٹکا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بحث شروع ہوئی اور ختم بھی ہو گئی اور آئندہ کسی تاریخ پر فیصلہ بھی سُنا دیا جائے گا۔ اس سے غرض نہیں کہ مقدمہ کی حقیقت و اصلیت کیا ہے یہ "اللہ میاں" جانیں یا ملزمان یا پھر سسشن جج صاحب اینجانب علیہ الرحمۃ والغفران کو تو صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ آجکل کے روشن زمانہ میں ایسے ایسے قابل اسیسروں کا انتخاب ہوتا ہے جن کی صورت سے قانونی عدالت جلیبی کے شیرے کی طرح ٹپکی پڑتی ہے۔ چنانچہ آج جب بحث کی دُھرپٹ ہو گئی تو عدالت نے اسیسروں سے رائے طلب کی اور منجملہ تین عدد اسیسروں کے ایک اسیسر سے مخاطب ہو کر پوچھا:

عدالت۔ تم کو مقدمہ کی حقیقت گواہان ثبوت اور وکلا کے مباحث سے معلوم ہو گئی ہو گی لہٰذا بتاؤ کہ اس مقدمہ میں ملزم نمبر ۱ نے جرم دفعہ ۳۷۶ کا ارتکاب کیا یا نہیں۔

اسیسر۔ (خاموش مُنھ تاک رہا ہے)۔

عدالت۔ کیوں خاموش ہو اپنی رائے بتاؤ۔

اسیسر۔ (دو و تین مرتبہ کھانس کر سر کھجلانے لگا)

عدالت۔ ارے تم سے رائے پوچھی جاتی ہے تم جواب کیوں نہیں دیتے؟

اسیسر۔ ہاں دیتا ہوں

عدالت۔ جلدی بتاؤ۔

اسیسر۔ سرکار ہم کا بتائی (پھر چپ ہو گیا)۔ تم آپئے جان لیو۔

عدالت۔ دیکھو! پھر سمجھ لو تم سے پوچھا جاتا ہے کہ ملزم پر جرم ثابت ہے یا نہیں اس کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے۔

اسیسر۔ ہجور! سرکاری بکیل کی بک بک سے بکیلا تو ہمری سمجھ ماں آئیگوا۔

عدالت۔ تو پھر بتاؤ کہ یہ ملزم مجرم ہے یا نہیں؟

اسیسر۔ ہجور! جُلُم تو کانون کی کتابن ماں دیکھ لین جائے کہ سار جُلُم بنت ہے یا نہیں۔ ہماوری جانِس ماں تیہ کنٹوپ فالا بکیل کھوبے گلستان اب رہی ہمار رائے تو تیہ سمجھ لیں جائے کہ جون ہجور کی رائے ہوئی وہی ہمار تو جان لیو۔

عدالت۔ عدالت کی رائے تو بعد میں معلوم ہوگی تم اپنی رائے بتاؤ کہ ملزم نمبر ۱ پر جرم ثابت ہو گیا یا نہیں۔

اسیسر۔ صاحب! جان تو پڑت ہے کہ تیہ مُھوا سار جبر زنا ہو وہی بٹیوا کے ساتھ بہ کس ہوئی اپکا چھوڑا نہ جائے۔

عدالت۔ تو تمھارے نزدیک جرم ثابت ہے؟

اسیسر۔ ہاں ہجور انہیں جان لیں جائے۔

عدالت۔ پھر وہی لغویات۔ تم صاف کیوں نہیں کہتے ملزم نمبر ۱ مجرم ہے۔

اسیسر۔ ہجور بتائے تو دین کہ یہ جبر زنا جُلُم ہوئی۔

عدالت (تیز ہو کر) کیا سمجھتے ہو جُلُم ہوئی جُلُم ہوگی۔ صاف بتاؤ ملزم پر جرم ثابت ہے؟

اسیسر۔ اب صاحب ہم کا بتائی۔ کا جانی سسر جُلُم بنت ہے کہ ناہیں بنت تیہ تو جبر جستی کی بات ہے جون تیہ تنا ڈانٹ ڈانٹ کے پوچھا جات ہے۔

عدالت۔ اگر تمھاری سمجھ میں نہ آیا ہو تو پھر سمجھ لو۔ تم سے صرف اتنا پوچھا جاتا ہے کہ ملزم نمبر ۱ تمھارے نزدیک مجرم ہوا یا نہیں۔

اسیسر۔ ہاں سرکار مُجرم بچا ٹانگ لین جائے۔

عدالت۔ اچھا اب ملزم نمبر ۲ کے متعلق بتاؤ کہ یہ نابالغ لڑکی کو اغوا کر کے اپنے گھر لے گئی۔ یا نہیں اور لڑکی کو چھپا رکھا یا نہیں۔

اسیسر۔ سرکار اب کا جانی کہ یہ بُڑھیوا کوئی نیت سے اپنے گھر سے لیوائے لیگئی مدا یہ چھپائیس ناہیں اُو چھپاوت تو پھر درو گا جی کسٹ پایئے جات؟ البتہ کہ اپنے گھر سے جبر در لیگئے ہوئی۔

عدالت۔ تو اسپر جرم ثابت ہے۔

اسیسر۔ اب جون سمجھو۔

عدالت۔ ارے تمھاری کیا رائے ہے؟

اسیسر۔ ہائے باپ رے کسٹ بتائی۔ اچھا جُلُم ہے اور جُلُم ثابت ہے۔

عدالت۔ اب یہ اتنا اور بتا دو کہ ملزم نمبر ۳ بھی تمھارے نزدیک ملزم ہے؟

اسیسر۔ ارے صاحب اب اورن سے تو پوچھو یا ہم ہیں سب کے جبہ دار ہیں۔

عدالت۔ ہاں اُن سے بھی سوال ہوگا پہلے تم اپنی رائے بتاؤ۔

اسیسر۔ اچھا تو صاحب یہ تنکو مجرم ناہیں ہے اب کا آپ یا کو کا نہ چھوڑ دیہو؟

عدالت۔ اس سے کیا مطلب؟ ملزم چھوٹے گا یا نہیں تم اپنی رائے بتاؤ۔

اسیسر۔ ناہیں سرکار یہ مجرم ناہیں ہے۔

عدالت۔ کیوں؟

اسیسر۔ ارے صاحب یہ تیرہ چودہ برس کا بالک بٹیا و نا کا جانے مدا سار ہے چالاک چھیڑس جرور ہوئی۔

عدالت۔ تو کیا مطلب ملزم ہے؟

اسیسر۔ ناہیں صاحب چھیڑے ماں مجرم ناہیں ہوت ہمری جانِس ماں یہ کوئو جُلُم ناہیں بھا۔

اسکے بعد دوسرے اسیسروں سے سوالات ہونے لگے۔

یہ اسیسر صاحب ایک دیہات کے رہنے والے قوم کے کُرمی ہیں دستخط کی جگہ انگوٹھے کا

نشان لگا لیتے ہیں اس مقدمہ میں دو صد آسیسر اور بھی تھے جن کو اسیسر مذکور سے کم درجہ حاصل تھا بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر جہالت کا قبلہ گاہ تھا۔ بعض مقامات پر اسی قابلیت و استعداد کے اناڑی مجسٹریٹ بھی ہیں۔ اللہ غریبوں کا والی ہے۔ دیکھیے کمبخت ملزموں کی آہ کب اثر کرتی ہے؟

راکب

سرکوب

"اپ ٹو ڈیٹ شاہی"

ایک دن شام کو یہ نامہ نگار
سیر کرنے چلا سوے بازار
راہ میں تھا حکیم جی کا گھر
جمع جس میں تھے سب صغار و کبار
ذکر یہ ہو رہا تھا آپس میں
ہیں فقیر آج کل کے ناہنجار
داڑھی لمبی بڑھا کے دو بالشت
کرتے رہتے ہیں جذب کا اظہار
دن کو رہتے ہیں تنگ حجرے میں
بات کرتے نہیں ہیں وہ بیکار
رات کٹتی ہے اُنکی ہو حق میں
سب اُنھیں جانتے ہیں شب بیدار
موہ لینے میں ہے کمال ان کو
پھانستے رہتے ہیں یہ رود نگار
سُن کے یہ میں نے ایک سے پوچھا
کس کی نسبت یہ ہوتے ہیں اذکار
ہنس کے بولے وکیل غربت جاں
شاہ صاحب کے تھے جو پیرو کار
کیا بتائیں کہ واقعہ کیا ہے
ہم بھی دھوکے میں پھنس گئے ہیں یار
جسکو سمجھے تھے سالک مجذوب
جس پہ تھا آفتاب فقر نثار
تھا جو گوشہ نشین تکیہ میں
وہ مئے مکر سے ہوا سرشار
ہر دلا لی جواہر فقر
پاس رہتے عقیدت ہیں دو چار
پھانس لاتے ہیں یہ مسافر کو
پھر دلاتے ہیں نذر میں دینار
لوٹتے ہیں بُری طرح اُسکو
باقی رکھتے نہیں قمیص و ازار
صوفی نواب مولوی صاحب
اور درزی رفیق خدمتگار
ہیں یہ ایجنٹ اصل میں ڈاکو
شاہ جی ان سبھوں کے ہیں سردار
کر رہے تھیا یہ فقر کو بدنام
ایسے مکار پر خدا کی مار
واقعہ ہے ابھی یہ کل ہی کا
ایک بیوہ کو دیکھ کر زر دار
پھانسنے کو لگا یا وہ لاسا
جس سے چھوٹی نہ غمزدہ زنہار
آگئی جب وہ ان کے قابو میں
لے لیا نقد سکۂ کلدار[1]
جن کی تعداد "لوگ" کہتے ہیں
دس ہزار ایک۔ ایک بیس ہزار
اور جو جائداد تھی اُس کی
شاہ صاحب نے تا کی آخر کار
دے کے دم اُس غریب بیوہ کو
وقف نامہ لکھا لیا اے "یار"
جب پلٹ کر گئی وہ اپنے گھر
مے غفلت سے ہو گئی ہشیار
مشورہ اک وکیل سے کر کے
کھٹکھٹانے لگی در سرکار
ہوتی ہے اب مقدمہ بازی
شاہ صاحب کا دیکھ لو یہ شعار
شہر کے لوگ شاہ صاحب سے
اب ابھی سے تو ہیں بہت بیزار
چکوے۔ کنجڑے قصائی چونہ فروش
معتقد بس یہی ہیں تو ہیں چار
سُن کے یہ حال جب چلا اٹھ کر
ناگہاں ایک سے سر بازار
شاہ صاحب کے مکر و فطرت پر
بات ہی بات پر ہوئی تکرار
ایسا کچھ شور و غل بڑھا آخر
کھل گئی آنکھ ہو گیا بیدار

راقم

[1] مخفف کلہ دار

سرکوب

مولانا پنچ کا پوسٹ بیگ

رنگون رنگین

ڈیر پنچ۔ ہم تو سمجھے تھے کہ شام کے مردے کو کب تک روئیے۔ ایک چھوڑ دو دو زندہ جنازے سمندر پار رہ گئے اب غم کا آتش فشاں پہاڑ آگ اُگل کے خاموش ہو جائے گا اور مرغان آتش خوار سیاہ سیاہ لاوا نا تھے پر جل کے بی گھر سبی کے آغوش استراحت میں چین سے سو ینگے مگر نہیں وہاں تو ماتم کی صف بچھ گئی۔ بلبل ماتم بہار میں کیا فریاد کرے گی جو ان عشاق گلشن وگلزار کا حال ہے کسی خوش مذاق کا قول ہے کہ عاشق کا گریبان اور رنڈیوں کے پائجامہ کی میانی چین سے نہیں رہتے۔ یہاں کے شریف اوباشوں پر یہ مثل بالکل اُسی طرح چسپاں ہوتی ہے جیسے پھوڑے پر چینیا مرہم کا پھاہا گلشن وگلزار کا زمانہ بھی کاتک کا مہینہ تھا لیکن عاشق کی آنکھ ملاح کی لنگوٹی ہوتی ہے جیٹھ کو ساون بھادوں بناتی ہے۔ کاتک کی کتیاں کچلا کھا کے پاؤں کا دل کھل گئیں تو کیا ہوا۔ زہریلے پوپلے منھ کا اثر تو باقی ہے۔ شہر نہ سہی شہر سے ۱/۲ ۱ میل فاصلے پر پاگل خانہ کی دیوار موجود ہے۔ آدھی رات کو دو ہیں ٹانگ اٹھا کے موتنے اور "کو کر لار" گانے لگے۔ عروسان ہزار دواماد تالی تولہ سگان فسکاری دیتوں کی بھیرہی کی طرح دہیں لسیرا لینے لگے۔

لاحول ولا قوۃ۔ سچ ہے ایک در بجہ ہزار در کھلے

بندۂ ناصح نصیحت کی رو ئی سے کہاں کہاں رخنہ بندی کرے۔ اصل یہ ہے کہ

تربیت نا اہل را چوں گردگان بر گنبد ست

ایک صاحب مکۂ معظمہ میں جڑواں کی مقدس خدمت انجام دیتے تھے یہ اگلے زمانہ کا ذکر ہے (راوی حسن مائنی اسکا راوی ہے) والی مکہ تک اُسکی شکایت پہونچی تو اُسنے انھیں شہر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ انھوں نے عرفات میں مکان لے کے واسطۂ فجار کا شغل جاری کر دیا چوری چھپے شہر میں آتے اور گدھوں پر مردوں اور عورتوں کی کھیپ لاد کے عرفات لے جاتے۔ رفتہ رفتہ گدھوں کو عادت ہو گئی کوئی سوار ہو کے کہیں جانے لگا اور گدھے صاحب نے عرفات کی راہ لی لاکھ لاکھ ڈنڈے پڑتے ہیں مگر وہ اُدھر سے مُنھ نہیں موڑتے۔ آخر پھر شکایت ہوئی۔ والی کی کچہری میں مقدمہ پیش ہوا۔ مدعیوں نے ثبوت میں گدھے والوں کے گدھے بلوائے اور کہا حضور یہ مردود تو انکار کرتا ہے مگر آپ ایک کام کیجیے لوگوں کو ان گدھوں پر سوار کروائیے اگر بغیر ہانکے یہ جانور اس مردود کے گھر نہ پہونچ جائیں تو ہم جھوٹے۔ حاکم نے یہی کیا گدھے مُنھ اُٹھا کے مکے سے جو چلے تو عرفات میں دم لیا۔ اب ثبوت کافی تھا جلاد نے ہاتھ میں دُرّہ لے کے پھٹکارا ادھر دُرّے کی سری لہرائی اُدھر میاں بھڑوے کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی چلی۔ پوچھا گیا کس بات پر روتے ہو۔ کہا حاکم صاحب کی عقل پر جو گدھوں کی گواہی قبول کرتے ہیں اور انسان کا دمیرا قول تسلیم نہیں کرتے۔

اب آپ ہی فرمائیے جب کوڑا دُرّہ اور پولیس نکالا الیسوں کا کچھ نہ بنا سکا تو بندۂ ناصح کا قلم کیا مال ہے۔

اہاہا پاگل خانہ کے جنگل میں کیا منگل ہوتا ہے جب ڈومنیاں کنجڑنیاں بھٹیارنیں چمارنیں پرا باندھ کے آتی ہیں اور یہ روشناس کٹنے انکی دُم سونگھتے پیچھے پیچھے ساتھ چلتے ہیں۔ مولانا پنج ماکم المروف کی دانست میں یہی بڑی بات ہے کہ عجائب کی ٹکر کی مارنے انکو شہر بدر کر دیا انھیں خدارا راہ راست پر لائے مگر اسوقت اینجانب چند قوادوں کو خارج البلد کرنا چاہتے ہیں کیا معنی کہ عرب کا قواد مکہ سے عرفات بھیجا گیا تھا لیکن اُسکی اولاد کو بھی رنگون سے پاگل خانہ تشریف لیجانا چاہیے گدھوں کے نقش قدم کی ہدایت سے جس خرست کا جی چاہے وہیں جائے۔ شہر میں نجاست نہ پھیلائے۔

ایک صاحب ہیں بنگالی ماشاءعموماً بنگالی روشن دماغ ہوتے ہیں مگر یہ حضرت مستثنیٰ ہیں حضرت کی کھوپڑی عقل کا جھول نہیں پا لیتی۔ دارو شالا لوگ کو ہام اکل (عقل) لوگ کو اینا گھوماے کے مارے گا کی فیر (پھیر) آنے نا ہیں سکیگا! انھیں سلامتی سے کوئی پیشہ نہ ملا تو لگے تو ادی کرنے۔ ایک قدم طوائف کے کوٹھے پر تو دوسرا باغیچے میں۔ لطف یہ کہ رنڈیاں حضرت کو اپنا پیشوائے حقیقی سمجھتی ہیں کوئی مفتی کہتی ہے کوئی قاضی۔ بات معقول ہے مفتی تو اسوجہ سے کہ حرام ان حضرت کے فتوے سے حلال ہو جاتا ہے اور قاضی اسلیے کہ نکاح کے جملہ ارکان انھیں کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ یہ نکاح مہر اور خطبہ کی فضول اور پرانی قید سے آزاد ہے۔ شیطان رکھے ان کے دم قدم سے بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ نسب شریف بہ ترتیب کثیف و نسبت لطیف فرماروایاں ڈھاکا سے یوں واصل ہوتا ہے کہ آپ بقول خود کسی فرمانروا کی انا کے داماد کے خالو کے سالے کے نواسے کے منہ بولی کے سمدھی کے لے پالک کے ہمسائے کی چھوچھو کے سوتیلے شوہر کے حقیقی پسر خواندہ کے کوکا ہیں جل جلالہٗ! ایں شرافت ذاتی پنجاہ عیب فطری و ہفتاد عیب شرعی ہونا یعنی چہ۔ بہ ہمہ مبارک یہ کہ ڈاڑھی صفاچٹ۔ مونچھیں طول میں چوہیا کی دُم اور عرض میں ہوش دیوانہ کی طرح گم۔ سُنا ہے کہ اُلٹے لوطا یونیورسٹی کے گریجویٹ بھی ہیں۔

دوسرے صاحب "ڈبا" کے موزوں لقب سے ملقب ہیں۔ آپ کا غالیہ دان آبرو پر سے نچھاور کیے ہوئے زر سے بھرا پڑا رہتا ہے۔ آپ ایک میمن تجارت پیشہ کمپنی کے خدمتگزار ہیں۔ جب خریف آقا غیر حاضر ہوتا ہے تو حضرت کو اپنے عیوب کا ڈبا کھولنے میں عار نہیں ہوتا۔ ڈبا کیا ہے بھان متی کا پٹارا ہے۔ بڑے بڑے کھیل بڑے بڑے تماشے۔

خدا کرے ان دونوں کو ایک والی مکہ مل جائے جو دُرّہ پھٹکارے اور گدھوں کی گواہی کو بھی مصنوعی ملاؤں کی گواہی سمجھے۔

راقم

دانا بینا

یکم ستمبر نہیں ۲۷ ستمبر

چونکہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب قبلہ اور ایسے اور معزز اہل قلم حضرات "نصرت نمبر" کیلیے مضامین روانہ نہیں فرما سکے لہذا ان کے ارشاد کے مطابق نصرت نمبر کی تاریخ اشاعت یکم ستمبر کی بجائے ۲۷ ستمبر کو رکھی گئی ہے اسلیے ہم چاہتے ہیں کہ نصرت نمبر اردو کی دُنیا کے صحافت کا بے نظیر بے بدل گوہر بے بہا ہو کوئی معمولی چیز نہ ہو۔ ایجنٹ صاحبان اپنی ضرورتیا پر نظر ثانی کر لیں بعد کو پرچہ نہیں ملے گا اسکا خیال رہے اشتہارات کے لیے بہت کم صفحات باقی ہیں مشتہرین جو بھیجنا چاہتے ہوں۔ فی الفور جگہ مخصوص کرا لیں۔

سید عنایت شاہ مہتمم اعلیٰ روزنامہ سیاست لاہور

اگروال ہتیشی لاہور کا اگرسین نمبر

مہاراج اگرسین جی کے جنم دن کی خوشی میں ہفتہ وار اخبار اگروال ہتیشی لاہور کا خاص نمبر اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں نہایت شان و شوکت سے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوگا بڑے بڑے لیڈروں کے مضامین اور تصاویر سے شاندار بنایا جاوے گا قیمت فی پرچہ تین آنہ ہوگی اسکے خاص نمبر میں اشتہار دینا تجارت کو آسمان پر چڑھانا ہے مشتہرین کو جلدی اپنے اشتہارات اور اُجرت بھیجدینی چاہیے۔ ورنہ اچھی جگہ نہ مل سکے گی اور کف افسوس ملنا پڑے گا۔

منیجر اگروال ہتیشی لاہور

آل انڈیا اہل الغرض کانفرنس لکھنؤ

منظوم آراء بیگم بنام پنڈت موتی لال نہرو اینڈ کمپنی

پنڈت جی۔ پائیں لاگی۔

یہ بندی بھی بڑھیا ہے اور تم بھی بڑے ہونے کو آئے اس لیے میری اور تمہاری رقعہ بازی میں کسی شخص کو نی نکالنے کی کوئی وجہ نہیں اس زمانہ میں مردوں کے ساتھ اکیلے جنگلوں جنگلوں شہروں شہروں پھرنا جوان عورتوں کے واسطے بھی معیوب نہیں تو معمولی سے رقعہ یا خط پر وہ بھی ایک پردہ نشین بڑھیا کا خط کون نام رکھے گا اور نام رکھے گا بھی تو کیا بنالے گا یہ کوئی عاشقی معشوقی کا معاملہ تو ہے نہیں کہ لوگ جھنڈے پر چڑھائیں یہ تو ہے ملکی معاملہ اسی ملک میں عورتیں بھی رہتی ہیں اور مرد بھی رہتے ہیں۔ تمہاری مہربانی سے عورتوں کو بھی بوٹ (ووٹ) اور ٹنڈی دینے کا حق ملنے والا ہے۔ آخر زبان قلم کھولنی ہی پڑے گی خیر یہ تو رسمی چنان چنیں ہے اب مطلب کی بات سنو کہ میں نے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی تیار کی ہوئی رپورٹ پڑھی نگوڑے اُردو اخبار والوں نے اُس کا ترجمہ بھی لکھا تو اُسی ولندیزی زبان میں جسے میرے فرشتوں نے کبھی نہ سنا ہوگا۔ وہ انگریزی گٹ پٹ لفظوں کی بھرتی کہ اللہ تیری پناہ۔ اگر میرے نواب مجھے نہ بتاتے تو میں سات جنم (جنم) میں بھی "ڈومنی سٹ سٹ" اے توبہ ڈومینین اسٹیٹس کے معنی نہ سمجھتی۔ توبہ کیا بڑا لفظ ہے۔ ڈومنی کے نام سے میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے خدا غارت کرے ڈومنیوں کو انھوں نے سیکڑوں گھر اجاڑ دیے ہیں۔ اللہ رکھے میرے نواب کے پاس بھی ایک ڈومنی ہے میں انھیں یہ کہہ کے چڑھایا کرتی ہوں "ڈومنی کا یار سدا خوار ہے" جب میں نے ڈومنی کا لفظ تمہاری رپورٹ میں دیکھا تو انھیں مبارکباد دی کہ روز روز کی جھک جھک اب راوی چین لکھتا ہے تمہارے نئے عمل کی بدولت کا اس ملک میں راج ہونے والا ہے ڈومنیوں کے درجے بڑھینگے گلی گلی طبلوں پر تھاپ پڑے گی گھر گھر ناچ ہوگا مثل ہے پڑوس میں ہن برسیگا تو بوچھار ادھر بھی آئے گی۔ تمہارے سالے سسر

آہنگ بعد از وقت

منظور نہیں

کاروائی غلط

"بکا کرو۔ میں نہیں سنتا"

ترقی کر چکے تو داماد کا خیال ضرور رکھیں گے۔ خدا سلامت رکھے اُس وقت ہم غریبوں سے مُنھ نہ موڑنا۔ پہلے تو وہ حیرت سے مُنھ تکنے لگے پھر جھنجھلا کے بولے۔ کچھ خیر ہے آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ کیسی ڈومنی اور کیسا اُسکا راج دشمنوں کا مزاج کیسا ہے۔ میں نے اخبار کا کاغذ اُنکے سامنے پھینک دیا کہ دیکھو یہ کیا لکھا ہے۔ کاغذ دیکھ کے وہ بہت ہنسے۔ وہ ہنسے اور مجھے آیا تھا کہ ہم تو بات کرتے ہیں یہ ہنسی میں اُڑاتے ہیں۔ بارے اُنھوں نے تمہاری رپوٹ کی ساری حقیقت بیان کی کہ یوں سرکار نے اپنی مرضی سے ایک کمیشن ولایت میں مقرر کیا یوں ہندوستانیوں کو تاب مقدس بیٹھے (بہدکن سہلے) نے طعنہ دیا اسطرح تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اُنکے مُنھ میں لقمہ دیا ملکی انتظام کا قانون بنایا۔ اُسپر عام رائے لینے کے لیے تم لکھنؤ آئے۔ قیصر باغ کی بارہ دری میں ملک ملکوں کے لوگ جمع ہوئے۔ کسی نے تمہاری ہاں میں ہاں ملائی کسی نے مُنھ پھیلایا تھوتھن لٹکایا۔ خوب خوب تقریریں ہوئیں۔ ان تقریر کرنے والوں میں کئی آدمی ایسے بھی تھے جنکی لگائی ہوئی مذہبی آگ آج تک دہک رہی ہے مگر تمہاری محفل میں آکے وہ ایسے مٹو بلائی بن گئے جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔ وہ جو اودھ کے ٹھاٹھ میں بارہ بجے دن کو سوجھنی تھا کے مطلب برآری کرتے تھے سازگیری پر مائل ہوئے۔ وہ جو لات پیٹ کے دھیمے تتالے پر کافی کے ٹھاٹھ میں سوبے کی لاج پت رکھنے کی صلاح دیتے تھے بہار گانے لگے۔

سنو پنڈت جی۔ میں نے ایک دفعہ نہیں کئی بار تمہاری رپورٹ اول سے آخر تک پڑھی ایک بات سے تو دل خوش ہوا کہ غلامی کی حالت میں بھی نکتورے جتانے کا سبق تم نے بہت اچھا دیا اس سے بہتر سبق اور کوئی اُستاد نہیں دے سکتا۔ لیکن سچ پوچھو تو غلام پھر غلام ہے۔

سنو پنڈت جی تمہاری رپورٹ کا وہ حصہ جسمیں انگریزوں کو حکومت کا طرز بتایا گیا ہے عام منطق کی راہ سے تو درست ہے مگر فرنگی منطق اسے قبول نہ کرے گی۔ قبول کرنے والی ہوتی تو میاں سائمن کی جگہ کمیشن کا صدر تم ہوتے یا شاید مجھے مقرر کرتی جس حکومت کا دستور ڈیڑھ سو برس سے

مداری :- ہیں ہیں پی این ۔ پی ہیں ۔ او ترا باپ مرے ہم لہرا گاتے ہیں تو بل میں نہیں جاتا ۔ ارارا چوٹ کرے گا"

مسٹر پنچ :- دوست ارون ۔ لہر دشن کے سانپ باہر نکلتا ہے ۔ مستوں سے چھیڑا ابھی نہیں یہ لہرا ابھی کالوں کے لیے ہے گورے کمیونسٹ ایسے راگ بٹوں میں نہیں آتے "
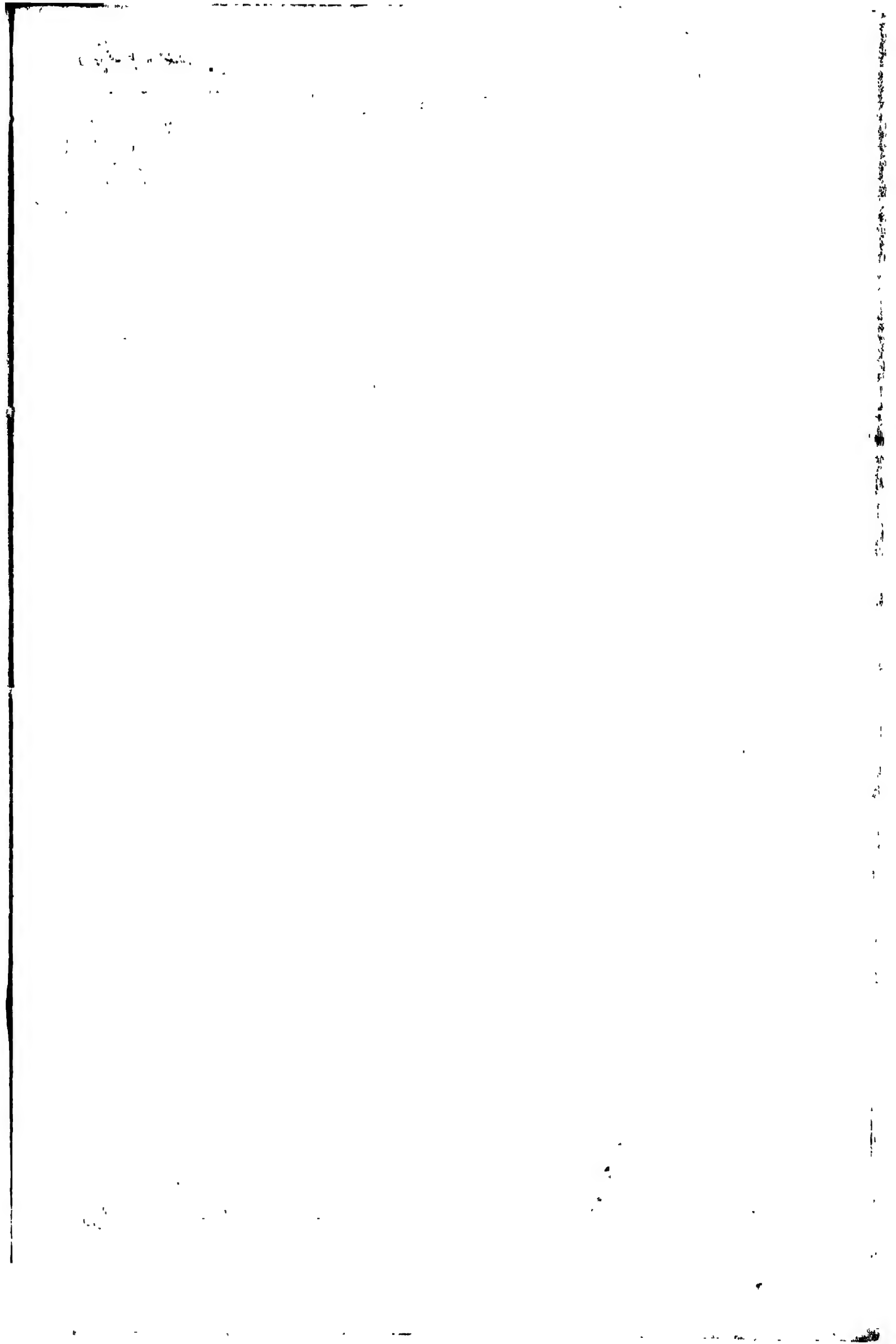
یہ رہا ہو کہ "تیرا سو میرا اور میرا تو میرا ہی" اُسے ایمان اور انصاف کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہوسکتی۔ نواب مقدر پھٹے نے چکما دیا اور تم تھوڑا بہت جھکیے میں آ گئے۔ سچ ہے بچوں کو یونہیں چکما دیتے ہیں جب کوئی بچہ کسی حکم کی تعمیل سے انکار کرتا ہے مثلاً کہا پائجامہ پہن لو اور اُسنے کہا نہیں تو ہوشیار دائی کہتی ہے اے لو یہ کہتے ہیں تمھیں پائجامہ پہننا آتا ہی نہیں۔ "ٹلی لی ٹلی لی" بچہ طرماکے پائجامہ پہن لیتا ہے۔ اسی طرح نواب مقدر پھٹے نے "ٹلی لی لی ٹلی لی لی" کہکے ہندوستانیوں سے پائجامہ پہنوا لیا یعنی ایک قانون کا ڈھانچا زبردستی بنوا لیا۔ اور وہ جو بجائی کاٹ (دہائی کاٹ) کی رہا پھیلی ہوئی تھی اُسکو بطرح کم زور کر رہا کہ "صاحب ہوا تو بائی کاٹ۔ مگر ہندوستان کی تمام پارٹیوں نے مل کے ہمارے سامنے اپنا دل کھول کے رکھ دیا۔ تمام ناراضی مقامی حاکموں کے ہتکھنڈوں سے پھیلی ہوئی تھی ورنہ ہم سے کوئی ناراض نہیں۔ خیر ہمیں تو اپنے مطلب سے کام ہے بظاہر تم اپنی بات کی پچ پر بائیکاٹ کرتے ہو۔ غرضکہ تمھاری رپورٹ کی صورت میں اینجانب نے لاحظہ فرمائی واضح باد کہ ملک داری کے دستور سے تم اچھی طرح واقف نہیں۔ برطانوی مفاد حکومت کو تمھاری رپورٹ نے عام سے خاص اور آزاد سے مقید کر دیا ہے لہذا اسپر سردست توجہ نہیں کیجا سکتی۔ واقعات شاہد ہیں کہ تم ابھی اتنا اونچا اڑنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔ ہم ہیں اُستاد اپنے مطلب اور غرض کی گھاتیں ہمیں خوب جانتے ہیں تم نے بیکار زحمت اُٹھائی" سنو پنڈت جی بائیکاٹ اور اُسکے ساتھ ہی مطالبات پیش کرنا یونہیں جمع ہوسکتا ہے کہ تم اپنی رپورٹ نواب مقدر پھٹے یا اُنکے بھائی میاں گرہ کٹے (سر سائمن) کے پاس ڈاک کے ذریعے سے بھیج کے بیٹھ رہو اور اُن کی کمیٹی میں خود شریک نہو۔ وضع بھی نبھے اور مطلب بھی پورا ہو جائے اُنکے پاس تمھاری نیار کی ہوئی یادداشت پہونچیگی وہ ایک ہی چلتے ہوئے لوگ ہیں خوب غور سے دیکھینگے جو کچھ میں اوپر کہہ آئی ایک حصّہ کے بارے میں تو وہ وہی کہیں گے۔ اب رہا دوسرا حصّہ جو تم نے اپنے آپس میں میل جول قائم رکھنے کے لیے مرتب کیا ہے۔ میں نے اسے بہت غور سے دیکھا اور اس نکتہ پر پہونچی کہ اسمیں کوئی جان نہیں ہے دیکھو پنڈت جی بُرا نہ ماننا میں ہوں منطق آپا ہی کہتی ہوں جو منطق کی راہ سے درست ہوگی لیپٹی رکھنا میرے دستور کے خلاف ہے۔ اس حصہ کے بارے میں چند باتیں میں کہنا چاہتی ہوں۔ ایک یہ کہ اگر اسپر عمل کیا گیا تو جو بس خود وہ خزانہ میں گورنمنٹ کی ٹیم ٹام سے بچ رہتا ہے وہ سب بیاہ میں نہیں خالی خولی منگنی میں صرف ہو جائے گا۔ اب لگا ئیے ٹیکس پر ٹیکس اور اس انتظام کا بوجھ اپنی گردن پر لادیے جو خزانۂ سرکاری پر قابو نہ ہونے کی حالت میں آپ نے از خود گوارا فرمایا ہے۔ وہی مثل ہے "آپ بل میں سماتا نہیں دُم میں باندھے چھاج" دوسرے یہ کہ اس حصّہ میں غریبوں کی بھلائی کا کوئی جزو نہیں ہے "جیسے سوکھے ساون ویسے بھرے بھادوں" جو کچھ حصہ لگایا گیا ہے وہ خود غرض مسٹنڈوں کا ہے وہی مسٹنڈے جنکے نام نمود دھوم دھڑکے کھیل تماشے پر غریب غربا کے باندوں کی کمائی ہمیشہ نچھاور ہوتی رہتی ہے۔ ہر ایک ٹیکس کا بوجھ ہر پھر کے انھیں کی پیٹھ پر چڑھی گا نٹھتا ہے

پنڈت جی میں پہلے ہی کہہ چکی کہ ہندوستان کے خزانے اور آمدنی پر سفید ناگ بیٹھا ہوا ہے وہ ہندوستانیوں کے خاطر خواہ صرف نہیں ہوسکتا تمھاری رپورٹ کے اس حصہ میں خرچ بڑھانے کی جتنی سفارشیں ممکن تھیں سب موجود ہیں پھر یہ خرچ کہاں سے آئے گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حصّہ ہماری گوری سرکار تھوڑی سی ترمیم کے بعد قبول کرلے گی اُسوقت ایک دوسری آل انڈیا پارٹیز یا آل خود غرض کانفرنس دوسرے ہندوستانی ملائینگے اور کہیں گے کہ رپورٹ کا بہت بڑا جزو حکومت نے منظور کر لیا ہے یعنی ڈومنی تو ابھی تک محفل میں نہیں آئی مگر سائی ضرور بھیجدو کیا معنی کہ نواب مقدر پھٹے اب تمھیں مفلس ہونے کا طعنہ دیتے ہیں ہماری کامیاب رپورٹ فیل ہوئی جاتی ہے۔ دیکھو متمدن ممالک کی طرف دیکھو۔ جہاں "ڈومنی سٹ سٹ" جاری ہے وہاں بھی ناچ ناچا جاتا ہے یہ سمجھ لو کہ سیروائی آ گئے ہیں دس برس بات کہتے گزر جائینگے۔ فی الحال طبلے اور سارنگی کے سر ملنے کا لطف اُٹھاؤ اور مفلسی کے الزام سے آبرو بچاؤ۔ یارو ہم نے خود ہی انتظام کی ایک صورت تجویز کی ہے بڑے غیرت کی بات ہے کہ ہم اپنے قول کی پابندی نہ کریں۔ ہائے ہائے وہ کھٹے کی چال پر گیت گانا ہے

تو سے نینن دے میں ہاری بلما
ہاری بلما کہ میں ہاری بلما
میں ہوں داسی تمہاری بلما

پنڈت جی مجھے تمھاری رپورٹ پر اور لکھنؤ کی آل خود غرض پارٹیز کانفرنس پر ابھی بہت لکھنا باقی ہے اسے کیا کروں بڑھاپے نے مجبور کر دیا دو لفظ لکھتے

اطلاع تاریخ بغرض تصفیہ مراتب اشتہار نیلام

عدالت جناب مرزا منعم بخت صاحب بہادر سب جج ملیح آباد ضلع لکھنؤ

مقدمہ نمبر ۱۵۴

مقدمہ اجرائے ڈگری نمبر ۱۵ سنہ ۱۹۲۵ء

رام دیال ولد رام پرشاد ساکن موضع محمد نگر پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ ڈگریدار

بنام

متھرا سنگھ وغیرہ۔ مدیون ڈگری

بنام مادھو سنگھ ولد بلدیو سنگھ ساکن موضع کرودھا پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ۔

متھرا سنگھ ولد بلدیو سنگھ ساکن موضع حسین کھیڑا از رہتونا پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ

ہرگاہ کہ مقدمہ مندرجہ بالا میں ڈگریدار نے نیلام جائداد منقولہ درخواست کی ہے تم کو اس اطلاعنامہ کے ذریعہ مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ ۲۲ ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء واسطے طے کرنے مراتب اشتہار نیلام کے مقرر کی گئی ہے۔

آج بتاریخ یکم ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی
(دستخط کما۔ لہ۳۔)
مہر عدالت

وقت حاضری بدفتر سب جج ملیح آباد لکھنؤ ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

آندھی رنگ ؟ تا ہے دوسرے میرے بیان بھی جیساکہ میں پہلے کہہ چکی ڈومنی سٹاسٹ کی علامت ہے۔ اس ڈومنی سٹاسٹ نے جو ننگنی کا ناچ نچایا ہے بس میرا ہی دل خوب جانتا ہے۔ مگر خیر اب بات چھڑ گئی تو بامن ہوا ہیں دو کہ بار بار ہم سیر اکیس کریں تو پھر جو کچھ میرے دل میں ہے تمھیں سناؤں

(باقی آئندہ)

منطق آرا بیگم

مولانا پنچ کی لوٹ پوٹ

بو انصیبن اور مسٹر چغتائی

گزشتہ اشاعت میں مشہور حجاب بر انداز نقاب فگن مسٹر چغتائی بی اے علیگ کا والا نامہ بو انصیبن کے نام دیکھ کے مجھے رامپور کے صاحبزادے کی نقل یاد آگئی۔ نوکر آیا اس نے سلام کیا۔ حضور نے فرمایا "برطرف"۔ والد نے طلب فرمایا۔ صاحبزادے بولے "برطرف" والدہ کرمہ نے دیدار کی تمنا ظاہر کی۔ کہا "برطرف"، غرض جو آیا "برطرف"، جو پیغام سنا "برطرف"۔ آخر بیگم صاحب نے بلایا اور "برطرف" کا جواب سُن کے عزم جہاد کر دیا تو عاجزی کے ساتھ تاویل فرمائی "برطرف نہیں ہر طرف۔ تمھارے سُننے اور غلام کے کہنے میں غلطی ہوئی۔ بھلا تم اور برطرف؟ چغتائی صاحب نے بھی میدان جنگ حجاب و بے حجابی میں بجز قرآن کے ہر چیز کو برطرفی کا حکم سُنا دیا۔ حدیث "برطرف" اسلیے کہ اس میں راویوں کی جدت اور طبیعت داری بلکہ سفاہت اور مطائبہ بھی شامل ہے۔ فقہ "برطرف" اسلیے کہ آجکل کوئی فقیہ اپنی طرف سے فقہی حکم گڑھنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ تاریخ "برطرف" اسلیے کہ سُنی سُنائی بات کا اعتبار ہی کیا؟ عقل و مصلحت "برطرف" اسوجہ سے کہ عقل وہی ہے جس کی نال یورپ میں گڑی اور مصلحت وہی ہے جسکی نبض یورپ کی شوخت طبع قیامت چہ بانک عورتیں ٹٹولتی رہتی ہیں۔

تفسیر "برطرف" اسلیے کہ اسمیں بھی فقہا کی حاشیہ آرائی داخل و شامل ہے۔ اب یہ فیصلہ کہ چغتائی صاحب کی کتاب کا ماخذ کیا ہوگا؟ ناظرین خود ہی کر لیں گے بو انصیبن تو پہلے ہی ماخذ کتاب کا حوالہ دے چکی ہیں وہ کیا؟ ابی بے سروپا افسانے جنکا ذکر اعالی میاں ہے یا مستثنیات احکام سے ناجائز استناد جہاں مجبوری و ضرورت نے ایک فعل ناجائز کو مباح بنا دیا مگر ایسی حالت میں سوال یہ ہوگا کہ آخران افسانہ طرازوں پہ حدیث و فقہ سے زیادہ ایمان ہونے کی وجہ کیا ہے؟ دیکھیے اسکا جواب حضرت کیا دیتے ہیں۔ بالفعل بو انصیبن کو انکی آخری تحریر کا جواب لکھنے دیجیے۔

آل پارٹیز کانفرنس لکھنو

چار روز تک شہر میں خوب چہل پہل رہی۔ مہاراجہ صاحب محمود آباد اور آنریبل راجہ محمد نواب علیخاں کی کوٹھیاں مہمانوں کے دم قدم سے آباد رہیں۔ اینجانب بھی چار دن تک نوکری بجانے اور ایک ضروری تھیٹر دیکھنے میں مصروف رہے جہاں بڑے بڑے پرانے گھاگ اپنے اپنے نتائج طبع کی پانگی دکھانے جمع ہوے تھے۔ مفصل رپورٹ اور اُسکا تبصرہ تو نواب منطق آرا بیگم صاحبہ فرمائینگی مگر ہم سراسر گھاٹے میں رہے کیا معنی کہ پرچے کی اشاعت میں چار دن کی تعویق ہوگئی۔ یار و یہ ادنی نتیجہ ڈومنی سٹ سٹ اے تو یہ ڈومینین سٹیٹس کے تماشے کا ہے بڑے بڑے کھیل بڑے بڑے تماشے جب ہم ہی گھاٹے میں رہے تو قوم کیا فائدہ اُٹھائیگی؟

ہوس ہمت آزادی مردم بگداخت
کین مرادیست کہ برہمت آن ہم حسد است

خدا زیر سایہ دامن دولت برطانیہ اندرونی و بیرونی آزادی و مساوات بین الملل کی نعمت سے ہمیں مستفید فرمائے دیکھو کوئی حاسد تو نہیں سُن رہا ہے جو کہہ بیٹھے: چوٹے پیچھے دوب گھوڑے کے سر پر سینگ میرے پاؤں میں ہیم جب یہ تینوں چیزیں ہوں تو تیسری تاریخ کا چاند اپنی بدشگونی دکھائے ... صدقہ ... ہم ... لازم ...

سیکھم سیکھ پڑوسن سیکھ

خدا جانے یہ خبر کہاں تک صحیح ہے کہ ہماری آزاد حکومت کابل نے ہندوستان کی برٹش حکومت کی دیکھا دیکھی و منسس لیے نیزہ حوال دھار ہتھیار بلکہ تیر و تبر تلوار رکھنے کی ممانعت فرمادی ہے۔ آپ سے عام رعایا علاوہ ان ہتھیاروں کے جو انسان کے عزو جسم میں ملاً لگے ہوئے کا گزرات کا تیر زبان کی تلوار نگاہ کا تیر دانت کی دہانتی آہ کی بارود فریاد کی گولی شیخون کی گیس گالیوں کے چھترے طعن و تشنیع کے خنجر ڈکار کے بم قراقر شکم کی توپ گونج کی رنجک اسہال کی ریل کے اور کوئی آہنی یا آتشی ہتھیار استعمال کرنے یا پاس رکھنے کی مجاز نہوگی صرف سکھوں کو کرپان رکھنے کی اجازت ہے۔ جل جلالہ۔ یورپی ممالک میں بھی لوگ ہر وقت مسلح نہیں رہتے نہ دیگر متمدن مقامات پہ ہر وقت مسلح رہنے کی ضرورت ہے مگر وہاں تعلیم عام امن چین سے رہنے کی ہدایت کرتی ہے لحاظ پابندی قانون درجہ تقاضائے حکومت ہے۔ افغانستان کو یہ منزلت کہاں نصیب ڈاکو اور لٹیرے قانون کے پابند ہوتے تو لوٹ مار کیوں کرتے۔ انھیں عام رعایا سے خوف اسی بات کا ہے کہ ٹکر برابر کی ہوگی تو اب یہ تھوڑا سا اندیشہ بھی جاتا رہیگا وہاں عموماً جرگے ایک دوسرے پہ تاخت کیا کرتے ہیں بس جو قانون کی پابندی کریگا اسی کی ... ہوگی۔ علاوہ ازیں مروی و مردانگی کے چلن بھول جائینگے۔ ہم ملکہ ثریا کو مشورہ دیتے ہیں کہ نقاب کا خاموش محافظ تار پھینکنے اور مردوں کے غیر مسلح ہو جانے کے بعد کم از کم اپنی جنس کو مسلح رکھیں ورنہ بڑی بد ہوگی۔

اسمبلی میں ایک قانون زبان و قلم سے اسلحہ کا کام لینے کے بارے میں جس سے ہندوستان اور دیگر ممالک کے تعلقات کی ہانڈی کھٹی ہو جائے پیش ہونے والا ہے۔ لہٰذا سزا کے خوف سے آئندہ ہم نیک مشورہ بھی نہ دے سکیں گے اسے آخری مشورہ سمجھنا چاہیے۔

شاعری جزو لیست اد منیری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شیریں بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی اور حضرت رشید کے انتخاب مرثیہ و رباعی و قصیدہ و غزل و سلام وغیرہ مولفہ سید آغا شہر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ایک مؤقر فرد تھے۔ قیمت علاوہ محصول ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۱۹۲۶ء و ۱۹۲۷ء کی چند مکمل جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں شائقین جلد طلب فرمائیں قیمت فی جلد ۵ روپیہ محصول ڈاک
(۲) جلد ۱۹۲۸ء کے ۱۰ نمبر ان نمبروں میں انشا پردازی کے بہترین نمونہ موجود ہیں طرفہ مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

سیاحت ظریف
یعنے
منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی
کا
منظوم سفرنامۂ عراق
عجب بسیط نظم ہے پڑھیے اور شاعر کی خاموش ستائی سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۶/
ٹکٹ بھیجیے یا وی پی اور منی آرڈر سے منگوائیے
المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

شرائط ایجنسی
(۱) دو روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔
(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہونے پر پرچہ کی روانگی موقوف کر دیجائیگی
(۳) پانچ پرچوں فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی
(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا، اور چہارم معاوضہ ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا۔
علاوہ خاص حالتوں کے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہین تو کتاب کے اصول سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔　　المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کیلئے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتے کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ مع الخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پہ قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو نہیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۳۲

مضامین

۸ ستمبر ۱۹۲۸ء

سیر دہلی

پیارے پنچ۔ آپ کہتے ہونگے کہ ندیم بھی عجب بے فکر اور فقرہ باز ہے خدا جانے کہاں ہم نشینی کے مزے اُڑا رہا ہوگا۔ سُنیئے حضرت نہ اینجانب فقرہ باز ہیں نہ بے فکر۔ فقرہ بازی اور آپ سے؟ ممکن نہیں۔ اب رہی فکر تو اس کمبخت سے کس کو نجات ملی ہے؟ ابھی یہ تو سوتے میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ نہ اس سے امیر خالی ہے نہ فقیر۔ نہ بادشاہ عالی جاہ نہ حقیر۔ آپ تو مجبوراً فقرہ بازی قبول بھی کر لیتے مگر تو بہ فقرہ سوچنا بھی تو اسی چڑیل کا فرض ہے چلیے فرصت شد۔

ہم نے یہ مانا کہ صندل دردِ سر کا ہے علاج
اُسکا گھسنا اور لگانا دردِ سر یہ بھی تو ہے

ہر کیف اسی فکر کے طفیل اینجانب لکھنؤ سے دلی تشریف لائے۔ یہ کوئی بڑی منزل نہیں روز لوگ آتے جاتے رہتے ہیں مگر چشم عبرت کے واسطے معمولی سی بات میں جدت کا میدان کھلا رہتا ہے چنانچہ رائے سینا میں جو نئی دہلی آباد ہوئی ہے اسمیں عجب عجب تماشے نظر آئے ہیں۔ جب کونسلیں ہوتی ہیں وائسرائے صاحب تشریف لاتے ہیں اُسوقت اس مقام پر ایسی چہل پہل ہو جاتی ہے جیسے کسی فراق زدہ ہجراں کشیدہ نئی دُلہن کا خاوند پردیس سے آئے ورنہ دن بھر سڑکوں پر گھومیے کیا مجال جو کسی موٹر کی پوں پوں یا پیادے کی چاپ سُنائی دے۔ بیوائی اُداس مقام فنا نظر آتا ہے۔ طرفہ ماجرا یہ کہ شب کو ہر ایک عمارت بقعۂ نور ہوتی ہے مگر کیا؟ جنگل کی چاندنی ہے کہیں نہیں تو مکان چاہے اندھیرا ہو جائے اُجالا۔ ہاں بجلی کی روشنی کی قسمت میں جلنا لکھا ہے وہ بیچاری مقدروں لوں قسمت کا لکھا پورا کرتی ہے اور شمع کی ہمزباں ہے۔

بجلی کہتی ہے کہ خالق نے بنایا مجھکو
جلتے ہی جلتے مری عمر بسر ہوتی ہے
فرق اتنا ہے کہ شمع دن کو نہیں جلتی دن کو شمع
جلاتے ہیں سودائی۔

بیخود اتنا کیا طول شب تنہائی نے
صبح سے شمع جلا دی ترے سودائی نے

بجلی غریب دن کو بھی جلتی رہتی ہے پنکھے چلتے ہیں مشینیں رواں ہوتی ہیں۔ خیر جناب بجلی گئی میونسپلٹی کی دُم میں اینجانب بہت غور کرتے رہے کہ اس مقام کا نام رائے سینا کیوں ہے آخر معلوم ہوا کہ پہلے یہ ایک گاؤں تھا۔ یہ مقام دلی کا مغربی حصہ ہے تمام حملہ آور اسی طرف سے دلی پر چڑھے رائے سے مراد ہے رائے پتھورا مہاراجہ پرتھی راج ہندوستان کے آخری ہندو بادشاہ) اور سینا کے معنی ہیں فوج یعنی یہ ہندو فوج کی چھاونی تھی۔ کیوں حضرت اب بھی آپ اینجانب کی ذکاوت کی داد نہ دیجیے واہ رے میں۔ اللہ رے میں۔ خیر عالی شان یکساں خالی کوٹھیاں دیکھ کے فکر کے ٹٹو نے یا چھی کی "ہٹاؤ جھنجھٹ چلو پرانے شہر چلیں کہ بھلے آدمیوں کی شکل نظر آئے" فکر کی فرمائش پوری کرنی پڑی چاوڑی کی طرف بقدمے رواں ہوے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک مریل فاقہ زدہ خرصورت ٹٹوانی پر جو سودا والے گھوڑے کی نسل میں تھی ایک صاحب دُم کی طرف مُنہ تارکول سے چہرے کے کھنڈلے چہرے میں پر پالش کیے ٹخ ٹخ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ اللہ کیا پاکیزہ نورانی وضع قطع ہے۔ ٹیاں سی آنکھیں جب اُس تیرہ و تار چہرہ میں چکر لگا کرتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ میں فرنگیوں کی علمداری ہو گئی۔ موٹے موٹے ہونٹوں سے جب تبسم کی مار کھا کے دانت باہر نکلتے ہیں تو گویا کسیرو کی پہلی سمجھاتے ہیں۔

کسی کے مُنہ سے نکلی بات
اندر دن ہے باہر رات

فوج اطفال بازاری جلو میں ہے تالیوں کی صدا گونج رہی ہے سچ ہے اُلّو اور جگنوؤں کا استقبال تالیوں سے ہوتا ہے اگرچہ خدا سلامت رکھے نئی تہذیب کو یہ اچھے اچھوں کا استقبال تالی سے کرتی ہے اب یہ خدا جانے کہ اُلّو بنائی ہے یا جگنو۔ میں نے دل سے کہا، کیا یہ ہولی کا زمانہ ہے؟ جواب ملا نہیں ساون ہے ساون۔ واہ ساون میں پھاگ کون کھیلتا اور..... کون بنتا ہے۔ بعد تحقیق و تجسس بسیار معلوم ہوا کہ یہاں پانی کے امساک پر گُڑیا گُڈی جیجو جیجی بیل پیاسے کالے سگھا پانی دے کا منتر نہیں پڑھا جاتا۔ نہ عرب جاہلیت کی طرح البق گائے کی دُم میں ایلوے کی چھال کی پھرکیاں بنا اور آگ لگا کے پچھم کی طرف بھگاتے ہیں (تنبیورہ) یہاں اللہ میاں کو سوانگ دکھا کے ہنساتے کا دستور ہے۔ اس مسخرگی کا انعام پانی کی شکل میں ملتا ہے۔ جل جلالہ صدقے اپنے خالق کے کیسے کیسے مسخرے پیدا کیے ہیں حالانکہ برسات کا یہ حال ہے کہ آنکھ میں سیل نہیں ابر رحمت اعلان سیلف گورنمنٹ کی طرح آتا سیاہ ہاتھ دکھاتا گرج گرج کے تمناؤں کو خاک میں ملاتا پھر مغرب میں غائب ہو جاتا ہے۔

سوانگ کی زیارت سے مشرف ہو کے بندہ درگاہ آگے بڑھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تراہے پر کانسٹبل صاحب کھڑے ہیں بارہا کانسٹبلوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا مگر آجتک ایسا کانسٹبل نہیں دیکھا تھا جسکے سر پر چھتری اُگی ہو۔ چھتری لگی ہے اور دونوں ہاتھ خالی ہیں یعنی کُکر متے کی طرح چھتری کی جڑ سر زمین شکم میں پیوستہ اور سر تلے میں گڑی ہوئی ہے۔ ایجاد نرالی ہے ہم بھی صاد کرتے ہیں۔ ہمارے شہر کی میونسپلٹی فضول خرچ اور مسرف ہے جو چوراہوں پر چھوٹی گمٹیاں بنواتی اور سڑک پر گُڑ گھٹا لگاتی ہے۔

اس تماشے سے فراغت ہوئی تو جامع مسجد کا طواف نصیب ہوا۔ زیارت کی نسبت طواف میں ادب کا پہلو زیادہ ہے لہذا محض حضرت سرمد کی قبر سے برکت کا استحصال بالجبر کرتا چاندنی چوک کی طرف چلا

رکھا ہے میں تمھاری اسی بات سے جلتی ہوں۔ یہی تمھاری نادانی ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم نے جو کچھ کہا بدنیتی سے کہا مگر ایسی دوستی کا حشر اللہ ہی کیا ہوگا! رہی جو ایک ریچھ کی دوستی کا ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ریچھ کا بچہ لے کے پالا تھا آدمیوں کے پاس رہتے رہتے اُسمیں بھی آدمیوں کی سی خو بو پیدا ہو گئی ایک روز میاں سو رہے تھے ریچھ پاس بیٹھا تھا۔ گرمیوں کا زمانہ۔ مکھیوں کی دھنا پار جو ہوئی اور اُنھوں نے کانوں کے سوراخ میں گھس کے کانا پھوسی جو شروع کی تو میاں کی نیند اُچاٹ ہو گئی ایک دفعہ ہاتھ ہلایا دوسری دفعہ اپنے منھ پر آپ ہی طمانچہ مارا تیسری دفعہ پاؤں پٹکا چوتھی دفعہ ٹھنے لگے "ہوں اوں" ریچھ کو مکھیوں کی اس حرکت پر آیا غصّہ پاس ہی پتھر کی ایک سل رکھی ہوئی تھی اُٹھا کے سل مکھیوں پر نہیں بول دی ایک دو تین۔ مکھیاں تو اُڑ گئیں مگر میاں کا بھیجا بھی نکل پڑا۔

تم بھی کسی ریچھ کے شاگرد ہو۔ تمھاری نیت بُری نہیں۔ اسی طرح ایران میں ایک تھے میاں شیخ چلی مگر نیت کے نیک تھے اُنکو راہ میں ایک عورت ملی جو اٹھلاتی اٹکھیلیاں کرتی کمر کولے کا عالم دکھاتی برف کی سی شفاف اور سفید چادر سے دلوں پر فالج گراتی مستانہ چال سے چکور کو شرماتی (تمھاری شرع کے خلاف) منھ پر نقاب ڈالے اصفہان کی جمعہ مسجد کے دروازے پر ٹھہری بیچارے شیخ چلی کال کے مارے فاقہ سے کھڑے تھے عورت نے آتے ہی مقنع کا کونا منھ سے ہٹا مکھڑا دکھا کے شیخ جی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور مٹھی بھر روپیہ انکی ہتھیلی پر رکھ دیے۔ شیخ جی کے ڈیل بھر میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی خوبصورتی پر لہلوٹ فیاضی پر لوٹ پوٹ ہوے ہاتھ جوڑ کے عرض کی کیا حکم ہے۔ وہ آنکھوں کی گردش سے صبح شام کا سماں دکھا مسکراہٹ سے دل پر بیل گاڑی دوڑا کے بولی "پیارے اللہ ایک کام کرو تو بڑا احسان ہو بن داموں مول لے لو کام نفع کا ہے۔ تھوڑی زحمت بوجہ دکھیا کے کارن اُٹھا لیجئے اسکا ثواب اللہ سے پاؤ گے۔ چل کے قاضی سے کہدو کہ یہ میری بی بی ہے قحط کا زمانہ ہے دانے دانے کو محتاج ہوں خود صدقے پر بسر اوقات ہوتی ہے نفقہ کہاں سے لاؤں بخوشی طلاق دیتا ہوں۔ پیارے جو اتنی سی بات چل کے کہدو گے تو جو کچھ اب دیا ہے اس سے زیادہ دونگی۔ یہ کوئی مشکل ہم دردی عورت ذات پر رحم نہ کرنا مردانگی کے خلاف ہے۔" شیخ جی نے قاضی کے سامنے طلاق دیا۔ عورت نے بغل سے دودھ پیتے بچہ کا زندہ پارسل نکال کے حوالہ کیا کہ لو میاں یہ اپنی کرامات میری جوتی اس حرامی پوت کو پالتی ہے چلو ہوا کھاؤ۔ اور روپئے ہاتھ سے پھیر کی رقم تو ڈھیلی کرو۔ اب شیخ جی کی آنکھیں کھلیں مگر کر کے کیا جو کچھ بیگم صاحب نے دیا تھا مہر میں حاصل کیا اور گھاتے میں بچہ دے کے اپنی راہ لی۔ لونڈا تھا ہی صحیح النسب لگا بن دودھ ٹھیوں ٹھیوں کرنے۔ شیخ جی شدہ بدہ بھولے لاکھ لاکھ تھپکتے بہلاتے اللہ اللہ سبحانی کرتے ہیں وہ تالو سے زبان نہیں لگاتا آخر جی میں آئی کہ اس بندۂ خدا کو خدا ہی کے حوالے کرو رات جیوں تیوں کاٹی صبح تڑکے جمعہ مسجد کے صحن میں صاحبزادے کو رکھ کے بھاگنے کا قصد کیا تھا کہ ادھر اُدھر سے لوگ دوڑ پڑے چاؤں چاؤں کائیں کائیں ہونے لگی۔ ہاں بدمعاش یہ تو ہی روز حرامی بچے مسجد میں ڈال جاتا ہے رہ تو سہی؟ گھونسے نے پشت نرم کی گھٹنے نے گدی گرم کی۔ آخ تھو سے ڈاڑھی سفید زندگی سے ناامید۔ نوبت بانیجا رسید کہ اس میت کو بیچے اور گلے پڑے۔ خدا جانے یہ تو بے وقت لونڈے کون ڈال گیا تھا۔ اور شیخ جی کی تقدیر پر کیا گابھن ہوئی تھی جو ایک در دنیا و دہ در عاقبت کا ثواب جیتے جی لوٹا۔ ایک بھی نہیں ملا دس بھی نہیں ملے "تو جائے" کی ایذا نہیں اُٹھائی دس کہلانے کا مزا چکھنا پڑا لوگوں نے ٹھڈا منگوا کے دس جوتے خیر خوار اُنکے سر پہ لادے اور کہا سیدھے چلے جاؤ اب جو یہاں آئے تو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔ چار و ناچار قسمت کے پھیلے بینگنوں کا جھابا سر پر لادا۔ "لونڈے بھی ترکاری لو" کی صدا لگاتے وہاں سے بھاگے مگر ویران راہ اختیار کی "تخت پولاد" (صوبۂ اصفہان کا ایک مشہور مقبرہ) میں پہونچ کے دم لیا۔ شام ہو گئی تھی لونڈے بن دودھ کھوپڑی پر چلا رہے تھے دس شہر کا ایک زندہ ہارمونیم خود بخود بج رہا تھا شیخ جی بھی فاقے سے تھے مجبوراً ٹوکرا مقبرے میں رکھ کے زناٹا بھرا اور پیچھے پھر کے نہ دیکھا دوڑتے دوڑتے پھیپھڑی پھول گئی پیاس کے مارے زبان باہر نکل پڑی تھوڑی دور پر ایک چشمہ تھا کنارے بیٹھے ہاتھ منھ دھویا پانی پیا ابھی اچھی طرح سکون نہ ہوا تھا کہ ایک سوار آیا اور گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ایک چینی کا ظرف انھیں دیا کہ پانی بھر دو۔ آپ جانیے خدا نہ کرے کہ نیک نیتی کسی کی دشمن ہو جائے چشمہ اُچھلا تھا انھوں نے جو ظرف ڈبویا تو وہ پتھر سے ٹکرا کے عورت کی آبرو کی طرح چکنا چور ہو گیا دس کوڑے اس خدمت کے انعام میں پائے پھر بھاگے تھوڑی دور پر ایک تاریک جھونپڑا تھا اُسمیں پناہ لی مگر جیسے ہی اندر قدم رکھا پھسل کے گرے اور بیہوش ہو گئے آنکھ کھلی تو بھوک نے لاؤ لاؤ کی رٹ لگائی۔ کوٹھری میں دس انڈے

یکم ستمبر نہیں ۲۷ر ستمبر

چونکہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب قبلہ اور ایسے اور معزز اہل قلم حضرات نصرت نمبر کیلئے مضامین روانہ نہیں فرما سکے لہٰذا انکے ارشاد کے مطابق نصرت نمبر کی تاریخ اشاعت یکم ستمبر کی بجائے ۲۷ر ستمبر کر دی گئی ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ نصرت نمبر اُردو کی دنیائے صحافت کا بینظیر بے بدل گوہر بے بہا ہو کوئی معمولی چیز نہ ہو۔ ایجنٹ صاحبان اپنی فرمائش پر نظر ثانی کریں۔ بعد کو پرچہ نہیں ملیگا۔ اسکا خیال رہے اشتہارات کے لیے بہت کم صفحات باقی ہیں مشتہرین بعد میں پچھتانا نہ چاہتے ہوں تو فوراً جگہ مخصوص کرالیں۔

سید عنایت شاہ مہتمم اعلیٰ روزنامہ سیاست۔ لاہور

لئے اُنھیں گیڑونی میں لپیٹ کے سر پر باندھا تھے
میں گھی بھا تھا وہ بغل میں دبایا اب آگ کی تلاش
ہوئی دور پر ایک بڑھیا الاؤ جلائے تاپ رہی تھی
شیخ جی نے خیال فرمایا کہ بس یہیں انڈے بھونوا کر
کھا لیں مگر دل دھڑکنے لگا کہ کہیں یہی بڑھیا انڈوں
کی ماں نہ ہو اس وجہ سے تامل کیا اتنے میں گھی
گرمی پا کے پگھلا اور بغل سے ہوتا ہوا میانی سے
بہ نکلا بڑی بی سمجھیں کہ شیخ نے موتا جھنجھلا کے
جھنڈا یا پر ایک دھول جڑی دھول کے ساتھ انڈوں
نے گر ملایا زردی اور سفیدی کا مرکب عمامے
سے چھوٹا اب پگڑی پگڑی نہ رہی بچوں کا پوترا
بن گئی۔ شرم کے مارے وہاں ٹھہر نہ سکے گریز کے
سوا چارہ ہی کیا تھا کچھ دور آگے بڑھے تھے کہ ایک
قلعہ دکھائی دیا حاکم کے ملازم کو ایک مددگار کی
ضرورت تھی آشفتہ حال کو کے اُسنے نوکر رکھ لیا
یہ تھا شکاری دوسرے روز اپنا شکاری باز اور تازی
کُتا اُنکے سپرد کیا اور یہ کہا کہ میں ایک دوست سے
مل کے آتا ہوں تم آگے چلو۔ یہ چلے۔ راہ میں باز
اجنبی کی آواز سُن کے بھڑکنے لگا پر کے دو چار
تھپڑ اور پنجوں کے دس پانچ نشان جو مُنھ پر پڑے
تو انھوں نے اُسے چادر میں خوب کس کے پیٹا اتنے
میں ایک قبیلے کے کُتوں نے تازی کو گھیرا شیخ نے
لاکھ لاکھ دوت دوت کی بھلا وہ کس کی سُنتے ہیں
تازی کے ٹکڑے اُڑا دیے تازی کی لاش جنگل میں
چھوڑ کے یہ آئے آقا کے گھر چادر سے باز کھولا اور
بیگم کے حوالے کیا۔ باز بیچارا پہلے ہی تیز پروازی
کی بدولت جنت پہونچ چکا تھا۔ شیخ بیچارے اپنی
نیک نیتی پر روئے عورت کا دل ہوتا ہے نرم
اُسنے تسلی دی کہ تم گھبراؤ نہیں میں تمھیں بچا لونگی
تم بچہ کھلاؤ میں کھانا پکانے جاتی ہوں آپ جانیے
شیخ سے اور بچوں سے تو ازل کی عداوت ہے
آقا زادہ ماں کی گود نہ پا کے لگا مچلنے گھر میں افیم
رکھی تھی شیخ نے ایک چنگل بھرا اور بچے کے حلق میں
ٹھونس دیا۔ لوگ بچوں کو افیم کھلاتے ہی ہیں۔ شیخ
کا کوئی گناہ نہیں۔ لڑکا افیم کھا کے جو چپ ہوا تو

پھر سانس نہ لی۔ بچے کی ماں کھانا پکا کے دودھ
پلانے آئی تو لڑکا قیامت کے دن ماں باپ کی بخشش
کی سفارش کرنے روانہ ہو چکا تھا رو رو کی پیٹی چیخی
چلائی نیک نیت شیخ ڈر کے مارے بیہوش ہو گیا
آخر بیگم کا دل کڑھا اُسنے پھر دلاسا دیا شب کو
خاوند سے کچھ ایسی باتیں بنائیں کہ اُسنے باز کُتے
اور بچے کے غم پر صبر کیا اور شیخ کو ایک چھری
دے کے فہمائش کی کہ دیکھو چراغ جلا کے اصطبل
میں بیٹھو خبردار سو نہ جانا بیل بیمار ہے اگر دیکھنا کہ
دم توڑتا ہے تو اُسے حلال کر ڈالنا اور رکھوالا تھکا ہوا
رات بھر چارے سے اُسکی خبر لیتے رہنا۔ شیخ چراغ
جلا کے بیٹھے تو نیند آگئی۔ ہوا سے چراغ گل ہو گیا
اونگھنے اونگھتے آنکھ جو کھلی تو گھوڑے کے خراٹوں
کی آواز کان میں آئی۔ سمجھے کہ بیل دم توڑتا
ہے جھٹ چھری لے کے نیک نیتی کے ساتھ
گھوڑے کی گردن پر پھیر دی۔ کچھ دیر کے بعد پھر کہا
سے اللہ اکبر کی صدا آئی۔ ڈھونڈا تو پتا لگا کہ بیٹی
کو دودھ دا۔ بیل سامری کی گائے سے خوش فعلیاں
کرنے اُسیوقت چل دیا تھا جب نیند کے بیل کا
سینگ شیخ جی کی آنکھوں میں سما یا تھا بیچارے
شیخ جی اپنی نیک نیتی پر نادم ہو کے نوک دُم
بھاگے۔

مرزا۔ دیکھا تم نے؟ یہ تمام نیک نیتی کے قصے
ہیں۔ نادان دوست کی نیک نیتی بلائے جان
ہوتی ہے۔ مجھے اعتراض تمھاری نیت پر نہیں تمھاری
اس تجویز پر ہے کہ تمھارے نزدیک دُنیا بھر کے
فقیہ عالم محدث خودغرض تھے عورتوں سے اُنکو
عداوت تھی اپنی مصنوعی اور رواجی غیرت کے
آگے شرع کی پروا نہ کرتے تھے۔ نام رکھنے کے
قابل تمھارا یہ قول ہے "سب کھلی کتاب میں موجود
ہے اور اسی وجہ سے ہم کسی مفسر محدث یا غلام کی
لن ترانیوں کو ہرگز نہیں مانینگے" تم تو کیا ہو رازی
اور غزالی بلکہ خلفائے راشدین بھی اُسوقت تک
طہارت وضو نماز اور حج زکوٰۃ خمس جہاد توحید
رسالت قیامت کے معنی سے ناواقف رہے

جب تک رسول (صلعم) نے اُنھیں واقف نہیں
فرمایا حالانکہ سب کچھ قرآن میں موجود ہے۔
مرزا تم قرآن کے لفظ تو صحیح لکھ نہیں سکتے "قرآن شریف
کی فہرست" لکھتے ہو۔ اور قرآن جاننے کا دعوے
کرتے ہو ہوا اندھیر ہے کہ نہیں کیا حدیث سے بڑھ کے
کوئی اہل الذکر دُنیا میں موجود ہے جو قرآن کے معنی
مطلب سمجھا سکے؟ حضرت خلیفہ اول سے بڑھ کے
کوئی مسلمان موجود ہے؟ جو کہا کرتے تھے معاذ اللہ
ان اقول برائی فی القران (خدا کی پناہ قرآن کے
مطالب میں اپنی رائے سے کہوں؟) کیا لغوی معنی
سے قرآن کی اصطلاحیں حل ہو سکتی ہیں؟ اچھا اب
میں سمجھی تم نے قرآن میں یہ آیت دیکھ لی للذکر
مثل حظ الانثیین" نہ کر یعنی مرد کے لیے دو اُنثوں
کا حصہ مقرر ہے (یعنی مرد کو میراث میں دُہرا حصہ
ملتا ہے اور عورت کو اکہرا) اہل الذکر کی ذال کو
تم نے زبر دے کے پڑھا اور اپنی جگہ یہ سمجھ بیٹھے
کہ نہ حدیث صحیح ہے نہ فقہ نہ تفسیر فاسئلوا اہل
الذکر ان کنتم لا تعلمون جو نذکر یعنی مرد ہو ملے
اُس سے نامعلوم بات پوچھ لو۔ اے شاباش مرزا
صد رحمت واہ واہ کیا کہنا۔ ایک مسخرے کی حکایت
یاد آگئی سُن لو۔ کام آئے گی۔ ایک صاحب تھے
عقل سے خالی اُنھوں نے محفل میں وہ حرکت کی
جس سے لوگ ناک بند کر لیتے ہیں مگر آواز تھی
زور کی بعض منچلے ہنس پڑے حضرت سمجھے کہ
شاید بندے سے کوئی لطیفہ صادر ہوا خوش ہو کے
خود بھی لگے قہقہے لگانے اور کہنے دیکھا کیسا لطیفہ
کہا۔ اُسپر حکیم قاآنی نے یہ قطعہ نظم کیا ہے

آنکہ تیز از لطیفہ نشناسد   چہ خبر از اصول دیں دارد
تیز چو مستش زبانگ بے ہنگام   چہ کند بینوا ہمیں دارد

میری جان مرزا! تصور معاف پردے کا حکم اس قابل
نہیں کہ معاذ اللہ ایسے لطیفوں میں اُڑا دیا جائے
اہل الذکر اور راسخون فی العلم ہر پیغمبر کی نبی کی
ذات ہے قربان جاؤں اُنھیں پر تمام دنیا اول
کا ذکر اور علم تمام ہوتا ہے غریب مفسروں نے بڑی
جانکاہی سے ایک ایک حکم جانچا ہے اُنکے حق میں

سین ۱۹۲۹ء

"ہمیں کیا سکھاتے ہو؟ ہم سیکھے سکھائے ہیں لو یہ ٹکڑا۔ یہ تمہارے خیالات کا تعویذ ہے گلے میں لٹکا لو۔ ہاں دوسرا جزو قابل غور ہے۔ دیدہ خواہد شد"

جو صاحب پنساری۔ عطار۔ یا عطر والوں کے دستی صحیح پتے حافظ سیتا محمد رفیع صحتیا باغ لکھنؤ کو دیں گے انکو ۲ ماشہ عمدہ عطر مفت روانہ ہوگا۔

ایسی بدگمانی تمھاری شان کے خلاف ہے اللہ نے
تمھیں بی اے کیا ہے تم لکھتے ہو:۔

"دیوبند سے بہتر علمیات کی تعلیم
علیگڑھ میں ہوتی ہے اور مذہب سے جسقدر
بھی بعد دیوبند اور فرنگی محل کو ہے اتنا ہی ہم کو
اس سے تقرب حاصل ہے اور ہم کو اسپر فخر ہے
جسقدر علما ہیں وہ سب ہمارے معتقد ہیں
اور دراصل امامت کا صدر علیگڑھ ہے"

مگر یہ بات بھی تمھارے کہنے کی نہیں۔ آجتک
علیگڑھ سے جو صدا بلند ہوئی اُسپر عالموں کی
تیوریاں چڑھیں اُنھیں یہی کہتے سُنا کہ خدا
دین کی گُدڑی علیگڑھ کے رندوں سے بچائے۔
تمھارے اس دعوے کو سُن کے مجھے بھی یہی خیال
ہوتا ہے کہ جب حدیث تفسیر فقہ کی حقیقت
تمھارے نزدیک کچھ نہیں، تو بس ہر واقعہ سے
انکار یا اغالی اور اُلٹے قصوں کو سپر بنانے کے
سوا تمھارے پاس اور کیا ہے؟ انکار میں کچھ صرف
نہیں ہوتا جن کو تم اہل الذکر سمجھتے ہو لا غانی وغیرہ
اُنکی عالموں کے آگے کوئی ہستی نہیں۔ تمھارے
ان اہل الذکر پر مجھے ایک اور حکایت یاد آگئی۔

ایک صاحب دوستوں کے مجمع میں سو رہے
تھے۔ تم جانو سویا اور مُوا برابر ہے جو اکسی کے
بس کی نہیں پھر سوتے میں قابو کس کا چلتا ہے
پاد گولا چھوٹا اور اُسی کی آواز سے بیچارے کی آنکھ
کھُل گئی شرما کے اُٹھے اور چلنے کا ارادہ کیا۔
دوستوں نے پوچھا کہاں چلے۔ بولے کہ ابھی خواب
میں والد مرحوم کو نصیحت کرتے سُنا فرماتے تھے کہ
"اے پسر برخیز شرط ادب نباشد کہ تو خفتہ و
یاراں بیدار" ایک ظریف (قاآنی مرحوم) کہنے
لگے "راست گوئی من آواز آن مرحوم رشنیدم"

ع اے برادر گر خطا رفت ہ ستمکش مشو ز عذر دروغ
کاں دروغت بود خطا دگر ہ کہ بود بار دیگرانرا فروغ

میری جان! ان حکایتوں میں پوری پوری نصیحت
موجود ہے۔ تمھاری دلیلوں میں کوئی قوت نہیں
خدا کے لیے اپنے "اہل الذکر" کو بھیجو وہ میں بھی اس
خط کا پورا جواب لکھنے کے بعد کچھ نہ لکھونگی کیونکہ جو
کوئی دن دہاڑے سورج کا انکار کرے اُسکا منھ
دبانا میرے امکان میں نہیں۔ (باقی آئندہ)

راقم
بوا نصیبن

آل انڈیا خود غرض کانفرنس لکھنؤ

منطق آرا بیگم بنام پنڈت موتی لال نہرو

نمبر ۲

مثل مشہور ہے "مہر الاؤ میری پالکی میں لٹ سے بیٹھ جاؤں" پنڈت جی تم نے ہم عورتوں کیلیے بھی پالکی میں سوار ہوکے اُپلے تھوپنے کا سامان کردیا میں یہ دیکھ کے خوش ہولی کہ ہر تیسرے برس عورتوں کی بھیر ووٹ کا پرچہ ہاتھ میں لیے ٹھیک اُسیطرح نکلے گی
جس طرح برسات کی فصل میں چیونٹیاں اپنے
سوراخوں سے انڈے مُنہ میں دبا کے نکلتی ہیں۔ مگر
پنڈت جی تم نے یہ نہیں لکھا کہ پردے والیوں کے
ووٹ دینے کا کیا انتظام ہو۔ کیا معنی کہ تو انصیبن کی
سلامتی میں ابھی پردے کا جالا علیگڑھ کی جھاڑو
سے چھُٹنے میں دیر ہے۔ مقنع چادر پیچے کا رواج بھی
اچھی طرح نہیں ہونے پایا۔ ہم گھر کی چاردیواری
میں بیٹھنے والیاں وقت کی قدر سے بھی ناواقف
ہیں۔ ہمارے مردوں کے حوصلے بھی اتنے اونچے
نہیں ہیں کہ ہمیں تنہا ووٹ دینے کے لیے گھر سے
نکلنے دیں۔ دروازے پر اُمیدوار صاحب کا موٹر
ووٹر کے انتظار میں کھڑا بُری بُری آوازیں نکال
رہا ہوگا اور ہم سنگاردان سامنے رکھے بالوں میں
تیل ڈالے کھجوری چوٹیاں باندھنے میں مشغول
ہوں گے یہ لٹ باندھی وہ کھولی کبھی لٹ سیدھی
ہوگئی کبھی ٹیڑھی۔ کبھی یہ گہنا پہنا کبھی وہ۔ کوئی
فلسفہ کوئی منطق بُندوں پر بجلیوں کو ترجیح دینے
کی وجہ ظاہر نہیں کرسکتی۔ پھر تم نے قید لگائی ہے
کہ ہر بالغ مرد ہر بالغ عورت کو ووٹ دینے کا حق
ہے غیر بالغ مرد تو ہے آزاد چھڑے چھٹانک وہ
چھڑی ہاتھ میں لے کے نکل جائے گا البتہ عورت
اگر بیاہی نہیا ہی بال بچہ دار ہے تو وہ بغیر بچے لیے
کیونکر ووٹ دینے جائے گی بچہ ساتھ لے تو جھنجھنا
جھُنسنی پوتڑے لہاپے بھی ساتھ لے۔ اے ہاں
جو ووٹ دینے کے خیمے (پولنگ اسٹیشن) میں بچے
نے چھیچھالیدر مچائی تو بڑی خرابی ہوگی۔ اسکے
علاوہ ووٹ دینے سے کوئی مستثنے نہیں ماما اصیلیں
تو ووٹ کو ووٹ پر مقدم رکھینگی میرے نواب کھانا کھینگے
کیا؟ وہی مثل ہوگی "گھر کی بی بی ہانڈی گھر گھتوں ہر گیا"
آدمی کو چاہیے کہ سمجھ کے بات کرے مسلمانوں کا یہ اعتراض
کہ حق تو برابر کا ملا ہے مگر ہم سے ہو نہ سکے گا بالکل
درست ہے۔ مسلمان عورتوں میں شاید سو کی جگہ
دو عورتیں ووٹ دے سکیں۔ لیجیے صاحب انتخاب
رہا ادھورا اور میاں کو آیا نیہا مارے غصّے کے اپنی
بوٹیاں چبا لینگے۔ اُسوقت تم کو پنڈت جی فرے
سے بیوئیں میں پالتھی مارے نعمتیں کھاتے ہو گے
اور ہم گھُرکیاں کھاتے ہوں گے۔

"بیگم تمھارے مارے ناک میں دم ہے۔ لاحول ولا قوۃ
ننگ الکابارنہ تہیہ غارت کردیا کی کرائی محنت اکارت
کردی۔ کمبخت بال سنوارنے میں اتنی دیر لگادی کہ
اینچا تانی کی پٹیاں بگڑ گئیں لے سنڈوا کے سر۔ اور
ہاں ماما کو بھی اتنی مہلت نہ دی کہ وہی مردار بلا سے
منڈیا پر تن چھوڑ جو ٹھلے جھٹ مُنہ دوڑ کے
پولنگ اسٹیشن پہونچ جاتی۔ نہیں سے ہاں بھلا ایک
ہی ووٹ بڑھ جاتا اور ہاں یہ تو کہیے۔ آپ کے
بھائی صاحب کی بیوی کیا کرتی تھیں واللہ اتنا۔
ہو سکا کہ اس آڑے وقت میں کام آتیں اسوقت
اُنھیں کچھ دینے کی سوجھی حالانکہ پہلے سے جانتی تھیں
کہ فلاں تاریخ ووٹ کی مقرر ہے ابھی شب کو میں نے
پھر اطلاع دی۔ واللہ میں تمھارے ماموں سے
بھی ملنا چھوڑ دوں گا اُنکی ماں بہت ناوقت مریں
واہ یوں بھی کوئی مرتا ہے عین ووٹ کے وقت اُنھوں
نے ملک الموت کو دعوت دی خود بھی نہ آئے اور بیوی کو
بھی نہ بھیجا۔ کچھ نہیں تمھارے کنبے والے حد درجہ
کا بوچھے ہیں۔ ان میں سے کوئی ملنے کے لائق نہیں"
ووٹ کا مرحلہ تو دن بھر کا ہے لڑائی کا چرخا چلیگا
برسوں۔ وہ دانتا کلکل ہوگی کہ توبہ بھلی۔

خیر پنڈت جی تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کوئی منطق آرا بیگم صاحب تھیں سے لکھنؤ بندی تھیں کچھ باتیں دل لگی کی اور کچھ صحیح بتائے دیتی ہے جبھی ان پر عمل کرو گے تو مسلمان تمہارا پیچھا چھوڑ دینگے مگر دیکھو اپنے دل میں یہ نہ کہنا کہ ہم نے تو اُلٹے طعنے کے ساتھ بھلائی کی تھی پھر اُلٹا نام دھرتی ہیں کیا میری ساری قوم تمہاری کمیٹی کی شکر گزار ہے۔ وہ باتیں یہ ہیں۔

(۱) ہر عورت اپنے شوہر یا بھائی یا عزیز قریب یا مختار کو اپنا قائم مقام قرار دے سکتی ہے کہ وہ اُسکی طرف سے ووٹ دے (یہ اکسی) یہ ووٹ ہمیشہ صحیح تصور رہیگا جبتک اسکے خلاف کوئی مضبوط وجہ نہ ہو۔ ووٹ دینے سے دو دن پیشتر ہر حلقہ کے چار معتبر آدمی گھر گھر گھوم پھر کے اس کا اطمینان کرلیں کہ نیابت صحیح ہے یا نہیں۔

(۲) پردہ پولنگ اسٹیشن بنائے جائیں جہاں کوئی عورت چاہے تو اپنے ہاتھوں ووٹ دے سکے۔ مگر ہر امیدوار پر فرض ہوگا کہ ایک عدد پر تیح اور ایک نفر ملتیح ہر ایک پردہ دار ووٹر کے لیے مہیا کرے۔ اسٹیشن پر عزت دار عورتیں بھی موجود رہیں جو ووٹ کی سنہڈی سکھا ریا کریں۔

(۳) ایک قانون بنایا جائے کہ ووٹ کے دن چوبیس گھنٹے پیشتر سے کوئی گھر والا اپنے گھر کے زنانے ووٹران سے کوئی خدمت نہ لے۔ (باقی آئندہ)

راقمہ ——— منطق آرا بیگم

———

مولانا پنچ کی نوٹ بک

تازیانہ

خدا جانے لوگ کیا سمجھ کے نام رکھتے ہیں۔ حال ہی میں اس نام کا ایک اخبار لاہور سے جاری ہوا ہے اسکی رونق وہی ہے جو انقلاب وغیرہ کی ہے۔ تازیانہ کی سزا عرب و عجم سے آ کے ہندوستان میں مروج ہوئی۔ عرب میں تازیانہ زنی ایک ذلیل سزا سمجھی جاتی تھی انگریزوں نے "تازیانہ" کا کام بید سے لیا یہ مہذب حکومت مجرموں کے چوتڑ کھلوا کے بید سے اُن پر سزا کا لکھا کھنچواتی ہے۔ ہندوستان کی ذلیل سزاؤں میں جوتیاں مارنا یعنی پاپوش کاری ہے اُس سے اُتر کے لات جیت دھپ ٹھکا مُکا کر لیا گھونسا جا جڑ دیا شائل ڈگ (بازاری محاورات) کا مرتبہ ہے۔ اگر تازیانہ کسی اخبار کا نام ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دیگر نام کسی اخبار کے نہوں عجب نہیں اگر تازیانہ کی ضرب کسی دل جلے پر پڑ جائے تو یہ نام بھی سزا دینے پر نظر آ جائیں بہرحال نام سے کام کی نوعیت سمجھ لیجیے۔

اسمیں کارٹون بھی ہوتے ہیں لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ انتصاب اور غلامی کا مربیانہ مظاہرہ۔ مالویہ اور انصاری کے ہاتھوں حقوق المسلمین کا خون۔ لکھنؤ میں ملت کشی اور قوم فروشی کا بدترین منظر اس قسم کی سرخیاں ہیں تو تازیانہ۔ چار روپیہ سالانہ قیمت ہے حکیم محمد یوسف حسن صاحب اسکے ایڈیٹر ہیں۔

———

اندھے کی جورو

ایک حافظ جی کی زوجہ محترمہ ضرورت سے زیادہ اترائی تھیں ہر وقت آہ سرد لب پرُدرد پر رہتی "آہ

کس پر کروں سنگار خصم میرا اندھا

اے یہ گورا گورا رنگ یہ پتلی نازک کمر یہ ستواں ناک یہ بھرے بھرے گلرنگ رخسار یہ پیارے پیارے دانت یہ پتلی نشیلی آنکھیں میاں دیکھتے تو اپنی آنکھوں کی قسم رات دن پاؤں دابا کرتے۔ حافظ جی یہ گلے سنتے سنتے عاجز آ گئے۔ کہنے لگے بی بی پاؤں دبانے کو تو بندہ اب بھی حاضر ہے مگر جیسی تم اپنی تعریف کرتی ہو ویسی ہی ہوتیں تو مجھ اندھے کے پالے کیوں پڑتیں ڈھنیا کے سپرد نہ ہوتیں۔

ہندوستان میں نہرو سپیشن کا آوازہ بلند ہوا۔ ہندوستان ہے پیدائشی اندھا جہاں اتفاق و اتحاد نہرو کی برکت کی روشنی کجا۔ مولانا حسرت اور پنڈت جواہر لال نہرو کامل آزادی کے طالب ہیں اندھوں کو ایسی جورو کب میسر ہو سکتی ہے۔ پس اگر نہرو کمیٹی کی رپورٹ اپنی تعریف آپ کرتی ہے کہ میں ایسی میں ویسی تو عیب نہیں اندھوں کے واسطے یہی نعمت ہے۔ خوبصورتی کی وجہ سے اندھوں کی اُمنگ بڑھ جائیگی۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ اندھے کا اور دھنیا ہی بے ٹھکم بھدّی جورو کے بچے بھی ماں باپ پر پڑیں۔ یا ادا سے قبول کریں حسینان جہاں تو یورپ کے لئے تھیں وہ بیچارے اندھوں کی طرف نگاہ بھر کے کیوں دیکھینگی۔ آگے اگر خدا نے چیچک والی ہوئی آنکھ والے عنایت کی تو بہتر ہے

زبوں نوکن اسعدت و سر بہار یا کہ تقویم پارینہ ناید بکار

———

باسی کڑھی کا اُبال

کیا کیسے حکومت ہند بیچاری کے بارے میں باس اڑپڑ کے دوست کہا کرتے تھے

ترحم ورنا ئینہ حیران حسن خوشتنی وانمانہ است کہ ہر کس بخود گرفتار است

سالہ ستر برس کے بعد دوستی کی جھانی میں نچا آیا اور سعودیہ لیکا شاید اگر نئے دوست (عراق وحجاز) نہ پیدا ہوتے تو لوگ یہی کہا کرتے تھے

یا وفا خود نہ بود در عالم یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

دفعہ ۵۰۶ کی تولید کو مدتیں گزر گئیں اس مدت میں سیکڑوں دوست دشمن ہوئے اور کئی پرانے دشمن دوست ہو گئے۔ اور یہ خیال نہ آیا کہ اسمیں بہت بڑی کسر رہ گئی ہے یعنی پاس پڑوس کے خود مختار دوستوں کے حق میں بدگوئی کا لحاظ اس دفعہ میں نہیں رکھا گیا۔ اللہ اللہ دوست بھی کیسے؟ ہز ہائنس ابن سعود تعلقدار مکہ مدینہ کے اور ہز ہائنس امیر فیصل والی عراق کے) ہاں صاحب خدا نہ کرے جو کسی کو انہیں کی لت ہو۔

ایک افیمی کی بی بی ہیضے میں مبتلا ہوئیں بیچارے گلاب لینے بازار گئے ٹھیکے پر اسباب دل جمعی خاطر کچھ ایسے فراہم ہوئے کہ تین مہینے کے بعد چونکے گلاب کی شیشی دیکھ کے بی بی یاد آئیں۔ ہاؤں ہاؤں دوڑتے ہوئے گھر آئے اور ساس کے آگے شیشی رکھ کے بولے اماں جان دوڑتے دوڑتے پھیپھڑی ہوگئی بیگم کو دوا پلا دیجیے انشاءاللہ جو آفاقہ ہوا اور ہوا لے جاتا تو اسی سے آرام ہو جائے گا۔

———

نوٹ

تاخیر سے پرچہ شائع ہوتا ہے ایجنٹ اس تاخیر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

شاعری جزو لیست از پیغمبری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شیوہ بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی المسمی بحضرت رشید مع انتخاب مرثیہ رباعی و قصیدہ و غزل و سلام وغیرہ مرتبہ سید آغا شاعر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میرانیس مرحوم کے ایک موثر فرد تھے قیمت علاوہ محصول عہ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۱۹۲۵ء کی چند مکمل جلدیں نظر ثانی جاتی ہیں ... قیمت فی جلد ... محصول ڈاک (۲) جلد ... کے ... نمبر ان نمبروں میں انشا پردازی کے بہترین نمونہ موجود ہیں ... مضامین کے مشتاق ... طلب کرنا چاہیے فی جلد ... علاوہ محصول ڈاک. منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سیج مج ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

سیاحت ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی کا

منظوم سفرنامہ عراق

عجب و غریب نظم ہے ... خلوص ... فائدہ اٹھائیے. قیمت فی جلد ... ٹکٹ بھیجیے یا وی پی ... المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

شرائط ایجنسی

(۱) ... روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا.

(۲) رقم جمع شدہ ... پرچوں کی قیمت ... کر دیجائیگی

(۳) پانچ پرچوں سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی.

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کا ... ہوگا ... ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا.

علاوہ خاص حالتوں کے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے.

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اُنکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ہو نیز ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین. انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا. فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے. حصہ دوم نہایت مقبول ہوا. تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایہ ناز اسمین موجود ہے. قیمت پانچ روپیہ.

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ　　محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار.

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پہونچیں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ بالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو اُنھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اسطرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں در راستہ میں گاؤ غپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانہ پر نیازمند منیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۳۴

مضامین

۱۵ ستمبر ۱۹۲۸ء

بو اصیبن بنام مسٹر غتیائی

(بسلسلہ ۸ ستمبر ۲۸ء)

ہاں مرزا۔ تم کہتے ہو کہ جو ہمارے ہاتھ میں یہ لوگ اس طرح ہیں کہ جو ہم کرینگے اُسکو وہ خود کرینگے"

اور یہ تمھاری نادانی کی دلیل ہے سچے فقیہ یا عالم یا مجتہد جب تک حد درجے کی زحمت اُٹھا کے مسئلہ کی چھان بین نہیں کر لیتے اُسوقت تک منہ سے بات نہیں نکالتے۔ بحث مباحثہ اور تحقیق کے بعد جو کوئی اپنے قول سے پھرے وہ کوئی ترکی ٹوپی والا علیگڑھی ہوگا عمامہ اور مسند والا فقیہ نہوگا۔ یہ تو تمھارے ہم مشربوں کی خاصیت ہے۔ ملکہ ثریا کو دیکھا کہ ولایت میں اوڑھنی برقع پھینک گئیں تھیٹر تماشے دیکھنے بس وہیں سوجھ گئی کہ ایک مسلمان ملکہ کے دل میں جگہ کرنی چاہیے کتاب کا ترجمہ ملکہ صاحب کی خدمت میں بھیج کے افغانستان میں رسوخ پیدا کرنے کا یہ اچھا ذریعہ ہے۔ ولایت والوں کو دیکھا کہ دو بیبیاں رکھنے کے خلاف ہیں ولایت ہے مہذب ملک۔ ہم اُسوقت تک مہذب نہیں ہو سکتے جب تک دین کی راہ سے ایک بی بی کے ہوتے دوسری بی بی کو مثل ماں بہن کے حرام نہ ثابت کر دیں۔ چلو اسی پر کتابیں لکھ گئیں اور ولایت والوں سے بقول مولانا پنچ کے "گریٹ انڈین ریفارمر آف اسلام" کا خطاب لے لیا۔ میرے دل کی پوچھو تو میں چیونٹی بھرے کباب سے گھبراتی ہوں۔ دو جورو والے کی آواز سے نفرت ہے مگر میں ہرگز اس بات سے خوش نہیں ہوتی کہ شریعت کے حکم پلٹے جائیں۔ میری جان مرزا۔ ہمارے ہاتھوں اور سینوں میں قرآن بھی اسطرح پہونچا ہے جس طرح حدیث اور فقہ کی کتابیں۔ قرآن میں اختلاف نہیں اس وجہ سے اُسکے جانچنے (جرح و تعدیل) کی ضرورت نہیں مگر ناسخ و منسوخ کا علم اور قرآنی اصطلاحوں کا حل حدیث و تفسیر کے سوا اور کسی ذریعے سے ممکن نہیں۔ حدیثوں میں ضرور بعض مفسدوں نے روایتیں گڑھی ہیں۔ مگر یاروں کی گڑھنت عالموں سے چھپی نہیں رہ سکتی اسلیے عالموں نے محنت اور جانفشانی کے ساتھ جرح و تعدیل کا ایک خاص فن مرتب کیا۔ اب راہ آسان ہے۔ عمامہ ڈور ترکی ٹوپی پر منحصر نہیں جو محنت کرے وہی دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر سکتا ہے۔

اسلام کے قانون قاعدے نہایت مضبوط اور آسان ہیں۔ جب انسان مجبور نہو ہر قاعدے کی پابندی اُس پر فرض ہے اور جب پوری طرح مجبور ہو جائے تو آسانی کے ساتھ ہر قاعدے کر توڑ سکتا ہے۔ جو قانون کبھی عارضی طور پر توڑ دیا گیا ہو وہ دلیل میں پیش کرنے کے قابل نہیں۔ ایسی گواہیاں وہی لوگ اپنے دعوے کے ثبوت میں لاکے درخشی کرتے ہیں جو ان مضبوط قاعدوں سے جلتے ہیں۔ انھیں اپنی ضرورتوں کے مخالف سمجھتے ہیں۔ یا اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں رُکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ میں یہی بات پہلے بھی کہہ چکی اور جب تک تم کہلواؤگے برابر کہونگی۔ چاہے تم بھلا مانو یا بُرا خواہشوں کے لے پالک بندوں کی دنیا میں کمی نہیں۔ رسول اللہ کی آنکھ بند ہوتے ہی ایک اللہ کی بندی "سجاح" نامی اپنی فصاحت کے زعم میں نبوت کا دعوی کر بیٹھی اُس نے اعلان کر دیا کہ ملک و مال سے مجھے غرض نہیں۔ خمس و زکواۃ میں بندی کا کوئی حق نہیں۔ میں تو نبوت کا دعوی کرتی ہوں۔ لوگوں ملک جو میں فتح کروں وہ بھی تمھارا اور لوٹ کا مال بھی تمھارا۔ تم خود ہی آپس میں بانٹ لو اور جسے چاہو اپنا امیر بناؤ میں دخل ندونگی۔ اسے لیجیے اتنا اعلان ہوتے ہی قبیلے کے قبیلے ایمان سے منھ موڑ کے اس چربانک چالاک عورت کے ساتھ ہو لیے۔ کسی قاعدے قانون کی پابندی نہ تھی۔ مرد بھی آزاد عورتیں بھی آزاد۔ پردہ اُٹھا نقاب کا بند ٹوٹا۔ نماز روزے کی قید سے رہائی ملی رسول کے اخلاقی حکموں کی تعمیل دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی۔ انکے موافق ہوا جو چلی تو سب کے سب فرشتہ ہو گئے یہاں چھاپا مارا۔ وہاں ڈاکا ڈالا۔ بنو تغلب نمر اور ایاد کی دھاک بندھ گئی۔ بی سجاح نے مسیلمہ بن ثمامہ کا نام سُنا تھا کہ وہ بھی اسی جنون میں مبتلا ہے جس میں یہ بندی ہے۔ یہ بھی سُنا تھا کہ صورت شکل کا اچھا ہے جو بات بن گئی تو نبی اور نبیہ کا جوڑا لگ جائے بس فوراً وحی نازل ہوئی۔

"علیکم بالیمامۃ فانھا دار ثمامۃ تلقی مسیلمۃ بن ثمامۃ فان کان نبیا ففی النبی علامۃ و ان کان کذابا فلقومہ الندامۃ فانھا عبرۃ مدامۃ لا یلحقکم بعدھا ملامۃ"

(تم پر یمامہ کی طرف کوچ لازم ہے کہ وہاں کا ثمامہ حاکم ہے۔ مسیلمہ بن ثمامہ سے ملاقات ہوگی۔ آزمائش کی گھات ہوگی۔ اگر وہ نبی ہے تو نشانیوں سے پہچان مل جائے گی اور جو وہ رنگا سیار بنا وٹی

نہیں ہوا تو پھر موسے کی خاصت آئیگی۔ انگی قوم
فرمائے گی۔ ہمیشہ کے لیے نصیحت پائیگی تمہارا
قول بالا ہوگا۔ جھبر لے کا مُنھ کالا ہوگا)۔
وحی کا اشارا پاتے ہی عرب کے بڑے بڑے
سردار جیسے عطارد بن
حاجب اور عمر بن اہتم
اور اقرع بن حابس
اور شبیب ابن ربعی
اسکے پیچھے گئے (منقول
از کتاب انواع الاسجاع
مصنفہ ابن ابی الاکل
فی کرش ہے کچھ ہمزبل
یہ منقول یا مد پہونچی
میاں مسیلمہ کے حواس
پھیترے ہوے انگور
انار سیب کی ڈالی
بھجوائی۔ اشتیاق
نامہ لکھا کہ پیاری
تم پر جان جاتی ہے
دہے نصیب میرے
جو پی بلا ے میرے
گھر آئیں ؎
سر پہ آنکھوں پہ کلیجے
پہ بٹھاؤں تجھکو
آمری جان گلے
سے میں لگاؤں تجھکو
فوج سے ڈر ہو نہیں
خود ہی سفر آخرت پر
تیار ہوں مگر بستر تولی
سے مجبور ہوں ناچار
ہوں نیزے تیر تلوار
گرز اور کمند کی حاجت ہی کیا ہے پلکوں کی
برچھیاں چلاؤ نگاہوں سے تیر برساؤ گھونسوں
کے گرز لگاؤ زلف کی کمند میں پھنساؤ۔
ابرو کی دھار سے شہید بناؤ۔ آؤ پیاری

آؤ۔ خیمہ علیحدہ موجود ہے جوانی کا لطف اٹھاؤ۔
ثواب کماؤ۔ عاشق کو زیادہ نہ تڑپاؤ۔ شربت
وصل پلاؤ دل بریاں کا توس کھاؤ۔ جگر کے کباب
اڑاؤ ؎

سکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
یاروں نے اپنے کہہ دو کہ جائیں مکان کو

اشتیاق نامہ پہونچتے ہی نگوڑی اُدماتی کی رگ پھڑکی
بنی حنیفہ کے چالیس نوجوان اردلی میں لے کے

دھگڑے کے گھر پہونچی وہاں خیمہ میں سیج آراستہ تھی
پہلے کچھ گالی گلوچ کے سوستے مسیلمہ صاحب نے بی بی
کی فرمائش پر ثنائے جلکے معنی کہتے کہے تو شرم آتی ہے
گمزادوں کے سمجھانے کے لیے اتنا کہہ سکتی ہوں کہ
جو سورے و معاذ اللہ
خدا کی طرف سے نوٹس
ہوسکتے اس کو کاپیٹ
نے بھیجے ہیں اور جب
تہیں پھر آپس میں
دار مدار ہوا نبی کا
بازو بیتہ کے گلے کا
ار ہوا۔ وہ کہتی تھیں
پیارے صلی اللہ علیک
تم سچے تو وہ فرماتے
تھے جانی صلوٰۃ اللہ
علیک تو برحق۔ بگوڑی
اپنا مُنھ کالا کروا کے
جو ملٹی تو ساتھ والوں
نے آڑے ہاتھوں
لیا۔ "ارے تم کیسی
نبی تھیں جو بے مہر
لیے نکاح کر بیٹھیں۔
غریب غربا بھی اپنے
مقدور بھر مہر لیتے
دیتے ہیں۔" ساتھیوں
کے کہنے سے بی
سجاح مسیلمہ کے
پاس پلٹ گئیں
اس نے پوچھا خیر
شد ہ؟ تو کہا واہ
نہ مہر نہ مہر خواہ مخواہ
کا قہر۔ مجھے لوگ نام رکھتے ہیں تمہیں بدنام کرتے
ہیں۔ لے جلدی سے مہر دلواؤ تو سدھاری گھر
سدھارے مہر کا نام سُنتے ہی مسیلمہ صاحب
چونکے فرمایا ارے بڑی چوک ہوئی۔ بی بی انسان ہوں

ڈاکٹر صاحب
بے وقت کی شہنائی
حاجی صاحب

حاجی: پین پیں پیں پیں ٹیں ٹیں ٹیں ٹیں۔ "گا باج توری بتیاں نہ مانوں رے۔
دگا باج توری بتیاں نہ مانوں رے نہ مانوں رے دگا باج"
ڈاکٹر: اجی کانفرنس میں تمہاری شہنائی کیوں بند ہوگئی تھی۔ وہیں دوسرے نئے کاروں سے
سُر ملانا زیادہ مناسب تھا مگر اب تو بے وقت کی ہے"

بھول چوک ہے کیونکر بچ سکتا ہوں بڑے بڑوں سے چوک ہوتی ہے دیکھو ساٹھ ستر برس کے بعد ہندوستان کی انگریزی حکومت کو دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند میں اپنی فروگزاشت یاد آئی تو بھلا میں کس گنتی کس شمار میں ہوں۔ اچھا بتاؤ تمہاری فوج کا مؤذن کون ہے؟ بی سجاح نے کہا "شبیب بن ربعی ریاحی" بولے کہ جاؤ اُس سے کہو فوج میں منادی کردے "محمد رسول اللہ نے پانچ وقت کی نماز واجب کی تھی مسیلمہ نے تم پر سے صبح اور شام کی نمازیں مہر میں اس مبارک نکاح کے ساقط کردیں۔"

راوی کہتا ہے کہ ان پانچ رکعتوں میں چند دقیقے صرف ہوتے تھے خدا کی عبادت میں اتنا سا وقت کیا حقیقت رکھتا ہے مگر نہیں حکم سنتے ہی لوگوں کی باچھیں کھل گئیں دف بجنے لگے پگڑیاں اُچھلنے لگیں وہ دھوم دھام ہوئی کہ عرب میں ہمیشہ یادر ہے گی۔

گویا کوئی بڑا خزانہ ہاتھ لگا۔

مرزا۔ یہی حال آج بھی ہے جب اسلام کا کوئی بندھا ہوا دستور کسی ہٹ جھٹ بے باک شخص کے ہاتھوں ٹوٹتا ہے تو شادیانے بجنے لگتے ہیں۔ گویا دُنیا برسوں سے پیاسی بیٹھی ہوئی تھی کوثر کا دہانہ کھل گیا۔ یا اسلام نے زنجیروں میں جکڑ دیا تھا فلاں شخص کے ہاتھوں نہ دی آزاد ہوئی۔ اگر اسلامی دستوروں میں ایسے ہی کانٹے بھرے ہیں تو پھر لوگ کیوں اسکا نام لیتے ہیں بغیر مسلمان ہوئے بھی زندگی کا چین عیش حاصل ہو سکتا ہے۔ اور ہندوستان میں تو کوئی ایسا قانون بھی نہیں جو کسی کو مسلمان رہنے پر مجبور کرتا ہو۔ ناقص اور بُرا مذہب رہی ہے جسکے ماننے والے اسمیں ہر قدم پر ترمیم اور اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہوں۔ شہرت حاصل کرنے کا یہی آسان ذریعہ ہے کہ کسی نہ کسی مذہبی اصل سے انکار کردو بس کچھ لوگ مخالف ہو جاتے ہیں کچھ موافق بموافقت سے زیادہ مخالفت شہرت کا باعث ہوجاتی ہے۔ جو یہی حال رہا تو اسلام کی ہانڈی ایک دن مزید کی ہانڈی ہوجائے گی۔ مزید کی حکایت سُنو یہ بیچارے بیٹھے گوشت اُبال رہے تھے دوستوں کا ایک گروہ سر پر نازل ہوگیا۔ ایک نے چمچہ ڈال کے بوٹی نکالی اور منھ میں رکھ کے کہا "سرکہ کی کمی ہے" دوسرے نے لوتھڑا نکالا اور بولے "نمک نہیں ہے" تیسرے نے مزا چکھ کے نام رکھا "گرم مصالحہ کم ہے" چوتھے نے بوٹی نگل کے ظاہر کیا "ہنڈیا بغیر ساگ کے بدمزہ ہے" دیکھتے دیکھتے ہنڈیا خالی ہوگئی۔ ایک ننھا سا چھیچھڑا باقی رہ گیا میاں مزید نے دیکھا کہ چوکے اور مارے پڑے۔ جھٹ سے وہ چھیچھڑا اُٹھا لیا اور کہنے لگے بھائیو سرکہ نمک گرم مسالا اور ساگ گیا اپنی ایسی تیسی میں اب تو ہنڈیا گوشت ہی کی محتاج ہے۔"

مرزا۔ مجھے ڈر ہے کہ اسلامی دستور یونہی یورپ کی تہذیب کے حلقوں ایک ایک کر کے ہضم ہوجائینگے اس ہنڈیا میں خاک اُڑتی نظر آئے گی۔

میں نے جو کہا کہ مرد عورت کا نگہبان ہے تو تم نے اُسکا یہ جواب دیا کہ

"عورت بھی مرد کی نگہبان ہے۔ عورت اپنے شوہر کے چال چلن کی بہترین نگہبان ہے......"

اگر آج ان تعلقداروں کی بی بیاں پردہ سے باہر نکل آئیں جو چوک میں گلچھرے اڑاتے ہیں۔ اور جنکے تعلقے کورٹ ہیں تو انکے گلے میں ایک ایسی گھنٹی پڑجائے کہ جس کی آواز سُنکر تمام چوہے بھاگ جائیں اور اگر تعلقہ دار صاحب کو زندگی چھوڑنا پڑے اور یا بی بی چھوڑنا پڑے۔

مرزا۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ شریف عورتیں میاں کی ازار میں قفل لگانے رنڈیوں کے کوٹھوں پر نہ جائینگی۔ اور پردہ اُٹھ جانے سے دوسرا نکاح کرنے کا حق مردوں سے چھن نہیں سکتا۔ رنڈی تو ایک عارضی عارضہ ہے۔ ہمیشہ کے لیے پانچ ہاتھ کی سوت جو چھاتی پر مونگ دلے گی وہ جان لیوا بیماری ہوگی۔ یہ کیسی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔ جہاں پردہ کا رواج

نوٹس

بعدالت جناب سید حسن ارشاد صاحب بہادر منصف اسپیشل بمقام سلطانپور

مقدمہ اجراء ڈگری نمبری ۱۹۲۸/۱۵ء

مساۃ سرنگی کنہار جہ رام بلی ساکن کشندا سپور پرگنہ الدیہ تحصیل کادیپور ضلع سلطانپور ڈگریدار ہے

بنام

لیاقت حسین وغیرہ مدیونان

بنام علی کو سرورا سید ریاست حسین ساکن بلھن پور پرگنہ الدیمعال دار ضلع ۲۰ ماڈ محر تھانہ ا ماڈ۔

ہرگاہ ڈگریدار نے بذریعہ درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ لعلت مطالبہ ڈگریدار جائداد غیرمنقولہ نیلام کی جاوے۔ لہذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے تاریخ ۲۵ ماہ اکتوبر ۱۹۲۸ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست مذکور تمہاری غیرحاضری میں سماعت کی جاوے گی۔ اور بتاریخ مذکور حاضر عدالت خود ہو کر بیان کرو کہ آیا جائداد نیلام طلب تمہاری موروثی ہے یا کسبی۔ بتاریخ ۱۳ ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

وقت حاضری بدفتر ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

نہیں ہے وہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ رنڈی بھی ہے دوسری جورو بھی ہے۔ ہاں یہ کہو کہ عورت بھی "تم کرو گے رام جنی تو ہم کرینگے رام جنا" کہہ سکتی ہے تو جو عورتیں اس قماش کی ہوتی ہیں وہ اب بھی یہی کرتی ہیں۔ . . . .

. . . .

پردہ کوئی سپاہی تو ہے نہیں جو کسی کو پکڑ رکھے۔ پردہ تو اسلیے ہے کہ عصمت دار عورتوں کی عصمت پر غیروں کی رال نہ ٹپکے۔ یا اسلیے کہ علانیہ بدکاری کا بازار گرم ہونے پائے۔ خدا نہ کرے جو بے حیائی پھیلے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ جو گناہ عام ہو جاتا ہے وہ پھر گناہ نہیں رہتا۔ اگر مردوں نے بے غیرتی پر کمر باندھی اور عورتوں نے ان کا ساتھ دیا تو بے شک بے پردگی اسکی ذمہ دار ہوگی۔ تمہارے اس قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم عورت اور مرد کو ایک ہی ناچ ناچتے دیکھنا پسند کرتے ہو۔ بے پردگی سے بے غیرتی پیدا ہوگی اور جب غیرتی پھیلی تو نہ میاں کو بی بی کی پروا رہے گی نہ بی بی کو میاں کی۔ غیرت دار مرد وا دھکی ہی میں مرجاتا ہے۔ استاد محمد بن بکر رازی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ فوج نے آذربائیجان پر چڑھائی کی ایک کوئی سپاہی فوج کے ساتھ تھا اُسنے ایک خوبصورت لونڈی خریدی اور بی بی کو چڑھانے کے لیے لکھا کہ اب مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں۔ حور پہلو میں ہے جب تک لڑائی سے واپس آؤں اُسوقت تک مزے اڑاؤں گا۔ بی بی بھی چلبلی تھی اُس نے جواب میں لکھا کہ تمہاری کو بھی پروا نہیں تم جب آؤ گے تو دیکھو گے کہ ایک گبرو جوان چھیلا چھبیلا بانکا تمہارے بستر پر آرام کر رہا ہوگا۔ اتنا سنتے ہی میاں پیٹ پکڑے دوڑے گھوڑے پر لونڈی کو بھی بٹھا لیا۔ آتے ہی بی بی سے پوچھا تمہیں میری جان کی قسم سچ بتاؤ کیا تم وہی کرتیں جو تم نے خط میں لکھا تھا۔ عورت نے کہا بیٹھ بھی مردوئے "واللہ فی قلبی اعظم واجل وانت فی عینی احقر واذل من ان اعصی اللہ فیک" خدائی قانون میرے دل میں تجھ حقیر و ذلیل مردوے سے کہیں زیادہ وقعت رکھتا ہے تو بیچارہ ہے کس شمار میں جو تیرے لیے میں اپنے خدا کی گنہگار ہوں۔ تو نے جیسی بات کہی ویسا میں نے جواب دیا کہو اب تو رقیب کی جلن کا مزہ چکھا کہ کیسا ہوتا ہے؟ میاں نے لونڈی کا بیع نامہ بی بی کے نام لکھ کے چھاؤنی کی راہ لی۔ باقی آئندہ

راقمہ

بدنصیبن

———•———

عذاب جان

مولانا پنچ۔ یہ صحیح ہے کہ متمدن دنیا اپنے وطن کی خدمت کو خدمت مادر و پدر سے زیادہ اہم اور ضروری خیال کرتی ہے اور یہی ہونا چاہئیے۔ مگر سہ

ہر کسے را بہر کارے ساختند

خدا سلامت رکھے ہمارے ہندوستان کو عموماً اور ہمارے صوبہ کو خصوصاً۔ یہاں کے افراد بہ نسبت دوسرے مقامات کے زیادہ خود فراموش ہیں۔ یہاں ایسے صدہا واقعات ہو چکے ہیں کہ صاحبزادے ہے ازل کا عنین ہیزادہ خصلت مونث طبیعت۔ مگر بابا کو صاحبزادے کی شادی کی فکر میں نیند آتی ہے نہ خود ناشناس صاحبزادہ دولھا بننے کی ہوس میں رات کو سوتا ہے۔ صاحبزادہ تو خیر ابھی بچہ ہے اس سے واقف نہیں کہ دولھن کا مصرف کیا ہے سلامتی سے ابا جان باوجود ایک درجن لڑکوں کے باپ ہونے کے یہ نہیں جانتے کہ صاحبزادہ دولھن لے کے کیا کرینگے گویا انھیں اتنا بھی یاد نہیں رہتا کہ اب سے دور ہم نے جو بھیا کی اماں کے ساتھ بیاہ رچایا تھا تو کیوں۔ بھیا کی اماں کہتی ہیں کہ "اے ہے زندگی کا کیا بھروسا اپنے بھیا کا سہرا دیکھ لوں۔" بھیا کے بابا منھ لبور کے فرماتے ہیں "سچ ہے بیوی سچ ہے بس میاں کی شادی کا مرحلہ طے ہو جائے تو ہم تم حج کرتے چلے جائیں۔"

جس معمورے کا یہ حال ہو وہاں جہلا کے دل میں میونسپلٹیوں کی صدر داری کی ہوس آنریری مجسٹریٹی اور آنریری منصفی کی تمنا کوئی بڑی بات نہیں۔ میونسپلٹی کا انتخاب عام کی بدولت پھوہڑ کندۂ ناتراش ممبروں کی دست برد سے کسی قدر محفوظ ہوگئی ہے اگرچہ تاحال زرپاشی کے طفیل میونسپلٹیوں پر یہ شکل کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ لیکن خال خال۔ ہاں تصدق حاکم ضلع و بطفیل خود غرضی حکومت آنادی مجسٹریٹوں اور کلکٹروں کی عنایتیں ابر کرم کی طرح جھما جھم برستی اور عدل و انصاف کی کھیتیاں نشو و نما کو ترستی ہیں۔ بعض کانگرسی ہک بہٹ تو یہ کہتے ہیں کہ حکومت جان بوجھ کے ایسے گھامڑوں کو منتخب کرتی ہے جو ناطری نائی کی طرح اپنے عدل و انصاف کا ختنہ جڑ پیڑ سے کر دیں اور وہ لنڈورا ہو۔ اخواہان ہندوستان کی زبان شکایت پر یہ کہہ کے کمیری چڑھا لے کہ ابھی تک ہندوستانیوں کو ختنہ کرنے کا سلیقہ بھی نہیں پھر اہم آپریشن کی خدمت کیونکر انکے سپرد کی جائے۔ مگر ہم بدگمانی سے بہت دور ہیں۔ ہم ان حاکموں کو بھی ان بھر اماں باوا سمجھتے ہیں جو اپنے بن سونڈ کے ہاتھی یعنی صاحبزادے کی شادی کی ہوس میں دن آہ و زاری شب اختر شماری میں بسر کرتے ہیں۔ چاہے بہرحال نتیجہ یکساں ہو۔

مولانا پنچ۔ یہ تو تھا جملہ معترضہ بطور تمہید مگر اب سنیے حال۔ واللہ عذاب میں جان ہے۔ خدا خدا کر کے مچھروں کی نغمہ سرائی و سامعہ نوازی کا سلسلہ کم ہو چلا ہے کھال پر سوزن کاری اور پکھن سازی کا کارخانہ اُجڑنے والا ہے صبح ہوتے منت و خوشامد سے نیند آ جاتی ہے۔ مگر پھر بھی جان عذاب میں ہے لوگ نیند کے دشمن ہیں۔ ہزار دشواری نیند کا ہرن رات بھر اپنے پیچھے طواف کرا کے پچھلے پہر رام ہوا سونے کا اہتمام کیا۔

ہز ہائنس تعلقدار مکہ و مدینہ

حکومت ہند

دوستاں را کجا کنم محروم
منکہ با دشمناں نظر دارم

تعلقدار:۔ اجی حضرت یہ دوستی ہے کہ دُنیا مجھے بُرا کہتی ہے اور آپ شربت کے سے گھونٹ پیتے ہیں۔"

حکومت ہند:۔ دوست گھبراؤ نہیں ایسا بلڈاگ پالا ہے کہ دوست ہو یا دشمن کسی کی پروا نہیں کرتا صرف ہندوستانیوں کا دشمن ہے لینا تو شیرا کہا اور جھپٹ پڑا۔"

آنکھیں محراب ابرو کے نیچے سربسجدہ مولیں خطیط ولذیز (خراٹا) نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے تھے کہ شیاطین نے رسی چار (ڈھیلے بازی) پر کمر باندھی۔ دھڑ پڑ۔ دھوں دھاں۔ اے لیجیے سارا حج باطل۔ ارے بھئی کون ہے ؟۔

"اجی نہت بے خبر سوتے ہو۔ پکارتے پکارتے حلق تھک گیا۔ اگر ہم ڈھیلے نہ پھینکتے تو شاید تم قیامت تک نہ جاگتے"

"خیر باشد۔ یہ منھ اندھیرے مجھ غریب سے کیا کام ہے جو آرام میں خلل ڈالتے ہو"

"تمھارا آرام گیا اپنی ایسی تیسی میں۔ کھولو دروازہ کھڑے کھڑے ٹانگیں دُکھنے لگیں۔ بھلے مانس ہم بھی رات بھر جاگے ہیں"

"پہلے یہ فرمایئے کہ آپ ہیں کون ؟"

"ہائیں۔ تمھیں واللہ۔ ابھی ابھی تک آواز نہیں پہچانی۔ خوب۔ ابھی ہیں کون ؟ وہی تمھارے خاں بہادر کے سالے کے داماد کے بھانجے کے سوتیلے بھائی کے خسر کے چچا زاد بہنوئی کے ماموں کے پھوپھی کے نواسے کے دریا سسر کے سمدھی کے مختار کے حقیقی دوست"

"خدا سمجھے تم سے اور تمھارے خاں بہادر سے۔ اچھا آؤ گھر میں آؤ"

اتنی گفتگو کے بعد سنت رسول یاد آئی سلام علیکم۔ علیکم السلام مزاج بخیر۔ شب بخیر کیوں زحمت فرمائی۔ معاف کیجیے گا میں نے جناب کو مطلق نہیں پہچانا اتنا یاد ہے کہ کہیں دیکھا ضرور ہے۔

سبحان اللہ۔ یاد کیجیے ۱۵ء کی بارش میں آپ کھرپا کے درخت کے نیچے کھڑے تھے اسوقت آپ نے سگریٹ سلگانے کے لیے کسی سے دیا سلائی مانگی تھی۔ بندہ وہی پرانا دوست ہے واللہ دنیا تو تنکا توڑنے کا احسان مانتی ہے۔ آپ منھ کو (بقول بو العصیین کے) جھلسا دینے کا احسان بھول گئے۔ بھئی بڑے بھلکڑ ہو۔"

"اچھا جناب پرانے دوست صاحب زحمت فرمانے کا مطلب بیان کیجیے"

"اسے حضت ضرورت ہی سوال ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ میونسپل الکشن قریب ہے"

"جی ہاں صرف تین ماہ باقی ہیں۔ پھر میں کیا کروں۔ قریب ہے تو ہوا کرے"

"میں نے کہا آپ ٹھہرے شاعر آدمی کہیں بھول نہ جائیں"

"خدا غارت کرے آپ کو بھی اور بندے کی شاعری کو بھی۔ چلیے وہاں سے عذاب میں جان کرنے"

"خیر آپ بگڑیے نہیں مگر یاد رکھیے بوٹ کا مستحق بندہ ہے"

"بوٹ (کشتی) کی ضرورت ہے تو ملاح کے پاس جائیے"

"اجی بوٹ نہیں "ووٹ""

"خیر حضرت چلتا دھندا کیجیے۔ جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔ مگر یاد رہے کہ آیندہ اگر آپ نے اسوقت تکلیف فرمائی تو واللہ وہ بے نقط سناؤں گا جو کسی ڈکشنری میں نہ ملیں"

ابھی آسمانی دوڑ میاں آفتاب دُنیا کے پولنگ اسٹیشن میں داخل ہونے والے تھے۔ ستوا کون۔ لوٹا اُٹھایا کہ رات بھر کی الگذاری تحصیل میں جمع کردیں۔ سگریٹ سلگا کے مُنھ میں دبایا آگ اور پانی ساتھ لے کے بیت الخلا کے آستانے پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک اور بانگ بے ہنگام سنی "کون ہے؟"..... "میں ہوں میں"....

"اچھا میں ہوں۔ تو تم درنا "تمارے دانی"

....."یعنی ؟"..... "یعنی یہی کہ نہ میں کا مطلب بندہ سمجھا نہ ترانے کے معنی حضور سمجھے۔ بھلے مانس دمیں "کسی کا نام نہیں ہوتا معاف کیجیے گا آپ عجب نامشخص ہیں"

غرض پھر دروازے کی کنڈی کھولی "آئیے جناب مِن صاحب"

ان حضرت نے بھی وہی ووٹ کی فرمائش کی اور مجھے آئی ہنسی کیا معنی کہ سلامتی سے آپ کے پاس نہ دولت ہے نہ لیاقت۔ خصوصاً لیاقت کا یہ حال ہے کہ دستخط کرنا بھی محال ہے۔ اُنھوں نے دماغ چاٹنا شروع کیا۔ بندہ ڈھونڈھ کے دوسرا لوٹا لایا اور ہاتھ کھینچا کہ چلیے اب ہم اور آپ اطمینان سے بیت الخلا میں تخلیہ کی گفتگو کرینگے۔ اب تو حضرت بھنانے لگے "ہیں ہیں" کرنے۔ بندے نے کمر بندکو جھٹکا دیا وہ لوٹا۔ بیچارے اُمیدوار صاحب کھسیانے ہوکے پیجامہ پکڑے بھاگے۔ مگر واللہ اس کشمکش کی تاب پاخانہ کسی طرح نہ لاسکا۔ اب اکڑوں بیٹھ کے لاکھ لاکھ خوشامد کرتا ہوں قصیدے پڑھتا ہوں حضرت آسمان ہی پر چڑھے جاتے ہیں جتنا مجھکاؤ اُتنا ہی اُلار۔ پاخانہ تھا یا بھانڈوں کے زچا خانے کی نقل "ارے بھائی کنکوا منگادینگے نکلو۔ ہوائے دینگے نکلو۔ مٹھائی کھلائینگے نکلو" توبہ کیجیے وہ کس کی سُنتا ہے۔ خاموش ہے انکاری گردن بھی نہیں ہلاتا۔ ہاے کیا جان عذاب میں ہے میاں پاخانے صاحب نے قاصد بھی نہ بھیجا کہ بلا سے کچھ تفریح ہوجاتی "الفرج بعد الشدہ" دیہی "الفرج بعد السدہ" ہی سہی سہ

قراقرے نہ ڈکارے نہ شور شر دُنڈے
کسے زبستگی مانمی برد خبرے

آپ جانتے ہے تو یہ گندی چیز مگر بے اسکے بڑے بڑے طاہروں کی زندگی دشوار ہوجاتی ہے۔

جنڈیل صاحب بہادر یا جرنیل صاحب بہادر

میونسپل کمشنر بننے کی خوشی میں انڈے انڈے پھرتے ہیں یہاں بندہ چارپائی پر پیٹ پکڑے پڑا ہے " عذاب میں جان ہے " جہنم میں جائے ووٹ - خدا کرے یہ شخص کبھی ممبر نہ بنے کمبخت کی امیدواری نے یہ سیاہ دن دکھایا اگر یہ کمشنر ہوگیا تو شاید یہی حال شہر بھر کا ہوگا - پھر تو میونسپلٹی کو مہتر رکھنے کی حاجت نہ ہوگی - لوگ قضائے حاجت ہی کو ترسینگے مہتر کیوں درکار ہونگے -

لعنت باد بر جہالت ملک - ہائے کوئی گلاب اور سکنجبین لاؤ - آلو بخارے کھلاؤ -

راقم ---- ۴

سرکوب

پنچ مل - خدا - خدا مل پنچ

بہانہ بازی

ایک عفیفہ عورت اپنے عاشق کے قابو میں کسی طرح نہ آتی تھی - لالچ دلایا - گھر کے گرد چکر لگائے - مہترانی کے ہاتھ رقعہ بھیجے - کنکوے میں اشتیاق نامہ باندھ کے ہوائی آلات سے پیامبری کا کام لیا - اپنے گلے پر چھری پھیر کے خودکشی کا ارادہ ظاہر کیا مگر رجانہ قبول ہونا تھی نہ ہوئی - آخر ایک پرانی ڈائن کٹنی کے آگے ہاتھ جوڑے کہ للہ اس آہوے وحشی کو رام کر میرے جینے کا سرانجام کر - روپیہ دنیا کا قاضی الحاجات ہے کٹنی راضی ہوگئی ایک ڈگری میں شیشہ موتی مسی کاجل سرمہ رنگ کی پڑیاں لیس فیتہ صابن تیل کا گنا رکھ کے بڑی بی نے سوداگری کا ڈھچر پھیلایا - سستے داموں محلوں والوں کے ہاتھ سودا بیچ کے ایسا رسوخ پیدا کیا کہ جب کبھی پھیری میں دیر ہوجاتی تو لوگ انتظار کرتے یہ سادہ لوح سادہ دل عفیفہ بھی بڑی بی سے مانوس ہوگئی - بڑی بی ننھی ننھی بھولی بھولی باتیں کرکے اس کا جی بہلاتیں تنہائی میں رفیق و مونس کی خدمت انجام دیتیں

ایک دن بڑی بی نے برسبیل تذکرہ اپنی بیٹی کی مصنوعی رام کہانی چھیڑی آنکھوں میں آنسو بھر کے کہنے لگیں ہائے بچی تیری قسمت خدا کی مار ایسے ظالم خصم پر کہ جاں چوٹ کی مار دیتا ہے نہ روٹی نہ کپڑا - ہمدردی عورتوں میں بہ نسبت مردوں کے کہیں زیادہ ہوتی ہے سننے والی کی دکھتی آنکھ دیکھ کے نرم ہوگئیں اسوقت بات رفت و گزشت ہوگئی مگر اب بڑی بی اپنی بیٹی کا افسانہ روز کہنے لگیں آج یہ ہوا کل یہ ہوا پرسوں یہ ہوا - افسانہ سرائی کے ساتھ ہی بڑی بی خوفناک صورت بنا ہاتھ چھاتی پر مار کے یہ بھی سُنا دیتی تھیں کہ ہے ہے میں ڈرتی ہوں مردوا ہے بڑا عامل سیانا کہیں اُس بندی کی بیٹی کو بھیڑ بکری نہ بنا دے خدا کے لیے بی بی جو حال میں تمھیں ہمدرد سمجھ کے سُناتی ہوں کسی سے کہہ نہ دینا جو اسکے کانوں تک آواز جائے اور وہ جادو کردے - مہینے بھر تک خوب کان بھرتی رہیں بعد اسکے ایک دن جو آئیں تو گھر کی پالی کُتیا کو ساتھ لائیں کُتیا کی آنکھوں میں خوب نمک مرچ بھر دیا تھا کمبخت کے آنسو جاری تھے - اپنی آنکھوں میں بھی پیاز کا رانگ نچوڑ لیا تھا خود بھی آنسو بہا رہی تھیں - اس نیکبخت نے پوچھا کیا ہوا بڑی بی ؟ بڑھیا بولی ہوا کیا بی بی - وہی جسکا ڈر تھا - بات کو صاحبزادی سے اُنکے میاں نے کسی بات کی فرمائش کی - صاحبزادی نے کیا انکار بس اُس موے کو جو سڑی پن سوار ہوا تو ماش کا دانہ پھینکا اور یہ کہا بن جا کُتیا - ہے ہے بیچاری کُتیا ہوگئیں - اب بھی اماں کی للک ایسی ہے کہ پنڈ نہیں چھوڑتیں سایہ کی طرح ساتھ ہیں ہے ہے میری بچی اماں بندی تیرے خصم کا کیا بنا سکتی ہے - تونے بُرا کیا جو مردوے کی بات نہ مانی - یہ کہا اور کُتیا کو گلے لگا کے زار قطار رونے لگی آنسو پونچھنے کے بہانے آنکھوں میں سرمۂ فلفلی کی چٹکی بھر دی تاکہ تجدید اشک ریزی ہوجائے - کُتیا کا حال دیکھ کے یہ غریب اپنے دل میں ڈری خیال ہوا کہ میں بھی ایک مردوے سے انکار کررہی ہوں کہیں میرا بھی یہی حشر نہ ہو دل اتنا دھڑکا کہ بڑھیا سے مشورہ کرنے پر مجبور ہوئی -

بڑھیا یہی چاہتی تھی سنتے ہی کھل گئی بی بی نے دیکھا شکل شبیہ کیسا وہ کون ہے جو تم پر مرتا ہے - اس عورت نے سراپا بیان کیا - بڑی بی سر ہلا کے بولیں - اوفوہ بہ مردوے خدا سمجھے اس بندی کی بچی کی زندگی برباد کر چکا اب اس غریب کے پیچھے پڑا ہے -

جادو چل گیا آدمی سے کُتیا بن جانا کون پسند کرتا - جیٹ منگنی پٹ بیاہ -

راوی کہتا ہے کہ آجکل اسمبلی میں قانون تحفظ عوام کا طوطی بول رہا ہے وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جواہر لال نہرو روس جا کے بڑے ہتھکنڈے سیکھ آئے اور اسکے بعد ہی مسٹر ایم ان رائے کے نام سے ایک خط چھپا - بزبان پنچ اُس خط کا مضمون یہ تھا کہ مردوا جادو سیکھ آیا ہے عجب نہیں جو اپنی مرضی کے مخالف بات سن کے ابھی بھلی حکومت پر انجھر پھینکے یہ کانگریس والوں کا قول ہے کہ ہندوستان ہے عفیفہ عورت اور انگریزی ڈپلومیسی ہے بڑی بی بس اگر ایم ان رائے کے خط کا نمک مرچ بالشویکی کُتیا کی آنکھوں میں جھونک کے دُنیا پر تحفظ عوام کی ضرورت حالی کیجاتی ہے تو عجب کیا ہے ایم ان رائے لاکھ سمندر پار سے غل مچائیں کہ یار و میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں کس نے خط لکھا تو کیا ہوتا ہے - عفیفۂ ہند کے دل میں دھڑکا پیٹھ چکا اب سانپ بل سے باہر ضرور نکلے گا -

ہمارے نزدیک حکومت ہند کو ایم ان رائے کا چیلنج منظور کر لینا چاہیے - خط کا فوٹو چھاپ کے مشتہر کردے اب یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں - خط دیکھنے کے بعد دُنیا مطمئن ہوجائے گی کہ کُتیا بنا دینے کا وقعہ گڑھا ہوا نہیں ہے بلکہ اصلی ہے -

آتنگ نگراہ البم

ویدیہ شاستری منی شنکر گووندجی مالک کارخانہ آتنگ نگرہ جام نگر کاٹھیاوار نے اپنے کارخانے کا البم بھیجا ہے اور فرمائش کرتے ہیں کہ ریویو کیجیے - بھلا مکان اور مکین کی تصویروں پر کوئی ریویو کیا کرے ہم صرف اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ واہ صاحب واہ آپنے خوب ترقی کی ایک یہ اور سیکڑوں دوسری عمارتیں بنوانا آپ کو نصیب ہوں خوب خوب

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بےنظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا انکی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب مین اُنسے نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی باجہ یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ

محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ — المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مینجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردانِ مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی عـہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ما بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف تہذیب ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مصلحت کی پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اردو ہفتہ وار لکھنؤ جلد ۱۲ نمبر ۳۵

جلد ۱۲ نمبر ۳۵

مضامین

۲۲ ستمبر ۱۹۲۸ء

منطق آرا بیگم بجواب مسٹر چغتائی

(تتمہ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۸ء)

مرزا۔ تم نے خنسا کی حکایت بیان کی کہ اس کا دوسرا نکاح اسکی رضامندی سے نہیں ہوا یعنی خود اُسنے نکاح کی ہامی نہیں بھری تھی باپ نے کسی کے سر اُسے منڈھ دیا اور نبیؐ نے اُس نکاح کو فسخ کرا دیا۔ شرع کے حکم پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر برقرار رہتے ہیں اُنھیں فقیہوں کی کتابوں میں جن کو تم بُرا کہتے ہو یہ حکم آج بھی موجود ہے۔ نکاح عورت اور مرد کی منظوری کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا لوگ اپنی خوشی سے جن کم سن بچوں کا نکاح کر دیتے ہیں اُنھیں شرع نے اجازت دی ہے کہ جوان ہونے پر دونوں کی میزان نہ بیٹھے تو علٰحدہ ہو جائیں۔ تُکّے ہاتھوں اُن ایسے تیسے مولویوں کا نام بھی لے دو جنھوں نے اس قانون کے خلاف حکم دیا ہو۔ اس حکایت کے بعد تم اسکی شکایت کرتے ہو کہ جس سے ہم شادی کرنا چاہتے ہیں اُسکی صورت نہیں دیکھ سکتے۔ یہ یہ شکایت بیجا ہے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی شدید ضرورت چہرہ دیکھنے کی ہو تو کوئی روک نہیں اور آجکل تو بغیر آمنا سامنا ہوئے شکل دیکھی جا سکتی ہے۔ چار آنے میں تصویر کھنچتی ہے۔ مولوی لوگ فوٹو کی تصویر کے بارے میں جتنی چاہے قیل و قال کریں وہ اس حدیث میں کسی طرح نہیں آتی جس حدیث میں کہ ہاتھ سے رنگ بھری ہوئی تصویر آتی ہے یا اڑیل ڈول رکھنے والی مورت۔ حدیث میں جہانتک ممانعت تصویر بنانے کی موجود ہے وہ سب پوجنے کی نیت سے جو تصویر بنائی جائے اُسکے متعلق ہے۔ مرزا صاحب! نیت پر تمام اعمال کا دار مدار ہے۔ نیت بخیر ہو تو بُری بات پر بھی کوئی کسی کو نام نہیں رکھتا۔

اسکے بعد تم مہمان کی تواضع کی طرف چلے گئے۔ تم اتنا چاہتے ہو کہ عورتیں اپنی ضروریات کے موافق چہرہ اور مُنہ کھول سکیں نوکروں سے قطعی پردہ نہ کریں اپنا پُرانا شعار یعنی مہمان کی خاطر و تواضع اختیار کریں۔ یہ نہیں کہ کُتّے کی طرح اُسکو ڈیوڑھی پر پڑا سڑا رہنے دیں جو کبھی اسلام میں پیدا نہیں ہوا؟

مرزا۔ تمھارے چاہنے میں اور شرع کی منشا میں بہت فرق ہے عورت "اپنی ضروریات" کے موافق چہرہ اور مُنہ نہیں کھول سکتی۔ شرعی ضروریات اور مصلحت کے مطابق چہرہ اور مُنہ کھول سکتی ہے۔ اپنی ضرورت پر بازار کی بیٹھنے والی بالزادیاں چہرہ اور مُنہ کھولتی ہیں۔ بہو بیٹیاں شرعی ضرورت کو مقدم رکھتی ہیں جس محل پر شرع مُنہ کھولنے کی اجازت دیتی ہے وہاں کون ایسا تیسا کسی کو الزام دے سکتا ہے۔ اور الزام دے تو دیا کرے مثل مشہور ہے شرع میں شرم کا ہے کی۔ تم کون ہوتے ہو شرع کے خلاف نوکروں سے پردہ نہ کرنے کا حکم دینے والے؟ کیا تمام نوکروں کا ختنہ کرنے کا ٹھیکا تم نے لیا ہے یا نوکر پیدائشی نامرد ہوتے ہیں یا نوکری کرتے ہی انسان آدمیت سے خارج ہو جاتا ہے کہ ادھر نوکری کی اُدھر مردی سونے کی چڑیا بن کے اُڑ گئی۔ جو یہی ہے تو یہی بات بھلا کوئی شخص نوکری کا پیشہ کیوں اختیار کرے گا۔ بھاڑ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ ارے تمھاری غیرت کہاں اُڑ گئی۔ عرب کے عیش پرست اور شکم پرور بادشاہوں کی محلسراؤں کے سانچے میں تم شرع کو ڈھالنا چاہتے ہو؟ بڑے بیباک ہو۔ رہی مہمان نوازی تو وہ شرعی پردہ برقرار رہنے پر بھی اچھی طرح ممکن ہے۔ خود تم ہی نے جو حدیث بیان کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہیے۔ بڑے بات کے دھنی ہو تو اس حدیث ہی میں دکھا دو کہ ام المؤمنین نے کھانے اور پینے کی چیزیں جب مہمان کے سامنے رسول کے حکم سے رکھیں تو اُنکا چہرہ اور مُنہ کھلا ہوا تھا۔ یا توبہ توبہ معاذاللہ وہ اپنے گھر آئے ہوئے مہمان سے چڑ بڑ چڑ بڑ باتیں بھی کرتی تھیں۔

مرزا۔ شرع نے عورتوں کو پتھر کی مورت نہیں بنایا ہے نہ فقیہوں کا یہ قول ہے فضول بہتان ہے۔ کیا مہمان کی خاطر و تواضع اسی طرح ہو سکتی ہے کہ جب تک سر جھاڑ مُنہ پہاڑ عورت مہمان کے سامنے نہ آئے اُسوقت تک مہمانی کا حق ادا نہیں ہو سکتا؟ ایک طرف مہمان صاحب کھانے پر بیٹھے لگائیں دوسری طرف میزبان کی جورو کے سیب کے سے گال دیکھ کے ذائقہ بدلیں۔ ہونٹوں کی مسری سے مُنہ میٹھا کریں۔ تبوے کریں۔ خدا کی مار ایسے مہمان موئے پر ارے ایسے مہمان کو ڈھائی گھڑی کی موت اسپر میرے قد کے برابر بجلی گرے۔ اسکے جیسے کُتّا نہ جیسے۔ میزبان کی عصمت مٹھائی کا تھال یا میوے کی ڈالی نہیں ہے کہ کھانے کے ساتھ اُسکی دعوت بھی ہو۔

ایک بھولی بتّو کا قصہ انوار نعمانیہ میں لکھا ہے کہ اُنکے میاں نے اپنے گھر دوست کی دعوت کی بی بی نے کھانا پکایا دسترخوان بچھایا اتفاق کی بات کہ نقاب کا (ازار) بند ڈھیلا تھا کُھل پڑا مہمان صاحب کبھی کلیجہ سے گالوں کو دیکھتے کبھی خمیری روٹیوں کو۔ کھانے پینے کے بعد میاں گئے کسی کام کو۔ مہمان صاحب کو بھوجن مل چکا تھا اب کچھ اور سوجھی۔ پاجی کے پیٹ میں روٹیاں اُدھم مچائے بغیر نہیں رہتیں۔ آخر وہ ہوا جو نہ ہونا

چاہیے تھا۔ ابھی دونوں مرزا کا پیچ بنے ہوئے تھے دیڑھی حبشری دیکھیں کہ میاں درساسول کی طرح گھر میں آگئے۔ ہمارے دیکھتے ہی ایسے سُن ہو گئے۔ جیسے سہیل کی روشنی سے سانپ۔ حیرت سے پوچھنے لگے بی بی یہ کیا؟ بی بی فرمانے لگیں "میاں یہ بھی تمھاری محبت" اول تو مہمان کی تواضع تکریم فرض اور سنت۔ خاطر شکنی حرام۔ دوسرے یہ کہ جب تم چلے گئے تو مہمان نے کہا: "تمھاری جان کی قسم"

اے ہے جان کی قسم اور میرے پیارے میاں کی جان کی قسم دے کے کہا کہ ذری دیر کے لیے میرے پاس لیٹ رہو تمھیں کہو کیا میں تمھاری جان کی دشمن تھی جو اُن کا کہا نہ مانتی؟ بھلا مجھ سے یہ کیونکر ممکن تھا۔

مرزا۔ کسی مسلمان مہمان کے دل میں ایسی خواہش کا دور باندھنا کہ میاں خاطرداری کریں باہر۔ اور بی بی دلداری کریں گھر کے اندر۔ بالکل شرع کے خلاف ہے۔ مہمان جانے بوجھے بھی ہوتے ہیں اجنبی بھی۔ بُرے بھی ہوتے ہیں بھلے بھی۔ یہی نوکروں کا حال ہے میں عرب اور عجم کی حکایتیں اگر تمھیں سناؤں تو خط ساہی کی آنت ہو جائے عرب اور عجم میں برقع کا رواج ہے نوکر جب گھر میں آتا ہے تو "یا اللہ" کہتا ہے بی بیاں مُنہ پر نقاب ڈال لیتی ہیں وہ کام کاج دیکھتا بھالتا ہے۔ باہر چلا جاتا ہے۔ ایک ایرانی تاجر شب کو ڈیوڑھی کا پردہ اُٹھا کے باہر جانے لگے ڈیوڑھی میں تھا اندھیرا۔ کسی نے جون من (جان من) کہہ کے آ دبوچا اور چٹاخ پٹاخ دو تین پیار کر لیے۔ صاحب خانہ گھبرائے۔ پیار کرنے والے کے مُنہ میں بھی مونچھیں چبھیں۔ وہ بھی پیچھے ہٹا۔

صاحب خانہ: "مرد کا کیستی؟"

شخص: "آقا جون (آقا جان) منم خادم تو"

صاحب خانہ: "مرد کا چہ کردی؟"

خادم: "معذورم دار تر اخاتون شمردم"

مقنع اور نقاب کے ہوتے تو یہ حال ہے جو کہیں معاملہ بالکل بے تکلف ہو جائے تو کیا ہو گا مہمان صاحب اپنی تواضع کے سامان کی فہرست میں گھر کی بی بی کو داخل سمجھیں گے اور گھر کے نوکر جا کر بی بی کے دھوکے میں میاں بیچارے کا مُنہ چومیں گے۔ مہمان اور نوکر کیسے راہ چلتوں کی ہوس بجھا سکے گی۔

کیا تم نے ابونواس شاعر کا حال نہیں سنا جو خلیفہ ہارون رشید کا مُنہ چڑھا شاعر تھا۔ یہ مُوا خود ہی اپنا حال بیان کرتا ہے کہ میں ایک مرتبہ فضل بن ربیع کی ہمراہی میں حج کرنے چلا بہار کی فصل تھی جنگل میں جابجا سبزی تھکی ہوئی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچاتی تھی جب مقام قرارہ پر پہونچا تو ایک باغ میں ڈیرہ ڈالا سبحان اللہ باغ کی شادابی اور طراوت دیکھے آنکھوں میں سرسوں پھولی کالے کالے بادلوں نے

نکالے پانی کی یاد دلائی بے چین و بے سدھ ہو گیا دل نے کہا چل بہار دیکھ دل بہلا۔ وہیں ہمراہی کو ساتھ لے یہ آگے بڑھا ہم اور وہ دونوں تھوڑی دور گئے تھے کہ دور سے چند خیموں کے سیاہ قبے دکھائی دیے جب پہلے خیمہ کے قریب پہونچے تو خیمہ کے دروازے پر ایک برقع پوش خاتون دکھائی دی۔ قضارا ہوا کا جھونکا آیا اور چودھویں چاند کے سے ٹکڑے پر سے نقاب کا ابر ہٹ گیا۔ دل پر بجلی گری اور ہوش و حواس فلک سیاہ کر گئی۔ اُف اُس نگاہ کے بانکی ترچھی جس گلے میں پڑی پھر عمر بھر وہ آزاد نہ ہو۔ اُن نرگسی نگاہوں کا آزار جس بیمار کو ہو وہ شفا نہ پائے ہمراہی نے مجھ سے پوچھا اس سے ملنے کی راہ بتاؤ میں نے کہا ذرہ پیاسے بن جاؤ۔ مہمان بن کے دیدار کا لطف اُٹھاؤ۔ اُسنے والے پر صاد کیا میں نے بڑھ کے خالی چلّو ہونٹوں سے لگایا۔ پانی کا اشارہ کیا وہ خیمہ سے پانی کا لوٹا لائی۔ پیاس تو نہ تھی ہاں ہوس کی پیاس بجھائی۔ کچھ پانی پیا کچھ ہاتھوں پر بہایا اور ساتھی کے بارے میں سفارش کی کہ بندۂ خدا بھی عنایت کا اُمیدوار ہے وہ دوبارہ پانی لانے خیمہ کے اندر گئی میاں میں نے اپنے ہمراہی سے کہا کوئی بہانہ ملتا تو پھر اس گلستان کی سیر کرتے۔ نقاب سرکتا اور چاند جھلکتا۔ جب وہ باہر آئی تو میرے ہمراہی نے برقع کی ہجو میں شعر پڑھا ؎

اذا بارك الله في ملبس
فلا بارك الله في البرقع

خدا نے پوشاک میں جب برکت عنایت کی تو برقع کو اپنی برکت سے محروم رکھا۔ عورت تھی زیرک اور چالاک مطلب سمجھ گئی۔ پانی پلا چکنے کے بعد خیمہ سے خوش غلاف نکل لب پر کچھ اشعار تھے جن کا خلاصہ

"دیوار گوش دارد"

صدر: یارو بتاؤ میں صدر رہوں یا قیدی؟

آواز غیب: تا رسن در دست داری آزادی تو اں گفت فہیدی آقائے صدارت پناہ؟

شاعری کا ڈنکا پٹا ہوا ہے ہر کس و ناکس فصاحت پر مٹا ہوا ہے" وہ قہقہہ مار کے ہنسیں اور بولیں "واہ صاحب واقعی تم تو زمانے میں شیطان کی طرح مشہور ہو اچھا اپنی معشوقہ کی شان میں کوئی قصیدہ کہا ہو تو سناؤ" یہاں دیر ہی کیا تھی بندہ نے جھوم جھوم کے پانچ شعر پڑھے خوب واہ واہ ہوئی صلہ یہ طے پایا کہ باری باری پانچوں سے دل شاد کروں نفس کو غم کی قید سے آزاد کروں۔ اب اس پر جھوڑ ہوئی کہ پہل کس سے ہو آخر قرعہ پر بنا ہوئی کہ جسکے نام کی چھٹی نکلے وہی پہل کرے۔ بخت کا ستارہ عروج پر تھا ایک زہرہ جبین سے قران اور وصال پر قرعہ نکلا سامنے خیمے کے ایک پہاڑ تھا پہاڑ میں ایک غار تھا وہی غار خلوت کے لیے تجویز ہوا وہ زینت اور سنگھار کے بہانے مجھے غار کے دہانے تک پہونچا کے چلی گئیں میں انتظار میں تھا کہ چشم انتظار میں اندھیرا چھا گیا یہ پری تو نہیں ایک کالا دھمر دیو (حبشی) ننگا اور مادر زاد ظاہر ہوا اُسنے ہنستے کا نٹھے خلوار کا بند توڑا بندہ چلایا وہ تو کہیے مقدر میں بے آبروئی نہ تھی فریاد کی آواز بندے کے رفیق نے سُنی وہ دوڑا آیا بندے کو اُس قوی ہیکل دیو کے پنجے سے چھڑایا۔ جان بچی پیٹ میں دم سمایا۔ بندہ سر پر پاؤں رکھ کے بھاگا۔

آہ خیمے سے قہقہے کی آوازیں بلند تھیں۔ میں کمر بند پر ہاتھ رکھے اپنے رفیق کے ساتھ سر گشتہ چلا جا رہا تھا۔ شکر ہے کسی نے پیچھا نہ کیا۔

دیکھیے مرزا یہ راہ چلتے بدکاری یا بدکار بدنظر مہمان کا حال ہے۔ ہم بہو بیٹیاں ایسے لوگوں کے لیے حبشیوں کا رسالہ کہاں سے لائیں جو انکی بدکاری اور بدنیتی کا معقول جواب دیں۔ تم غریب گنگلی عورتوں کو ایسی ہی ترکیبیں بتاتے ہو واللہ غلطی کرتے ہو۔ باقی آئندہ

راقم ———

بوالنصیبن

مولانا پنچ کا پوسٹ بیگ
(۱)
قانون تحفظ بے ایمانی

مولانا پنچ! ہماری سرکار بھی کچھ یوں ہی سی ہے جب دیکھیے ایک نئے قانون کا انڈا لیے سے رہی ہے پھر یہ بھی نہیں کہ دن پورے ہوں تو انڈے سے پر چونچ پٹے بچے چیوں چیوں کرتا نکلے۔ جلدی کا خدا بھلا کرے کچے دنوں انڈے میں دراڑ پڑ جاتی ہے اور کچا ناتمام ناقص نتیجہ نکلتا ہے۔ نے بھلا کجا ہندوستان کجا لندن اور دیگر مقامات کے کمیونسٹ۔

ہندوستان یورپ والوں کا دانہ چارہ ہے وہ کیوں اپنی بھلائی میں فرق ڈالنے کے لیے ہندوستان میں کمیونزم کی وبا پھیلائینگے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ طرہ والا کا خواب راحت گرگروں کوں کی صدائے بے ہنگام سے اُچٹ جائے۔ وہ خوب واقف ہیں کہ ہندوستان میں کمیونزم کے بار سنبھالنے کا تنتھا لونا سکت نہیں اگر کچھ لوگ ایسے ہیں بھی جنکے دماغ میں یہ خبط سا گیا ہے تو انکی وہی مثل ہے رہیں جھونپڑے میں خواب دیکھیں محلوں کا۔

گزشتہ ماہ اگست کا ذکر ہے کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل ماسکو میں مسٹر کسی نن نے غالباً نشے کی ترنگ میں ہانک لگائی "ہندوستان میں ایک دیسی آزاد اور مضبوط کمیونسٹ پارٹی کی تشکیل لازمی ہے" بچشم ظاہر یہ معلوم ہوگا کہ مسٹر کسی نن غریب ہندوستانیوں کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ قید سے چھوٹتے ہی نہ ماں یاد آئی نہ باپ نہ بیوی کی ممتا نے ستایا نہ بچی کی ہلک نے تڑپایا۔ یاد آیا تو کون؟ سمندر پار کا ہندوستان لیکن یہاں حضرت نے سوتی بھیڑیں جگائیں۔ حکومت ہند نے جو یہ مصنوعی ارادے سُنے جھٹ پر پھٹ اچھلا چونچ کھول کے صدا دی قیوں قیوں۔ تحفظ عوام "پبلک سیفٹی بل" اگران لوگوں کا یہ اعتقاد پختہ ہوتا کہ کمیونزم جس طرح یورپ کے واسطے آئے رات ہے اُسی طرح ہندوستان کے لیے بھی بلا ہے ہندوستان بھوکوں مر رہا ہے اور اسکی حالت دیکھ کے سچ مچ حضرت کی آنکھیں ملاح کی لنگوٹی نظر آتی ہیں اور ہر شخص جسے ہندوستان کی حالت معلوم ہو جاتی ہے اور بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے کہ "دراصل دیکھتے رہیے تو ہندوستان خوشحال پیٹ بھرا نظر آتا ہے مگر فی کس آمدنی کا حساب لگائیے تو سوا آنہ یعنی سال میں ایک ہندوستانی کی آمدنی بہ نسبت ایک جاپانی کے تہائی بہ نسبت جرمنی کے $\frac{1}{12}$ اور بالمقابل ایک برطانوی صاحب کے $\frac{1}{30}$ ہے" تو یوں علانیہ چوری کرتے آنا اور ٹھگی مار کے صاحب خانہ کو جگانا یعنی چہ؟ واہ کیا بھی ہوا؟ کیا خوب اتنی دور سے بیٹھے بیٹھے قانون بنوا دیا۔ قسم ہے بڑے بھی جان کی تمہاری ہوشیاری کا جواب نہیں۔

سُنتے ہیں کہ قانون تحفظ عوام ایک منتخب کمیٹی کے سپرد کیا گیا اسپر غور ہو رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکاری قانون ساز جب اس عجوبہ بچے کو بغل میں دبا کے لائے تو وہ رو رہا تھا لوگوں سے

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب منشی مرزا منعم بخت صاحب بہادر سب جج لیح آباد لکھنؤ

ابتدائی مقدمہ نمبر $\frac{66}{22}$ سنہ ۱۹۲۶ء

(۱) مسماۃ کنیز فاطمہ بیگم ۲۔ قمر جہاں بیگم ۳۔ روشن جہاں بیگم مدعیان

بنام

مسماۃ رفیق النساء بیگم .... مدعا علیہم

مسماۃ عفت آرا بیگم بنت سید امیر حسن ساکن محلہ نام گولا گنج شہر لکھنؤ مدعا علیہما۔

ہرگاہ مسماۃ کنیز فاطمہ بیگم وغیرہ مدعیان نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ قطعی ڈگری حسب آرڈر ۲۷ قاعدہ ۵ ضابطہ دیوانی صادر فرمائی جاوے۔

لہذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ پندرہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کروگے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جائے گی۔

بتاریخ ۲۲ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) جگموہن لال سرمنشی اہلمد

وقت حاضری بدفتر سب جج ملیح آباد لکھنؤ ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

تار کا پتہ ریاست دہلی | THE RIYASAT DELHI | ٹیلیفون نمبر ۲۱۴۸

ہندوستان کا بہترین باتصویر ہفتہ وار

ریاست دہلی

ایڈیٹر دیوان سنگھ مفتوں

جلد	ہر سنیچر کو ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی سے شائع ہوتا ہے	نمبر

The Best Illustrated Urdu Weekly

ہر ہفتہ
تقریباً چالیس ہاف ٹون
عکسی تصاویر
چوبیس صفحات۔ اعلیٰ کاغذ
بہترین چھپائی
نمونہ کے لئے اس پتہ پر ایک کارڈ
لکھئے
منیجر ریاست دہلی

GATEWAY OF INDIAN TRADE

قیمت فی پرچہ چھ آنے

پوچھا کیوں روتا ہے۔ کہا آنکھیں دُکھتی ہیں ہمدردوں نے کہا کچھ دوا بھی لگائی۔ جواب دیا دوا تو نہیں لگائی۔ مادر حکومت کی دعا اور مغالطہ کا منتر کافی ہے۔ ہمدرد تھے سچے اُنھوں نے صلاح دی کہ دوا بھی تو ٹھیک ہی مگر ان میں تھوڑی سی رسوت ملا دو یعنی حضنض ہندی (رسوت) در آب دعائے مادر حکومت حل کردہ مغالطہ صریح افزودہ چیگرم بر چشم ضماد نمایند۔ اس نسخہ سے پھر آنکھیں ہری بھری ہو گئی ہیں ممکن ہے کہ اب گوری آنکھوں کے حق میں یہ نسخہ مضر ہو اور کالی آنکھوں کے حق میں مفید لیکن یہ بات سمجھ سے پھر کر باہر رہے گی کہ حکومت کب تک نانی حاضری کا حق شاگردی ادا کرے گی کیمونسٹ لونڈے کہیں گے "نانی حاضری" اور ابا حکومت گود پھیلا کے کوسینگی "تیرے باوا کی حاضری تیری اماں کی حاضری تیری بہنا کی حاضری۔ تیرے ہونتوں سوتوں کی حاضری" افغانی لونڈے کہیں گے "کالی مرچوں کا چور اُچکا" اور ابا حکومت ہند نئے قانون کا ڈھیلا اُٹھا کے "رہ تو جا مونڈی کاٹے تیرا بورا پھاڑوں" کہتی ہوئی پیچھے دوڑینگی۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ مرحلہ طے ہو جائے یعنی ایک قانون بنام "تحفظ بے ایمانی" کا مسودہ ہم بنائے دیتے ہیں حکومت اسے منظور کرلے مسٹر مانٹیگو اور چلم پھوڑاے تو بہ چیمسفورڈ صاحب دیالی دستور (اصلاحات) کے فضل سے حکومت کسی کونسل یا اسمبلی کی محتاج نہیں جب چاہے سرٹیفکیشن کی اُبلی ہوئی تلوار کے بھروسے اپنی بات تسلیم کرالے۔ بے ایمانی کا تحفظ نہایت ضروری ہے واسطے آجکل اسی نیو پر سلطنتیں قائم ہیں جو بے ایمانی میں ایمان کی سیل پہونچ جائے تو پھر کوئی عمارت بغیر ازالۂ اوہام جرم ہوئے نہ رہے۔

بعض کانگریس والے تو کہتے ہیں کہ مسودۂ ترمیم دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند میں تحفظ بے ایمانی کی رعایت کافی سے زیادہ ہے مگر ہم اسکے قائل نہیں۔ اگران کانگریسیوں کا قول صحیح ہوتا تو اکیلے صوبۂ اودھ ہی میں اسکی مخالفت نہ کی جاتی باقی صوبے بھی مخالفت میں برابر کے شریک کار ہوتے۔ ہاں ہمیں کامل یقین ہے کہ آجکل صوبۂ پنجاب میں بے ایمانی کی تحفظ کا فرض دل کھول کے ادا ہو رہا ہے۔ کیچڑ اُچھلتی ہے اینٹیں ماری جاتی ہیں سر پھوٹتے ہیں لہو بہتا ہے ان حرکتوں پر خوشیاں منانے والے موٹی موٹی سُرخیوں سے لکھتے ہیں۔ ظفر علی کی شکست۔ موتی لال نہرو کی ندامت۔ انصاری کی خجالت۔ اہل پنجاب نے ایمان کی آبرو رکھ لی"۔ ہے تو یہ شکست تمام ہندوستانیوں کی مگر تحفظ بے ایمانی۔ تحفظ بے ایمانی۔ تحفظ بے ایمانی۔ یارو وطن دوستی و آزادی کی کوئی لہر یورپ کے سمندر سے اُٹھ کے ہندوستان کے ساحل سے منہ ٹکرانے پائے۔ چہ میفرمایند لیڈران ملک؟۔

راقم

منتظر جواب فلاسفر

(۲)

معبود عاشق اور پرستار معشوقہ

حضرت پنچ! واقعی وہ جج بھی منطقی جس نے اس مقدمہ کا فیصلہ کیا اور وہ معشوقہ بھی منطقی جسکے حق میں یہ فیصلہ ہوا تفصیل اجمالاً قبل لذکر یہ ہے کہ کلمبو میں ایک صاحب کسی ہفتہ دہ سالہ شاگرد مدرسہ پر لٹو تھے۔ پہلے خوب پینگ بڑھے پھر شکر رنجی پر اس راگ کی تان ٹوٹی۔ عاشق رنجور نے تو سوتیس روپیہ سوداگری حسن و عشق میں صرف کیے تھے کمبخت عشق گیا جہنم میں خالی خولی تیولوں کے چلتوں اتنی بڑی رقم گرہ سے نکل گئی۔ اسکا دکھ کیوں نہ ہوتا۔ پہلے تو عاشق ناشاد نے زبانی تقاضا کیا ؎

مرا در پھیر دو مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

مگر جب وہاں سے خاطر خواہ جواب نہ ملا تو بیچارے کچہری اور فریاد کی کہ ؎

لٹ گئے لٹ گئے دُہائی ہے

دیکھیے جج صاحب فلاں عورت نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا اور مکر گئی اب مجھے ہرجانہ بھی ملے اور تحفہ تحائف کی قیمت بھی۔ اس نے غضب کیا شیشۂ دل ہاتھ میں لے کے توڑ دیا ؎

سمجھا یہ تھا وہ تقدیر ہیں وہ مقر ہوں ہم انھیں لاکھ دیا

نہ مال کیا دل و جان بھی لیں تو یہی کہیں ہمیں کیا دیا

جج صاحب نے ثبوت طلب فرمایا تو مدعی نے کئی خطوط پیش کیے ان خطوط میں معشوقہ نے یہاں تک مبالغہ کیا تھا کہ پیارے تو میرا معبود ہے جب تو پاس نہیں ہوتا تو تیرے پیکر خیالی کی پرستش کرتی ہوں جانی تو محبوب ہے مطلوب ہے مرغوب ہے ہری ہری دوب ہے۔ مگر کسی خط میں یہ نہ تھا کہ میں تیرے ساتھ ابدی گٹھ بندھن کا وعدہ کرتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ معبود کے ساتھ شادی کون کرتا ہے لہٰذا دعویٰ ڈسمس ہو گیا اور مس صاحب بغلیں بجاتی ٹھینگا دکھاتی گھر سدھاریں تحفوں کا پرشاد و تبرک) جو معبود مجازی کی درگاہ سے اس البیلی بچارن کو ملا تھا۔ سوخت ہو گیا۔ ہزار بارہ سو میں حضور خدا بنے مگر گئے دن کے لیے سوائے ناکامی خدا اور نے بہشت بنائی مگر داخلہ نصیب ہوا اپنی بہشت کے دروازے پر دوزخ کی راہ لی۔ ہم سے پوچھیے تو ہم بھی جج صاحب کے مؤید ہیں کیا معنی کہ ایمان کے آگے دل کی کیا حقیقت ہے؟۔ عاشقی اور نکل؟۔

ہندوستان میں انجھے اور سانچق کے جوڑے شادی میں کھنڈت پڑتے ہی واپس ہو جاتے ہیں اس لین دین میں دولہا دلھن شریک نہیں ہوتے اسوجہ سے کوئی دقت نہیں ہوتی لیکن اگر جناب مسٹر جناتی بی اے ملیگ نے اورہ ٹھ گیا پردہ ہندوستانی عورتوں سے اور رفع ہو گئی حیا اور ہونے لگا باقاعدہ کورٹ شپ تو دیکھیے گا یہاں بھی اس قسم کے مقدمے اور پنچے کچھ دنوں پیار اخلاص میں تحفہ تحائف دیے جائینگے۔ پھر کچہری ہوگی اور فریقین نفسیت کیطرح سر کچہری کھلیں گے۔ بھٹول کا شگوفہ وکیلوں کے ہاتھ لگے گا۔ جرح ہوگی و بتاؤ تم نے اپنی معشوقہ کا پہلا بوسہ کس کنج باغ میں لیا تھا۔ آواز ہوئی تھی یا نہیں۔ کیا درخت میں چڑیا کا کوئی جھونج بھی تھا جو بوسہ کی چٹاخ پٹاخ کو شکاری کی بندوق کا فیر سمجھ کے اڑ گئی؟

عیب اور شیب

یعنی چوری اور بڑے کام کا گٹھ بندھن

اے بادشاہاں خود دُنیا، دستگیری آرزو ست
تا کہ دکاں در پئے نفساں اسیر بہ دعا انتظام ما

علت المشائخ شرعاً گناہ ہے عرفاً مذموم ہے اخلاقاً معیوب ہے مگر کسی عرفی سے پوچھیے کہ دو عرض کے حرف بھی آپس میں منظم ہو سکتے ہیں تو وہ کہے گا نہیں؟ ہاں کبھی قرستجھ کے باعث وال اور تے مل بیٹھتے ہیں۔ بالفعل ایک عجیب و غریب مقدمہ کی سعادت نامہ ہم لکھنؤ میں بحوالہ آئی ڈی ٹی شائع ہوئی ہے جس کا شائع ہونا بہتر تھا۔ آپ جانیے اخبار والے کیسی کرتے ہیں کہیں۔ زخم دیکھا اور مرہم لا کے بیٹھ گئے۔ مقدمہ کی کاروائی چوری کے الزام سے شروع ہو کے ایک بڑے میاں کی بوالہوسی اور مخفی انفعال تحسنت کے انقیاد ختم ہو جاتی ہے۔ کیا مبارک دیباچہ ہے اور کیا عمدہ اختتام۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بڑے میاں بھی ٹرے صرفی نکلے۔ اور انکے غیر حقیقی بھانجوں کو ہم کیا کہیں مجسٹریٹ صاحب خود کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بڈھے محسن کی آبروریزی کروائی جس نے انھیں خاک سے پاک کیا تھا ؎

بھانجوں سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

ذاتی طور پر تو ہمیں اتنے واقعات معلوم ہیں کہ لکھیں تو مطول افسانہ ہو جائے۔ مگر اس موقع پر ہم خان بہادر سید معین الدین صاحب مجسٹریٹ کی لطیفی اور چلبلی سی ظرافت کے قائل ہو گئے۔ ماشاءاللہ وہ مجھتے ہوئے فقرے لکھے ہیں کہ جی خوش کر گیا ان سے کوئی کہے کہ حضرت مجسٹریٹی تو خیر آپ کرتے ہی ہیں لگے ہاتھوں مولانا پنچ کے نامہ نگار بھی بن جائیے۔ دوراختصار ناظرین پنچ کی خاطر سے مقدمہ کا خلاصہ لکھ دینا ضروری ہے۔ ترجمہ جو زبان پنچ یوں کا نشت حالات ہے کہ ایک میں میاں فرنیچر کے سوداگر بنتے ہیں نام شیخ تحسین ہیں بی بی اسماء اولاد سے بیزار ہیں اکیلے مکان میں گانی رفتہ رفتہ کا اکتساب بھانجوں بیٹک کی صحبت سے فرمانے کی انھیں عادت ہے جلسوں اور محفلوں میں گرسیاں نُکلاتی کرائے پر جاتی ہیں۔ آپ کو تجربہ ہے کہ کسی خوبصورت کے بیٹھنے سے کُرسی میں خوبصورتی کا ستیاں وجاہ جیسی چمک نہیں رہتا بلکہ ہمہ جمال ہم نفیس سے مشا فہ ہونے کے اُمیدوار ہیں۔ آپکے ایک بھانجی نوجوان کے ہاتھ میں اپنی تجارت گاہ کا انتظام وانصرام دے دیا تھا بعد ازاں یہی دوکان اپنے دو بھانجوں کے نام منتقل کر دی۔ ملزم ایک کُرسی نشین ملازم تھا اسکے خلاف نکالے گئے مدعیوں کا الزام عاید کیا تلاشی ہوئی کچھ مال نکلا میاں ملزم اُس حلت میں دھرے گئے جس کے فاعل وہ تھے مقدمہ چلا اور حال کھلا کہ تلاشی کی نکلی ہوئی چیزیں سرقہ کی بدولت نہیں بلکہ شہزوری اور نگاہ زوری کی اجرت میں مالک اول کی مرضی سے منتقل ہوئی ہیں۔ بھانجوں نے غلط رپورٹ لکھوائی۔ بس ساری تجویز میں حق ظرافت یہ فقرہ ادا کرتا ہے بزبان پنچ کہ صاحب مالک اول نے تو ملزم کو اپنی دُکان کیسی اپنی جان کا بھی مختار کر دیا تھا مگر نئے مالکوں یعنی مستغیثوں یعنی ماموں بگاڑو بھانجوں سے اور ملزم سے اس قسم کے معاملے نہ تھے جو ساری دوکان اسکے حوالے کر دیتے۔ مجسٹریٹ صاحب کہتے ہیں کہ مستغیثوں کے دل میں یہ کھولن پیدا ہوئی کہ ہائے ہائے ملزم ماموں جان کے ہتھکنڈوں کے طفیل میں خواہ مخواہ امیر ہوا جاتا ہے ؎

جو یونہی مرد و رہا تو دولتی رہیگی
تو کاہے کو انگیا لنگوٹی رہیگی

مولانا پنچ آپ ایسے واقعات پر اعتنا نہیں فرماتے اسلیے بندہ صرف مجسٹریٹ صاحب کی اور یا نہ ظرافت کی تحسین پر مضمون ختم کرتا ہے۔ مگر ایک سوال محکمہ ٹیکس بادی سے کرنا ضروری ہے کہ آیا اس قسم کی آمدنی پر ٹیکس عائد ہونا چاہیے یا نہیں؟ تجارت بے طبع ہوئی۔ ایک تاجر بنارس میں ایسے ہی سرمایہ کی برکت سے مالا مال ہو گیا۔ اس مقدس پیشے کا نام بھی تجویز ہونا چاہیے۔

راقم
اعوذ باللہ

المختصرات

المختصر یہ کہ ایک صوبہ کی کونسل میں ملک کی خوب ہوئی ہے وزیر تعلیم صاحب پر کونسل کا اعتماد نہیں رہا تھا صاحب مجھ بھی وزیر تعلیم تھے وزیر صاحب پر بے اعتمادی کا ووٹ پاس کرا لیا گیا ہو رہا ہے کوئی خبر اخبار اعتماد کے قابل نہیں ایک ممبر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہیں جانا ہے ہوا گئی کالی گھٹا چڑھ آئی۔ یہی تو بابی نہیں کہتے کہ سوتی بلا ہے یہی یعنی ممبر صاحب کو جب سکریٹری صاحب نے اٹھکر سر پر [illegible] فرما لیا اور ممبر صاحب بھی کہ ایسا مسعود ہوئے کہ پھر کچھ بے ڈر لے۔ مخالف ووٹ کم کرنے کا یہ اچھا نسخہ ہے۔

المختصر اب کی برسات شاہ بالا بنا کے سوکھی ساکھی گزر آگیا اور ایک جھالا بھی نہ پڑا۔ ساون ایک بچھڑے ہوئے تب بھی کچھ نہ ہوا بھادوں ایسے وقت پر آیا اور لیپا پوتی دہا یا۔ قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ دل کی گرد ہی پر اتنا رہے اٹ گئے ہوں نہ فیاض چشم ایک قطرہ کہیں نہیں پانی میاں ابر روز دوڑھا بنے ہوا کے گھوڑے پر سوار تشریف لاتے ہیں گرنا پانی کا ثبوت دیکھے چلے جاتے ہیں۔ کچھ زحمت فرمانے کی ضرورت کیا ہے۔

المختصر یہ کہ آنریبل مسٹر سری نواس شاستری جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کی فریادرسی کی غرض سے افریقہ میں مقیم تھے۔ انھیں سے گئے کہا نا آسان نہیں اپنے مقدور بھر بیچارے نے حکومت کو سمجھایا بجھایا آخرکار کتا کہ وہیں کی ٹھہرائی چلتے وقت رخصتی دعوت اہل شہر نے دی آپ جانیے یورپ مہذب ہے اُسکی اولاد مہذب ہے ڈربن کی میر صاحب کے جلوس میں ہندوستانی فرد کے اعزاز کا رشک مجبوری کے پھنسا تو آپ تہذیب کی نیش زنی سے پریشان ہو کے جلسے میں گھس پڑے اور لگے اپنی صحت نسب کے کرشمہ دکھانے روشنی گُل کرا دی تیزاب کی بوتلیں فرش پر لنڈھائیں اظہار کیا اور وہ سلوک کیا جو لندن میں سسرال سے رخصت ہونے والے دولہا کے ساتھ کیا جاتا ہے واقعی کیا بات ہے اس تہذیب کی۔ دیکھیے ہندوستان کب تہذیب سیکھتا ہے۔

المختصر یہ کہ اودھ پنچ چار روز کی تاخیر سے مگر اپنے وقت پر شائع ہو رہا ہے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ یہ چیز پرانی ہے حضرت یہ مضامین کبھی پرانے نہیں ہوتے ہمیشہ نئے

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ... ۱۹۲۱ء کی چند مکمل جلدیں دفتر میں باقی ہیں جو خریدنا چاہیں طلب کر لیں قیمت فی جلد ... محصول ڈاک
(۲) جلد ... کے (۵) نمبر ان نمبروں میں انشا پردازی کے بہترین نمونے موجود ہیں شائقین مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد ... محصول ڈاک۔ منیجر اودھ پنچ

شاعری جزو لیست اڈیٹر کے
لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شیریں بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی السمی بحضرت رشید مع انتخاب مرثیہ و رباعی و قصیدہ و غزل و سلام وغیرہ مولفہ سید آغا شاعر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ایک ممتاز فرد تھے قیمت علاوہ محصول ... منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

سیاحت ظریف
یعنے
منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی
کا
منظوم سفرنامۂ عراق
عجیب و غریب نظم ہے شیعہ اور دیگر ... سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۶ر
ٹکٹ بھیجیے یا وی پی اور منی آرڈر بھیجئے
المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

شرائط ایجنسی
(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔
(۲) رقم جمع شدہ کے ... رہنے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دیجائیگی
(۳) پانچ پرچوں فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی
(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور ... کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔
علاوہ خاص حالتوں کے ... پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا انکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے بتدلے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ہو ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ لکھے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول رہا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 783

OUDH PUNCH

LUCKNOW 1928 WEEKLY

جلد سیزدہم شمارہ ۲۶

जिल्द नं: १३

ہفتہ وار ظریف با تصویر

اودھ پنچ لکھنؤ

अवध पंच लखनऊ

MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES.

क़ीमत पेशगी	
सालाना	५
छमाही	३
तिमाही	२

قیمت پیشگی	
سالانہ	صہ
ششماہی	سے
سہ ماہی	عا

M. B. Khan Artist — ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام محمد ممتاز حسین مالک اڈیٹر چھپکر شائع ہوا — Dogamian Lucknow

قیمت فی پرچہ ۲ر

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ مہینہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ما بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور کیتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو اُنھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں دوران رستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر نیازمند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۳۶

مضامین

۲۹ ستمبر ۱۹۲۸ء

بوا نصیبن بنام مسٹر چغتائی بی اے

(تتمہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۸ء)

مرزا! میں نے جو باتیں اشارے میں بیان کی ہیں انپر کتابیں لکھی جا سکتی۔ میں کہہ چکی ہوں کہ بھولے چوکے بے پردگی ہو جانے اور جان بوجھ کے مُنھ کھلا رکھنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یا یہ کہ کوئی ایسا موقعہ آن پڑے جہاں مُنھ کھولنے پر انسان مجبور ہو۔ مگر خدا جانے تمھارا ذہن کیسا کُند ہے کہ بات یاد ہی نہیں رہتی۔ تم یہی رٹے جاتے ہو کہ "ہاتھ مُنھ کھلنا بے پردگی ہرگز نہیں ہے" اگر یہ بے پردگی نہیں تو پھر کچھ بھی بے پردگی نہیں ننگا پھرنا بھی بے پردگی نہیں۔ اور جو باتیں کہ یورپ والیاں کرتی ہیں وہ بھی بے پردگی میں داخل نہیں ہیں۔ چہرے کے سوا اور کون سی چیز ہے جو کھلی رہتی ہے کو مردوے دیکھتے ہیں؟ خدا سمجھے بیہودہ مسلمان ناول نویسوں سے انھوں نے عورتوں کے گھر سے نکل جانے اور ماں باوا کی ناک کٹوانے کے ہزاروں قصے لکھ ڈالے۔ اور ہر ایک میں اتفاقاً بے پردگی کا ایک نیا عنوان قائم کیا ہے مثلاً یہ کہ مردوے نے مکان کرایہ پر لیا۔ چھت پر چڑھا وہاں ایک عورت نہا کے بال سکھا رہی تھی چلیے نین مٹکا ہو گیا۔ آگ لگی لوگ بجھانے گھسے ایک بہادر آدمی کسی عورت کے چیخنے کی آواز سن کے جلتی کوٹھری میں گھس پڑا چلیے اُسی وقت سے دل کو لگی تو بجھائے نہ بجھی۔ راہ میں ڈولی چلی جاتی تھی ڈنڈا ٹوٹ گیا سواری گیند کی طرح سڑک پر گری چلیے ایک طالبعلم صاحب کی نیک چلنی کا پاؤں سواری کی صورت دیکھتے ہی پھسل گیا۔ ریل کی کھڑکی سے ایک نُوردار چہرہ جھانکتا ہوا تھی کسی نوجوان مسافر نے دیکھا اور دل کے انجن میں جو اسٹیم بھری تو لنگا بالٹ کی طرح چلنے پھر روکے نہ رُکا۔ میں نے کسی قصے میں یہ نہیں دیکھا کہ کوئی عورت جھکی ہوئی آبدست لے رہی تھی اور سامنے چھت پر مسٹر بی اے وردہ پہنے کھڑے تھے اُنھوں نے ننگی عورت جو دیکھی تو پیشاب پیشاب ہو گئے۔ مطلب یہ کہ تمام قصوں میں عشق کی ابتدا یا فتنہ کی فروعات چہرہ اور ہاتھ دیکھنے سے ہوتی ہے۔ بغیر انداز کے کون کسی کو اچانک دیکھتا ہے؟۔ اب تم کہو گے کہ خالی ہاتھوں کے دیکھنے سے عشق نہیں ہوتا۔ اجی ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔ تاریخ میں "کف معصم" کے عنوان سے ابراہیم بن مہدی عباسی کی بہت مشہور حکایت ہے۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم نے خلیفۂ وقت پر چڑھائی کی اور شکست پائی قصور معاف ہونے کے بعد ایک دن کا ذکر ہے کہ یہ سیر کرنے نکلے۔ امیروں کے مزاج میں کچھ نہ کچھ خفگان (خفقان) ضرور ہوتا ہے صبح سے جو ڈانواں ڈول گھومنا شروع کیا تو دوپہر ہو گئی۔ آفتاب اور پھر عرب کا آفتاب جسکی دھوپ میں دانے بھنتے ہیں۔ خیمہ یا مارے گرمی کے تڑخنے لگی۔ جاتے جاتے ایک بلند مکان کی دیوار کے نیچے پناہ لی دیوار میں ایک کھڑکی تھی پٹ کھلے ہوئے تھے جو کھٹ پر ایک مہندی لگا زنانہ ہاتھ نظر آیا حضرت نے وہ نازک کلائی جو دیکھی تو طبیعت میں موج آئی۔ عشق نے ٹھینگا دکھایا دل لگا انگلیوں پر ناچنے۔ رسائی کی تدبیریں تھے کہ دو چار مردوے مکان کے پھاٹک میں جاتے دیکھے انھیں کے پیچھے یہ بھی ہو لیے۔ وہ سمجھے کہ صاحب خانہ کے یہ بھی کوئی دوست ہونگے انھوں نے روکا نہیں اب سُنیے کہ وہاں تھی دعوت گر صاحب مکان ایک بامروت آدمی تھا انکو دیکھ کے بمدارات پیش آیا۔ باتیں ہونے لگیں پھر دسترخوان بچھا اسکے بعد ناچ رنگ شروع ہوا اتنے میں اذان کی آواز بلند ہوئی لوگ نماز پڑھنے اُٹھے گانے والی بھی بناء عود (باجا) چھوڑ کے دم راست کرنے چلی گئی انھوں نے جلدی جلدی نماز پڑھی اور سب محفل والوں سے پہلے سلام پھیر کے محفل میں آن بیٹھے عود کے تار بے سرے تھے کھونٹیاں مروڑ کے سُر ملائے اور چپکے ہو رہے اب جو گانے والی آئی اور اُسنے عود پر ہاتھ رکھا تو محفل روشن ہو گئی۔ ہر ایک سے پوچھا کہ میرا ساز کس نے چھُوا تھا کوئی نہ بولا آخر گھر کا مالک انکے سامنے ہاتھ باندھ کے کھڑا ہوا اور کہا۔ میرے اجنبی ناشناسا مہمان یہ حرکت آپ ہی کی ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جناب کو گانے بجانے کا ملکہ خوب آتا ہے ماشاءاللہ آپ نے عود کو خوب درست کیا اب التماس ہے کہ ہاتھ کے کرتب بھی دکھایئے صاحبخانہ کے ساتھ گانے والی لونڈی بھی سر ہو گئی کہ میں نہ مانونگی آپ کو میری جان کی قسم بجائیے مہمان صاحب کو ہنر دکھانے کا موقع ملا اس فن میں کامل تھے ایسا گائے بجائے کہ در و دیوار مست ہو گئے صاحب خانہ اُٹھ کے بغلگیر ہوا نام پوچھا انھوں نے ساری واردات بیان کی وہ سُنتے ہی سُن ہو گیا۔ پہلے تو اُس نے اپنی تمام لونڈیوں کو محفل میں بُلایا اور سب کی کلائیاں

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۲۷۸ ۱۹۲۸ء

بعدالت جناب سید علی حامد صاحب سب جج بہادر بمقام بارہ بنکی۔

منا لال ولد سکدیو پرشاد قوم برہمن ساکن نواب گنج محلہ سرکولی ضلع بارہ بنکی .... مدعی

بنام

لکھی جلد ہی دین قوم اہیر ساکن تنگواچی مزرعہ منا ہار پرگنہ دیوی ضلع بارہ بنکی .... مدعا علیہ

لکھی ولد ربی دین قوم اہیر ساکن تنگواچی مزرعہ منا ہار کھانہ بنام کھیولی ضلع بارہ بنکی

ہرگاہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابتہ ... کے دائر کی لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اُسی روز اُنکو پیش کرو مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۲ ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

وقت حاضری بدفتر سب جج بارہ بنکی ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

دکھائیں۔ جب یہ نہ پہچان سکے تو اُس نے کہا کہ بجز اُس شخص کی دختر کے اب کوئی عورت گھر میں نہیں ہے آپ اگر اس سے عقد کرنا چاہتے ہوں تو عذر کی جگہ نہیں ماشاءاللہ امیر ابن امیر ہیں جوان ہیں خوبصورت ہیں نیک مزاج ہیں۔ غرض اُسے لبھایا۔ یہ کلائی دیکھتے ہی بولے "یہی ہے یہی ہے وہ ہاتھ جس نے دل چھینا۔ اسے میں تو یہی لوں گا" وہی مثل ہے انگلی پکڑتے ہی پہونچا پکڑا۔ صاحب مکان نے دو بول پڑھ کے اُسی وقت دلھن رخصت کر دی۔ جیسے اُن کے دن پھرے ویسے کہنے سننے کے پھریں۔

مرزا! سن لیا تم نے ایک ٹھینگے نے یہ ٹھہرایا۔ مالک مکان آدمی ہوشیار تھا اگر بگڑ بیٹھتا تو کشت و خون ہوتا۔ دوسرے یہ کہ تھا رنگین مزاج جو مرد رنگین مزاج ہوتے ہیں وہ جھگڑے کھیڑے سے دور بھاگتے ہیں۔ جس راہ پر تم عورتوں کو لانا چاہتے ہو اگر وہ کھل گئی تو رنگین مزاجی یہاں بھی پھیلے گی اور ایسے واقعے روز سننے میں آئینگے۔ عرب میں شریعت کا لحاظ ہے اور کسی بات میں ہو مگر عورت کے معاملے میں آجتک کیا جاتا ہے۔ یہ ہے ہندوستان جہاں شریعت کی مخالفت ہر مسلمان کی وضع میں داخل ہے قاعدے اور قانون سب بالائے طاق ہیں کوئی نہ عقدے کی پروا کرتا ہے نہ نکاح کی بلکہ جو مسلمان ان باتوں کا لحاظ کرتے ہیں وہ بے وقوف سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں وہ آپا دھاپی پردہ اٹھ جانے کے بعد ہوگی کہ توبہ بھلی۔

مرزا! جو باتیں عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی تھیں افسوس تھیں باقی تو اب بھی نہیں لگی کوشش کرو کہ مہر کی رقم محفوظ ہو جائے یہ شرعی حق ہے اگر نیت مہر ادا کرنے کی نہ ہو تو نکاح نہیں صحیح مگر کتنے ایسے ہیں جو مہر ادا کرتے ہیں۔ کچہری میں دعویٰ ہوتا ہے تو حسب حیثیت کچھ دلوا دیا جاتا ہے بوبیوی پچاس ہزار کا مہر تھا میاں نے دیدیا ہے آنہ روپیہ تو مہر ہو نہیں سکتا نکاح نامہ شہد لگا کے چاٹو۔ کوشش کرو کہ مہر نہ ادا کرنے کی علت میں شوہر صاحب جیلخانہ جا سکیں جا ہے وہ دیوانی کچہری سے دیوالیہ ہونے کا سارٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہوں۔

مرزا! ہزاروں عورتیں محض ساس نندوں کے باہمی جھگڑوں سے لمبی بیماری (دق) میں خون تھوکتی اور مرجاتی ہیں۔ لوگ نصیحت کریں کہ یہ نہونے پائے۔ جورو پر صرف خاوند کی اطاعت فرض ہے سسر دیور نند ساس کا کوئی حق نہیں کہ کڑوڑا ختیائیں یہ سمجھانے کی باتیں ہیں۔ یہ مصیبت ہندوستان کی رسمیں اختیار کرنے سے پڑی ہے۔

مرزا۔ ہزاروں عورتوں کا بیاہ سسرے صاحب کے بوتے پر ہوتا ہے۔ جب بہو سے نہیں بنتی تو وہ چٹیا پکڑ کے نکال دیتے ہیں میاں کے نہ گھر نہ در۔ اب سپکا ہے اور غریب لڑکی۔ گلی گلی یہ وعظ ہونا چاہیے کہ اگر نان نفقہ دینے کا بوتا گھر میں نہو تو نکاح نہ کرو۔ اسپر بھی نہ مانیں اور جھگڑا ہو تو اسکی سزا قانون کے ذریعہ سے مقرر کی جائے۔

مرزا! شریعت نے عورت کو اجازت دی ہے کہ وہ شوہر کا مال بے اجازت بھی صرف کر سکتی ہے۔ مگر بی بی کا مال بغیر اجازت میاں نہیں لے سکتے۔ جب یہ ہے تو کسی شوہر کو وجہ کیا جو وہ جہیز کی کمی بیشی پر مچلتا اور ناچتا اور بی بی کا کلیجا گودتا ہے۔

میری جان مرزا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ عورت کے مال پر نگاہ ڈالنے والے کو بُری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ دیکھو عرب کے ایک مشہور شاعر کی حکایت تاریخ کی کتابوں میں عیب سمجھ کے لکھی گئی۔ اس سے کسی نے پوچھا تم نے اپنی عمر بھر میں سب سے بڑا گناہ کون سا کیا۔

تو اس نے جواب دیا کہ ایک شب میں سفر میں تھا۔ پاس کوڑی نہ تھی برسات کی رات تھی پانی اپلاپل برس رہا تھا اسکی جانتا ایک خوبصورت عورت تھی میں اُسکا مہمان بنا پہلے تو اُس بہی کو شیشے میں اُتارا پھر اسکے ساتھ سودے کا گوشت ترو تازہ کھایا جام پر جام کالے پانی کے چڑھائے رات گئے بغل گرائی صبح تک دوئی اور دوئی کا لطف اُٹھایا پھر جب رات اپنا منہ کالا کر چکی اور صبح نے بھانڈا پھوڑنے پر کمر باندھی تو اُسے سوتا چھوڑ کے بندے نے اُسی کا دوشالا اوڑھا اور اپنی راہ لی۔ کہو میں نفع میں رہا یا نہیں۔ کہنے کو تو ایک اوباش کی کہانی ہے مگر حقیقت میں نصیحت کی جان ہے۔ یہ کیفیت اپنے لیے پریشان تھا کہ ایسی باتیں بڑے بڑے گناہوں میں سے آدھے گناہ بندے نے اپنے سر اوڑھے۔ ہندوستانی مسلمان مردوں کا حال اس رند الست شاعر سے کچھ کم نہیں۔ لیکن وہ اسپر فخر کرتے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں لغیان ہوا نکی جوتی۔ عورت کے واجبی حق دینا تو درکنار اُس غریب کا جہیز بیچ کے رنڈی بازی کرتے ہیں۔ عمر بھر سسرال کی روٹیاں توڑتے اور ٹکڑے چباتے ہیں شدہ ظلم پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اپنی نسل بڑھاتے ہیں اور زچہ خانے کا بار سسرے کے سر پر لادتے ہیں۔ جورو لونڈی ہے اور سسرا غلام۔ خیر جی کا میکا

خوشحال ہے وہ ظلم سہتے ہیں مگر ایک قیامت سب سے بڑی یہ ہے کہ تعلیم تربیت تو بی اے تک ہے مگر زیادہ کر لوگ زن مرید کہتے ہیں اسلیے دھوکا ہوتا ہے کہ میاں ایسے تنگ خیال شکی نہ نکلے جتنا ایک کم سواد گھر تعلیم پایا ہوا مرد ہوتا ہے۔ جی نہیں میاں بی اے صاحب اُڑتی چڑیا سے آشنائی لگاتے ہیں خود تو ہیں کسی مجہول النسب کی اولاد میں اور تمام سسرال کا نسب انکے نزدیک کھونٹا اور بیبار ہے۔ جورو کے ماں باپ کی ہجو کا موقع کسی وقت نہیں چھوڑنا چاہیے اُس غریب کا دل جلے یا وہ رو بیٹھے۔ مرزا یہ میدان خالی ہے تم چاہو تو ان برائیوں کی اصلاح کر سکتے ہو۔ عرب میں جو شخص زنا کی جھوٹی تہمت رکھے اور چار گواہ کی شہادت نہ دے سکے اسکی مرمت اچھی طرح حکم کے موجب کی جاتی تھی تم کوشش کرو تو ایسا قانون بنوانا کوئی بڑی بات نہیں۔ ابھی جو لوگ بر چلن سے جورو کو ..... کا عیب لگاتے ہیں اگر جورو گھر سے قدم باہر نکالے تو غریب پر کتنے عیب تھوپے جائینگے

تاریخ راجگان ہند وقائع راجستان

ہمدم بک ایجنسی نے ملک کی جو خدمت اب تک انجام دی ہے اگر اسکو نظر انداز اور فراموش بھی کر دیا جائے تب بھی ہمدم بک ایجنسی کا زر کثیر صرف کر کے تاریخ راجگان ہند کا شائع کرنا ایک ناقابل انکار کارنامہ ہے ہمدم بک ایجنسی اپنے فرائض طباعت اور ضخامت سے سبکدوش ہو چکی اب ارباب ذوق کا فرض تھا کہ وہ اسکی پذیرائی کریں اور الحمد للہ کہ ملک نے قدر کی راجستان قدر دانوں کے پاس ہاتھوں ہاتھ پہونچ گئی۔ اب اسٹاک میں صرف تھوڑی سی جلدیں اور باقی ہیں وہ خیال کیجیے کہ ابھی کوئی عمدہ کتب خانہ راجستان سے خالی ہے۔ اگر حقیقتاً اب تک آپنے ہندوستان کے جملہ اقوام و ملل خصوصاً قوم راجپوت اور انکی لڑائیوں کی مستند تاریخ نہیں دیکھی ہے اور اگر اب تک آپ صرف کرنل ٹاڈ اور دیگر مورخین کی غلط بیانیوں سے بہکے ہوے ہیں اگر آپ ہندوستانیوں کے ابتدائی رسوم اور روایات کا صحیح صحیح علم رکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی راجستان کے مطالعہ کے بعد بھی تشنہ رہ جائیے تو ہمارا ذمہ۔

قیمت صرف ستے روپیہ ہشت ۸؎

المشتہر

منیجر ہمدم بک ایجنسی لکھنؤ

ذرا غور کرو۔ تمہاری تدبیروں پر چلنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بہو بیٹیاں مفت بدنام اور رسوا ہونگی۔ کم سے کم ایک نسل تو اچھی طرح بدنام ہو جائے گی آگے چل کے ممکن ہے کہ معاملے دھیمے پڑ جائیں۔

مرزا۔ ہر کام عقل کی رہنمائی سے ہونا چاہیے۔ تم نے قلعہ نہیں بنایا صرف خندق تیار کی ہے آجکل شرعی دستوروں کا توڑنا آسان ہے۔ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ علیگڈھ والے شرعی دستور توڑنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ تم نے جو دھمکی دی ہے وہ پوری ہو سکتی ہے پھر تم جو کہتے ہو کہ ہماری تیاریاں کافی ہو چکی ہیں ایک کتاب نہیں بلکہ بہت سی کتابیں شائع ہونگی انشاء اللہ (نہیں بانشاء الشیطان) اس پردے اور ہم لوگوں کے استیصال کے لیے ایک مستقل ہفتہ وار اُردو اخبار بہت جلد نکلے گا جسکے تین کالم آپ کے قلم کے نمونے کے لیے انشاء اللہ وقف کر دیے جائینگے " بیکار ہے۔ اب تک جن لوگوں نے تمہاری لن ترانیاں سنیں اُنھوں نے یہی کہا کہ "مرزا خواہ مخواہ اینڈتے ہیں۔ شیخی خورے ہیں برائے شگون انہی ...... پر آمادہ ہیں۔ ان سے پوچھو کسی کا کیا بگڑے گا۔

مرزا۔ تم نے نہ جانے کیا سمجھ کے لکھا کہ "آپکے ہمنواؤں کو پسند ہے کہ مسلمان اس سنت پر عمل کریں کہ بچیوں سے بڈھوں کی شادی ہو اور چار بی بیاں ضرور کی جائیں" ارے تم تو جوتیوں سمیت آنکھوں میں بیٹھے جاتے ہو میں نے یہ کب کہا۔ بڈھے یورپ میں بھی زر خرچ کر کے کنواری لڑکیوں سے شادیاں رچاتے ہیں۔ کسی شریعت نے نکاح کا سن مقرر نہیں کیا۔ ہنسنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ نکاح ہے کوئی کچے دھاگے کا ازار بند نہیں۔ اسکو نہ تم موقوف کر سکتے ہو نہ کوئی اور۔ رہیں چار بی بیاں تو جہاں قانون بن گئے ہیں ایک کے ہوتے دوسری عورت یا دوسرا مرد کرنا جرم ہے وہاں بھی لوگ باز نہیں رہتے۔ تمہارے حرام کر دینے سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہو سکتی۔ تمام دُنیا کی عورتیں سوت کے نام سے جلتی ہیں

اگر وہ اس قانون کو توڑ سکتیں تو کیوں یہ آجتک باقی رہتا۔ یہ وہی قانون ہے جسکی بدولت آج تم ہندوستان کے قدیم باشندوں کے مقابلے میں برابر کا حق مانگنے کے قابل ہوے۔ جو ایک جورو پر مسلمان بیٹھے رہتے تو تمہاری آبادی اس سات سو برس کے زمانے میں پارسیوں کے شمار سے زیادہ نہ ہوتی۔ ذرا تاریخ اُٹھا کے دیکھو بابر کتنے آدمیوں سے ہندوستان آیا اور لودی کے زمانے میں کتنے مسلمان ہندوستان بھر میں تھے۔ تم کہوگے کہ آبادی تبلیغ نے بڑھائی۔ یہ غلط ہے عرب کی نسل سے شیخ اور سید ہیں نو مسلم کو شیخ یا سید نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ تو نسل کا نام ہے۔ ہندوستان میں شیخ اور سید کی تعداد تمام دوسری مسلمان قوموں سے زیادہ ہے اور یہ چار بی بیوں کا اصطبل بنانے کی برکت ہے۔ خیر یہ بھی ہوگا۔ ابھی سے ان بحثوں کو میں چھیڑنا نہیں چاہتی۔ مجھے تمہارے اس منطقی دعوے کی دلیل درکار ہے کہ "اگر آپنے اور دوسرے مولویوں نے ہماری بات نہ مانی تو اندیشہ ہے کہ یورپ کی برہنگی عام ہو جائے گی" کیا خوب پردہ برہنگی سے باز نہ رکھ سکے اور کھلے منھ یا آدھا سینہ کھولے پھرنے کا یہ نتیجہ ہو کہ برہنگی دفع ہو جائے؟!

اے اس اُلٹی سمجھ کے میں قربان۔ کیوں نہ ہو۔ اب معلوم ہو گیا کہ تمہاری کتاب میں کس منطق سے کام لیا گیا ہے اور اخبار میں کیا ہوگا۔

راقمہ بوانصیبن

گالیاں

سُننے کا شوق ہو تو مس میو کی رسوائے عالم کتاب مدر انڈیا کا دو حصوں میں ترجمہ ہو گیا ہے اردو پاکیزہ و سلیس ہے شروع میں ایک مقدمہ لگا ہوا ہے جس کی پبلک نے بہت تعریف کی ہے۔ اگر آپکو گالیاں سُننے کا شوق ہو تو ضرور منگا لیجیے۔

قیمت صرف دو روپیہ ۲/

منیجر حقیقت بک ایجنسی لکھنؤ

پنچ - بوانصیبن نے چغتائی صاحب کے خط کا جواب شکر دیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ بس اب زیادہ پیچھا کرنا ٹھیک نہیں اگر چغتائی صاحب کی مشہور کتاب بے حجابی شائع ہوئی تو اسوقت شاید پھر قلم اٹھائیں۔ وہ بے نقاب بیگم کو نصیحت کر رہی تھیں بیچ میں کود پڑے مسٹر چغتائی۔ جو کچھ انھیں بے نقاب بیگم کو نصیحت کرنی تھی اسکا رخ یکایک چغتائی صاحب کی طرف پھر گیا۔ سچ پوچھیے تو بوانصیبن جیتیں اور چغتائی صاحب ابھی تک ہارے ہوؤں میں ہیں۔ مگر اینجانب کا خیال ہے کہ عملاً چغتائی صاحب ظفریاب ہوئے بوانصیبن کو شکست ہوئی۔ کیا معنی کہ اب پردہ رہ نہیں سکتا۔ ایک معمولی کپڑے یا مکڑی کے جالے کی حقیقت ہی کیا ہے جو سٹنڈوں کے پنجۂ ملی کی گاؤزوری کا مقابلہ کر سکے گا۔ زبانیں قینچی کیطرح چل رہی ہیں۔ کوئی صاحب اقتصادی مصلحتوں سے کماؤ جورو اور کماؤ بیٹی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور بغیر اس پاک کمائی کے بے پردہ قوموں سے پیچھے رہ جانے کے افسوس میں مبتلا ہیں۔ کوئی بزرگ پولیٹیکل مصالح کی بنیاد کے لیے پردے کو پھاڑنا سمجھتے ہیں کوئی صاحب معاشرت کی بدمزگی کا رونا روتے ہیں۔ کوئی مفتی بے سواد شرع کو پردے اور حجاب کا مانع خیال کرتا ہے۔ ان سب کو یورپ سے بازی لیجانا ہے بھلا اس اندھیر میں پردہ کب برقرار رہ سکتا ہے۔ یہ سب اپنی غرض کے عاشق ہیں۔ عشاق سے زیادہ نقاب کا دشمن کون ہوگا؟ ایک شاعر کہتا ہے ؎

بے حجابانہ درآ از در کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز ذوق تو در خانۂ ما

دوسرا کہتا ہے ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

یہ پرانے زمانے کے شاعر ہیں ان میں سے کوئی خود ..بن کے عورتوں کے متعلق خصوصیات کا اظہار کرتا ہے کوئی اپنی ذات کو عورت کا قائم مقام سمجھ کے مرد سے مخاطب ہوتا اور اسکی انجمن آرائی اسکے ہرجائی پن کے افسانے بیان کرتا ہے۔ بلکہ ایک ہی شاعر کبھی مردوں کے وجدانیات کی محاکات کرتا ہے کبھی عورتوں کے رجحانات کی بے حیائی اور بے حجابی سے جہاں کہیں معشوق کو نسبت دیگئی ہے وہاں شاعر عورت کا وکیل مطلق ہے۔ شرم حجاب اور یکسوئی کے اوصاف جہاں نظم کیے گئے ہیں وہاں شاعر (عاشق) مردانہ خیالات کا ترجمان ہے۔ زمانے کا یوں کروٹ بدلنا ثابت کرتا ہے کہ جو کچھ پہلے خلوت میں ہوتا تھا وہ اب بھری محفل میں ہوگا خواہ عاشق مرد ہو یا عورت۔ اصلاح معاشرت کی غرض سے کوئی مسموع القول سوسائٹی انگلستان کی طرح یہاں مرتب ہونا نہیں ہے جو طلاق یافتہ عورتوں کو بری نگاہ سے دیکھنے پر سرزنش کرے۔ یا بیوہ عورت کے دوسرے نکاح پر نام رکھنے والوں کے منھ میں لقمہ دے یا طعن تشنیع تحقیر کا دروازہ بند کرے۔ علے ہذا القیاس فیشن کی اصلاح کے متعلق بھی کوئی مجمع یا گروہ مدون نہیں ہے جو خوبصورتی کے اظہار کے علاوہ قانون حیا و شرم کو پوشاک میں ملحوظ رکھے مثلاً تزئین اور سنگار کی نیت سے اکثر فرنگنیں دستانے پہنتی ہی ہیں۔ ایک جھوٹ موٹ کا خیالی نقاب بھی منھ پر ڈال لیتی ہیں جسکی باریکی پر پردۂ عنکبوت قربان اور جسکی جھلکیوں پر مکھیاں نثار۔ اگر دستانے اور اس نقاب میں تھوڑی سی ترمیم کر دیجائے تو ممکن ہے کہ یہ شرعی پردے کا منھ چڑھا سکیں) لہذا نئی پود اور پرانی کھوسٹ جماعت میں عنقریب ایک ایسی جنگ چھڑنے والی ہے جو ملک الموت سے بھی زیادہ سفاکی دکھائے گی یعنی وہ افتراق پھیلنے والا ہے کہ شوہردار بیواؤں باپ والے یتیموں اور بقول بوانصیبن کے بچوں والی بانجھ بجوئیوں وارث رکھنے والی بے وارثیوں کی تعداد ہر محلے اور ہر قصبے میں بڑھ جائے گی۔ ہندوستان نہ تو کابل ہے کہ بادشاہ سلامت کے حکم کا ایک جھونکا چلتے ہی خزاں رسیدہ درخت کیطرح شمشاد قامتوں کے نقاب کے پتے جھڑ جھڑا کے گر پڑیں اور اس نقاب کشائی سے اگر کوئی فتنہ برپا ہو تو بیک حکم نادری دب جائے کابل میں ایک قوم ہے ہندوستان میں ستر قومیں ہیں بس بوانصیبن کا یہ اشارہ آجکل کے قانون سازوں کی توجہ کا محتاج ہے کہ پہلے جگہ ہموار کر لیجیے پھر بستر بچھائیے۔ ناول نویس نے عورتوں کے دلوں میں کافی شوق بے پردگی کا پیدا کر دیا ہے۔ جو لوگ آجکل پڑھے لکھے کہلاتے ہیں انھوں نے عورتوں کو بازار دکھانے پر کمر مضبوط باندھ لی ہے۔ جب زن و مرد کی خواہش یکساں ہے تو بیچاری بوا نصیبن اپنا دل بیکار جلانے کے سوا کر ہی کیا سکتی ہیں البتہ صاحبان حیا و غیرت اور زمانہ شناس لوگوں سے اتنی امید رکھنی بیجا نہیں ہے کہ وہ مسٹر چغتائی جیسے بے پروا جلد باز مقلد زمانہ بزرگ کی بیباکیوں کو احتیاط حزم اور اعتدال کے دائرہ میں لانے کی سعی فرمائیں۔ اسکے بعد اگر ایک حمام میں سب ننگے نظر آئیں تو ؎

یا قسمت و یا نصیب و یا بخت

"چپت"

یہ عنوان لکھتے ہیں تو شرم آتی مگر مجبوری ہے کیا کیجیے ایک صاحب نے اس نام کا ایک ہفتہ وار پرچہ جڑ ہی دیا۔ مولانا پنچ نے "تازیانہ" کے ذیل میں بطور "کشف حدسی" پہلے ہی فرما دیا تھا کہ جب کسی اخبار کا نام تازیانہ ہو سکتا ہے تو دھول چپت گدّا نام رکھنے میں خرابی کیا ہے۔ مزا یہ ہے کہ "چپت" بزعم خود "تازیانہ" کا جواب ہے۔ سرنامہ پر ایک عربی عبارت ہے "الکسر لشوکۃ الشیطان" ترجمہ یوں کیا ہے کہ "شوکت اور طاقت شیطانی کو ملیامیٹ کر دو" مگر ایڈیٹر صاحب شاید بھول گئے شیطان کہیں چپت سے ڈرتا ہے؟ "لاحول ولاقوۃ" یہ چیزیں تو خود اسکی ایجاد کی ہوئی ہیں کمبخت خواب میں بھی آتا ہے تو سونے والے کو ستاتا ہے بیداری کے بعد اپنی داڑھی اپنے ہی ہاتھ میں ہوتی ہے اور پانچوں انگلیوں کے نشان گالوں پر۔ ہاں خدا ایڈیٹر صاحب کی یہ دعا قبول کرے۔

کہ "مجھے اس مصیبت سے بچا کہ قلم کا چپت غیر مستحق کی گردن کی تواضع نہ کرے"

عیسیٰ سے کہہ دو اپنے گدھوں کو سنبھال لیں

"بات کا جواب تو ہے۔ لات کا جواب نہیں پھر لات بھی کس کی؟ او گدھے! او گدھے!! ابے گدھے!!!"

حضرت "چاپت" اپنی نظم میں فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ کس قدر دلچسپ ہے فغان چپت
ہے ریاکاروں کا عارض ایک میدان چپت

عارض کے لیے تصغیر مخصوص ہے اور وہ محل یا چپت کیلئے جنبہ یا۔ یہ اعتراض پڑتا ہے لکھنؤ کے ایک بازاری شاعر نے سر مشاعرہ طرح کی غزل میں یہ شعر پڑھا تھا ؎

چپت یوں غیر کی گردن پہ ماری
ورم سے ہوگئی تیّار گردن

دوسرے ظریف شاعر صاحب بول اُٹھے کہ میاں صاحبزادے بازاری آدمیوں کی صحبت میں رہ کے بھی تمھیں ٹیپ اور چپت کا فرق نہ معلوم ہوا ہم تو اس مبتذل طریقہ کو پسند نہیں کرتے ورنہ یوں کہتے ؎

جڑی یوں غیر کی گدّی پہ ایک ٹیپ
ورم سے ہوگئی تیّار گردن۔

مگر بہ حضرت چاپت مضائقہ ندارد، کیا معنی کہ تخلص کی طبع زاد عربیت خود ہی کاشف حال و مطالب "دمچپوت" ہے۔

محل چپت یعنی مقام اشاعت دارالسلطنت دہلی ہے اور مقام نزول چپت بقول خود سرِ سرمایہ داران و استعمار برطانیہ و یا فوج والیان ریاست کے علاوہ اُن غریب اخبار نویسوں کی کھوپڑی ہے جو کسی جماعت کے آرگن ہیں یا کسی سرمایہ دار کے رہین منت ہیں یا امیروں کی خاطر سے غریبوں کی جنبہ یا سہلاتے ہیں یا ریاستوں کے وظیفہ خوار ہیں۔

دیکھیے اس قحط و امساک باراں کے زمانہ میں چپتوں کی بارش کیا کرتی ہے؟ اگر مذکورۃ الصدر جماعتیں گاڑھے کا ایک ایک تھان مول لے کے سر پر لپیٹ لیں تو اچھا ہے۔

چپت کی ایک ہلکی سی اوچھڑ؛ آریوں کے گرو گھنٹال کے باجی پن" پر بھی ہے اور "طاقت دہلی" پر تو آتھ پھونک کے کراری جڑی ہے۔ آل پارٹیز کانفرنس پر بھی دو ایک ہاتھ جھاڑ دیے ہیں "مسجد شکن جہاز" (بھر تبوہ) کا سر پیٹنے کے قابل ہی نہ تھا۔ "میرٹھ کا مفتی" کے سر پر آدھ کا ٹھاٹھ بندھ چکا۔ ٹونک کے گمنام صاحبزادے بیستر ے کی زد میں ہیں۔ ٹرلاک کے سپاہی" اور دہلی کا "ریاست اخبار" ابھی صرف چشم نمائی کی لذت سے بہرہ یاب ہوا ہے۔ بعض شعرائے سیماب وش ساغر کش کا بوتہ سر بھی گرما دیا ہے۔ بس یوں سمجھیے کہ کشتہ ہونے میں ایک آنچ کی کسر ہے۔

خدانخواستہ ہم ریاکاروں اور سفید پوش بدمعاشوں کے حامی نہیں جو معزز ایڈیٹر حضرت شیخ فضل الرحمٰن صاحب آزاد وارثی کے اصلی مقصود یعنی اصلاح ظلم و ریاکاری وغیرہ سے مخالفت کریں۔ یہ تو ایک مصلح کا اصلی فرض ہے بشرطیکہ وہ خود شیر کی کھال نہ پہنے۔ البتہ طرز تحریر کے بارے میں ہم مشورہ دیتے ہیں کہ بدل ڈالیں تو اچھا ہے۔

بعض ہجو نویس اپنا نام ظریفوں کی فہرست میں لکھوانا چاہتے ہیں اُنکے سیکڑوں مضمون ہمارے پاس آئے اور اُن میں سے دو چار مضمون بعد تبدیل عین و قلب ماہیت ہم نے چھاپ بھی دیے اودھ پنچ میں "چپت" کی خبر سُن کے یہ لوگ پھٹتے میں وس بارہ مضمون بھیجیں گے ایڈیٹر صاحب اُنکے ہفوات کی اشاعت میں احتیاط سے کام لیں اور اُنکے اس دعوے پر قطعاً اعتماد نہ کریں کہ "بندہ اودھ پنچ کا نامہ نگار" ہے اگر کسی فرد کے ذاتی افعال سے بحث ناگزیر ہو تو اُن افعال میں سے محض اُسی فعل کا تذکرہ فرمائیں جس کا بُرا اثر عوام کے دین یا اخلاق پر ہونے والا ہے۔ بہرحال یہ ایک آدھ شورہ ہے۔ سالانہ تین روپیہ قیمت ہے لکھائی چھپائی کا خدا حافظ ہے۔

راقم

خاکسار اودھ بار الفن

پنچ مل خدا - خدا مل پنچ

طویلے کی بلا

وہ جو کبھی یورپ کے گرو تھے گرو ہی رہے اور چیلے ہوگئے شکّر۔ ہارون رشید کے دربار میں لنگر لا گھڑی لگی ہوئی تھی جسکا پنڈلم برابر ہینگ لے رہا تھا ایک صاحب بہادر روما کا سفیر آیا پہلے تو اُسے غور سے دیکھتے رہے اُسکے بعد دو زانو ہو گئے خلیفہ نے پوچھا کیا ہے؟ کہنے لگے "روح القدس"۔ درباری مسکرائے مگر سفیر صاحب کے چہرے پر مارے ڈر کے ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا اُنھوں نے اپنی سلطنت کے سامنے بھی دھڑکتے ہوئے دل کا لنگر یوں کھول کے رکھ دیا کہ ایسی زبردست طاقت سے مقابلے کا ارادہ سفاہت ہے جسکے قبضے میں "روح القدس" ہو۔ باصطلاح حال یہ تھا عربوں کا دورِ جہالت۔ گزشتہ جنگ یورپ کے زمانے میں ایک افغانی جرگے کے سردار نے کسی گورے سے بطور مال غنیمت جیبی گھڑی چھین لی۔ سمجھے تھے کہ سونے کی ڈبیا ہے اُسمیں سے کھٹ کھٹ کی آواز جو آئی تو گھبرائے۔ ڈھکنا کھولا۔ سکنڈ کی سوئی رینگتے دیکھی اندیشہ ہوا کہ یہ کوئی جان لیوا چیز اس فرنگی نے بنائی ہے گھڑی دھڑ سے وہیں پھینکی۔ دور بھاگے کہ کہیں چوٹ نہ کر بیٹھے۔ مگر سونا دیکھ چکے تھے قرار کیونکر آتا۔ بڑا سا پتھر اُٹھایا کہ اس ننھے بچھو کا سر کچلیں جو اس سونے کی ڈبیا میں بند ہے۔ غرض گھڑی چکنا چور ہوئی بولتا ہوا بچھو مر گیا۔ یہ ہے مسلمانوں کا دورِ ترقی۔

ترقی کرنے والی قومیں اپنے خصوصیات کبھی ترک نہیں کرتیں اُنھیں بحال خود باقی رکھتی ہیں البتہ اگر کسی دوسری قوم کی کوئی بھلی بات دیکھی تو اُس سے فائدہ اُٹھانے کی سعی کرتی ہیں۔ ایک انگریز افریقہ میں بھی انگریز رہتا ہے وہی صاحبیت وہی اکڑفوں وہی رعونت وہی ٹرّھیس اور ہندوستان میں بھی انگریز۔ یہ مستثنیات قابل توجہ نہیں لہٰذا اگر مسٹر ہاول اودھ کے جوڈیشل کمشنر جنھیں عربی داں ہونے کی وجہ سے لوگ مولوی ہاول کہا کرتے تھے قالین پر بیٹھ کے زنانے تنبا کو والے کے یہاں کا دو سیرا پیا کرتے تھے پیچوان گھر پر سامنے رکھا رہتا تھا یا مسٹر نیگ جوڈیشل کمشنر کٹار کی چوگوشیہ ٹوپی ٹانسے چکن جالی کا سموسا کیا ہوا رومال کندھے پر ڈالے ڈھاکے کی ململ کا باریک کرتا اور ریچا لکین کا برد ار پاجامہ پہنے مُنہ میں سفید پانوں کی گلوری دبائے

تختوں کے چوکے پیچھے نظر آتے تھے تو ہمارا دعویٰ کمزور نہیں ہوتا۔ مسلمانوں میں اپنے خصوصیات کی پابندی کا مرض اسیوقت تک رہا جب تک انکی شامت نہیں آئی۔ ادھر اپنے خصوصیت انکے دل سے محو اور آنکھوں سے اوجھل ہوئے ادھر ترقی کا گھوڑا سیخ پا ہوا۔ بگلے ہنس کے چال کی نقل میں لنگڑی کھینچنے۔

آج رولی لنگڑی اسلامی سلطنتوں میں انے گنے تین خود مختار ملک ہیں۔ ترک پہ پہلے تھے ترک لیتے تے رے پیش اب ہو گئے تے رے زیر کاف ساکن "ترک" اسلامی طرز تحریر بھی ترک۔ نکاح بیاہ کے صیغے بھی ترک۔ عربی میں نماز بھی ترک۔ لال ٹوپی اور پھندنا بھی ترک عربی قرآن بھی ترک اسلامی یا قدیم ملی پوشاک بھی ترک۔ اسلام علیکم بھی ترک پردہ بھی ترک۔ آبدست بھی ترک۔ داڑھی بھی ترک۔ تعدد ازدواج بھی ترک۔ اسلامی حیا بھی ترک۔

ایران صاحب آغا مجبور ست از دست ملایان ستم پیشہ کہ بر ترک راہ و رسم اسلامی راضی نمی شوند ورنہ حاضر ست بر ترک گفتن اینہا۔ با رے دیر آید درست آید۔ سالحال آغا ستن چاپ و بیف می خورد پا لازم نیست۔ تنے مینو ر و گمر سترانہ جار۔

افغانستان۔ یہ مثل مشہور ہے کابل گئے مغل ہو آئے مگر خاں صاحب یورپ گئے اور جاتے ہی گھیر دار غلوار میں دیا سلائی لگا کے پتلون ڈانٹ لیا پکے فرنگی بن گئے وہ بھیس بدلا کہ سگی ماں بھی دیکھے تو نہ پہچان سکے۔

ایسی حالت میں اگر ایک پرانے خیال کے غریب سردار نے افغانی پارلیمنٹ کی بھری محفل میں شاہ افغانستان کی قلعی کھولی تو یقیناً بدوضع ہے۔ اس شخص کی تقریر کا خلاصہ عنبر معاصر بزبان خاص عرض کیا جاتا ہے ؎

نوشتہ ہاند سیہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا امید

"حضور شہ آپ کی طاقت سے خوب واقف ہے خلاف رائے سلطان رای جستن بخون خویش باشد دست شستن

مگر اسلام میں شہیدوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے جنھوں نے سچی بات کہہ کے اپنی گردن کٹوا دی للہ کچھ پروا نہیں ؎

منم آں سیہ دل جاں گشتہ کہ با تیغ و کفن
بر در خانۂ جلاد غزنخان رفتم

حضرت آپ ہیں نرے کورے بے حیا۔ یورپ کی عورتوں کو اصول حیا و غیرت یہاں آکے حاصل کرنے چاہئیں مگر آپ ہماری باحیا عورتوں کو بے غیرتی سکھانے کے لیے یورپ بھیج رہے ہیں۔ آپ مذہب مذہب پکارتے ہیں مگر استغفراللہ کجا مذہب کجا آپ آپ کو لیڈی ڈاکٹروں کی ضرورت ہے تو کیا یہاں کوئی مدرسہ نہیں کھولتے ہر گلی گلی ڈاکٹرنیاں ماری ماری پھریں۔

آپ نے جھوٹ موٹ کی ایک پارلیمنٹ بنائی ہے۔ مگر اسکے ارکان وہی ہیں جو آپ کے داہنے بازو آپ کے کاسہ لیس آپکے مزاج گو ہیں ورنہ یوں آپ بے خوف ہو کے اسلامی رواج کی گردن قلم نہ کر سکتے۔ بنتے ہیں آپ مہذب یورپین جسکے نزدیک قلم کی آزادی ایک ضروری جزو تہذیب ہے مگر افغانستان کے اخباری کاغذ آپ کے غلام خاص ہیں کیا مجال جو آپ کے خلاف منہ کھول سکیں۔ ......"

روایت ہے کہ اس سردار نے شاہ ذی جاہ کے ایسے کئے ہیں کہ حضرت گھبرا گئے کہنے لگے بھائی تم ٹھیک کہتے ہو مگر تمھیں کسی نے بھڑکایا ہے۔ ارے یہ محمد عثمان خاں (سابق گورنر قندھار) کہاں گیا زری اسے سرکاری زیور (ہتھکڑی بیڑی) تو پہنا دو۔ اور وہ دوسرا احمد علی جان کدھر ہے اسے بھی لینا۔ یہ کمبخت میری بھولی بالی رعایا کو بھڑکاتے ہیں۔

لیجیے حضرت۔ اب تو کوئی نہ کہے گا کہ شاہ صاحب مہذب اور آزاد خیال نہیں ہیں۔ بھلا بغیر ثبوت کے جو شخص ایک مرد آزاد کو مقید کرے وہ مہذب و آزاد نہیں ہے تو کیا ہم اور آپ ہیں۔ طویلے کی بلا والی مثل صادق ہوئی یا نہیں؟ حکایت ہے کہ ایک صاحب گالیاں بہت بکتے تھے کسی نے کہا جناب میں نے سنا ہے آپ بہت گالیاں بکتے ہیں۔ جھلا کے بولے یہ جھوٹے کی...... "

نہ ہے یہ دوالی نہ ہے یہ دسہرا
یہ ہے سائمن جی کی جھنجھیا کا لہرا

ہمارے دوست آنریبل صاحب نواب علیخاں سائمن کمیشن کے رکن اس غرض سے منتخب ہوئے کہ نہرو کمیٹی کی رپورٹ کو سپورٹ کریں جب تک رپورٹ مذکور جناب سائمن صاحب کے سامنے پیش نہ کیجاتی اسوقت تک صدا بصحرا یا جنگل کا جنا ہوا لاوارث بچہ رہتی بحکومت وقت اس تلاش میں تھی کہ رپورٹ کی زبانی تحسین کا عملی اعتراف کرے یعنی اس صحیح النسب ماں باپ والے لاوارث بچہ کا باپ کسی کو بنائے۔ کوئی نان کو اپریٹر بھلا اس کام پہ کیوں ٹکتا۔ اور جو شخص رپورٹ کی خوبی سے منحرف ہے اسکا انتخاب پبلک کی تسلی کس طرح کرتا۔ آنریبل نواب علیخاں میں مطلوبہ صفتیں موجود ہیں۔ مسلمان ہیں۔ رپورٹ کے مؤید ہیں۔ تعلقدار ہونے کی حیثیت سے وفادار ہیں۔ یہ تو ہوئے اصلی صفات۔ فرعی صفات کے اعتبار سے ہوشیار ہیں منتظم ہیں بجواب دینا جانتے ہیں پالٹکس کا شوق رکھتے ہیں موقعے تازے تیار یعنی دکھانے کے قابل ہیں۔ اگرچہ تو ند ترقی پر ہے ورزش چھوٹی ہوئی ہے۔ جوٹ جانتے ہیں۔ دسہرے کا زمانہ قریب ہے تفصیلی مبارکباد تصویر سمیت آیندہ نمبر میں دیجائیگی۔ بالفعل پیشن لیجیے۔

"وہ ساجی تم بڑے امیر۔ ہاتھ لیے سونے کا تیر۔ ایک تیر ہم مانگ لینا۔ چل گھوڑے سلام کینا۔ اگلی جھنجھیا پچھلی چوٹ۔ ہاتھ لگی نہرو کی رپوٹ۔

دیتے ہیں بھئی دیتے ہیں۔ صندوقچہ کھولے دیتے ہیں۔ ایک صندوقچہ ہم نے کھولا اسمیں نکلا خاکا گرا تیغ کے گرنے پہ دیا تھا اسمیں سے نکلا نرمن کا بچا دیکھو کارٹون اودھ پنچ نمبر ۱۲ جلد ۱۳) نرمن کا بچہ کی ایک ہی پھونک۔ اسمیں سے نکلے نو سہا دونے۔ نو سے اونٹوں پہ لدی تھی سواری۔ اسمیں نکلی سٹری سپاری۔ سٹری سپاری کو ہم نے کاٹا۔ اسمیں سے نکلا نرمن آٹا۔ نرمن آٹے کی پکائی لفی لپسی۔ اسمیں سے نکلے آغا صفی۔ آغا صفی نے پالے تھے لال۔ کھل گئی کھڑکی اوڑ گئے لال۔

ایک لال لال لال۔ سو ہیں گورے ایک ہے کالا گنجا کا پیچھا کیجیو زنجیر پکڑ لیجیو۔ زنجیر چار چوکھے تیرا کھولا جیوے۔

شاعری جزو لیست اودھ منیجری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شیوہ بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے حالات زندگی المسمی بحضرت رشید مع انتخاب مرثیہ رباعی و قصیدہ و غزل سلام وغیرہ مرتبہ سید آغا شہر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ایک ممتاز رکن تھے قیمت علاوہ محصول ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے بیچ پیچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۱۹۲۸ء کی چند مکمل جلدین [illegible] طلب فرمائیے قیمت فی جلد [illegible]

(۲) جلد ۱۹۲۷ء کے (۵) نمبر ان نمبرون مین انشا پردازی کے بہترین نمونے موجود [illegible] مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد [illegible] علاوہ محصول ڈاک ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ [illegible] پرچہ کی روانگی موقوف کردیجائیگی

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم [illegible] ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا۔

علاوہ خاص حالتون کے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سیاحتِ ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجیب و غریب نظم ہے [illegible] سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۶ [illegible] ٹکٹ بھیجیے [illegible] وی پی [illegible]

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اُنکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور گیتا دیگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو اُنھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانہ پر نیازمند منیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۴ نمبر ۳۸

مضامین

۱۳ر اکتوبر ۱۹۲۸ء

"چورنگا راگ"

ہے خبر گرم کہ وہ سیکھ رہا ہے بنوٹ
اب زمانے کو تعجب نہیں کر دے چوپٹ

جنکا ٹٹو نہیں پیری میں چلائے چلتا
سعی کرتے ہیں ہنکانے کی وہ ناحق سرپٹ

دھکے دیتی ہے صبا روز جو آتے جاتے
اڑ کے جا پہونچے نہ کاندھے پہ تمہارے چوکھٹ

اک عجب قہر ہے اس زلف سیہ کی ناگن
ڈس کے کمبخت دل زار کو جاتی ہے الٹ

چونک اٹھتا ہوں شب وعدہ میں سوتے سوتے
کبھی دھوکے سے جو لگتی ہے کسی کی آہٹ

تم اندھیرے میں نہ نکلا کرو گھر سے باہر
بھوت کی طرح نہ پیچھے سے کوئی جائے لپٹ

ایک ہی وار میں چکلا کے گرے دھم سے رقیب
پینترا اپنا بدل کر جو وہ مارے "پالٹ"

"ناک" وہ "ناک" جو دو انچ ہے گاجر سے بڑی
ہے مگر خوف کہ سوتے میں کہیں جائے نہ کٹ

آج جی بھر کے سر بزم پلا دے ساقی
دیکھ! رہ جائے صراحی میں نہ باقی تلچھٹ

تھا گلشن میں تو گھنٹا ہوا کولے میں ڈنبا
جانے کس طرح سے رستے میں گیا ناگہاں الٹ

ایک مصرعہ ہے "تجلا" نے سنایا اپنا
"بیٹھو گز گز وہاں سسر گھس کے کریلا کی جیٹ"

راقم

سرکوب فتحپوری

انقلاب دروغی
"افسانہ"

مولانا پنچ - آپنے ایک کارٹون میں انقلاب کا خلاصہ نتیجہ یوں لکھا ہے کہ ڈھیلے سے مینڈک اور مینڈک سے بٹیر بنتا ہے انجناب نے اس سے عجیب غریب تماشہ دیکھا۔ بات ہے عام فائدے کی اسلیئے کہتے ہیں ورنہ دنیا انقلاب کا دوسرا نام ہے خود چکر لگا کے ایک حالت پر قائم ہو جاتی ہے۔ گرمیاں ختم ہوئیں تو برسات آگئی اور برسات گئی تو جاڑے نے صورت دکھائی سال بھر کے بعد پھر وہی دورہ۔ کون کہتا ہے کہ دور محال ہے اگر یہ تسلسل نہ ہوتا تو ہفتہ کی دم میں اتوار کیونکر بندھی ہوتی - ان دلچسپی سے مستغنی ہمارا ذاتی انقلاب ہے - انجناب بچے سے جوان اور جوان سے ادھیڑ اور ادھیڑ سے ٹھیا بھوس ہو جائینگے بوڑھاپے کے بعد ہزار بار جی کے مریں پھر بھی بچپن پلٹ کے آئے گا شباب منہ نہ دکھائے گا -

خیر انقلاب گیا اپنی ایسی تیسی میں یہاں مطلب مالی انقلاب سے ہے فلک نے ایک مفلس کو تونگر بنائے جو پلٹا کھایا تو وہی کاسہ گدائی ہاتھ میں دیدیا جسکی مبادلت جام زریں سے ہو چکی تھی۔ اگرچہ جھونپڑے میں رہ کے محلوں کا خواب اب بھی دیکھتا ہے مگر کیا؟ آب رفتہ و تیر از کمان جستہ ہے -

تفصیل اجمال یہ ہے کہ ایک ہیں فقیر خاں عرف ممکم میاں غربت الہی کے فرزند دلبند جگر بند گلقند زہر خند انکی ماں کے بارے میں صرف اسقدر معلوم ہے کہ محلہ میں نہایت ہر دلعزیز تھیں لیکن میاں غربت الہی کے زبوں حال ہونے میں کوئی کلام نہیں جنھوں نے بیگ کی کمائی لڑکے کی تعلیم میں صرف فرمائی امداعلی قسم کی جو کمت ہنداکے اس فکر میں پڑے کہ یہ اینٹ کس دیوار میں جڑی جائے - جس طرح پیشہ ور گداگر جھوٹ بولنے میں مشاق ہوتا ہے اسی طرح ہر دلعزیز عورت بھی لہذا ماں باپ کے خلقی اثر اور فرزند دلبند کے طبعی رجحان سے آخر صاحبزادے اس حد سے پر پہونچ گئے جو "دروغ" سے مشتق ہے اور جسے عرف میں داروغہ کہتے ہیں - آپ جانیئے دو جھوٹوں کے بس مائنس عمل سے جو مقطر دروغ برآمد ہوا ہوگا سچائی اور نیکی سے کہاں تک تعلق ہو سکتا ہے ہر جگہ دروغ فروغ نہیں پاتا - دروغگو اپنے مخلصوں سے سچ بولنے پر مجبور ہوتا ہے - یہاں جھوٹ کے جہاز جو چلے تو صاحبزادے نے اپنے افسروں اور ہم پایہ دوستوں کو بھی ان پر سوار کر دیا - ذرا کمی ادہ صلی کمینگی کی با وہ زبان کی قینچی پر ہمیشہ سے رکھی گئی تھی - عہدے کی ہمہ گیری نے اسے اور تیز کر دیا ہر ایک سے "وسعت ترے کی سہٹ ترے کی" عادت بڑھی اور افسروں کا دامن تھامنے لگی بھلا افسر کیوں برداشت کرتے ایک روز کسی بطراق افسر سے سابقہ جو پڑا تو اسنے بوٹ کی ٹھوکر پر رکھ لیا ساری ٹھیانی شان بھاگ نکلی - مشہور تو یہ ہے کہ نوجداری سپرد ہوئے مگر ہمیں شک ہے کیا معنی کہ ہمارے دوست کی والدہ محترمہ کا اثر اسوقت زائل نہوا تھا انکے تدبر کا وار خالی کیونکر جاتا - جان بچی اور لاکھوں پائے رشوت

اودلی ساتھ گاڑی تیار ہے۔ کوٹ پتلون ہیٹ کسی چیز کی کمی نہیں کچہری کا وقت بھی ہے تعطیل بھی نہیں خدا نے خود پر آنکھیں دی ہیں بار ہا انصاف کی کرسی نے آپ کو اور آپ نے انصاف کی کرسی کو رونق بخشی ہے۔ مگر یہ تو فرمائیے آخر یہ ہے کون سا انصاف۔ کیا کوئی غریب سلسل البول میں مبتلا نہیں ہوتا۔ کیا بیماری کسی کے قابو کی چیز ہے۔ کیا انصاف کے یہی معنی ہیں کہ مجبوری و اختیاری میں فرق نہو۔ کیا یہ خدا کی بنائی ہوئی زمین پیشاب کا تحمل نہیں کر سکتی ؎

گرم تا کے بامدایں بانداز

کیا یہ شخص کبھی اور کبھی جھوٹ بولا تھا جو آج اُنکی بات موت کی دھار میں بہادی جائے۔ ابھی حضرت نہدے لے اسی لیے پوچھا تھا کدھر کا رخ ہے ؟

ترسم کہ بہ کعبہ نرسی اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

اللہ رے آپ کے سخت اور پیچیدہ معاملے۔ اسے حضرت اول تو میونسپل کے بائی لاز کوئی خدائی سند نہیں رکھتے دوسرے اگر مجبوری نہو تو شہر آبد سنداس یا نالی کے قریب بھی کوئی نہ جائے۔ پیٹ سے گندہ مواد خارج کرنا اور خوشبو کے عوض بدبوئے دماغی ایذا کا تحمل ضرورت کرواتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ آپ تنبیہ کر دیجیے تاکہ دوبارہ بی میونسپلٹی جان کی پٹیوں میں یہ خوشبودار تیل نہ پڑے۔ واللہ انصاف یہ نہیں ہے۔ نہدے کے جواب کا سوال اسے تو یہ سوال کا جواب یہ تھا کہ کبھی جاتے ہیں گوسے نکل کے موت میں پڑنے اور اس طرح کے دو وقتہ بل ادا کرنے "

کیوں حکیم صاحب کہاں چلے : ۔

"کیا معنی ؟

—"یہی کہ بارہ بجے ہیں شب کا وقت ہے پانی برس رہا ہے ایسی حالت میں جناب والا کی ذات کا فالج کس عضو ضعیف پر گرے گا "

" لاحول ولا قوۃ۔ آپ بھی مجھے کچھ وہ معلوم ہوتے ہیں۔ اے جناب کیا آپ کو نہیں معلوم کہ میں خادم الطبیعۃ طبابت پیشہ انفع الناس فرد ہوں۔ آپ دیکھیے یہ تو عالم ہے کہ نفع رسانی خلق کا دانیا اسوقت بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ مرزا اجل رسیدہ کو تو آپ جانتے ہی ہیں وہی جنکے خاندان کا بخیت خاندانی معالج ہونے کے بندہ استیصال کلی کر چکا ہے۔ خدا بخشے عجب آدمی تھے اُنھوں نے مرتے دم وصیت کی تھی کہ چاہے جو کچھ ہو خادم الحکما حکیم مرگ مفاجاۃ کو میرے وارث ہمیں روپیہ ہمیشہ دیتے رہیں کیا وجہ کہ دست شفا انھیں غیب سے حاصل ہے مریض بچتا نہیں کان دبائے ایک ہی گھونٹ میں مردہ نہر گور سے جا ملتا ہے۔ میں اپنے عزیز فرزندوں سے محبت کرتا ہوں اور انکا فراق مجھے دم بھر گوارا نہیں حکیم صاحب بصورت اگر عنایت فرمائینگے تو سال ہی بھر میں انشاءاللہ تمام خاندان کے افراد مجھ سے آملینگے۔ بس نبابا اُن مرحوم کی وصیت کا نباہ ہے جو اسوقت تکلیف اُٹھائی اور اصل تو یہ ہے کہ حکیم پر واجب ہے خدمت مرضی خواہ نفع دنیا ہو یا نہو۔ اسلیے ماسوا اُن مرحوم کے بعض عزیز علاوہ مشاہرہ مقررہ کے غیر معمولی فقوں میں طلب کرتے ہیں تو لیس علحدہ سے دیتے ہیں جو مشاہرہ میں مجرا نہیں ہوتی۔ واللہ جو شخص طبیب ہے اُسکے فرائض نہایت سخت ہیں۔ اگر مرتا بھی ہو تو دوسرے بیمار کا مداوا اُسپر فرض ہے "

" سچ کہا آپ نے۔ بندہ کا ایک محتاج پڑوسی بالکل جاں بلب ہے اگر واپسی کے وقت اُسے بھی ایک نظر دیکھ لیجیے تو سبحان اللہ "

" جی کیا فرمایا۔ آداب عرض ہے کہیں ایسا نہو کہ مرزا اجل رسیدہ کا پوتا مر جائے اور فیس کا مفت میں نقصان ہو اور واپسی کے وقت کو میں اتنا خستہ ہوجاؤنگا کہ بیان سے باہر ہے۔ مجھے شیخ جی کی بیماری کی اطلاع ہوئی تھی مگر سواری نہونے کی وجہ سے نہیں گیا نہ کوئی بلانے آیا "

— درست ہے قبلہ۔ درست ہے۔ تین میل کی مسافت آپ اسوقت طے فرما رہے ہیں۔ اور پڑوسی کی دیکھ بھال جو آپکے حکمت کدہ سے دو قدم کے فاصلے پر ہے اتنی دشوار ہے کہ سواری آنے اور طلب کرنے کا انتظار ہے۔ بس دیکھی آپ کی خدا ترسی۔ مجھے اسوقت حضور کی نقل و حرکت کا سبب معلوم تھا۔ یعنی چند پیغمل ہوائے اجل کے جنون سے کون فرد بشر خالی ہو نہ تو کوئی کیوں دعۃ وسکون تو تمام ہے اوبطبر دار ہم سجان بوجھ کے اس لیے پوچھا کہ دیکھیں آپ کو خدا ترسی کی ہماسں ہے یا نہیں معلوم ہوا کہ نہیں ہے آپ بالکل اچھے خاصے ہیں۔ معرفکو اول ہیں ؎

باکوری باطن چہ کند دیدۂ ظاہر
نرگس ہمہ چشم آمد و بینا شدنی نیست

خدا آپ کی حکمت سے بچائے ابھی جس مادہ پر آپ چل رہے ہیں وہ سیدھی جہنم کو جاتی ہے جلدی تشریف لیجائیے۔

ابی دولہا میاں کدھر چلے۔

" واہ حضور آپ دیکھ رہے ہیں کہ گھوڑے پر سوار دولہا بنے بیٹھا ہے ڈھول ڈھول پوں پوں ہو رہا ہے شہنائی سور بانس ساتھ ہیں۔ حضور عینک لگوا دیجیے تو دن کو رات سوجھے بھلا یہ بھی کوئی سوال ہے۔ بچہ بھی دیکھے تو سمجھ لے کہ شادی ہے دولھن بیاہنے جاتے ہیں۔ دلہن دہیز لائینگے مزے اُڑائیں گے "

—" بھائی سچ ہے تمہیں کور و درزاد ہیں مگر ہم تو یکتے ہیں کہ شادی کا مآل بھی جانتے ہو یا نہیں۔ تین آنے روز کے نوکر ہو۔ جو ہاں میں سماتا نہیں دم میں باندھ چھاج بہاڑ کیا کماؤ گے کیا کھاؤ گے کیا کھلاؤ گے اور جو کل ایک آدھ پلا پیدا ہو گیا تو اُسکی پرورش کا بار کس طرح اُٹھاؤ گے بھیا سچ پوچھو تو ہم اندھے نہیں ہیں اندھے ہو اندھے تم نے تو راستہ دیکھ کے چلتے ٹھوکر نہ کھانے۔ بھائی یہ شادی نہیں بربادی ہے اس سے ذرہ ورنہ پچھتاؤ گے۔ فی النکاح فرح شہر و ھم دھر۔ نکاح میں ایک مہینہ کی خوشی ہے اور تمام عمر کا غم۔ و ثقل مہر و کسر ظہر۔ خیر مہر کا بوجھ تو دور ہی بہ جبہ ہے نہ تمہارے باپ نے اُٹھایا نہ تم اُٹھاؤ گے اُلٹی نالہ چلے گی۔ جو روجو کچھ گھر واہے سے لائیگی کچھ دنوں اُسی سے تمہارا کام چلے گا ہاں کمر ضرور ٹوٹیگی۔ سانپ کے بل میں اُنگلی دیئے جاتے ہو منتر یاد نہیں۔ کہو بھائی اب ہم اندھے ہیں کہ تم ؟ ہم نے جو پوچھا کدھر چلے تو کیا بیجا کیا "

مختلف جماعتوں کی ٹے ٹے۔ ریز کا تماشا۔ مٹھوستان پونا

۱ـــــ ست گورو دھت رام چرن داتا۔"

۲ـــــ صحیح تو خدا اور خدا کا رسول ہے تو غافل نہ ہو اور خدا کو نہ بھول۔ پڑھو مٹھو میاں۔ میاں کا پیارا پیارا مٹھو"

۳ـــــ ہیرامن طوطے۔ پہاڑی طوطے۔ ٹے ٹے ٹے ٹے۔ لال لال چونچ۔ ہرے ہرے پنکھ۔ آٹا دو آٹا دو ـــــ"

میاں طالب علم کدھر جاتے ہو

ؔ واہ قبلہ بھلا جب آپ دیکھ رہے ہیں کہ سامنے کالج ہے اُدھر ہی سیلانچ ہے ہاتھ میں کتابیں ہیں۔ گھنٹی بج رہی ہے تو خود ہی اپنے دل کو جواب دے لیا ہوتا"

ؔ ہاں میاں سچ ہے ہمیں غلطی پر ہیں مگر یہ تو بتاؤ کس درجہ میں پڑھتے ہو کب فراغت ہوگی فارغ التحصیل ہونے کے بعد علم سے کیا کام لوگے؟ ؔ

ؔ واہ یہ سوال پہلے سوال سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ اے حضرت کوئی پڑھتا لکھتا ہے تو کس لیے۔ نوکری کرینگے وکالت کرینگے دفتروں میں حساب کتاب لکھیں گے اگلے سال بی اے کا امتحان دینگے انشاءاللہ دیکھیے گا کتنی ترقی کرتے ہیں "

خدارا س لائے۔ پروان چڑھو۔ آباد رہو۔ مگر تعلیم کا حاصل یہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو۔ تمھاری عقل سے تو اس طفل کی عقل بہتر ہے جو کہتا ہے ؎

جو کھیلیں گے کودینگے ہونگے نواب
پڑھینگے لکھینگے تو ہوں گے خراب

(ناتمام)

راقم

کوبینا

نقد النقد

ناموس ملت

خادم علی خاں صاحب اخضر۔ (ڈالیشوڈ روڈ آگرہ) نے ایک مختصر رسالہ پردہ نسواں کے مسئلہ پر جو آجکل زور شور سے اُچھل رہا ہے شائع کیا ہے۔ مال مفت ہے یعنی کوئی قیمت نہیں یا یوں کہیے کہ "بے بہا" ہے ہم نے یہ رسالہ بو النصیبن کی خدمت میں بھیجدیا ہے وہ دیکھیں گی تو بہت خوش ہونگی کہ اتنے پڑھے لکھوں میں ایک تو انکا ہم زبان نکلا جو پردہ داری کو رواج اسلامی خیال کرتا ہے۔ اپنی عورتوں کو یہ کہہ کے خوش غلاف کرنے پر راضی نہیں کہ رسول کی گھروالیاں بھی یہی کرتی تھیں۔

ہم نے یہ پمفلٹ دیکھا خوب لکھا ہے اسوجہ سے نہیں کہ انجناب پرانے خیال کے آدمی ہیں۔ ایک

ہاں میں ہاں ملانے والا جو ملگیا تو لگے سبھی جھوٹی تعریفوں کے پل باندھنے۔ ابھی شفقت تو ہیں آپ خود منگا کے دیکھ لیجیے طرز بیان مرغوب ہے فقط

مضامین چکبست

انڈین پریس الہ آباد نے پنڈت برج نرائن چکبست کے انتقال کے بعد پہلے اُن کا نظم کلام شائع کیا تھا اب "نثر" مضامین کا مجموعہ شائع کیا ہے۔ پنڈت صاحب کو اردو زبان سے خاص الفت تھی مشاعرہ کرتے تھے۔ اور ادبی رسائل کا مطالعہ جزو زندگی سمجھتے تھے۔ انکے انداز تحریر میں باوجود انگریزی کے فاضل ہونے کے افرنجیت کی بو نہیں آتی تھی یعنی وہ ٹھیٹ انگریزی محاورات کا ترجمہ مثلاً "تفریحی تبسم" اردو میں کھپانے سے احتراز کرتے تھے اسیوجہ سے جو روانی سلاست انکے مضامین میں ہے وہ کم انگریزی پڑھے ہوؤں کی تحریر میں پائی جاتی ہے۔ انھوں نے ایسی غذا بہم پہونچائی ہے جسے اُردو کا معدہ بآسانی ہضم کرسکتا ہے اور یہ بڑی بات ہے۔ ۲۴۴ صفحہ کی کتاب ہے واضح خط ہے سفید کاغذ ہے عدر قیمت ہے۔

پنڈت صاحب کو "اودھ پنچ" سے خاص اُلفت تھی اس کتاب میں کئی جگہ اودھ پنچ کا ذکر ہے اور اسکے پرانے مضمون نگاروں کے مختصر حالات بھی ہیں۔ اور انھیں کے ذیل میں اُردو ادب پر جا بجا نظر کی ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ کتاب ضرور مقبول ہوگی۔ مثنوی گلزار نسیم کا دیباچہ اُنھوں نے بہت محنت سے لکھا تھا وہ بھی اس کتاب میں موجود ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جو مضامین اُنھوں نے اودھ پنچ میں مصنوعی اور فرضی نام سے لکھے تھے اُنھیں مؤلف نے ترک کردیا۔ اگر مؤلف صاحب ہم سے پوچھتے تو ہم اُنھیں بتادیتے۔ اودھ پنچ میں "میوۂ تلخ است نصیب شجر" کے عنوان سے جو سلسلۂ مضمون شائع ہوا ہے وہ اُنھیں کے زور قلم کا نتیجہ ہے اور بھی مضمون ہیں فقط۔

غزل برطرح مشاعرہ انجمن اصلاح الادب

از نتیجہ فکر جناب سید زوار حسین صاحب حریف

جب اپنے باپ کے مٹنے کا ساماں دیکھ لیتے ہیں
تو کس حیرت سے مجنوں سوئے اماں دیکھ لیتے ہیں

اُنھیں ہم جانتے ہیں دختر رز کی لونڈیاں ساقی
کسی گھورے پہ جب کچھ ٹھیکیاں دیکھ لیتے ہیں

قفس سے آکے باہر پھیرتے ہیں اپنی آنکھوں کو
سوئے صحرا جو ابر اور بدلیاں دیکھ لیتے ہیں

کہاروں سے سبق لیں رہروانِ جادۂ دنیا
کہ بوجھا لاد کر وہ رہنما بایاں دیکھ لیتے ہیں

بہت جی چاہتا ہے عاشقوں کا ڈُبکی کھانے کو
لب لب جب ترا چاہ زنخداں دیکھ لیتے ہیں

بمجبوری سوال وصل لینا پڑتا ہے واپس
اُنھیں ہم کھیلتے جسوقت گڑیاں دیکھ لیتے ہیں

یہ اپنی محویت کی حد ہوئی ہے جوش وحشت میں
کہ ننگا تو ہمیں سمجھے اب لوگ عریاں دیکھ لیتے ہیں

حریف آساں نہیں چھپنا تمھارا بزم میں اُنکی
یہ شاعر پھیر کر اپنی کنکھیاں دیکھ لیتے ہیں

حکایت و معذرت

ایک حکیم کو کسی بادشاہ نے بجرم مخالفت قانون ہتکڑی بیڑی پہنا کے کال کوٹھری میں بند کردیا۔ بادشاہ سلامت سمجھتے تھے کہ آزادی چھن جانے کے غم میں حکیم صاحب گھل گھل کے جزو لاتجزیٰ ہوجائینگے مگر چند ماہ کے بعد جو اُنھوں نے قیدخانے کا معائنہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ دیوار زندان اسکول کی سیاہ لوح ہے اُس پر مختلف اشکال اقلیدسی و ہندسی بنے ہوئے ہیں۔ حکیم صاحب اُنکے حل کرنے میں بفراغت مصروف ہیں۔ چہرے پر پہلے سے زیادہ خون کی سُرخی ہے۔ سمجھے کہ ارے یہ تو قید نے اُلٹا اثر کیا۔ خیال تھا کہ بعد تنہائی و حراست حکیم صاحب کو معافی مانگنے پر مجبور کریگی یہاں معاملہ برعکس ہے۔ پوچھا کہیے حکیم صاحب مزاج کیسا ہے اب بھی آپ ہماری جانب کی مخالفت پر مستعد ہیں

جلد ۱۳ نمبر ۳۹

مضامین

۲۰ اکتوبر ۱۹۲۸ء

خواب عین بیداری

ایک صاحب اپنی کہانی نظماً بیان کرتے ہیں تو مشق ہیں۔ اسوجہ سے غلطیوں پر نظر نہ فرمائیے
یہ دیکھیے کہ مطلب کیا ہے مگر جو بیچاری نو کے صاحبزادے ہیں بدل گیا اور اس انقلاب نے دل کی حالت کیا کیا بنا دی۔
بندہ شاعر نہیں جو ضرورتا یا مگر جو آپ کہیں۔ لہذا نظم جیوں کی تیوں رہنے دی گئی ہے کہ منت ضائع نہ ہو۔ ایڈیٹر

رہبری کی جو مقدر نے ہوا گھونگٹ میں دلہن ۔۔۔ بندہ تو تھا ہی بنا گھر میں مرے آئی دلہن
ہائے کیا حسن تھا کیا ناز تھے کیا تھے انداز ۔۔۔ ہر ادا اسکی تھی غارت گر دل صبر شکن
اور بھی نیز یادہ نرگس کی پریشاں نظری ۔۔۔ آنکھوں کو دیکھ کے شرمائیں غزالان ختن
سرخ آنکھوں میں ظالم کے گلابی ڈورے ۔۔۔ چھریاں سینہ پہ چلیں دیکھے جو کوئی چتون
چشم بد دور یہ زلفیں جو بکھر کر آئیں ۔۔۔ شک ہوا کالی گھٹا ہے تیری یہ گھٹا نے دامن
زلف سنبلوں کو میں تشبیہ بھلا کس سے دوں ۔۔۔ کوئی کالا اسے کہتا ہے تو کوئی ناگن
تازگی اس گل رخسار کی پھر کیا کہیے ۔۔۔ سامنے منہ نہ کرے اسکے بہار گلشن
دیکھ پائے جو کسی اسکے لب نازک کی ۔۔۔ شرم سے منہ نہ دکھائے کبھی اپنا سوسن
ساتھ شوخی کے حیا کی بھی تھی کچھ آمیزش ۔۔۔ بات کرنے کا وہ انداز جھکا کر گردن
جی میں آتا ہے یہی چاک گریباں کیجیے ۔۔۔ اونچی چولی کی پھبن دیکھ کے بے تاب تھا تن
کیا ہی موزوں تھا لباس اسکے قد موزوں پر ۔۔۔ سر بھی ڈھنکے تو شرماتے جھکائے گردن
جسم نازک سے چلی آتی تھی خوشبو کی مہک ۔۔۔ شادی کا جوڑا ہوا اس شوخ کے تھا زیب بدن
سر سے پا تک تھی غرض حسن و ادا کی گٹھری ۔۔۔ ایک جوبن پہ برستے تھے ہزاروں جوبن
گھر میں آئی تھی دلہن گھر بھی سجا مثل عروس ۔۔۔ کہیں فانوس کسی جا پہ کنول تھا روشن
فرش و قالین سے ہر ایک مزین کمرہ ۔۔۔ کہیں پردا تھا پڑا اور کہیں پہ چلمن
قاعدے اور دل آشفتہ بیان تمہید ۔۔۔ آمدم بر سر مطلب کہ نہ ہو طول سخن
شب کو تنہائی میں ہم دونوں ہوئے جب یکجا ۔۔۔ حور کو پاکے بغل میں ہوا میں شاہ زمن
رات بھر لطف اٹھاتا رہا ہم آغوشی کا ۔۔۔ لذت وصل سے سرشار تھا مدہوش مگن
صبح دم آنکھ کھلی جب تو یہ نقشہ دیکھا ۔۔۔ نہ تو دولہا ہے مکاں میں نہ کہیں کوئی دلہن
نہ تو عمامہ ہے کھونٹی پہ نہ مدھی سہرا ۔۔۔ نہ تو ہاتھوں میں نظر آتا ہے اپنے کنگن
پائجامہ کے عوض پہنے ہوئے ہے پتلون ۔۔۔ کوٹ پہنے ہوں نہیں اپنا وہ اچکن چکن
ہاتھ داڑھی پہ جو پھیرا تو صفاچٹ میدان ۔۔۔ یا یا میداں جو خالی تو ہوئیں مونچھیں ہرن
آئینہ لیکے رخ صاف کو جا نچا اکبار ۔۔۔ اس کشمکش و پیچ میں میں پڑ گیا ہوں ہر گھڑی زن
دیکھا جھک کر کہ غدار دہے زری کا جوتا ۔۔۔ بوٹ رکھے ہیں کوئی ہلتا ہے کوئی کراہن

نہ تو فانوس نہ قندیل و کنول کا ہے نشان ۔۔۔ گیس لائٹ کہیں روشن ہے کسی جا لالٹین
دیکھی اور تبدیلی بھی ہوئی ہیں صد در م ۔۔۔ گھر سے غائب ہوے سب جتنے تھے دیسی برتن
بی بی صاحب کو جو ڈھونڈھا تو یہ نقشہ دیکھا ۔۔۔ سامنے میز ہے اک کرسی پہ ہیں جلوہ فگن
مثل پٹھانوں کے حجاب انکا ابھی چھٹ ہے ۔۔۔ چومتا ہے کوئی ہاتھوں کو کوئی پاؤں دھن
سینکتا ہے کوئی بیٹھا ہوا آنکھیں اپنی ۔۔۔ لب نازک اگر ہلتا ہے تو اسکا ہے دہن
ہوش رخصت ہوا اڑالی جو سراپا یہ نظر ۔۔۔ نہ وہ آنکھیں نظر آئیں نہ وہ ترچھی چتون
ہائے جن آنکھوں میں دیکھا تھا غضب کا جادو ۔۔۔ آج ان آنکھوں میں نہ سرمہ ہے نہ کاجل کی پھبن
زلف پیچاں پہ نظر کی تو پریشان ہوا ۔۔۔ سینہ جلنے لگا زیادہ ہوئی دل کی الجھن
غضب فرقت سے زیادہ جسے کہتے تھے دراز ۔۔۔ اب ظلم یہ حکم ہوا ہے کہ رہیں تا گردن
نہ رہ مقراض ہوئیں کاکل مشکیں کی لٹیں ۔۔۔ شعرا جسکو کہا کرتے ہیں کالی ناگن
ہائے کبھی وہ نہیں عشاقوں کا جو دل الجھے ۔۔۔ اب وہ زلفیں بھی نہیں یا سیہ کاکلیں پھبن
تازگی اس گل رخسار کی معدوم ہوئی ۔۔۔ اب تو منہ دیکھ کے آجاتی ہے چہرے پہ شکن
بات پیدا ہو بناوٹ میں کہاں ممکن ہے ۔۔۔ اور یہی ٹھٹے ہے جسے کہتے ہیں سب بھلاپن
دن میں دو چار دفعہ ہوتی ہے پالش رخ پر ۔۔۔ منھ پہ ہر لین لگاتی ہیں بجائے ابٹن
شرم سے بات بھی منھ سے نہ نکلتی تھی کبھی ۔۔۔ مثل قینچی کے زباں چلتی ہے اب وقت سخن
اب نہ وہ دھانی دوپٹہ ہے نہ وہ محرم ہے ۔۔۔ اونچی چولی بھی اڑی اڑ گیا وہ پیراہن
سر پہ ٹوپی ہے لگی ہوئی کہ جسے کہتا ہے ٹوپی ۔۔۔ پائجامہ کی جگہ سایہ ہوا سایہ فگن
پائے نازک میں جو پہنے تھی زری کی جوتی ۔۔۔ بوٹ جب آیا تو وہ بھی ہوئی آوارہ وطن
گھر میں ماما نہ سہیلی کوئی نہیں آتیں نظر ۔۔۔ خانساماں ہی کھلاتا ہے انہیں آج لگن
رات کو روز بجاتی ہیں پیانو باجا ۔۔۔ اب نہ سارنگی کا لہرا ہے نہ وہ توم تنن
نہ مہاوط نظر آتا ہے نہ ڈولی نہ کہار ۔۔۔ سیر کے واسطے موٹر ہے کئی ایک فٹن
پھر تو گھبرا کے یہ بیگم سے یہ پوچھا میں نے ۔۔۔ کچھ تو اس عقدہ کا حل کیجیے اے مشفق من
ہم نشیں آپ ہوئے پردہ نشیں سے کیونکر ۔۔۔ غیر کے گھر میں جو گھستے ہیں یہ ہے کون چلن
کیسی بدلی نظر آتی ہے بیگم کی بھی ۔۔۔ نہ تو وہ پاس حیا ہے نہ وہ انداز سخن
مغربی رنگ جھلکتا ہے ہر اک باتوں سے ۔۔۔ تیز ترقی میں کیوں آج لگا ہے یہ گرہن
بادۂ ناب سے ہر ایک تھے بیخود بدمست ۔۔۔ یک بیک مثل صراحی وہ ہوئے قہقہہ زن
ایک بولا کہ عبث رنج ہے ان باتوں کا ۔۔۔ آپ بیفائدہ کرتے ہیں بکا و شیون
نہ یہ انداز برے ہیں نہ یہ باتیں ہیں بری ۔۔۔ دیکھیے ہنستے ہیں کس طرح سے اہل لندن
آج پردا ہی ترقی کے لیے ہے مانع ۔۔۔ قوم کے واسطے پردا ہی ہوا ہے دشمن
کوئی یوں بولا بڑھا کر کے مئے ناب کا جام ۔۔۔ پیجیے بادہ کو چھوڑیے اب جام کہن
مذہبی جھگڑوں کو رکھ دیجیے بالائے طاق ۔۔۔ اب نہ ہے دور فرائض کا نہ ہے دور سنن
سانس لینا ہے جو دنیا میں بہ چلیے جو لا ۔۔۔ یہی دنیا کا ہے رنگ اور یہی ہے فیشن
فرط حیرت سے مرے غائب ہوئے ہوش کے حواس ۔۔۔ ہوگئی گنگ زباں بند ہوا اپنا دہن
ہائے کس سے کہوں دلپر جو گزرتی ہے مرے ۔۔۔ دل میں وہ اندوہ ہوا غم ہوا اندوہ دل من

راقم ——— م-ب-ی-ن-جونپوری

موقع دے کے رواج توڑا کبھی رعایا کو مجبور کر کے رواج توڑ دالے کا مواد جمع کیا۔ اب جو وہ دخل معقولات کرنے لگے تو فریاد کرتے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ اب کیسی فریاد؟ بے شک انگریزی حکومت کو آج سے نہیں ابتدا ہی سے تمہارے بیچ کے معاملوں میں دخل دینے کا حق حاصل ہے یہ حق تم نے خود عنایت کیا ہے اور تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ تمہارے ساتھ ان غریبوں کی گردن بھی پھنسی جو نیک چلن ہیں رعایا کے محبوب ہیں منتظم ہیں رحم دل ہیں عادل ہیں اپنی ریاست میں امن امان قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ انگریزی حکومت ہے ہوشیار۔ ہوشیار آدمی ہر قسم کا حق حاصل کر لیتے ہیں۔ حق حقوق کا خیال اُس وقت کہاں چلا گیا تھا جب ولیعہد کو زہر دیا بڑی مہارانی کو کال کوٹھری میں بند کیا۔ نگوڑے ادنیٰ سائیس کے ہاتھوں بڑے بڑے عزت دار ماتحتوں کی مونچھیں اُکھڑوائیں۔ ڈنڈوپلے گنگرے بال کے حضرت لوط کی اُمت کو اس میدان میں شکست دی۔ رنڈی بھڑووں پر خزانہ لٹایا۔ حق داروں کا حق مارا۔ اور ان سب بد فعلیوں کے لیے سرکاری ایجنٹوں کی خوشامد کی جھگڑا بڑھنے پر اُنھیں درمیانی قرار دیا۔ اپنے اختیارات سے غلط کام لیا۔ کتّے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتے تھے اور عزیز قریب نگوڑے نان شبینہ کو محتاج پھرتے تھے۔ کسی کی جاگیر ضبط کسی کا مکان مسمار۔ کسی کے پاؤں کاٹھ میں۔ کسی کی بیٹی بہو آبرو ریزی کے اندیشے میں سچ سچ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ریاستوں کے قبضے میں جو زمین ہے وہ خدائی حکومت سے بالکل باہر ہے۔ سنو اسکاٹ صاحب جن رئیسوں کو اس قسم کے اختیار حاصل ہیں اُنھیں اب اور کسی قسم کے حقوق کی ضرورت نہیں۔ جن لوگوں نے تمھیں وکیل کیا ہے اُن میں سے کئی رئیسوں کے حالات اخباری کاغذوں میں الم نشرح ہو چکے ہیں اخباری کاغذوں پر پورا اعتبار نہیں کرتی اسلیے کہ یہ دو قسم کے ہیں۔ ایک خوشامدی دوسرے قابو چی خوشامد کی جھوٹ بول کے پیٹ پالتے ہیں۔ اور قابو چی بات کا بتنگڑ بنا کے اپنا کام نکالتے ہیں رئیس دب گیا تو اونے پونے معاملے کر لیا نہ دیا تو پھر اسکی رعایا کی وکالت اور خلائق کی بے لوث جذبہ داری اور حمایت کا قصیدہ اپنی شان میں خود ہی پڑھنے لگے۔ زبردستی سچوں کی فہرست میں نام لکھ گیا۔ مگر جب دیکھتی ہوں کہ رئیس کا رویہ عقل اور منطق کے خلاف ہے تو میں کسی اخباری خبر کو جھوٹ بھی نہیں سمجھتی۔

سر اسکاٹ صاحب چاہے کچھ ہو یا نہ ہو مگر تم جو قسمت کے دھنی آ میں شک نہیں۔ ایسے آکھڑ کے ان مٹ گانٹھ کے پورے بھلا کس کے ہاتھ لگتے ہیں یہ کمزوری کا ساتھی لنگوٹیا یار ہوتا ہے ساتھ دیے جاؤ۔ موکلوں کے حق میں تو کوئی بہتری کی صورت نکلنی مشکل ہے۔ البتہ تمہارے حساب کے بل ادا ہو رہینگے۔ سُنتی ہوں پنہیر دیا نیرا میں یہ خبر چھپی ہے کہ کرشبلر کمیٹی کے سامنے آیندہ تحقیقات کا معاملہ اب نہ پیش ہوگا چلو چھٹی ہوئی یہی بکھیڑے کی بات تھی۔ رہ گئے گذشتہ معاملات تو مثل ہے "گذشتہ را صلوات" بات کی بات خرافات کی خرافات۔ یہ بات وہ بات تکا دھو میرے ہاتھ۔ بھئی کیا معاملہ سمجھایا ہے واللہ میں تو مان گئی۔ کہاں سے آئے کہیں سے نہیں کہاں گئے تھے کہیں نہیں۔

جب روسیوں اور ایرانیوں سے ٹھنی تھی تو ایک معاملہ میں خطا تھی روسیوں کی دآپ جانیے شہزور کبھی گنہگار نہیں ہوتا) مگر معافی مانگنے کی فرمائش ہوئی ایرانیوں سے۔ ایران والوں نے انگریزی حکومت کو وکیل بنا کے اُس سے مشورہ طلب کیا وکیل صاحب نے فرمایا ایک ذرا سی تو بات ہے ہاتھ باندھ کے روسیوں کے قدموں پر گر پڑو۔ اور جو کچھ وہ مانگتے ہیں دے دلا کے جھگڑا چکاؤ۔ اور سنا بھئی ہمیں نہ بھول جانا جب معافی مانگنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو پھر ہم سے بھی لگے ہاتھوں معافی مانگ لو روسی دشمن ہیں۔ ہم دوست ہیں۔ دوست کو دشمن پر ہمیشہ ترجیح ہے۔ اور ہاں یہ یاد ہی نہیں رہا جو کچھ روسی مانگتے ہیں انھیں تم دوگے تو ہمیں ہمارا حق المحنت بھی ملنا چاہیے۔ بہت نہیں بس زیادہ نہیں آدھم آدھ۔ ہم ایسے بیدرد نہیں ہیں"

راقمہ ———— منظور آرا بیگم

مولانا سیج کا پھسٹ بیگ

ضیافت مرحوم

مولانا۔ یہ کسی شاعر کا تخلص نہیں کہ لطافت کے قافیہ پر قیاس فرما کے آپ فاتحہ پڑھنے لگیں۔ اے حضرت یہ ایک ضیافت کا حال ہے جو اسی ہفتہ میں بمبئی کے گورنر صاحب اور پونا کی مفت خور کمیٹی کو جسے عرف عام میں سائمن کمیٹی یا آل کمیٹی کہتے ہیں خان بہادر جان محمد صاحب نے دی تھی۔ اللہ اللہ خوش غلاف اے تو یہ خوش پوشاک صاحب لوگ بھڑکیلی سجیلی ٹخنوں گھنگھریوں والی میم صاحبات لٹ پٹی زریں دستار والے مرہٹے کا مدار ٹوپیوں آئے مسلمان ہیٹ کوٹ والے نیم ٹر سب ہی اپنی اپنی پھبن دکھا رہے تھے میزوں پر رکابیں کھنکتی تھیں چمچے اللہ دے اور بندہ لے کہنے پر آمادہ تھے۔ کھانوں کا گرما گرم دھواں بھوک کو بھیا رے دے رہا تھا کہ ابر آیا اور گھر کے آیا میاں رعد کے قلم اقدس میں ریاح باسوری کا زور بندھا طرح طرح کی ہوائیں چلنے لگیں امساک کا فعل باطل اور ارادہ استفراغ کا عمل جاری۔ لے میرا بھائی تیل دھار اور پردھار۔ کھانا گیا اپنی اپسی ہیں۔ دے پانی دے پانی تلے پانی اوپر پانی ہر قاب گرداب۔ ہر طشتری بھنور ہر چمچہ ماہی۔ ہر چھری دھار دار موج۔ ہر کانٹا جھینگا۔ پاؤ روٹی کے جہاز رواں۔ سموسوں کی کشتیاں ڈولیں۔ آلو کے تلے قفے۔ آئس کریم کے تودے نوازے۔ بیف کے ٹکڑے مچھلیاں بسکٹ کی ٹکیاں۔ غرض کھانے کا دریا طوفانی۔ ہر چیز پانی پانی۔ تمام کھانا غور رہا۔ کھانا در کنا سیلابوں کی سیل نے شامیانے پر جو چوٹ کی تو وہ بھی سرنگوں۔ مہمانوں کی بھگدڑ کا تماشا قلم مختصر رقم کے ان کی بات نہیں آنکھوں ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ ہائے ہائے ساری مشیخت بھیگ کے فالودہ ہوگئی۔ سارا ٹھاٹھ دھارے پر بہہ گیا۔ خواتین کی ریشمی ملکی جھلکی پوشاکیں بھیگ کے بھاپے کی طرح جزو بدن ہوگئیں۔ کوئی شو فرشو فریکارتی اور نعلوں میں ہاتھ دے کے پیڑوں کو صافی سمیت

"لُلی گھوڑیاں ہیں۔ لُلی گھوڑیاں ہیں۔ اسپ نہ شد پیل شد"

"کیا کہیے۔ صورت بن کے بگڑ گئی۔ پاؤں ہوگئے آدمی کے۔ اب پیل ہی اس منزل کو طے کرے گا۔ اسپ [illegible]"

چھپاتی کوئی دوستوں کی آڑ پکڑ کے مردوں کی نگاہ بچاتی۔ میاں باہر کا یہ حال کہ بس نہیں کرتے ہمارا ہمارا دوں ہمارا ہمارا دوں سٹک کا دہانہ کھل گیا۔ بیزباں کا تمام روپیہ غرق رحمت۔ کس کی خبر لیں کسے پناہ دیں۔ اسپر یاروں کی چہل کہ یہی تم نے شعور دیا جاتی تھی جب تو برات میں پانی برسا۔ کوئی بولا کہ قوم نے کوسا تھا یہ دل جلانے کا نتیجہ ہے۔ گر زوجہ کی طلاق کا دکھ پروا نہیں جب تمہارا جی چاہے پھر بُلا لینا ہم پھر آ بیٹھے جفت کی ضرورت نہیں۔ مولانا آپ یہ خیال فرمایئے کہ اینجانب اس ہنگام برسات کی بدولت سوکھے گھاٹ اترے۔ اجی حول ولاقوۃ بھیگنے اور کھانے میں کوئی منافات نہیں نہ ہے منطقی کھانے پانی کا ساتھ کیونکر چھوٹتا جلدی جلدی نرم غذا پر ہاتھ لگانے خرچ کر کے چبانے اور دانتوں کی کاریگری کا انحصار تھا۔ مہل آئس کریم کی طشتری بیک جنبش دست حلق میں اتر گئی واللہ بھیگی ہوئی برف میں وہ مزا تھا کہ زبان سے نہیں معدے سے پوچھئے جیلی کی لطافت پر میمونہ معشوقہ ہشام بن عبدالملک قربان جسکی تعریف عاشق نے بایں الفاظ کی تھی کہ اگر کوئی شخص میمونہ کو نپیلا کے نگل جائے تو یقین ہے کہ حلق میں نہ اٹکے صاف پیٹ میں اتر جائے (بے ہڈی کی عورت تھی) آہ وہ نرم نرم سموسے وہ شوربے دار کباب کبھی نہ بھولینگے اے حضرت ساتھی کوئی نہ تھا نظر لگانے والا کوئی نہ تھا پھر جھجکتا کیوں شرماتا کس سے گیا تھا کھانے کے ارادے سے کھانا ارادے سے کھایا پانی بلا ارادہ مل گیا۔ سُنتا ہوں کہ ہمارے دریاول خاں بہادر دوسری دعوت پھر کرینگے اور دعوت مرحومہ کا غم نہ سہیں گے اللہ اُنکے ارادوں میں برکت دے ہم کو پانی پی پی کے دعا مانگتے ہیں۔ جس کا کھاتے ہیں اُس کا گاتے ہیں والسلام۔

راقم

رپورٹر۔ خیرآباد

ضروری قانون

زندہ کنی عطائے تو — ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو — ہرچہ کنی رضائے تو

ابھی مولانا۔ پردے کے متعلق ایسے محققانہ مضامین بدنصیبن نے لکھے کہ .... اچھوتے نکات کی تفصیل لکھ لکھ کے رنگ دُنیا سے اپنی طباعی کی داد لے رہے ہیں بالطبع سوادِ اعظم اسلام میں اب پردہ یقیناً پہلا ع عنکبوت ہے ایک مکھی پھنسا نہیں چند روز میں

فسادات بنگال وناسک

"رپورٹ کے لیے معقول مواد ملنے کی اُمید ہے"

ہزاروں ملکۂ ثریا جھاڑو لے کے نکلینگی اور ہر گوشہ نشیں کو کوڑی کی طرح نکال باہر کردیگی تعلیم تو مردوں میں عام ہے نہ عورتوں میں۔ تین فیصدی مسلمان تعلیم یافتہ ہیں تو اُنکے یہ خیالات ہیں۔ اینجانب تھوڑی دیر کے لیے قائل ہوئے جاتے ہیں کہ بے پردگی سے ان تین فیصدی مسلمانوں کی عزت و عصمت میں فرق نہ آئے گا مگر کوئی ان سے پوچھے کہ ستانوے جو باقی بچے ان کا مآل کیا ہوگا؟ اجی واللہ وہ تھپڑی بجے گی کہ توبہ بھلی۔ خیر جو کچھ ہوگا بچشم خود دیکھنا پڑے گا۔

ان نینوں کا یہی بسیکھ
یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ

سردست اینجانب ایک معقول مسودہ قانون مسلمان پردہ دار مردوں کی حمایت اور خواتین پردہ بر انداز کے رُجحان کے بھروسے پر کانٹھ کے پیش کرتے ہیں۔ ہے کوئی ایسا بلند خیال ایشاہ والکسا رنفس بہ عامل بقول عوام "صنف نازک" کی ناستار رکھنے والا کونسل کا ممبر جو اسے منظور کروا کے ثواب کمائے؟

کون ہوتا ہے حریف مےُ مرد افگن عشق؟
کون ہوتا ہے حریف مےُ مرد افگن عشق!

واضح ہو کہ نکاح اور طلاق دونوں میں شرع نے وکالت کا حق آزاد رکھا ہے یعنی اگر عورت چاہے تو خود اپنے امیدوار شوہر کو اپنا وکیل نکاح کر سکتی ہے اور مرد راضی ہو تو وہ خود اپنی دُلاری پیاری چاہیتی زوجہ محترمہ منکوحہ کو اپنی طرف سے صیغۂ طلاق جاری کرنے کا اختیار دے سکتا ہے نکاح خوانی اور طلاق دہی میں عدالت کی شرط نہیں۔ دو عادل گواہوں کی البتہ ضرورت ہے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ نکاح میں ایجاب ہوتا ہے عورت کی جانب سے اور قبول ہوتا ہے مرد کی طرف سے علے ہذا طلاق میں ایجاب ہوتا ہے مرد کے اختیار میں اور بچاری ناچار خواستہ وناخواستہ قبول کرنا پڑتا ہے عورت کو پس لاکھی کا بھی مال مردم خور بی بی والے نوابوں کی چوٹی اسی طرح قابو میں رہ سکتی ہے کہ نکاح مخصوص باختیار طلاق ہو یعنی اگر عورت چاہے تو نکاح نامہ کی عبارت میں مہر وغیرہ کی تشریح و تفصیل کے بعد ایک فقرہ بڑھوا دے۔

"دا حیاناً اگر منکوحہ عاقلہ بالغہ را از کردار ناکح کمبخت بیجا خلافِ خواہشے روئے دہد پس منکوحۂ جلیلہ از جانب شوہر مجاز است کہ بحضور شاہدین عادلین بگوید "انا طالق ثلثاً وکالۃً عن زوجی فلاں بن فلان" این طلاق پیش حاکم شرع کما کان نیا مقبول برائے خواہد بود"

امید ہے کہ انجمہائے خواتین ہند اپنی اُمت کو ہدایت کرینگی، پیاری بہنوں جب تک کوئی بھڑوا زنان مریہ اس شرط پر راضی نہ ہو جو اس قاضی کے کان میں چوہا نہ کرے۔ اور یہ قاضی صاحب بار بار طوطے کی طرح یہی سنتے رہیں کہ کاجر کی پنیری گن طیر کا پھل کرلے بی بی بچی تمھیں منا قبول ہو تو گھونسا م الٹ کے خدا کے نور یعنی ریفق اقدس قاضی پکڑوا اور خوب جھٹکے ان کی یہی سزا ہے۔

اگرچہ شرط بہ ہمان جیسی آزمجو لو کہ ظالم مرد سے بے نامی کے رہ جائینگے اور عورتیں جب چاہیں گی تبدیل زوالنو کر سکیں گی۔ بلطف یہ کہ کوئی مولوی ایسی عورت کو خیر کے شکنجے میں کس نہیں سکتا۔

اینجانب خواتین کی انجمنوں کی کارروائیاں نیور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ انھیں ابھی تک اپنے بہماؤ کی عمدہ تدبیریں نہیں سوجھیں یہ بیچاریاں ان سہولتوں سے بھی واقف نہیں جو انھیں شرع اسلام نے بنتہائے فیاضی عنایت فرمائی ہیں۔ جو رزولیوشن انکی انجمنوں میں پاس کیے گئے وہ بھی کچھ یونہیں سے ہیں۔ مثلاً انھوں نے حکومت وقت سے اپنے مہر کے متعلق کوئی اہم مطالبہ نہیں کیا۔ یہ آمادہ جہاں تو دعوئ مہر میعاد قانونی سے مستثنٰی ہو سکتا ہے۔ کورٹ فیس سے مستثنٰی ہو سکتا ہے۔ اسلامی جرائد کی لسانی و جوانگی کا اس امر خاص میں اینجانب کو انتظار ہے خصوصاً حضرت چغتائی کے ہم خیال توجہ فرمائیں۔

راقم

فلاسفر

مولانا پنچ کی نوٹ بک

مزہبی سرکار میں ہر روز بھرتی بحالی ہے

خدا نہ کرے کسی بھلے مانس کی عزت یا ذلت بیشرم یا احسان خلقت کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جائے واللہ کسی کام کی وہ عزت نہیں جو ہمارے نیم مذہبی اور نیم پولیٹکل لیڈروں کو خدا نے نہیں خدائی نے دی

خلقت خوش ہوئی تو اوتار بنا کے پوجنے لگی ناراض ہوئی تو ٹکشش (برہم راکس) کا چیلا کہنے لگی۔ کل تک گاندھی جی "مہاتما" تھے آج "سفرہ" کا معمولی خطاب بھی انکے نام کے ساتھ لوگوں کو گوارا نہیں بجرم کی معقولیت اور بہ وجوہ ڈاکٹر رنگان مکمل نہیں سکتے جو مرکھ والی کی ابنیاد کچھ نہیں رکھتے اور حقیقتاً سلاطم دو قطرے سنم قاتل کے حلق میں ٹپکانے کے بعد تمام دواؤں کا خاتمہ کر دیتے ہیں "دیوتا تو پھر مگر" یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بارہا لوگ چرخ عزت و اقبال پر چڑھائے اور پھر ٹانگ پکڑ کے کھینچے گئے۔ ہمیں یاد ہے کہ غریب گاندھی نے اپنے نام کے ساتھ "مہاتما" کا لقب دیکھ کے عذر کیا تھا و یارو مجھے مہاتما نہ کہو۔ میں مہاتما نہیں ہوں "اب یہاں سے راستے مختلف ہے کوئی حرف زن ہے کہ جس طرح چھوٹا نانی سال لے حاجی شوکت علی صاحب کو جیل چہال کے "امیر المومنین" بنتے پر مجبور کیا اسی طرح مہاتما کو "رب اعلٰی" کا عہدہ قبول کرنا مناسب تھا اور کسی کا قول ہے کہ اس ڈھائی دن کی خدائی یا تیلے کی سلطنت پر لات مارنا ہی شیوہ مردانگی تھا۔ مہاتمائی کے تخت سے گرنے کے بعد ان مسلمان اخبار نویسوں نے گاندھی جی کو "گوسالہ کشتی" کی بدولت "موسیٰ" بنانے کی فکر کی ہے جو پہلے انھیں "سامری" کہا کرتے تھے۔

ہندوؤں کی دی ہوئی عزت کا خاتمہ ہو چکا اب مسلمانوں کی بخشی ہوئی عزت دیکھیے کیا تماشا دکھاتی ہے بہرحال خوشامدوں سے خدا سمجھائے انکے طفیل میں سید الاحرار، امام الاحرار، ابو الاحرار، اخو الاحرار، زوجۂ الاحرار، ام الاحرار، بنت الاحرار، ابن الاحرار، خال الاحرار، عم الاحرار، سبط الاحرار، غرضکہ احرار کا سارا کنبہ دیکھ لیا۔

حکایت اور استفسار

بروایت امام ابن جوزی ایک مسلم بادشاہ ناقوس کی آواز سے بہت پریشان رہتا تھا راتوں کی نیند اڑ جاتی تھی ایک روز دربار میں اُسنے اعلان کیا کہ جو کوئی قیصر روم کے پاس میرا خط لے جائے اور جبر دربار میں اذان دے تو اُسے بہت انعام دیا جائیگا۔ ظاہر بات ہے کوئی آدمی اس ہم کے لئے تیار نہ ہوا۔ قبیلۂ غسان کا ایک بہادر آمادہ ہو گیا اور نامہ لیا اور مملکت پیکر روم پہنچ گیا اسنے قیصر کی خدمت میں نامہ پیش کیا اور کانوں پر ہاتھ رکھ کے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا تو تمام پادریوں کے کان کھڑے ہوگئے۔ نیزے، تلواریں، سنگینیں، خنجر بکڑ کے حملے پر مہیا ہوئے۔ مگر قیصر ذکی و ذہین اُسنے بمشکل تمام تلواریں تھمبا دیں۔ اور پادریوں سے کہا ذری سنبھلنا۔ تم اسکا سبب نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔ مسلمان بادشاہ پریشان ہے ناقوس کی آواز سے اسکی نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے مگر تم اس ایلچی کا خون بہاؤ گے تو پچھتاؤ گے تمہارے عبادت خانے ناقوس نواز ہیں اُسکے قتل کا بہانہ مسلمانوں کو مل جائیگا۔ قیصر نے ایلچی کو انعام دے کے رخصت کر دیا مسلمان بادشاہ اپنے ایلچی کے زندہ پلٹنے پر متعجب ہوا اور پوچھ بیٹھا کہ "اجی تم تو صحیح سلامت پلٹے" غسانی نے گردن جھکا کے جواب دیا "مگر حضور کی عنایت کو اس سلامتی میں دخل نہیں" یہ تو تھا خود سے ہندوستانی اپنے آقاؤں کی خوشی کے لیے ناقوس اور اذان پر آج کٹے مرتے ہیں قیصر روم نے کسی یونیورسٹی میں تعلیم نہیں پائی تھی۔ وہ غیر مہذب زمانہ میں پیدا ہوا تھا مگر اسے اتنی سمجھ خدا نے دی تھی کہ چال سمجھ گیا اور دشمن کی تدبیر خاک میں ملا دی۔ آج دنیا مہذب ہے۔ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم بنگال اور بمبئی کا صوبہ مشہور ہے تاریخ عالم انھیں مشہور ہے کیا وہاں کے باشندے اسطرح ناقوس اور اذان پر لڑتے رہینگے؟ یارو اگر یہی نسل انسانی کو سمجھ لو کہ وہ الان سے گی نہ ناقوس رہیگا اُنہیں والے دھیمی کی طرح دودھ کے دریا چلو سے کی ملائی بالائی کی ناؤ کا خواب رسوا ہے۔ خود مختاری اور کھنے کے بجائے گھٹنے گی تو وہ۔ غلامی کی نہری میں بچھے ہیں کتنا منہ چاٹ رہا ہے کھیاں بھنک رہی ہیں۔ سائمن صاحب پونے میں ہیں۔ ملک میں فساد کا رخ بالکل کھلا ہوا ہے۔ بنگال سے بمبئی تک نیزہ بازی کی دھمکی کی صدائیں آتی ہیں۔ آل پارٹیز کانفرنس کے جلسوں میں لاہوری مسلمان "اللہ اکبر" کہہ کے ناقوس کی آواز بند کرنا چاہتے ہیں۔ غسانی جان سلامت لے کے آیا تھا۔ دیکھیے ان موذنوں کو کیا ملتا ہے۔ بوڑھیا کا صدقہ باسی ساگ (مقبول ہو) نصیبن۔

غذا[illegible]نی

معرف[illegible]

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ آج تک موسیقی

جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا و نیز ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔　　　المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

REGISTERD No. A. 783

جلد سیزدہم
نمبر ۲۶

OUDH PUNCH

LUCKNOW 1928 WEEKLY

जिलद
नं: १३

ہفتہ وار باتصویر ظریف

اودھ پنچ لکھنؤ

अवध पंच अख़बार लखनऊ

MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES.

क़ीमत पेशगी		قیمت پیشگی	
सालाना	५	سالانہ	صہ
छमाही	३	ششماہی	سے
तिमाही	२	سہ ماہی	عہ

M. B. KHAN ARTIST

ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپ کر شائع ہوا

BOGAMAN LUCKNOW

قیمت فی پرچہ ۲ر

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کرسکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کے پاس جائے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ما بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ منت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو اُنھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر نیاز مند مینیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ آئے تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں مینیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر پہ نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۴ نمبر ۴۰

مضامین

۲۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء

غزل

پھر نئی جنگ کے ساماں نظر آتے ہیں مجھے

طبل پھر جنگ کے عریاں نظر آتے ہیں مجھے
پھر اُچھل کود کے ساماں نظر آتے ہیں مجھے

دھوتیاں کاندھوں پہ ڈالے ہوئے پھرتے ہیں ہنود
بے ازاروں کے مسلماں نظر آتے ہیں مجھے

جنکے ہونٹوں میں لپکتے تھے رجز کے شعلے
اب وہ کٹتے ہوئی آں منظر آتے ہیں مجھے

ہوتے چیختے پھرتے ہیں زمیں ارتہام
لٹھ لیے کاندھوں پہ دہقاں نظر آتے ہیں مجھے

کل جو نامرد تھے ساونت کہے جاتے ہیں
جو بہادر تھے وہ جنبیں منظر آتے ہیں مجھے

خانقاہوں میں ہوا کرتے ہیں دنگل ہر روز
اہل دل دست و گریباں نظر آتے ہیں مجھے

خاں بہادر کا خطاب آپ نے پایا کیونکر
آپ تو شکل سے خفیاں نظر آتے ہیں مجھے

کیوں نہ ہو حضرت نواب یہ ایں ریش دراز
آپ تو چوک کے درباں نظر آتے ہیں مجھے

کاجل آنکھوں میں ہے کپڑی ہوئی زلفیں رُخ پر
شاہ جی چھیل چھبیلیاں نظر آتے ہیں مجھے

اُفق روح پہ چھائی ہے اکھاڑوں کی گھٹا
لنگیاں باندھے دل و جاں نظر آتے ہیں مجھے

ضبط سرکار نے ہتھیار کیے ہیں جب سے
سو ہا کھیلتے گڑیاں نظر آتے ہیں مجھے

مانگتے پھرتے ہیں پھر قوم سے چندہ لیڈر
پھر اسی لوٹ کے ساماں نظر آتے ہیں مجھے

خاں بہادر ہوں کہ نواب کہ شمس العلما
ہیبت کفر سے لرزاں نظر آتے ہیں مجھے

دیکھکر مجمع عشاق کو وہ کہنے لگے
ان میں اک شاد ہی انساں نظر آتے ہیں مجھے

خواجہ حسن خاں شاد

لٹھمار پشاوری کی تک بندی

(صنعت ایہام - اشتقاق - لازم تجنیس - کے ساتھ صنعت سقل سماعت بھی شامل ہے - مگر مقطع کا پہلا مصرعہ اس قابل نہ تھا کہ درج کیا جاتا لہذا ایک مصرعہ گھٹنے دار ہے - ناظرین انشاء اللہ خود ہی دقیقہ رس نکتہ شناس ہیں گھٹنے گھر لگا لیں - ہم تو صرف اتنی ہی بات پر خوش ہیں کہ پشاور میں بھی انشاء اللہ ترقی پر ہے یار لوگ اُردو کی قدر و قیمت گھٹائیں - مگر بازار میں یہی جنس نظر آئے گی - فقط ایڈیٹر)

خوب اُچھلا سر بازار سب سودا مجھکو
تو نے جب مجھ سے کہا اُدھر یہ سودا مجھکو

اس نے جب شوق سے اک ادا طمانچہ مجھکو
میں یہ سمجھا کہ دکھاتے ہیں تماشا مجھکو

آتش رشک سے اک کسبی کوڈا لا گھر میں
ہائے ہاتھ آیا پر اُلٹا ہوا عنقا مجھکو

جاڑے آتے ہی ہوئی فرد کی اور شال کی فکر
شیخ جی اب تو نہیں ہے غم فردا مجھکو

کیوں نہ ہو امن و اماں اور ترقی حاصل
آیا کابل میں نظر عقد ثریا مجھکو

ایک تو بزم میں اُٹھی نہیں جاملتی کبھی
اُٹھ کے پھر غصّے سے کہتے ہیں وہ جا جا مجھکو

دام سمجھا ہیں اُسے دام جسے کہتے ہیں
آنکھ پیسے کی ہوئی دیدۂ بینا مجھکو

خانۂ نہرو نے واں باندھی ہے کچھ ایسی ہوا
لکھنؤ اب نظر آنے لگا ہوا مجھکو

.... کی ابھی دور ہو عادت لٹھمار
ہاتھ گر آئے کوئی سونے کی چڑیا مجھکو

عنایت اللہ خاں لٹھمار پشاوری

عرش اعلیٰ و درک اسفل

دُنیا کی تعریف و تحسین و مدح پر پھول کے جو کوئی اپنے نفس کو بھول جائے اُس سے زیادہ احمق کوئی نہیں۔ دُنیا نہ دو فربہ نہ دو لاغر دنیا عجیب چیز ہے آج انچارج کا جی گھبرایا تو روی خانے میں گھسے اور گزشتہ چند سال کے بعض جرائد اُٹھا لائے۔ واللہ ایک نگاہ ڈالتے ہی سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ غضب خدا کا دُنیا چڑیل کی مکاری دیکھیے جسے بانس پر چڑھایا اُسی کو اندھے کنوئیں میں ڈھکیلا۔ کجا ثریا کجا فرش۔ ساتی مہاتما اور حال مسٹر گاندھی کے بارے میں تو مولانا پنچ خود ہی بعنوان "مری سرکار میں ہر روز برطرفی بحالی ہے" ایک نوٹ تحریر فرما چکے۔ دوسروں کی نسبت دُنیا نے جو سلوک کیا اُسے بندہ لکھے دیتا ہے۔

سوامی شردھانند کی معراج اور اسلامی قلم کا براق

(۱) در حقیقت کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں غیر مسلمین کو جگہ نہ لے مسجد ہی جائے وعظ و پند ہے۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد نبوی کا دروازہ مسلم و کافر دونوں کے لیے یکساں کشادہ رہتا تھا پس یہ اعتراض کہ سوامی جی جامع دہلی میں کیوں داخل کیے گئے بالکل بیجا ہے۔ وہ مشرک نہیں ہیں۔ اس وجہ سے نجس نہیں ہیں۔

(۲) خدا جب مہربان ہوتا ہے تو مہربانی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اُمید رکھنی چاہیے کہ یہ برکت دخول مسجد دہلی سوامی جی کی زبان پر ایک دن کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت جاری ہوگا انشاء اللہ وما توفیقی الا باللہ

(۳) انتہائی تنگ خیالی و تعصب کی دلیل وہ لوگ پیش کرتے ہیں جو سوامی جی کا داخلہ مسجد جامع میں نہیں کہہ سکتے۔

(۴) اگر انگریز تثلیث کے قائل ہونے کے بعد جامع مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور اُن پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تو سوامی شردھانند کے داخلہ پر جو خدا کے فضل سے موحد ہیں اسقدر اظہار اضطراب فضول و بے معنی ہے۔" (ہمدم جدید)

سوامی جی کا ہبوط بعد صعود (اقتباس)

(۱) دنیاوی اعتبار سے تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قاضی

چاہے جہاں چاہے گڑھ لے۔ ایک ادیب بلیغ کا یہ مصرعہ ہمیں یاد ہے ؎

شب موج و تازگی ہے سفر جہاز یعنی

عجائب سخن کے ذخیرہ میں یہ مصرعہ محفوظ تھا لیکن اب تو اس سے بڑھ کے اعجوبہ ہاتھ لگ گیا۔ پہلے ترجمہ کیجیے اسکے بعد مطلب سمجھیے کیا معنی کہ آپ اہل زبان نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ خستہ (بیمار یا گھائل) کی دعا سے اچک کے اے اشر تو کیوں بیٹھا یا بیٹھ رہا (نشستہ بجائے نشستی) زہر دل (جمع زہرہ عربی بمعنی شگوفہ یا فارسی بمعنی سم) کی بو جب نہ گئی تو دنکی پر کیوں جا بیٹھا۔

ایک دکنی شاعر نے سر سالار جنگ مرحوم کے سامنے اپنا کلام پڑھکے داد طلب کی تھی فرماتا ہے ؎ یہ راندل ہے اے عاشقاں کیوں آپ فرمائے + ہما کی رتی میں باندھ کے دکھلا دیے پدر کو ؛ اگر آپ اس اردو شعر کے معنی سمجھ سکتے ہیں تو کوئی دقت اس فارسی شعر کے سمجھنے میں نہ ہوگی۔ واللہ کوشش کیجیے۔ دوسرا شعر ہے ؎

بہ شبم شبیہ خاور بدر آ چرا نشستہ
کہ بہ قلب عرش منزل بہ درا چرا نشستہ

لفظی ترجمہ ملاحظہ ہو میں رات کو خاور (مغرب یا مشرق) کی شبیہ ہوں باہر نکل کیوں بیٹھا ہے کہ (تفسیری معنی یعنی) ساتھ دل عرش منزل کے ساتھ "درا" کے کیوں بیٹھا ہے۔ ممکن ہے کہ پہلے مصرعے میں "بدر" بمعنی قمر ہو اور دال کے نیچے پر فتحہ کا نزلہ گر اک الف ندا جناب شاعر نے ایزاد فرما دیا ہو تو معنی یہ ہونگے کہ میں رات کے وقت خاور کی تصویر ہوں اے چاند کیوں بیٹھا ہے۔ علی ہذا دوسرے مصرع میں "در" کے معنی دروازے کے لیے جائیں تو ترجمہ یوں کیا جائیگا کہ قلب عرش منزل میں دروازے سے چلا آ۔ کیوں بیٹھا ہے۔ "درا" گھنٹی کو بھی کہتے ہیں محتمل ہے کہ دوسرے مصرعے کا "درا" گھنٹی کے مرادف ہو۔

بایں تقدیر ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ دل عرش منزل کے پاس گھنٹی (یا جھینی جھنجھنا) لیے کیوں بیٹھا ہے۔ بہرتقدیر یہ سانی کی لطافت "علائی" بچے کی عمر کی طرح بڑھتی جاتی ہے کم نہیں ہوتی۔ پورے شعر کے معنی اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ میں شب کے وقت مادر کی تصویر ہوں دروازے پر آ کیوں بیٹھا ہے۔ (دیکھیے کہیں ڈر نہ جائیے) کہ قلب عرش منزل کے پاس (یا ساتھ گھنٹی) لے کے کیوں بیٹھا ہے۔

تیسرا شعر ہے ؎

بدرآ تو بدر آ سا کہ بہ در بدر بد شد
ز غزا غزا غضنفر۔ بچرا چرا نشستہ

کارزار نئی صنعت میں یہ شعر ہے اس صنعت کا نام صنعت "بھدر بھدر" ہے معنی مطلب سے نہ شاعر کو غرض نہ سامع کو ہونی چاہیے۔ خالی "بھدر بھدر" کی تفریح ہے ؎

بدری بدر بدرا بھدرہا
بھدر بھدارا + کہ غوغو
ز غز غوغا بغزا چرا نشستہ

یوں بھی کہہ سکتے ہیں ؎

بدر بہ بدار و بھدرم
بھدر بھدرا شہ بغزال
غو کہ غلو غغرا چرا نشستہ

پوشیدہ نہ رہے کہ یہ صنعت فاخرہ انوری بیلے کی بولی سے لندا زبان ظرافت میں اسے صنعت الکنی بھی کہتے ہیں پہلے مصرعہ میں جو تھا بدر غزوۂ بدر کی طرف اشارہ کرتا ہے اگرچہ قرآن میں یہ لغت بسکون دال مہملہ ہے لیکن قرآن پر اصلاح دینے کا حق ہر شخص رکھتا ہے ساکن کو متحرک کرنے کا فرض ثواب سے خالی نہیں دو شعروں کے معنی ہم اپنے طور پر کہہ چکے باقی اشعار میں معانی موجود ہوتے تو عرض کیے جاتے۔ اگر خدا کیا اس شعر میں معنی پیدا ہو سکے تو اپنی کمزور ہستی ار

دندناما دورہ اور اسکی مشین

سر الکم ہیلی

آمد کے شگون میں بارود کی بو

دنادن کا آلہ

کے ۔ واقف عرض کرنے میں عذر نہ ہوگا ؂

شعر گفتن بکہ دُر سفتن بود

سلک مروارید کا چوتھا شعر ہے ؂

تو دلا دادے مولا کہ ولیت و ولایت

بنغان وخیز ۔ اخیار چرا چہ نشستہ

دل سے خطاب ہے کہ اے دل جس مولا کی محبت ہو دنیا میں ولی ہے تجھا کے کھڑا ہو جا گھاس چرا ۔ چرا نشستہ ۔ آہ لطافت ادب! بیت بازی کرنے والے بازاری لڑکے اس صنعت سے مات ہونے کے وقت اکثر کام لیتے ہیں چنانچہ مشہور ہے ؂

ہوا ہے زیاں برائے گنہگار

آدمی روٹی ہو یا دُہر شکر

مقابل ادھر عاجز ہوا اُدھر حریف نے رجز پڑھا ؂

مات کردم الّو داس

اور ہو کتل چھیلو گھاس

پانچواں شعر ہے ۔ ملاحظہ ہو رقت معانی خصوصاً "آیۂ مع التصرف والاصلاح" کا برمحل صرف قابل تحسین ہے ؂

بطفیل مدح احمد ۔ بہ تمام دست یکسر

ادنی الامر مکہ بیش امراچرا نشستہ

جی اسے کہتے ہیں قدرت کلام! دل لگی نہیں ہے ۔ یہ فارسی ہے فارسی ۔ ڈاکٹر اقبال اسکی قدر جانتے ہیں ورنہ سوا دنیا میں کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا کہنا تو درکنار ۔ غالباً یہ جھڑکی اڈیٹر صاحب کو دی گئی ہے ۔ الفاظ سے تو نہیں مگر خواہ مخواہ اس شعر کا مطلب یوں کہہ سکتے ہیں اے اڈیٹر! ممدوح مدح احمد کے طفیل میں سراپا محامد و فضائل ہے اور جب یہ "اولوالامر منکم" میں سے ہے تو اے اڈیٹر تو کیوں امرا کے آگے بیٹھا ہے ۔ واہ حضرت واہ! کیا خوب و کیا آپنے؟ یوں مطلب نکال لیتے ہیں گونگے کے اشاروں میں بھی معنی ہوتے ہیں لیکن حضور کے الفاظ معنی سے خالی ہیں پھر بھی معنی پیدا ہی کر دیے ۔ چھٹا شعر ملاحظہ ؂

گر تو ز اروز زار روخستہ ۔ چو ہزار دل شکستہ

ز عوار ہا گزشتہ ۔ بہ عزا چرا نشستہ

خدا جانے خطاب کا خرف اڈیٹر صاحب کے نصیب میں (یہاں کی روشنی) لکھا ہے یا ممدوح کے مقدر میں مگر آپ فرض کر لیجیے کہ اڈیٹر صاحب ہی کو یہ دولت عظمیٰ حاصل ہوئی تو مطلب یوں حل ہوتا ہے کہ بھائی اڈیٹر تم کیوں بلبل کی طرح دل شکستہ ۔ نڈھال ۔ مضمحل اور پسکٹ کی طرح خستہ بھربھرے بابونہ گاؤ زبان کا پھول چھوڑ کے اور سر سیدان میں بیٹھے ہو عزا یعنی گل گاؤ زبان یا بابونہ گاؤ زبان دکن کے نظام ہیں ۔ یہ شعر صنعت زرگری میں ہے ۔ ساتواں شعر اسی قطعہ سے تعلق رکھتا ہے غزل قطعہ بند ہے ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ؂

ثمر ستے بیار نغرہ ۔ فرسیت جبہہ فرسا (نام ستارہ)

بحضور شاں فروا ۔ بہ خرا چرا نشستہ (لائق نشان کی)

یعنی شاعروں کی جان کی قسم اگر حضرت شاعر صاحب مشکل لفظوں کے معنی خود ہی نہ لکھ دیتے تو بیچارے نظام ان دقیق لغات کے حل پر ہرگز قادر نہ ہوتے کیا معنی کر دہ آئے ہیں اپنے کلام سے کوئی کتاب خانہ تو ساتھ لائے نہیں ہیں ۔ بایں ہمہ دوسروں کی جہالت کا لحاظ حضرت شاعر نے نہیں فرمایا انکی شکایت ہے ۔ نثرہ بالتحریک جو کچھ پراگندہ ہو جائے اُسے کہتے ہیں ۔ نغرہ ایک ستارہ نہیں دو ستارے ہیں جنکی باہمی دوری یہاں سے ایک بالشت دکھائی دیتی ہے ۔ یہ تو ہوا پہلا مصرعہ دوسرے مصرعہ میں شرائے معنی غلط لکھے ہیں جس شرے کے معنی خاک نما کے ہیں اُسکا املا ثری ہے ۔ جو ثرا الف سے لکھا جاتا ہے اُسکے معنی ہیں ثروت و فراوانی مال کے یعنی یہ ہے کہ ممدوح کے سامنے جو شخص فقر ہاے (یعنی اڈیٹر) وہ مال کے ڈھیر میں کیوں بیٹھا ہے کیوں نہیں پراگندہ ہونے والی چیز نثرہ صفت لے آتا جو کہ ایک ماتھا گھسنے والا اثر ہے ۔

آٹھواں شعر واد طلب خارش خواہ ہے ؂

ثنا تو نظم شمسی بہ نظام شاہ عثمان

بغزور فیر غزا بہ غزا چرا نشستہ

شمسی صاحب سے خطاب ہے کہ میری نظم نظام شاہ دکن کو دکھا دو ۔ پہلا مصرعہ کسی توضیح کا محتاج نہیں ہاں دوسرا مصرعہ البتہ جدید صنعت "غراہٹ" میں نظم ہوا ہے کسیقدر حل لغات کا خواستگار ہے ۔ غزغز (چیونٹی) غز غز کرکے بکریوں کو بلاتے ہیں ۔ غز غز بات کے معنی ہیں شعران تیسب ۔ اردو میں "غُرّانا" ماخوذ ہے فارسی غریدن سے (شور مچانا) جن لفظوں کے جو معنی خود شاعر نے لیے ہیں ہیں اُن میں تغیر کا حق نہیں لہذا انہیں الفاظ کی تشریح و تفصیل کے لیے ہم مصرعہ ثانیہ کے حل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ شاعر کہتا ہے کہ نیر کے غرور (گھمنڈ) میں غُزا "چیکٹ" میں کیوں بیٹھا ہے ۔ دونوں لفظوں کے معنی جو مصنف نے لکھے ہیں مجبوراً وہی قبول کرنے پڑے ۔ اللہ رے تعز غز ۔

بغزا غز غفز غُز بغزا چرا نشستہ

شہ بنزاں بہ ہزار شکر ہے مقطع کا شعر آگیا ؂

تو ز گنج سیف معجز سخن وری کہ داری (تخلص)

ہر ثریا ہو ہرایا ۔ ز ہر آ چرا نشستہ (الف تزدید)

وہ رز وصنعۃ البتّانا و دریا لفت کہتے ہیں یکو نے کھڑے گرتے سے ہوا ہے سیف تخلص ہو تو سخن وری (قابلیت نہیں) رکھتا ہے ہر آیا (خلائق) پر اسکی بڑھ کے ساتھ باہر آ قبول بیٹھا ہے ۔

ناظم و شاعر کی بڑی استادی یہ ہے کہ جس طرح الفاظ کے معنی باہم پیوست نہیں ہیں اُسی طرح ایک مصرعہ دوسرے سے بالکل بے لگاؤ رہتا ہے ۔ اس نظم یا غزل کا نام ہے سلک مروارید ۔ مروارید اور بھی ہے مراد وہ لہذا اسکی دوسرا کوڑی بھر جیسے اور تار کا ٹھانہ ۔ طوبیجے دردر دارا دردر دارا ۔ ہر ہر بارا ہر ہر بارا ۔

اور خاص نمبر میں بہت کچھ قابل نذر احباب دیکھیے جو فرصت ہوئی تو پھر کچھ لکھیں گے ۔ خدا خوشامد کے افسوں سے محفوظ رکھے ۔ اور کیا عرض کیا جائے ۔ ہاں یہ تو ہم بھول ہی گئے کہ غریب اڈیٹر نے اس نظم پر نوٹ لکھا ہے اور غالباً نوٹ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ہمارے دائرۂ استعداد سے آپ کی نظم باہر ہے ۔ لکھے ہیں یہ ضروری نہیں کہ اڈیٹر کی لیاقت سب ہی سے زیادہ ہو ۔

راقم

خاکسار ادبار الادب چرا نشستہ

خریدار حضرات منی آرڈر کے کوپن اور خطوط میں اپنا نمبر لکھنا فراموش نہ کریں ۔

سر لزلی اسکاٹ (۲)

سر ٹیلر (۱)

KIASATISM

"برج جوزا"

سر نمبر (۱) "اتنا اتنا بڑا انڈا کاہے کا"

سر نمبر (۲) "آل کا۔ آل کا۔ آل کا"

(یہ ستاروں کی چال چاہے سیدھی ہو یا ٹیڑھی کبھی بدلتی نہیں۔ پس اسی دوہرم میں معاملہ اُلجھا رہیگا۔ والسلام"

التمرین

نقل کفر کفر نیست نقل جُرم جرم نیست

(۱) قاضی یحییٰ بن معین کے سامنے ایک چور گھوڑے سمیت بغیر گرفتار کیے از خود چلا آیا اور کہنے لگا کہ قاضی صاحب آپ کی عدالت میں سُنا ہے کہ فلاں شخص (مالک اسپ) نے فلاں فلاں شخص (مشتبہ) پہ گھوڑی چُرانے کا الزام عائد کیا ہے حالانکہ بندہ درحقیقت سارق ہے ان بیچاروں کو ناحق ایذا ہوئی۔ انھیں چھوڑ دیجیے میرا نفس مجھے ملامت کرتا ہے۔

قاضی :" تم نے گھوڑی کیونکر غائب کی ؟"

چور ۔ اس سوال کا جواب تو مشکل ہے مگر خیر ملاحظہ فرمائیے دیکھیے یوں شب کو دبے پاؤں آیا دیکھیے یوں گھوڑی کو خرخرہ اور آٹے کا مرکب کھلایا۔ اب دیکھیے جب گھوڑی کھانے میں مشغول ہوئی تو اس طرح پچھاڑی کھولی اور اسطرح یال پکڑ کے پیٹھ پر اچک گیا۔ کیوں خداوند اب میں درست بیٹھا ہوں یا نہیں۔

قاضی :" بیشک تم شہسوار معلوم ہوتے ہو تمھاری ران بڑی خوب درست ہے۔ اچھا پھر کیا ہوا ؟"

چور ۔ اسکے بعد میں نے یوں ایڑ لگائی اور یوں اصلی مالک کی آنکھوں میں خاک جھونکتا اور اسوقت قاضی کو بیوقوف بناتا روانہ ہوا۔" (یہ چل وہ چل۔ غائب!)

قاضی صاحب انتظار کرتے رہے مگر چور نقلی ملزموں کو رہا کروانے کے بعد پھر نہ پلٹا۔

(۲) حکم بن عمر بغداد کا صراف شب کو دکان بڑھا کے گھر پلٹا کندھے پر تھیلی اشرفیوں کی رکھی راہ میں چوروں نے پیچھا کیا بلکہ ان میں سے ایک پہلے ہی سے دروازے پر پہونچا زنجیر ہلائی لونڈی آئی دروازہ کھول کے چلی گئی۔ چور نے آہستگی کے ساتھ پھر دروازہ بند کرلیا اتنے میں صاحب خانہ آ گئے اُنھوں نے دستک دی چور نے دروازہ کھول دیا اندھیرے میں چور کو لونڈی سمجھ کے صراف نے تھیلی حوالے کی میاں نے قدم اندر رکھا چور باہر نکلا۔ ساتھیوں کو تھیلی دکھائی اُنھوں نے کہا " یار تم نے بے گناہ لونڈی کی جان پر ستم توڑا۔ صراف ذرا سی بات پر سارا غصہ اُتار یگا۔ شطارت کے یہ معنی ہیں کہ جاؤ اور اُسے بچاؤ "

چور نے کہا بہتر۔ تھیلی اُٹھائی دوبارہ صراف کے دروازے پر پہونچ کے آواز دی۔

صراف :" کون ہے ؟"

چور :" باہر آئیے۔ لونڈی غریب کو آپ ناحق ٹھونک رہے ہیں آپ کی تھیلی ایک چور لیے جاتا تھا کوتوال نے گرفتار کیا۔ چور اقراری مجرم ہے۔ کوتوال کے حکم سے بندہ آپ کا مال لے کے حاضر ہوا ہے "

صراف خوشی خوشی باہر آیا۔ تھیلی پہچانی بولے کہ لاؤ۔ چور نے تحریری رسید مانگی۔ صراف روشنی اور قلم دوات لینے اندر گیا۔ چور صاحب سالماً غانماً لونڈی کو بری کر کے رفو چکر ہوئے۔

(۳) ریڈ کریسنٹ کالج میں اُردو شارٹ ہینڈ لوگ سیکھتے تھے۔ اتفاقاً معلم تھا آزاد خیال۔ وہ ملکی مسائل پر لکچر دیتا تھا اور گورنمنٹ کی اچھی خدمت ادا کرتا تھا۔ ایک طالبعلم نے پروفیسر سے ناراض ہو کے انتقام یوں لیا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس سے " باغی پروفیسر" کی بغاوت کا حال کہدیا۔ دوسرے دن کالج میں لال پگڑی والا چپراسی چٹھی لیے پہونچا۔ صاحب نے سلام بولا " غریب پروفیسر بنگلے پر حاضر ہوا۔ صاحب کی آنکھیں سُرخ تھیں تیور بُرے تھے معلوم ہوتا تھا کہ اب چوٹ کی جب چوٹ کی۔ صورت دیکھتے ہی ارشاد ہوا " آپ پولیس کو بغاوت سکھاتا ؟" پروفیسر جھوٹ بولنے کا زیادہ عادی نہ تھا انکار کس طرح کرتا۔ کہنے لگا " حضور میرا یہی کام ہے۔ اگر باغیانہ تقریروں کا املا نہ کراؤں تو شاگردوں کو ان کے نوٹ لینے کا ڈھب کیونکر معلوم ہو" غصہ کا پارہ ڈگری سے اُترا خونی آنکھوں کی سُرخی مدھم ہوئی گردن ہلا کے بولے " او یہ بات ؟"

پروفیسر ۔ حضور یہی بات ہے ۔ اور یہ تو حضور جانتے ہی ہیں کہ پولیس کسی کی دوست نہیں ہوتی "

حضور " البٹ ۔ البٹ (البتہ) "

پروفیسر ۔ (رخصت کے وقت) جو باغیانہ کتابیں یا تحریریں حضور کے یہاں ضبطی کے تصدق میں آئی ہوں وہ مجھے عنایت فرمائیے تاکہ ان کا بھی املا کروادوں۔ ابھی اُردو شارٹ ہینڈ کا فن بچہ ہے (تازہ ایجاد ہے) اسمیں کثیر الاستعمال مخففات کی کمی ہے پولیٹکل مخففات کی ضرورت ہے "

حضور " ادریس ۔ جرور کر کے بھیجنا سکتا "

تیسرے چوتھے روز تمام باغیانہ تحریریں علے رؤس الاشہاد پروفیسر کی میز پر ڈھیر ہوگئیں۔

الغرض ثابت شد کہ جُرم کی نقل جرم نہیں ہوتی پس اگر ۳۰ اکتوبر کے " زمیندار لاہور" میں قلعہ گوجر سنگھ کا ایک واقعہ بایں رو نے داد شائع ہوا ہے کہ وہاں چند بغیر وردی کے پولیس والے سفید جھنڈیاں لے کے ایک طرف کھڑے ہوئے اُنھوں نے " سائمن گو بیک" کا نعرہ مارا۔ دوسری جانب سے وردی پہنے پولیس آئی کچھ سوار اور کچھ پیادے پھر اُسنے بطریق مشق نعرہ مارنے والوں کو پراگندہ کیا۔ تو عیب مارد۔ " سائمن گو بیک" کہنا تو کوئی جرم نہیں ہاں ایجاب ہم درخواست کرتے ہیں کہ آیندہ اسی طرح دیگر جرائم کی مصنوعی نمائش بھی ہونی چاہیے "

" شنیدہ کے بود مانند دیدہ " مثلاً نقب زنی قفل شکنی کی مشق یا تو بہ توبہ .... بالجبر کی تمرین یا جرم خلاف فطرت کی نمائشی ریہرسل۔ یا قمار بازی کی آزمائش۔ واللہ گناہ بالذّت و بے تعزیر و علانیہ کا مزا ۔ واہ جی واہ۔

داقـــــــــــــ

ناقل عاقل

التمرین الاخلاق

(۱) بھولے پن کا ثبوت جہانگیر کے سامنے بی نور جہاں نے اس طریقہ پر دیا کہ ایک کبوتر پھڑک کے اُڑ گیا تو یہ سوال کرنے پر کہ کبوتر کیونکر اڑا دوسرا از خود اُڑا دیا۔ " قبلۂ عالم ۔ یوں اُڑا " یہ تمرین عشق ہے۔

(۲) الف لیلہ میں خلیفہ صیاد ماہی گیر کی تمرین حماقت کا قصہ تحریر ہے کہ غریب نے کبھی اشرفی نہ دیکھی تھی۔ اتفاقاً سو اشرفیاں قسمت ہاتھ لگیں دل نے کہا یار خلیفہ آج تم ایسے خوش نصیب ہو

کہ ایک نہ دو دس سو اشرفیاں تمہاری جیب میں ہیں اگر امیرالمومنین خلیفہ ہارون رشید نے سن گن پائی تو فوراً سرکاری پیادے جان پر نازل ہونگے اور کھینچ لے جائیں گے آجکل سرکاری بیت المال تمہارے پیٹ کی طرح غذا سے خالی ہے امیرالمومنین کا حکم ہے کہ اشرفیاں حاضر کرو۔ میں کہوں گا صاحبو تمہیں خود ہی دانہ دانہ کو محتاج ہوں میرے پاس دینار کہاں۔ خلیفہ کا منھ چڑھا غلام مسرور ایک ہی جلاد ہے۔ کوڑوں کے پل پڑے گا تم نے کبھی دُرّوں کا مزا نہیں چکھا کیا ایک سٹرا سڑ کی ایذا کیونکر سہوگے پس لازم ہے کہ دینار پاس ہیں تو پشت و شکم کو دُرّے کی ایذا کا عادی بناؤ۔"

لیجیے حضرت! پیوند دار جوڑوں بھری مرزائی اُتاری گئی۔ تسمے میں گرہیں پڑیں کوٹھری کا دروازہ اندر سے بند ہوا۔ ایک دو پشت پر۔ دو سرا سینہ پر خود ہی چلّائے: "ہائے مرا۔ ارے دوڑو" خود ہی اٹھنے لگے: "لا رو رو اشرفیاں لا خلیفہ کا حکم ہے ابھی حاضر کر۔ سٹر سٹر تڑاق پڑاق!" "ارے جان گئی خداوند لوگوں نے حضور کو غلط خبر دی۔ مجھ غریب کے پاس مال کہاں سے آیا؟" "سٹراسٹر! لا جلدی جہاں سے بنے"

ہمسائے آوازیں سُن کے دوڑے اندر سے دروازہ بند "کیا ہے خلیفہ کیا ہے۔ کیا تجھے چوروں نے گھیرا ہے!" "کھول زنجیر" دروازہ کھلا تو بجز خلیفہ کے دوسرا کوئی نہ تھا۔

"ہائیں۔ آخر یہ غل کیسا تھا؟" میاں خلیفہ بولے "بھائیو میرے پاس تھوڑا سا مال ہے۔ خیال ہوا کہ شاید امیرالمومنین کو خبر ہو جائے وہ طلب فرمائیں میں نہ دوں۔ مسرور دُرّے چلکارے کوری پیٹھ چھپوں کی عادی نہیں لہٰذا پہلے سے عادت ڈالنی واجب ہے"

(۳) معاصر "حقیقت لکھنؤ" رقمطراز ہے کہ سلہٹ کے ایک خان بہادر نے طلبہ کے جلسہ میں پردۂ نسوانی کی مخالفت فرمائی ابھی لسان بے پردہ تیز رفتاری اور بجرہ ی کا جلوہ دکھا رہی تھی کہ ایک پروفیسر صاحب نے ترین اخلاقی کے طور پر اپنی حلیلہ جلیلہ کے ساتھ ڈائس پر قدم رکھا

> میں نے کہا کہ رونے مرا برستے نکلے کس طرح
> لوچ کے پردہ نقاب اُس نے رکھا دیا کہ یوں

محترمہ خوش غزالت دیدہ صاف ڈائس پر نمودار تھیں۔ تالیوں کی آواز اتنی تھی گویا برسات میں جھگنو اڑا یا جاوے ساتھ میں ۔۔۔۔ بولا۔ محترمہ کے پدر بزرگوار نے داماد کی اخلاقی جرأت کی قصیدہ خوانی فرمائی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نہ کرتے تو کیا کرتے۔ جب تک دیگر خواتین خاندان کی نقاب کشائی نہو ہم تو اسے ترین میادہ اخلاق ہی سمجھیں گے۔

(۴) "کعبہ" ملتان مورخہ ۲۴ اکتوبر رقمطراز ہے کہ خوجیا نوالی مسجد واقع پاک دروازہ کا ایک بالاخانہ کرایہ پر اٹھا دیا گیا ہے وہاں زنا کی ترین خوب ہو رہی ہے کرایہ دار کے بھانجے صاحب کے یہاں عورتیں کپڑے سلوانے کے بہانے آتی ہیں اور جامۂ ننگ و ناموس کی بخیہ اُدھڑوا چلی جاتی ہیں۔ یہ ترین "حریت" ہے مضائقہ ندارد۔

ذ۔ا۔م

دہی ناقل عاقل

فن سوال اور پالٹکس

> لکھنؤ میں مسلمان فقیروں کا قاعدہ ہے کہ سنی کا گھر دیکھا تو پکارے گئے
> سکھ بہت ہے سرکار غوث صمدانی محی الدین گیلانی
> شیعہ کے دروازے پہ کھڑے ہوئے تو ہانک لگائی ہے
> شنو اک روح کا یارو بیاں ہے
> سکینہ و رقیہ یاد مرحبا کی عیاں ہے

یہ ترکیب تو پرانی چنانچہ امام ابن جوزی کتاب الاذکیا میں دو فقیروں کا حال لکھتے ہیں ان میں سے ایک صاحب پل بغداد کے ایک کنارے پہ کھڑے ہو کے فرماتے تھے "امیر معاویہ کا تصدق کچھ دلواؤ" دوسرے صاحب دوسرے کنارے پر سوال کرتے تھے "مولا علیؓ داماد رسول یہ حسنینؑ کا واسطہ کچھ کھلاؤ" سنی مسلمان امیر معاویہ کے نام پر بھیک دیتے تھے اور شیعہ مسلمان حضرت علیؓ کے نام پر متعصب مسلمان اپنے ہم خیال فقیر سے خوش تھے اور دوسرے کو بھیک نہ دیتے تھے مگر یہ دونو خود شام کے وقت یکجا ہو کے بھیک کے ٹکڑے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔

افسوس کی جگہ ہے کہ آجکل کے ہندو مسلمان اتنی پالیسی بھی نہیں جانتے حالانکہ چند روز اُدھر دونوں بھیک منگے خلافت اور کانگریس کے نام پر بھیک کے ٹکڑے مانگ کے آپس میں تقسیم کر لینے کا لطف اٹھا چکے ہیں دلواؤ یار و مہاتما گاندھی کا صدقہ" دیتے جاؤ بھائی علی برادران کا تصدقہ"

اگر ہوا کا رخ پلٹ جائے تو دونوں فقیر نہرو کمیٹی یا آل پارٹیز کانفرنس کے جمع کیے ہوئے ٹکڑوں پہ ہم پیشہ اور اتفاق باہمی کی قوت سے کچھ مل جائے تو آپس میں مل بانٹ کھائیں لیکن آثار بُرے نظر آتے ہیں اور ہمیں بار بار الف لیلہ والے نائی کے اندھے بھیک منگے بھائی کا سا معاملہ دکھائی دے رہا ہے۔ سات اندھے تھے انھیں میں حجام کا بھائی بھی تھا یہ آپس میں متفق و متحد تھے انھوں نے ہزاروں کی رقم بھیک مانگ کے جمع کی تھی شب کو ایک بند مکان میں بیٹھ کے روزمرہ کی نقد کمائی میں برابر کا ساجھا لگاتے اور کھانے کی چیزیں ایک ہی دسترخوان پر رکھ کے کھاتے تھے جو رکے گھر میں بیٹھا بیٹھے ایک ہوشیار سے صاحب دبے پاؤں نائی کے بھائی کے ساتھ ہولیے کونے میں کھڑے ہو کے اشرفیوں کی تھیلیاں دیکھیں منھ میں پانی بھر آیا تھیلیاں اُچک لیں اندھے آپس میں ایک دوسرے کو الزام دینے لگے کہ تو نے میری تھیلی غائب کی ہنگامہ ہوا دوڑا آئی آنکھوں گرفتار ہوئے۔ ہوشیار نے جھوٹ موٹ اندھا بن گیا اور کہنے لگا کہ ہم سات نہیں آٹھ اندھے ہیں یہ ساتوں میرے دشمن ہیں میرے حصہ کا مال خورد برد کرنا چاہتے ہیں دُہائی ہے۔ قاضی صاحب نے حکم دیا مارو کمبختوں کو

بحریہ عدالت العالیہ ہائیکورٹ گورنمنٹ بھوپال

مثل نمبر ۴۴/۱ سنہ ۱۳۳۶ فصلی

بمقدمہ

قاضی جلیل الدین احمد ولد قاضی عزیز الدین احمد ساکن بھوپال

مدعی اپیلانٹ

بنام

سید افتخار حسین پسر وبرادر ری منیجر پارسی تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی حال بھوپال رسپانڈنٹ

اپیل اول بنا راضی فیصلہ سب جج بھوپال۔ مصدرہ ۲۵ ماہ فروری ۱۹۲۸ء المینی سامعہ

اشتہار

بنام

سید افتخار حسین پسر وبرادر ری منیجر پارسی تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی

اپیلانٹ نے عدالت ہائیکورٹ گورنمنٹ بھوپال میں بخلاف تمہارے اپیل اول دائر کیا چنانچہ عدالت ہذا سے اطلاع نامہ تمہارے نام جاری کیا گیا لیکن تعمیل کنندہ کی رپورٹ پہنچی ہوئی کہ رسپانڈنٹ بھوپال سے چلا گیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ لاپتہ ہے۔

بوجہ عدم تعمیل ورزشی اطلاع نامہ یا جرائے اشتہار ہذا بذریعہ اخبار اودھ پنچ "تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۲۸ ماہ نومبر ۱۹۲۸ء عدالت ہائیکورٹ گورنمنٹ بھوپال میں اصالتاً یا وکالتاً بغرض پیروی اپیل ہذا کے حاضر ہو ورنہ بصورت عدم حاضری تمہارے حسب ضابطہ دیوانی گورنمنٹ بھوپال کار روائی قانونی عمل میں لائی جائے گی۔ فقط

مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۸ء

مہر عدالت

سید افتخار الدین رجسٹرار ہائیکورٹ بھوپال

دستخط پیشکار بھوپال (؟)

شرطیہ علاج! شرطیہ علاج!! شرطیہ علاج!!!

سفید داغ کی مجرب دوا میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ میری جڑی بوٹی کی دوا رکھنے والے تھوڑے دن استعمال کرنے سے بغیر پھوٹے دھبّا کے داغ اچھا ہو کر اصل چمڑے کے مانند ہو جاتا ہے ایک بار آزمائش کریں۔ دام پانچ روپیہ (پانچ)

دمہ کھانسی کی اکسیر دوا اگر آپ دوا کرتے کرتے ہار گئے ہوں تو جڑی بوٹی کی تیار شدہ میری فقیری دوا کو ایکبار ضرور آزمائش کریں۔ اس سے پُرانا سے پُرانا دمہ کھانسی جڑ مول سے چلا جاتا ہے۔ فکر نہ کریں۔ دام پانچ روپیہ (پانچ)

سفید بال جڑ سے کالا

اگر آپ کے تھوڑے بال پک گئے ہوں تو "سرم تیل" منگاویں۔ اس سے بال جڑ سے کالا پیدا ہو گا۔ دام تین روپیہ (تین) اگر آپ کا بال کُل پک گیا ہے تو "کالا سفوف" منگا ویں اس سے بالوں کا پکنا رُک کر بال جڑ سے کالا پیدا ہو گا اور ساری عمر کالا رہے گا دام بارہ روپیہ (بارہ) اشتہار منگا کر ملاحظہ فرمالیں۔

کالا سے گورا سیاہی کو دور کرکے چہرہ کو خوبصورت اور چکیلا بنانے کے لیے یہ انمول دوا ہے اس سے جھائیاں، کالا داغ، چیچک داغ، سیاہ و لال پھنسیاں سبھی دور ہو کر چہرہ گلاب کے پھول کے مانند خوشنما ہو جاتا ہے دام پانچ روپیہ (پانچ)

خونی بواسیر میں ڈاکٹر حکیموں کو بازی مار کر کہتا ہوں کہ بواسیر کو صرف پندرہ دن میں جڑ مول سے چھڑانے والی دوا اُسکے پاس میرے سی نہو گی۔ اس سے بواسیر ہمیشہ کے لیے جاتا رہتا ہے۔ دام سات روپیہ آزمائش کے لیے پانچ روپیہ ہیں۔

بجلی کی گولی جیسا نام ہے ویسا ہی کام ہے اس کھوج میں بوڑھے جوان سب ہی لگے رہتے ہیں جس نے اسے نہیں دیکھا یا زندگی میں اُمنگ کا لطف ہی نہیں اُٹھایا۔ امیروں کے لیے بڑے کام کی چیز ہے۔ دام پانچ روپیہ (پانچ)

طاقت کی دوا قوت مردانگی کو بڑھانے جوانی کو لوٹانے بدن کو موٹا تندرست بنانے میں یہ دوا اپنی ثانی نہیں رکھتی ہے اس سے آدمی ہر ایک طرح ہٹا کٹا تندرست مثل پہلوان کے ہو جاتا ہے۔ دام پانچ روپیہ (پانچ)

پتہ: جڑی بوٹی میڈیکل ہال۔ کینسی سری۔ دربھنگہ ۶۶

بچوں کو موٹا تازہ تندرست و طاقتور بنانے

اور اُن کی ہر ایک بیماری

جیسے بخار، کھانسی، بدہضمی، دودھ ڈالنا، دست ہونا وغیرہ کو دور کرنے کے لیے

حکیم تلسی پرشاد اگروال علیگڑھ کی گورنمنٹ سے رجسٹری شدہ

بال جیون گھٹی

رجسٹرڈ — قیمت ۸

ایک مشہور و معروف اور مصفّیٰ دوا ہے میٹھا ہونے سے بچے اسکو خوش ہو کر پی لیتے ہیں۔

سب جگہ بازاروں میں سوداگروں کے یہاں سے خریدو

لیکن نقالوں سے بچنے کیلئے ہر شیشی پر حکیم تلسی پرشاد اگروال کا نام و بال جیون گھٹی کما اچھی طرح دیکھ لو قیمت فی شیشی ۸ محصول ۳ شیشی تک ۸ سوداگروں سے ایک درجن کی قیمت ۶ بارہ درجن ۶۰ علاوہ محصول

چراغ صحت سالہ مفت لیجیے۔

دس اُردو پڑھے معزز لوگوں کے نام مع مکمل پتے کے بھیجنے پر چراغ صحت رسالہ مفت بھیجا جاوے گا۔

المشتہر منیجر بال جیون کارپالیہ علی گڑھ شہر (یو۔ پی)

صرف سولہ ۱۶ ایام کے اندر نتیجہ باہر پڑے گا

مقویات سرتاج عالم نکرہ گولیاں جو ہر قسم کی کمزوری اور تمام امراض مخصوصہ جریان، احتلام رقت منی۔ خون کی خرابی و کمی دماغ اور قوت حافظہ کی کمزوری و دیگر امراض مخصوصہ کو دور کرکے اعلےٰ درجہ کی طاقت و توانائی بخشتی ہیں ۲۳ گولیوں والی ایک ڈبیہ جو ۱۶ ایام کی خوراک ہیں ایک روپیہ میں آتی ہیں منگوا کر استعمال کریں۔ اس قلیل مدت کے اندر ہی ایسی کامیاب ثابت ہونگی کہ انکے لیے آپ کے دل میں خاص عزت پیدا ہو جاوے گی۔ پانچ ڈبیاں ساتھ لینے سے چار روپیہ۔

لکھنؤ ایجنٹ کا پتہ۔ اندر چند اینڈ کو چوک لکھنؤ۔

ویدشاستری جام نگر کاٹھیاوار

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۲۶-۲۷ء

اُردو کو زندہ کرنے والے دل کو شاد کرنے والے سیاسی، ادبی اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب میں محفوظ رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد ۸ مع محصول

المشتہر۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو کف۔ کھانسی ہیضہ۔ درد پیٹ کے درد تے۔ دست سنگرہنی۔ انفلوئنزا اور چھاتی کے امراض کیلئے خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا اثر کرتے ہیں۔ قیمت ۸ ہر میں سب جگہ سے مل سکتا ہے۔

دودروگج کیسری یعنی داد کو ہاتھیں کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت ۴ر

بال سدھا بچوں کی کمزوری کو دور کرکے بدن کو مضبوط فربہ اور پھرتیلا بنانے والی میٹھی دوا قیمت ۱۲ ڈاک خرچ علیحدہ لگے گا۔

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب | بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ اندر چند لکھنؤ

ہمارے یہاں کے سول ایجنٹ امین مرزا ہیلتھ اسٹور الحوا لکھنؤ

غذائے روحانی

معروف

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کی بالتصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اس وجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کرسکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے حسب مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ [illegible] - بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائیں۔ [illegible] فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف تہذیب ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں۔ مگر راستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ شاہد ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار شکایت نامے پرچے کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر نیازمندانہ پرچہ خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کے گم ہونے کی [illegible] کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچے کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ [illegible] ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا [illegible] تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل بذریعہ اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی [illegible] ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت میں نیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انہیں خط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۴۱

مضامین

۳۰ نومبر ۱۹۲۸ء

حکایات میں تصرف

(افسانۂ عزیز و عزیزہ)

الف لیلہ و لیلہ عربی کی مشہور کتاب ہے جسے انگریزوں نے اُم القصص کا لقب دیا۔ مشہور خیالی نے اپنے بعض تصانیف میں اس سے مدد لی ہے۔ اس میں صنف رسمیہ تاریخی قصص و حکایات کا ہے وہ اتنا صحیح ہے جتنا فرضی ہے وہ خود اپنے بارے میں گواہی دیتا ہے کہ یاروں کی گھڑی ہوئی ہے۔ اُردو اور انگریزی ترجمے مانے ہیں۔ بعض فقط امرجہ ہیں جو ترجمہ ہوئے کہ وہ عربی ادب سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ترجمہ لطف سے خالی ہے۔ اور بعض انگریزوں کی عنایت کی شکایت کرتے ہیں یعنی کتاب الف لیلہ جب ہندوستان میں پہلی مرتبہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی کوشش سے بزیر شیخ احمد یمنی شاہانی شروانی صاحب نفحۃ الیمن آئی شیخ صاحب تھے انگریزوں کے ملازم خاص جس قدر جزو انگریزوں کی شان کے خلاف تھا وہ انھوں نے خارج کر دیا مثلاً قصۂ مریم زنّاریہ۔ قصۂ زین الصعید قصۂ سرور مدین الواصف وغیرہ اس کتاب میں چھوٹی چھوٹی تاریخی ادبی حکایتوں کا ایک طول طویل سلسلہ ہے اور گلستاں، دستک یا کلیلہ و دمنہ کی طرح حیوانات کی زبانی اخلاقی حکایتیں بھی ہیں مگر وہ سب لغت۔ کنز بیروت کے بعد صرف ایک نسخہ اُردو میں دکھائی دیتا ہے باقی نادر و مجلدان حکایات کے چند مشہور ابیات کے متعلق اسمیں ایک عجیب افسانہ ہے ابیات زبان زد ہیں لیکن عجیب افسانہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا اشعار کی وجہ تصنیف میں یاروں نے مختلف گپیں اڑائی ہیں لوگ کہتے ہیں ایک عاشق نے دیوار پر ایک شعر لکھا دوسرا شعر جواباً کسی تجربہ کار نے تحریر کیا اسی طرح چوتھا اور پانچواں۔ حقیقت کچھ اور ہے حضرت وراد الملک نے اصل افسانہ اس غرض سے ترجمہ فرمایا ہے کہ آجکل کے تماشبین اگلے تماشبینوں اور شاہد پرستوں کا اپنی ذات سے مقابلہ فرمائیں حضرت وراد الملک آخر میں دعا فرماتے ہیں کہ خدایا تمام قحبہ پرداں دُنیا کا یہی حشر ہو جو افسانہ کے ہیرو میاں عزیز کا ہوا۔ یارو کہو۔ آمین! آمین!! آمین!!! — ایڈیٹر

سُنیئے صاحب ایک تھے میاں عزیز اُنکے چچا کی یتیم بچی کا نام تھا عزیزہ۔ میاں عزیز موجر بچے تھے اور ایسے حسین تھے کہ عورتیں کیسی مرد بھی اُنکو دیکھ کے للچاتے تھے۔ گھر میں دولت و مال کی کمی نہ تھی۔ اچھی صورت ملی تھی نری دولت ملی تھی اب کیا آپ چاہتے ہیں کہ عقل بھی ملتی۔ عقل "عزیزہ" کے حصے میں آئی اسلیئے کہ اُسکا باپ قضا کر چکا تھا غرض میاں عزیز آتنے ہی بے وقوف تھے جتنی عزیزہ عقلمند۔ عزیزہ بھلی عورت تھی دُسرے سے مدبر میں حماقت ہوئی تو یہ کہ بے وقوف عزیز کو دل دے بیٹھی۔ عزیز کے والدین گو عزیزہ کو سولی مٹی کی نشانی سمجھ کر دل سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور بار بار گرامی اُسکے سگھڑاپے پر لوٹتیں۔ عزیز اور عزیزہ نے ایک ہی جگہ پرورش پائی دونوں میں کبھی پردہ نہیں ہوا کیونکہ دونوں کی شادی پہلے ہی سے طے ہو چکی تھی۔ آخر بیاہ کا دن آیا۔ گھر میں شادیانہ بجنے لگے شہر کے تمام رئیس اور تاجر بلائے گئے دعوت کا سامان ہوا قاضی اور گواہوں کے لیے وقت مقرر ہوا (نکاح کی رجسٹری کا قانون بہت قدیم ہے اگلے زمانہ میں بھی رجسٹری ہوتی تھی نکاح نامے کی ایک نقل منکوحہ کے پاس رہتی تھی ایک سرکاری دفتر میں) میاں عزیز حمام روانہ ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا شاید اسی وجہ سے ہندوستان کی عورتیں جمعہ کو نکاح کے لیئے منحوس خیال کرتی ہیں) لوگ بعد نماز جمعہ انکے مکان پر جمع ہوئے مگر میاں عزیز حمام کیا گئے بیل کچیل کی طرح بھری سے بہ گئے۔ شام تک انتظار رہا آخر مہمان کھا پی کے رخصت ہوئے قاضی کا قلم دوات کے عوض میں نہانے سے محروم رہا خوراک تو خیر گوارا ہو کر ل گئی مگر انعام نہ پا سکے اپنا سا مُنہ لے کے واپس۔

حاشیہ: نکاحنامہ سادہ ہی رہا۔ عزیز کے والد نے قسم کھائی کہ اب سال بھر تک اس نامعقول لونڈے کی شادی نہ کروں گا۔ مگر سب حیران تھے کہ آخر میاں عزیز تھے عزیز یوسف گم گشتہ کہاں سے کیا نسبت۔

خود عزیز نے شام کو اپنی عزیزہ سے ماجرا بیان کیا کہ حمام سے فراغت کے بعد انھوں نے لباس پہنا خوشبودار چیزوں کی دھونی لی عطر لگایا غلاموں سے کہا تم میلے کپڑے لے کے آگے بڑھو میں اپنے ایک دوست کو ساتھ لے کے آتا ہوں۔ والد ماجد انھیں پیام ضیافت دینا بھول گئے۔ آپ جانیے شادی خود ہی عقلمندی سے دور ہے مگر اس حماقت کا نال بعد مدت کھلتا ہے۔ پھر انشیائی عدوا کی سچی تعریف یہ ہے کہ وہ بھولے نادان ہوتے ہیں۔ ڈومنیاں گاتی ہیں:۔

"بنڑا ہے نادان نہ کر سٹ لال بنی"

اگر احمق بنا بھی داخل حماقت ہے تو پھر کوئی فرد مشکل سے خالی از حماقت ملے گا میاں نادان بنے اپنے دوست کے گھر کا راستہ بھول کے کسی بے جانے بوجھے کوچہ میں جا رہے۔ یہ بھی خیال نہ آیا کہ جاتے کہاں ہیں۔ نماز جمعہ کا وقت آگیا اور گھر نہ ملنا تھا نہ ملا حمام سے نکلے تھے اتنی مشقت جو اُٹھائی تو پسینے میں ڈوب گئے۔ نکاح کی بھاری جھول بھیگ کے عرق چین بن گئی رومال جیب سے نکالا ایک دکان کے چبوترے پر بچھایا دیوار کے سایہ میں بیٹھے بیٹھتے ہی بھاپ میں ٹھنڈک جو پہونچی تو تمام جسم قرع انبیق کی ٹونٹی بن گیا بوکھلاہٹ کا بُرا ہو کسی طرح یاد نہ آیا کہ رومال کہاں ہے۔ رومال چوتڑوں کے نیچے دبا تھا دباؤ کھانے پر بھی نہ بولا کہ میں یہاں ہوں۔ مجبوراً قبا کے نیچے سے کرتے کا دامن کھینچا کہ پیشانی کی ڈھیکلی کا پانی آنکھوں کے ناندھے (باصطلاح دہقانی) میں نہ گھسے۔ اتنے میں ایک ریشمی سفید رومال عطر سے مہکتا ہوا کسی نے کوٹھے سے نیچے اس طرح تاک کے پھینکا کہ گود میں گرا۔ رومال کھڑکی سے ایک دھیمی خطا کھینچتا ہوا گرا تھا گردن اونچی کرتے ہی نگاہ کانٹا اُسی خط کے سہارے پھینکنے والی کے سرو قد پر چڑھ کے قلابازیاں کھانے لگا۔ اُف! ابر بھی کھڑکی کے جو کھٹے

آئینہ تھا اُسے غلاف میں رکھ کے پیچھے پھینکا ایک گھاس بھری ٹوکری ہتھیلی پر رکھ کے بال کھولے دوسرے ہاتھ میں قندیل اُٹھا کے ٹوکری پر سایہ ڈالا پٹ بند کیے اور اپنی راہ لی۔ عادت سے واقف تھے کہ کھڑکی کے پٹ بند ہونے کے بعد کھلنے کا نام نہیں لیتی مبہم اشاروں نے تیر بن کے دل برمایا۔ واپس آئے اور سنگیتر سے اس خواب کی تعبیر مانگی اُس نے کہا کہ جب آئینۂ مہر غلاف مغرب میں، روپوش ہو لیلی شب اپنی زلف بکھرائے تو پشت مکان پر جو باغ ہے گوشۂ باغ میں کسی جگہ قندیلیں لٹکی ہیں وہاں پہونچو اور انتظار کرو۔ خوش ہو کہ مراد بر آئی یہ کہہ کے عزیزہ نے آہ کی زخمی جگر پر ہاتھ رکھا اور چند گرم گرم آنسو بہانے کے بعد انکی خدمت گزاری میں مصروف ہو گئی۔ سر شام میاں صاحب چلنے پر آمادہ ہوے تو اُس نے کہا خدا حافظ مگر ایک بات سُنتے جاؤ بھول نہ جانا جب شب بخیر تم اپنا منہ کالا کر کے پلٹنے کا ارادہ کرنا تو یہ شعر پڑھنا اور انتظار کرنا کہ کیسا جواب ملتا ہے ؎

الا ایہا العشاق باللہ خبرو ا

اذا اشتد عشق بالفتی کیف یصنع

(عشق کے پھندے میں گرفتار ہونے والوں خدا کے لیے بتاؤ کہ جب کسی بھلے مانس کو عشق ستائے تو وہ کیا کرے) عاشق تو ہیں ا تو یہ سوال اینجانب سے وہ پوچھیں تو ہمیشہ سے کہہ دیتے کہ عقلمند خصم کیا معنی کہ ایسے بیہودہ کی یہی سزا ہے شکر کا مقام ہے کہ "الکھنؤ زوجیت" کی نفلی زنجیر میں ابھی تک پاؤں نہیں پھنسا ہے اسے غنیمت سمجھو۔

القصہ عزیزہ نے جو کچھ بتایا تھا انھوں نے حرف بحرف صحیح پایا۔ مارے خوشی کے پھول گئے اپنی ہستی بھول گئے۔ پائیں باغ ہر طرح آراستہ تھا۔ کنج باغ میں سنگ مرمر کے چبوترے پر نرم نرم قالین بچھے تھے۔ خوان میں ہر طرح کے لذیذ کھانے چنے تھے میوؤں کی ڈالیاں رکھی تھیں دل کو تھوڑا سا سکون جو ملا تو پیٹ کو لگی ؎

منعم گرسنہ و خانۂ خالی۔ پر خواں

پہلے تو میاں کو شرم دامنگیر ہوئی پھر صبر نہ ہو سکا۔ اللہ رے بندہ لے۔ بھونے تیتر اُڑا لے (کھا لے) کباب کی قاب پر عشق کی جھانجھ اُتاری۔ حلوہ چٹ کیا۔ شراب نہ پی ہر ما سکی۔ ناکوں ناک دوزخ بھرا ڈکار لی اور لمبی تانی۔ ناگاہ آسمانی کو سنتے (آفتاب) کی گرم گرم بھاپ بلند ہوئی سنہ شعاع آنکھوں میں گھسی گھبرا کے اُٹھے تو نہ پتا نہ ہاتھ میں تھا۔ نہ بچھونا نہ تکیہ نہ قندیل نہ شمع۔ گل و ریحان کے عوض اپنی ہی چچوڑی ہوئی ہڈیاں ارد گرد۔ کوڑوں اور کنکروں میں پھین پھیٹ۔ سینے پر ایک نمک کی ڈلی اور ایک بڑا سا کوئلا۔ دیوانہ وار نرمی کے ڈر سے سیدھے گھر کی طرف بھاگے اور آتے ہی عزیزہ کے گلے کا ہار ہوے۔ وہ بدستور پٹی سر میں باندھے ایک ہاتھ آنکھ پر رکھے گریہ وزاری میں مشغول تھی انھیں دیکھتے ہی آنسو پونچھتی رو دی اور کہنے لگی ؎

تو و ملک و جاہ سکندری من و رسم و راہ قلندری

اگر آں خوش است تو برخوری وگر این بدست مرا سزا

میاں سودا سر پر سوار تھا مزاج پرسی کون کرتا نمک اور کوئلے کے سوا کچھ یاد ہی نہ تھا ماجرا کہا اور اشارے کا مطلب دریافت کیا۔ وہ مسکرا کے بولی نمک زبان کے مزے کی طرف اشارہ کرتا ہے لینی لونڈے سے جو کھیلنے کھانے کے سوا کچھ کام نہیں اور کوئلے سے یہ مقصد ہے کہ عاشق ہوتے تو نیند نہ آتی اب جاؤ منہ کالا کرو۔ یہ کوئلے کی دلالی ہے عشق نہیں۔ مگر اسے دیکھ پھر کہتی ہوں کہ یہ عورت پہلے سرے کی مکارہ ہے۔ تمھارے گورے چہرے پر ریجھی ہے اگر دل سے پیار کرتی تو تمھیں ضرور بیدار کرتی خدا تمھیں اسکے شر سے بچائے۔ میاں عزیز نے رو دھو کے جل تھل بھرے کہ اب کیا کروں وہ آدر و ٹھگنی۔ عزیزہ نے کہا ہوش میں آؤ نہ گھبراؤ آج پھر جانا وہی سامان نظر آئیگا مگر سونہ رہنا ورنہ بنا بنایا گھر بگڑ جائیگا غرض تین روز تک یہی قرینہ رہا کہ میاں عزیز جاگتے رہنے کے قصد سے جاتے اور کھانے پر ہاتھ صاف کر کے خراٹے لیتے پھر سنگیتر پر خفتہ اُتارتے چوتھی مرتبہ سو کے اُٹھے تو چھاتی پر خنجر رکھے دیکھا سوتے تھے باغ کے اندر جاگے تو پڑے تھے باہر اس واقعی خواب کی تعبیر عزیزہ نے روتی آنکھوں اور مسکراتے ہونٹوں سے یوں دی کہ آج اگر سو رہے تو پھر حشر تک نہ جاگو گے۔ خنجر ہے اور تمھارا گلا۔ میرا کہا مانو ابھی سے پڑ کے سو رہو شام کو اُٹھنا نہا دھو کھا پی کے سدھارنا۔

وہ آئے طپنچہ کو چڑھائے ہوئے کل پر

ظرافت کی پوٹ وہ بنسی کا پشتارہ لیے حضرت پنچ میاں صاحب بہادر یاں سر پٹیاں ہیں کہ چاروں طرف سے سب بہ ایں سر ہے۔ کی صدائیں بلند ہیں کیوں نہ شہسوار بھی کون ہے! جناب ملا رموز خاں صاحب نقیر دہلوی کہ جنکے گیت قلم نے مغربی منہ میں عرصۂ شاعری کی دو دو ٹیاں پھلانگی کہ با یدو شاید۔

گھر بیٹھے سر ہفتہ دلچسپ قصہ کہانیاں شاعرانہ چھیڑ چھاڑ سیاسی ہنگامہ کی ضروری رنگ بازگ کے نو لوہ دیکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی انڈین پنچ بہادر کی مہمانداری کے لیے کمربستہ ہو جائیے۔ خدانخواستہ عادی کرب تو ہیں نہیں! بہت ہی کم خوراک ہیں۔ ۲۶۰ روز میں صرف تین روپیلی لیتے (قیمت سالانہ ہے) ملاقات کے لیے نمونہ کے واسطے) ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

مشتہرین آپکے سائیہ عاطفت میں آنا چاہیں تو آرڈر ظاہر کریں۔ خاماں جہ عجب گر بنوازند گدارا

(نوٹ جتنے اشتہارات اس قلیل عرصہ میں انڈین پنچ کو مل چکے ہیں وہ دوسرے جریدوں کو سالہا سال کی کوشش کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتے۔ اور یہی اسکی مقبولیت اور کثیر الاشاعت ہونے کا بین ثبوت ہے)۔

ایجنٹس اگر دارین کا ثواب حاصل کرنا چاہیں تو اس زرین موقع سے فائدہ اُٹھائیں اور قواعد انجنسی طلب کریں۔

منیجر انڈین پنچ بمبئی نمبر ۴

اعلان

قاری حافظ قرآن پانچویں مرتبہ پھر فرار ہو گیا

اُسکی گرفتاری لازمی و فرض ہے۔ تاکہ سزا و جزا مل جاوے۔ ابو نظر قاری حافظ سعید الدین احمد بلا اجازت والدین کے کل سامان اپنا۔ اپنے چھوٹے بھائیوں کا اور اپنے ماں باپ کا اور ایک رو پیہ نقد جو کہ سفر خرچ کے لیے رانڈیر سے ۲ پاتھا وہ سب لے کر فرار ہو گیا جو شخص اُسکو باضابطہ گرفتار کرائے گا دس روپیہ انعام دیے جاوینگے اگر گرفتار کنندہ میرے پاس لے کر آویں تو میں سفر خرچ اور دس روپیہ پیش کروں گا فقط والتسلیم زیادہ کرم باد

المشتہرین

بی بی مہدوی ۴۴ وسردار سکوت النساء بیگم حال مقیم امام باڑہ میاں صاحب مرحوم ومغفور کا اکھاڑا میاں بازار گورکھپور اطرپردیش

صبح ہوتے وہ آنے کی تھیں گلے سے لگانے کی ہیا
میاں عزیز نے عزیزہ کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ وہیں ہوا کہ صبح ہوتے کنیزوں کے جھرمٹ میں وہ قصبہ وارد ہوئی جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ رخصت کے وقت عزیزہ کا بتایا ہوا شعر۔ اِن پر آیا شعر نہ تھا مرثیہ تھا کہ سُنتے والے پر رقت طاری ہوئی اور اُس نے جواب دیا ؎

میدادی معا، ثم یکتم سِرّہٗ
ویصبر فی کل الامور ویخضع

(اپنے عشق کا انجام سوچے راز چھپائے ہر بات پر صبر اور فروتنی کرے جب عزیزہ نے یہ جواب سُنا تو ہچکیوں سے روئی اور کہا آج یہ شعر اُسے سُنانا اور جو کچھ وہ کہے مجھ تک پہونچانا ؎

لقد حاول الصبر الجمیل لعجبا
لغیر قلب فی الصبابۃ یجنح

(بارہا صبر کا ارادہ کیا مگر دل نہیں مانا عشق و اختیار کی وجہ سے تڑپ رہا ہے) میاں عزیز نے حکم کی تعمیل کی ایک مرتبہ انکی معشوقہ رومال آنکھوں پر رکھ کے فراق کشیدہ عاشقوں کے حال پر پھوٹ پھوٹ کے روئی پھر کہا ؎

فان لم یجد صبرًا لکتمان سرّہ
فلیس لہ عندی سوی الموت انفع

(صبر کے ذریعہ سے راز عشق چھپائے نہیں چھپتا تو ایسے شخص کے لیے موت سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں) میاں عزیز گھر آئے تو دیکھا عزیزہ کی جان ہونٹوں پر ہے ماں سرہانے بیٹھی تیمارداری میں مصروف ہے مگر اتنی رمق باقی رہی وفا کہ عزیز کی صورت دیکھتے ہی مسکرائی اور کہا کیا جواب لائے۔ میاں عزیز نے شعر کو پڑھا جسے سُنتے ہی بیچاری کو غش آگیا اور بے اختیار زبان سے نکلا ؎

سمعنا اطعنا ثم متنا فبلغوا
سلامی علیٰ من کان للوصل یمنع

(بہت خوب بہت بہتر پیام سُنا اطاعت کو حاضر ہوں مرنا قبول ہے اُس (قحبہ) کو سلام پہونچا دو جو میرے معشوق سے مزے اُڑاتی اور مجھے وصل سے روکتی ہے

(باقی آئندہ اس سے کہ زیادہ پُرلطف ہے)

الف العنز عرف الفلوانزا

بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ میاں الفلوانزا صاحب بہادر دام نزلتہ کا اصلی مسکن کہاں ہے۔ سُنیے حضرت یہ ذات شریف درحقیقت عرب کے باشندے ہیں۔ عنز عربی میں ماعہ بُز کو کہتے ہیں۔ آہوے مادہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور دُنبی پر بھی جدی اسکا نر ہے۔ اس مرض میں الف العنز سے مراد ہے بھیڑ کا دماغ۔ بھیڑ نزلہ کی بیماری میں ہر وقت مبتلا رہتی ہے۔ جسے نزلہ زیادہ ہوتا ہے اُسکے بارے میں یہاں کی عورتیں کہتی ہیں "اُسکا جنم تو بھیڑ کا جنم ہے" یعنی فلاں شخص ہمیشہ نزلہ میں مبتلا رہتا ہے ذری سی ٹھنڈی ہوا چلی اور آچھیں۔ رینٹ کا سوتا جاری۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جانور کا گوشت عموماً اور دماغ کے لیے خصوصاً مصرع نزلہ کی ماں ہے۔ موٹی تازی بھیڑ کے بھیجے میں بھی ہزاروں کیڑے ہوتے ہیں کوئی شخص قربانی کی بھیڑ کا بھیجا نہیں کھاتا۔ سری پائے مہترانی لے جاتی ہے وہ بھی پھینک دیتی ہے۔ اسکی قیمت بکری کے گوشت سے بہت کم ہے۔ آجکل قصابوں نے یہ روش اختیار کی ہے کہ بکری کے داموں دھڑلے سے بھیڑ کا گوشت فروخت کرتے ہیں جن کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ہر شخص کا جنم بھیڑ کا جنم ہوگیا ہے۔ آچھیں آچھیں آچھیں۔ کہاں ہیں ماہرین علم کیڑیالوجی۔ اور اجارہ داران صحت عامہ یعنی میونسپلٹیہ افسر؟ کیوں اس مصیبت کا انسداد نہیں کرتے۔ مکھی سے بچنے کی ہدایت و تاکید فرماتے ہیں جس سے بچاؤ ممکن نہیں مچھروں کی ٹانگ پر پھر اُلجھانا چاہتے ہیں جس پر قابو چلنا محال ہے مگر بھیڑ پر نظر نہیں فرماتے جس کی کلیجی اور بھیجا کیڑوں سے مرکب ہے اور یہ کیڑے نزلہ پیدا کرتے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو گوشت کا امتحان تحلیل کیمیاوی سے کر سکتے ہیں جھوٹ سچ کھل جائیگا۔ اسکا گوشت لزج بلغم سے بنا ہے۔ خون کو فاسد اور گاڑھا کرنا اسکا اصلی فعل ہے۔ خون کی چلتی گاڑی میں روڑا اٹکنے سے حرکت قلب میں فتور پیدا ہونا ایک آسان مسئلہ ہے جسکے سمجھنے کے لیے بڑے فلسفہ و حکمت کی ضرورت نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس گوشت کے استعمال سے خلقت کمبخت روز بروز بھیڑیا دھسان ہوتی چلی جاتی ہے۔ جس کسی نے ڈنڈا اٹھا کر ڈرایا بھیڑ کی طرح سینہ تان کے اُٹھی چلی "فعوا الملین" اگر ہم کو یہیں چھانا اور سمجھا کہ ساری خلقت کو کیوں بکانا ہے گی بھیڑ کا گوشت چھوڑو اسکے بغیر یہ عادت کسی طرح نہ جائے گی۔

جو قومیں سور کا گوشت کھاتی ہیں اُن میں سور کے عادات و خصائل پیدا ہوجاتے ہیں وہی بے حیائی وہی سینہ زوری۔ بہادری تو یہ ہے کہ شکاری نے ڈنڈا منھ میں دے دیا اب چاہے کچھ ہوجائے مُنہ نہیں پھیرتا ڈنڈا کھا رہے ہیں بے حیائی اتنی کہ جوڑا بھی اپنے سامنے کسی دوسرے ہم جنس کو ٹیا سے خوش فعلیاں کرتے نہیں دیکھ سکتا بے کھٹک بے رنگ میں بھنگ ڈال دیتا ہے۔ مگر سور کھانے والی قومیں خود اپنی مادہ سے غیر نر کو ملتفت دیکھ کے منہ پھیر لیتی ہیں "ہوگا جی۔ بنی آدم اعضائے یکدیگرند" ساس کے پوت سب ہی برابر"

جو لوگ منتلی پر غذا کے اثر کے قائل نہیں وہ نرے احمق ہیں اُنھوں نے شاید کیڑے کی جوت جلوا اور کٹس کا معائنہ بھی نہیں فرمایا جو اپنی غذا کی وجہ سے سفید و سُرخ ہوجاتے ہیں۔ پس الف العنز (الفلوانزا) سے محفوظ رہنا مقصود ہے تو اے بھیڑیا دھسان خلقت دفتر حفظان صحت پہ دھاوا بول دے اُٹھتے بیٹھتے چھینک آخر دفتر والے آپ ہی چھینک چھینک کے ناک پونچھیں گے۔ آچھیں آچھیں۔

راقم
(محقق لکھنؤ ادیل مہر)

منطق آرا بیگم بنام تاجدار دکن

سُنو شہریار بُرا ماننے کی بات نہیں۔ دوست ہی ہے جو خلوص کو دلشکنی پر ترجیح دے میرے کڑوے بول تمھارے خوشامدی مزاج کو مصاحبوں کو بھی بُرے معلوم ہونگے اور ان اخبار نویسوں کو بھی جو اپنے مطلب کے لیے تمھاری عقل کی آنکھوں پر چھیان

ڈالنے کی فکر میں ہیں۔ انھوں نے یہ شیوہ اپنی سرکار سے
سیکھا ہے وہ لاکھوں روپیہ خرچ کرکے تین حرف کا خطاب
حوالے کرتی ہے جنھوں نے کبھی جوتیاں نہیں ماری
اُنھیں خاں بہادر بنا دیتی ہے۔ یہ بھی خوشامد کرکے
روپیہ سمیٹتے اور جسے تاکتے ہیں تھوڑی دیر کے لیے
"امیرالمومنین" بنا لیتے ہیں۔ امیرالمومنین کا لقب
ایسا تھا کہ اگلوں کو بڑی مشکل سے ملا اور جنھوں نے
اس لقب کو دوسرے سے چھیننے کی کوشش کی انھیں
بڑی بڑی مصیبت جھیلنی پڑی۔ بغداد کے
آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ ابواحمد عبداللہ بن
مستنصر کے زوال پر آج تک اہل دنیا خون کے
آنسو بہاتے ہیں۔ جب یہ خلیفہ ہوئے تو حسب معمول
چاپلوسوں نے گھیرا۔ ایک نے کہا حضور ظل اللہ ہیں دوسرے
نے کہا بے شک ظل اللہ ہیں ... حضور کو سب
طرح کی قدرت حاصل ہے خداوند ان پر سایہ گستر ہے
خدا کا دیدار ... دنیا میں محال ہے تو اُس کا جلوہ
بھی دنیاداروں کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھنا چاہیے
میرے حضور خدا کے لیے آپ یوں بے محابا اپنا ...
دکھایا کیجیے ورنہ جو حال ... موسیٰ کا ہوا تھا ...
ساری خلقت کا ہوگا۔ ان کمبختوں نے ایسے کان بھرے
کہ حضور نے سیاہ ریشم کی چمکدار زریں نقاب منھ
پر ڈال کے باہر نکلنا شروع کیا۔ جب گھر سے برآمد ہوتے
تھے ... راستوں پر لوگ ہزارہا روپیہ کرایہ دے کے
جگہ حاصل کرتے تھے۔ اسپہ بھی سواری اتنی تیز جاتی تھی
کہ دیدار کی دولت چند خوش نصیبوں کے سوا کسی کو
میسر نہ آتی تھی۔ تاریخ والے کہتے ہیں کہ سڑکوں پر
جن کے مکان تھے وہ تیس تیس ہزار اشرفی تک کما لیتے
تھے۔ حضور نے دولت کدہ کی ایک کھڑکی میں سیاہ
اطلس کی ایک بڑی سی آستین لٹکائی تھی اُسکے
نیچے ایک سفید پتھر نصب کیا تھا۔ جو شخص تقرب کا
خواہشمند ہوتا تھا آستین کو کعبہ کی پوشش
اور پتھر کو حجر اسود کی طرح بوسہ دیتا تھا۔

عیش و آرام کے اسباب کا ذکر ہی کیا۔ لونڈی
غلاموں کے واسطے وہ سامان مہیا تھے کہ ہلاکو اور اسکے
باپ کو خواب میں بھی میسر نہ آئے ہونگے۔ مؤیدالدین
محمد بن محمد بن عبدالملک علقمی وزیراعظم اور حضرت سلیمان شاہ
سپہ سالار اعظم تھے ایک لاکھ چوبیس ہزار زریں کمر
غلام دارالسلطنت میں حاضر رہتے تھے وہ دبدبہ تھا
کہ گنگا جمنی کا بہہ ڈالتی تھی۔ امیرالمومنین ہوئے تو آسانی
کے ساتھ مگر خوشامدیوں نے ایسی مشکل میں پھنسایا کہ
توبہ! خدا دشمن کو بھی یوں بے بس نہ کرے۔ یہ ایک
واقعہ ہے تم تاریخ سے واقف ہو اسلیے کلام کو طول کیوں
دوں۔ میں تو صرف یاد دلاتی ہوں کہ ایسے جلیل القدر
امیرالمومنین پر کیا گزری۔ ایلخاں نے اُن پر قبضہ کیا۔
شہر میں آگ لگا دی محل اور خزانے پر دھاوا کیا
باورچی خانے اور آبدارخانے کے طلائی نقرئی برتن
جواہرات روپیہ اشرفی ... اور کنکر پتھر کے ڈھیر
... مارے پھرے۔ ایلخاں نے خلیفہ سے کہا کہ
میں مہمان ہوں تم میزبان ہو جو کچھ خاطر داری
کر سکتے ہو کرو۔ جو کچھ ظاہری دولت ہے وہ نیاز عالی
عالی کے سامنے ہے اُسکے نذر دینے کی ضرورت ہی
کیا ہے اپنا تب تو ہم ہی لے لینگے۔ ہاں مخفی خزانہ
دکھاؤ۔ اُس وقت امیرالمومنین اتنے گھبرائے ہوئے تھے
کہ قفلوں کی کنجیاں نہ پہچان سکے تمام قفل توڑنے
پڑے۔ ایلخاں نے تمام بیش بہا جواہر بغیر دیکھے
بھالے اپنی فوج کو تقسیم کردیے۔ گویا ریوڑیاں
بٹ رہی تھیں۔ پھر کہا کہ یہ بھی ظاہری خزانہ
تھا تب امیرالمومنین نے ایک مقام پر اشارہ کیا
زمیں کھودی گئی ایک بڑا سا تالاب ظاہر ہوا جو
سونے کی اشرفیوں سے بھرا ہوا تھا ہر اشرفی سو
مثقال وزن رکھتی تھی۔

ایک زمانہ تھا کہ امیرالمومنین کے والد ماجد خلیفہ
مستنصر باللہ نے ایسے ہی بھرے ہوئے دو حوض
جنھیں خلیفہ ناصر باللہ نے فراہم کیا تھا اپنی فوج
کی درستی پر صرف کیے تھے۔ امیرالمومنین مستعصم
باللہ زری حیثیت تھے اُنھوں نے پھر ایک حوض
پر کرلیا۔ جب خلیفہ مستعصم باللہ قید ہوئے تو کھانا
پانی بند کردیا گیا بھوک بری بلا ہے نگہبانوں سے
کھانا مانگا اُنھوں نے ایلخاں کو اطلاع دی اُسنے
پلیٹوں میں زر و جواہر بھر کے بھیجا۔ بسم اللہ حضور
بادشاہ روئے زمین ہیں! نوش فرمائیں۔ خلیفہ
نے کہا یہ تو کھانے کی چیز نہیں ہے۔ ایلخاں نے جواب دیا
کہ اگر آپ یہ چیزیں مناسب موقع پر صرف کرتے رہتے
تو آج نان شبینہ کو محتاج نہ ہوتے آذوقہ کا ذریعہ ہاتھ
سے نہ چھنتا۔ خلیفہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔
چپ ہو رہا۔ اُسکے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں میں
انجام کا بیان نہیں کرنا چاہتی۔ ہاں اتنا سمجھ لو
کہ جب برا وقت آیا تو کوئی خوشامد خور پاس نہ تھا
جو "ظل اللہ و سایۂ کبریائی" کا ساتھ دیتا۔

خیر یہ تو سیکڑوں برس کا قصہ ہے۔ میری سوت
نگوڑی ... میرے نواب کی عادت بگاڑ دی ہے
اول تو شعر کہنے والے خوشامد کے عادی ہوجاتے ہیں
... گویا اسلیے گھبراتے رہتے ہیں کہ کوئی واہ
واہ کردے۔ دوسرے ... خوشامد کے
لیے ... باندھ رکھے ہیں کہ وہ میری بات سے
جلنے لگے ہیں مگر بھلا آپ خوشامد کرتی ہوں
یہاں ... بات کہنے کی عادی ہوں
اچھا میرا ... چھوڑو۔ ابھی سال ہی میں
... امیرالمومنین حاجی شوکت علی
صاحب کے متعلق چھپا ہے کہ سلامتی سے
... امیرالمومنین بنانا چاہتے
ہیں۔ دیکھا تم نے اتنا سستا لقب ہے جو تمھیں
بھی خوشامدیوں کی طرف سے عنایت ہوسکتا ہے ... بھی
اللہ جانتا ہے یہ سب لوٹنے کی ترکیبیں ہیں ورنہ
درحقیقت اگر خیال کرو تو تمھاری ذات میں
اتنی صفتیں بھی نہیں جو ہمارے حاجی صاحب
میں اللہ پاک نے جمع کردی ہیں۔

میں پوچھتی ہوں۔ تم جواب دو:-
کیا تم موٹے ہو؟
کیا تمھارے منھ پر داڑھی ہے؟-
کیا تم چھوٹانی سا ملز کے مالک ہو؟
کیا تم انگریزوں کو برا بھلا کہنے کی طاقت رکھتے ہو؟
کیا تم جھولا گلے میں ڈال کے چندہ مانگ سکتے ہو؟
کیا تم جائیں چھپنے میں اُستاد ہو؟

تم ان سب باتوں کا جواب داہنے بائیں گردن

بنا کے دوگے کہ نہیں۔ ہاں ہاں۔ بیشک نہیں تو خدا کے لیے ان خوشامدیوں سے کہہ دو کہ میں حاجی صاحب کے مشاغل میں دراندازی ہونا پسند نہیں کرتا۔

دیکھو انھیں خوشامدیوں نے "بادشاہ سلامت پناہ" کہتے کہتے تمھاری ہندو رعایا کا دل تمھاری طرف سے پھیرا۔ پان اسلامزم کا سبق تمھیں پڑھانا چاہا۔ یہ مشہور کیا کہ نظام کوئی انگریز حاکم اپنی قلمرو میں رکھنا نہیں چاہتے۔ آخر یہ تمھیں امیر المومنین بننے کی پٹی پڑھاتے ہیں۔ دیکھیے ان باتوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ واللہ باللہ یہ لوگ دشمنی کر رہے ہیں جسن اخلاق سے انھیں بہرہ نہیں ملا۔ باقی کیا لکھوں تم خود ہی سمجھدار ہو۔ یقین ہے کہ اس میری تحریر سے تم بیزار ہو جاؤگے تو مجھے بیزاری کی پروا نہیں تم بگڑو چاہے تمھارے خوشامدی مگر ٹھنڈے دل سے میری بات پر غور کر لو اور میں کچھ نہیں چاہتی۔

داقم
منطق آرا بیگم

المختصرات

بیگن پلی یا بیگن پلے۔ بروایت خواجہ اسد صاحب مدیر سرفراز یہ خبر قابل اطمینان ہے کہ آئندہ اجلاس شیعہ کانفرنس منعقدہ سکھر (سندھ) کی صدارت ہزہائینس نواب بیگن پلی فرمائینگے۔ کیا معنی کہ بیگن ایک خوبصورت سجالا پھل ہے۔ اب خیر پور میر کا دہی اور بیگن پلی کا بادنجان مل کے بورانی کا سہارا ہو جائیگا۔ رام پوری تھالی کا بیگن تو ہزہائی ایس سست ہی نکلا۔ صدر ہوتے تب بھی کالا بیگن کانفرنس کے پلے نہ پڑا۔ اودھ کی لٹ ونڈن سے کانفرنس کا بھرتا نکل گیا تب بھی بیٹھے دیکھا کیئے حقہ تک نہ دیا۔

حماقت کے سر پر سینگ تو ہوتے نہیں ہندو مہاسبھا کا سائیمن کمیشن کے مقابلے میں پورٹ کی تکمیل کے بعد یہ دعویٰ ہوگا کہ ملک کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے کمیشن کا دامن تھاما اور سواد اعظم لیشن سے الگ تھلگ رہا مگر خدا کے ہندو اخبار نویسوں کو وہ ان بے فرقہ لیوں کو ہجوم عام کا لقب دے کے کس کس کا دل دکھاتے ہیں کہ مسلمانوں نے مطالبات پیش کر دیے۔ ہندو مسلمان انجمنوں کا سرجان سائیمن کو ایڈریس" ہا! بیچارے اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آگے چل کے عام نان کو اپریشن کا دعویٰ نہیں چھپا اور بودا سمجھا جائیگا کس منھ سے کہو گے کہ تمام ملک کمیشن سے بیزار رہا۔ بنتے ہیں بڑے پالیٹیشن اور تعصب کی خاک آنکھوں سے دور نہیں کرتے "دوری گیا اپنی بسیجی بسیجی میں مسلمانوں کے بدنام کرنے کا فرض تمہارا ادا ہو گیا"۔ ان خبروں کی اشاعت سے مفت میں اُن افراد کا بہرہ گنہگار بھی ہوتا رہتا ہے جنھیں ہم قومی نیابت کا حق دار نہیں سمجھتے۔

عمارہ ابن الولید قریش کی طرف سے سلطان حبش کے پاس بھیجے گئے۔ آدمی تھے نہایت خوبصورت نجاشی (بادشاہ حبش) کی زوجہ ان پر دل آگئی۔ عمرو بن العاص کو عمارہ سے عداوت تھی عمارہ نے اپنی آشنائی کا حال عمرو سے کہا انھوں نے چپکے سے نجاشی کو سارا حال کہہ سنایا نجاشی نے ثبوت طلب کیا۔ عمرو نے مشورہ دیا کہ اپنے لگانے کا خاص عطر بادشاہ بیگم کو عنایت کیجیے اگر عمارہ کی پوشاک میں اس عطر کی بو آئے تب تو میں سچا ورنہ جھوٹ بولنے کی سزا دیجیے۔ یہی ہوا۔ میاں عمارہ دھرے گئے۔ چوری کی خوشبو سے چھپانے کی بدبو آئی۔ سُنتے ہیں کہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس یوپی منعقدہ کانپور کا جلسہ ہمارے دوست مولانا حسرت موہانی کوئی خوبصورت آدمی نہیں ہیں پھر بھر اُنکے ڈیل سے اجنبی عطر کی خوشبو آرہی ہے۔ ایسے جلسوں میں انکی شرکت؟ ہے کوئی عمرو ابن العاص جو چغلی کھائے؟

التقاء ساکنین نحو میں جائز نہیں مگر سیام سے خبر آئی ہے کہ ناتک جوا نامی ایک سن سالہ عورت نے دوسری عورت نانگ نام سے شادی کی۔ کیا کرتی بیچاری مقروض تھی شوہر نے چھوڑ دیا تھا۔ فال دیکھنے والے فیلیے نے بتایا کہ جس عورت کا شوہر موجود ہو وہ دوسرے مرد سے شادی نہیں کر سکتی مگر عورت سے عورت شادی کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تم کسی جوان عورت سے شادی کر لو۔ مرد کو عورت اور عورت کو مرد ملنا آسان ہے عورت کو عورت کہکر ملتی۔ آؤ ذرا نہی سہیلی کے آگے ہاتھ جوڑے بہن خدا کے لیے مجھ سے نکاح پڑھوا لو" سہیلی خود خشک دہ تھی ایسے کھا (۱) اس سے کم ہوتے کیا کمتی ہو۔ منت سماجت کے بعد ان باپ راضی ہو گئے۔ لیجیے چھپٹ منگنی پٹ بیاہ دونوں میاں میاں بی بی کی طرح رہنے سہنے لگیں۔ خدا بُرا کرے منحوس قاتل کا جس نے میاں کی جان لے کے بی بی کو بیوہ کر دیا۔ معلوم نہیں کہ اس جوڑے کی یادگار کوئی بچہ بھی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو بیچاری بیوہ کا زندگانا کس پر کٹے گا؟ مرزا چغتائی کی طرف سے ہمدردی کا تار بھیجا جانا چاہیے۔

ناگ پور کی ستیا گرہ میں شریمتی جیترا بائی گرفتار ہوئی تھیں اب رہا ہوئی ہیں۔ شریمتی کو شکایت ہے کہ جیلخانے میں عورتوں سے بہ نسبت مردوں کے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ جو کام میں کچھ کوتاہی دیکھتے ہیں تو بیچاریوں کا سر دیوار سے ٹکرا دیتے ہیں مردوں کو ساڑھے چار بجے شام کو چھٹی دیجاتی ہے تو عورتوں کو ساڑھے چھ بجے۔ مردوں کی خوراک زیادہ ملتی ہے عورتوں کو کم۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ۔ بیچاری دی ہولی کا ہوتی رنگین تعطیل کے دنوں میں بھی آرام نہیں ملتا۔ تمام شکایتیں بجا ہیں مگر آخری شکایت جیل ہی سے مخصوص نہیں یہ ضعیف الخیال شوہر بھی اسکی پروا نہیں کرتے حالانکہ تقریباً جملہ مذاہب بلکہ تمام اطبا اس زمانہ کی تعطیل پر صاد کر چکے ہیں۔ پھر جیل خانہ کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔

ہندوستانی کالے صاحب لوگوں کو مژدہ ہو کہ ایک ڈاکٹر نے سیاہی پر سفیدی چڑھانے کا نسخہ معلوم کر لیا۔ پہلے اُس نے کالی چوہیوں کو گورا بنا کے دکھایا اب انسانوں پر تجربہ کر رہا ہے نتائج اُمید افزا ہیں عنقریب قیر اور شیر میں کوئی فرق نہ رہے گا۔ اندرونی سیاہی (سواد باطن) دفع ہو یا نہ ہو۔ مگر خسر لیفے کے بیج کی طرح "نقش باشیر آلودہ دلش باقیر آمودہ" اور صاحب لوگوں کے ہمرنگ ہو جانے کا افتخار بخشش کے لیے بہت ہے۔ چلو چلیلی صاحبو چلو۔ باپ دادا کے متروکے میں صرف رنگ باقی رہ گیا تھا اُس کے دور کرنے کا وقت بھی آگیا۔

شرطیہ علاج! شرطیہ علاج!! شرطیہ علاج!!!

سفید داغ کی جنگلی دوا — میں دعوی کے ساتھ کہتا ہوں کہ میری جڑی بوٹی کی دوا رکھ صرف تھوڑے دن استعمال کرنے سے بغیر چھوڑے دکھاؤ کے داغ اڑا کر اصل چمڑے کے مانند ہو جاتا ہے ایک بار آزمائش کریں۔ دام پانچ روپیہ (عہ)

دمہ کھانسی کی اکسیر دوا — اگر آپ دوا کرتے کرتے تھک گئے کچھ ہوا تو جڑی بوٹی کی تیار شدہ میری فقیری دوا کو ایکبار ضرور آزمائش کریں۔ اس سے پرانا سے پرانا دمہ کھانسی جڑ مول سے چلا جاتا ہے فکر نہ کریں۔ دام پانچ روپیہ (عہ)

سفید بال جڑ سے کالا!!

اگر آپ کے تھوڑے عمر میں گنے بال پکے ہیں تو سرم تیل منگا دیں۔ اس سے بال جڑ سے کالا پیدا ہوگا۔ دام تین روپیہ (سے) اگر آپ کا بال کل پک گیا ہے تو کالا سفوف منگا دیں اس سے بالوں کا پکنا رک کر تمام بال جڑ سے کالا پیدا ہوگا اور ساری عمر کالا رہیگا دام بارہ روپیہ (عـــہ) اعتماد نہ ہو تو شرط لکھوالیں۔

کالا سے گورا — سیاہی کو دور کرکے چہرہ کو خوبصورت اور چمکدار بنانے کے لیے یہ انمول دوا ہے اس سے جھائیاں، کالا داغ، چیچک داغ، سیاہ و لال پھنسیاں سبھی دور ہو کر چہرہ گلاب کے پھول کے مانند خوشنما ہو جاتا ہے دام پانچ روپیہ (عہ)

خونی بواسیر — میں ڈاکٹر ویدوں حکیموں کو بازی مار کر کہتا ہوں کہ بواسیر کو صرف پندرہ دنوں میں جڑ مول سے اکھاڑنے والی دوا اسکے پاس میرے سوا نہ ہوگی۔ اس سے بواسیر ہمیشہ کے لیے جاتا رہتا ہے۔ دام سات روپیہ آزمائش کے لیے پانچ روپیہ ہیں۔

بجلی کی گولی — جیسا نام ہے ویسا ہی کام ہے اس کھوج میں بوڑھے جوان سبھی لگے رہتے ہیں جس نے اسے نہیں دیکھا یا زندگی میں امنگ کا لطف ہی نہیں اٹھایا۔ امیروں کے لیے بڑے کام کی چیز ہے۔ دام پانچ روپیہ (عہ)

طاقت کی دوا — قوت مردانگی کو بڑھانے جوانی کو لوٹانے بدن کو موٹا تندرست بنانے میں یہ دوا اپنی ثانی نہیں رکھتی ہے۔ اس سے آدمی ہر ایک طرح سے تندرست مثل پہلوان کے ہو جاتا ہے۔ دام پانچ روپیہ (عہ)

پتہ:- جڑی بوٹی میڈیکل ہال لنسی سری۔ در بھنگہ ۶۶

بچوں کو موٹا تازہ تندرست و طاقتور بنانے

اور اُن کی ہر ایک بیماری

جیسے بخار، کھانسی، بدہضمی، دردوں ڈالنا۔ دست ہونا وغیرہ کو دور کرنے کے لیے

حکیم تلسی پرشاد اگروال علیگڑھ کی گورنمنٹ سے رجسٹری شدہ

بال جیون گھٹی رجسٹرڈ

قیمت ۵ر

ایک مشہور و معروف اور صفت دوا ہے میٹھا ہونے سے بچے اسکو خوش ہوکر پی لیتے ہیں۔

سب جگہ بازاروں میں سوداگروں کے یہاں سے خریدو

لیکن نقالوں سے بچنے کیلئے شیشی پر حکیم تلسی پرشاد اگروال کا نام و بال جیون گھٹی کما اچھی طرح دیکھ لو قیمت فی شیشی ۵ر محصول چار شیشی تک ۹ر سوداگروں سے ایک درجن کی قیمت بارہ درجن علاوہ محصول

چراغ صحت سالہ مفت لیجیے

دس اردو چاہے ہمیشہ کے نام مکمل پتے کے بھیجنے پر چراغ صحت رسالہ مفت بھیجا جاوے گا۔

المشتہر منیجر بال جیون کارخانہ علی گڑھ شہر (یو۔پی)

صرف سولہ ۱۶ ایام کے اندر نتیجہ باہر پڑے گا

مقویات سراج عالم نمبرہ گولیاں جو ہر قسم کی کمزوری اور تمام امراض مخصوصہ جریان، احتلام رقت منی۔ نزلہ کی خرابی و کمی دماغ اور قوت حافظہ کی کمزوری دور دیگر امراض مخصوصہ کو دور کرکے اعلے درجہ کی طاقت توانائی بخشتی ہیں ۳۲ گولیوں والی ایک ڈبیہ جو ۱۶ ایام کی خوراک ہیں ایک روپیہ میں آتی ہیں منگوا کر استعمال کریں۔ اس قلیل مدت کے اندر ہی ایسی کامیاب ثابت ہونگی کہ انکے لیے آپ کے دل میں خاص عزت پیدا ہو جاوے گی۔ پانچ ڈبیاں ساتھ لینے سے چار روپیہ۔

لکھنؤ ایجنٹ کا پتہ۔ اندر جینہ اینڈ کو چوک لکھنؤ۔

وید شاستری جام نگر کاٹھیاوار

مجلدات اودھ پنچ ۲۶-۱۹۲۶ء

اردو کو زندہ کرنے والے دل کو آمادہ کرنے والے سیاسی، ادبی اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب میں محفوظ رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد ۵ر مع محصول

المشتہر:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو — کف۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ دمہ پیٹ کے درد قے۔ دست سنگرہنی۔ انفلوانزا اور چھاتی کے امراض کیلئے خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا اثر کرتے ہیں۔ قیمت ۸ر میں سب جگہ سے مل سکتا ہے۔

دودروگج کیسری — یعنی داد کو بالطبع کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت ۴ر

بال سدھا — بچوں کی کمزوری کو دور کرکے بدن کو مضبوط فربہ اور پھر تیلا بنانے والی میٹھی دوا قیمت ۱۲ر ڈاک خرچ علیحدہ لگے گا۔

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ اندر جینہ لکھنؤ

ہمارے یہاں کے سول ایجنٹ ایف مرزا اینڈ سنس لکھنؤ

جلد ۵۲ نمبر ۲۳ د ۴ — رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳ — سنہ ۱۹۲۸ء

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ بابت ۱۹۲۱ء کی چند مکمل جلدیں دفتر میں بعرض فروخت موجود ہیں شائقین جلد طلب کرلیں قیمت فی جلد ۸ محصول ڈاک

(۲) جلد ۱۹۱۷ء کے (۱۰ نمبر) ان نمبروں میں انشا پردازی کے بہترین نمونے موجود ہیں ظریفانہ مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد ۱۰ علاوہ محصول ڈاک — منیجر اودھ پنچ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھا۔

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہوچکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کر ... حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگون کی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اُسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔

المشتہر:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

دولیست اور بیغیری

کلام خوش گزشتہ بیان شاعر شہید مرحوم کے حالات زندگی مع انتخاب مرثیہ و رباعی و ... سلام وغیرہ مولفہ سید آغا جعفر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ایک معزز فرد ہیں قیمت علاوہ محصول ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سیاحت ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی کا منظوم سفرنامۂ عراق

عجب عجیب نظم ہے جسے اور کلام کی غلط فہمیوں سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۶ ر
ٹکٹ بھیجیے یا وی پی اور منی آرڈر سے طلب فرمائیے
المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) زر پیشگی نقد جمع کرنا ہوگا
(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی
(۳) ہفتہ پر پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی
(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا۔
علاوہ خاص حالتوں کے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہو ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کرسکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو اُنھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانہ پر بنیاد مند مینیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت میں مینیجر اودھ پنچ کا نام نہیں رہا ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تعقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۴۲

مضامین پنچ

۱۰ نومبر ۱۹۲۸ء

شاعری و تفریحات پنچ

(کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے)

کیوں مری جاں وہ کیا زمانہ تھا (۱) میرا سر تیرا آستانہ تھا
اور نہ ملنے کا اک بہانہ تھا ہر گھڑی عشق کا فسانہ تھا
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - بے شک قانون حال میں مداخلت بیجا کی دفعہ موجود ہے۔

جب اندھیرا جہاں میں چھاتا تھا (۲) چھپ کے میں تیرے پاس آتا تھا
تجھکو آہستہ سے جگاتا تھا تیرا سب جسم کانپ جاتا تھا
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - آسائش میں خلل اندازی بھی علیٰ ہذا القیاس - اور تخویف مجرمانہ بھی کہ کلک

ہائے کیا دن تھے اور کیا راتیں چھپ کے ہوتی تھیں جب ملاقاتیں
آہ وہ حسن و عشق کی گھاتیں ہوتی تھیں رات رات بھر باتیں
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - دن رات دونوں نہ بدلے ہیں نہ بدلیں گے - اپنی جسمانی قوت کی آزمائش فرمائیے اگر وہ بحال ہے تو دن وہی ہیں جو تھے۔

کیا تری چال دل لبھاتی تھی کس مزے سے قدم اٹھاتی تھی
اور جب مجھکو دیکھ پاتی تھی وہیں شرما کے بیٹھ جاتی تھی
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - شرم و لحاظ پرانا دستور ہے - لہٰذا نہ شرم آئے گی نہ دن آئینگے۔

اُف وہ شانے وہ زلفیں بل کھائی وہ جوانی کا حسن وہ رعنائی
آہ وہ صبح و شام یکجائی ہائے وہ صحبتیں وہ تنہائی
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - زلفیں بار بردوش تھیں قینچی کے نذر ہوئیں - اب رات کی رسم نہیں رہی - وہ ہے لنڈوری - دن ہی دن ہے -

کبھی تیوری ترا چڑھا لینا وہ کلائی کبھی چھڑا لینا
کبھی کچھ ہنس کے منھ چھپا لینا کبھی شرما کے سر جھکا لینا
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح آئین شاہد بازی کا تازہ ایڈیشن ملاحظہ طلب ہے - جواب اسی سے ملیگا -

نیند میں وہ خمار کی باتیں دل کے صبر و قرار کی باتیں
عشق بے اختیار کی باتیں چپکے چپکے وہ پیار کی باتیں
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - آئینہ لیکے دیکھیے اگر عارض پر کافوری بالوں کی جھائیں اور کھال کی ملائمت پر شیب کا اثر نہیں تو آئینگے اور ضرور آئینگے۔

آہ وہ تیرے حسن کے جادو جس کے جلووں سے دل تھا بے قابو
اُف وہ تیرے کھلے ہوئے گیسو ہائے تیری دولائی کی خوشبو
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - دولائی کا رواج پھر ہو جائے خوشبو کوئی مہنگی شے نہیں۔

کیا ہوئے آہ اب وہ لیل و نہار کیا ہوئی وہ مرے چمن کی بہار
اب نہ وہ نشہ ہے نہ اب وہ خمار خشک سالی کی نذر ہے گلزار
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - کیا چمن موجود ہے؟ اگر ہے تو بہار آج نہیں دو چار دن بعد آسکتی ہے۔

مجھ سے کوئی اگر ہوئی ہے خطا بخش دے اس خطا کو بہر خدا
رحم فرما کہ ہوں غلام ترا مجھ کو اللہ دے جواب اسکا
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - زمانۂ حال کی تہذیب میں رحم ایک اخلاقی کمزوری ہے - لہٰذا جواب نفی ہے۔

کب تک آخر یہ دل کی پامالی تونے ملنے کی کیوں قسم کھالی
راتیں اب بھی تو آتی ہیں کالی ہاں اے میرے گیسوؤں والی
کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح - پرانے فیشن کا حوالہ یا کسی کی طرف نسبت دینا گستاخی ہے - پرسنل اٹیک دفعہ .. تعزیرات ہند -

خواجہ حسن خاں قشاد ملیح آبادی

چودھویں صدی

رشید کا گول کمرہ سعید کا داخل ہونا

سعید - کمرہ میں داخل ہوکر) بھائی رشید سلام علیکم -

رشید - وعلیکم السلام آئیے - (سعید کرسی پر بیٹھ گیا اور رشید کچھ سوچنے لگا)

سعید - (تھوڑی دیر بیٹھکر) اچھا بھائی رشید سلام علیکم اب اجازت دیجیے؟

رشید - ائیں کیا آئے کیا چلے؟ -

سعید - جی ہاں - اور انشاء اللہ آج سے آپ کے یہاں آنے والے پر تین حرف؟

رشید - آپ بھی الو دم فاختہ ہی نکلے - بیٹھے بیٹھے کیا خیال آگیا معلوم ہوتا ہے کہ آج کسی نے چوک میں سر اقدس کے ساتھ اپنے جوتی آلہ تعزیر کا بذلہ مقابلہ کیا

سعید - خیر مزاج بالائے طاق رکھیے - میں آپ کو اپنا دوست سمجھ کر آتا ہوں اور

کہ آگے رونے نے اپنی آنکھیں کھوئے عزیزہ کے دل پر جو کچھ گزرنے والی تھی گزری۔ اسنے ہونٹ نہیں کھولے۔ جب میاں عزیز نے اُس دلالہ مختالہ شیطان کی خالہ کے سامنے رخصت کے وقت آخری شعر پڑھا تو اُس نے زور سے چھاتی کوٹی ہائے کا نعرہ مارا اور دریافت کیا کہ ان اشعار کی زبان بے زبانی تمھاری کون ہوتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا چچا کی لڑکی۔ دلالہ بولی "خبر لے وہ چل بسی۔ ہائے مجھ پر خدا کی مار معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیری عاشق تھی۔ پہلے سے نہ کہا جو میں اُسکے احسان کا بدلہ کرتی۔ افسوس تو نے بہت ظلم کیا۔" میاں عزیز نے بیان کیا کہ وہی تو تمھارے اشاروں کا مطلب مجھے سمجھاتی تھی۔ ورنہ میں یہ گھاتیں کیا جانوں۔ دلالہ اسقدر روئی کہ دوپٹے کا آنچل بھیگ گیا۔ یہ گھبرائے ہوئے گھر پہنچے تو کہرام مچا ہوا تھا۔ محلے والے دروازے پر جمع تھے گہوارہ کا آخری تیار تھا۔ عطر کافوری کی روح فرسا خوشبو مہک رہی تھی۔ دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی عزیز کی ماں نے ڈانٹ بتائی:۔

"نا شدنی تیرے جیسے سپوت نہ جنے خدا تجھ سے سمجھے۔ ارے عزیزہ کا خون تیری گردن پر ہے خدا معلوم اُسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا کہ وہ یوں گھُل گھُل کے مر گئی۔ دیکھنا قیامت کے دن کیا حال ہوتا ہے۔" تین روز تک سوگ منایا گیا لوگ قبر پر فاتحہ پڑھتے رہے۔ میاں عزیز کے دل پر جو تھوڑا سا اثر ہوا تھا تین دن میں جاتا رہا۔ چوتھے روز نہائے دھوئے آئینہ میں صورت دیکھی خوشبو میں کپڑے بسائے قصد کیا کہ روانہ ہوں۔ ماں نے ٹنگری لی۔ "ادھر آ میری ایک بات سنتا جا۔ بتا تو سہی آخر یہ ماجرا کیا ہے تو رات کہاں بسر کرتا ہے۔ ہائے کیسی ہنستی کھیلتی جوان جہاں سگھڑ نیک لڑکی چل بسی۔" بھولے بابے عزیز ٹھنک کے بولے "کچھ بھی نہیں۔" ماں نے جھنجلا کے کہا "کچھ بھی نہیں کا حال قصاص کے دن معلوم ہوگا۔ میں عزیزہ سے حال پوچھتی رہی مگر اُسنے کچھ نہ بیان کیا۔ اب تجھ سے پوچھتی ہوں تو کچھ بھی نہیں کہتا۔ خیر جہنم میں جا مگر عزیزہ مرتے وقت وصیت کر گئی ہے کہ عزیز بعد دفن کہیں جاتا ہے جب وہ حسب معمول جانے پر آمادہ ہو تو اُس سے کہہ دینا کہ میں نے اپنا خون تمھیں معاف کیا۔

مزا برحق ہے آخر ایک دن مرنی۔ تم بڑے بھینسے ہو تجھے اچھا نہیں خیر کیا یاد کروگے مرتے مرتے تمھیں ظالم کے پنجے سے بچائے دیتی ہوں صبح کو رخصت کے وقت یہ دو کلمہ کہہ دینا تمھارے کام آئینگے۔ وہ ایک سربمہر خریطہ بھی دے گئی ہے مگر میں تمھیں اُسوقت دونگی جب تم اپنے کیے پر پچھتاؤگے انجام کار عزیز نے یہ آنسو بہاؤ گے۔" وصیت سُن کے میاں عزیز چلتے ہوئے ؎

باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ
نرود میخ آہنی در سنگ

دلالہ نے آڑے ہاتھوں لیا چار دن غائب رہنے پر بگڑی جھنجلائی میاں عزیز نے اپنی رام کہانی سنائی پھر اُسکی وصیت کا حال بیان کیا کہ مرتے وقت تمھیں پیام دے گئی ہے الوفاء ملیح والعذر قبیح وفاداری اچھی ہے اور بے وفائی بُری۔ یہ کلمات سُنتے ہی دلالہ داڑھیں مار کے روئی ہاتھ مل کے پکاری بہن تو وفا کی پُتلی تھی جان پر کھیل گئی عشق کا نباہ مشکل ہے ہائے جو پہلے سے حال معلوم ہوتا تو میں بھی اس احسان کا عوض اُتارتی اب مجبوری ہے تیرے معشوق کی جان بچ جائے گی مگر یہ بڑا گاؤدی ہے کسی نہ کسی آفت میں اپنے تئیں پھنسائیگا۔ کیے کی سزا پائے گا۔ خیر تجھے خیرات کے سوا اور کوئی چیز فائدہ نہیں پہونچاتی۔ جب تک زندہ ہوں تیری قبر پر آنسو بہاؤں گی فاتحہ پڑھونگی۔ چلو میاں عزیز لڑکی مجھے اپنے منگیتر کی قبر دکھا دو۔ یہ کہہ کے توڑا اشرفیوں کا ساتھ لیا۔ اثناے راہ میں عزیزہ کا نام لے کے محتاجوں کو تقسیم کرتی رہی پھر معمار بلوا کے کچی قبر پر حظیرہ بنوایا قبر پر یہ اشعار اپنے ہاتھ سے کندہ کیے ؎

مررت بقبر دارس وسط روضة
علیه من النعمان سبع شقائق
فقلت لمن ذا القبر جاوبنی الثری
تأدّب فهذا القبر برزخ عاشق
فقلت رعاك الله یا میت الهوی
و م سكنك الفردوس اعلی الشواهق
مساكین اهل العشق حتی قبورهم
علیها تراب الذل بین الخلائق

فان استطع زرعًا زرعتك روضة
واسقینها من دمعی المنسل ادفق

(حاصل اشعار یہ ہے کہ آہ ایک پرانی قبر کی طرف میرا گزر ہوا جس پر سات پھول لالے کے اُگے تھے۔ میں نے پوچھا تو کس کی قبر ہے خاک نے جواب دیا باادب باش یہ قبر ایک عاشق کا مسکن ہے۔ میں بولی کہ اے کشتۂ محبت خدا تیرا نگہبان ہو اور تیرا درجہ بلند کرے ہائے بیچارے عاشقوں کی قبر پر بھی بیکسی اور ذلت برستی ہے کاش میں ایک باغ لگانے کی فرصت پاتی اور لگاتار آنسوؤں کی جھڑی سے سینچتی رہتی)۔

اس انتظام و اہتمام کے بعد دلالہ شیطان کی خالہ اپنے دیوانے میاں عزیز کی جانب متوجہ ہوئی کہ سنو میاں اُلو کی دُم فاختہ تم ابھی سفلے ہو بچے ہو منھ سے دودھ کی بو آتی ہے۔ آج کی بات یاد رکھو عزیزہ تمھاری عقل کے قفل کی کنجی تھی وہ تو کھو گئی اب میں اپنے دل کا حال کہتی ہوں کہ خبردار میرے تلوے کے سوا کسی دوسری عورت کا منھ نہ دیکھنا ورنہ پچھتاؤگے سزا پاؤگے۔ میں بظاہر تم پر مرتی تھی مگر درحقیقت تمھارے مارنے کی فکر میں تھی۔ اب حال دگرگوں ہے عزیزہ کی وصیت پوری کروں گی مروں گی اپنے کیے کو بھرونگی۔ جب تک تم میرے ہوکے رہوگے کوئی دُکھ نہ سہوگے عورتوں کے فن فریب سے تم ناواقف ہو اگر دوسری کے چلتر میں پھنسے تو ہاتھ سر پر رکھ کے روؤگے۔ دیکھو بلا ناغہ یہاں آنے میں کوتاہی نہ کرنا۔" اُس روز سے میاں عزیز کا معمول ہو گیا دن بھر گھر میں رہتے شب کو دلالہ کی خدمت کرتے وہ بھی ماں کی طرح شفقت سے پیش آتی آنچل کی آڑ میں دودھ پلاتی۔ صبح شام یہی کام رہ گیا نہ ماں کی خبر نہ باپ کی پروا۔ مدت تک یہی حال رہا میاں عزیز کھاپی کے دانہ خوری کے بکرے ہو گئے۔ ایک مرتبہ شام کا وقت تھا نہائے دھوے۔ گھر سے دو چار جام شراب کے چڑھا کے جو چلے تو نشے کی ترنگ میں راہ بھول گئے یہ تو انکی قدیمی عادت تھی اس کوچہ کا نام کوچۂ نقیب آج تک مشہور ہے مگر تھا وہ اصل میں کوچۂ رقیب کیا معنی کہ سامنے ایک تکلف نما محل تھا اسکا فیل بند دروازہ کھلا ایک ڈھنڈھو شیطان

کی نانی جسکی ماں جگتر کی خالہ صفیہ کی مادہ طاعون
کی بہن ہاتھ میں شمع لیے نکلی اور کاغذ سامنے بڑھا کے
بولی "اے میاں تم کچھ پڑھنا بھی جانتے ہو؟" انھوں
نے کاغذ ہاتھ میں لیا۔ لکھا تھا کہ سب خیریت ہے دوستوں
کو سلام پہونچے۔ یہ مضمون سن کے بڑھیا خوش ہوئی اور
دروازے کی طرف ہٹی۔ میاں پیشاب نے دور باندھا
میاں عزیز تو لاچھئے دروازے نے پیچھے چشمہ بہانے بیٹھے ابھی
کر بند کچھ بندھا کچھ کھلا تھا کہ وہ لکاتہ پھر آئی اور ایکی
نہیں لائی کہ صاحبزادے ذری اندر چل کے خط کا مضمون
کاتب کی بہن کو سنا دو۔ وہ غریب بھائی کے فراق کا
تڑپتی ہے۔ محبت اور بدگمانی توام ہے اس وجہ سے میرے
کہنے پر یقین نہیں کرتی۔ جانتی ہے میں بہلاتی
پھسلاتی ہوں خط کا مضمون اپنی طرف سے گڑھ کے
سناتی ہوں۔ میاں اپنی جوانی پہ سکو۔ کچھ دو قدم
چل کے ایک مصیبت زدہ کے دل کو ڈھارس دو
ثواب ہوگا۔ الٹی ایک ایک سیدھی میں ہزار ہزار دم۔
جوانی کا سکہ دیکھنا نصیب ہے۔ میاں عزیز ازار بند کھڑے
پھاٹک کے پاس آئے۔ پھاٹک ایک ڈال لوہے
کا بنا تھا۔ میخ کے ذریعے سے کھلتا بند ہوتا تھا عزیز
نے ملنے کی میں منھ ڈالا پیچھے سے بڑھیا نے جو تڑوں
زیں اٹھائے وہ کرارا دھکا دیا کہ نواب صاحب میاں عزیز اندر
کی طرف گرے۔ ابھی طرح سنبھلے نہ تھے کہ دروازہ
بند ہوا شتری قفل کے مجرا کے کی صدا آئی بڑھیا
نے فارسی میں کچھ کہا جب میاں عزیز تاک نہ سکے
شاید اس نے کہا ہو کہ لو بی بی کڑکی میں الو پھنسا
بڑھیا کی آواز پہ ایک مقبول صورت نمک شناس سے
[illegible] جوان جہاں لڑکی آستینیں چڑھائے تلوار
زانو پر [illegible] سنگ مرمر کی سی پنڈلیاں کھولے
جھم جھم کرتی نعلی دروازے کے پٹ سے لپٹ کے کھڑی
ہوئی بڑی بی سے دریافت کیا کہ یہی حضرت خط پڑھنے
آئے ہیں وہ بولی ہاں۔ کاغذ کا پرزہ اس شہکارہ
خام پارہ کے ہاتھ میں تھا عزیز کو حکم ملا کہ میاں آگے
بڑھو [illegible] یہ آگے بڑھتے وہ پیچھے ہٹتی۔ جب میاں
عزیز دروازے کے بالکل قریب پہونچ گئے تو وہ اسقدر
پیچھے سرک گئی کہ انھیں قدم دہلیز کے اندر رکھنا پڑا۔

اب آؤ تو جاؤ کہاں پھر بڑھیا نے شہزوری دکھائی
دھکا لگا کے انھیں اندر ڈھکیلا باہر سے زنجیر چڑھائی۔
ہتھے پر ہاتھ نہ آیا بیگم صاحبہ چیل کی طرح جھپٹ بیٹھیں
بوسوں کے ڈھیلے غڑپ شڑپ جسم کے تالاب رخسار
میں گرنے لگے۔ ایک دو تین گویا شہد کی مکھیاں تھیں کہ
کنول میں گھسیں اور ڈنک پہ ڈنک لگانے لگیں گال
یہاں تک چوسے گئے کہ گلاب سے شفتالو اور سیب
عناب ہوئے سورج پھول کے عناب ہوئے۔ شہزور
پہلوان ان باریک بازووں کے زور پر قربان
پسلیاں کڑکنے لگیں اتنا بھینچا۔ لبہائے شکریں سے
گلابی رس نہ نکلا اتنا سینچا۔ آمد اتنی سخت تھی کہ
میاں عزیز کو ہوش سنبھالنے کی مہلت نہ ملی مارے
ڈھکیلے ایک دو تین سات دہلیزیں بے خودی کے
عالم میں [illegible] کہیں [illegible] بھیل گئی۔ پھر صحن کشادہ
[illegible] اپنے تئیں پایا جسکی صفائی پر طور نثار۔ میاں عزیز
کے حواس درست نہ تھے بیگم تحبہ نے چیخ کے کہا "لو
کھو لو [illegible] میں آؤ زیادہ نہ بولکھلاؤ مجھے دو باتیں
کہنی ہیں ان میں سے ایک قبول کرو۔ سنو جی زندگی
چاہتے ہو تو بندی سے دار مدار کرو نکاح پڑھواؤ ورنہ
خنجر حاضر ہے گردن جھکاؤ سبت دلوں والا مردار سے
مزے اڑائے اب اس بندی کا حق ہے۔ چار بیسے
ایک سال سے بندی تمھارے فراق میں انگاروں
پر لوٹتی ہے اور وہ لنگوڑی مجھے جلا کے مزے
لوٹتی ہے ؎

قسم بعشق تو ہرگز نمی توانم دید
کہ کشتۂ تو شود دیگرے و من زندہ

میاں عزیز نے پہلے تو انکار کیا مگر جب اسنے دلالہ کی
کی داستان آوارگی و خونریزی شناعی اور حرامکاری کے
عذاب سے ڈرایا تو یہ بھی نرم ہوئے بیچارے کرتے ہی
کیا؟ بندھا خوب مار کھاتا ہے۔" پھر یہ دوسری خوبصورت
مغبچی اول سے آخر تک حال سن کے بولی کہ اخاہ
اب میں سمجھی تمھاری عافیت الوفا ملیح واللہ قبیح"
کے منتر سے ہوئی اور اسنے بھی عزیزہ کے حال پر گریہ و
زاری کی میاں عزیز اس نسوانی ہمدردی کو تحیر کے
ساتھ دیکھتے رہے۔ رونے دھونے کے بعد اسنے کہا

کہ اب بھی تم اس کٹنی کی بچی سے اپنی جان بچاؤ خدا جانتا
ہے وہ ایسی بیوفا سنگ دل ہے کہ سینکڑوں خوبصورت
جوانوں کو اپنے پہلو میں سلا کے خاک میں سلا چکی اس
چڑیل کا پہلو نہیں آغوش گور ہے۔ میں خدا سے دعا
مانگتی تھی کہ ایک ہی شب کے لیے تم مل جاؤ تو دل کی
حسرت نکالوں بارے شکر ہے کہ دعا قبول ہوئی مکان
کا حال کے سن لو کہ یہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ مرغ
دل کی طرح سے کتراؤ۔ پہننے اور کھانے کے لیے جوڑا
موجود ہے پہنو اور کھاؤ۔ دل بہلاؤ۔ بعد ازاں اس
مردار نے تالی بجائی بوڑھی ڈائن سے پکار کے کہا۔ "
بڑی بی وہ پیر کس بات کی ہے۔ بڑھیا تالی کی آواز
پر دوڑی آئی قاضی اور گواہوں کو ساتھ لائی۔ پردہ
پڑا۔ چٹ پٹ نکاح پڑھا گیا مہر نامہ تیار ہوا گواہوں
نے منکوحہ کے اس اقرار پر کہ مہر مل چکا ہے بلکہ ناکح کے
دس ہزار درہم علاوہ مہر کے میرے ذمہ ہیں مہر تصدیق
ثبت کی اور فیس لے کے چلتے ہوئے۔ زبردستی کی جورو
نے انگڑائی لی اور کہا "ملی شرع میں شرم کا ہے کی"
اٹھو میاں عزیز میں بی بی ہوں تم شوہر جو حرام کر چکے
اب حلال کرو کٹنی بچی کا نہ خیال کرو غرض جام صراحی
نے رشتہ جوڑا میاں نے منھ موڑا۔ صبح کو میاں عزیز نے
چلنے کی ٹھہرائی جورو مسکرائی۔ پھاٹک میں تیغا جڑا قفل
پڑا تھا کھسیانے ہو کے بیٹھے جورو بولی جانا ہو تو جاؤ
بیٹھ کیوں رہے بندی کوئی بے وقوف نہیں جو چڑیا پھانس
کے چھوڑ دے یہ بھی نہ کترے یہاں سال میں ایک دفعہ
دروازہ کھلتا ہے ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے کے بعد
پھر بند ہو جاتا ہے مکان وسیع ہے سبزی ترکاری گھر
ہی میں پیدا ہوتی ہے گوشت کے لیے جانور پلے ہیں
لونڈی غلام سب کام انجام دیتے ہیں۔ اب بارہ مہینے
تک انتظار کرو تمھیں جو کچھ درکار ہو مجھ سے طلب کر لیں
ہوں اور تم ہو دونوں ایک ہی ٹاپے میں بند ہیں باہر
نکلنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میاں عزیز سال بھر تک
اسی پنجرے میں بند رہے اس مدت میں ایک جھول
بھی نکالا جب دوسرا برس شروع ہوا تو پھاٹک کھلنے
کی صدا کان تک آئی طبیعت آزادی پہ لہرائی کپڑے
پہن کے نکلنے کا قصد کیا جورو نے دامن تھام کے کہا

نطائر الجرائد

M.B.K.

”خاص نمبروں کی ٹکڑی تسخیر قلوب کی ہانڈی کھلی اور مٹھی بند“

اس ہانڈی سے محتاجوں کو دلوا خدایا — شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

جو صاحب پنساری عطار یا عطر والوں کے درست صحیح پتے حافظ سیتا محمد رفیع صحبتیا باغ لکھنؤ کو دینگے ان کو ۳ ماشہ عمدہ عطر مفت روانہ ہوگا۔

ملاقات کر لو پھر مقدمہ۔ واضحنا۔ جنرل ڈائر کا کسی نے کیا کر لیا؟

امیر المومنین حال یعنی ہمارے پرانے دوست حاجی شوکت علی صاحب فرماتے ہیں "مسلمان ڈرپوک نہیں ہیں اگر ہندو لڑنے پر آمادہ ہیں تو ہم اسطرح

اگر جنگ جوئی ندارم ورنگ

ہم بھی لڑنے پر آمادہ ہیں۔ آؤ" ہم التماس کرتے ہیں کہ خدا آپ کو رکھے۔ سب کچھ ہو رہے گا بھئی ؛ تو ہے تو کیا غم ہے۔ جاہد وافی سبیل...... حق الجہاد" یہی ہوتا رہا۔ یہی ہوگا۔

لا حول برائے خاں بہادران ہند۔ ہم گنڈے تعویذ اور دعا عزائم منتر جنتر، فلیتے، وصونی، چلہ، کے قائل نہ تھے مگر خیال غلط نکلا عوارض ذاتیہ بھی منتقل ہو سکتے ہیں اور کلمات کے اثر سے بھوت پریت کی طرح انسان بھی بھاگ جاتے ہیں۔ چنانچہ بالفعل تجربہ کیا گیا کہ جس جلسے میں خاں بہادر آنریری مجسٹریٹ۔ او۔ بی ای۔ آئی سی ایس۔ سی آئی ای وغیرہ جمع ہوں اور آپ کا دل چاہے کہ یہ زندہ آسیب جلسے کے دماغ میں فتور نہ پیدا کرنے پائیں تو فوراً مہیا کیجیے ایک کالا تختہ اور ایک عدد چاک بتی علی خویلچ کی طرح طہارت نجاست کی کوئی قید نہیں بس لکھ دیا ہے تین دفعہ "آزادی۔ آزادی آزادی" لکھیے اور تالی بجائیے انشاء اللہ پھر یہ اسطرح بھاگ جائینگے جیسے بقول بو اصیبن کے "تیل تو اتیل تو" کہنے سے چور یا ارنڈ کی لکڑی سے ڈائن یا ہینگ اور نیبو دلیموں) گلے میں لٹکانے سے جادو کا اثر یا صدقہ دینے سے بلا یا آیۂ ان یکاد الذین کفروا پڑھنے سے نظر بد۔

دو نعمتیں بہت کم یکجا ہوتی ہیں۔ دیکھیے ہمارے دوست مرزا عابد حسین ایڈوکیٹ جنرل سکرٹری شیعہ کانفرنس کی اہلیہ محترمہ انتقال کر گئیں۔ صرف ایک ہی نعمت رہ گئی جس کا نام ہے قومی خدمت امید ہے کہ مرزا صاحب اب اس سے دل لگائینگے اگرچہ لطف کی نوعیت میں فرق ہے۔ مرحومہ نہایت خیر پیا اخلاق اور نیک تھیں۔ قوم بہت ترش مزاج سرکہ جبیں ہے۔ اور بیمار بھی۔

افواہ گرم ہے کہ سید جالب صاحب روزنامۂ ہمدم کے ایڈیٹر ہمدم سے جدا ہونے والے ہیں۔ بغیر کسی مجبوری کے ہمدم سے جدائی کوئی عاقل گوارا نہیں کرتا پس اگر یہ خبر صحیح ہے تو دراندازی کا وجود بھی یقینی ہے۔ سید صاحب نے ہمدم کی خدمت میں بہت پاپڑ بیلے اور اسوقت تک نیکنامی کے ساتھ مختلف اور مخالف ہواؤں کے جھونکوں میں ثابت قدم رہے ہمدم کا زخ نظامی بورڈ اس تغیر میں تہنیت کا مستحق نہیں۔

قدیم طرز تعلیم کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایک فن کو تمام عمر حاصل کرتے ہیں مگر عمل کی جہت سے نہیں برتتے مثلاً منطق کے نصاب کا یہ حال ہے کہ ایک ہی متن کی سیکڑوں شرحیں بچپن سے لے کے لب گور پہونچنے تک پڑھتے رہے لیکن جب زبان کھولی تو منطق سقم ہر جملہ میں موجود۔ چنانچہ حال ہی میں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا دستور العمل ہماری نگاہ سے گزرا۔ کسے مہلت ہے کہ تمام قواعد پر بحث کرے دو ایک جملے سن لیجیے اہا کسقدر بے قید فقرے ہیں۔ فرماتے ہیں :۔

"ہر مدرس کا مہر پرنسپل مدرسہ کے احکام کی پابندی لازم ہوگی"

یعنی خواہ وہ احکام اغراض مدرسہ سے متعلق ہوں یا جناب پرنسپل کے ذاتیات سے۔ مثلاً متعہ کا رکوات سے اور جناب پرنسپل کو ضرورت داعی ہوئی تو جس مدرس کو اس کام کے لیے نامزد فرمائیں اسپر تعمیل فرض ہونی چاہیے۔

دوسری ہمہ گیری ملاحظہ ہو :

"اگر مدرسہ کو علاوہ اوقات معینہ کے دیگر اوقات میں کسی کام کی ضرورت درپیش ہو جائے اور متولی منتظم تجویز کرے تو جس مدرس یا ملازم سے اُسے متعلق کیا جائیگا اُسے پورا کرنا ضروری ہوگا"

یعنی مدرس سے کہا جا سکتا ہے کہ کسی کام سے صرف ایک کام کی ضرورت اسوقت مدرسہ کو داعی ہوئی ہے اور وہ جھاڑو کی خدمت ہے اسلیے کہ مہتر بیمار ہے تو اُسپر فرض ہوگا کہ اُٹھائے ٹوکرا جھاڑو اور صحن کی صفائی کرتا پھرے۔ سیلے و نائف واوقات معین پھر یہ ایک گردش قلم آگئی نفی کر دی منتظم صاحب ایک صبح سے لے کے دوسری صبح تک مدرس کی قیمت کی جاں اور مدرسے کی جان ایک کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں۔ اسلیے کہ بموجب قاعدہ کوئی ملازم یا مدرس مستقل ہو یا غیر مستقل مثل حکومت کے ملازم کے دوسرے مقام پر ملازمت نہیں کر سکتا یعنی ۲۴ گھنٹے مدرسے کے ہاتھ فروخت کر چکا۔ یہ اسلامی مشن کرسچین مشن پر بھی قواعد کے اعتبار سے فوقیت رکھتی ہے پھر اسپر ڈبل ڈیوٹی کے اجرت کا کہیں ذکر نہیں۔

بعض جرائد ناقل ہیں کہ اعلیٰحضرت شہریار دکن اگلی جمعہ کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد دہلی میں خلیفہ بنا دیے گئے اسکے ساتھ ہی بروایت "ریاست دہلی" بعض اخباری کا فضول نے بعنوان "یاروفادار پر انگریزوں کا تشدد" یہ خبر بھی شائع کی ہے (راست دروغ برگردن راوی) کہ حکومت ہند مہاراجہ کشن پرشاد کی جگہ ایک انگریز وزیر اعظم مقرر کرنے والی ہے اب خدا جانے اس برطرفی بحالی میں قدر و قدرت خلیفہ کو کتنا تعلق ہے۔ اور سیماب خلافت کے رکون و سکون پر ہم اپنی ذات کو مبارکباد دیں یا حضرت خلیفہ کو۔ گو اسقدر اعتراف ہمیں بھی ہے کہ یاروں نے آخر اپنے مطلب کا آدمی ڈھونڈھ نکالا ڈھونڈھے سے خدا مل جاتا ہے یہ تو خلیفہ ہے۔ یہ اعتراض بالکل لغو ہے کہ بالفعل انگریزوں کی قسمت خلافت رُبا ہے جب دیکھیے ایسوں ہی کی طرف جھکتی ہے جو انگریزوں کے ماتحت ہیں۔ اُمید ہے کہ حکومت ہند کے دل میں اس خلافت سے کوئی وسوسہ پیدا نہ ہوگا۔ اور مصطفےٰ کمال کا یہ طعنہ بھی بدرست طاعن واپس ہو جائیگا کہ ہندستانی بھائیو بُرے وقت پر تم نے خلیفہ کی کیا مدد کی؟۔ دیکھیے خلافت کمیٹی بمبئی کا دفتر کب بلدہ حیدرآباد میں اپنا مستقر قرار دیتا ہے کیا معنی کہ اس کمیٹی کی پرورش کرنی لازمی ہے جبکہ ایک امیر المومنین (بصیغۂ استقبال) نہایت سراسیمہ ہے۔ امر خلافت میں بجز اس قیب ضعیف کے اور کوئی شریک وسہیم اعلیٰحضرت کا نہیں۔ خدا محفوظ رکھے۔

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے یعنے گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھلائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے

جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی مین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے مین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ہو یا ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے مین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے ہزارون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کرسکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ بخیر فنا بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو اُنھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں دو راستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر نیاز مند منیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۳ نمبر ۴۳

مضامین

۱۷۔ نومبر ۱۹۲۸ء

"افسانۂ قمرالزماں و حلیمہ"

یہ عزیزہ عزیزہ کا افسانہ گزشتہ نمبر میں شائع ہوا اور ارباب ذوق کی فرمائشوں کا تار بندھا کہ الف لیلیہ کے جو قصے تا حال ترجمہ نہیں ہوئے انہیں سے ظریفہ و لطیف قصص کا ترجمہ کیا جائے۔ ان فرمائش کرنے والوں میں ہمارے مکرم دوست سید جالب صاحب دہلوی مدیر ہمدم بھی ہیں۔ آج دوسرا افسانہ شروع ہوتا ہے رزحیقت مصنف کی ذات پر ذہانت ختم ہے۔ اسوقت تک ہزار ہا افسانہ عربی فارسی انگریزی اور ہندی نظر سے گزر چکے مگر دغاوند کو دیوانہ بنا کے اس سے قلتبانی کی خدمت لینے اور اسکی آنکھوں میں خاک ڈال کے محبوب کے ساتھ چل دینے کی جو تدبیر معشوقہ قمرالزماں نے اختیار کی اسکی نظیر موجود نہیں۔ ہمارے ادبا رالملک و الادب والدین لفظی ترجمہ سے گھبراتے ہیں مکھی پر مکھی مارنا انکی عادت نہیں چنانچہ کسیقدر تصرف کے ساتھ یہ قصہ بھی انھوں نے ترجمہ فرمایا۔ موصوف کا ارادہ ہے کہ ان قصص کو علیحدہ کتاب کی صورت میں چھپوائیں لہذا حریفوں سے التماس ہے کہ ان قصص کے تمام حقوق محفوظ ہیں نقل و تصرف کی اجازت نہیں۔ سرقہ کی نوعیت اس قسم کی ہے کہ الفاظ کے پھیر بدل اور سرقہ کی صورت متغیر کرنے پر بھی اصل واقعہ کی غرابت نہیں بدلتی۔ ایک سینما کمپنی سے اس قصے کے بارے میں خط کتابت ہو رہی ہے۔ مولانا پنچ پس خوردہ نوشی پسند نہیں فرماتے مستعمل شے کی طرف نگاہ اٹھا کے نہیں دیکھتے۔ اقدر نقل سے انھیں نفرت ہے اسلیے حضرت ادبا نے اصل کی نقل دکھانے سے پہلے یہ افسانہ ہمیں عنایت کر دیا۔ خدا میاں "قمرالزماں" کے سے شریف بچوں اور پرائی بوٹی پر شکرا پالنے والے مصنفوں سے بچائے جن کی تیر تکے پر بسر ہوتی ہے۔

افسانے کا نام ابھی زیر تجویز ہے۔ اسے "ذوق ضبط بندی" کہیے "اندھا دھند" نام رکھیے "بھائیں جلیبا" خیال کیجیے "آمیختہ و غا" سے تعبیر فرمائیے آپ کو اختیار ہے۔"

ایڈیٹر

شہریار بادشاہ سے شہرزاد دختر وزیر نے کہا کہ خداحضور کو زندہ سلامت رکھے۔ اگلے زمانے میں عبدالرزاق نامے ایک سوداگر بہت مالدار اور باعزت تھا مال و دولت کی گھر میں کمی نہ تھی۔ آیا گیا اپنا پرایا تعظیم و تکریم سے پیش آتا تھا۔ شاہ بندر یا ملک التجار کہلاتا تھا۔ خدا نے دو اولاد عنایت کی تھیں ایک لڑکی جسکا نام کوکب الصباح تھا اور ایک لڑکا جسکا نام قمرالزماں رکھا تھا بہن بھائی کی جوڑی اتنی خوبصورت تھی کہ مشتری اور چاند اسپر حسد سے ہوتے تھے۔ ماں باپ نے نظر بد کے خوف سے بھونرے میں دونوں کو پرورش کیا۔ چودہ پندرہ برس کی عمر تک ماں باپ استاد یا لونڈیوں کے سوا انھوں نے غیر کی صورت نہ دیکھی اسی تہ خانے میں تمام علوم و فنون کی تعلیم ہوتی رہی۔ ایک روز لیڈی عبدالرزاق نے میاں سے کہا اسے جی سنو تو سہی میری اولاد کوئی مجرم نہیں ہے جسے تم یوں چھپاؤ نگوڑا دن رات تہ خانے میں نہ رہے آفتاب کی صورت نہ دیکھے اب دونوں ماشاءاللہ میں اپنی ایڑی دیکھ کے کہتی ہوں سن تمیز کو پہونچے خیر لڑکی تو سات پردوں میں رکھنے کی چیز ہے آخر قمر کو تم باہر نکلنے سے کیوں روکتے ہو زندگی کا بھروسا نہیں ہو سکنے والی ہندی کل نہ ہوئی تو حاکم لاوارث سمجھ کے مال متال تو خیر میں داخل کرے گا۔ میرا قمر لاکھ کہے گا کہ میں فلاں سوداگر کا فرزند ہوں ایک نہ سنی جائے گی کوئی گواہی نہ دیگا کہ عبدالرزاق کسی لڑکے کا باپ تھا۔ اسکے علاوہ دولت بھی جوانی کی طرح چلتی پھرتی چھاؤں ہے آج اجالا ہے تو کل اندھیرا جو خدانخواستہ برے دن آئے تو لڑکا ہے انڈے کا لوک زادہ کمانے کھانے کے ہنر سے کورا مصیبت میں جان پھنسے گی دنیا اسکی حماقت پر ہنسے گی۔ بہتر یہ ہے کہ ابھی تاریخ دیکھ کے قمر کو محاق سے باہر نکالو کب تک تحت الشعاع رہیگا۔ مرد بچہ ہے کاروبار دیکھے لین دین کی باتیں سیکھے۔ حسن و جمال کی شہرت ہو شہزادیاں اور پریاں اچھا گھرانا دیکھ کے چاند سی بہو بیاہ لاؤں۔ میں بھی ساس کہلاؤں۔ ہم چشموں میں وقار بڑھے۔ دل کی مرجھائی کلی کھلے۔ میاں عبدالرزاق آدمی صاحب فہم تھے کہنے لگے۔

بی بی تمہارا قول بجا ہے مگر کیا کروں دل نہیں مانتا قمر باہر نکلا تو زمانے میں اندھیر مچے گا مرد بھی مریں گے عورتیں بھی جان دینگی پھر مردوں اور عورتوں کے غول کا مقابلہ کرنا بندے کے امکان میں نہیں" غرض بی بی کے اصرار سے میاں ناچار ہوئے دوسرے دن نہلا دھلا اچھی پوشاک پہنا کے قمر کو ہمراہ لیا حشم خدم کے ساتھ بازار کا رخ کیا آخر جو سوچے تھے وہی سامنے آیا عاشق مزاج عورتوں اور مردوں کی آہوں کی لوں چلی بازار گرم ہوا کسی نے چھاتی پر ہاتھ مارا کوئی پکارا خدایا ؎

خلقت الجمال لنا فتنۃ   وقلت لنا یا عبادی اتقون

وانت جمیل تحب الجمال   فکیف عبادک لا یعشقون

(حسن و جمال کی سی موہنی چیز پیدا کرنے کے بعد ہمیں حکم دیتا ہے کہ پارسا رہو واہ تو خود جمیل اور جمال دوست ہے بھلا تیرے

دست عوام زر دستی کے لیے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعۂ ضابطۂ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۹

بعدالت جناب چودھری محمد طیب صاحب بہادر آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم۔ منشی لچھمن نرائن بہادر گور ولد منشی پرناگ نرائن بہادر ساکن شہر لکھنؤ محلہ حضرت گنج زمیندار موضع نتا چور خورد پرگنہ رودولی ۔۔۔ مدعی

صابرجان ولد عبداللہ خاں قوم پٹھان ساکن عالم پور فرزند بنام قما پور خورد پرگنہ رودولی ۔۔۔۔۔۔ مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ لگان دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تباریخ ۳۰ ماہ نومبر ۱۹۲۸ء وقت ۱۰ بجے بمقام قصبہ رودولی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو۔ اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بنائے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۵ ماہ نومبر ۱۹۲۸ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت   دستخط آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول
بخط انگریزی

بند سے کیونکر عشق سے بچ سکتے ہیں؟) میاں عبدالرزاق کا یہ عالم جیسے کوئی بندر ابریشمی روئی لے کے بیٹھے اور بندر اسکا پیچھا کریں۔ ایک ایک کی طرف کوڑی لے کے بیچارے بڑھتے۔ عاشقوں کی بھیڑ کائی کی طرح پھٹتی اور پھر کیجا ہو جاتی۔ یہ "لاکھ ٹھگے لگے" کہتے مگر کون سماعت کرتا۔ کسی نے ہاتھ چوما کسی نے جوتیوں کی خاک آنکھوں سے لگائی۔ کوئی بولا آفتاب مغرب سے نکلا قیامت آئی۔ آوازے کوازے سُنتے سُنتے میاں عبدالرزاق کھسیانے ہوئے بی بی کو بد دعا دینے لگے "خدا غارت کرے تیری ماں کو ہزار طرح سمجھایا مگر اُسکی سمجھ میں خاک نہ آیا۔ اب دیکھ بے حیاؤں نے عافیت تنگ کر دی ہے۔ ہائے کیونکر ان کمبختوں کی بُری نظروں سے تجھے بچاؤں۔ نہ عورتوں میں شرم مردوں کو باک اے گردوں دوں تجھ پر خاک" جیوں تیوں دُکان تک پہنچے غلاموں نے دروازہ کھولا فرش بچھایا مسند آراستہ کی۔ قمر کو بٹھایا۔ مگر چاند کے گرد سے ہالہ نہ ہٹنا تھا نہ ہٹا۔ بازاریوں کی نگاہیں اب بھی گناہ ریشمی بیچتی تھیں میاں عبدالرزاق شرم کے مارے زمین میں گڑے جاتے تھے

اسی اثنا میں ایک درویش مست جھومتا جھامتا ایک ہاتھ سے پیڑے کھاتا دوسرا ہاتھ اُس داڑھی پر جو جڑ نری بن کے کس پرانی کی خدمت انجام دینا چاہتی تھی پھیرتا ما رد ہوا کو ہسار دماغ سے جوئے خونیں رواں نبات عارض اسی پانی سے سرسبز و شاداب۔ دیر تک ٹکٹکی باندھ کے دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کے شاخ ریحاں نرگسی کی ڈالی "نذر دکھائی۔ درویش کی تعظیم سارا زمانہ کرتا ہے عبدالرزاق نے چند درہم انعام دیے اور کہا "سائیں پھیرا کرو"۔ مگر سائیں اپنی جگہ سے نہ ٹلے دکان کے چبوترے پر انیٹ کی طرح جم گئے ؎

خاک ہی اپنی اُٹھے تو اس مکاں سے اُٹھ سکے
ہم جہاں جیوں نقش پا بیٹھے وہاں سے اُٹھ سکے

بازاریوں نے زبان طعن کھولی کسی نے کہا ؎

ریش سفید شیخ میں ہے ظلمت ذنوب
اس کو چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

کوئی بولا ؎

باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی
کالا کریگے منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی

سائیں داتا بازاری طعن و تشنیع اس کان سُنتے اُس کان اُڑاتے تھے۔ انھیں تو دونے سے کام تھا سوداگر لوکے گھونٹ پیتا اُٹھا غلاموں کو دکان بند کرنے کا حکم دیا۔ قمر سے کہا بیٹا چلو آج کا دن نحس ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ میں نے حسن فروشی کی دکان کھولی ہے نہ کوئی ہیرا مول لیتا ہے نہ یاقوت کا بھاؤ پوچھتا ہے جسے دیکھو تیرے دانتوں پر ہیرا کھاتا ہے ہونٹوں پر خون بہاتا ہے۔ خدا تیری ماں سے سمجھے جسنے خواہ مخواہ مجھکو بنایا"

سائیں بدستور جمے رہے جب غلاموں نے کہا چلتا دھندا کیجیے اب شام ہوئی آفتاب غروب ہوتا ہے تو اُٹھے اور سایہ کی طرح سوداگر بچہ کے ساتھ ہو لیے پنڈا پھر بھی نہ چھوڑا۔ عبدالرزاق نے دانت پیس کے کہا۔ حضرت کیا ارادہ ہے۔ بولے "ناخوانده مہمان ہوں آپ کی فراخدلی کا امتحان مقصود ہے۔ سوداگر نے قبول کیا اور دل میں کہا یہ ہو چکا مہمان جانتے ہیں آج جمعہ ہے اور سیر آیا تھا۔ امرد پرستی کی جس قرار واقعی بندی تو جب ہی کرتا سوداگر نے گھر پہنچ کے درویش کو باہر بٹھایا۔ نماز کے بعد مہمان کے پاس آیا دسترخوان بچھوایا۔ میاں قمر بھی ساتھ تھے انہیں علحدہ لیجا کے سمجھایا کہ میں تجھے تماشا دکھاؤں گا تم اس رنگے سیار کو اپنی طرف متوجہ کرو گھبرانا نہیں اگر اسی نیت ڈالواڈول ہوئی کھیر کی لایا تو سمجھو نگا۔

جب کھانے سے فراغت ہوئی تو عبدالرزاق قمر کو وہیں چھوڑ کے کمینگاہ میں جا بیٹھا۔ مگر معاملہ برعکس پایا غریب درویش خاموش محو گریہ و زاری رہا۔ ہاں کبھی کبھی سوداگر بچے کی جانب دیکھ لیتا پھر تسبیح کی گردانی کرنے لگتا۔ قمر لاکھ ناک بھوں پھیرا تھا لیکن آنکھوں کا نشہ کسیت نکلا جھٹ گودی میں چڑھ کے لگا گدگدانے اور چھیڑنے۔ اب تو شاہ جی کی سٹی بھولی۔ ہاتھ جوڑ کے منت کرنے لگے کہ صاحبزادے نیچے بیٹھو یہ کیا شوخی ہے میں تمہارے باپ کے برابر ہوں تمہیں شرم نہیں آتی۔ صاحبزادے کس کی مانتے تھے۔ نہ استغفراللہ کی پروا تھی نہ نعوذ باللہ کا خوف اتنا دق کیا کہ درویش بیچارا بچوں کی طرح رو دیا جب یوں بھی جان نہ بچی تو جا نماز بچھا کے مشغول ذکر و فکر ہوا مگر کیسی نماز کہاں کا مصلے صاحبزادے باز نہ آئے سجدے میں بھی گردن پر سوار ہو کے اپنے حدث سے درویش کا وضو شکستہ کرتے رہے۔ آخر اُستے دُہائی دی۔ عبدالرزاق درویش کے حُسن کردار سے خوش ہو کے باہر نکلا اور عذر خواہ ہوا کہ حضرت معاف کیجیے میں نے امتحاناً اس کو آپ پر مسلط کیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کی جان بچ گئی اور میں بھی خونریزی سے محفوظ رہا۔ پھر قمر کو اشارہ کیا کہ آپ پڑھکے سورۂ والذات نہ یاد آئی ہے۔

آزادیٔ خالص کا رزولیوشن

حاجی شہسوار

اُلٹی گلے پڑی

ایسا نہ ہو کہ طبیعت ناساز ہو جائے۔ قمرالزماں گوشۂ قصر میں دو خانہ زمان کے لپٹ رہا۔ اور عبدالرزاق درویش سے مخاطب ہوا کہ حضرت آپ کیوں روتے ہیں۔ درویش نے جواب دیا۔ جانے دیجیے۔ پرانا زخم ہرا نہ کیجیے۔
اصرار و انکار کے بعد سائیں نے اپنی واردات یوں بیان کی کہ بندہ ایک جہاں گرد فقیر ہے۔ ایک سال اُدھر کا ذکر ہے کہ پھرتے پھراتے بصرے میں دوپہر کے وقت جیسے کے روز وارد ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ صرافہ بزازہ جوہری بازار ترکاری کی منڈی جیکو اسنڈی کی تمام دکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ کروں کا مال ڈھیر ہے مگر کسی دکان پر کوئی متنفس موجود نہیں۔ راستے گلی میں ہو کا عالم ہے یہاں تک کہ بلی کتا بکری مرغ کی صدا نہیں آتی ہے۔ دیکھ کے مجھے حیرت نے گھیرا۔ الٰہی شہر کی بستی کو سانپ سونگھ گیا یا سب تھک کے سو گئے۔ میں شدت سے بھوک کا تھا نان بائی کی دکان سامنے تھی دو تین روٹیاں اور بالائی والے کی دکان سے بالائی کا تھال اٹھا لیا خوب سے پیٹ بھرا۔ وہاں کوئی ہوتا تو دام مانگتا۔ الحمد دے اور شہد لے چکو بھیوں سے فارغ ہوا تھا کہ دھونسے کی آواز کان میں آئی۔ دل نے کہا کہ یوں کھڑے رہنا مصلحت کے خلاف ہے کسی گوشے میں چھپ رہو ورنہ مقرر آفت میں گرفتار ہو گا مصیبت سے دوچار ہو گا اس ویرانی کا ضرور کوئی سبب ہے۔ سوداگر صاحب موت خود ہی نگہبان ہے میں فوراً ایک خالی کوٹھری میں چھپ گیا۔
دروازے اندر سے بند کر لیے۔ تھوڑی دیر میں خوبصورت عورتوں کا ایک غول بازار سے گزرا یہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر آسمان پھٹ پڑا ستارے ٹوٹ کے بکھر گئے ان میں سے کسی کے چہرے پر نقاب نہ تھی یہ سب گنتی میں اسی تھیں بیچ میں ایک ماہ تاباں جواہر و زیور سے آراستہ۔ آہ میں کیا کہوں وہ کیا چیز تھی۔ سوداگر صاحب میں نے ہزاروں شہر دیکھ ڈالے مگر ایسی شکل کبھی نہ دیکھی تھی۔ دفعتہً وہ ایک مقام پر ٹھہری اور ساتھ والی سے کہنے لگی میرا دل دھڑکتا ہے دیکھو تو سامنے والی دکان میں کوئی مردوا ہے جلدی تلاش کرو ایسا نہ ہو کہ ہماری بے نقاب صورتوں کا نظارہ کر رہا ہو۔ میری جان نکل گئی کہ اب موت آئی مگر اُسکا اشارہ تنبولی کی دکان کی طرف تھا۔ کنیزیں ہاتھ میں برہنہ تلواریں لے کے دکان میں گھسیں ایک شامت زدہ کو پکڑ لائیں بیگم اُسے دیکھتے چیں بجبیں ہوئی حکم دیا اسے قتل کرو فوراً بجلی کوندی اور غریب کی گردن گیند کی طرح زمین پر لنڈھکتی نظر آئی
لاش اُسی حالت میں چھوڑ کے یہ قتالہ آگے بڑھی لیکن ایک ساعت کے بعد راہ میں لوگوں کی آمدورفت شروع ہو گئی میں بھی دبے پاؤں رصدگاہ سے باہر نکلا لوگ تازہ شہید کی لاش دیکھنے میں مشغول تھے کوئی میری طرف متوجہ نہ ہوا مگر ہائے اب پچھتاتا ہوں کہ میں نے جان عزیز کی اگر آنکھ باہر آتا تو عشق کا طوطا دل کے پنجرے میں ہر وقت بی بی کا پیارا پیارا ... نہ بولا کرتا۔ خدا جانتا ہے جب سے وہ پیارا مکھڑا دیکھا ہے نہ کسی وقت آنکھ سے آنسو تھما نہ دل کی آگ بجھی۔ سوداگر صاحب تمہارے شہر میں آ کے بھی چین نہ پایا۔ اللہ قمرالزماں کی عمر میں برکت دے نظر بد سے بچائے ہو بہو اس قتالِ عالم کی شبیہ ہے۔ اچھا اب دروازہ کھول دو۔ قدم بیابان پیمائی کے مشتاق ہیں ہاتھ گریبان دری پر آمادہ ہے پرائے گھر میں بیٹھ کے یہ حرکتیں زیبا نہیں۔
فقیر نے اپنی راہ پکڑی مگر میاں قمرالزماں دو شانے کے گھوپے میں مست ارے پڑے تھے۔ انھوں نے ساری

قرآنی تحریک

قرآنی تحریک کا منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ آخری آسمانی پیغام نوع انسان کے ہر فرد تک پہونچا دیا جائے، قرآن پاک نے بتلائے ہوئے طریقے اور فوائد کے ساتھ اس کا علم و عمل عام کیا جائے مسلمانوں میں جو بے معنی و مطلب کی تلاوت اور تعلیم کی رسم ہے اسکی اصلاح کی جائے اور معنی و مطلب کے ساتھ تلاوت و تعلیم کو عام کیا جائے۔ اس کی تعلیمات کو معطل بنا دیا گیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں صرف عقیدت مندی باقی رہ گئی ہے، ان دقتوں کو دور کیا جائے اور ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جس سے عورتیں بچے کسان تاجر، ملازمین مزدور پیشہ اور ان پڑھ جاہل تک قرآن پاک کو زبان سکیں اور اس کے مفہوم سے واقفیت حاصل کر سکیں، علماء و مشائخ، واعظین، مدرسین، امام مساجد، رہنمایان قوم، مصنفین، ناظم و ناشر، مضمون نگار، کالج و اسکول اور مدارس و مکاتب کے طلباء، مریدین اور تمام انجمنوں کے کارکن سے گزارش ہے کہ وہ قرآنی تحریک کا خیر مقدم فرمائیں اپنے اغراض و مقاصد میں اس کو داخل کر کے اسلام کی اصلی خدمت انجام دیں

منعمت و دیدین الفت کہ یاران ہمکار
بگذارم و سر طرہ یار سے گیرم

مسلمانو دنیا میں اگر قرآنی علم و عمل دائر و سائر ہو تا عیب بھی قرآنی تحریک کی انجام ہوہی ہے بجز کرکوئی دوسرا کام نہ تھا اور ساتھ جبکہ قرآن برائے نام رہ گیا ہے کہ اسکی ضرورت اور اہمیت انداز مشکل ہے۔ خدا او ذرا تیری بارگاہ اقدس میں عاجزانہ التجا ہے کہ تو ہم مسلمانوں کو قرآن مقدس کا صحیح معنوں میں اہل قرار دے

فقیر ابو محمد مصلح مبلغ قرآن
دولت کدہ نواب یار جنگ بہادر حیدرآباد دکن

(نمونہ قابل فروخت)

سمن بنابر انفصال مقدمہ

بحکم خان بہادر جناب نواب سید محمد سلطان صاحب آنریری منصف

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۲ سنہ ۱۹۲۸ء

بعدالت آنریری منصفی پرگنہ شمس آباد مقام شمس آباد ضلع فرخ آباد
مراری لال پسر نابالغ سالگرام بولایت و برفاقت بالگرام چچا حقیقی خود و بالگرام مذکور بالغ و رام رتن نابالغ بولایت و برفاقت بالگرام مذکور برادر حقیقی خود پسران پنڈت رام دیال قوم برہمن ساکن شمس آباد پرگنہ شمس آباد مدعیان

بنام

رام لال ولد اگھد قوم اہیر ساکن موضع پھولما پرگنہ شمس آباد مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت تمسک کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات پر جن پر تم اپنی جواب دہی کی تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کرو۔ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہو گا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ... ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء جاری کیا گیا

مہر عدالت — دستخط حاکم بحکم انگریزی

کہانی سنی۔ آپ جانئے عشق ایک بے اصول بدمعاش ہے دیدار پر موقوف نہیں گفتار ہی کافی ہے۔ بیداری پر منحصر نہیں خواب ہی دکھا کے دیوانہ بنا دیتا ہے۔ اسے تو ایک اکو درکار ہے۔ قمر الزماں کو رات بھر اشتیاق میں نیند نہ آئی صبح ہوتے ہی رٹ لگائی کہ سوداگروں کا دستور ہے مال تجارت لے کے شہر بشہر دل گھومتے ہیں میں بھی سفر کروں گا مجھے اجازت دو۔ باپ لاکھ سمجھایا کہ جنھیں اللہ نے دیا مسافرت میں عمر ایسے پڑتے ہیں تمھاری باپ دادا کی جائداد میں جلاوطن ہو گھر میں بیٹھو مگر وہاں تو سر پر اور ہی بھوت سوار تھا۔ آخر ماں نے کہا صاحب جانے کیوں نہیں دیتے بچہ کہتا ہے کیوں چوڑیاں پہن کے گھر میں بیٹھے۔ ہاں میاں تم اللہ کا نام لے کے سدھارو نہ ہو کوئی کنگال نہیں اللہ رکھے میکا بھی بھرا ہے سسرال بھی بھری پڑی ہے وہ کہتے ہیں سامان آتے ہی میں اپنے پاس سے نوے ہزار اشرفیاں دیتی ہوں سوداگری کا مال خرید و اور سدھارو ورنہ دنیا تجھے نام رکھے گی کہ ماں نے مونا چونا بنا کے شہزادے کو لاڈ میں خراب کیا کچھ سیکھنے نہ دیا۔ لیجیے حضرت عشق نے پایہ ... وصل کر لیا قطع ایں منزل ... قافلہ لیس ہو جاتا ہے۔ وقت ماں نے ایک تھیلی میں بیش قیمت نگینے بھر کے صاحبزادے کو دیئے اور کہہ دیا کہ بیٹا اسے ہر وقت اپنے پاس ہی رکھنا کبھی جدا نہ کرنا سفر کا معاملہ ہے ہزاروں آفتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں ... کرے ایسا دن نہ دکھائے ... مال تال اٹھ جائے تو یہی تھیلی زمانہ کام آئے گا۔ نگینے ہیں کے ... ہیں ایک ایک نگینہ ہزار اشرفی کی قیمت رکھتا ہے۔ لے جا جس طرح پیٹھ دکھائی ہے اسی طرح منہ دکھانا تجھے خدا کو سونپا۔ قمر الزماں نے ماں کی نصیحت کی طرح تھیلی کو دل کے قریب جگہ دی اوپر سے کپڑا لپیٹ لیا حشم و خدم کے ساتھ بصرے کی راہ لی۔ ایک منزل بصرہ باقی تھا کہ بدوؤں نے آ گھیرا مال تجارت کے ساتھ غلاموں کی جانیں بھی لیں قمر الزماں خون لگا کے شہیدوں میں مل گیا۔ آنکھیں بند کر لیں بدو مردہ سمجھ کے چھوڑ گئے صبح ہوئی یہ لوٹ پیٹ کے اٹھے ساتھی خدا کو سدھار چکے تھے اونٹ خچر نذر (بدو لیں) کی سواری میں تھے انکے پاس خنجر جواہر کی تھیلی کے ایک بجھی کوڑی نہ تھی بیچارے خاک پھانکتے بصرہ میں

کے دن شہر پناہ کے دروازے پر پہنچے۔ جیسے ہی شہر میں قدم رکھا فقیر کے قول کی تصدیق ہو گئی۔ ہو کا عالم تھا گویا قبرستان میں گزر ہوا۔ داہنے بائیں دیکھ کے حلوائی کی دکان پر چڑھے دادا کا ... کے پیٹ بھرا اتنے میں نوبت نقارے ڈنکے دھونس نقیب کی آواز آئی سمجھے کہ قضا آتی ہے ہوشیار ہی گوشے میں پناہ لے کے جان بچائی جب عورتوں کا غول ادھر گزرا مخفی ایک زینہ سیڑھی سے ان چلتے پھرتے ستاروں کی چال دیکھنے نکلے۔ محبوب پر نگاہ پڑتے ہی ستارہ گردش پر آیا آنکھ اٹھتی ... حال ... عقل دل ہاتھ سے خارج ہوئی ... نے اسکی جگہ لی۔ ... سو وقت ... جب تک یہ خوبصورت پڑتیں اپنے مکان پہنچ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد آمد و رفت کی راہ کھلی قمر نے تھیلی سے چند نگینے نکالے جوہری کے ہاتھ فروخت کیے اونچی قیمت سے ضروری سامان خرید مکان کرایہ پر لیا نہائے دھوئے آدمی کی صورت بنائی اسباب ٹھاٹھ سے شہر کی سیر کرنے نکلے۔ پھرتے پھراتے ایک نائی کی دکان پر دم لیا۔ حسن کا اعجاز دیکھیے کہ پیر فرتوت سالہ نے شباب ... نے انگڑائی لی رال ٹپک پڑی ... صاحبزادے کرم کیجیے۔ سر کے بال بڑھ گئے ہیں مہربانی فرما کے یہاں بیٹھ جائیے تو ظلمت کا فور ہو۔ قمر دکان میں جلوہ گر ہوا ... کے ساتھ سخن تراشی کا لگا لگا ... میں قمر الزماں۔ بے حجام سے پوچھا کہ ابا صاحب یہاں اس شہر کی نرالی ریت دیکھی جمعہ کے دن نماز سے پہلے لوگ دکانیں چھوڑ کے روپوش ہو جاتے ہیں اسکا سبب کیا ہے میں یہاں تازہ وارد مسافر ہوں کل جمعہ میں نے تماشا دیکھا۔ آخر یہ عورت کون ہے جو ڈنکے اور نقیب کے ساتھ بازاروں کی سیر کرتی ہے۔ بڑے میاں نے دانتوں کے نیچے انگلی دبائی اور کہا خبردار کسی دوسرے کے سامنے ایسی باتیں نہ کرنا ورنہ جان کی خیر نہیں۔ چلیے گھر چلو وہاں تمھاری ماں سے قصہ ... تمام کہانی سنائے گی۔ غرض دکان ... گرائی اور ان کے ساتھ ہو لیے۔ بڑے میاں سیدھے گھر پہنچے ... بی بی سے قمر کا حال کہا اٹھو بی بی ... سہرے کی لڑیاں ... والی بکری ہاتھ لگی۔ میں سمجھتی ہوں یہ لونڈا عشق کے پھیر میں گرفتار

ہے اور بلا کو حال سنو تو قصہ سنا دوں کچھ ہو اور ہو آجکل تنگدستی نے گھیرا ہے کیا عجب ہے کہ اسی لاڈلے کے ذریعہ سے روگ دھوک چھٹے۔ قمر الزماں بڑی بی سے ملے۔ بڑھیا چاند سا چہرہ دیکھ کے ہک دھک رہ گئی اٹھ کے بلائیں لیں بڑھاپے کو کوسا۔ چھوٹا پیٹ سہلا کے میٹھیں نام نشان پوچھا ہی تنگی کی شکایت کی۔ میاں باوا کی کمائی اور اماں کی عنایت سے مال کی کمی نہ تھی بے تکلف سو اشرفیاں بھینٹ چڑھائیں تب ضعیفہ نے حقیقت سنائی کہ سنو صاحبزادے دنیا میں جتنے دار السلطنت اور راجدھانیاں ہیں ان میں ... کی کثرت سے عیاشی اوباشی کا رواج عام ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دار الخلافہ بدنام ہے بصرہ بھی اس عیب سے خالی نہیں یہاں کے بادشاہ کو ہندوستان کے راجہ نے ایک موتی بھیجا مگر موتی بن بیدھا تھا بادشاہ نے شہر کے حکاک بلائے اور شرط کی کہ موتی میں سوراخ کر دو مگر ... ورنہ سولی دی جائے گی۔ ڈر کے مارے ہر ایک نے انکار کیا البتہ ایک نگینہ ساز استاد عبید کے نام سے مشہور ... اس کام پر مستعد ہو گیا موتی چھید کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا بادشاہ خوش ہوا اور کہا جو مانگو وہ دوں۔ استاد عبید نے دست بستہ عرض کی کہ خداوند حضور کے اقبال سے گھر میں دولت کافی ہے اس خدمت کے عوض مال نہ لوں گا البتہ اس شخص کی بی بی نہایت ... ہے اسکا جی چاہتا ہے کہ بے نقاب ہر جمعہ کو قبل نماز بازار کی سیر کر آیا کرے ... دکانداروں کو حکم دیجیے کہ نماز سے پیشتر دکانیں کھلی چھوڑ کے جمعہ مسجد میں دو گھنٹے تک بند رہیں کافی ہے یا تنگ بازار میں منع ہے اگر کوئی بدمعاش تاک جھانک کرتا دکھائی دے تو وہ تلوار کے گھاٹ اتارا جائے خون اسکا مباح ہو۔ بادشاہ اسکا قول ہار چکے تھے کرتے ہی کیا۔ دوسرے بادشاہ اپنی غرض کے بندے ہوتے ہیں انھیں خلقت کی مصیبت کی پروا نہیں ہوتی۔ چپ ہو رہے تین سال سے یہی دستور ہے سیکڑوں بے گناہ اجل کا شکار ہوئے یہ قحبہ ہر جمعہ کو اس طرح گشت کرتی ہے بجلی ہو یا گھی جو سامنے آیا اپنی جان سے گیا۔ سنو میری جان تم ابھی بچے ہو تم کیا جانو سادہ لوح عبید یہی سمجھتا ہے کہ بی بی نیک ہے مگر وہ بڑی پاک ذات ہے اگر شبہ نہ ہوتی تو یوں دنیا پر قدغن نہ کرتی
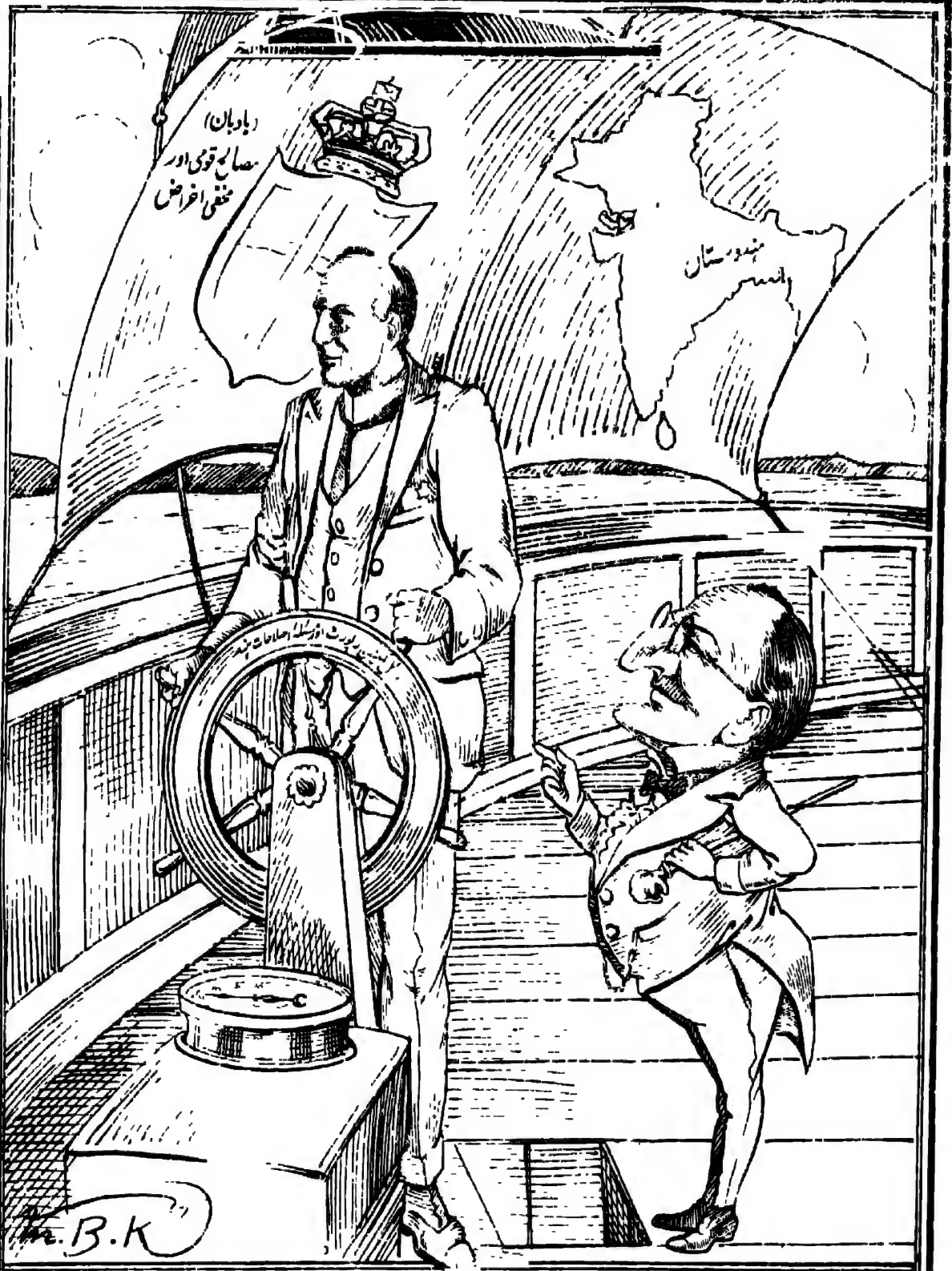
کشتی اور طوفان

"ہا ہا ہا ہا - او او او او - گو گو گو گو - بھک بھک بھک بھک"

مسٹر پنچ: "ابھی تک معلم صاحب تم ہوا اپنے موافق پا رہے ہو - مگر سنو تو یہ طوفانی آوازیں؟"

معلم: "اوہ یہ ہندوستانیوں کی چیخ چنگھاڑ نالہ و زاری ہے اسکی ہوا کشتی کے واسطے مضر نہیں"
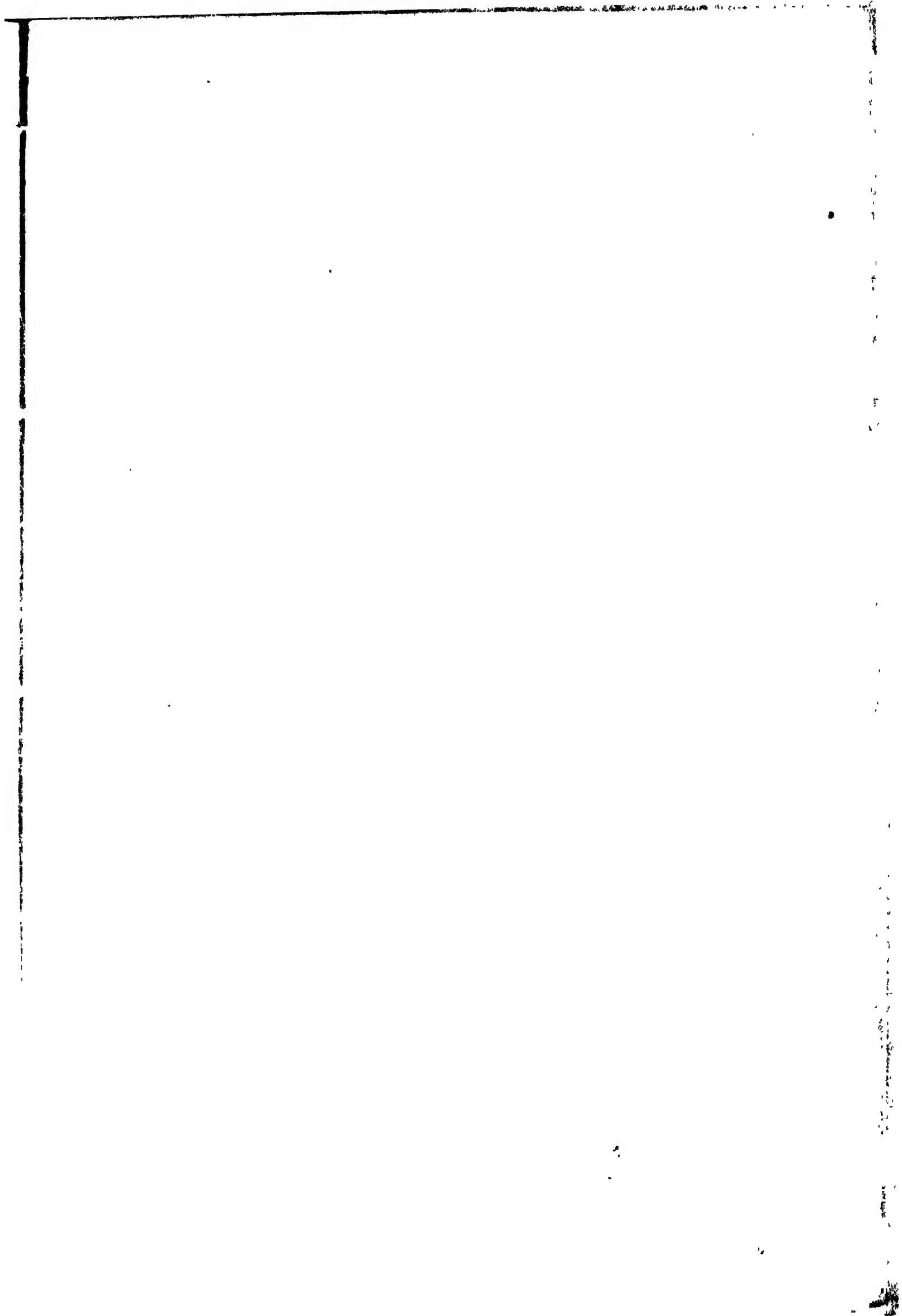
اب تم بتاؤ کہ تمھیں خالی حال سُننے کا شوق تھا یا دل میں کچھ اور سمائی ہے اگر عشق چرّایا ہے تو ویسی کہو۔ قمرالزماں نے سر جھکایا۔ پیر زال نے قہقہہ مار کہنے لگی چھوکرے "جن جاے اون کہاے" میں خوب سمجھتی ہوں ارے تو نے تو وہ صورت پائی ہے کہ جنت کی حور دیکھے تو دل نثار کرے وہ قحبہ کیا مال ہے گر میاں ؎

مفلسی میں ہو اگر عشق تو ہیں لاکھ ضرر

گرہ میں ہو تو یہ سودا کرو ورنہ ٹھنڈے ٹھنڈے گھر سدھارو۔ قمرالزماں نے کہا خدا کی عنایت سے زر و گوہر بافراط موجود ہے۔ بڑی بی کی باچھیں کھل گئیں دوسرے دن ملنے کی تاکید کر کے رخصت کیا۔ (باقی)

راقم ——

اودیا العرب والاسلام

منطق آرا بیگم بنام سابق والیۂ بھوپال

بیگم۔ میری بندگی۔ مجھ سے تم سے کبھی کی صاحب سلامت نہیں مگر پھر آپ ہی وجود دل پہچان کی پروا نہیں کرتا مجھے تو جو بات ذہن میں آ جاتی ہے اسے لکھ ڈالنے سے کام ہے۔ آجکل میں یہ دیکھ کے بہت کڑھتی ہوں کہ جس چیز کی عزت رکھنے کے لیے مسلمانوں نے جانیں گنوائیں بیِن تیغ صعوبتیں اٹھائیں اب وہ ایسی سستی اور آسان ہے کہ لوگ گھر بیٹھے گلے منڈھے دیتے ہیں راستہ میں گری پڑی (لقطہ) چیز کی طرح جس کے ہاتھ لگے وہ لیجائے۔ پہلے ہی سے اسکی شرطیں رفتہ رفتہ آسان کی گئیں۔ حالانکہ چاہے سنی ہو یا شیعہ یہ چیز ہے دونوں کے نزدیک اچھوتی۔ تم کہوگی کہ کیفیت مجمل میں پہیلیاں بجھواتی ہے صاف صاف کچھ کہے تو حال معلوم ہو۔ اچھا تو سنو بیگم میرا مطلب خلافت سے ہے یہ لقب ایسے ایسے بزرگوں کو اگلے زمانے میں ملا جنکے دامن پر نماز پڑھنا چاہیے جن کا واسطہ دینے سے خدا اپنے غضب کو رحم سے بدل دیتا ہے جن سے ہمیشہ خدا راضی رہا اور قرآن پاک میں اسنے خوشنودی کا پروانہ لکھدیا کہ پھر کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔ خیر وہ وقت گیا وہ بات گئی۔ مگر ... اختیار مردوں میں سے تو کوئی خلافت کی ہامی نہیں بھرتا رہ گئے ہم تم تو بیگم انکی خلافت سے ہزار درجہ بہتر میری اور تمھاری خلافت ہے۔ خلیفہ بہت ہو چکے دُنیا ترقی کر رہی ہے ہر بات میں مرد اور عورت کی برابری کا دعویٰ اکیلی عورت ہی نہیں مردوں کی زبان پر بھی ہے۔ پھر آخر ہم یا تم کیوں نہ گنگا بہتے دریا میں ہاتھ دھوئیں۔ لوگو مردوں کی جان ہے عورتوں کے نہیں ہے۔

آج زمانے بھر میں دو ہی عورتیں ایسی ہیں جو خلیفہ بن سکتی ہیں ایک میں ہوں کہ خدا نے عقل علم بہادری سچائی کون سی نعمت ہے جو اپنے تصدق میں نہیں دی۔ ایک تم ہو کہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی ہو عربی فارسی انگریزی میں فاضل ہو حکومت کے رنگ ڈھنگ سے واقف ہو بڑے بڑے انگریزوں سے ہاتھ ملا چکی ہو شملہ تا لندن تک دُنیا چھان چکی ہو اخباروں میں نام چھپ چکا ہے۔

اپنے بارے میں تو بندی ڈھلمل یقین ہے کیا معنی کہ لاکھ کچھ ہو پھر بھی پردہ نشین ہوں۔ دوسرے یہ کہ خصم دل کا زخم موجود ہے اسکی ناز برداری کروں یا خلافت کا دھندا سنبھالوں تیسرے یہ کہ انگریزی نہیں جانتی اور سُنتی ہوں کہ آجکل کی خلافت بے انگریزی پڑھے انگریزی طور طریقے اختیار کیے ناجائز اور حرام سمجھی جاتی ہے۔ چوتھے یہ کہ سوت بھی بغل میں موجود ہے جو میرے ہر کام میں میں میکھ نکالتی ہے چاہے میں نماز ہی پڑھوں پھر میاں کی وہی مثل ہے ست بوڑھے خصم کی جورو گلے کا ڈھول اگر وہ دن کو رات کہہ دے تو وہ بندۂ خدا کہیگا ہاں چاند نکلا ہے تارے چھٹکے ہیں۔ پانچویں یہ کہ آمدنی کم ہے اخبار والوں کو منہ بھرائی دوں تو تیسرے دن فاقے کرنے لگوں۔ نہ دوں تو نیچے جھاڑ کے پیچھے پڑ جائینگے نہ خاص نمبر نکالینگے نہ جلالت مآب حضور عالیہ سرکار امیرۃ المومنین و المومنات سلطانہ منطق آرا بیگم صاحبہ خلد اللہ ملکہا و سلطنتہا کا لقب دینگے نہ جھوٹ موٹ کی کرامتیں اپنے دل سے گڑھ کے چھاپیں گے نہ شریعت کی لگام میری طرف پھیرینگے نہ خلافت کی تمام شرطیں میری ذات میں اکٹھا کرینگے نہ قصیدہ خوانیاں ہونگی نہ نازبرداریاں ہونگی نہ جہاں کہیں جاؤں وہاں پہنچنے سے پیشتر سے میرے نام کی جینی جیبی جائے گی نہ اسٹیشنوں پر استقبال اور ... کرنے کے واسطے لوگ امڈ آئینگے نہ ... لیڈر لیں دے گا نہ مسجدوں میں نماز پڑھانے کی درخواستیں آئیں گی نہ وہ لوگ جو دھوکے سے بھی قبلہ کی جانب کبھی نہیں جھکے میری خاطر سے وضو سادھ کے خدا کو عبادت کے تماشے اور ... لہو و لعب سمجھنے لگیں گے۔ نہ بیماری دُکھی زچہ خانہ کی خبروں سے ہم کے رقم سیاہ کیے جائینگے۔ اور یہ خرابی سب سے بڑی خرابی ہے۔ مانا کہ اب خلافت کے واسطے تخت اور اختیار کی ضرورت نہیں تخت نہ میرے پاس ہے نہ تمھارے پاس لیکن بیگم پھر تمھارا نام بہت بڑا ہے۔ ہاتھی لاکھ لٹے پھر سوا لاکھ ٹکے کا ہے۔ اللہ رکھے صاحبزادہ موجود ہے وہ اپنے نسب میں خلیفہ زادگی کا لقب بڑھتے دیکھ کے ضرور خوش ہوگا دو چار لاکھ سال میں صرف کر دینا کون سی بڑی بات ہے اتنا تو ولایت کے سفر کے ہر پھیرے میں خرچ ہو جاتا ہے پھر جس طرح سال پیچھے ایک دفعہ لندن کی دیار ثواب کی بات سمجھی جاتی ہے اُسی طرح یہ خرچ بھی ثواب سے خالی نہیں۔ دیکھو ایک رئیس نے اپنی ذات کو سید ثابت کرنے میں کتنا روپیہ لٹایا۔ اور میری بیگم خلافت تو نسب سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتی اسکا ثابت ہونا کیا دشوار ہے۔ اچھا وہ دشوار بھی ہو تو کیا بڑے حاجی صاحب موجود نہیں ہیں۔ خدا کرے رہیں جیتی دُنیا تک جتنی گتھیاں پڑیں اُنکی تدبیر کے ناخون سُلجھا سکتے ہیں جو تم ذرا سا اشارہ کرو تو انشاء اللہ جانتا ہے وہ فوراً اپنی خلافت چھوڑ بیٹھیں گے۔

غرض بیگم اپنے خدا کو مان کے عورت ذات کی آبرو رکھ لو فوراً خلیفہ بن جاؤ۔ ارے یہ کہنے کو تو نہ ہو کہ عورتوں میں کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ دیکھو عورتوں میں ایک عورت پیغمبر ہوئی اسوقت سے تمام مردوں کا منہ بند ہو گیا ورنہ ہر شخص ہم غریبوں پر فخر کرتے تھے "اجی عورت اس قابل ہی نہیں کہ ایسے عہدہ اور روحانی منصب اُسے عطا ہوں وہ تو بچہ جننے کی مشین ہے" اب یہ غرور ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی۔ ہاتھی چھوٹے گھوڑا چھوٹے کیا ہو گیا ابھی موقع ہے خلافت بزبان حال گویا ہے ؎

نفسم رسیدہ برلب ہوس نظارہ باقیست

بعیادتم گزرکن کہ ہنوز چارہ باقیست

راقمہ منطق آرا بیگم۔

مستقل

ایک روزنامہ بنام بالا کانپور کی سرزمین سے ہمارے فاضل و محترم دوست سید حسرت موہانی کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔ فاضل ایڈیٹر بالکل تعریف سے مستغنی ہیں انکی نام شہرت نے ہمارے ملک کا بیت سا وقت بچا دیا۔ علاوہ کون ہندوستانی ہے جو حسرت سے واقف نہیں۔ حسرت ہندوستانیوں کے خمیر میں داخل اور صاحب بہادر کی عنایت سے مستقل بھی ہے۔ جریان ہمکالازمی خاصہ ہے۔ لیکن حسرت ہی نکالنی تھی تو کانپور کی سرزمین عفونت و وقائع جنبلوم آب و ہوا سے یہ سرزمین جب تھا غضب خدا کا اتنا بڑا کارو باری شہر متمول مسلمانوں کی بستی اور ایک روزنامہ جریدہ سے محروم۔

"مستقل" کی روش بھی عجیب ہے مگر آل مسلم پارٹی کی مخصوص پالیسی اس مجبوری کی ذمہ دار ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ "حسرت" کا سا انکھڑ لیڈر کیونکر اس آرٹ نیئر (؟) جیسے گروہ کی دعوت میں پھنس گیا۔

بہرحال محل شکر ہے کہ حسرت کے ہوتے "مستقل" سے ہمیں کوئی خوف نہیں یعنی "... کرانچی" پنجاب کے نمبروں کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ "مستقل" پنجاب کے بعض حد سے متجاوز جرائد کی سی روش نہیں رکھتا۔ طرز اگرچہ حسرت کی طبیعت کے منافی ہے مگر فی الجملہ اعتدال کے ساتھ۔ ہم اپنے محترم کا معاصر کشادہ پیشانی سے استقبال کرتے ہیں۔

مدت سے حسرت کی تحریر دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں یہ حسرت بھی نکل گئی۔ خدا کرے "مستقل" مستقل رہے۔ سالانہ قیمت بارہ روپیہ اور ششماہی سات روپیہ

المختصرات

سُنا ہے کہ کراچی میں سائمن کمیشن نے فری پریس کے نائب کا اجازت نامہ منسوخ کر دیا واقعی چغلخوروں کو منہ لگانا اچھا نہیں۔ ایک نمائش میں بہت کسبت ... آئینہ بھی نہ ... آئینہ ہے بڑی چیز ایک حبشی نے راہ میں آئینہ پڑا پایا اٹھا کر دیکھا تو بولے مردود کو وہ سے پڑا تھا کالی کلوٹی رنگت زرد دنتیاں سی بھیانک آنکھوں اور تنگ پیشانی سے جی جلایا کہ وہیں پھینک دیا پڑا رہ کمبخت جو ایسا نہ ہوتا تو گلیوں میں ٹھوکریں کیوں کھاتا پھرتا"

لاہور کی خفیہ شہادتوں کا افشا ایک تجربہ کار سن تربیت المجرب حلت ہے انداز ہے تو بھولا نہیں شیخ سکو پنجاب کا فرما لیکن مخفی کارروائیوں کا پوشیدہ رہنا خارستان کسی کی نگاہوں سے محال ہے ؎

نگاہ شوق رخنہ کرتی ہے دیوار آہن میں

پرانے فیشن کے ملا اجنبی پوشاک اور اطوار پر معترض تھے تو میاں کے نیم شہ صاحب لگ انھیں احمق بتاتے تھے ترکوں نے اپنی خاص ٹوپی بنائی ایرانیوں نے پاپتی کلاہ کو چند واپسیا کے ایک لغو سا سمجھا (علامت فرنگیت) نہیں پہنا اور کابلیوں نے ہیٹ پہننے والے کو مخلد فی النار قرار دیا تو کوئی انھیں وحشی یا احمق نہیں کہتا۔ میٹھ پیچھے کی سند نہیں کوئی منہ پر کہے تو جانیں۔ ایران میں پردیسیوں کے لیے کوئی قانون نہیں وہ جو چاہیں کریں صرف زر نقد بہرحیلہ انکی جیب میں پہونچا دیں یہی انکا فرض ہے چنانچہ سودے والے چار آنے سیر انگور ایرانی کے ہاتھ بیچتے ہیں تو بلحاظ مسافر پردیسی ایک روپیہ سیر کے حساب سے منہدی کر دیتے ہیں۔ مگر کابل میں ہیٹ اور ہتی زانو کی مصیبت پردیسیوں کے سر پر بھی نازل ہے۔ سکھ اس حکم سے بیزار ہیں۔ دیکھیے پگڑی اور ہیٹ کی لڑائی میں بالا کس کے ہاتھ رہتا ہے۔

برابری کا دعویٰ غلط ہے بفضل تعلیم زنان مریدی بورڈ کو مردوں کے دل پر حکومت حاصل ہے پس زنان مصر خدا جانے کیوں سراسیمہ ہیں مصر بھی تو یورپ ہے۔ یورپ کی عورت عورت نہیں ہوتی۔ وہاں مرد دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) داڑھی مونچھوں والے (۲) بے ریش و بروت۔ آزادی حاصل ہے تو یہ مطالبہ کہ شادی کی عمر ۱۸ سال تک بڑھا دیجائے بیکار ہے اور یہ بھی خواہ مخواہ کی بحث ہے کہ طلاق کی قانونی ترازو میں ایسے باٹ رکھے جائیں جس کے دونوں پلڑے برابر رہیں کیا معنی کہ جہاں مساوات نہیں وہاں بھی یہ گھر لیس جب چاہیں گھر ویران کر کے چل دیں کون روک سکتا ہے۔ شرح پر اعتبار اور اعتقاد ہے تو ترمیم اور تنسیخ کی خواہش کیسی اور اعتقاد نہیں یا دل نہیں قبول کرتا تو انکی منفعت کیوں ہیں؟

محترمہ ام الحسنین صاحبہ نے ایک کتاب تذکرۂ صحابیاتؓ کے نام سے مرتب کی ہے اس کتاب میں رسول اللہ کے ازواج و بنات و دیگر صحابیات کے حالات تحریر کیے ہیں کتاب اس قابل ہے کہ خواتین اسلام مطالعہ فرمائیں۔ اسلامی زنانہ مدارس اس کتاب کے مشہور مخدرات کے حالات بعد انتخاب نصاب تعلیم میں داخل کرا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان باغیرت و باعصمت خواتین کا چال چلن زمانہ حال کی تعلیم و تہذیب کے منافی نہو۔ کتاب سید ابن الحسین جوہری محلہ چوک لکھنؤ سے بحساب ۱۲ فی جلد مل سکتی ہے لکھائی چھپائی کاغذ کے اعتبار سے بھی اچھی ہے تخمیناً ۳۰۰ صفحہ کا حجم ہے۔

جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ شاہ افغانستان یورپ سے تہذیب جدید کی تعلیم میں اعلیٰ ڈگری حاصل کر کے تشریف لائے ہیں غلطی پر ہیں۔ جب یورپ کی عورتوں نے بال پر ترمیم نہیں کروائے تھے اسوقت ہزاروں قسم کی زنانی ٹوپیاں ہر دوکان پر موجود تھیں۔ کوئی ٹوپی بگلے کے پر سے آراستہ کسی پر دم مرغ کی کلغی۔ کوئی کپڑے کے رنگ برنگ پھولوں سے سجی ہوئی کوئی اتھلی کوئی گہری نوکی جیسے کوئی گول علیٰ ہذا القیاس مردانی ٹوپیوں کے اقسام بھی ہزاروں ہیں بجز وردی بازی یا انتظامی منصبداروں کے عوام کے واسطے کسی خاص وضع کی پابندی نہیں۔ برخلاف اسکے جناب کابل ماب نے بازار شیخ جی کا عمامہ اور پٹھانی بی بی کا برقع اپنے دست شفقت سے چھینا ہے یعنی عزت بھی لی اور عصمت بھی۔

لالہ لاجپت رائے کوئی معمولی شخص تھے جنکے انتقال پر ماتم حیرت کا باعث ہو۔ اگر وطن کی آزادی افراد کی کوشش و سعی پر منحصر ہے تو لاجپت رائے کا رویہ ان افراد کے واسطے مشعل راہ ہے۔ جن لوگوں نے جیتے جی انکی پیروی نہیں کی انکے منہ سے یہ الفاظ کچھ بھلے نہیں معلوم ہوتے "ہم ہندوستان کو آزاد کر کے دم لینگے"۔ یارو جب تم نے کرشن اور لچھمن کی نسبتی ہر سال رام لیلا کرتے ہو اور سادری کے تماشے دیکھ کے بھی دل مضبوط نہیں ہوتا تو غریب لاجپت رائے کس شمار قطار میں ہیں۔ یہ وقتی جوش ہے بہتا پانی ہے جائیگا رہتا رہ جائیگا۔ بالفعل ایک شخص ... خیر "اودھ پنچ" شائع ہو رہا ہے ... پرانا ہے نیا نہیں ... ہمارے لیے موجود ہے یہی کہ اسی بات پر لوگ مسکرا دیں۔

شرطیہ علاج! شرطیہ علاج!! شرطیہ علاج!!!

سفید داغ کی چٹکی دوا میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ میری جڑی بوٹی کی دوا کو صرف تھوڑے دن استعمال کرنے سے بغیر پھوڑے دکھائی کے داغ دور کر اصل چمڑے کے مانند ہوجاتا ہے ایک بار آزمائش کریں۔ دام پانچ روپیہ (ﷲ)

دمہ کھانسی کی اکسیر دوا اگر آپ دوا کرتے کرتے ہار گئے کچھ نہوا تو جڑی بوٹی کی تیار شدہ میری فقیری دوا کو ایکبار ضرور آزمائش کریں۔ اس سے پرانا دمہ کھانسی جڑ مول سے چلا جاتا ہے۔ فکر نہ کریں۔ دام پانچ روپیہ (ﷲ)

سفید بال جڑ سے کالا

اگر آپ کے تھوڑے عمر میں گنے بال پکے ہیں، تو "سمرم تیل" منگا دیں۔ اس سے بال جڑ سے کالا پیدا ہوگا۔ دام تین روپیہ (ﷲ) اگر آپ کا بال کل پک گیا ہے تو "کالا اسقود" ... اس سے بالوں کا پکنا رک کر بچا بال جڑ سے کالا پیدا ہوگا اور ساری عمر کالا رہے گا دام بارہ روپیہ (ﷲ) اعتماد نہ ہو تو فہرست منگوالیں۔

کالا سے گورا سیاہی کو دور کرکے چہرہ کو خوبصورت اور چمکدار بنانے کے لیے یہ انمول دوا ہے اس سے مہاسے جھائیاں، کالا داغ، چھیپ، داغ، سیاہ وبال پھنسیاں سبھی دور ہوکر چہرہ گلاب کے پھول کے مانند خوشنما ہوجاتا ہے دام پانچ روپیہ (ﷲ)

خونی بواسیر میں ڈاکٹر، بید، حکیموں کو بازی مار کر کہتا ہوں کہ بواسیر کو صرف پندرہ دن میں جڑ مول سے چھڑانے والی دوا کسی کے پاس میرے سی نہو گی۔ اس سے بواسیر ہمیشہ کے لیے جاتا رہتا ہے۔ دام سات روپیہ آزمائش کے لیے پانچ روپیہ ہیں۔

بجلی کی گولی جیسا نام ہے ویسا ہی کام ہے اس کھوتی میں بوڑھے جوان سب ہی لگے رہتے ہیں جس نے اسے نہیں دیکھا یا نہ مرد انگی میں امنگ کا لطف ہی نہیں اٹھایا۔ امیروں کے لیے بڑے کام کی چیز ہے۔ دام پانچ روپیہ (ﷲ)

طاقت کی دوا قوت مردانگی کو بڑھانے جوانی کو لوٹانے بدن کو موٹا تندرست بنانے میں یہ دوا اپنی ثانی نہیں رکھتی ہے۔ اس سے آدمی ہر ایک طرح ہٹا کٹا تندرست مثل پہلوان کے ہوجاتا ہے۔ دام پانچ روپیہ (ﷲ)

پتہ :- جڑی بوٹی میڈیکل ہال کنسی سری۔ دربھنگہ ۶۶

بچوں کو موٹا تازہ تندرست و طاقتور بنانے

اور اُن کی ہر ایک بیماری

جیسے بخار، کھانسی، بدہضمی، دودھ ڈالنا، دست ہونا وغیرہ کو دور کرنے کے لیے

حکیم تلسی پرشاد اگروال علیگڑھ کی گورنمنٹ سے رجسٹری شدہ

بال جیون گھٹی رجسٹرڈ

قیمت ۵

ایک مشہور معروف اور صحت دوا ہے میٹھا ہونے سے بچے اسکو خوش ہوکر پی لیتے ہیں۔

سب جگہ بازاروں میں سوداگروں کے یہاں سے خریدو

لیکن نقالوں سے بچنے کیلئے شیشی پر حکیم تلسی پرشاد اگروال کا نام و بال جیون گھٹی کھا ہوا اچھی طرح دیکھ لو قیمت فی شیشی ۵ محصول چار شیشی تک ۸ سوداگروں سے ایک درجن کی قیمت عہ بارہ درجن ... علاوہ محصول

چراغ صحت سالہ مفت لیجیے

دس اردو پڑھے معززوں کے نام مع مکمل پتے کے بھیجنے پر چراغ صحت رسالہ مفت بھیجا جاوے گا۔

المشتہر منیجر بال جیون کاریالیہ علی گڑھ شہر (یو۔پی)

صرف سولہ ۱۶ ایام کے اندر نتیجہ باہر پڑے گا

مقویات سرتاج عالم نگرہ گولیاں ہر قسم کی کمزوری اور تمام امراض مخصوصہ جریان، احتلام، رقت، خون کی خرابی، کمی دماغ اور قوت حافظہ کی کمزوری دور دیگر امراض مخصوصہ کو دور کرکے اعلیٰ درجہ کی طاقت توانائی بخشتی ہیں ۳۲ گولیاں کی ایک ڈبیہ جو ۱۶ ایام کی خوراک ہیں ایک روپیہ میں آتی ہیں منگوا کر استعمال کریں۔ اس قلیل مدت کے اندر ہی ایسی کامیاب ثابت ہونگی کہ انکے لیے آپ کے دل میں خاص عزت پیدا ہوجاوے گی۔ پانچ ڈبیاں ساتھ لینے سے چار روپیہ۔

لکھنؤ ایجنٹ کا پتہ :- اندر چند اینڈ کو چوک لکھنؤ۔

وید شاستری جام نگر کاٹھیاوار

مجلدات اودھ پنچ ۲۷-۱۹۲۶ء

اُردو کو زندہ کرنے والے دل کو تازہ کرنے والے سیاسی ادبی اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب میں محفوظ رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد ... مع محصول

المشتہر :- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو کف۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ دمہ۔ پیٹ کے درد، قے۔ دست سنگرہنی۔ انفلوانزا اور چھاتی کے امراض کیلئے خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا اثر کرتی ہیں۔ قیمت ۸ ہر جگہ سے مل سکتا ہے۔

دور وج کیسری یعنی داد کو ہاتھیں کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت ۴

بال ساتھا بچوں کی کمزوری کو دور کرکے بدن کو مضبوط فربہ اور پھرتیلا بنانے والی میٹھی دوا قیمت ۱۲ ڈاک خرچ علیحدہ لگے گا۔

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ لکھنؤ اندر چند اینڈ کو چوک لکھنؤ

ہمارے یہاں کے سوائی بٹالیٹا مرقوم ... کلکتہ۔

غذائے روحانی

معدن الموسیقی

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی سے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اُنکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 783

OUDH PUNCH

جلد سیزدہم
سنہ ۱۹۲۸ء

जिलद
नः १३

LUCKNOW 1928 WEEKLY

ہفتہ وار باتصویر ظریف

اودھ پنچ لکھنؤ

अवध पंच
लखनऊ

MAN IS NOT TO BE DICTATED HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS. ARISTOTLES.

क़ीमत पेशगी		قیمت پیشگی	
सालाना	५	سالانہ	صہ
छःमाही	३	ششماہی	سے
तिमाही	२	سہ ماہی	عہ

M. I. KHAN ARTIST

ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپکر شائع ہوا

DOGMAN LUCKNOW

قیمت فی پرچہ ۲؍

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اس وجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ ہونے کا آپ کو ملے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ الخیر شاء السلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور کتاب دیکھا جا چکا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان علم اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قومی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف تہذیب ہے

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ پرچہ کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانہ پر نیاز مند مینیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب آنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانہ سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں مینیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈروں میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۴۴
مضامین
۲۳ر نومبر ۱۹۲۸ء

"قمر الزماں و حلیمہ"

(نمبر ۲)

اشتیار سحر میں قمر کی بے تحاشی انگوٹھی کا نگینہ نہ گیں
پلک سے پلک نہ لگی۔ ابھی اچھی طرح آفتاب نکلا نہ تھا
کہ بڑی بی کے آستانہ امکانی پر حاضری ہوئی۔ صاحب
سلامت کے بعد بڑی بی نے جلتروں کی گٹھری لیں
کھولی کہ منوصاحبزادے ایک نگینہ ہا پانچسو اشرفی کی
قیمت کا نکالو اور فلاں محلہ میں عبید سادہ کار کی
دکان ہے پوچھتے پوچھتے چلے جاؤ وہ آدمی بامروت
ہے تمھیں خاطر مدارات سے بٹھائے گا تم نگینہ اسے
دینا اور کہنا میں آپ کی اُستادی کا ظہرہ سن کے
آیا ہوں ایسی انگوٹھی بنا دیجیے کہ کسی شوقین کے
ہاتھ میں نہ ہو۔ انگوٹھی بشکلم ٹھیک ہو وزنی نہ ہو
ہلکی پھلکی ہو۔ پھر بیس اشرفیاں پیشگی انعام طریق
اسکے حوالہ کرنا اور ایک ایک اشرفی اسکے شاگردوں
کو دے کے میرے پاس چلے آنا۔ تمھارا باپ زالی
بڈھا ہے غریب ہے مفلس ہے بڑھاپے میں تم سا
فرزند اسے قدرت نے عنایت کیا میرے بچے
اشرفیاں اسکے واسطے بھی لیتے آنا۔ لے سدھارو
دہی مچھلی کا شگون۔

قمر بڑی بی سے رخصت ہوکے عبید سادے کار کی
دکان پر وارد ہوا وہ بہ تعظیم و تکریم پیش آیا۔ رسمی
مزاج پرسی کے بعد بڑی بی کی ہدایت پر میاں قمر نے
پورا عمل کیا دکان پر جو لوگ موجود تھے سب اس سخاوت
پر متعجب ہوئے عبید نے نگینہ لے کے پرکھا پھر قمر سے
وعدہ کیا کہ دوسرے دن بعد زوال تشریف لائیے اپنی
فرمائش لیجائیے۔ اس دوران میں جتنے مسکین سائل
دست طلب ہوئے قمر نے ہر ایک کے ہاتھ زرِ سرخ سے
رنگے حاضرین پر طلسمی حالت طاری ہوئی کہ یا اللہ
یہ لڑکا قارون کا وارث واحد ہے یا کوئی کیمیا گر جسکے
آگے اشرفی ٹھیکری کے برابر ہے۔ اب سنیئے کہ قمر کے چلے
جانے کے بعد معلم عبید نے نگینہ جیب میں رکھا آلات
زرگری ہمراہ لے کے مکان کی راہ لی۔ اسکا قاعدہ تھا
کہ جب کوئی عجیب و عمدہ کاریگری کرنی پڑتی تو زنانخانے
میں اُسے انجام دیتا کہ شاگرد استادوں بن بیٹھیں یا
نقشہ نہ اڑالیں۔ میاں کے ناوقت دکان سے آنے
پر بی بی نے سبب دریافت کیا۔ عبید نے کہا بیگم
کیا بتاؤں عقل حیرت میں ہے آج ایک جوانِ رعنا
یہ نگینہ لے کے آیا تھا پیشگی میں دینا، سُرخ دے گیا
ہے۔ خدا نے چاہا تو میں بھی ایسی کاریگری دکھاؤنگا
کہ دنیا میں جواب نہ نکلے۔ لونڈیوں نے انگیٹھی اور
پھونکنی سامنے رکھی بی بی نے گھڑیا بنائی میاں نے
سونا تپایا گلایا انگوٹھی کا ڈول درست ہونے لگا
مگر عبید کی جورو نے سوالات کا تار باندھ دیا۔

بی بی: "ہاں میاں تو اس لڑکے کی صورت کیسی تھی؟"

میاں: "اُف نہ پوچھو منہ ہے یا انگشتر سلیمانی۔
گال ہیں کہ لالۂ نعمانی۔ ہونٹ ہیں کہ لعلِ بدخشانی
گردن ہے کہ صراحی بلور۔ رنگ ہے کہ شہاب اور کافور۔
قد ہے کہ طوبیٰ کا شجر۔ جواد ہے کریم ہے۔ سخی ہے حسین ہے
جمیل ہے۔ نرگس اگر ان انکھڑیوں کو دیکھ پائے تو
مارے شرم کے پانی پانی ہو جائے۔ بس یہ سمجھ لو کہ
اس شہر سے ہزارہا جہاز گذرتے ہیں۔ ہزارہا مسافر
آتے جاتے رہتے ہیں آج تک اس حسن و جمال کا
کوئی شخص میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔"

بی بی: "اے سچ سچ کہو تمھیں میری جان کی قسم کہ
اس جوان سے میری صورت ملتی جلتی ہے یا نہیں؟"

میاں: "بُرا نہ مانو تو کہوں۔"

بی بی: "بُرا ماننے کی کون سی بات ہے۔ خدا نے
ایک سے ایک بڑھ کے بنایا ہے۔ اور مجھ نگوڑی
کی صورت ہی کیا۔ میری سی ہزاروں لونڈیاں شاہی
محل میں پڑی ہوں گی۔"

میاں: "تو اچھا سنو۔ عمر میں تم سے کم اور حسن میں
تم سے کہیں زیادہ ہے۔"

اسوقت کوئی قیافہ شناس ہوتا تو مرد و زن کے عبید
کے چہرے سے بہت کچھ تاڑ لیتا۔ مگر سادہ دل سادہ کار
اپنے کام میں مشغول تھا اُسے الفاظ نہیں ملتے تھے جو
قمر الزماں کا حلیہ بیان کرتا۔ باتوں ہی باتوں میں
انگوٹھی تیار ہوگئی۔ کھٹائی ملنے اور جلا کرنے کے بعد
ساخت کی خوبی اور نگینے کی اصالت نے آنکھوں میں
چکا چوند ڈال دی۔ بی بی مچل گئیں کہ میاں یہ تو میں
لونگی نہ دوگے تو زہر کھا کے جان دوں گی۔ بڑا آیا وہاں کے
پہننے والا کیا میں کچھ اُس سے کم ہوں دیکھو میاں تم
اُسے دوسری انگوٹھی بنا کے دے دو۔ اللہ تمھارے
تو ہاتھ کی کاریگری ہے لاؤ ذرا پہن کے دیکھوں۔
اہاہا یہ تو جیسے میری ہی چھنگلیا کے لیے بنی تھی بس
جاؤ ہوا کھاؤ۔ اب میں نہیں اُتاروں گی۔

عبید نے عذر کیا کہ بیگم یہ پرایا مال ہے تم کہو گی تو
اس سے بہتر دس انگوٹھیاں تیار کردوں گا مگر وعدہ خلافی
دکاندار کے لیے عیب ہے۔ ساکھ بگڑ جائے گی۔ صاحب
فرمائش ایسا سخی و فیاض ہے کہ اگر میں اس سے نگینہ

بعدالت صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈا

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۴ سنہ ۱۹۲۸ء

بشیشور سائل۔

بنام

سورج لال وغیرہ فریق ثانیاں۔

درخواست دیوالیہ منجانب بشیشور ولد سورج بلی قوم ... ساکن
گانوں ہریا اگیارام ... پرگنہ گونڈا

نوٹس بنام

سورج لال۔ گنگا۔ آستانند۔ ترمبھون۔ چھیدی۔
بھوانی بھیکہ۔ مسماۃ گنگا دئی۔ بھگوتی۔ بھیارام۔ رام لمن۔ پرتھی
گیا پرشاد۔ کنجے دھر۔ گوری۔ رگھونندن۔ منشی۔ امرناتھ۔
جھنگن۔ مہراج دت۔ رام سلج۔ دیاندھی۔ ترمبھون۔ سورسف۔

ہرگاہ کہ سائل نے عدالت ہذا میں ایک درخواست اس بابت بتاریخ ... ۱۹۲۸ء
داخل کی ہے کہ سائل دیوالیہ قرار دیا جائے اور تمھارا نام اُن
قرضخواہان کی فہرست میں ہے جو مذکورہ بالا سائل نے داخل کی ہے
لہذا تمھیں اطلاع دیجاتی ہے کہ تاریخ ۱۴ ... دسمبر ۱۹۲۸ء واسطے مذکورہ
بالا درخواست کی سماعت اور قرضخواہان کے اظہار کے لیے
مقرر کی گئی ہے۔ اگر تم جوابدہی کرنا چاہتے ہو تو تمھیں اصالتاً یا
بذریعہ کسی وکیل مجاز کے تاریخ مذکورہ پر حاضر عدالت ہونا چاہیے۔
آج بتاریخ ۱۹ ماہ نومبر ۱۹۲۸ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت
سے جاری ہوا۔

دستخط بحط انگریزی
منصرم جج گونڈہ

مہر عدالت

ذیور کے قابل ہے یا تمہارے غریب الوطن سوداگر کا ہاتھ۔ عبید نے جواب دیا ان باتوں کو چھوڑو وہ تمہیں رنج ہوگا وہ ہاتھ نہیں خود دستِ الماس ہے۔ حلیمہ مسکرائی اور کہا واہ صاحب یہ کیوں نہیں کہتے کہ اسکو دیکھ کے حضرت موسیٰ کی اُمت یاد آئی مجھ سے دل بھر گیا اب کنبی اور دلربا مہمان ہے مگر آپ کی مروت بھی عجیب و غریب ہے جو کوئی ذرا سا احسان کرے اُسے نانِ خشک سے بھی محروم رکھتے ہیں جبھی تو دسترخوان پہ بھی نہیں بلاتے قطع نظر مہمان نوازی کے سوداگر بچہ امیر کبیر ہے محبت بڑھنے پہ ممکن ہے کہ اور فائدہ بھی ہو رہے آپ کی جگہ میں ہوتی تو پینگ بڑھا کے اچھی طرح نفع کماتی۔ خیر اگر دشمنوں کو اتنی توفیق نہیں تو بندی اپنی گرہ سے دعوت کا سامان کرتی ہے آپ کی جمع بھی پر احسان کرتی ہے کل جو اُس سے ملاقات ہو تو بہ منت مہمان بنا لیجئے۔ عبید جھلایا کہ تم در پردہ مجھے بخیل سمجھتی ہو کیا میں کنجوس ہوں اچھا ابھی سے تیاری کرو انشاءاللہ کل سوداگر بچہ ہمارا مہمان ہوگا۔

تیسرے دن قمر الزماں انگوٹھی لینے آیا کام مکمل اور ٹھیک تھا انگوٹھی پہن لی سو اشرفیاں اُجرت کے نام سے حوالے کیں مگر یہ بھی سنا دیا کہ یہ نگینہ کم قیمت ہے تمہیں فضول زحمت ہوئی۔ عبید نے بمنت مہمانی قبول کرنے پر مجبور کیا۔ حامی بھر کے میاں قمر الزماں اپنی بڑھیا کے پاس آئے ساری کہانی کہہ سنائی تین سو مٹھیاں ڈر سے بی کی بڑی بی کے نذر کیں بڑی بی کی باچھیں کانوں کی لو تک پہونچیں بلائیں لے کے بولیں اب گھر سدھارو۔ عبید آتا ہوگا اُسکے ساتھ چلے جانا کل بارہ لو پلٹنا جو کچھ گزرے اُسکی مجھے اطلاع دینا۔

میاں عبید جو رو سے بہت ڈرتے تھے۔ ہاسے خوبصورتی دن بھر دکان پر رہے بہ قریب شام قمر الزماں کی قیام گاہ پر آئے اُسے ساتھ لیا۔ بی بی نے جھروکے سے جھانکا دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئیں۔ آہ سرد کھینچ کے کھڑکی سے سر کھینچا سامان ضیافت پہلے ہی سے مہیا تھا حرف و حکایت میں آدھی رات کٹی۔ مہمان و میزبان آرام کے طالب ہوئے اتنے میں ایک لونڈی ہاتھ میں قہوے کے دو فنجان لیے باہر آئی ایک مہمان کے سامنے پیش کیا دوسرا میزبان کو دیا خدا جانے اُس قہوے میں کیا ملایا تھا کہ حلق سے اترتے ہی کام کر گیا متوالے کی پگڑی کی طرح مہمان و میزبان بستر پر گر پڑے فنجان ہاتھ کا ہاتھ میں رہا یہ بھی نہ کہہ سکے کہ

ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

کنیز نے دونوں کے ہاتھ سے فنجان لیے مسکراتی ہوئی اندر گئی۔ بی بی سے اشارہ کیا کہ لو فتنہ سو گیا اب تم اپنی مغفرت آسا چال سے جگا دو تو شاید پھر دے جائیں ورنہ حشر تک چھٹی ہے۔ بی حلیمہ بے پاؤں چلے شوہر کی خوابگاہ میں آئیں ٹھوکر سے نیند اور موت کا امتحان لیا جب اطمینان ہوا تو مہمان یا کشتۂ غمزہ کی بالیں پر توقف کیا۔ جھنجھوڑا گدگدایا ہونٹ ہونٹ سے گال سے گال مس سے چٹکیاں لیں مگر مسیحا نفسی کام نہ آئی۔ منہ بنا کے بولیں ابھی لونڈا ہے آشنائی کی گھاتوں سے آگاہ نہیں پھر سینے پر سوار ہوگئے اس زور سے گالوں پہ چکت دی کہ گل سے رخسار سوسن ہوئے۔ کندن پہ نیلے رنگ کا مینا چڑھا صبح تک ہونٹوں میں جونک کی طرح چمٹی رہی یہاں تک کہ خون چھلک آیا۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی

طلوعِ آفتاب نے بیداری کا فاتحہ کیا۔ چار گردیاں قمر الزماں کی جیب میں رکھ کے فوراً نے محل میں پلٹ گئی کنیز کٹورے میں بھگویا ہوا اسپنج حوالے کیا وہ پیالی بھی آفتابہ لے کے باہر آئی دونوں کے نتھنوں سے اسپنج لگایا دونوں کو چھینک آئی انگڑائی لے کے بستر خواب سے اٹھے۔ کنیز نے اذان ہو جانے کی اطلاع دی مہمان و میزبان وضو کرنے بیٹھے قمر الزماں نے کہا اُستاد مجھے تو ایسی نیند آئی کہ عمر بھر میں کبھی نہ آئی تھی۔ عبید نے جواب دیا ہاں سوداگر صاحب اس مکان میں یہی اثر ہے کہ جو کوئی سوتا ہے تا سحر کروٹ نہیں بدلتا۔ قمر الزماں نے "اللّٰہم بیض وجہی" کہہ کے منہ پر چلو ڈالا تو گال میں جھلجھلاہٹ ہوئی ہونٹوں میں مرچیں لگیں۔ عبید سے پوچھا یہ کیا بات ہے نیند آئی تو خیر کہئے کیوں کلاتے ہیں ہونٹ کیوں جھلجھلاتے ہیں معلوم ہوتا ہے مخمل سے گالوں پر کسی نے سوئی سے

اطلاع نامہ بنام مدعا علیہ نابالغ وولی

بعدالت جناب منصف صاحب بہادر منشیمی۔ مقام سلطان پور

پیشی ۳۔ تیسری دسمبر ۱۹۲۸ء

مقدمہ نمبر ۸ ۱۹۲۸ء

فتح محمد خاں ولد جہاندار خاں ساکن موضع سیکھا پرگنہ الدیئو ضلع سلطان پور . . . . مدعی

بنام

گجادھر سنگھ وغیرہ ساکنان موضع اوگھر پور بھٹ پورہ پرگنہ الدیئو ضلع سلطان پور . . . . مدعا علیہ

بنام (سبھا جیت سنگھ ولد اجودھیا سنگھ ساکن موضع اوگھر پور بھٹ پورہ پرگنہ الدیئو ضلع سلطان پور مدعا علیہ نابالغ

ہرگاہ مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی نے درخواست گزرانی ہے کہ مدعا علیہ نابالغ کا ایک ولی دوران مقدمہ میں مقرر کیا جاوے لہٰذا تم نابالغ سبھا جیت کو اس کی رو سے اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر تعمیل اطلاع نامہ ہذا سے اندر میعاد ۳ دسمبر ۲۸ء یوم کے اندر ایک درخواست اس عدالت میں نسبت تمہارے سید غلام امام کے ولی دوران مقدمہ مقرر کیے جانے کی نہ گزرانو گے تو عدالت کسی اور شخص کو نابالغ مذکور کا ولی واسطے اغراض مقدمہ کے مقرر کرے گی۔

آج بتاریخ ۹ ماہ نومبر ۱۹۲۸ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط انگریزی منصرم (مہر عدالت)

وقت حاضری بدفتر ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

بعدالت صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈا

درخواست دیوالا نمبر ۶ ۱۹۲۸ء

بھگوتی پرشاد سائل

بنام

پراگ دت وغیرہ فریق ثانی

درخواست منجانب بھگوتی پرشاد ولد رگھبیر قوم برہمن ساکن برتھا اٹھیا پرگنہ گونڈا

بنام

لڈوا و ترہبون دت

ہرگاہ کہ سائل نے ایک درخواست عدالت ہذا میں بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۲۸ء بمضمون داخل کی ہے کہ سائل دیوالیہ قرار دیا جائے اور تمہارا نام اُن قرضخواہوں کی فہرست میں ہے جو سائل نے داخل کی ہے لہٰذا تمہیں اطلاع دیجاتی ہے کہ عدالت ہٰذا نے بنا بر سماعت درخواست مذکور اور اظہار قرضخواہان کے تاریخ آٹھویں دسمبر ۱۹۲۸ء مقرر کی ہے۔ اگر تم اپنی پیروی کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اصالتاً یا بذریعہ کسی وکیل مجاز کے تاریخ مذکورہ پر حاضر عدالت ہونا چاہیے۔

آج بتاریخ ۱۹ نومبر ۱۹۲۸ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

(مہر عدالت) دستخط بخط انگریزی منصرم ججی گونڈا

گلستاں کا کوھی ہیں یا پتی اجلی ہے۔ عبید نے جواب دیا
گھبرانے کی بات نہیں اس مقام پر لیتو بہت ہیں ان
حرامزادوں کا قاعدہ ہے کہ زمین بے گیاہ و رخسار بے
ریش پر ہل چلاتے ہیں جو کوئی امرد یہاں سوتا ہے
صبح اٹھ کے منہ دھونے میں روتا ہے۔ نہ دامرد سے
محفوظ ہے کہ داڑھی کی مورچھل رکھتا ہے۔ یہی گفتگو
میں وضو ختم ہوا۔ قمرالزماں جا نماز پر کھڑا ہوا۔ نیت
باندھنے کے لیے ہاتھ ہلا ہے وہ جیب تک گیا۔ پہلے خالی
تھی اب بھری معلوم ہوئی تعجب ہوا بعد نماز کو تسے
میں کھڑے ہو کے جیب کا جائزہ لیا تو چار گڑیاں
پائیں۔ دل نے کہا یہ مٹھی بڑی بی نے ہی ہو گا۔ جلد جلد
سے رخصت کی ٹھہرائی۔ یہاں بڑی بی انتظار کر رہی
تھیں صورت دیکھتے ہی بولیں ہائے گوڑی مدبری
بیسوا نے میرے بچے کے گالوں پر کیا ستم ڈھایا ہے۔
مسوس مسوس کے کاٹا ہے۔ صاحبزادے یہ کیا ماجرا
ہے ذری مجھ سے تو بیان کرو۔ قمرالزماں نے جیب سے
گڑیاں نکال کے سامنے رکھیں بولے کہ کھانے سے
فراغت ہوئی تو ایسی نیند آئی کہ صبح تک آنکھ نہ کھلی
گھر میں لیتو اور مچھر اتنے تھے کہ انھوں نے یہ گت بنائی۔
نماز پڑھنے میں جیب کے کپڑے کے یہ چار بت نکلے۔ بڑی بی
پوپلا منہ کھول کے بہت ہنسیں کہا کیسے لیتو کہاں کے
مچھر حشرات الارض بھی کہیں امرد پرست ہوتے ہیں؟
یہ سب اسی بیسوا کے کرتوت ہیں جو لب گل تک
عناب تھے آج شہتوت ہیں چار گڑیوں سے یہ مطلب
ہے کہ چار شب تک ضیافت ہو گی پھر جان پہ
آفت ہو گی تم لڑکے نہیں لڑکی ہو گڑیاں کھیلو۔
وہ نہیں گڑیا ہے تم گڈے ہو جس طرح گڑیا گڈے کا
بیاہ ہوتا ہے دونوں پاس رہنے پر وصل سے محروم
رہتے ہیں اسی طرح تم نے بھی شب بسر کی یہ عشق
نہیں کھیل ہے۔ گڑیا گڈے کا تال میل ہے مگر
نہ گھبراؤ۔ آج عبید پھر تمھیں لینے آئیگا اگر نہ سوؤ گے
تو مطلب حاصل ہوگا۔ میاں قمرالزماں فرما کے
چپ ہو رہے کیا کرتے مگر وہی ہوا کہ آج بھی عبید
اپنی بی بی کے ابھارنے سے لینے آیا اور سوتے وقت
پھر فنجان آئے جسکے پیتے ہی خواب مرگ آسا دونوں کو

طاری ہوا حسب معمول دارو دے رفع بیہوشی کر جگایا
تو جیب میں گڑیاں نہ تھیں چھری پڑی تھی۔ آج گالوں پر
ورم زیادہ تھا شاید طمانچوں نے سرخ رو بنایا تھا سو سحر
قمرالزماں نے بڑی بی کو چھری دکھائی بڑھیا چھری
دیکھ کے سٹ پٹائی یہ حرف زبان پر لائی کہ میاں جان
کی خیر مناؤ قحبہ بڑی پہ آمادہ ہے لونڈی اپنے کھانے
پینے کا حال تو سناؤ انھوں نے فنجان قہوہ کا ماجرا
کہا۔ بڑی بی گردن ہلا کے بولیں۔ اب میں سمجھی مردار
اسی طرح اپنے خصم کو سلاتی ہے آشنا کی عقل آزماتی
ہے۔ خبردار آج شب کو جو کنیز قہوہ لائے تو اس کے
خصم کو پینے دینا تم نہ پینا کنیز سے کہنا تو عجب بے تمیز
ہے میں پیاسا ہوں پہلے پانی پلا قہوے پہ پانی کون
پیتا ہے۔ وہ پانی لینے جائے گی تم اگالدان میں
قہوہ انڈیل دینا اور تکیہ پہ سر رکھ کے اس طرح خراٹے
لینا جیسے تم نے پانی کا انتظار نہیں کیا قہوہ پی لیا۔
قمرالزماں نے تیسری شب بڑھیا کی پڑھائی ہوئی
پٹی پہ عمل کیا۔ قہوہ کی پیالی خالی دیکھ کے لونڈی
بڑبڑائی کہ ہائے موئے کی شامت آئی آج بی بی
جیتا نہ چھوڑیں گی یہ موہنی مورت سوہنی صورت
خاک میں مل جائے گی۔ کنیز کا رجز قمرالزماں نے سنا
بڑی بی کو دعائیں دیں کہ انھوں نے جان بچائی۔
لونڈی گئی بی بی آئیں۔ مگر مریخ کی صورت پائنچوں میں
گرہ لگائے ہاتھ میں خنجر گال مارے غصے کے تمتماتے
جھومتی جھامتی چادر میں الجھتی۔ آتے ہی وار کرنے کے
لیے پینترا بدلا۔ قمرالزماں فوراً ہنستا اٹھ کھڑا ہوا۔
حلیمہ نے کہا کیوں اٹھے پڑ کے سو رہو۔ معلوم ہوتا ہے
در پردہ کوئی نانی ہے وہی استانی ہے۔ دونوں مسند پہ
جلوہ گر ہوئے۔ قمرالزماں نے اپنا تمام قصہ سنایا وہ
بیٹھی سنتی رہی۔ جب کل ماجرا سن چکی تو کہا اپنی نانی
اماں سے کہنا کہ بڑی بی تمھارے جاتر کی کتاب ختم ہوئی
یا ابھی باقی ہے اگر وہ کہیں باقی ہے تو پوچھنا کہ ایسی
تدبیر بتاؤ جو برائی جڑ روانی ہو جائے اور بو نہ پھوٹے
یا سے کھلے نبدوں پینگ بڑھیں اور بدنامی نہ ہو۔
لہذا اس گفتگو کے فعل و انفعال کی گردان ہونے لگا۔ ثلاثی مجرد
مزید فیہ بنا میاں عبید حرف علت یا تنوین مضاف

تجھے ہی سکوت میں مبتلا ہے۔ سنتے ہیں رات ختم ہوئی
طفل آفتاب نے مکتب صبح میں قدم رکھا۔ وداع کے
وقت حلیمہ نے کہا ہر جمعہ کو بصرے میں قدم رنجہ کرانے کا
نتیجہ آج مل گیا۔ سنو پیارے اب میں تم سے لمحہ بھر
جدا نہیں رہ سکتی اگر تم نے مجھے چھوڑا تو جان دیدونگی
جیسا معشوق ملنے کی تمنا دل میں تھی ویسا ہی مل گیا۔
بڑھیا مکارہ سر ڈال دے تو پھر میں ایسی تدبیر کرونگی
کہ دنیا سنے اور حیران نہ جائے۔ بڑھیا بیچاری کی
ہستی ہی کیا ہے۔ تو سہی جو میاں عبید خوشی خوشی
مجھے تمھارے محلے سند میں اور اپنی ساری کمائی
جہیز میں دیں۔ پیارے آج پھر میں عبید کو تمھارے
مکان پر بھیجونگی۔ جب وہ تمھیں یہاں آنے پر مجبور
کرے تو تم اس سے کہنا۔ بھائی ایک دن کا مہمان
دوسرے دن کا مہمان تیسرے دن کا مہمان چوتھے
دن کا بے ایمان۔ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے
میاں کے دوستوں سے جلتی ہیں تم جورو نہ اپنی
جورو کو چھوڑ کے باہر بیٹھکے میں میرے ساتھ شب بسر
کروگے تو بی بی تمھاری آزردہ ہو کے مجھے کوسے گی
میں ایک مسافر ہوں غربت میں تم سا رفیق پایا تمھارے
احسان کا بدلہ یہ ہونا چاہیے کہ بی بی سے اور تم سے
ان بن کا بانی میں قرار پاؤں اگر مجھ سے محبت رکھتے
ہو تو اپنے پڑوس میں کوئی مکان کرایہ پر لے دو صبح
کے وقت کبھی تم میرے یہاں بیٹھو کبھی میں تمھارے
یہاں۔ نیند آئے تو میں اپنے گھر میں آرام کروں تم
بی بی کی بغل گرماؤ۔ میں یار شاطر ہوں بار خاطر نہیں۔
عبید کا دستور ہے کہ بغیر میرے مشورے کے تنکا نہیں
توڑتا۔ اس مکان کے پچھواڑے خود اسکا ایک مکان
کرایہ پر اٹھا ہوا ہے میں اسے صلاح دونگی کہ وہ کرایہ
کو اٹھا دے اسکے بعد جو کچھ ہوگا دیکھ لینا۔

میاں قمرالزماں اپنی آشنا کی باتیں سن کے
حیران ہوئے۔ حسب معمول کنیز آئی اور صاحبخانہ
کی ناک پر سرکہ میں ڈوبا ہوا کپڑا رکھا آسے تڑسے
چھینک آئی۔ کلمہ پڑھتا اٹھا اور قمرالزماں سے
کہنے لگا کہ فرمائیے بھائی صاحب اب لو لیتو آپ کے
گالوں پر ظلم نہیں کرتے؟ واللہ سخت شرمندہ ہوں

"عیب تہ خاک"
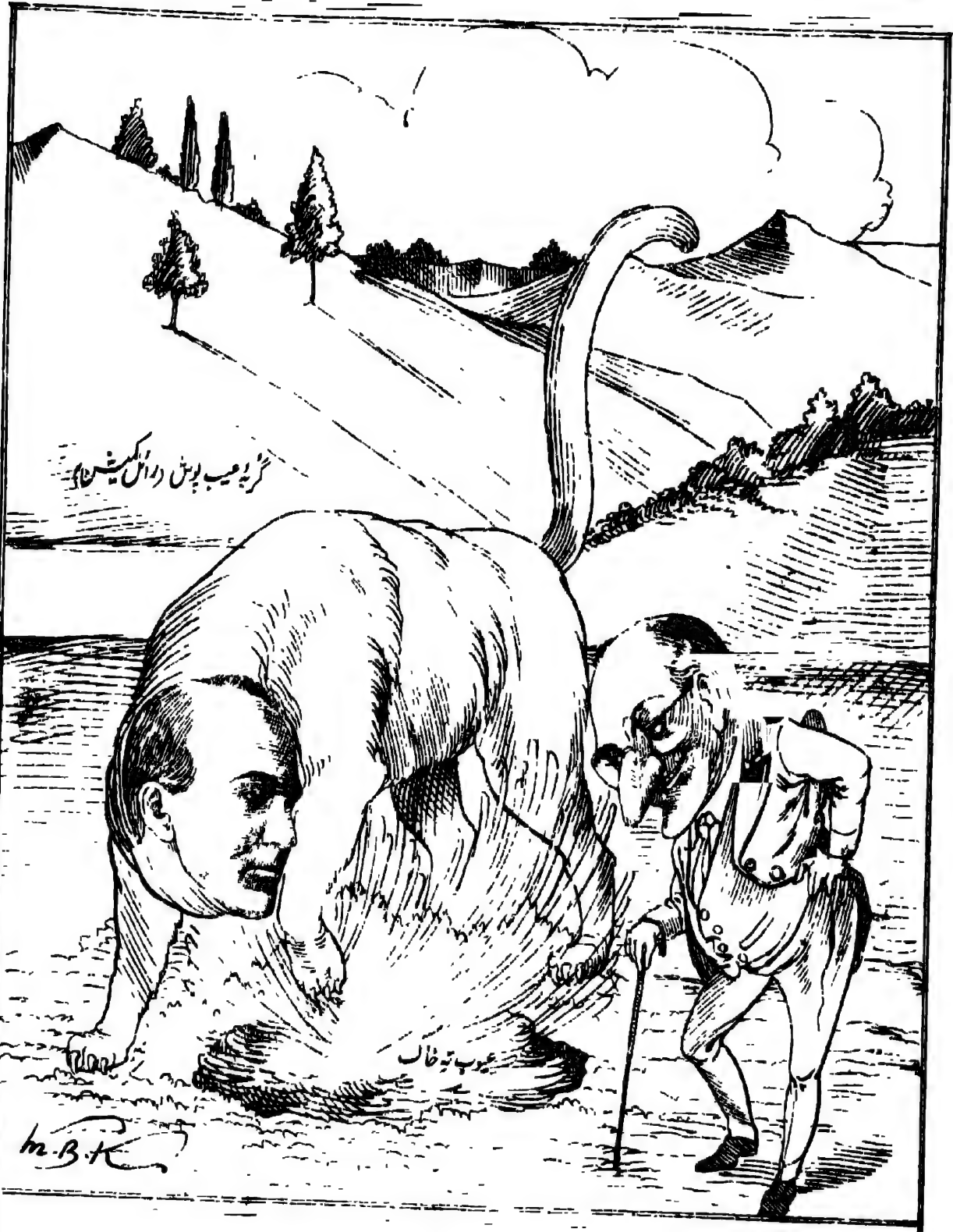
گربہ :- میاؤں - نگوڑے جاسوس بوسونگھ کے ساری غلاظت پہچان لیتے ہیں - اب اتنا گہرا کھود دوں گی کہ انھیں معلوم نہ ہو"

مسٹر پنچ - چوہے اس سے دھوکا کھا سکتے ہیں مگر ذری نیرلیں والے آدمی ہیں اُنھوں نے بہت سی بلیاں دیکھی ہیں -

قمرالزماں کے جواب دیا الحمد للہ اب وہ اگلا سا کارخانہ نہیں۔ عبید جوہری کو شاید خیاب کی عادت ہوگئی تھی۔ جلسے کے بعد دونو جدا ہوئے۔ قمرالزماں بڑی بی سے ملا۔ بڑی بی نے حلیمہ کا سوال سُن کے کانوں پر ہاتھ رکھا یعنی کمر کی ٹھلیا تمام ہوئی حیلہ سازی کی کتاب میں کوئی ایسی تدبیر نہیں جو بی حلیمہ کا مطلب بر لائے۔ یہ سُن کے قمرالزماں دنبی لیا مکان یہ استاد عبید جوہری کے انتظار میں بیٹھا۔ زوال شمس کے بعد میاں عبید تشریف لائے انھوں نے حلیمہ کی بتائی ہوئی تقریر نقل کی عبید نے التماس کی کہ آج کلبۂ احزان کو منور کیجیے کل اپنی بی بی سے مشورہ کرنے کے بعد انشاءاللہ دوسرا مکان خالی کرا لوں گا۔ وہ بھی آپ ہی کا ہے غیر کا نہیں۔ مگر خدا کی قسم کرایہ کا مذکور زبان پر نہ لائیے ورنہ مجھے ملال ہوگا غرض دونو باتیں کرتے گھر پہونچے۔ حسب دستور مہمان بازی ہوئی جب عبید کشتۂ بیداد زوجہ ہوا تو حلیمہ آئی رو رُو دسن کے دلاسا دیا کہ بس پالا مار لیا ہے۔ صبح کو میں کرایہ دار سے گھر خالی کروا لوں گی ہنگام سحر عبید نے مہمان کا قول بی بی سے نقل کیا۔ بی بی نے کہا سُنتے ہو جبھی میں تو اپنا مکان بغیر کرایہ کے نہ دوں گی تمھارے دوستوں کی تو انتہا نہیں جو اسی طرح دوستی ہوتی رہی تو مکان مفت الفتوں کا ہو جائے گا سادہ کار عبید بھی سمجھیں ہوا کہ صاحب تم بھی عجب بے مروت ہو مکان کی قیمت سے کئی حصہ زیادہ رقم وصول کر چکیں پھر بھی طمع سے دل خالی نہیں۔ اچھا میں دُکان پر جاتا ہوں تم کرایہ دار سے کہلا بھیجو کہ آپ کوئی دوسرا مکان تلاش کر لیجیے۔ حلیمہ نے بناوٹی غصہ دکھایا مگر جب عبید زن مرید چلا گیا تو کنیز کی معرفت مکان کے تخلیہ کا پیام دیا! اور ایک نہایت ہوشیار معمار کو بلوا کے کئی ہزار اشرفیاں اس کاریگری کے صلے میں دیں کہ وہ راتوں رات ایک چور رستہ خالی شدہ مکان سے اس مکان کے تہ خانے میں نکالے روپیہ حلال مشکلات ہے کام بھی کوئی دیر طلب نہ تھا ادھر کرایہ دار بوریا بدھنا لاد کے نکلا اُدھر مردگی معمار نے اپنی ہنرمندی کا ایسا مکمل نمونہ دکھایا کہ بی حلیمہ بھی مان گئیں۔ حبید نے قمرالزماں کو پہلے ہی سے مطلع کر دیا تھا کہ تعمیل ارشاد ہو گئی آپ اپنا ضروری سامان بھیجیے یہاں بجز فرش فروش لباس کے صندوق کے اور تھا ہی کیا دو مزدوروں پر اگر گھنگرلا دکے حضرت اپنی معشوقہ کے زیر سایہ متواری ہوئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ دفعۃً زمین میں شگاف ہوا اور بی حلیمہ سطح پر اس طرح ظاہر ہوئیں جیسے پانی پر لکڑی کا ٹکڑا ترا آتا ہے - باقی آئندہ

آزاد

سرزمین آگرہ سے ایک ماہوار ادبی رسالہ حضرت صبا اکبرآبادی کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے ایک جزو حجم اور سالانہ قیمت پانچ آنہ مقرر ہے۔ ٹائٹل پر پانچ آنے سالانہ قیمت دیکھکر ہمیں اندیشہ ہوا کہ شاید کسی چالاک اشتہار باز نے اپنے کارخانے کا نام مشہور کرنے کے لیے آم کے آم کھائے ہیں گٹھلی کے دام کھڑے کیے ہیں مگر ورق الٹ کے جو دیکھا تو سچ مچ کا رسالہ ہے۔ عزیز لکھنوی فردوسی دہلوی نہیں لکھائی اخفر نظامی حیدرآبادی۔ قمر بدایونی کے علمی و ادبی نثر مضامین ہیں فانی بدایونی آذری مچھلی شہری ماکی جائسی سیماب اکبرآبادی عیاں میرٹھی شیخ اکبرآبادی جگر مرادآبادی نجم آفندی اصغر گونڈوی نیز اکبرآبادی مرزا ثاقب لکھنوی کے نظم افادات فکریہ ہیں۔ مقوی دہاضم دواؤں کا اشتہار نہیں ہے۔ ابھی پہلا نمبر ہے غالباً دوسرا نمبر پہلے سے فائق ہوگا۔ نوجوان اڈیٹر صاحب نے ہمت کی ہے خدا برکت دے اور نمونہ بازوں یا دری لی مگا کے سون کھینچ جانے والوں کی بدعت سے محفوظ رکھے۔ مقام اشاعت قرول باڑہ اکبرآباد ہے۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"رائے وہی ہے جو بدلتی رہے"

پشاور میں سائمن کمیشن کے سامنے گواہی دیتے ہوئے سر عبدالقیوم نے فرمایا "پہلے طالبین اصلاح اس پر متفق تھے کہ ہمارے صوبہ کو اصلاحات سے بہرہ وافی ملنا چاہیے یہ نہیں تو پھر سرحدی صوبہ پنجاب سے ملحق کر دیا جائے تاکہ بڑوس میں جن برسے تو بوچھار ادھر بھی آ جائے مگر ہوا یہ کہ ۱۵ نومبر کو اُنھوں نے اپنی رائے بدل دی۔ خبر رہے دار تھی سائمن صاحب جھٹ سے بول اُٹھے کچھ مضائقہ نہیں تغیر لازمۂ فطرت ہے جب انسان نے بقصد کیا وہ کمیشن باتراب لیا تو ضمیر حربہ صفت ساختہ فنا ہو آن فانا رنگ بدلتی رہتی ہے واقعی اس اقرار فطرت سے گواہ کی پوری تسلی ہو گئی ہو گی۔ وہ آدمی ہی کیا جسے بواسیر ہو اور گوز پر گوز وضو پر وضو نہ کرے۔ لیکن سائمن صاحب! کیا وہ سرنوشت ازل جو سینہ میں تیار ہوئی تھی بدل جائے گی؟۔

ابھی واللہ آپ تو دل لگی کرتے ہیں۔ خواہ مخواہ مایوسوں کے دلوں میں تمنا پیدا نہ کیجیے۔ عقلا کا قول ہے "الیاس احدی الراحتین" امید جو بر آتی ہے اسمیں دو قسم کی راحتیں ملتی ہیں کوشش کے بحران سے نجات اور فوز مرام یاس اور مایوس کے واسطے ایک ہی راحت مقدر ہے وہ کیا؟

"آنکھ پھوٹی پیر گئی"

خدا کرے سر سائمن کا سایہ اوڈوائر منش لندنی افراد پر بھی تھوڑا سا پڑ جائے جن کی رائے ہندوستانیوں کے بارے میں کبھی بدلنے والی نہیں۔ رکابی پر "بش" کہنے سے بھی مرغا ایک ہی ٹانگ کا رہتا ہے۔ پھر رائے بدلنے کی تفصیل بھی مطلوب ہے کہ سائمن صاحب کی رائے ہندوستانیوں کی طرف سے بدلی یا ہندوستانیوں کے حق میں بدلی۔ واللہ اگر پھیر بدل کی روایت صحیح ہے اور سائمن صاحب حاطب اللیل نہیں جو رات کو جھاڑ جھونکنے میں گیلے سوکھے ایندھن کا امتیاز نہیں رکھتا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ رائے تو نہیں مگر آنکھ ضرور بدل گئی۔ یار ہندوستان کی دولت ہے مفت کی کھاؤ اور آئے بدلتے رہو یہی خدمت ہے۔ غریب لاجپت رائے کی جان

معزول معالجین ہمارے ہول" پولیس کے موہوں کی بدولت
گئی اگر دشمنوں کا قول صحیح ہے تو یہ ریفارم ۱۹۳۰ء کے
اختتام سے قبل اہل ہند کو مل گیا فذالک ہو الفوز العظیم"

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

سر سائمن کی بارگاہ قاضی الحاجات پر سائلین کا
نرغہ ہے۔ چنانچہ انگلو انڈین گروہ کی طرف سے بھی بعض مطالبات
پیش ہوئے ہیں۔ ہاں صاحب کریم کی بارگاہ ہے کوتاہی
اگر ہے تو ظرف سائل کی ہے خدا انخواستہ سر سائمن کے
بذل وسخا جود وعطا میں بال کی کمی نہیں۔ خالص
ہندوستانیوں کا یہ قول کہ دریا قسمت نے اسٹیج کا دریا
ہرگز قابل قبول نہیں۔ یارو کیا تم نے اُن سخی صاحب
کی حکایت نہیں سنی جو داڑھی پر ہاتھ پھیر کے انگلیاں
دیکھتے اور اُکھڑے ہوئے بالوں کے ہم عدد روپیہ سائل کو
عنایت فرماتے تھے۔ کچھ نہ اُکھڑے تو معطی کی کیا خطا۔
قسمت کا سارا قصور ہوگا۔ بہرحال انگلو انڈین طبقہ
کا مطالبہ معقول ضرور ہے سر سائمن داڑھی مونچھ رکھتے
نہیں ہاں خالی گالوں پر ہاتھ پھیر لیں گے جو کچھ اُکھڑ کے آ
گئے گا وہی تصدق فرمائیں گے۔ اپنے طبقہ کی نیابت
فرماتے ہوئے کرنل گڈنی صاحب نے کہا ہے

کس کی تمنا میں گنوں آپ کو تبلا اے شیخ
تو کہے گبر مجھے۔ گبر مسلماں مجھکو

ہم زیر و بم میں پھنسے ہوئے ہیں۔ نہ ہمیں یورپین اپنی
صنف میں داخل کرتے ہیں نہ ہندوستانی ہمارے
ہمدرد ہیں لہذا کچھ ایسا کیجیے کہ چالیس پچاس برس کے
لیے ہمارے اقتصادی حقوق محفوظ ہو جائیں۔ ریلوے
یا اور جس محکمہ پر ہمارا قبضہ ہے بحال خود قائم رکھا جائے۔
ہماری تعلیم کا انتظام مرکزی حکومت کے سپرد ہو۔ پچاس
لاکھ روپیہ اس غرض سے برآمد کر دیا جائے کہ اسکا
سود ہمارے فرقہ کی بہبودی میں صرف ہو۔ وظیفہ جاری
ہوں۔ اور کونسلوں میں نیابت کی کرسیاں بھی مخصوص
کر دی جائیں۔ سچ پوچھیے تو کرنل صاحب نے زیادہ طلبی
نہیں فرمائی۔ اگر وہ ایک علیحدہ صوبہ صرف انگلو انڈین
جماعت کی سکونت کے واسطے خالی کر دینے کی خواہش
ظاہر فرماتے یا چاہ کی آبیاری کشت زار کے واسطے
ہندوستانیوں کی ملیاں طلب کرتے تب بھی کم تھا بلاشبہ
ہمیں تہذیب کے جزو و آخر سے اختلاف ہے یعنی خالص
ہندوستانی انگلو انڈین حضرات کے ساتھ ہمدردی
نہیں رکھتے۔ کیا معنی کہ ایک تھا زرافہ دشتر گاؤ پلنگ
جب وہ اونٹوں کی منڈی میں پہونچا اور اونٹ اسکی
آؤ بھگت کرتے تو وہ مارے غرور کے اپنے چیتے کی سی کھال
دکھاتا اور کہتا "منم پلنگ" یا کبھی گائے بیل کے گلے میں
گزر ہوتا اور وہ بیٹھے ہوئے بکریوں کے باعث اپنی بلندی
کا جانور سمجھ کے استقبال کرتے تو حضرت اونٹ کی سی گردن
بلند کر کے بلبلانے لگتے کہ "دور باش منم سربلند خاں" بلا نا
اشتر و کرنل گڈنی کی جماعت نے کبھی اپنے تئیں ہندوستانیوں
کے ذیل میں داخل نہیں کیا۔ اور اگر کسی ہندوستانی ساد
لوح عقل کے دشمن نے انھیں اپنا بھائی نہ سمجھا تو اسکی
شامت آئی توہین وآبرو ریزی کا دعویٰ الگ ہوا۔
ٹھوکریں جدا کھائیں۔ ہمارا اشارہ تمام جماعت کی طرف
نہیں بلکہ بیشتر افراد کی جانب ہے جنکا طرز عمل کچہری کے
مصدق کاغذوں سے ثابت ہو سکتا ہے آپ کو واشد
یہ بھی کوئی شکایت ہے کہ ہمارے لوگوں کو ٹھوکریں
مارو تب بھی ہمدردی نہیں کرتے گولیاں دو تب بھی ناراض
ہوتے ہیں۔ قید کرواؤ تب بھی ہمیں برادری سے خارج
سمجھتے ہیں۔

تعوذ بر تو اے چرخ نیلی تعوذ

شتر و گاؤ کا تو یہ عذر باقی ہے چیتے کی کھال کے گل کو
اسکا جواب چیتوں سے ملنا چاہیے۔ آخر وہ کیوں ہمدردی
نہیں کرتے ؟

نجوم طالع کا صعود ہبوط یا روئی کے بھاؤ کا اتار چڑھاؤ
پروفیسر سندر شکتی سکینک سرکاری نجومی یا جوتشی
صاحب دہلی سے تحریر فرماتے ہیں کہ یکم پنجم ششم دسمبر کو
روئی کا بھاؤ دبے گا۔ ہفتم وہشتم دسمبر کو پھولیگا۔ نویں
دسمبر کو چمک جائیگا بارھویں تیرھویں دسمبر تک پھر
گندہ ہوگا۔ غرض تمام دسمبر میں دھونکنی کی کھال یا
معشوق تند خو کے گال کا سا حال رہےگا۔ زود رنج بلا غرض
ہمیں اُمید نہیں کہ ہمارے ناظرین میں کوئی نرم و گرم طبیع
روئی کا سوداگر ہو۔ یہ پہلی اطلاع ہے جو ہمارے جوتشی صاحب
نے بہ لنا ر علم غیب سے عمل کر کے ہم تک خفتی ہونی برغرض
اشاعت پہونچی ہے۔ لہذا ہم ان لوگوں کی خاطر سے جو
سردی میں روئی لحاف و دلائی کے لیے لینا چاہتے ہیں ان کو سستا
مال ڈھونڈھتے ہیں صرف اس خیر نہ جوتشی صاحب کا
حکم قبول کرتے ہیں۔ کیا معنی کہ ارزانی اس تاجر کیواسطے
مشہور ہے جس نے گرانی کے وقت ذخیرہ جمع کیا اور گرانی
اس خریدار کے حق میں جس نے ارزانی کے وقت خرید کا
ارادہ ترک کیا۔ بھاؤ کا مہنگا اور سستا ہونا تاجروں
کی اختیاری بات ہے۔ تاجر اگر جوتشی صاحب کے حکم پر
عمل فرمائیں تو پھر گرانی اور ارزانی مترادف ہو اور عجب
نہیں کہ گرانی زیر تجارت ملتوی ہو جائے۔ اس قسم کی
خبروں سے ہمارے جوتشی صاحب تھوڑا سا کاغذ اور
ڈاک کا ٹکٹ خرچ کر کے اچھی خاصی شہرت حاصل فرماتے
ہیں یہ تجارت بے شک نفع کی ہے مگر اخباری کاغذ اس
نفع میں شریک نہیں کیے جاتے۔

"یک کرشمہ دو کار"

انسانیت کا ربط گفتگو سے

کپورتھلے کے مہاراجہ یورپ کے سیر سپاٹے سے تشریف
لائے تو رعایا نے استقبال کیا ایڈریس کا جواب جو کچھ
عنایت ہوا وہ معزز اخبار عام لاہور سے نقل کیا جاتا ہے۔

"ہم تم سب کو دوبارہ دیکھ کے بڑے خوش ہوئے ہیں
اور جس طریقہ سے تم نے ہمارا خیر مقدم کیا ہے ہمارے لیے
بڑی مسرت کا باعث ہے۔ اس سفر کے دوران میں کامیابیاں
شاہ ہسپانیہ کی جانب سے ہیں اور ٹکہ راجہ صاحب کو
جو موقع حاصل ہوئی ہیں وہ ہمارے لیے موجب فخر
ہیں بڑی خوشی کی بات ہے کہ امسال اعلیٰ حضرت
شاہ حبش نے بھی ہمیں اعلیٰ خطابات دیے ہیں۔ یہ امر
بھی ظاہری باعث مسرت ہوا ہے کہ مہاراج کمار صاحب
کی شادی ہوئی ہے اور تم لوگ اسکے لیے سب مبارکباد کے مستحق ہو"

یہ جواب ایڈریس انسانیت سے وہی تعلق رکھتا ہے جو خالق کی
جواب ہنسی بر لشکر ہوتا۔ یہ تو غالباً بھانڈوں کی اس نقل
ماخوذ ہے جسکی انتہا ادھر دیکھیے تو خوشی ادھر دیکھیے خوش نصیبی سے
ہوئی ہے واہ ست اللہ فی گئے حبش گئے ہسپانیہ گئے
جیسے گئے تھے ویسے ہی چل پھر کے آ گئے۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کے لیے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں ورنہ بخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبانِ مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کو بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف تمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ پرچہ کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو لتخانہ پر زیادہ سے زیادہ پرچہ خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت۔ شاید اس عادت کا علاج ہو یا۔ جب کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لمیشن: "شکر ہے آگئے پہونچ گئے۔ شابش ہے میرے گدھے کو۔ رسوائی کا بوجھ بھی لاد سکتا ہے"

پنچ: ہاں صاحب! کیوں نہ ہو آپ کا گدھا بھی اچھا اور یہاں کی آؤبھگت بھی اچھی۔ وہ رسوائی لادے لادے پھرتا ہے یہ گوبیک اور بائیکاٹ کی صدا پر فیر کرتی ہے۔ لا اہلاً و لا سہلاً۔

اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۲۸ء | رجسٹرڈ نمبر اے ۶۸۳ | جلد سیزدہم

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے اساتذہ فن کے علم سینہ کو علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا گوئی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ہو۔ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے اطلاعات کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہئے کہ اودھ پنچ ایک شستہ وظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کرسکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس میں آپکے ذوق کے مضامین ہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ بخیریت بالسلامت رہیں ورنہ ایک نمونہ کیا دیگا نہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند صاحب ملکر سالانہ خریدار بنیں۔ یہ قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کرالیں۔ وہ ہم دردم نہیں تو قومی کوشش سے فائدہ اُٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے پرچے کے نام ضرور آتے ہیں ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر نیازمندانہ پرچہ نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا ہمارا تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے ...... اصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی مصلحت پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین ... کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

... نمبر ... اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جوکہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

قمرالزماں وحلیمہ

نمبر ۴

(لاحق بہ سابق)

کھولتی ہوئی دیگ سے قہقہہ کی آواز بھی نکلتی ہے اور دھواں بھی بلند ہوتا ہے۔ حلیمہ نے بھی جلتا ہوا ٹھٹھا مارا اور کہنے لگی "معلم صاحب خوب دیکھ بھال کے اطمینان کر لیجیے شاید قمرالزماں کی لونڈی کے بھیس میں حلیمہ بندی نہو۔ اے ہاں وہی شکل ہے دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالا۔ کیا تعجب ہے حلیمہ اور قمرالزماں نے آپ کو دھوکا دینے کے لیے فریب کیا ہو"

معلم اسعد ریشٹ پٹایا ہوا تھا کہ ہاتھ جوڑ کے گڑگڑانے لگا "بیگم مجھے رتی بھر تمہاری طرف سے بدگمانی نہیں۔ بھلا تم اور یہ کرتوت؟ مگر بشریت سے مجبور ہوں تم ہی انصاف کرو کہ اگر تم میرے ہم صورت شخص کو غیر عورت سے باتچیت کرتے دیکھو تو تمہارا کیا حال ہو۔ سچ ہے بے ہمتائی اُس ذات پاک کے شایان شان ہے جسکا شبیہ کوئی نہیں۔ اب کان پکڑتا ہوں۔ خطا معاف کرو"

بیگم انگارے کی طرح لال ہو رہی تھیں میاں کے چھینٹوں سے دھیمی ہوئیں پھر بھی اصرار کرتی رہیں کہ صاحب آپ ابھی اپنے دوست کے یہاں جائیے اور خوب غور سے لونڈی کو دیکھ آئیے ایک آدمی دو جگہ تقسیم نہیں ہو سکتا۔ میں یہیں کھڑی ہوں اگر وہ عورت قمرالزماں کے پاس ہو تو خیر نہیں تو سمجھ لیجیے کہ میں ہی تھی جو دکان پر قمرالزماں کے ساتھ گئی تھی۔ اُس وقت آپ کو اختیار ہے کہ بندی کا سر منڈا کے گدھے پر سوار کرا دیجیے"

اُستاد عبید بیچارے کئی مرتبہ جھیپ چکے تھے مگر معاملہ بہت نازک تھا تعمیل ارشاد بیگم پر آمادہ ہو گئے۔ بیگم خشک حوض (سرداب) میں غوطہ لگا کے آشنا کے گھر میں اُبھریں۔ اور قمر کو حکم دیا کہ جلدی دروازہ کھول دو میاں آتے ہیں اُس نے لپک کے دروازہ کھولا اتنے میں عبید نے آواز دی میں آگیا"۔ قمر نے کہا تشریف لائیے عبید آتے ہی معذرت کرنے لگا کہ بھائی صاحب جسوقت آپ تشریف لے گئے تھے میں متفکر تھا اسوجہ سے کنیز کے بارے میں اچھی طرح رائے نہ دے سکا۔ شاید آپ کو میری بے رخی سے رنج ہوا ہو۔ اب اطمینان سے حاضر ہوا ہوں۔ بی حلیمہ فوراً جھکیں اُستاد عبید کے ہاتھ آنکھوں سے لگائے دونوں بیٹھے عبید باطمینان حلیمہ کی صورت دیکھتا رہا۔ دو گھڑی ادھر اُدھر کی باتچیت کر کے اٹھ عبید اپنے محل میں آیا بی بی کو جس طرح چھوڑ گیا تھا اُسی طرح بیٹھا پایا۔ میاں کی صورت دیکھتے ہی بی بی نے پوچھا کہو کیا خبر ہے۔ لونڈی وہاں ہے یا نہیں؟۔ کہا بے شک ہے۔ پھر ٹھنڈی سانس بھر کے ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف [illegible] کی تلاوت کی اور دوجے بائیں گال پر بوسۂ آشتی وصلح دے کے دکان کی راہ لی۔ یہ صنعت میں مشغول ہوے بی بی سنگار میں۔ دن گزرا رات آئی۔ میاں قہوہ پی کے سوئے۔ بی بی رات بھر جاگنے کے لیے آشنا کے پاس سدھاریں۔ دو تین روز تک یہی کرشمہ رہا کہ اُستاد عبید اپنے دوست کے پاس ٹھہرتے تو گھر والی سمیت اپنا گھر نظر آتا اور اپنے مسکن میں تشریف رکھتے تو ایک تنکا بھی بدلا نہ دکھائی دیتا۔ دفتہ رفتہ بدگمانی بالکل زائل ہو گئی۔ آخر ایک روز حلیمہ نے چند تھیلیاں اشرفیوں کی قمرالزماں کو دیں کہ اب چلنے کا سامان کرو۔ کہیں ایسا نہو کہ بھانڈا پھوٹے تو بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔ قمرالزماں نے بازار سے غلام اونٹ خچر صندوق کجاوے بار برداری کا سامان خرید کیا جب کل ضروریات مہیا ہو چکیں تو حلیمہ کے مشورے سے عبید کے پاس آیا اور حرف رخصت زبان پر لایا۔ کہ بھائی صاحب عمر سفر کو نا۔ اب بندہ عازم وطن ہے واللہ آپکے الطاف و عنایات عمر بھر یاد رہینگے خدا گواہ ہے غربت میں وطن کا مزا پایا۔ انشاء اللہ آج کے چوتھے روز کوچ ہے۔ دوران قیام میں اگر کوئی قصور سرزد ہوا ہو تو بحل فرمائیے۔ عبید نے ادبری دل سے کہا۔ ہائیں ہائیں یہ کیا کلام ہے بندہ بہرحال آپ کا رہین منت ہے کیسا قصور کیسی خطا آپ کا قیام باعث برکت ہے گو میں ایسا بے درد نہیں ہوں جو آپ کے والدین کی محبت پر اپنی صحبت کو ترجیح دوں خیر اگر یہی ارادہ ہے تو بسم اللہ دیکھیے اس دور افتادہ خادم کو نہ بھول جائیے۔ قمرالزماں نے عرض کیا بھلا یہ کب ہو سکتا ہے آپ بھولنے کی چیز نہیں واللہ مروت یاد آئیں گے۔

پنپال جہیں کے بعد قمرالزماں نے گزیئے پیسو اشرفیاں پیش کیں عبید نے قسم دے کے واپس دیں۔ تین روز میں حلیمہ خبیثہ نے گھر کا ٹاٹ ہزار یا سونے کا ایک تار نہ چھوڑا سب آشنا کے حوالے کر دیا۔ ہاں خالی صندوق اور فرش فروش کی چیتھڑیاں رہ گئیں ظاہراً مکان جیوں کا تیوں رہا۔ جب رخصت کا ایک روز باقی رہ گیا تو حلیمہ نے قمرالزماں سے کہا کہ سنو پیارے تمہارے کارن بندی نے یہ پاپڑ بیلے خاوند کو تم پر تیاگ دیا اب قدردانی تمہارے ہاتھ ہے۔ کہیں ایسا نہو کہ سکھانے بھڑکانے سے بیوفائی کرو اور دھتا بتاؤ۔ میری جان دنیا میں کسی طرح چین نہیں میسا

ورود سرسائمن کا مضحک منظر نمبر (۱)

پولیس

سنتی جھیلی کڑی اٹھا لی
جولات کڑی پڑی اٹھائی

تمھیں جان سے بڑھ کے چاہتی ہوں مگر تمھارے دل میں یہ خیال ضرور آئے گا کہ جس عورت نے ایسے چاہنے والے خاوند کے ساتھ دغا کی وہ آشنا کے ساتھ کیا نباہے گی۔ یہ بات ہے تو صحیح مگر خوب سمجھ لو کہ جس عورت نے ایسے عیش آرام پر لات ماری معشوق کے آگے چاہنے والے خاوند کی پروانہ کی اس نے جو کچھ کیا محبت کے دباؤ سے کیا۔ ابھی راز کھل جائے تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے ایسی جانثار جاں باز عاشق پر بدگمان کرنا شریعت عشق کی رو سے حرام ہے۔ سچ کہتی ہوں اگر جوتی پر رکھ کے روٹی دوگے تو میں چوم چاٹ کے کھا لوں گی۔ ہمیشہ لونڈی رہوں گی۔ آقا تمھیں بناؤں گی۔ ہاں ایک بات کا کھٹکا ہے کہ بیوی بن کے رہی اگر ساتھ نہ رہے تو راز کھل جانے کا اندیشہ ہے میں نے اسکی تدبیر بھی پہلے ہی سے سوچ لی ہے دیکھو آج میں اُسے بے نشان بے قصور سزا دوں گی۔ میاں سے کہوں گی کہ یا تو یہ قحبہ گھر میں رہے یا میں رہوں۔ خدا گواہ ہے جو ابھی اسے بازار نہ دکھایا تو سر بازار نکل جاؤں گی۔ وہ لونڈیا کو ساتھ لے کے بازار دکھانے کے قصد سے باہر نکلے گا تم تاک میں رہنا اور جس طرح بن پڑے اس کنیز کو حاصل کر لینا

الغرض حرف و حکایات میں شب تمام ہوئی گجر بجتے ہی قمرالزماں کے دروازے پر اونٹ خچر عکام چارپادار آ پہونچے مال متاع بار ہونے لگا خالی تخت رواں پر موٹا زرنگار پردہ ڈالا گیا۔ ادھر یہ تیاریاں تھیں اُدھر حلیمہ نے عبید کو لونڈی بیچنے پر آمادہ کیا وہ غریب غافل از مکائد کنیز کا ہاتھ پکڑ کے باہر نکلا۔ قمر تاک میں تھا حال پرسی کے بعد کنیز کا طالب ہوا کہ بھائی صاحب آپ کی بھاوج تنہا سفر کر رہی ہیں ہمراہی میں ایک عورت ضرور ہونی چاہیے جو قیمت فرمائیے حاضر کروں۔ محبت عجب چیز ہے لینا دینا کیسا۔ کنیز بھی بیٹھے جہیز میں ہاتھ لگی۔ عبید حلیمہ کے پاس آیا اور بہ کشادہ پیشانی کہنے لگا۔ شکر خدا کہ آج قمرالزماں اپنے وطن جاتا ہے۔ میں بھی ایک منزل تک مشایعت کروں گا۔ ناشتہ تیار کر دو حلیمہ پہلے ہی سامان کر چکی تھی۔ ناشتہ کا رومال حوالہ کیا۔ میاں نے بی بی کا آخری بوسہ لیا اور خدا حافظ کہہ کے قافلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بی بی سرداب میں دوسری طرف قفل لگا کے تخت رواں پر لدیں لونڈی کو ردیف بنایا۔ عبید خود سوار کرنے آیا بغلوں میں ہاتھ دے کے تخت رواں پر بٹھایا۔ قمرالزماں نے حلیمہ سے کہا او لونڈی اُستاد جوہری بھی تیرا آقا ہے دست بوسی کر۔ حلیمہ نے میاں کے ہاتھ چومے۔ ایک گھوڑے پر قمرالزماں دوسرے پر عبید سوار ہوئے جرس بجا قافلہ نے کوچ کیا۔ ایک منزل تک عبید ہمراہ رہا دوسرے روز عبید کو قسم دے کے قمرالزماں نے رخصت کیا۔ دونوں گلے مل کے روئے۔ جیسے ہی عبید آنکھوں سے اوجھل ہوا حلیمہ نے قمرالزماں سے کہا کہ مشہور کہاوت ہے چھوڑ دو ورنہ یہ پھر ایسے جا ہی گئے۔ میں نے تو کہہ دیا ہیرے کہیں ہزار بار غصہ دلایا کہ مجھے طلاق دیدے۔ مگر مطلب پورا نہوا اور یوں نکلنا پڑا۔ عبید مرد غیرت ہے گھر پہونچتے ہی اُس پر سر بستہ راز کھل جائے گا ایسا نہو کہ دو منزلہ سہ منزلہ کرتا یہاں تک پہونچ جائے شاہ بصرہ اُس کا دوست ہے مقدر فوج بھی ساتھ ہو گا اُس وقت کچھ بن نہ پڑے گی۔ قمر اس مشتری کا تابع فرمان تھا فوراً خمسہ متحیرہ کی طرح اُلٹی سیدھی چال چلنے لگا۔

بعد قطع مراحل و طے منازل میاں قمرالزماں بکار معشوقہ کو مال نال سمیت ہمراہ لئے وطن کے قریب پہونچے۔ عبدالرزاق کو خط لکھا کہ بندہ مع الخیر والعافیۃ بعرشش نام مقام میں آج وارد ہوا بفضلہ تعالیٰ اس مبارک و مسعود سفر میں خوب نفع کمایا۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں سلام اور خواہر عزیزہ کو دعا۔

عبدالرزاق اپنے فرزند کی طرف سے متشوش تھا خط ملتے ہی خوش ہوا استقبال کی تیاریاں ہونے لگیں۔ بازار کے تمام سوداگروں نے عبدالرزاق کو تہنیت دی۔ سب مل کے بطور پیشوائی منزل صالحیہ تک گئے۔ باپ بیٹے کے گلے میں باہیں ڈال کے خوب رویا۔ جب دل ساکن ہوا تو حال پوچھا کہ یہ تخت رواں کیسا ہے اور اسمیں کون ہے صاحبزادے نے عرض کی کہ گھر پہونچ کے حال کہوں گا۔ سب باتیں کرتے خوشیاں مناتے محتاجوں کو خیرات بانٹتے تاجر کی محلسرا تک آگئے۔ بی حلیمہ تخت رواں سے اُتریں ساس سسرے کو سلام کیا۔ ساس نے پوچھا "بی تم کون؟" کہا "جی میں آپ کی بہو ہوں" ساس نے منھ چوم کے دعا دی کہ خدا تمھارا سیر بھاگ وان کرے۔ جب تمام سامان و اسباب قرینہ سے رکھ دیا گیا۔ کھانے پینے سے فراغت ہوئی تو عبدالرزاق نے صاحبزادے سے کہا "بیٹا اب بتاؤ کہ یہ بی صاحب کون ہیں۔ میں انکی چتون سے کسقدر ڈر رہا ہوں۔ تم نے انہیں خریدا ہے یا باقاعدہ نکاح کیا ہے۔ قمرالزماں نے جواب دیا کہ ابا جان یہ وہی عورت ہے جس نے مجھے آوارہ وطنی پر مجبور کیا وہ آوارہ گرد فقیر آپ کو یاد ہوگا جو فلاں شب

گروہ پابند وضع قدیم

شاگرد (ایران) گروہ پدر فراموش

شاگرد کابل

(اسکول ماسٹر کمال)

تاریخ
LATIN
PRIMER
PRICE

مدرسۂ جدیدہ

اسکول ماسٹر (مصطفےٰ کمال) دَورِ تاریک کی علامت مٹا دو - پرانا سبق بھول جاؤ - (ALL) ABROAD

ایران :- آرے آرے - من نیز حاضر میشوم - لیٹن پرائمر در بغل - شصت لک ریال یک حرفِ لیٹن نمی ارزد -

کابل :- من ہم -

گروہ قدیم :- مرے سو ہم -

تم جب دست کاریگر ہو دکان سنبھال لینا۔ اور اگر بادشاہ مستفسر حال ہو تو کہدینا کہ وہ بقصد حج روانہ حجاز ہوا اب آپ ہر جمعہ کو بازار میں جبس و قرق نہ بٹھائیے۔ خلق خدا کو آزار نہ پہونچائیے ؎

گر آپ کی پھرے شیخ جی کعبے کے سفر سے
تو جانے پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

الحاصل دس روز دکان کا اندوختہ فروخت کرنے میں صرف ہوئے پھر تخت رواں پر نوخیز میکنیزی یعنی مصنوعی حلیمہ کو بٹھا کے چلتا دھندا کیا اور کسی پر یہ راز نہ کھلنے پایا کہ عبید کی جورو چل دے گی لوگوں نے خدا سے دعا مانگی کہ اب وہ دن نہ آئے جو اسکی تنالہ جورو اس شہر میں قدم رکھے۔ تمام شہر نے رخصتی کے دن خوشیاں منائیں شہر بھلے کے شرفاء دولت خانہ پر جمع ہوئے دعا کی کہ خداوند معظم عبید بیٹے حرم کے ساتھ حج اپنے گیا اب عبد اسید ہی موقوف فرمایئے۔ بادشاہ برہم ہوا کہ تم نے اطلاع نہ کی یا تو ماشو دولت سے رخصت کا طالب بھی نہ ہوا۔ خیر آمد و سے جمعہ کے روز کوئی نیدا سید ہی۔ رعایا کے عائد حال نہ ہوگی۔

ادھر استاد عبید حشم و خدم کے ساتھ چلے جاتے تھے کہ ابتدا ہی ڈاکوؤں نے آگھیرا۔ اونٹ خچر مال متاع لونڈی غلام سب کچھ لے بھاگے یہاں تک کہ انکے تن پر لستر بھی باقی نہ چھوڑا۔ تو ایسے اتفاق سے یہاں پنچ کی دوست فسانہ بیچ ختم ہو جاتا۔ پھر ہم اپنے دوستوں کا دل کیونکر بہلاتے۔ باقی آئندہ۔

بیچارے ہونر صاحب پر رحم کرے جنھوں نے جریدہ ایوننگ لورپول اکسپریس پر ہتک آبرو کا دعویٰ کچہری میں دائر فرمایا اور طالب تاوان ہوئے۔ آپ جانیے کمبخت اخبار نویس کسی کی عزت کو عزت نہیں سمجھتے پھر عزت بھی وہ جو مسٹر اے دہاراجہ (کشمیر) کی مقدس دعوت بھڑوائی کے سلسلہ میں حاصل ہوئی ہو۔ جریدۂ مذکورہ نے مسٹر ہونر کو سرتاج مجرمین پیشہ ور کا لقب دیا تھا۔ ہونر صاحب ٹھہرے ولایتی جنٹلمین جن کی عزت کسی طرح آ کے جانے کا

منظر دوم (یکے از غلامان سرکاری)

ساقیا لا کہ بہار آئی ہے
لا پیالا کہ بہار آئی ہے
کچھ پروا نہیں۔ ویل کم۔ صاحب ویل کم۔ ویلکم۔

نام نہیں لیتی۔ انھوں نے دعویٰ ٹھونک دیا کہ بندے کی آبرو کرکری ہو گئی ہے دلواؤ تاوان۔ چلیے چھان بین کا بازار چھڑ گیا اور اب تان یوں ٹوٹی کہ مبلغ ایک عدد تانبے کا پیسہ بطور عزت بہا انصاف کی عدالت سے ہونر صاحب کو نقد مل گیا۔ لورپول اکسپریس کا وکیل بھی ڈل لگی باز تھا اُس نے ایک پیسے (فارونگ) کے عوض ایک پونڈ میز پر رکھ دیا کہ حضرت ایک پیسہ لے لیجیے اور باقی دام واپس کیجیے اُنیس شلنگ گیارہ پنس تین فارونگ یعنی ادا کیے اور ایک فارونگ کی رسید لکھ دی۔ دیکھا آپ نے یہ کہلاتی ہے پیسے کی عزت "مصنف کی زبانی تجویز بھی میاں ہونر کے حق میں ایک نثر قصیدہ ہے فرماتے ہیں کہ ہونر کسی عزت کا مالک ہی نہیں جسے نقصان پہونچے نقصان و کمال موجود سے متعلق ہے معدوم سے علاقہ نہیں رکھتا۔

ہمارے نزدیک تجویز عمل کے خلاف ہے کیا معنی کہ پھر ایک پیسہ حاکم صاحب نے کس چیز کی قیمت پر دلوایا؟ دوسری دلیل یہ ہے کہ جس شخص کی عزت مہاراجہ کشمیر سا والی ملک کرے وہ ذلیل کیونکر ہو سکتا ہے کل اگر مہاراجہ نے کسی کو دیوث الدولہ قرنان الملک قلتبان یار جنگ کا خطاب عنایت فرمایا تو کون ہے جو عزت میں شک کرے؟

ایسے ملذذ کا کنوں کی قدر و منزلت اگر معرض اشتباہ میں ہے تو زنان ہندوستانی خصوصاً محبوبۂ امرا کا دربار دیکھیے لعبتان معززین کی خوشامد سفارش کے سرکار رئیس الدولہ بہادر دوام ریاست کی حضوری میسر آ جائے تو ہم گنہگار۔

غضب ہے اتنے بڑے بڑے مہاراجہ کو ٹکھو پر بٹھاتے ہیں: مرد تیا ذلیل دنیا اُس کے دام ایک پیسہ لگاتی ہے۔ وہ مرد معزز جس نے صدہا بازار لوانیں حسن سعی سے رانی مہارانی بیگم کے مرتبے پر پہونچا دیا ایسا گیا گزرا ہے۔!

عجب نہیں کہ اس فیصلے کے خلاف معزز پیشہ بھڑووں کی جانب سے (باصطلاح حال) پُرزور صدائے احتجاج بلند ہو۔ اور ان کے حسن کارگزاری کے رہین منت امراء دامے درمے سخنے قدمے ان کی مدد کریں۔

سیروں سولن

دشوار ہے مگر محال نہیں کہ ایک تیتر کمبخت بر خلاف فطرت کا مرغی کے ساتھ مرتکب ہوا اللہ کی دین مادہ حمل ہو گیا مرغی انشاسی ہوئی دن گزرے انڈا نکلا انڈے سے بچے صاحب برآمد ہوئے۔ ہوتے ہوتے وہ وقت بھی آ گیا کہ بچے صاحب نے بانگ دی مگر بانگ تھی

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ہتم بالشان عزت بہا

لاش کا وزن کم کرنے کے لیے انتہائی شیخ چلی نے کتنے یا ممنوں کو چند بال اکھاڑنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ لاش بھاری رہی یا ہلکی ہو گئی لیکن تدبیر کی اصابت آج تک ضرب المثل ہے۔ خدا

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ لبشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کرسکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہٰذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ با خیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر نیاز مند منیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے لیکن اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات با حفظ مراتب ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہٰذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تقاضا طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کردیا جاتا ہے۔ لہٰذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کرلی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

پیٹ منہ پیر حیثیت سے آگریں۔
خدا کا شکر ہے کہ حاضر مضمون نگار کی پہلی دو پھلجھڑیاں بدسرکار پنچ دام اصلاحہ کی گرم تھا ہی سے تیور نٹیں اُنھوں نے خوب دراشتی دکھائی۔ ہیکلوں ڈبلی بہل بھی متوجہ ہوگیا اور سرکار نے پولیس کو بھی اشارہ کردیا۔ مذہاں خانہ جام سے دیدہ کی جابجا ہیں کہ غنیتیں اپنا عیب کرنے کھترے نیا چھپا ئیا۔ بالفعل دو تین قحبہ خانے اُجاڑے گئے ہیں۔ خیر تکی دیوار کی ایک ہی اینٹ نکلنی مشکل ہوتی ہے۔ ایک نکلی تو دوسری اور تیسری بلکہ سب آسانی سے نکل سکتی ہیں۔ تاہم قلم کی لیبولی سوال رکھنی چاہیے ورنہ اس گروہ کے قبضے میں اخبار بھی ہیں انجنیر بھی اور کمبخت منت کام کرانے کو موجود ہیں۔

پگڑیاں

نظم آتش بہار نے لعنوان رنگین صرف دو ہی مرتبہ برلی ہت پھول کی سیر دکھائی تھی کہ یاروں کی عقل گم ہو گئی کو ئی سیل کے رہ گیا۔ کوئی انار کی طرح چھوٹتے چھوٹتے پھٹا خصوصاً سیل میں صاحب کی مین سل تو اتنی سرد پائی کہ تو بھلی۔ میدان میں قائم کون رہا بچلے سورتی صاحب کی زبانی چھچھوندر جو گھر گھر کی خبر لاتی ہے۔ یہیں سے غلطی ہوئی۔ ٹاٹا پا اٹھا لیا ورنہ کلکتہ پونا بمبئی سورت اجمیر تک سوسوسوسوسو کی صدا نہ پہونچتی۔

حضرت کا عجیب عالم ہے۔ دانت کٹکٹاتے ہیں آستینیں چڑھاتے ہیں۔ چلتے ہیں اور سو سو سو کرکے رہ جاتے ہیں کہ بات کیا ہے ذات والا کا وجود کسی انا ڑی آتشباز کار ہین منت ہے۔ بارود ناہموار بھری گئی ہے بلکہ تعجب نہیں جو بھانڈوں کی آتشبازی کی نقل نہ اتاری ہو۔ راجہ رنگیں میاں

ناقل ہے کہ حضرت کی طبع کو گرد نا کو عشق لکھدیا سوئی دکھائی تو تھا اسفور س کی طرح گو ستاروں میں جیا ہے شہرت کو بیچ بول دیا۔ واقعی فراق گلنزار و گلشن آسان نہیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ دو سو برادر نے اس خیال سے کہ آگ دامن آبرو میں لگ چکی کہیں ایسا نہو کہ باپ دادا کے حق پر بھوت ذلی کے خرمن میں جا لگے گھر سے یوں نکال باہر کیا جیسے لکھنؤ کے نان کرا چپیڑ تو لے۔ شیخ صاحب کے استقبال میں "گو بیک" کا "بلون (غبارہ) اُڑایا تھا جیسے حضرت میاں سورتی نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ ہوا جدھر لے گئی اُدھر سدھارے۔ کلکتہ گئے بمبئی گئے آخر ہوا نکل گئی دھواں خارج ہوگیا تو سورت کے خارزار میں گر پڑے۔ گلچینی گئی چولھے بھاڑ میں خار چینی و خارکشی بھی اس کوچے کی کشش کے واسطے کافی ہے ؎

اک مدت پائے خار رہے اک مدت گلشن تابی کی
برسوں ہوئے ہیں گھر سے نکلے عشق نے خانہ خرابی کی

بیچارے جب اپنے دوستوں کو خیریت نامہ لکھتے ہیں تو اُسمیں بھی شعلہ افروزی عشق کے مقابلے میں اپنے ثبات کا ررررر بعد درج کردیتے ہیں۔ خیریت نامہ بھی

چھپانے نہیں کو چوری کے عیب خالی نہیں ہوتا کیا حق کی لیاقت ہے معمولی ایک ہندوستانی کتاب فرنگی کی نظر عنایت اور ایک میاں جی کے دست شفقت کی بدولت کچھ شد بد آگئی اور بن بیٹھے علامہ وقت۔ لہذا اخباری کا غذوں ناہمواری رسالوں۔ ناولوں کہانیاں ڈراموں کی عبارت بر سبیل استحصال بالجبر غلط ملط میں نقل کردیتے ہیں یہ مجھکو میرے دوستوں سے پہچان ایک مشہور مضمون ہے وہ لپیٹ آگیا تو اسی پر دست تصرف دراز کردیا۔ خدا کی شان باپ استعمال سرقہ خار چین صاحب اور اُنکے اصحاب ل ل نامی م م منشی۔ ش ش ش شیاں ش ش شاعر۔ ل ل لمبر حکیم دود ھیلے م م ماسٹر۔ د د د بریشے م م مولوی م م م مفتی ق ق ق ق ق قاضی انجناب کے قلم اور مولانا اودھ پنچ کی نصیحتوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ پانی کا تھلیلا اور چاند پر تھوک کہاں جاتا ہے؟

خیر اب رخصت انشاء اللہ پھر کبھی

راقم
دانا بینا

تہذیب جدید
(مقابلہ سگ خاوند)

"یہ چائے سادی ہے ذری سا دودھ"
"دور نگوڑے۔ ٹامی سے بچے گا تو دوں گی"

افسانہ قمرالزماں و حلیمہ

"خاتمہ کا بند"

نمبر ۵

میاں عبید ایک ہاتھ آگے ایک پیچھے رکھے اپنی بے تمیزیاں چھپائے ہوئے اُلٹے جنگل سے آبادی کی طرف رخ کیا۔ پرانے دھرانے کپڑے مانگ جانچ کے پہنے اور مانگتے کھاتے اپنی بی بی کے نئے سسرالی شہر میں ٹھوکریں کھاتے بحال تباہ پہونچے۔ اتفاق کی بات کہاں کا وہ وہ شہر تھا اس وقت ہو جس میں

یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

پیر۔ ؎ سپردم بتو مایۂ خویش را ٭ تو دانی حساب کم و بیش را۔ بیٹا میں تو پا برکاب ہوں اب تم جانو اور تمھارا کام جانے۔"

طفل ۔" بابا! تم نے کچھ چھوڑا نہیں۔ بیگ ہے تو وہ بھی خالی۔ ہاں قحط غذا تمھاری یادگار ہے اللھم صل پانی سے پیٹ بھر لے۔"

زیر خاک نہاں ہوا۔

اب یہاں سے راوی شیریں بیان کوکب اصباح و عبید کی شادی رچاتا ہے اور بقیہ قصہ یوں سناتا ہے کہ چند ماہ کے بعد عبید نے عبدالرحمن سے اجازت وطن جانے کی مانگی عبدالرحمن نے کہا "سنو میاں اولاد حلال کو وطن پیارا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ تم گھر جاؤ اور وہاں سے گھر بار بیچ کے آنا شاق ہو تو اکیلے جانے کی ضرورت نہیں اپنی بی بی کو ساتھ لیتے جاؤ۔ اگر وہاں رہنے کو جی چاہتا ہے تو یہاں چلے آؤ یہ گھر تمہارا گھر ہے ورنہ چین سے گھر میں رہنا۔ میری گھر کی عورتیں خود سر اور شوخ نہیں ہوتیں نہ بیوہ ہونے کے بعد دوسرے مرد کی صورت دیکھتی ہیں تم بہر حال اپنی بی بی کو خوش رکھو گے" عبید نے کوکب الصباح کا بھی عندیہ لیا کہ کچھ عذر کرتی ہے یا نہیں اُسنے فوراً ساتھ چلنے کا اقرار کیا اور کہا: "ماں باپ جسکے سپرد کر دیا اُسکی اطاعت عین ماں باپ کی اطاعت ہے بسم اللہ چلیے" عبید خوش ہو کے دعائیں دینے لگا: "اے نیک بخت تیری جنتی پر صد رحمت۔ خدا تیرے ماں باپ پر برکت نازل کرے۔"

قصہ کو طول کون دے عبید اپنی بی بی اور کروڑوں کی دولت اپنے مال کے علاوہ جو قمر الزماں سے لایا تھا ہمراہ لے کے وطن پہونچا۔ شہر میں اعلان ہوا کہ ہائے پھر ہر جمعہ کے دن سب پر روزینہ کی آفت نازل ہوا کرے گی۔ گئی ہوئی بلا پلٹ آئی۔ بادشاہ بصرہ تک خبر پہونچی اُسنے عبید کو بلوایا اور عتاب خطاب کیا او ناشکری تو کہاں گیا تھا کیوں اپنے جانے کی اطلاع نہ دی۔ کیا میں کنجوس تھا جو تیری مدد نہ کرتا۔ عبید نے اپنا کل ماجرا سنایا بادشاہ نے ازراہ غبطہ ارشاد فرمایا کہ "خدا برکت دے۔ جاؤ ہنسی خوشی زندگی بسر کرو۔ مگر ماشاءاللہ کوکب الصباح کی سی طاہر النسل عورتیں بہت کم ملتی ہیں۔ غرض دونوں چین سے رہنے لگے پانچ برس کے بعد عبید نے قضا کی۔ شاہ بصرہ نے لاکھ تدبیریں کیں کہ عبید کی بیوہ دوسرے نکاح پر راضی ہو جائے مگر ایک نہ چلی آخر اُسنے عبید کی املاک فروخت کی اور کوکب الصباح کو مال و اسباب سمیت اپنی طرف سے مزید انعام دے کے عبدالرحمن کے گھر پہونچا دیا ع
نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

تنبیہ ممکن ہے کہ بعض بے تکے جنہوں نے علم النفس (سیکالوجی) کا درس کسی مدرسہ میں حاصل کیا ہو مگر نہ اسلیے کہ علم النفس کے بدیہی رموز مشاہدے کے ذریعہ سے حل کریں یہ اعتراض کر بیٹھیں کہ عبید ایک صاحب عقل شخص تھا اور طبع سلیم رکھتا تھا وہ ایسے دھوکے میں کیونکر آ گیا۔ لہذا ہم انھیں سمجھانے کی غرض سے عرض کرتے ہیں کہ ہوا کی لغزش تذکر تدریف اور تخیل میں غلطی ہو جانے کا تنبیہ اُسوقت تک نہیں ہوتا جب تک مشاہدات یا معمولات کے نظم عددی و طبعی میں خلل نہ ہو۔

قمر الزماں سے ملاقات ہونے کے قبل حلیمہ کی وفاداری عبید کے نزدیک معتبر تھی۔ وفاداری کی دیوار میں خفیف سا زلزلہ اُسوقت محسوس ہوا جب عبید کی چھری قمر الزماں کے قبضہ میں آئی اور حبشی کا فرضی افسانہ قمر الزماں نے بیان کیا۔ چھری کا پورا جائزہ دکان پر لے لیا گیا تھا گھر میں آنے کے بعد دونوں چھریوں کے مقابلے کی ضرورت نہ رہی۔ تذبذب مانع تھی۔ جاہ حبشی بی بی کے سامنے خفت بھی ہو چکی تھی دوسرے اور تیسرے معاملہ میں اس خجالت و خفت کی تجدید ہوئی اور انفعال و ندامت کی قوۃ بڑھتی گئی۔ اپنی شئے کے گم ہونے کا یقین کیونکر ہو سکتا تھا جبکہ وہ آنکھوں کے سامنے اپنے ہی گھر میں پائی گئی۔ ہر چیز کے نظم عادی میں زیادتی یا نقصان یا ترتیب یا وضع کے تغیر کا موجب ہونا ایسا کلوروفارم ہے جو ایک ہوشیار سی آئی ڈی (سراغ رساں) کو غافل رکھ سکتا ہے۔ ہر شئے اپنے جہل کا اقرار خصوصاً جب کہ دربار میں نفس پر گراں گزرنا بھی بوکھلاہٹ بڑھنے کی علت ہے۔ اختیار و امتحان ہی سے علت کی غلطی یا صحت کا ادراک ہوتا ہے۔ حلیمہ کا ہر وقت گھر میں پایا جانا بھی تھا پس مزید اختیار و امتحان کی تحریک نہ ہوئی۔

ابھی ہوگا بھی اس قبیل قال میں کون بچے۔ ان اشارات کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس بے نظیر افسانہ کی سیکالوجی پر اعتراض کرے تو ہم دعا دینگے کہ خدا اُسے بھی ایک حلیمہ کی سی جورو مرحمت کرے۔ پارہ بڑے سے پالا جب تک نہیں پڑتا اُسوقت تک منطق اور فلسفہ یاد رہتا ہے۔ اسی اودھ پنچ میں تمہر ۸ نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ کا قصہ پڑھ چکے ہو ہائے وہ بڈھا جسے روشن الدولہ (وزیر اعظم) نے خود بادشاہ کی حضوری سے روکا اور بادشاہ سے کہدیا خداوند پیر زمین گیر حضور پر سے تصدق ہو گیا (مرگیا) جب دوبارہ بادشاہ کو ملا تو کس طرح نوکر چاکر وزیر امیر سب کے سب اندھے بن گئے۔ حضور پوچھتے ہیں بھئی روشن الدولہ دیکھو یہ کون ہے؟ ہر شخص آنکھیں پھاڑ کے دیکھتا اور بڈھے کے وجود سے انکار کرتا ہے۔

"خداوند حضور کے پہلو میں تو اسوقت کوئی نہیں۔ یا علا۔ کی آنکھوں میں فتور ہے" حضور بڈھے سے فرماتے ہیں کہ جی آواز سنا۔ بڈھا باتیں کرتا ہے مگر بجز بادشاہ کے سب مصاحب دربار عرض کرتے ہیں "حضور کے نمک کی قسم سوا حضور کی آواز کے غلاموں نے کسی کی آواز نہیں سنی" آخر حضور سمجھتے ہیں کہ بڈھے کے بھیس میں کوئی "جن" ہے جو دکھائی دیتا ہے دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتا۔ جب تک اس "جن" کی قوم میں روشن الدولہ کی چالاکی سے بند کروا کے کوٹھری میں لا کر قفل میں اپنے ہاتھ سے قفل لگا کے مہر لگاؤنگا مگر یہ صورت اختبار و امتحان مفید نہ ہوئی یاروں نے چھت میں سیند لگا کے یاروں نے بڑے میاں کو جو تنور اُس پار اُتار دیا۔ دو چار سو روپیہ بھی دیدیے کہ جہاں جی آئے تو گومتی میں سیر اوڑائیے۔ علیٰ ہذا القیاس ایک بڑے میاں تو ہے کے پل پر بغل میں بھیڑ کا بچہ دبائے چلے جاتے تھے۔ بد معاشوں نے تا کا صلاح ہوئی کہ بھیڑ ہے اسکا پلاؤ پکنا چاہیے۔ ایک بڑھا۔

"بڑے میاں۔ آداب عرض ہے"

"خوش رہو میاں سلامت رہو"

"افسوس آپ مسلمان ہیں اور کتے کا پلا بغل میں دبائے پھرتے ہیں"

"کیسا کتے کا پلا؟ صاحبزادے ہواس درست کرو" ایک دو تین چار پانچ بد معاشوں نے بھی بھیڑ کو پلا بتایا اور غریب بڑے میاں نے بوکھلاہٹ کی چادر میں لپیٹ کے بچہ وہیں چھوڑ دیا۔ یہ واقعات موثق شہادت سے ثابت ہیں۔ حلیمہ نے اپنے خاوند کو ایسے شبہ کے گرداب میں پھنسایا جہاں واقعات بہت زیادہ قرین عقل و قیاس ہیں۔ الف لیلہ کا سال تالیف معلوم نہیں مگر اتنا معلوم ہے کہ یہ ایک قدیم تالیف ہے اسکی اشاعت ستشدہ کے اواخر میں ہوئی اور ہم اسے قصہ نویسی کے فن میں استاد یگانہ ماننے پر مجبور ہیں۔ والسلام

راقم خاکسار دیار العرب عیزہ

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ سچ توا مین گرو لگا [illegible]

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پہ لکھ لینے کے قواعد [illegible]

یہ ایک [illegible] معروف کتاب ہے

حصہ اول کے تین ایڈیشن [illegible] اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال [illegible]
ہی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگونکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین انسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھدیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۴۸

مضامین

۲۲/۲۹ دسمبر ۱۹۲۸ء

نظر کی رجعت قہقری

یعنی جلد سیزدہم کی تنقید سرسری

۱۹۲۸ء دم دبا کے بھاگا یعنی مولانا اودھ پنچ تیرے تیرھواں سال نفسی نفسی کوشش کٹا۔ عربی مقولہ ہے "اذا مضی لا یذکر" اگرے مردے اکھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ مگر نہ تو دُنیا اس پر عمل کرتی ہے نہ اللہ میاں کا یہ دستور ہے وہ تو پُرانے پیمبروں کی سیرت بار بار یاد دلاتے ہیں پُرانی اُمتوں کے اعمال ہر آیت میں دُہراتے ہیں۔ "تذکر" کی قوت دماغ میں بیکار نہیں پیدا کی گئی۔ یہ قرین قیاس ہے کہ اگر میدان حشر و نشر میں کسی کو "نسیان" کی بیماری ہوگی تو وہ اچھا رہے گا۔ لیکن "اعمال کا دفتر" پھر بھی جھیڑ جھاڑ کے لیے کافی ہے بھولے ہوئے کرتوت یاد دلانے پر یاد آجا ئینگے۔ غرضکہ "لا یذکر" وہاں بھی کام نہ آئے گا۔ اعمال (عوارض ذاتیہ) اگر تول ناپ میں آسکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ میاں ۱۹۲۸ء آنجہانی کی اعمال کی جانچ محال ہو۔ یہ مانا کہ زمانہ کم متصل غیر قار ہے مگر ممکن اور عرض ہونے کی جہت سے (اینجانب اُسے بھی میزان مواخذہ کی نذر کرسکتے ہیں۔ اور اس مواخذے کے تمام واقعات مع اسباب وعلل حضرات مولانا اودھ پنچ دام علاہ نے اپنی تیرھویں جلد میں تحریر فرمادیے ہیں لہٰذا ارے کوئی حاضر ہے؟ ذری اس ناشدنی ۱۹۲۸ء ملزم کو پکڑ کو لانا۔ اور ہاں خوب یاد آیا تیرھویں جلد بھی لیتے آنا۔

"ہاں میاں ۱۹۲۸ء یہ تو بتاؤ کہ تم ہو کون؟"

"کیا بتاؤں کون ہوں۔ اگر گھڑی گھڑیال گھنٹا گھر موجود ہو تو اُس سے پوچھیے کہ میں کون ہوں کیا ہوں۔ یا دن رات سے جواب حاصل کیجیے کہ یہی کمبخت مجھ غریب کو معین کرتے ہیں ورنہ میرا نشان بھی کسی کو نہ ملتا۔ مجھے صرف اپنے وجود کا علم ہے۔ نیکی اور بدی کا تعلق میری ذات سے ہرگز نہیں۔ آپ لوگ اپنی یاد تازہ کرنے اور اپنے اخلاف کو گزشتہ واقعات کا پتا دینے کے لیے خواہ مخواہ دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ فلاں وقت اور فلاں زمانے میں فلاں واقعہ ہوا۔ اے حضور! میری جانے جوتی کونسا واقعہ کب ہوا کیوں ہوا کہاں ہوا۔ یہ آپ کا فعل ہے آپ ہی جانیے۔ میں نہ عقل رکھتا ہوں نہ شعور۔ نہ ادراک رکھتا ہوں نہ حس۔ پل چھپل۔ سکنڈ۔ منٹ۔ گھنٹا۔ پہر۔ دن۔ ہفتہ۔ مہینہ۔ سال۔ جگ۔ اس اصطلاحوں سے آپ ہی واقف ہونگے۔ آپ ہی نے وضع کی ہیں۔ مجھے تو صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ میں ہوں اور میرا کام ہے گزرتے رہنا۔ میں کہیں ٹھہرتا نہیں۔ کبھی قرار نہیں لیتا۔ میرا نام "زمانہ" ہے اگر اتنی تفصیل سے آپ کی تسلی نہیں ہو سکتی تو میں مجبور ہوں۔ خدا کے لیے بُرا خیال دل سے دور رکھیے۔ واقعات عالم پر بندۂ غریب جیسے وہمی وجود کو تصرف کا حق نہ کبھی تھا نہ آج ہے نہ آئندہ ہوگا۔ عالم کی بھلائی بُرائی کا زیادہ تعلق آپ کے بنی نوع سے ہے۔ ان میں کوئی کالا ہے کوئی گورا۔ کوئی زرد ہے کوئی بھورا۔ کوئی سانولا ہے کوئی چمپئی۔ کوئی لال ہے کوئی صندلی۔ بس جو کچھ پوچھنا ہو اپنی ذات سے پوچھیے۔ میں آپ کے قابو میں نہیں ہوں۔ بے وقوف ہیں وہ جو مجھے (زمانہ کو) بُرا کہتے ہیں "آہ کیا بُرا زمانہ ہے"۔ ذری پوچھیے تو سہی زمانہ نے کیا بُرائی کی ہے؟ یہی کہ لوگ لمبی داڑھیاں اور گھنی مونچھیں لیے گلے سے کنکوا لوٹتے پھرتے ہیں اور مولانا ظریف لکھنوی کو "ہار ہوائی" مثنویاں لکھنی پڑتی ہیں!۔ پھر اس میں بندے کی کیا خطا ہے۔ بُرائی آپ کی ہے یا میری؟۔ (جی ان بداخلاقیوں کے گنتے لیجیے۔ مجھے کیوں الزام دیتے ہیں۔ آپ نے کب میرے ہاتھ میں چرخی ہچکا گولا کنکوا دیکھا؟

"ہائے کیا بُرا وقت ہے" جدھر دیکھو دنگا جدھر نظر اُٹھاؤ فساد۔ کیوں جناب مقتدی یا ارے تے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔ دنگے فساد کے میدان میں ہندو مسلمان مقابل ہیں یا اینجانب؟۔ کمبخت نہ ایسر شفق نہ کہ ہندوستان پر انگریز مسلط رہیں نہ اسیر متحد کردہ اپنی مایہ بضاعت یعنی پونجی ٹفن باسکٹ ٹی پاٹ ہندوستانیوں کے سپرد کر کے اپنی راہ لیں۔ بھلا مجھے ان باتوں میں کیا دخل ہے۔ آپ تو مجھے فرودتی معلوم ہوتے ہیں جنگلی۔ قوم کو مارا پیٹا عربوں نے اور تھوکا حضرت نے آسمان پر

تفو بر تو اے چرخ نیلی تفو

ہے اُف سردی کا زمانہ بھی بہت خراب زمانہ ہے۔ خدا سے ڈریے۔ سردی گرمی کا تعلق آفتاب اور زمین سے ہے۔ زمانہ بیکار بدنام ہے۔ زمانہ بیچارہ نہ سرد ہے نہ گرم۔ میں تو آپ کے سامنے ہی کھڑا ہوں ٹٹول کے دیکھیے بھلا مجھ میں کہیں سردی کا نام نشان بھی ہے پھر مجھے مطعون کرنے کے کیا معنی۔ "ہائے ریاستوں سے زمانہ موافق نہیں"۔ اجی اپنی قوم میں بند رکھو۔ بٹلر کمیشن میرا مقرر کیا ہوا نہیں ہے۔ وہ ہماری سرکار کا نتیجہ طبع ہے۔ تم نے اپنی رعایا پر ستم جو تار عایا جیسی بندہ نہ ستم کا فریک حال ہے نہ تمہاری دعاؤں کا ذمہ دار۔ تم نے فضول خرچی عیاشی بدمعاشی اختیار کی تم معزول ہوئے معتوب ہوئے۔ تمہیں اپنے حقوق کا تحفظ مطلوب تھا تم نے سرکار انگریزی کی زنجیر عدل ہلائی اگلے پچھلے وعدے معاہدے یاد دلائے یا میں نے؟ خدا سے ڈرو۔

شعیہ کالج کہتا ہے ؎

زمانہ بر سر جنگ ست مولوی مدد ے | گمک بزور تنگ ست مولوی مدد ے
کشود صدرۂ اشتر بیک اشارۂ شت | مجدہ خط تنگ ست مولوی مدد ے

کیوں صاحب انصاف کیجیے یہ تنگی میری وجہ سے ہے یا خود غرضیوں کے باعث۔

مولانا حسرت فرماتے ہیں "زمانہ نازک ہے۔ آزادی ہند کی راہ دشوار گزار ہے۔ آزادی کی یہی ایک ونڈی تھی کہ انتخاب عام از مشترک نہ تھا۔ نیابت بہ جماعت سرکار مساوی رہتی نہرو رپورٹ کا بھیڑیا اسی پگ ڈنڈی پر بیٹھا ہے"

کیوں نہو۔ ہاں میں ہاں ملائیے بس خورد ونوش ان سرکار کی اور بدنام کیجیے بھلا۔

سائمن صاحب لندن سے بن بلائے آئیں اور پولیس بائیکاٹ کرنے والوں پر گھوڑے اُچکا خود شہرۂ شانی

یہاں مسٹر سائمن کا فن کوئی مشکل فن خیال نہیں کیا جاتا سارا کمال فن دو لفظوں کا مجموعہ ہے "پکڑو و چھوڑ دو" چاہے کتنا ہی گنہگار ہو چاہے بے گناہ۔ ایک ستم زدہ جوان بھری گلی سے اٹھا کے چارپائی میں ہاتھ باندھ کے اور ملزم کا بل نکل گیا خواہ مخواہ جھوٹ سچ قبول کیا۔ آگے سی بنیاد پر قلعہ کھڑا کر لینا کچھ دشوار نہیں۔ آج کل پنجاب کا یہی حال ہے۔ شیخ صاحب آپ ہیں کچھ دو۔ یہ سوال آپ کو جناب سائمن سے کرنا لازم ہے کہ تم کون ہو کہاں ہو گیا ہو۔ کیا تمہارے مہذب ملک میں اسی طرح شہادت فراہم کیا جاتا ہے؟ اور پولیس اسقدر آزاد ہے۔ یا اپنے ملک کی قانون ساز کونسل سے دریافت فرمانا چاہیے کہ تم کون ہو کہاں ہو کیا ہو۔ مولانا تاپنچ بارہ برس سے چیخ رہے ہیں کہ جدید قانون سازی سے زیادہ ضروری مروجہ قوانین کی اصلاح ہے خصوصاً پولیس کا قانون۔ کیا تم نے ان کی آواز نہیں سُنی؟

خلاصہ یہ کہ ایجانب کا وجود بے اعتباری کا ایک وجود۔ اعتباری کے پیچھے پڑ جانا ویسا ہی بے معنی ہے جیسے کوئی اپنی پرچھائیں کے پیچھے دوڑے یا اُسے پکڑنے کی کوشش کرے۔ اور ویسا ہی بے سود ہے جیسے کوئی زنجیر میں بندھا ہو اور آزاد ہونے کا دعویٰ کرے۔ کوئی بیوہ ضعیف العمل اگر اپنی جہالت کے باعث مجھے طعنہ دے کہ میری نحوست اور برائی نے اُسے ایذا دی سال بھر پورا اٹھایا اس رگڑ کے گزرا تو خیر مجھے چنداں شکایت نہیں لیکن آپ سے البتہ شکایت ہے کیونکہ آپ ہیں فلاسفر اور فلاسفر اگر وہم کا تابع فرمان ہو اصل علت کی تشخیص سے عاجز رہ کے بجائے "منحوس اقدم" کہنے کے اپنے جہل کا الزام بندے کے چلتے پھرتے وہمی وجود کے سر منڈھے تو وہ فلاسفر نہیں ہو سکتا۔ لے خدا حافظ بندہ چلتا دھندا کرتا ہے۔

"ارے موذی ٹھہر جا۔ کمبخت تو تو چھاڑ کا کانٹا ہو گیا۔ ذرا سی بات پوچھی تھی اُس پر وہ نڑ باندھی کہ بھیجا کھا گیا۔"

"بس جناب مجھے کانگریس کو ایک نظر دیکھنا ہے کہ وہ کیا کرتی ہے۔ آپ بھی مولانا پنچ کی جلد سیزدہم جنل میں دبا کے اُدھر ہی کا رخ کیجیے۔ اب قیامت میں پھر ملاقات ہوگی۔ ہر چند کہ میں کہیں جاتا آتا نہیں مگر لوگ کہتے ہیں کہ میں گردش میں ہوں اچھا یونہی سہی۔"

"دور درفان کا لا منہ نیلے ہاتھ پیر"

"ان صاحب اپنی ہائی اور پیر گنوائی"

"خیر جاؤ میاں تم تو سستے چھوٹے اب ایجانب مولانا اودھ پنچ ہی سے مخاطب ہوتے ہیں۔" مولانا! شراب کہنہ بجام نو "ایسی مثنوی ہے جس نے ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۸ء میں جو کچھ ہوا یا ہونے والا تھا اسطرح واضح کر دیا جیسے دوپہر کی کوئی دھوپ چند یا پر آفتاب کا وجود کہ باہمی اختلافات گھٹا نہیں بڑھ گیا۔ اس اختلاف سے کمیشن صاحب اچھا خاصا فائدہ اٹھائینگے اور بقول آپ کے رپورٹ کا خلاصہ انشاء اللہ یہی ہوگا۔

یہ حاصل ہے تحقیق و تفتیش کا	تقاضا ہے یہ ہند ورلیش کا
کہ ہندی سزاوار عزت نہیں	نہیں مستحق حکومت نہیں
غضب سا گروہوں میں ہے اختلاف	ہے ہر وقت آپس میں عزم مصاف

....

بہرحال ہے مصلحت کا یہ حرف	کہ ہیجے مستعد رفتہ رفتہ ہو طرف

اور یہ خیال بھی بالکل باون رتی پاؤ تولے اے تو یہ باون تولے پاؤ رتی صحیح ہے کہ ۱۹۲۸ء میں ڈاکٹر کمیشن صاحب لندن سے ہندوستان آنے کے قبل ہی نسخۂ اصلاحات تجویز و تحریر فرما کے رکھ آئے تھے اس نسخہ میں اب کوئی ترمیم نہ ہوگی۔ سر اودھان بہادر اور سرکاری ملازموں نے اپنی گواہی سرکمیشن کے سامنے وہی کیا جو اُنکے دل سے نکال کے آپ نے جلد ۱۳ نمبر ۲ کے صفحہ ۳-۴-۵ میں ظاہر کر دیا تھا۔ اب کوئی شک باقی نہیں رہا کہ

باہیں جو تمیزی باہم خلفشار	عبث ہے سوال تنفس کا انتظار
دلبست و نہم تا بہ سی و نہم	رہے گی غرض عقل لوگوں کی گم
تعاون کریں آپ یا بائیکاٹ	یہی بدعتی ہوگی یہی ہوگا ناٹ

اس پیشگوئی میں کسیقدر تفصیل رہ گئی تھی وہ دوسرے معنا مین اور قصاوہ یہ مختصر دار نے پوری کر دی یعنی بزرگنہ صاحب کے منہ سے بھولے چوکے اتنی سی بات نکل گئی کہ آگا جانا خاک نہیں بیٹھا سکی پاس نہیں اور مقاطعہ تیار کرنے پر آمادہ ہیں۔ پنڈت موتی لال نہرو نے اعتراض کا جواب معقولیت کے ساتھ دیا۔ ایک انتظامی ڈھانچا ذی عقل دوستوں کے مشورے سے بنا کے شائع کر دیا۔ ڈھانچے کا ٹھاٹھ درست کرنے سے مقصد تو یہ تھا کہ سبھی کی انتظام کی بھی سنے۔ صلاحیت رواداری اور میل جول کی بھی ہے۔ اپنے مقاصد بھی سمجھتے ہیں مگر خوش خیالی دیکھیے کہ نہ نیا قوت پر رضامند نہ تھا یعنی بازار میں آئی نہ تھی بایں ہمہ فساد و مخالفت نے زور پکڑا جن کو اس باہمی عناد سے فائدہ اٹھانا مقصود تھا اب مطمئن ہیں کہ یہ بڑا تا بھی چھینک کے رہ جائیگا۔ ہم روشن ضمیر ہیں عالم الغیب نہیں۔ دل خواہ مخواہ اس بات پر لگ گیا ہے کہ ہو نہ ہو سر مالکم ہیلی اور ہمارے بڑے لاٹ صاحب کا لندن تشریف لیجانا مطلب سے خالی نہیں کیا معنی لندن کی تین پارٹیوں میں سے آج برسر قوت "لیبر پارٹی" ہے مزدوروں کا گروہ ہے اگرچہ یہ بھی بے خودغرض لیکن دکھیاروں کی آہ کان دھر کے سن لیتا ہے آل پارٹیز کانفرنس کا تصنیف و تالیف کیا ہوا دستور اساسی ظاہرو مخفی بغاوت سے خالی ہے۔ مزدوروں کے

سمن لغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۰۳۵ سنہ ۱۹۲۸ء

بعدالت خفیفہ اجلاس جناب منصف صاحب بہادر مقام نگرام ضلع لکھنؤ

پنڈت میکو لال ولد پنڈت گیا پرشاد برہمن ساکن ... نسبع خدا مؤ ... مدعی

بنام

بیجے سنگھ وغیرہ ... مدعا علیہ

بنام بیجے سنگھ ولد سمیر سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع ... داخل ارجن پور پرگنہ ... تحصیل ...

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ مبلغ ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ... ماہ جنوری ۱۹۲۹ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ سے حالی ہو اور واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوی مدعی کا کر و اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضر کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز اُن کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ... ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم ... انگریزی

مہر عدالت

وقت حاضری دفتر منصفی نگرام ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک۔

افغانستان جدید

بدعت (یورپی آزادی)

M.B.K

مرغ آزادی بزبان بے زبانی

پہلے ٹاپے میں جو لڑتے ہیں بجا ہے کہ لیں

اودھی دُم کے تصدق میں سنورنے والے